فَقِیہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری

جدید اردو

مترجم

مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل و عنوانات

مولانا ابو عبید اللہ

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فَقِيهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

جلد ہفتم

مترجم
مولانا سید امیر علی رحمہ اللہ تعالیٰ
مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن وعین الہدایہ وغیرہ

تسہیل وعنوانات
مولانا ابو عبید اللہ
خطیب جامع مسجد رحمۃ للعلمین
ڈیفنس روڈ لاہور

- کتاب الودیعۃ
- کتاب العاریۃ
- کتاب الہبۃ
- کتاب المکاتیب
- کتاب الولاء
- کتاب الاکراہ
- کتاب الحجر

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ——— فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

مترجم ——— مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تسہیل وعنوانات ——— مولانا ابو عبید اللہ

تصحیح ——— طارق اسمٰعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع ——— علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ——— مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

کتاب الودیعة

اس میں دس ابواب ہیں

باب اوّل:

ایداع ودیعت کی تفسیر اور ودیعت کے رکن وشرائط وحکم کے بیان میں

کسی دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مسلط کرنے کو شرعاً ایداع کہتے ہیں اور جو چیز امین کے پاس چھوڑی جائے وہ شرعاً ودیعت ہے یہ کنز میں ہے اور رکن ودیعت بھی ایجاب وقبول ہے یعنی مودع[1] کا یہ کہنا کہ میں نے تجھے یہ مال ودیعت دیایا جو اس کے قائم مقام اقوال وافعال ہوں اور مستودع[2] کی طرف سے قول وفعل سے قبول کرنا یا فقط فعل سے قبول کرنا یہ تبیین میں ہے ودیعت کبھی صریح ایجاب وقبول سے ہوتی ہے اور کبھی بدلالت ہوتی ہے پس صریح یوں ہے کہ مودع نے کہا کہ میں نے تجھے یہ چیز ودیعت دی اور مستودع نے کہا کہ میں نے قبول کی اور حفاظت کے حق کے واسطے بدوں اس کے تمام نہ ہوگی اور حق امانت میں صرف ایجاب سے تمام ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر کسی غاصب سے کہا کہ میں نے تجھے چیز مغصوب ودیعت دی تو غاصب ضمان سے بری ہو گیا اگر چہ اس نے قبول[3] نہ کیا ہو لیکن حفاظت کا وجوب مستودع پر لازم ہے پس اس کا قبول کرنا ضروری ہے اور ودیعت بدلالت اس طرح ہے کہ جب کسی کے پاس متاع رکھی اور کچھ نہ کہا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت ہے اور وہ خاموش رہا تو وہ شخص مستودع ہو جائے گا کیونکہ عرفاً یہ ایداع وقبول ہے حتیٰ کہ اگر غائب ہوا اور متاع ضائع ہو گئی تو وہ ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور شرائط ودیعت چند قسم کے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ مال ودیعت اس قابل ہو کہ اس پر قبضہ کا اثبات ہو سکتا ہو حتیٰ کہ اگر بھاگے ہوئے غلام کو یا ہوائی پرند کو یا دریائے عمیق کے گرے ہوئے مال کو ودیعت دیا تو نہیں صحیح ہے یہ بحر الرائق میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ مستودع عاقل ہو پس مجنون یا طفل بے عقل کا ودیعت قبول کرنا صحیح نہیں ہے اور اس کا بالغ ہونا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے حتیٰ کہ جس لڑکے کو تصرف کی اجازت ہے اس کو ودیعت دینا صحیح ہے ایسے ہی آزادی بھی شرط نہیں ہے لیکن غلام ماذون کو ودیعت دینے کا اختیار ہے لیکن جو لڑکا مجور ہوگا یعنی تصرف سے ممنوع ہو تو اس کا ودیعت قبول کرنا صحیح نہیں ہے ایسے ہی مستودع کی آزادی بھی عقد ودیعت صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے حتیٰ کہ غلام ماذون سے قبول صحیح ہے اور احکام ودیعت کے اس پر مترتب ہوں گے لیکن غلام مجور سے قبول صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔

حکم ودیعت کا بیان ☆

اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ مستودع پر ودیعت کا حفظ واجب ہے اور مال اس کے پاس امانت ہو جاتا ہے اور مالک کے طلب کرنے کے وقت واپس دینا اس پر واجب[4] ہے کذا فی الشمنی اور جو چیز ودیعت ہے وہ دوسرے کو ودیعت نہیں دی جاتی ہے اور نہ

---

[1] ودیعت دینے والا۔ [2] ودیعت لینے والا۔ [3] یعنی قول وفعل سے قبول نہ کیا ہو۔ [4] قولہ واجب ہے حتیٰ کہ اگر طلب کرنے پر منکر ہو تو فوراً ضامن ہو جائے گا پھر اگر اقرار کرے تو بھی ضمان سے بری نہ ہوگا جب تک مالک کے سپرد نہ کرے یا اس کے حکم سے اس کے لئے کوئی چیز خریدے۔

عاریت دی جاتی ہے اور نہ اجرت پر دی جاتی ہے اور نہ رہن کی جاتی ہے اور اگر مستودع نے ان میں سے کوئی فعل کیا تو وہ ودیعت کا ضامن ہو جائے گا یہ بحرالرائق میں ہے ایک شخص کے پاس کوئی چیز بلا علم اس کے رکھ دی اور وہ ضائع ہو گئی تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے حفاظت کا التزام نہیں کیا ہے اور اگر کسی کے پاس کوئی چیز رکھ دی اور کہا کہ اس کو دیکھتے رہنا اس نے چلا کر کہا کہ میں اس کی حفاظت نہیں کروں گا اور وہ ضائع ہو گئی تو محیط میں ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے حفاظت کا التزام نہیں کیا تھا یہ وجیز کردری میں ہے اگر ایک شخص مجلس میں سے اٹھا اور اپنی کتاب یا کچھ اسباب چھوڑ دیا تو باقی لوگ مستودع ہوں گے یہاں تک کہ اگر سب نے چھوڑ دی اور وہ تلف ہو گئی تو سب ضامن ہوں گے کیونکہ سب نگہبان تھے اور اگر ایک ایک کر کے سب اٹھ گئے تو پچھلے شخص پر ضمان آئے گی کیونکہ وہی حفاظت کے واسطے متعین ہو گیا تھا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کوئی شخص اپنی دکان کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور جو لوگ بیٹھے تھے ایک ایک کر کے اٹھ گئے پھر کچھ مال اٹھ گیا تو پچھلا شخص ضامن ہوگا یہ ملتقط میں ہے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک کپڑا ہے دوسرے نے کہا کہ یہ ذرا مجھے دے اس نے دے دیا تو بطور ودیعت کے ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھوڑے سمیت سرائے میں گیا اور بھٹیارے سے کہا کہ میں اس کو کہاں باندھوں اس نے کہا کہ وہاں پس بھٹیارے نے باندھ دیا اور وہ شخص کہیں چلا گیا پھر واپس آیا تو اپنا گھوڑا نہ پایا اور بھٹیارے نے کہا کہ تیرا ساتھی گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے لے گیا تھا حالانکہ اس کا کوئی ساتھی نہ تھا تو بھٹیارا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کوئی شخص حمام میں گیا اور حمام والے سے کہا کہ میں اپنے کپڑے کہاں رکھوں اور حمامی نے کہا کہ وہاں رکھ دے اس نے رکھ دیئے اور حمام میں داخل ہوا پھر حمام سے ایک شخص نکلا اور اس کے کپڑے لے گیا تو حمام والا ضامن ہوگا اور اگر کپڑوں کو حمام والے کی نگاہ کے روبرو رکھ دیا اور کچھ نہ کہا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے پس اگر حمام میں کوئی ثیابی یعنی جامہ دار یعنی کپڑوں کا حفاظت کرنے والا نہ ہو تو حمام والا ضامن ہوگا اور اگر اس کا کوئی جامہ دار ہو اور وہ حاضر ہو تو ضمان اسی پر ہوگی حمام والے پر نہ ہوگی لیکن اگر صریح حمام والے پر حفاظت کرنی مقرر کر دی مثلاً یوں کہا کہ کپڑے کہاں رکھوں تو اس صورت میں اسی حمام والے پر ضمان واجب ہوگی اگرچہ حمام کا کوئی جامہ دار ہو اور وہ حاضر ہو یہ ظہیریہ میں ہے اگر جامہ دار غائب ہو اور اس شخص نے حمام والے کے سامنے نگاہ کے روبرو کپڑے چھوڑ دیئے تو حفاظت صاحب حمام پر ہے اس وقت تضیع سے حمام والا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص حمام میں گیا اور کپڑے رکھ دیئے اور حمام والا حاضر ہے پھر ایک شخص حمام سے نکلا اور کپڑے پہن لئے اور حمام والے کو یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ کپڑے اس کے ہیں یا دوسرے کے ہیں پھر کپڑوں کا مالک نکلا اور کہا کہ یہ میرے کپڑے نہیں ہیں اور حمام والے نے کہا کہ ایک شخص حمام سے نکلا اور وہ کپڑے پہن گیا اور مجھے گمان ہوا کہ اسی کے ہیں تو حمام والا ضامن[1] ہوگا کیونکہ اس نے حفاظت چھوڑ دی یہ خزانۃ المفتین میں ہے فتاویٰ ابو اللیث کی کتاب الغصب میں ہے کہ ایک شخص حمام میں گیا اور اپنے کپڑے حمام والے کی نگاہ کے روبرو رکھ دیئے پھر نکلا اور حمام والے کو سوتا پایا اور حال یہ ہوا کہ کپڑے چوری ہو گئے پس اگر وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے اپنا پہلو زمین پر رکھا تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اور مجموع النوازل میں ہے کہ ایک عورت حمام کی طرف نکلی اور لوٹا ایک نابالغہ کو دیا کہ یہ میری بیٹی کو دے دے اور وہ حمام میں موجود تھی پھر جب وہ نابالغہ اس کے پاس گئی تو اس کی بیٹی نے اس نابالغہ سے کہا کہ اس کو پانی سے بھر کر میرے پاس لا اس نے بھرا اور وہ ٹوٹ گیا پس اگر یہ بیٹی اپنی ماں کے عیال[2] میں ہو تو ضامن نہ ہوگی اور اگر اپنے شوہر کے گھر میں ہو

---

[1] قولہ ضامن ہوگا جبکہ جلیہ دار وہاں نہ ہو۔ [2] قولہ عیال یعنی اس کے ساتھ رہتی ہو۔

پس اگر ماں نے اس کو عاریت دیا ہے تو بھی ضامن نہ ہوگی اسی طرح اگر اس نابالغہ سے کہا ہو کہ میرے سر پر اسی سے پانی ڈال دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ماں نے اس کے پاس حفاظت کے واسطے بھیجا ہے تو بیٹی ضامن ہوگی اگر اس کو اپنی نظر سے غائب کیا یہ خلاصہ میں ہے۔

دوسرا باب:

ودیعت کی حفاظت غیر کے ہاتھ میں کر دینے کے بیان میں

مستودع کو اختیار ہے کہ ودیعت ایسے شخص کو دے دے جو اس کے عیال میں ہے خواہ جس کو دی ہے وہ اس کی بیوی ہو یا بیٹا بیٹی ہو یا والدین ہوں بشرطیکہ وہ شخص ایسا متہم نہ ہو کہ اس سے ودیعت پر خوف کیا جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ابو بکرؒ نے فرمایا کہ اس کے عیال کو جو مذکور ہوئے یہ اختیار ہے کہ ایسے شخص کو دے دیں جو ان کے عیال میں ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اس حکم میں عیال میں وہ شمار ہوتا ہے جو مستودع کے ساتھ رہتا ہو خواہ نفقہ میں ساتھ ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس باب میں ساکنہ یعنی باہم ساتھ سکونت کرنے کا اعتبار ہے لیکن بیوی نابالغ بیٹے و غلام میں یہ ہے کہ اگر نابالغ بیٹا اس کے عیال میں نہ ہو اور اس کو ودیعت حفظ کے واسطے دے دے تو ضامن نہ ہوگا لیکن یہ ہے کہ وہ نابالغ حفاظت کرنے پر قادر ہو اور بیوی اگر دوسرے محلّہ میں رہتی ہو اور شوہر دوسرے محلّہ میں ہو اور شوہر اس کو نفقہ بھی نہ دیتا ہو اور شوہر نے ودیعت اس کو دے دی تو ضامن نہ ہوگا اور غلام اگر اس کے عیال میں نہ ہو تو بمنزلہ نابالغ بیٹے کے ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور مستودع نے اگر ودیعت اپنے غلام یا اجیر کو جو ماہواری یا سالانہ پر مقرر ہے حالانکہ اس کے ساتھ رہتا ہے یا بالغ بیٹے کو جو اس کے عیال میں ہے یا اپنے باپ کو جو اس کے عیال میں ہے دے دی تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور بالغ بیٹا اگر اس کے عیال میں نہ ہو اور اس کو ودیعت دے دی اور ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اور والدین کا حکم مثل اجنبی کے ہے حتیٰ کہ یہ ضروری[1] ہے کہ والدین اس کے عیال میں ہوں پس اگر اس کے عیال میں ہوں تو ودیعت دینا جائز ہے یہ خلاصہ سے لیا ہے اور سب جو مذکور ہوا اس وقت ہے کہ مودع نے ودیعت دے کر مستودع کو منع نہ کیا ہو کہ اپنے عیال کو نہ دینا اور اگر اس نے منع کیا اور پھر اس نے کسی کو اپنے عیال میں سے دے دی اور ودیعت ضائع ہوئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر مستودع کو عیال کو دینے کی مجبوری نہ تھی بلکہ اس کی حفاظت کی کوئی راہ نکلتی تھی تو ضامن ہوگا اور اگر عیال کو دینے کو مجبور ہوگیا اور ضرورت واقع تھی تو ضامن نہ ہوگا مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو ایک چوپایہ ودیعت دیا اور منع کر دیا کہ اپنی عورت کو حفاظت کے واسطے نہ دینا اور شوہر مجبور ہوا اس نے عورت کو دے دیا اور وہ ضائع ہوا تو شوہر یعنی مستودع ضامن نہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور اگر کسی اجر خواہ کو یعنی جس کو ماہواری نفقہ دیتا ہے اور وہ شخص اس کے ساتھ سکونت نہیں رکھتا ہے یا ایسے اجیر کو جو روزانہ پر کام کرتا ہے ودیعت سپرد کی تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔

وکیل کو ودیعت دینا☆

امام تمرتاشی و امام حلوائی نے امام محمدؒ سے ذکر کیا ہے کہ مستودع نے ودیعت اپنے وکیل کو دے دی حالانکہ وہ اس کے عیال میں نہیں ہے یا کسی اپنے امین کو جس پر اپنے مال کا اعتبار کرتا ہے ودیعت دی حالانکہ وہ اس کے عیال میں نہیں ہے تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ جب اس پر مستودع کو اپنے مال کا وثوق ہے تو ایسا ہی ودیعت کا بھی حکم ہے پھر فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی النہایہ ایک

---

[1] قولہ ضروری ہے یعنی اجنبی سے خلاف ہونے کے لئے یہ ضروری ہے حتیٰ کہ اگر عیال نہ ہوں یعنی ساتھ ساکن نہ ہو تو ان کو ودیعت دینا جائز نہیں ہے۔

بازاری دکاندار دکان سے نماز کے واسطے اٹھ گیا اور دکان میں ودیعت تھی وہ ضائع ہوگئی تو دکاندار ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے پڑوسیوں پر حفاظت چھوڑی اس لئے کہ یہ شخص ضائع کر دینے والا قرار نہ دیا جائے گا اور یہ بھی نہیں ہے کہ اس فعل سے اس نے پڑوسیوں کو ودیعت کا ایداع کیا ہے بلکہ وہ خود ہی حفاظت کرنے والا رہا اور دکان اس کی محرز ہے کہ اسی میں حفاظت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ودیعت کسی شریک مفاوض یا شریک عنان یا غلام ماذون یا ایسے غلام کو جس کو منزل سے جدا کر دیا ہے دے دی اور ضائع ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر دو صراف شریک ہوں اور ایک کو ودیعت دی اس نے اپنے کیسہ یا صندوق میں رکھی اور شریک کو اس کی حفاظت کا حکم کیا اس نے کیسہ اٹھایا پھر وہ ودیعت ضائع ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور ہر ایک بیوی کا ایک ایک لڑکا دوسرے شوہر سے ہے وہ ساتھ رہتا ہے اور وہ دونوں بھی عیال میں داخل ہوں ان کو ودیعت دینے سے اگر ضائع ہو جائے تو ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے مستودع کو اگر ودیعت کے ڈوب جانے کا خوف ہوا اس نے دوسری کشتی میں منتقل کر دی تو ضامن نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر ضرورت کے وقت مثلاً اس کے گھر میں آگ لگی اور خوف ہوا کہ ودیعت جل جائے گی یا ودیعت کشتی میں تھی اس کے ڈوبنے کی حالت طاری ہوئی یا ڈاکو چور نکلے اور اس کو خوف ہوا اور ودیعت اپنے ہاتھ سے نکال کر دوسرے کو دے دی تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں اگر مودع نے اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے نہیں لے سکتا ☆

امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اگر آگ لگی اور اس نے اکثر گھر کو گھیر لیا اس وقت اس نے ودیعت کسی پڑوسی کو دی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر یہ حالت نہ پہنچی ہو تو ضامن ہوگا اور یہ شرط اکثر کی جو فتاویٰ میں لگائی گئی ہے احق و انظر ہے یعنی حق ہے فی نفسہ اور مودع کے حق کا لحاظ ہے یہ عتابیہ میں ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس نے بضرورت دوسرے کو دے دی ہو اور اگر بلا ضرورت دے دی اور دوسرے کے پاس تلف ہوئی پس اگر پہلے مستودع کے دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے تلف ہوئی ہے تو بلا خلاف دونوں میں سے کسی پر ضمان نہ آئے گی اور اگر مستودع اس دوسرے سے جدا ہو گیا پھر وہ تلف ہوئی تو بلا خلاف مستودع اول ضامن ہے اور دوسرے کے ضامن ہونے میں اختلاف ہے صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا کذانی المحیط پس اگر مودع نے اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے سے واپس لے گا کذانی المضمرات اور اگر دوسرے نے ودیعت کو خود تلف کر دیا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور مودع کو اختیار ہے چاہے پہلے شخص سے ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے پس اگر اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے پھیر لے گا اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ اول سے نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر مستودع نے دعویٰ کیا کہ میں نے ودیعت بسبب ضرورت کے دوسرے کو دی تھی مثلاً گھر میں آگ لگ جانے کا دعویٰ کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدوں گواہوں کے اس کی تصدیق نہ ہوگی اور یہی قیاس قول امام اعظمؒ ہے اس کو قدوری نے ذکر کیا ہے کذانی الظہیریہ اور زاد المعاد میں ہے کہ یہی صحیح ہے کذانی التاتارخانیہ اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ اس کا گھر بھی جل گیا ہے تو اس کا قول قبول ہوگا اور اگر نہ معلوم ہو تو بدوں گواہوں کے قبول نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اس پر ائمہ کا اجماع ہے کہ غاصب کا مستودع ضامن ہوتا ہے اگر ودیعت اس کے پاس تلف ہو جائے اور مغصوب منہ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے غاصب سے ضمان لے اور وہ مستودع سے پھیر نہ سکے گا اور چاہے مستودع سے ضمان لے اور وہ بقدر ضمان کے

---

[1] وہم تھا کہ پڑوسیوں سے استحفاظ ودیعت جائز نہیں کیونکہ شرط قوت ہے پس وہ ضامن ہو جائے گا لہٰذا اس تقریر سے یہ وہم رفع کر دیا۔

غاصب سے واپس لے گا یہ شرح طحاوی میں ہے قال فی الجامع الکبیر اگر کسی غلام مجور کو ودیعت دی اس نے دوسرے غلام مجور کے پاس رکھ دی اور تلف ہو گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اول سے بعد عتق کے ضمان لے سکتا ہے یا دوسرے سے فی الحال لے سکتا ہے اور اصح[1] یہ ہے کہ امامؒ کے نزدیک دوسرا ابھی ضامن نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے فی الحال ضامن لے اگر اول میں عتق ظاہر ہوا اور اگر کسی تیسرے کے پاس کہ وہ بھی مجور ہے ودیعت رکھی تو امام اعظم کے نزدیک اول و ثالث ضامن نہ ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ دوسرے سے فی الحال ضمان لے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو اختیار ہے کہ تینوں میں سے جس سے چاہے فی الحال ضمان لے یہ ینابیع میں ہے مستودع نے اگر اپنی عورت کے پاس ودیعت رکھی پھر اس کو طلاق دے دی اور اس کی عدت گزر گئی اور اس نے ودیعت واپس نہیں لی اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئی تو بعض متاخرین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا کیونکہ اس پر واپس کر لینا واجب تھا چنانچہ امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر مستودع کے گھر میں آگ لگی اس نے ودیعت کسی اجنبی کو دے دی تو ضامن نہ ہوگا پھر اگر فارغ ہو کر اجنبی کے پاس سے واپس نہ کر لی یہاں تک کہ تلف ہو گئی تو ضامن ہوگا ایسا ہی حکم ہمارے اس مسئلہ میں ہے اور ایسا ہی صاحب محیط نے حکم دیا ہے اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور تجرید میں ہے۔

اگر مستودع نے ودیعت اپنے ہاتھ سے نکال کر دوسرے کے ہاتھ میں دے دی اور دوسرے کو حکم کیا کہ اس کو تلف کر دے یا اس میں نقصان کر دے اور دعویٰ کیا کہ یہ امر مودع کے حکم سے واقع ہوا ہے تو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اس کو یہ اختیار ہے کہ مودع سے قسم لے اور سغناقی میں لکھا ہے کہ اگر ودیعت مستودع کے بیت میں ہو اور اس نے اپنے بیت میں دوسرے سے استحفاظ کیا مثلاً دوسرے کو چھوڑ کر بیت سے خود باہر چلا گیا تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے مستودع نے اگر دوسرے شخص کو حرز میں یعنی وہ محرز غیر کا ہے اس میں اپنے پاس کی ودیعت کی نگہداشت کی حالانکہ اس میں اس کا کچھ مال نہیں ہے تو ضامن ہوگا اور اگر کوئی محرز اپنے واسطے کرایہ لیا اور اس میں ودیعت کی حفاظت کی تو ضامن ہوگا اگرچہ اس میں اس کا کچھ مال نہ رکھا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر مستودع نے اپنی وفات کے وقت ودیعت کسی پڑوسی کو دے دی حالانکہ اس کے سامنے وقت وفات کے ایسا کوئی شخص حاضر نہیں ہے جو اس کے عیال میں سے ہو تو وہ ضامن[2] نہ ہوگا یہ ملتقط میں ہے اگر اپنے دار میں سے کوئی بیت کسی شخص کو کرایہ پر دیا اور متاجر کے پاس ودیعت رکھ دی پس اگر ہر ایک کا در بند علیحدہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر علیحدہ نہ ہوا اور ہر ایک دوسرے کے پاس بدوں روک ولحاظ کے چلا آتا ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اپنی عورت یا غلام کو اپنی دکان میں چھوڑ گیا تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ دونوں امین ہوں ورنہ ضامن ہوگا اگر ودیعت تلف ہو جائے یہ فتاویٰ وجیز کردری میں ہے اور اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو اپنی دکان پر بٹھایا اور اس میں ودیعتیں ہیں اور وہ چوری ہو گئیں پھر مولیٰ نے بعض ودیعتیں اس غلام کے پاس پائیں اور بعض اس نے تلف کر دی ہیں پھر مولیٰ نے غلام کو فروخت کیا پس اگر مودع کے پاس اس امر کے گواہ ہوں تو اس کو اختیار ہوگا چاہے بیع کی اجازت دے کر اس کا ثمن لے لے یا بیع توڑ دے اور اپنے دین میں اس کو فروخت کرے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ مولیٰ سے اس کے علم پر قسم لے پس اگر مولیٰ نے قسم کھالی تو ثبوت نہ ہوگا اور اگر نکول کیا تو دو صورتیں ہیں کہ اگر مشتری نے اقرار کر دیا تو اس کا اقرار کرنا اور

---

[1] قولہ اصح یعنی روایت مذکورہ ضعیف ہے اور اصح روایت موافق اصول کے یہ دوسری روایت ہے۔ [2] قولہ نہ ہوگا کیونکہ ودیعت کی شناخت سوائے اس کے غیر ممکن ہے تو اس نے مجہول نہیں چھوڑی۔

گواہوں سے ثبوت ہونا یکساں ہے اور اگر انکار کیا تو بیع کو نہیں توڑ سکتا ہے بلکہ مولی سے ثمن لے لے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر والی نہر کے پاس نہر کھودنے کا چندہ جمع[1] ہو کر آیا اس نے کسی صراف کے پاس رکھ دیا اور ضائع ہوا پس اگر نہر کھودنے کے نام سے یا والی کے نام سے رکھا گیا ہے تو سب کا مال گیا اور اگر اس شخص کے نام سے رکھا گیا کہ جس سے لیا ہے تو خاصۃً اسی شخص کا مال گیا کذا فی الملتقط

تیسرا باب:

کن شرطوں کا ودیعت میں اعتبار واجب ہے اور کن شرطوں کا نہیں واجب ہے

اگر مودع نے کہا کہ ودیعت کی اس بیت میں حفاظت کر اور مستودع نے اس دار کے دوسرے بیت میں حفاظت کی تو ضامن نہ ہوگا اور یہ استحساناً ہے اور قیاساً ضامن ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ اس بیت میں رکھ اور اس دوسرے میں نہ رکھ حالانکہ دونوں بیت ایک ہی دار کے ہیں تو اس میں بھی وہی قیاس و استحسان مذکورہ جاری ہے اور ینابیع میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب دوسرا بیت کہ جس میں حفاظت سے منع کر دیا تھا اس بیت سے جس میں حکم کیا تھا بچاؤ و نگہبانی کے حق میں کم نہ ہو اور اگر کم ہوگا تو ضامن ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اپنے اس کیسہ میں رکھ اس نے دوسرے میں رکھی تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ اس کو اپنے کیسہ میں رکھ اس نے صندوق میں رکھی تو ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر کہا کہ اس کی اپنے کیسہ میں حفاظت کر اور صندوق میں رکھ کر حفاظت نہ کر یا کہا کہ اپنے صندوق میں اس کو محفوظ رکھ اور بیت میں رکھ کر حفاظت نہ کر اس نے بیت میں رکھی تو ضامن نہ ہوگا یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے اور اگر کہا کہ اس کو اس دار میں چھپا رکھ اس نے اس محلہ کے دوسرے دار میں چھپا رکھا تو ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا دار محفوظ تر اول سے ہو ہکذا ذکر شیخ الاسلام فی شرح کتاب الودیعۃ اسی طرح اگر اس نے کہا کہ اس کو اس دار میں چھپا رکھ دوسرے دار میں نہ چھپانا اس نے دوسرے دار میں چھپا رکھی تو بھی یہی حکم ہے اور شرح طحاوی[2] میں لکھا ہے کہ اگر وہ دار جس میں چھپا رکھی ہے اور دوسرا دار دونوں حفاظت و بچاؤ کے حق میں یکساں ہوں تو ضامن نہ ہوگا یا جس میں حفاظت کی ہے وہ دوسرے سے زیادہ محفوظ ہو تو بھی ضمان نہ آئے گی خواہ اس میں محفوظ رکھنے سے منع کیا ہو یا ممانعت نہ کی ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر اس سے کہا کہ اس شہر میں اس کی حفاظت کر اور دوسرے شہر میں حفاظت کے لئے نہ لے جا اس نے دوسرے ہی شہر میں حفاظت کی تو بالاتفاق ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ اس بیت میں جو یہ صندوق رکھا ہے اس میں محفوظ رکھ اور یہ جو دوسرا اس بیت میں صندوق ہے اس میں نہ رکھنا اس نے دوسرے ہی میں محفوظ رکھا تو بالاتفاق ضامن نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اصل محفوظ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی رعایت ممکن ہے اور وہ مفید ہے تو وہ معتبر ہے اور جس کی رعایت نہیں ہو سکتی ہے اور نہ اس میں فائدہ ہے تو وہ باطل ہے یہ بدائع میں ہے پس اگر یہ شرط لگائی کہ اس کو اپنے ہاتھ میں لئے رہے رکھے نہیں یا داہنے ہاتھ سے حفاظت کرے بائیں ہاتھ سے نہیں یا داہنی آنکھ سے اس کو دیکھے بائیں سے نہ دیکھے یا اس کو کوفہ سے باہر نہ لے جائے کہ کوفہ سے منتقل نہ ہو یا کسی بیت میں صندوق میں اس کی حفاظت کرے تو اس شرط کا اعتبار نہیں ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر حفاظت کی کوئی جگہ معین نہ کی یا صریح اس کو اخراج[3] سے

---

[1] قولہ جمع ہو کر یعنی چندہ جمع ہونے کے درمیان میں کسی خاص شخص کا روپیہ چندہ آیا تھا۔ [2] قولہ شرح طحاوی...... یہ روایت اول ہے لیکن قیاس سے اولی و اقرب ہے۔ [3] قولہ اخراج سفر میں لے جانا۔

منع نہ کیا بلکہ مطلقاً حفاظت کا حکم کیا وہ ودیعت کو لے کر سفر کو گیا پس اگر راستہ خوفناک ہو اور ودیعت تلف ہوگئی تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر راستہ بے خوف ہو اور ودیعت کے لئے کچھ بار برداری وخرچہ بھی نہ ہو تو بالاجماع ضامن نہ ہوگا اور اگر ودیعت کی کچھ بار برداری وخرچہ ہو پس اگر مستودع کو بدوں اس کے سفر میں لے جانے کے کوئی چارہ نہیں ہے تو بالاجماع ضامن نہ ہوگا اور اگر کوئی راہ نہ لے جانے کی نکلتی ہے تو بھی اس پر ضمان نہیں ہے خواہ مسافت قریب ہو یا بعید ہو اور امام ابو یوسفؒ کے قول میں اگر مسافت بعید ہو تو ضامن ہوگا اور اگر قریب ہو تو ضامن نہ ہوگا اور یہی مخلص اور مختار ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ مکان حفاظت معین نہ کیا ہو اور سفر سے منع نہ کیا ہو اور اگر مکان حفاظت صریح معین کر دیا یا سفر میں لے جانے سے صریح منع کر دیا اور مستودع کے واسطے کوئی ایسی راہ نکلتی ہے کہ سفر میں ساتھ نہ لے جائے اور پھر بھی وہ لے گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اگر کسی شہر میں جس میں حفاظت کرنے کا حکم کیا ہے حفاظت کرنا ممکن ہے باوجود اس کے کہ خود سفر کو چلا جائے مثلاً اسی شہر میں اپنا کوئی غلام یا کوئی اپنے عیال میں سے ودیعت کی حفاظت کے واسطے چھوڑ سکتا ہے پھر اس حالت میں ودیعت کو ساتھ لے کر سفر کو جائے تو ضامن ہوگا اور اگر اس سے یہ امر ناممکن ہے مثلاً اس کے عیال نہیں ہیں یا ہیں لیکن ان کو یہاں سے لے جانے کی ضرورت ہے پس وہ شخص سفر میں ودیعت لے گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر ودیعت میں بہت سا اناج ہو اور اس کو سفر میں ساتھ لے گیا اور تلف ہوا تو استحساناً ضامن ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور بالاجماع اگر بحری سفر میں ودیعت لے گیا تو ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے باپ و وصی نے اگر صغیر کے مال کو لے کر سفر کیا اور تلف ہوا تو دونوں ضامن نہ ہوں گے الا اس صورت میں ضامن ہو سکتے ہیں کہ اپنی بیوی کو یہیں چھوڑ جائیں یہ وجیز کردری میں ہے مطلق بیع کے وکیل نے اگر وہ چیز ساتھ لے کر سفر کیا تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی بار برداری وخرچہ نہ ہو ورنہ ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اگر کسی نے دوسرے کو ودیعت دی اور کہا کہ اس کو اپنی عورت کو نہ دینا کہ میں اس کو متہم سمجھتا ہوں یعنی امین نہیں جانتا ہوں یا بیٹے یا غلام وغیرہ کو دینے سے منع کر دیا پس اگر مستودع کو بدوں اس کے دینے کے کوئی چارہ نہیں ہے تو دے دینے سے ضامن نہ ہوگا اور اگر کوئی راہ نکلتی ہو کہ بدوں اس کے دینے کے حفاظت ہو سکے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے مستودع نے ودیعت دکان میں رکھی اور مودع نے کہا کہ دکان میں نہ رکھ کہ یہ خوفناک ہے اس نے اس میں چھوڑ دی یہاں تک کہ چوری ہوگئی پس اگر دکان سے زیادہ محفوظ دوسری جگہ نہ تھی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر تھی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ اس ودیعت کے وہاں اٹھا لے جانے پر قادر ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو رسی دی کہ اس سے میری زمین سینچے دوسرے کی زمین نہ سینچے اس نے اس شخص کی زمین سینچی پھر دوسرے کی زمین سینچی اور رسی ضائع ہوئی پس اگر دوسرے کی زمین کو پانی دینے سے فارغ ہونے سے پہلے ضائع ہوئی تو ضامن ہوگا اور اگر بعد فارغ ہونے کے ضائع ہوئی تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک عورت نے کاشتکار سے کہا کہ میرے خوشہائے انگور جو اتریں وہ اپنے مکان میں نہ رکھے اور کاشتکار نے اپنے ہی مکان میں رکھے پھر کاشتکار نے کوئی جرم کیا اور بھاگ گیا اور سلطان نے جو کچھ اس کے مکان میں تھا سب اٹھوا لیا تو فقیہ ابو بکر بلخیؒ نے فرمایا کہ اگر اس کا مکان موضع بے در انبار خانہ سے قریب ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ رضاعت دینے والے نے تاجر سے کہا کہ اس کو اس کٹھری میں رکھ اور اشارہ سے بتلائی اس نے بضاعت کو پالان میں رکھا تو شیخؒ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ جوال میں رکھ اور اشارہ نہ کیا اس نے پالان میں رکھی تو ضامن نہ ہوگا کذا فی الحاوی مودع نے اگر مستودع کے واسطے کچھ اجرت کی شرط کی تا کہ ودیعت کی

حفاظت کرے تو صحیح ہے اور اس پر لازم آئے گی یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر غاصب نے مغصوب کو کچھ اجرت پر کسی شخص کے پاس حفاظت کے لئے ودیعت رکھا تو صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

چوتھا باب:

جن صورتوں میں ودیعت کا ضائع کرنا لازم آتا ہے اور جن سے ضمان آتی ہے اور جن سے نہیں آتی ہے ان کے بیان میں

نوازل میں مذکور ہے کہ اگر مستودع نے کہا کہ سقط الودیعة یعنی بقیا دو دیعت از من یعنی ودیعت مجھ سے گر پڑی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کہا اسقطت یعنی بیفکندم یعنی میں نے گرا دی تو ضامن ہوگا اور امام ظہیر الدین مرغینانیؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن نہ ہوگا کیونکہ مستودع گرا دینے سے ضامن نہیں ہوتا ہے جبکہ وہ ودیعت کو چھوڑ کر چلا نہ گیا ہو اور فتویٰ اسی پر ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ ضائع ہوئی یا نہیں تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے اس کو ضائع کر دیا ہے یا نہیں ضائع کیا ہے تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص نے دلال کو ایک کپڑا دیا تا کہ اس کو فروخت کر دے پھر دلال نے کہا کہ کپڑا میرے ہاتھ سے گر گیا اور ضائع ہوا اور مجھے نہیں معلوم ہوا کہ کیونکر ضائع ہوا تو امام ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ اس پر ضمان نہیں آتی ہے اور اگر کہا کہ میں بھول گیا مجھے نہیں معلوم میں نے کس دکان میں رکھ دیا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فتاویٰ میں ہے کہ ابن الفضلؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جواہر دوسرے کو فروخت کر دینے کے واسطے دیئے اور لے لینے والے یعنی قابض نے کہا کہ میں نے ان کو ایک تاجر کو دکھائے تھے تا کہ ان کی قیمت معلوم کروں اور اس تاجر کے دیکھنے سے پہلے وہ ضائع ہو گئے تو امام شیخؒ نے فرمایا کہ اگر اس کی حرکت سے ضائع یا ساقط ہوئے تو ضامن ہوگا اور اگر اس کے پاس سے چوری ہو گئے یا اس کو غیر شخص کا دھکا لگا اور گر گئے تو ضامن نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے دار میں ودیعت رکھی اور اس میں بہت آدمی آتے جاتے ہیں اور وہ ودیعت ضائع ہو گئی ☆

اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت میں نے اپنے سامنے رکھ لی تھی پھر میں اٹھ کھڑا ہوا اور اسے بھول گیا وہ ضائع ہو گئی تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر اس نے کہا کہ میں نے اپنے دار میں اپنے سامنے ودیعت رکھ لی تھی پھر سو گیا اور اس کو بھول گیا وہ ضائع ہو گئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر ودیعت ایسی چیز ہے کہ جو میدان دار میں محفوظ نہیں کی جاتی اور صحن دار اس کا حفاظت گاہ شمار نہیں کیا[1] جاتا جیسے درہم و دینار کی تھیلی تو ضامن ہوگا ورنہ نہیں ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر اس نے کہا کہ میں نے اپنے دار یا تاک انگور میں دفن کر دی ہے اور میں اس کا ٹھکانا بھول گیا ہوں تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ دار اور انگور کے باغ کا دروازہ ہو اور اگر کہا کہ میں نے کسی مقام پر دفن کر دی ہے اور اس کی جگہ بھول گیا ہوں تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اسی طرح اگر دفن کرنے کا مقام بیان نہ کیا لیکن کہا کہ ودیعت جہاں دفن تھی وہاں سے چوری ہو گئی پس اگر دار یا باغ انگور کا دروازہ ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر یوں کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے اپنے دار میں رکھی یا کسی دوسری جگہ رکھی ہے تو ضامن ہوگا یہ مضمرات میں ہے

---

[1] قولہ شمار نہیں کیا جاتا.....یعنی ایسی چیز ہے جس کے واسطے صحن حفاظت گاہ نہیں ہو سکتا ہے یا رواج نہیں ہے جیسے اشرفیوں کا توڑہ یا مشک کا ڈبہ وغیرہ۔ [2] مغلق حصین یعنی بند مضبوط۔

مستودع نے وہ دار جس کے بیت میں ودیعت تھی دوسرے کو واسطے حفاظت کے سپرد کر دیا پس اگر ودیعت کا بیت مغلق[۲] حصین تھا کہ بدوں مشقت کے اس کا کھولنا ممکن نہ تھا تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے اور اگر ودیعت مدفون نہ ہو پس اگر ایسے مقام پر رکھی ہو جہاں کوئی شخص بدوں اجازت واذن طلب کئے نہیں جا سکتا ہے تو ضامن نہ ہوگا اگر چہ اس کا کوئی دروازہ نہ ہو یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنے دار میں ودیعت رکھی اور اس میں بہت آدمی آتے جاتے ہیں اور وہ ودیعت ضائع ہوگئی پس اگر وہ ایسی شے تھی کہ باوجود لوگوں کے آنے جانے کے بھی دار میں اس کی حفاظت کی جاتی ہے تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے مستودع نے اگر صحرا میں ودیعت رکھی اور وہ چوری ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ودیعت زمین میں دفن کر دی پس اگر اس پر کوئی علامت بنا دی ہے تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور دشت کے میدان میں دفن کرنے سے ہر حال میں ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اگر چور ڈاکو مستودع کی طرف متوجہ ہوئے اس نے ودیعت کو جلدی سے زمین میں دفن کر دیا تا کہ نہ چھین لیں اور خود ان کے خوف سے بھاگ گیا پھر لوٹ کر آیا تو اس کو وہ جگہ نہ ملی جہاں دفن کی تھی پس اگر دفن کرتے وقت اس سے یہ بات ممکن تھی کہ اس پر نشان بنا دے اور نہ بنایا تو ضامن ہوگا اور اگر یہ بات ممکن نہ تھی پس اگر خوف رفع ہونے کے بعد اس سے جلدتر لوٹ آنا ممکن تھا اور وہ نہ آیا تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اگر ودیعت کا مالک اس کے ساتھ ہو کہ دونوں ساتھ ہی جا رہے ہوں پھر جب چوروں نے اس طرف توجہ کی تو مالک ودیعت نے کہا کہ ودیعت دفن کر دے اس نے دفن کر دی پھر چور چلے گئے اور ان کے بعد یہ بھی چلے گئے یا یہ دونوں پہلے چلے گئے پھر چور چلے گئے پھر دونوں آئے اور مستودع نے ودیعت نہ پائی تو شک نہیں ہے کہ اس صورت میں مستودع ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے مالک کے حکم سے دفن کر دی ہے اور اگر فقط مستودع تنہا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اس کے حکم میں تفصیل ہے کہ اگر چور پہلے چلے گئے اور مستودع کو قدرت تھی کہ ودیعت اکھاڑ لے اس نے باوجود قدرت کے نہ اکھاڑی وہیں چھوڑ دی تو ضامن ہوگا اور اگر چور وہیں ٹھہر گئے اور یہ ان کے خوف سے وہاں نہ ٹھہر سکا چلا گیا پھر آیا اور پتہ نہ پایا تو دو صورتیں ہیں اگر بعد خوف زائل ہو جانے کے بقدر امکان جلدی آیا اور نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر جلد آنا ممکن تھا مگر اس نے دیر کی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے مستودع نے اگر ودیعت ایسے بیت میں رکھ دی جو فتنہ ولڑائی کے زمانہ میں خراب کھنڈل ہو گیا ہے پس اگر زمین کے اوپر کہیں رکھی تو ضامن ہوگا اور اگر زمین میں دفن کر دی ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک قمقمہ ودیعت رکھا اور جب اس سے طلب کیا تو اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کیونکر ضائع ہو گیا تو بعض نے فرمایا ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو ایک قمقمہ دیا کہ اس کو فلاں شخص کو دے دے تا کہ وہ درست کر دے اس نے دے دیا اور بھول گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک لڑکا مراہق یعنی قریب بالغ ہونے کے تھا اس کو ایک قمقمہ دیا تا کہ پانی پلا دے اس نے قمقمہ سے غفلت کی اور وہ ضائع ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے خلف[۳] فرماتے ہیں کہ میں نے اسد سے دریافت کیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر ایک درہم ہے پھر مطلوب نے طالب کو دو درہم ایک بار دے دیئے یا ایک درہم دیا پھر ایک درہم دوسرا دیا اور کہا کہ اپنا درہم لے لے پھر دونوں درہم قبل اس کے کہ درہم کو معین کرے ضائع ہو گئے تو فرمایا کہ مطلوب کے درہم گئے اور طالب کو اس کا درہم ملے گا اور اگر اس نے پہلا درہم دینے کے وقت کہا کہ یہ تیرا حق ہے تو اس نے بھر پایا اور اس پر دوسرے کی ضمان نہ آئے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے فتاویٰ ابواللیث کے باب الغصب میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دس درہم دیئے اور کہا کہ پانچ درہم تجھے ہبہ ہیں اور پانچ درہم

تیرے پاس ودیعت ہیں پس قابض نے اس میں سے پانچ درہم تلف کر دیئے اور پانچ خود تلف ہو گئے تو ساڑھے سات درہم کا ضامن ہوگا کیونکہ ہبہ اس صورت میں فاسد ہے اس لئے کہ ہبہ مشاع ہے اور جو چیز بطور ہبہ فاسد کے مقبوض ہو وہ ضمان میں ہوتی ہے پس پانچ درہم جو تلف ہوئے ان کے آدھے ضمانت میں اور آدھے امانت میں ہیں پس نصف کی ضمان واجب ہوئی اور یہ ڈھائی درہم ہوئے اور جو پانچ درہم اس نے تلف کر دیئے ہیں وہ سب بسبب تلف کرنے کے ضمانت میں رہے پس ساڑھے سات دراہم سب ضمانت میں اس پر واجب ہوئے اور اگر یوں کہا کہ دس میں سے تین درہم تیرے ہیں اور باقی سات درہم فلاں شخص کو دے دے پس وہ درہم راستہ میں تلف ہو گئے تو تین درہم کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ ہبہ فاسد تھا اور اگر ایسے ہبہ کی وصیت کسی میت کی طرف سے ہو تو کچھ ضامن نہ ہوگا کیونکہ وصیت مشاع جائز ہے اور سات درہم کی ضمان دونوں مسئلوں میں نہیں آتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دس درہم دوسرے کو دیئے اور کہا کہ اس میں سے پانچ درہم تیرے ہیں اور پانچ درہم فلاں شخص کو دے دے پھر وہ درہم تلف ہو گئے تو پانچ درہم کا ضامن ہوگا جو ہبہ کئے تھے اور باقی پانچ درہم کا ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کو دس درہم پانچ پانچ کر کے علیحدہ دیئے پھر کہا کہ اس میں سے پانچ تیرے ہیں اور یہ نہ کہا کہ کون سے پانچ درہم ہبہ کئے ہیں پھر قابض سے سب کو ملا دیا اور وہ تلف ہوئے تو پانچ درہم کا ضامن ہوگا سب کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ودیعت میں کھونچا لگا یا چوہا کاٹ گیا یا آگ سے جلی وغیرہ ☆

ودیعت میں اگر چوہوں نے فساد کیا اور مستودع کو معلوم ہوا کہ چوہے کا بل یہاں ہے پس اگر مالک ودیعت کو خبر دی کہ یہاں چوہے کا بل ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بعد مطلع ہونے کے خبر نہ دی اور اس کو بند نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے امام سید ابوالقاسم نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس ایسی چیز ودیعت رکھی گئی کہ جس میں ایام گرما میں سوس[1] پڑ جاتے ہیں اس نے ہوا سے اس کو سردی دے کر نہ بچایا یعنی بارش وغیرہ میں جس طرح پشمینہ میں کیڑے لگ جاتے ہیں اور ہوا دینے سے بچتے ہیں اس نے نہ بچایا یہاں تک کہ اس میں کیڑے لگے تو وہ ضامن نہ[2] ہوگا کذا فی الظہیر یہ مع شئی من الزیادۃ من المترجم فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ اگر ودیعت ایسی چیز ہو کہ اس کے فاسد ہو جانے یعنی اس کے بگڑ جانے کا خوف ہو اور صاحب ودیعت غائب ہو گیا پس اگر اس نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا اور قاضی نے اس کو فروخت کر دیا تو جائز ہے اور یہ امر بہتر ہے اور اگر قاضی کے سامنے پیش نہ کیا یہاں تک کہ وہ چیز بگڑ گئی تو اس پر ضمان نہ آئے گی کیونکہ اس نے موافق حکم کے اس کی حفاظت کی ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اس شہر میں قاضی نہ ہو تو اس کو فروخت کر کے اس کے دام حفاظت سے رکھے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ودیعت میں کھونچا لگا یا چوہا کاٹ گیا یا آگ سے جلی تو ضامن نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے اگر ودیعت کے چوپایہ کا دودھ یا درخت کے پھل شہر میں جمع ہوئے اس نے نہ اٹھائے یہاں تک کہ فاسد ہو گئے یا صحرا میں ایسا واقع ہوا اور اس نے فروخت نہ کئے یہاں تک کہ بگڑ گئے تو ضامن نہ ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے ایک شخص کو حیوان ودیعت دے کر غائب ہو گیا اس نے اس کا دودھ دوہا اور بگڑ جانے کا خوف کیا اور وہ شہر میں موجود ہے پس اگر بدوں حکم قاضی فروخت کیا تو ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے فروخت کیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر یہ صورت صحرا میں واقع ہوئی تو اس کا فروخت کر دینا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

موزہ سینے والے نے اگر وہ موزہ جو اس کو درست کرنے کو دیا گیا تھا اپنی دکان میں چھوڑ دیا وہ رات میں چوری ہو گیا پس

---

[1] سوس ایک کیڑا ہوتا ہے جو ریشمی و پشمینہ کپڑوں میں پڑ جاتا ہے۔ [2] قولہ نہ ہوگا کذا فی نسخۃ الاصل لا یضمن ومع التزام الحفظ نظر ولعلہ یضمن یعنی وہ ضامن ہوگا۔

اگر دکان میں کوئی حافظ موجود ہے یا اسی بازار کا کوئی چوکیدار ہوتو ضامن نہ ہوگا اور امام ظہیر الدین مرغینانیؒ ضامن نہ ہونے کا فتویٰ دیتے تھے اگر چہ دکان کا حافظ یا بازار کا چوکیدار نہ ہو اور بعض نے یوں کہا کہ اس میں عرف کا اعتبار ہے اگر لوگ دکانوں کو بدوں حافظ و چوکیدار کے چھوڑ جاتے ہوں تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کے برخلاف ہوتو ضامن ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اسی طرح کہا گیا کہ اگر دکان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور یہ ایسے مقام پر واقع ہوا جہاں کے لوگوں کی عرف و عادت یہی ہے تو اس پر ضمان نہیں ہے اور بخارا میں عرف جاری ہے کہ دکان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور کوئی شے مثل شبکہ وغیرہ کے دکان پر لٹکا دیتے ہیں اور ضامن نہ ہونے کی روایت جولاہے کے باب میں محفوظ ہے کہ اگر جولاہے نے وہ کپڑا جس میں سے کچھ بنا ہے اور سوت کو کرگہ میں چھوڑ دیا اور وہاں کوئی شخص حافظ یا بازار کا چوکیدار نہیں ہے تو جولاہے پر ضمان نہیں آتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک موزہ دوز گاؤں کی طرف چلا گیا تا کہ موزہ سیئے وہاں اس کو کسی نے موزہ دیا اس نے مع پاؤں[1] ایک شخص کے دار میں رکھ دیا اور خود شہر میں آیا وہ چوری ہو گیا پس اگر اس نے وہ دار واسطے سکونت کے لیا تھا خواہ کسی طور سے لیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسے شخص کے دار میں رکھا جہاں وہ خود سکونت نہیں کرتا ہے تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے اگر موزہ دوز نے موزہ لیا تا کہ اس کو درست کر دے اس کو اس نے خود پہن لیا تو جب تک پہنے ہوئے ہے اس وقت تک اگر ضائع ہوتو ضامن ہے اور جب اتار دیا پھر ضائع ہوا تو ضامن نہیں یہ ملتقط میں ہے اگر مستودع کے دار سے ودیعت چوری ہوگئی اور دار کا دروازہ کھلا ہوا ہے مستودع غائب ہے دار میں موجود نہیں ہے تو محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا پھر پوچھا گیا کہ اگر مستودع اپنے باغ انگور یا بستان میں جو دار سے ملا ہوا ہے گیا ہوتو فرمایا کہ اگر دار میں کسی کو نہیں چھوڑ گیا اور نہ ایسی جگہ جا کر ٹھہرا جہاں سے آہٹ سنائی دے تو مجھے اس کے ضامن ہونے کا خوف[2] ہے اور ابونصرؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے دار کا دروازہ نہیں بند کیا اور ودیعت چوری ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا اور مراد ان کی یہ ہے کہ اس وقت ضامن نہ ہوگا کہ جب دار میں کوئی حفاظت کرنے والا موجود ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کو ایک چھری ودیعت دی اور اس نے اپنے موزہ کی سابق میں رکھ لی تو ضامن نہ ہوگا ☆

اگر ودیعت کا چوپایہ دار کے دروازے پر باندھ کر چھوڑ دیا اور دار میں چلا گیا اور وہ تلف ہوا پس اگر دار میں ایسی جگہ گیا ہے جہاں سے اس کو دیکھتا ہے تو ضامن نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ پہنچا جہاں سے نہیں دیکھتا ہے پس اگر شہر میں ایسا کیا تو ضامن ہے اور اگر گاؤں میں ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر چوپایہ کو باغ انگور یا فالیز کے کنارہ باندھا ہے اور خود چلا گیا پس اگر اس کی نظر سے اوٹ ہوا تو ضامن ہے اور بعض نے کہا کہ اس جنس کے مسائل میں عرف معتبر ہے یعنی اگر ایسا لوگ کیا کرتے ہیں تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا کذا فی الظہیر یہ بتوضیح۔ اگر ودیعت کے گدھے کو انگور کے باغ میں چھوڑ دیا پس اگر اس باغ کی چار دیواری ہو اور ایسی اونچی ہو کہ راستہ والوں کو باغ کی چیز نظر نہیں پڑتی ہے اور دروازہ بند کر دیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کی چار دیواری نہ ہو یا ہو مگر اونچی نہ ہوتو دیکھا جائے گا کہ اگر مستودع کروٹ لے کر زمین پر سو گیا تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا اور اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا تو ضامن نہیں ہے اور سفر میں ضامن نہ ہوگا اگر چہ کروٹ سے زمین پر سو رہے یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص کو ایک چھری ودیعت دی اور اس نے اپنے موزہ کی سابق میں رکھ لی تو ضامن نہ ہوگا اگر اس کی حفاظت کرنے میں قصور نہ کیا ہو یہ قنیہ میں ہے مستودع نے اگر دراہم ودیعت موزہ میں رکھ لئے اور وہ گر گئے پس اگر دائیں موزہ میں رکھے تو ضامن ہے اور اگر بائیں میں رکھے تو ضامن نہیں ہے کیونکہ جب اس نے داہنے میں رکھے تو خود ہی کھو دینے اور گرا دینے کے لئے پیش کر دیا کہ وقت سواری کے گریں اور اگر بائیں میں رکھے ہوں تو ایسا نہیں ہے اور

[1] قولہ مع پاؤں وہ سانچہ جس پر موزہ بناتے ہیں جس کو کالبد کہتے ہیں۔ [2] خوف ہے یعنی شاید ضامن ہو جائے گا اگر چہ صریح دلیل نہیں ہے۔

بعض نے فرمایا کہ ہر حال میں اس پر ضمان نہیں آتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر دراہم ودیعت اپنی آستین کے کنارہ میں باندھے یا دامن یا عمامہ کے کنارہ میں باندھے تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر دراہم ودیعت کسی رومال میں باندھ کر اپنی آستین میں رکھے اور چوری ہو گئے تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

کسی کو سونا دیا کہ اس کی حفاظت کرے اس نے اپنے منہ میں ڈال لیا جیسے تاجروں کی عادت ہے وہ اس کے حلق میں چلا گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے اگر ودیعت سونا یا چاندی ہو اس نے کہا کہ میں نے اپنی آستین میں رکھ لیا تھا وہ ضائع ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ ملتقط میں ہے ایک مستودع نے دراہم ودیعت اپنی جیب میں رکھے اور فسق کے جلسہ میں گیا وہاں وہ درہم گر پڑے یا چوری وغیرہ سے ضائع ہوئے تو بعض نے کہا کہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے جیب میں ودیعت محفوظ رکھی تھی جہاں اپنا مال محفوظ رکھتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس کی عقل زائل نہ ہو جائے اور اگر عقل زائل ہو جائے اس طرح کہ اپنے مال کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا کیونکہ اپنے فعل سے اس نے حفاظت سے عاجزی اختیار کی پس ضائع کر دینے والا یا ودیعت کو غیر کر دینے والا قرار دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس نے گمان کیا کہ میں نے جیب میں ڈال دیئے ہیں اور وہ جیب میں نہیں گئے تھے تو وہ ضامن ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ان درہموں کو اپنی تھیلی میں رکھا یا ازار بند میں باندھ لیا اور ضائع ہوئے تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے مستودع نے اگر ودیعت کی انگوٹھی اپنی چھنگلیا یا اس کے پاس کی انگلی میں پہنی تو بعد تلف کے ضامن ہوگا اور اگر بیچ کی انگلی یا کلمہ کی انگلی یا انگوٹھے میں پہنی تو ضامن نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر اس نے انگوٹھی پہنی اور اس کے اوپر سے انگلی میں دوسری انگوٹھی ہے تو ضامن نہ ہوگا اور یہی امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے انگوٹھی پہنی اور اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف کیا تو ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مستودع عورت ہو تو جس انگلی میں چاہے پہنے ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے کہ ایک عورت کو ایک لڑکی چھ برس کی ودیعت دی گئی وہ عورت کسی کام میں مشغول ہو گئی اور وہ بچہ لڑکی پانی میں گر گئی تو عورت پر ضمان نہ آئے گی یہی فرق ہے اس صورت میں اور غصب[1] میں فتاویٰ ابواللیثؒ میں یہ مسئلہ یوں ہی مذکور ہے اور اس جواب میں کچھ اعتراض ہے اور یوں کہنا چاہئے کہ اگر اس کی نظر سے غائب نہیں ہوئی تو ضامن نہ ہوگی اور اگر نظر سے غائب ہو گئی تو ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک لڑکے کو ودیعت دی اور اس لڑکے کے پاس ودیعت تلف ہو گئی تو وہ لڑکا بالاجماع ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے خود تلف کر دی پس اگر اس لڑکے کو تجارت کی اجازت ہے تو بالاجماع ضامن ہے اور اگر وہ لڑکا محجور ہے کہ تصرف سے منع کیا گیا ہے لیکن اس نے ودیعت کو اپنے ولی کی اجازت سے قبول کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر بلا اجازت اپنے ولی کے قبول کیا ہے تو امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا نہ فی الحال اور نہ بعد بالغ ہونے کے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فی الحال ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ودیعت غلام ہو اور لڑکے نے اس کو قتل کر ڈالا تو بالاجماع اس کی قیمت لڑکے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر جان ضائع کرنے سے کم کوئی جرم کیا تو بھی اس کا جرمانہ لڑکے کی مددگار برادری پر آئے گا بشرطیکہ جرمانہ پانچ سو درہم یا زیادہ ہوتا ہو اور اگر اس سے کم ہو تو بالاجماع لڑکے کے مال میں سے دینا واجب ہوگا کذا فی السراج الوہاج اور اگر ودیعت میں طعام ہو اس کو لڑکے نے کھا لیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر غلام کے پاس ودیعت رکھی اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئی تو

---

[1] قولہ غصب میں یعنی غصب میں ضامن ہوگی۔ [2] قولہ بعد آزاد یعنی بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا۔

بالاتفاق اس پر ضمان نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر غلام نے خود تلف کر دی پس اگر ماذون ہے یا مجور ہو لیکن اپنے مولی کی اجازت سے اس نے ودیعت پر قبضہ کیا تو بالاجماع ضامن ہے اور بعد آزاد[1] ہونے تک اس پر قرضہ رہے گی اور اگر غلام مجور ہو کہ اس نے بدوں اجازت مالک کے اس پر قبضہ کر لیا تو فی الحال ضامن نہ ہوگا اور بعد آزادی کے ضامن ہوگا بشرطیکہ عاقل بالغ ہو یہ امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فی الحال ضامن ہوگا اور ودیعت میں فروخت کیا جائے گا یعنی ودیعت ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جائے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔

اگر مال ودیعت میں غلام ہو اور غلام مستودع نے باوجود مجور ہونے کے اس غلام کو قتل کر دیا پس اگر عمداً قتل کیا ہے تو غلام مستودع بھی قتل کیا جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور ودیعت غلام ہونے کی صورت میں غلام مجور یعنی مستودع نے خطا سے اس کی جان ہلاک کرنے سے کم کوئی جرم کیا یا خطا سے قتل کیا تو اس کے مالک سے مواخذہ کیا جائے گا کہ غلام کو دے یا فدیہ دے اور فی الحال[2] ضمان لی جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور ام ولد اور مدبر کے مستودع ہونے کا سب وہی حکم ہے جو ہم نے غلام کے حال میں بیان کیا لیکن فرق یہ ہے کہ اگر ان دونوں پر ضمان لازم آئے تو یہ دونوں سعی کر کے ادا کریں گے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر کسی شخص کو کوئی چیز ودیعت دی اس کے نابالغ لڑکے یا غلام نے اس کو تلف کر دیا تو فی الحال تلف کرنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور مکاتب ودیعت تلف کرنے سے فی الحال ضامن ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اگر مستودع سو گیا اور ودیعت اپنے سر کے نیچے رکھی یا پہلو کے نیچے رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس کو اپنے سامنے رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دوسری صورت میں اس وقت ضمان لازم نہ آئے گی کہ جب بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو اور اگر کروٹ سے سویا ہو تو ضامن ہے اور یہ سب حضر کا حکم ہے اور اگر سفر میں ہو تو کسی طرح ضامن نہ ہوگا خواہ بیٹھے بیٹھے سوئے یا کروٹ سے زمین پر سو جائے یہ محیط میں ہے امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ودیعت کے کپڑے اپنے چوپایہ پر رکھ لئے پھر راستہ میں کہیں چوپایہ سے اترا اور کپڑے اپنے پہلو کے نیچے رکھ کر اس پر سو رہا اور وہ چوری ہو گئے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اسے اس فعل سے تفرق[3] منظور تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اس نے حفاظت کا قصد کیا تھا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بجائے کپڑوں کے درہموں کی تھیلی ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے اور شرح ابوذر میں ہے کہ اگر مستودع کے گھر میں آگ لگی اور اس نے ودیعت جلتی چھوڑ دی وہ سب جل گئی باوجود اس کے کہ اس کے امکان میں تھا کہ دوسرے شخص کو دے دے یا دوسرے مکان میں ڈال دے تو ضامن ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر مستودع کے پاس سے ودیعت چوری ہو گئی اور سوائے ودیعت کے مستودع کا خود کچھ مال نہ گیا تو ہمارے نزدیک ضامن نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور جامع اصغر میں ہے کہ امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس ودیعت ہے اس کو کوئی شخص اٹھا لے چلا اور مستودع نے منع نہ کیا تو فرمایا کہ اگر اس کو منع کرنا اور ہٹانا اس کے امکان میں تھا اور اس نے نہ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اس شخص کے ڈاکو پن اور مار پیٹ سے خوف کر کے منع نہ کیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر مستودع نے کسی شخص کو ودیعت لے لینے کی راہ بتائی تو اسی صورت میں ضامن ہوگا کہ جب اس شخص کو لیتے وقت لینے سے نہ روکا ہو اور اگر لیتے وقت اس کو روکا تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

دانستہ ایسی حرکت کرنا جس سے دوسرے کو نقصان لاحق ہو جائے ☆

مستودع نے اگر اصطبل ودیعت کا دروازہ کھول دیا یا غلام مقید کی قید کھول دی یعنی بیڑی وزنجیر وغیرہ جس سے وہ بستہ تھا

---

[1] قولہ بعد آزاد...... یعنی بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا۔ [2] قولہ فی الحال...... یعنی غلام مجور کے آزاد ہونے تک تاخیر نہ ہوگی۔ [3] تفرق یعنی جدا کر کے آرام سے سوئے۔

کھول دی تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے ایک مستودع نے کاروان سرائے کے ایک حجرہ میں ودیعت رکھی اور اس میں ایک قوم کا صحن ہے اس مستودع نے اس کے دروازہ کی زنجیر ودیعت کی رسی سے باندھ دی اور دروازہ بند کیا اور نہ اس میں قفل دیا اور باہر نکل آیا پھر ودیعت چوری ہوگئی تو شیخ امامؒ نے فرمایا کہ اگر ایسے موقع پر اس طور سے باندھنا مضبوطی میں شمار ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر غفلت میں شمار ہے تو ضامن ہوگا ایسا ہی فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کے پاس ودیعت رکھی اور مستودع نے اپنی دکان میں ڈال دی اور جمعہ کی نماز کو چلا گیا اور دکان کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور ایک نابالغ لڑکے کو دکان کی حفاظت کے واسطے بٹھا گیا اور ودیعت دکان سے جاتی رہی تو امام ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ اگر وہ لڑکا اس لائق ہے کہ چیزوں کو مضبوطی سے رکھے اور حفاظت کرے تو مستودع ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور قاضی علی سغدیؒ نے فرمایا کہ کسی حال میں ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے ودیعت اپنی حرز میں رکھی تھی پس ضائع نہیں کی تھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے مستودع چلا گیا اور اپنی کنجی غیر شخص کے پاس چھوڑ گیا پھر جب آیا تو ودیعت نہ پائی تو کنجی دوسرے شخص کو دے جانے کی وجہ سے ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے ایک فامی (بنیا) کے پاس کپڑے ودیعت رکھے اور فامی نے اپنی دکان میں رکھ دیئے اور سلطان وقت ہر مہینہ میں لوگوں سے کچھ مال لے لیتا تھا کہ اس نے اپنا وظیفہ ان پر مقرر کر رکھا تھا پس سلطان نے اپنے وظیفہ میں وہ کپڑے لے لئے اور ان کو دوسرے کے پاس رہن کر دیا اور وہ چوری ہو گئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر فامی سلطان کو یہ کپڑے لینے سے منع نہیں کر سکتا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور مرتہن ضامن ہوگا اور صاحب ودیعت مختار ہے چاہے مرتہن سے ضمان لے یا سلطان سے ضمان لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ عامل والی نے کسی کے پاس ودیعت رکھی اس نے اپنے بیت میں رکھ دی پھر جب سلطان کے وظیفہ کے دن آئے تو اس نے اپنا اسباب اٹھالیا اور دوسری جگہ رکھا اور ودیعت وہیں چھوڑ دی اور خود روپوش ہو گیا پس اس کا گھر اور ودیعت لوٹ لی تو وہ شخص ضامن ہوگا اگرچہ اس نے اپنا بھی کچھ اسباب چھوڑ دیا ہو یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنے کچھ کپڑے ایک لپٹنے میں لپیٹے ہوئے ودیعت رکھے اس مستودع نے ایسے ہی لپیٹے ہوئے اپنے مہمان کے سر کے نیچے رات میں مثل تکیئے کے رکھ دیئے پھر صاحب ودیعت کو اس کی ودیعت واپس دی پھر مالک نے کہا کہ میرے کپڑے اس میں اس قدر تھے اس میں سے بعض ندارد ہیں تو شیخ نے فرمایا کہ جب تک یہ ثبوت نہ ہو کہ اس میں اس قدر کپڑے تھے اور ان میں سے اس قدر اس رات میں مہمان کے سر کے نیچے رکھنے سے ضائع ہوئے ہیں تب تک ضمان واجب ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اور اگر یہ امر ثابت بھی ہو جائے تو بھی مستودع جب تک وہاں حاضر رہا ہے تب تک فقط سر کے نیچے رکھنے سے ضمان واجب نہیں کی جا سکتی ہے ہاں جب وہاں سے اس کے سر کے نیچے چھوڑ کر غائب ہوا تب ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص کے پاس ایک زنبیل ودیعت رکھی کہ جس میں بڑھئی کے آلات تھے پھر آ کر واپس لے لی اور دعویٰ کیا کہ اس میں ایک بسولا تھا وہ نہیں ہے پس مستودع نے کہا کہ میں نے تجھ سے زنبیل لے کر اپنے قبضہ میں ودیعت رکھی تھی مجھے نہیں معلوم کہ اس میں کیا تھا تو اس پر ضمان نہیں ہے اور قسم بھی نہیں آتی ہے اسی طرح اگر کسی کے پاس درہموں کی تھیلی ودیعت رکھی اور مستودع کے سامنے اس کو وزن نہ کر دیا پھر دعویٰ کیا کہ اس میں اس سے زیادہ تھے تو بھی اس پر قسم نہیں آتی ہے ہاں اس وقت آئے گی کہ جب اس پر کسی فعل کا مثل ضائع کر دینے یا کوئی نقصان کر دینے کا دعویٰ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے مودع نے اگر مستودع کے قبضہ سے دوسرے شخص کی ودیعت لے لی اور اپنی ودیعت چھوڑ دی تو مستودع ضامن ہوگا بشرطیکہ اس نے اس کو معائنہ کیا ہو اگرچہ یہ

جانتا ہو کہ جس پر اس نے قبضہ کیا ہے وہ مودع کا حق ہے یا غیر کا حق ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

ایک عورت نے کسی شخص کا کپڑا اجرت پر دھویا اور اپنی چھت کی منڈیر پر سکھانے کے واسطے لٹکا دیا اور دوسرا کنارہ دوسری طرف پڑا ہے وہ ضائع ہو گیا تو عورت ضامن ہو گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک عورت نے لوگوں کے کپڑے دھوئے اور کپڑوں کو چھت پر سوکھنے کے واسطے ڈالا پس اگر چھت کی منڈیر ہو تو ضامن نہ ہو گی اور بعض نے کہا کہ اگر منڈیر بلند نہ ہو تو ضامن ہو گی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے ایک شخص کے قبضہ میں دوسرے کا مال ہے اس سے سلطان ظالم نے کہا کہ اگر تو مجھے وہ مال نہ دے گا تو تجھے ایک مہینہ قید کروں گا یا تجھے ماردوں گا یا لوگوں میں رسوا پھراؤں گا تو اس کو دینا جائز نہیں ہے اور اگر دے دے گا تو ضامن ہو گا اور اگر یوں کہا کہ تیرا ہاتھ کٹوا دوں گا یا تجھے پچاس کوڑے ماروں گا تو دے دینے سے ضامن[1] نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے سلطان نے مستودع کو ڈرایا کہ اگر مجھے ودیعت نہ دے گا تو مستودع کا مال تلف کرا دوں گا اس نے دے دی پس اس کے پاس بقدر کفایت باقی ہے تو ضامن ہو گا اور اگر اس کا کل مال سلطان نے لے لیا تو وہ بیچارہ معذور ہے اس پر ضمان نہ آئے گی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے مستودع نے اگر مصحف ودیعت میں پڑھا اور پڑھنے کی حالت میں وہ تلف ہو گیا تو ضامن نہ ہو گا یہی حکم رہن کے مصحف کا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اگر کاغذات ودیعت میں دیئے اس نے اپنے صندوق میں رکھے اور صندوق کے اوپر اپنے پینے کا پانی رکھا اور پانی اس کے اوپر ٹپکا اور کاغذات تلف ہوئے تو ضامن نہ ہو گا یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر اس نے کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور مجھے نہیں معلوم کیونکر جاتی رہی تو متاخرین نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ ضامن نہ ہو گا اور اگر کہا کہ میں نے ودیعت فروخت کی اور اس کے دام وصول کر لئے تو ضامن نہ ہو گا جب تک کہ یوں نہ کہے کہ میں نے اس کو ودیعت سپرد کر دی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر مالک سے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت ہبہ کر دی یا میرے ہاتھ فروخت کر دی اور مالک نے انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو ضامن نہ ہو گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

نادانستہ نقصان پہنچانے کی مختلف صورتیں اور اُن میں ضمان کا بیان ☆

دوسرے شخص کے پاس ایک طشت ودیعت رکھا اور مستودع نے اپنے گھر کے تنور پر وہ طشت اوندھا دیا اس پر کوئی چیز گری اور طشت ٹوٹ گیا پس اگر تنور پر ڈھانکنے کی غرض سے رکھا تھا تو ضامن ہو گا اور اگر اس غرض سے نہیں رکھا تھا بلکہ عادت کے طور پر وہیں رکھ دیا تو ضامن نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص کے پاس طباق ودیعت رکھا اس نے گول کے منہ پر رکھ دیا اور وہ ضائع ہو گیا پس اگر بطور استعمال کے رکھا ہے تو ضامن ہے ورنہ ضامن نہیں ہے اور اس کے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ اگر گول میں کچھ پانی یا آٹا وغیرہ ڈھانکنے کے لائق کوئی چیز ہو تو ڈھکنا بطریق استعمال ہے ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اگر مستودع کے ہاتھ سے کوئی چیز گری اور اس نے ودیعت کو خراب کر دیا تو مستودع اس کا ضامن ہو گا اور اگر مستودع نے بدوں موجودگی مودع کے اپنی ذات پر اس امر کے گواہ کر لئے کہ میں نے ودیعت اس کے مالک سے قرض لی ہے تو اس پر ضمان واجب نہ ہو گی الا اس صورت میں لازم آئے گی کہ مستودع اس کو کچھ حرکت دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ودیعت میں اگر کوئی فرام[2] ہو اور مستودع اس کو لے کر چھت پر چڑھ گیا وہاں اس سے پردہ کیا پھر ہوا کا جھونکا آیا اور اس کو اسی جگہ لا ڈالا جہاں گھر میں رکھا تھا تو وہ شخص ضمان سے بری نہ ہو گا کیونکہ اس نے قصداً تعدی کی تھی اور تعدی کا ترک کرنا اس سے قصداً نہیں پایا گیا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور صیرفیہ میں ہے کہ امانت رکھی اور کہا کہ میری امانت جس کے ہاتھ چاہے بھیج دینا اس نے ایک امانت دار آدمی کے ہاتھ بھیج دی اور وہ تلف ہو گئی تو بعض نے کہا کہ ضامن ہو گا اور بعض نے کہا

---

[1] قولہ نہ ہو گا خلاصہ یہ کہ اگر جان یا عضو کا خوف ہو ضمان نہیں ورنہ ضامن ہے۔ [2] فرام باریک پردہ جو اکثر کوٹھوں کے چاروں طرف گھیرا جاتا ہے۔

کہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ جس کے ہاتھ چاہے یہ معلوم بات ہے کہ عام حکم دیا ہے بخلاف اس قول کے کہ ایک مرد کے ہاتھ بھیج دینا کہ اس میں مرد مجہول ہے پس حکم نہیں صحیح ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ نسفی میں ہے کہ ایک پن چکی کا مالک پن چکی خانہ سے نکل کر پانی دیکھنے چلا گیا اور یہاں گیہوں چوری ہوگئی۔ پس اگر دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور خود دور چلا گیا ہے تو ضامن ہوگا کذا فی الخلاصہ بخلاف مسئلہ کارواں سرائے کے کہ جس میں اترنے کی کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں اور ہر کوٹھری کا قفل ہے اور وہ شخص نکل کر دروازہ کھلا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اور کسی چور نے آکر کچھ چیز لے لی تو ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

ودیعت کا چوپایہ اگر بیمار ہوگیا یا زخمی ہوگیا پس مستودع نے ایک آدمی کو اس کے علاج کے واسطے حکم کیا اس نے علاج کیا اور وہ ہلاک ہوگیا تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہے چاہے مستودع سے ضمان لے یا معالج سے ضمان لے پس اگر مستودع سے ضمان لی تو وہ کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر معالج سے ضمان لی پس اگر معالج کو یہ معلوم تھا کہ یہ چوپایہ اس شخص کا نہیں ہے جس نے علاج کرایا ہے تو وہ اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ دوسرے کا ہے یا گمان کیا کہ یہ اسی کا ہے تو اسی سے واپس لے لے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اگر زمیندار کا بیل کاشتکار کے پاس ہو اس نے چرواہے کے پاس چرانے کو بھیجا اور وہ ضائع ہوگیا تو نہ وہ ضامن ہوگا نہ چرواہا ضامن ہوگا اور مستعار اور کرایہ کے بیل کا بھی یہی حکم ہے شیخ نے فرمایا کہ مشائخ سے اس مسئلہ میں روایات مضطرب آئی ہے اور جو مذکور ہوا اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے کیونکہ مستودع مثل اپنے مال کے ودیعت کی حفاظت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے بیل کو چرواہے کو دیتا ہے اسی طرح ودیعت کے بیل کا بھی یہی حکم ہے اور اگر بیل چھوڑ دیا وہ چرتا پھرتا ہے اور ضائع ہوگیا تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے شیخ نے فرمایا کہ فتویٰ اسی پر ہے اور وہ ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے کسی نے ایک بکری ودیعت دی اور مستودع نے اپنی بکریوں کے ساتھ چرواہے کو حفاظت کے لئے دے دیں اور وہ بکری چوری ہوگئی تو مستودع ضامن ہوگا جبکہ چرواہا خاص مستودع کا نہ ہو یہ قنیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک گدھا دیا وہ غائب ہوگیا پس مستودع نے گدھے کے مالک سے کہا کہ تو میرا گدھا لے اور اس سے کام نکال جب تک کہ میں تجھے تیرا گدھا واپس نہ دوں وہ گدھا مالک کے پاس تلف ہوگیا پھر مستودع نے اس کا گدھا واپس دیا تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کو قبضہ کر لینے کی اجازت دی تھی یہ خلاصہ میں ہے مستودع نے اگر نخل ودیعت سے پھل جھاڑ لئے تو استحساناً اس پر ضمان نہ آئے گی بشرطیکہ اس نے اس طرح جھاڑ لئے ہوں جیسے دوسرے جھاڑتے ہیں اور اس کے فعل سے اس میں کوئی نقصان نہ بیٹھ گیا ہو اور اگر اس کے فعل سے اس میں کوئی نقصان بیٹھ گیا ہے تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے مستودع نے اگر ودیعت میں کچھ تعدی کی مثلاً چوپایہ تھا اس پر سواری لی یا غلام سے خدمت لی یا کپڑا پہن لیا یا غیر کے پاس ودیعت رکھ دیا پھر تعدی دور کر دی اور اپنے قبضہ میں لے لیا تو ضمان اس سے ساقط ہو جائے گی بشرطیکہ سواری یا خدمت لینے یا پہننے سے اس میں نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو تو ضامن ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے پس حاصل یہ ہے کہ اگر مستودع نے ودیعت میں مخالفت کی پھر موافقت مالک کی جانب عود کیا تو ضمان سے اس وقت بری ہوگا جب مالک عود میں اس کی تصدیق کرے اور اگر تکذیب کی تو بری نہ ہوگا لیکن اگر موافقت کی طرف عود کرنے کے گواہ[1] قائم کرے تو تصدیق کی جائے گی اور ایسا ہی شیخ الاسلام ابوبکرؒ نے شرح کتاب الودیعۃ میں ذکر کیا ہے اور میں نے دوسرے مقام پر دیکھا کہ مستودع نے اگر مخالفت چھوڑ دی اور موافقت کی طرف عود کیا اور مودع

---

[1] هذا یعد ماذکرہ سابقاد لا یخالفه فی شئی فان المراوان القول قول المودع والنیة بالنیة المستودع فافهم۔

نے اس کے قول کی تکذیب کی تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر ودیعت کی مادہ جانور پر اس کا نر چھڑا دیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا اور بچہ جننے کے سبب سے وہ ہلاک ہوگئی تو ضامن ہوگا اور بچہ مالک کو ملے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے مستودع نے اگر ودیعت کا لباس ایک روز پہنا اور اور پھر اتار دیا اور نیت یہ ہے کہ پھر پہنوں گا اور اس درمیان میں وہ کپڑا تلف ہوگیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے ودیعت کا کپڑا پہنا اور جہاں پانی جاری تھا وہاں اس غرض سے گیا کہ پانی میں غوطہ لگائے پس کپڑے اتار کر اس چشمہ کی کگر پر رکھ دیئے پھر جب پانی میں غوطہ مارا تو کپڑے چوری ہوگئے تو ضامن نہ ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین اور بعض نے کہا کہ اس میں اعتراض ہے بدلیل مسئلہ محرم کے کہ محرم نے اگر حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا پہنا پھر اتار دیا پھر دوبارہ پہنا پس اگر پھر پہننے کی نیت سے اتارا تھا تو ایک ہی جزا لازم آئے گی یعنی اس فعل ناجائز کے عوض جو جرمانہ پڑتا ہے وہ ایک ہی جرمانہ دینا پڑے گا اور اگر اس نے اس قصد سے نہیں اتارا ہے تو جتنی دفعہ ایسا کرے اتنی ہی جزا لازم آئے گی پس اس پر قیاس کر کے مستودع کو بری الضمان نہ ہونا چاہئے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے لباس ودیعت کو اپنے کپڑوں کے ساتھ حوض کے کنارے رکھ دیا اور نہانے کے واسطے گھسا پھر اپنے کپڑے پہن لئے اور لباس ودیعت بھول گیا جب پانی میں غوطہ مارا اس وقت چوری ہوگئے تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم ودیعت دیئے پس اس نے بعوض ان درہموں کے کوئی چیز خریدی اور یہ درہم دے دیئے پھر یہی درہم بسبب ہبہ یا خرید کے واپس لے کر اپنی جگہ پر رکھ دیئے یعنی ودیعت میں رکھے پھر وہ ضائع ہوگئے تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر دراہم ودیعت بحکم مالک ودیعت اپنے قرض خواہ کو دے دیئے اس نے زیوف پا کر پھر مستودع کو واپس کر دیئے اور وہ تلف ہوگئے تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص کے پاس درہم یا دینار یا کوئی کیلی یا وزنی چیز ودیعت میں دی اس نے اس میں سے کسی قدر اپنی حاجت ذاتی میں صرف کر دی تو جس قدر صرف کی ہے اسی کا ضامن ہوگا باقی کا ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے جس قدر صرف کیا ہے اسی قدر اس کے مثل لا کر باقی میں ملا دی تو کل کا ضامن ہوگیا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ملا دینے کے وقت اپنے مال پر ایسی کوئی علامت نہ کی جس سے تمیز کی جا سکتی ہو اور اگر ایسی علامت کر دی ہے جس سے تمیز ہو جائے تو صرف اسی قدر کا ضامن ہوگا جتنی کا اس نے خرید کر دی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

فتویٰ پہ عمل کرنا اور بعد میں مالک ودیعت کا آموجود ہونا ☆

اگر مستودع کو یہ فتویٰ دیا گیا کہ اس صورت میں وہ کل ودیعت کا ضامن ہوگیا ہے پس اس نے تمام ودیعت فروخت کر دی پھر جب مالک ودیعت آیا تو اس کو ضمان دے دی حالانکہ جس قدر ضمان دی ہے اس سے زیادہ ودیعت کے فروخت میں دام حاصل ہوئے ہیں تو مستودع کو اس قدر حصہ کی زیادتی حلال ہے جو اس نے ملا دیا تھا اور باقی ودیعت کے حصہ کی زیادتی صدقہ کر دے یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب ودیعت کی چیز فروخت کے لائق ہو اور اگر درہم ہوں اور درہموں سے کوئی چیز خریدی پس اگر بعینہ ان ہی درہموں سے خریدی اور یہی درہم ادا کئے تب بھی اس کو زیادتی حلال نہیں ہے اور اگر ان درہموں سے خرید قرار دی مگر داموں میں دوسرے درہم دیئے یا خرید میں مطلقاً درہموں سے خرید قرار دی پھر یہی درہم ادا کئے تو اس صورت میں اس کو نفع حلال ہے اسی طرح اگر ان درہموں سے کوئی کھانے کی چیز خریدی اور یہ درہم ادا کئے تو ان کا ڈانڈ ادا کر دینے سے پہلے اس کو اس چیز کا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر خرید میں ان درہموں کو ثمن قرار نہ دیا بلکہ مطلقاً درہموں سے خریدی پھر یہ درہم ادا کئے تو اس چیز سے انتفاع حلال ہے کذا فی المبسوط اور اگر ان میں سے کچھ درہم خرچ کرنے کی نیت سے لئے اور ان کو خرچ میں نہ لایا یہاں تک

کہ باقی پھر ملا دیئے پھر سب تلف ہو گئے تو اس پر ضمان نہ آئے گی یہ مضمرات میں لکھا ہے اگر کسی کو بندھی ہوئی تھیلی ودیعت دی اس نے کھول ڈالی یا مقفل صندوق دیا اس نے قفل کھول ڈالا حالانکہ اس میں سے کوئی چیز نہیں لی یہاں تک کہ وہ ضائع ہوئی تو اس پر ضمان نہ آئے گی کذافی البدائع ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ نقد ودیعت خرچ کرنے یا کپڑے کو پہننے کے لئے نکالا وہ تلف ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ شرح قدوری بغدادی میں ہے۔

مستودع نے اگر مال ودیعت اپنے مال یا دوسری ودیعت میں اس طرح ملایا کہ شناخت نہیں ہو سکتی ہے تو ضامن ہوگا کذافی السراجیہ خلط یعنی ملا دینا چار طرح کا ہے ایک خلط بطریق مجاورت[1] کے باوجود اس کے آسانی سے تمیز ہو سکے جیسے دودھیا درہموں کو کالے درہموں میں یا سونے کو چاندی میں ملانا ہے اور ایسے ملانے سے بالا جماع مالک کا حق منقطع نہیں ہوتا ہے اور جدا کر دینے سے پہلے مال تلف ہو جائے تو امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائے گا جیسا ملا دینے سے پہلے تلف ہونے کا حکم ہے اور دوسرا خلط بطریق مجاورت کے باوجود اس کے کہ جدا کر لینا متعذر ہو جیسے گیہوں کو جو میں ملا دینا اور ایسے ملانے سے بعض روایت کے موافق مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے کذافی المضمرات اور یہی صحیح ہے کذافی الجوہرة النیرہ اور تیسرا خلط بطریق ممازجت کے اس طرح کہ ایک جنس کو اس کی خلاف جنس میں مزج کر دے جیسے تیل کو شہد میں ملانا اور ایسے خلط سے بھی بالا جماع مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے اور چوتھا ایک جنس کو اسی جنس میں بطور ممازجت کے خلط کرے جیسے روغن بادام کو روغن اخروٹ میں ملانا یا بطریق ممازجت کے خلط نہ کرے جیسے گیہوں کو گیہوں میں ملانا یا دودھیا درہموں کو دودھیا درہموں میں ملانا اور ایسی صورت میں امام اعظمؒ کے نزدیک مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو بعینہ اس کا حق پہنچا دینا متعذر ہے اور مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے مستودع کے ساتھ اسی مخلوط میں شرکت کرے یا اپنے حق کے مثل ڈانڈ لے کذافی المضمرات اور اس اختلاف کا ثمرہ ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب اس نے خلط کرنے والے کو بری کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو مخلوط لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ابراء کی وجہ سے ضمان لینے کا اختیار منقطع ہو گیا پس مخلوط میں شرکت کر لینا متعین ہو گیا اور یہ صورت اختلاف کی اس وقت کہ مستودع نے بدوں مالک کی اجازت کے درہموں میں خلط کیا ہو اور اگر اجازت سے خلط کیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک حکم مختلف نہ ہوگا وہی حکم رہے گا کہ ہر حال میں ملک منقطع ہو گی اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے اقل کو اکثر کے تابع قرار دیا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر حال میں شریک ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ اسی طور سے ہر تابع کو اس کی جنس میں ملا دینے کی صورت میں اکثر کا اعتبار کرتے ہیں اور امام اعظمؒ سب میں حق مالک منقطع ہو جانے کا حکم دیتے ہیں اور امام محمدؒ سب میں شرکت کا حکم دیتے ہیں کذافی الکافی۔

دھات کو پگھلا کر ہیئت تبدیل کر دینے کی صورت میں ضمان ☆

اگر چاندی کو گلانے کے بعد خلط کیا تو وہ بھی مائعات سے ہو جائے گی کیونکہ خلط کرنے کے وقت حقیقتاً وہ مائع[2] تھی پس اختلاف مذکور اس میں جاری ہوگا کذافی التبیین فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر مستودع کے پاس ایک ہی شخص کے گیہوں و جو ودیعت ہوں تو ان دونوں کو خلط کرنے سے دونوں کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جس شخص نے ودیعت کو خلط کیا ہے اگر وہ شخص مستودع کے عیال میں سے مثل بیوی و بیٹے وغیرہ کے ہو تو مستودع پر ضمان نہ آئے گی وہی ضامن ہوگا جس نے خلط کیا ہے اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ مودع و مستودع کو بعینہ اس چیز کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے جبکہ غیر شخص نے خلط کر دیا ہے ہاں اس خلط کرنے والے سے

---

[1] مجاورت سے یہ مراد ہے کہ نظر سے دونوں کی تمیز جنس باقی ہو جیسے گیہوں و جو ملا دینے سے ایسا مزاج نہیں ہوتا کہ گیہوں و جو نظر میں ممیز نہ ہوں بخلاف دودھ و پانی کے۔ [2] مائع چیز سیال جس میں سیلان ہو جیسے روغن وغیرہ۔

دونوں ضمان لے سکتے ہیں اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونوں کو اختیار ہے چاہیں اس خلط کرنے والے سے ضمان لیں یا بعینہٖ اس مخلوط کو لے لیں اور دونوں باہم شریک ہو جائیں گے خواہ ملا دینے والا اس صورت میں بالغ ہو یا نابالغ ہو کذا فی السراج خواہ آزاد ہو یا غلام ہو کذا فی الذخیرہ اور مشائخؒ نے فرمایا کہ خلط کرنے والے کو دینار اپنے کھانے میں خرچ کرنا حلال نہیں تاوقتیکہ ان کے مثل دینار یا مالکان دینار ادا نہ کرے اور اگر خلط کرنے والا ایسا غائب ہو کہ اس پر قابو نہیں چلتا ہے پس اگر دونوں اس امر پر راضی ہوں کہ اس مخلوط کو ایک شخص لے لے اور دوسرے کو اس کے مال کی قیمت ادا کرے تو جائز ہے اور اگر اس امر سے دونوں یا ایک نے انکار کیا اور دونوں نے کہا کہ ہم اس کو فروخت کریں گے تو فروخت کے بعد اس کے ثمن میں موافق اپنے اپنے حصہ کے دونوں شریک ہوں گے پس اگر شئے مخلوط میں گیہوں و جو ہوں تو گیہوں والا مخلوط گیہوں کی قیمت کے حساب سے شریک ٹھہرایا جائے گا اور جو والا غیر مخلوط جو کی قیمت کے حساب سے شریک قرار دیا جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر بدوں مستودع کے فعل کے ودیعت کا اس کے مال میں خلط ہو گیا تو دونوں ایک دوسرے کے شریک ہو جائیں گے پس اگر اس کے صندوق کے اندر تھیلی پھٹ گئی اور ودیعت کے درہم اس کے ذاتی درہموں میں مل گئے تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور دونوں مخلوط میں شریک ہو جائیں گے اور اگر اس میں سے کچھ تلف ہو گئے تو دونوں کا مال گیا اور باقی درہموں میں موافق حق کے تقسیم ہوں گے پس اگر ایک کے ہزار درہم اور دوسرے کے دو ہزار ہوں تو باقی مال دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگا اور ولوالجی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں کے دراہم ثابت ہوں یا شکستہ ہوں اور اگر ایک کے ثابت اور دوسرے کے شکستہ ہوں تو دونوں میں شرکت ثابت نہ ہوگی بلکہ ہر ایک کا مال جدا کر کے مستودع اپنا مال اپنے پاس رہنے دے گا اور مودع کا مال اس کو دے گا اور ایک کے دراہم ثابت کھرے ہوں مگر ان میں کچھ درہم ردی بھی ہوں اور دوسرے کے ثابت ردی درہم ہوں مگر ان میں کچھ درہم جید یعنی کھرے بھی ہیں تو خلط ہونے کی صورت میں دونوں میں شرکت ثابت ہو جائے گی پھر تقسیم کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ اگر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ایک کا دو تہائی مال کھرا اور ایک تہائی ردی ہے اور دوسرے کا دو تہائی ردی اور ایک تہائی کھرا ہے تو مخلوط مال کے کھرے درہموں کے تین حصہ کر کے دو تہائی ایک کو اور ایک تہائی ایک کو بقدر ان کے مال کے ملیں گے اور ردی بھی اسی طرح تین تہائی تقسیم کر دیے جائیں گے اور اگر دونوں نے اس طور سے ایک دوسرے کی تصدیق نہ کی پس اگر یہ امر معلوم نہیں ہوتا کہ کس قدر کیسا ہے اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میرا دو تہائی مال کھرا اور ایک تہائی ردی ہے اور دوسرے کا دو تہائی ردی اور ایک تہائی کھرا ہے تو ہر ایک کو تہائی کھرے درہم دے دیے جائیں گے کہ اس پر دونوں کا اتفاق ہے کہ ہر ایک کے دو تہائی درہم کھرے تھے پس اس قدر لے لیں گے اور باقی ایک تہائی میں اختلاف ہے ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرے ہیں حالانکہ یہ تہائی دونوں کے قبضہ میں آدھے آدھے موجود ہیں یعنی ہر ایک اس تہائی کی نصف یعنی کل کے چھٹے پر قابض ہے پس ہر ایک کا قول اس کے مقبوضہ میں مقبول ہوگا اور ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو دونوں دعویٰ سے بری ہو گئے اور مال دونوں کے قبضہ میں جیسا تھا ویسے ہی چھوڑ دیا جائے گا اور اگر دونوں نے نکول کیا تو ہر ایک کے واسطے اس تہائی کے نصف کی ڈگری کی جائے گی جو دوسرے کے قبضہ میں ہے اسی طرح اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے قسم کھالی اور دوسرے نے نکول کیا تو قسم کھانے والا بری ہو گیا اور نکول کرنے والا اپنا مقبوضہ نصف تہائی یعنی کل کا چھٹا حصہ دوسرے کو دے دے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر مخلوط مال میں ایک گیہوں اور دوسرے جو ہوں پس اگر دونوں نے کسی امر پر اتفاق کیا تو موافق اتفاق کے حکم دیا جائے گا اور اگر

اتفاق نہ کیا تو مخلوط کی قیمت اندازہ کی جائے گی پس گیہوں والا اس میں جو ملے ہوئے گیہوں کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائے گا اور جو والا بے گیہوں ملے ہوئے جو کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائے گا کذا فی الجامع۔

پانچواں باب:

تجہیل[1] ودیعت کے بیان میں

اگر مستودع نے انتقال کیا اور ودیعت کی شناخت کرائی تو ودیعت اس کے ترکہ میں قرضہ ہو جائے گی کہ اس کے ایام صحت کے قرضوں کے برابر شمار کی جائے گی جو ان کا حال وہی اس کا حال ہوگا کذا فی التہذیب اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مستودع مر گیا اور ودیعت کا حال معلوم نہ تھا اور اگر وارث ودیعت کو جانتا ہو اور مستودع کو معلوم ہو کہ وارث جانتا ہے پس مستودع نے بیان نہ کی اور مر گیا تو ضامن نہ ہوگا کذا فی الفصول العمادیہ۔ پس اگر وارث نے کہا کہ میں نے ودیعت کو معلوم کر لیا تھا اور مودع نے اس سے انکار کیا پس اگر وارث نے ودیعت کو صاف صاف بیان کر دیا اور کہا کہ اس قدر ایسی چیز تھی اور میں نے اسے معلوم کر لیا تھا اور وہ تلف ہو گئی تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور یہ صورت اور جب کہ ودیعت خود اس کے پاس ہو اور اس نے کہا کہ تلف ہو گئی دونوں یکساں ہیں مگر ایک بات میں فرق ہے کہ وارث نے اگر چور کو ودیعت لینے کی طرف راہ بتائی تو ضامن نہ ہوگا اگر مستودع نے راہ بتائی تو ضامن ہوگا قال المترجم تاویل المسئلة عندی انه یتضمن اذا لم یمنعه عندالاخذ واما لو منعه عندالاخذ بعد مادل لا یضمن کما فی المتون فافهم واللّٰه اعلم کذا فی الخلاصہ۔ اگر طالب اور وارثان مستودع میں اختلاف ہوا اور مودع نے کہا کہ مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا ہے اور وارثان مستودع نے کہا کہ اس کے آنے کے روز ودیعت بعینہ قائم تھی اور معروف تھی پھر اس کے مرنے کے بعد تلف ہوئی تو مودع کا قول قبول ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر وارثوں نے کہا کہ اس نے اپنی عین حیات میں ودیعت واپس کر دی ہے تو بدوں گواہوں کے یہ قول اس کا مقبول ہوگا اور مودع کے مال میں ضمان آئے گی اور اگر وارثوں نے گواہ قائم کئے کہ مستودع نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ میں نے ودیعت واپس کر دی ہے تو مقبول ہوں گے اور اگر مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا اور وارث نے دعویٰ کیا کہ ودیعت اس کی زندگی میں ضائع ہو گئی تھی تو وارث کا قول قبول نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ودیعت مال پر قرضہ قرار دیئے جانے کی ایک صورت کا بیان ☆

اگر مستودع نے انتقال نہ کیا بلکہ اس کو جنون مطبق ہو گیا اور اس کے پاس بہت قسم کا مال ہے اس میں سے ودیعت تلاش کی گئی تو نہ ملی اور لوگوں کو اس کے اچھے ہو جانے یعنی عاقل ہو جانے سے یاس (ناامیدی) ہو گئی تو ودیعت اس کے مال پر قرضہ قرار دی جائے گی اور قاضی اس کی طرف سے ایک ولی مقرر کر دے گا اور وہ قرضہ ودیعت کو اس کے مال سے لے کر جس کو دے گا اس سے ایک کفیل ثقہ لے لے گا کذا فی الذخیرہ اور مترجم کہتا ہے کہ کفیل ثقہ سے یہ مراد ہے کہ اس کا گھر بار ذاتی موجود ہو کرایہ پر نہ ہو نہ خانہ بدوش ہو کہ کذا قیل واللّٰہ اعلم۔ پھر اس کے بعد اس کو افاقہ ہو گیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے ودیعت مودع کو واپس دے دی تھی یا وہ میرے پاس ضائع ہو گئی یا کہا کہ مجھے ودیعت کا حال نہیں معلوم رہا تو اس سے ودیعت کے بارہ میں قسم لی جائے گی اور اپنا مال واپس کر لے گا یہ ینابیع میں لکھا ہے اور اگر مستودع نے اپنی عورت کو ودیعت دے دی تھی پھر مر گیا تو عورت پکڑی جائے گی پس اگر عورت نے کہا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا چوری ہو گئی تو قسم سے اس کا قول مقبول ہوگا اور کسی پر کچھ ضمان نہ آئے گی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے مستودع کے

---

[1] یعنی ودیعت کو بدوں شناخت مجہول چھوڑ دینا۔

مرنے سے پہلے اس کو ودیعت واپس دی تھی تو قسم سے اس کا قول قبول ہوگا اور اس قدر مال میں سے قرضہ شمار کر کے وصول کی جائے گی جو عورت کو اپنے شوہر سے میراث ملا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر فقط مستودع ہی کے کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی ہو کہ اس نے اپنی بیوی کو دے دیا ہے مثلاً اس سے قبل موت کے دریافت کیا تھا کہ ہزار درہم جو تجھے فلاں شخص نے ودیعت دیئے تھے وہ تو نے کیا کئے اس نے کہا کہ میں نے اپنی عورت کے سپرد کر دیئے پھر مر گیا اور عورت سے دریافت کیا گیا اس نے انکار کیا کہ مجھے نہیں دیئے ہیں تو عورت سے قسم لی جائے گی اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر میت نے کچھ مال چھوڑا ہو تو جس قدر عورت کی میراث میں آئے گا اس میں یہ ودیعت قرضہ قرار دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر مضارب نے کہا کہ میں نے فلاں صراف کے پاس مال مضاربت ودیعت رکھا ہے پھر مر گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور نہ اس کے وارثوں پر کچھ واجب ہوگا پھر اگر صراف نے کہا کہ مجھے ودیعت کچھ نہیں دیا ہے تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا اور اس پر اور وارثان میت پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر صراف قبل اس کے کہ کچھ اقرار کرے مر گیا اور صراف کو ودیعت دینا فقط مضارب ہی کے قول سے معلوم ہوتا ہے تو صراف پر اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر صراف کو گواہوں کے سامنے یا صراف کے اقرار پر دیئے ہیں یعنی صراف مقر ہوا ہے اگرچہ گواہوں کے سامنے دیئے نہ ہوں پھر مضارب مر گیا پھر صراف مر گیا اور اس ودیعت کو بیان نہ کیا تو صراف کے مال میں قرضہ قرار دی جائے گی اور مستودع پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر مضارب مر گیا حالانکہ صراف زندہ موجود ہے اس نے کہا کہ میں نے مضارب کی حین حیات میں اس کو ودیعت واپس کر دی تھی تو اسی کا قول لیا جائے گا اور قسم لی جائے گی اور اس پر ضمان نہ آئے گی اور نہ میت پر ضمان آئے گی یہ محیط میں ہے کل امانت میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر بدوں بیان کئے ہوئے مر جائے تو ان کی ضمان لازم آ جاتی ہے الا صرف تین مسئلوں میں امانت مضمون نہیں ہوتی ہے اول یہ کہ متولی وقف اگر مر جائے اور جو کچھ حاصلات وقف اس نے وصول کی ہے اس کی شناخت نہ ہو اور اس نے بیان نہ کی تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے نکلا اور اہل جہاد نے غنیمت حاصل کی اور بعد احراز کے سلطان نے کچھ غنیمت کسی شخص کے پاس جو غنیمت حاصل کرنے والوں میں سے ہے ودیعت رکھی پھر سلطان مر گیا اور بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھی تھی تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ دو شخصوں میں سے شرکت مفاوضہ تھی اگر ان میں سے ایک شخص مر گیا حالانکہ اس کے پاس مال شرکت ہے اور اس نے بیان نہ کیا تو اس پر ضمان نہیں[1] ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے قاضی نے اگر یتیموں کا مال اپنے قبضہ میں لے لیا اور بدوں بیان کئے ہوئے مر گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے اپنے گھر میں رکھا اور معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مال کہاں ہے تو ضامن ہوگا اور اگر کسی قوم[2] کو دے دیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کو دیا ہے تو اس پر ضمان نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر قاضی نے کہا کہ مال میرے پاس سے ضائع ہو گیا یا میں نے یتیم کے مصارف میں خرچ کر دیا تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر بدوں سبب بیان کرنے کے مر گیا تو ضامن ہوگا کذا فی الینابیع۔ نوادر ہشام میں ہے کہ ایک وصی نے انتقال کیا حالانکہ اس کے قبضہ میں کسی یتیم کا مال تھا اور اب معلوم نہیں کہ وہ مال کہاں ہے اور نہ اس نے خود بیان کیا تو یہ مال اس کے ترکہ میں سے ڈانڈ لیا جائے گا اور

---

[1] قولہ نہیں...... اس واسطے کہ مفاوضت میں برابر کل مال کی شرکت ہے تو عدم بیان کچھ مضر نہیں ہے۔ [2] قولہ کسی قوم...... اس واسطے کہ قاضیوں کا دستور تھا کہ تونگر قوموں کے پاس ودیعت رکھ دیتے تھے۔

اگر یہ پتہ لگا کہ اس نے کسی شخص کو دے دیا ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کو دیا ہے تو ڈانڈ نہ لیا جائے گا کیونکہ اس کو یہ اختیار ہے کہ حفاظت کے واسطے یتیم کا مال دوسرے کو دے دے اور نوادر ابن رستم میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر یوں کہا کہ یتیم کا مال میرے پاس ضائع ہو گیا یا میں نے اس کو یتیم پر خرچ کر دیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسا بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو مثل مستودع کے ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے دو شریکوں میں بطور مفاوضہ کے شرکت ہے ان میں سے ایک شریک کو کسی نے کچھ ودیعت دی پھر وہ بدوں بیان کے مر گیا یعنی کچھ حال ودیعت کا بیان نہ کیا اور مر گیا تو دونوں شریک ضامن ہوں گے اور اگر زندہ شریک نے کہا کہ میرے شریک کی حین حیات میں اس کے ہاتھ میں ضائع ہو گئی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں مذکور ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک قاضی نے بطور ولایت کے کسی یتیم کی ہزار درہم کی تھیلی قبضہ میں لے لی اور دوسرے یتیم کی ہزار کی تھیلی بھی قبضہ میں لے لی پھر ایک تھیلی خرچ کر دی اور یہ معلوم نہیں کہ کون سی تھیلی خرچ کر دی ہے اور کون سی باقی ہے تو باقی ہزار درہم کی تھیلی دونوں لڑکوں کو برابر تقسیم ہوگی پھر جب دونوں بالغ ہو جائیں تو ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ دوسرے پر اس قدر کا دعویٰ کرے جو اس پر خرچ کیا ہے اور اس سے قسم لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ہزار درہم ہیں اس کو دو شخص قاضی کے پاس لائے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ درہم اس کے پاس ودیعت رکھے ہیں اور مستودع نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک نے یہ درہم مجھے ودیعت دیئے ہیں مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ دونوں میں سے کون شخص ہے پس اگر دونوں مدعیوں نے باہم اس طرح سے صلح کر لی کہ ہم دونوں برابر درہموں کو لے کر بانٹ لیں تو دونوں کو یہ اختیار ہے اور مستودع کو یہ درہم دونوں کو سپرد کرنے سے انکار کا اختیار نہیں ہے اور بعد اس صلح کے دونوں کو باہم قسم لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور نہ دونوں مستودع سے قسم لے سکیں گے اور اگر دونوں نے اس طرح صلح نہ کی اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ ہزار درہم خاص میرے ہیں اور مستودع سے لے لینے چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن ہر ایک مستودع سے قسم لے گا پس مستودع یا تو دونوں کی طلب پر قسم کھا جائے گا یا دونوں کی قسم سے انکار کرے گا یا ایک کی قسم کھا لے گا اور دوسرے کی قسم سے انکار کرے گا پس اگر دونوں کی طلب پر قسم کھا گیا تو دونوں کا دعویٰ دور ہوا پھر اس قسم کھا لینے کے بعد دونوں کو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باہم صلح کر کے ہزار درہم لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک بعد اس قسم لینے کے دونوں کو باہم صلح کر کے ہزار درہم لینے کا اختیار ہے اور اگر اس نے دونوں کی قسم سے انکار کیا تو ان ہزار درہم کے نام نصفا نصف ڈگری ہوگی اور مستودع دوسرے ہزار درہم دونوں کو ضمان دے گا اور اگر ایک کی قسم کھالی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو جس کی قسم سے انکار کیا ہے اسی کے نام ان ہزار درہم کی ڈگری ہوگی اور جس کی قسم کھا لی ہے اس کے نام کچھ ڈگری نہ ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے اور قاضی کو چاہئے کہ فقط ایک مدعی کے قسم طلب کرنے اور مستودع کے انکار کرنے سے اس مدعی کی مستودع پر ڈگری نہ کر دے جب تک کہ دوسرے مدعی کے لئے قسم نہ لے لے تاکہ وجہ حکم ظاہر ہو جائے اور اگر ایک مدعی کی قسم طلب کرنے اور مدعا علیہ کے انکار کرنے سے قاضی اس مدعی کے نام ڈگری ہزار درہم کی کر دے حالانکہ قاضی کو یہ روا نہ تھا تو قاضی کا حکم نافذ نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر پھر اس نے دوسرے کے واسطے قسم لی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو وہ ہزار درہم دونوں کو برابر ملیں گے اور مدعا علیہ دوسرے ایک ہزار درہم کی ضمان دے گا کذا فی الکافی۔

اسی کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ غایۃ البیان میں ہے پھر جب مدعا علیہ پر مدعی اول کی ڈگری ہو چکی تو اس سے دوسرے مدعی کے واسطے بالاجماع قسم اس قول پر اختصار کر کے نہ لی جائے گی کہ واللہ اس کا یہ غلام مثلاً مجھ پر نہیں ہے ہاں اگر غلام

ودیعت کے ساتھ اس کی قیمت ملا کر قسم لے لے یعنی اس طور سے کہ واللہ اس کا یہ غلام یا اس غلام کی قیمت کہ جو اس قدر ہے مجھ پر نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ واجب ہے تو اس صورت میں اختلاف بیان کیا گیا ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک قسم لینی چاہئے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے خلاف ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر دونوں مدعیوں نے کسی معین ودیعت کا دعویٰ کیا ہر ایک مدعی ہے کہ یہ مال معین میری ملک کا اس کے پاس ودیعت ہے اور مستودع نے کسی ایک کے واسطے دونوں میں سے اقرار کر کے اس کو دے دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسرے کو یہ اختیار نہیں رہا کہ مستودع سے قسم لے اور امام محمدؒ کے نزدیک لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر دو شخصوں مین سے ہر ایک نے زید کو ہزار درہم ودیعت دیئے اس میں سے ایک ہزار تلف ہوئے اور معلوم نہیں ہوتا کہ کس کے تلف ہوئے ہیں تو جب تک دونوں دعویٰ نہ کریں دونوں میں خصومت قرار نہ دی جائے گی پھر اگر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ جو موجود ہے وہ میرا مال ہے تو مستودع سے ہر ایک کے واسطے قسم طلب کی جائے گی پس اگر اس نے دونوں کے دعویٰ سے قسم کھالی تو دونوں ان ہزار درہم موجودہ کو لے لیں گے اور کچھ اس سے مواخذہ نہ کر سکیں گے اور اگر دونوں کی قسم سے نکول کیا تو دونوں شخص موجودہ ہزار درہم لے لیں اور ہر ایک کو اور پانچ سو درہم ملیں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی شخص کو کوئی باندی ودیعت دی گئی پھر مستودع نے انتقال کیا اور اس باندی کو ظاہر بیان نہ کیا پھر لوگوں نے اس کی موت کے بعد باندی کو زندہ دیکھا تو مستودع پر ضمان آئے گی اور اگر اس کی موت کے بعد باندی کو زندہ نہ دیکھا اور اس کے وارثوں نے کہا کہ مستودع نے اپنی زندگی میں مودع کو واپس کر دی تھی یا باندی اس وقت مر گئی تھی یا بھاگ گئی تھی تو ان میں سے کسی صورت میں وارثوں کا قول قبول نہ ہوگا کیونکہ یہ لوگ اپنی ذات سے ضمان دور کرنا چاہتے ہیں اور مستودع سے باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت ڈانڈ لی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

غلام مجور (ممنوعِ تصرفات والے) کو کسی دوسرے سے مال ملنا...... ☆

اگر باندی کی قیمت بسبب کسی زیادتی یا نقصان آنے کے بدل گئی ہو تو مستودع کے مال سے ڈانڈ میں وہ قیمت لی جائے گی جو سب سے آخر میں باندی کو زندہ دیکھ کر اس کی قیمت نظروں[1] میں تھی خواہ یہ قیمت قبضہ کے روز کی قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور یہی حکم عاریت اور اجارہ کی صورت میں ہے یہ ینابیع میں ہے ایک لڑکا خرید و فروخت کو سمجھتا ہے مگر وہ مجور ہے یعنی تصرفات سے منع کر دیا گیا ہے اس کو ایک شخص نے ہزار درہم ودیعت دیئے پھر وہ بالغ ہوا اور مر گیا اور معلوم نہ ہوا کہ ودیعت کا کیا حال ہوا تو اس کے مال سے ضمان نہ لی جائے گی مگر جب گواہ یہ گواہی دیں کہ اس کے بالغ ہونے کی حالت میں وہ ودیعت اس کے پاس موجود تھی تو اس صورت میں ودیعت کو بلا بیان چھوڑ کر مر جانے کی وجہ سے اس کے مال سے ڈانڈ لی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور معتوہ کا حکم ودیعت میں مثل لڑکے کے حکم کے ہے کہ جب معتوہ کو افاقہ ہو گیا پھر مر گیا اور معلوم نہ ہوا کہ ودیعت کا کیا حال ہوا ہے تو اس کے مال سے ودیعت کی ڈانڈ نہ دلائی جائے گی مگر جب کہ گواہ یہ گواہی دیں کہ جب معتوہ کو افاقہ ہوا تو اس حالت میں وہ ودیعت معتوہ کے پاس موجود تھی تو اس صورت میں ضامن ہوگا اور اگر لڑکے کو تجارت کرنے کی اجازت ہو اور باقی مسئلہ یوں ہی واقع ہوا تو وہ ودیعت کا ضامن ہوگا اگرچہ گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ بعد بالغ ہونے کے اس لڑکے کے قبضہ میں ودیعت موجود تھی اور اگر معتوہ کو بھی تجارت کی اجازت ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کا غلام مجور ہو یعنی مالک نے اس کو تصرفات سے منع کر دیا ہو اس کو کسی شخص نے کچھ مال ودیعت دیا پھر مالک نے اس کو آزاد کیا پھر وہ مر گیا اور ودیعت کو بیان نہ کیا تو یہ ودیعت اس کے مال میں قرضہ قرار دی جائے گی خواہ آزادی کے بعد گواہوں نے اس کے پاس ودیعت قائم ہونے کی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو اور اگر وہ غلام مرا در حالیکہ ودیعت اس کے

[1] قولہ نظروں یعنی آخری زندگی کی قیمت تو معلوم نہیں لیکن آخری دیکھنے کے روز لے گا، کہ ننا علہ

پاس تھی تو اس کے مولیٰ پر کچھ لازم نہیں آئے گا لیکن اگر ودیعت بعینہٖ پہچانی جائے تو اس ودیعت کے مالک کو واپس دی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر مولیٰ نے اس کو ودیعت لینے کے بعد تجارت کی اجازت دے دی پھر وہ غلام مر گیا تو اس پر ضمان لازم نہیں آتی ہے مگر گواہ اگر یہ گواہی ادا کریں کہ تجارت کی اجازت پانے کے بعد وہ ودیعت اس غلام کے پاس موجود تھی پھر وہ غلام مر گیا اور کچھ مال چھوڑا تو ودیعت اس مال میں سے دی جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے زید کو برف یا خربوزے یا انگور ودیعت دیئے اور غائب ہو گیا اور زید مر گیا پھر مودع آیا اور اتنی مدت بعد آیا کہ اس ودیعت کا اتنی مدت تک باقی نہ رہنا معلوم ہے تو یہ ودیعت میت کے مال میں قرضہ میں قرار دی جائے گی کیونکہ ودیعت کا حال معلوم نہیں ہے اور شاید زید نے اس کو خود تلف کر دیا ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر زید کے وارثوں نے اس امر کے گواہ دیئے کہ یہ ودیعت زید کی زندگی میں تلف یا فاسد ہو گئی تو زید کے ترکہ پر ڈانڈ نہ پڑے گی کذا فی الملتقط۔ اگر کوئی شخص مر گیا حالانکہ اس پر قرضے ہیں اور اس کے پاس مال ودیعت و بضاعت و مضاربت ہے پس اگر ودیعت و بضاعت و مضاربت بعینہٖ شناخت میں آجائیں تو قرض خواہوں کو نہ دی جائیں گی ان کے مالکوں کو ملیں گی اور اگر شناخت میں بعینہٖ نہ آئیں تو تمام مال موافق حصہ رسد کے سب کو تقسیم ہوگا اور ودیعت و مضاربت و بضاعت والے ہمارے نزدیک بمنزلہ قرض خواہوں کے قرار پائیں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

چھٹا باب:

ودیعت طلب کرنے اور غیر کو دینے کا حکم کرنے کے بیان میں

اگر مالک ودیعت نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ کل کے روز مانگنا پھر دوسرے روز کہا کہ ضائع ہو گئی تو اس سے دریافت کیا جائے گا اگر اس نے کہا کہ میرے اس کہنے سے کہ کل کے روز مانگنا پہلے ضائع ہو گئی تھی تو اس سے ضمان لی جائے گی کیونکہ اس میں تناقض ہے اور اگر کہا کہ میرے اس کہنے کے بعد ضائع ہوئی تو ضمان نہ آئے گی کیونکہ تناقض نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر مالک ودیعت نے ودیعت مانگی اور مستودع نے درنگ کیا پس اگر باوجود اس کے کہ سپرد کر دینے پر قادر تھا اور درنگ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر سپرد کرنے پر قادر نہ تھا مثلاً ودیعت کہیں دور رکھی تھی کہ فی الحال اس کو نہیں دے سکتا تھا تو ضامن نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر مالک نے ودیعت طلب کی اس نے کہا کہ میں اس دم اس کو حاضر نہیں کر سکتا ہوں پس مالک چھوڑ کر چلا گیا پس اگر یہ رضامندی سے ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ناراضی سے ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر طلب کرنے والا مالک کا وکیل ہو تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ہے اگر مالک ودیعت نے مستودع سے کہا کہ جو ودیعت تیرے پاس ہے وہ آج اٹھوا کر میرے پاس پہنچا دے اس نے کہا کہ ایسا ہی کروں گا پھر اس نے اس دن نہ پہنچائی یہاں تک کہ وہ دن گزر گیا پھر وہ ودیعت اس کے پاس تلف ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ نسفی میں ہے اگر مالک نے ودیعت طلب کی اور مستودع انکار کر گیا پس اگر مودع نے بعد انکار کے اس پر گواہ قائم کئے تو مستودع ضامن ہوگا یہ ینابیع میں ہے پھر اگر اقرار کی جانب عود کیا تو ضمان سے بری نہ ہو جائے گا مگر اس وقت بری ہوگا کہ جب ودیعت اس کے مالک کے سپرد کر دے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

...ع کے وکیل کے سامنے انکار کیا تو ضامن ہوگا اور اگر بدوں دونوں کی موجودگی کے انکار کیا تو

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس پر ضمان لازم نہ آئے گی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ ینابیع میں ہے اور اجناس میں ہے کہ انکار کرنے کی وجہ سے ودیعت کی ضمان صرف اس وقت لازم آتی ہے کہ جب ودیعت کو اس کی جگہ سے جہاں انکار کے وقت موجود تھی منتقل کر دیا اور وہ تلف ہو گئی اور اگر اس جگہ سے منتقل نہ کیا اور وہ تلف ہوئی تو ضامن نہ ہوگا اور منتقی میں یوں لکھا ہے کہ اگر ودیعت یا عاریت مال منقولہ میں سے ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتے ہوں تو انکار کی وجہ سے ضمان لازم آ جائے گی اگر چہ اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا ہو یہ وجیز کردری و خلاصہ میں ہے اگر مالک ودیعت کے روبرو بدوں اس کی طلب کے ودیعت سے انکار کیا مثلاً مالک نے ودیعت کو اس سے اس واسطے دریافت کیا کہ اس کو یاد دلائے اور کہا کہ میری ودیعت کا کیا حال ہے اس نے کہا کہ میرے پاس تیری کچھ ودیعت نہیں ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے مستودع نے دشمن کے روبرو ودیعت سے اس وجہ سے انکار کیا کہ اس کے روبرو اقرار میں تلف ہونے کا خوف تھا پھر وہ ودیعت ضائع ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے مودع غائب ہو گیا اس کی عورت نے ودیعت کے مال سے نفقہ طلب کیا اور مستودع ودیعت سے انکار[1] کر گیا پھر ودیعت کا اقرار کیا اور کہا ضائع ہو گئی تو ضامن ہوگا اسی طرح یتیموں کے وصی کا حکم ہے کہ اگر یتیموں کے ولی اور پڑوسی لوگ جمع ہوئے اور وصی سے کہا کہ جو کچھ ان کا تیرے پاس ہے اس میں سے ان لوگوں پر خرچ کر اس نے انکار کیا اور کہا کہ ان کا کچھ مال میرے پاس نہیں ہے پھر کچھ مال کا اقرار کیا اور کہا کہ طلب کرنے کے بعد میرے پاس ضائع ہو گیا ہے تو وصی ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مستودع نے ودیعت سے انکار کیا پھر اس کو بعینہٖ نکال لیا یا اس کا اقرار کیا اور مالک ودیعت نے کہا کہ اس کو اپنے پاس ودیعت رہنے دے پس وہ ضائع ہو گئی پس اگر وہ شخص جس کے پاس ودیعت چھوڑی ہے اس کے لینے اور حفاظت کرنے پر بشرط خواہش قادر تھا تو وہ ضمان سے بری ہو گیا اور اگر اس کی حفاظت کرنے پر قادر نہ تھا تو پہلی ضمان پر ضامن رہے گا اسی طرح اگر اس سے کہا کہ اس مال ودیعت سے مضاربت کر تو بھی یہی حکم ہے اور یہ سب مال منقول میں ہے اور عقار غیر منقول میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام سے اس میں دو روایتیں ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ عقار کی صورت میں انکار کرنے سے بالاجماع ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے مالک ودیعت نے اپنے مستودع سے کہا کہ جب میرا بھائی طلب کرے تو ودیعت تو اس کو واپس دینا پھر جب اس کے بھائی نے اس سے ودیعت مانگی تو اس نے کہا کہ ایک ساعت بعد لوٹ کر آنا کہ میں تجھے ودیعت دے دوں گا پھر جب لوٹ کر آیا تو اس نے کہا کہ ودیعت تو تلف ہو چکی تھی تو شیخ نے فرمایا کہ بسبب تناقض کلام کے ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے اگر ایام فتنہ و جنگ میں مودع نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ اس دم میں ودیعت تک نہیں پہنچ سکتا ہوں پھر اس نواح میں جہاں ودیعت تھی لوٹ ہو گئی اور مستودع نے کہا کہ ودیعت بھی لوٹ لی گئی تو امام ابو بکرؒ نے فرمایا کہ اگر ودیعت کے دور ہونے کی وجہ سے یا ضیق وقت کی وجہ سے مستودع اس کو واپس نہیں کر سکتا تھا تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور اس امر میں اسی کا قول قبول ہوگا ورنہ وہ ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر مودع نے حکم کیا کہ میرے بیٹے یا اپنے بیٹے کو دے دے کہ وہ میرے پاس ودیعت کو لے آئے اور مستودع نے ایسا ہی کیا اور ودیعت ضائع ہوئی تو طالب کا مال گیا یہ تاتارخانیہ میں ہے مالک ودیعت نے مستودع سے کہا کہ میرے اس غلام کو ودیعت

---

[1] قولہ انکار یعنی کہا کہ میرے پاس تیرے شوہر فلاں کی ودیعت نہیں ہے پھر کہا کہ ہاں ودیعت تھی مگر تلف ہو گئی تو اول انکار سے ضامن ہوگا بشرطیکہ اقرار جدا گانہ کلام سے ہوا۔

دے دے اور غلام نے یہ ودیعت طلب کی اور مستودع نے اس کو نہ دی تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ مالک ودیعت نے مستودع سے پوشیدہ یہ کہہ دیا کہ جو شخص تجھے ایسی ایسی نشانی بتادے اس کو تو ودیعت دے دینا پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں مودع کا ایلچی ہوں اور یہی نشانیاں پیشکش کیں اور مستودع نے اس کی تصدیق نہ کی اور ودیعت اس کو نہ دی یہاں تک کہ ودیعت تلف ہوگئی تو اس پر ضمان نہ آئے گی یہ محیط میں ہے مودع کے ایلچی نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ میں فقط اسی کو دوں گا جو میرے پاس ودیعت لایا تھا اور کسی کو نہ دوں گا پھر ودیعت چوری ہوگئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور ظاہر مذہب کے موافق ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے اپنے شاگرد کے ہاتھ ایک کپڑا کندی گر کو بھیجا پھر کندی گر سے کہلا بھیجا کہ جو شخص تیرے پاس کپڑا دے گیا ہے اس کو وہ کپڑا نہ دینا پس اگر وہ شخص جو کندی گر کو دے آیا ہے اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کا ہے اس نے تیرے پاس بھیجا ہے تو کندی گر اس شاگرد کو دینے سے ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے یوں کہا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کا ہے اس نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ پس اگر وہ شخص جو کپڑا لایا ہے اس کے امور میں متصرف ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ اس کو دے دینے سے کندی گر ضامن نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے اور اگر اس کے کاموں میں متصرف نہ ہو تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیئے اور کہا کہ یہ درہم فلاں شخص کو کوفہ میں دے دینا پھر دینے والا مر گیا اور مستودع نے ایک شخص کو دیئے کہ یہ درہم فلاں شخص کو دے دینا پھر راستہ میں وہ درہم اس سے چھین لئے گئے تو مستودع پر ضمان نہیں ہے اور اگر دینے والا زندہ ہو تو مستودع سے ضمان لے سکتا ہے لیکن اس صورت میں نہیں لے سکتا ہے کہ جب دوسرا شخص جس کے پاس سے چھین لئے گئے ہیں مستودع کے عیال میں سے ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص کو ہزار درہم دیئے اور کہا کہ یہ درہم آج ہی کے روز فلاں شخص کو دے دینا اس نے اس روز فلاں شخص کو نہ دیئے پھر وہ ضائع ہو گئے تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ اس پر واجب[1] نہ تھا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شہر کے رہنے والے نے اپنا عمامہ راستہ کے خوف سے ایک دیہاتی کے پاس چھوڑ دیا اور کہا کہ جب میں عمامہ لینے والے کو بھیجوں تو اس کو دے دینا پھر جب عمامہ لینے والا آیا تو اس نے اس کو عمامہ نہ دیا اور خود چند روز بعد عمامہ لے کر آیا اور اپنے ایک دوست کے مکان میں رکھ دیا وہاں سے عمامہ چوری ہو گیا تو شیخ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا لیکن اگر اس نے ایلچی کی تکذیب کی ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ تو اس کا ایلچی ہے یا نہیں ہے تو اس صورت میں ضامن نہ ہوگا کیونکہ ودیعت طلب کرنے کے بعد انکار کرنے والا اقرار نہ پائے گا یہ حاوی میں ہے۔

مودع نے کہا کہ میرے جس وکیل کو چاہے دے دے پھر ایک وکیل نے اس سے طلب کی اس نے اس وکیل کو نہ دی تا کہ دوسرے وکیل کو دے تو مستودع ایک وکیل کی طلب سے انکار کی وجہ سے ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک مودع نے مستودع کے سامنے ایک شخص کو ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ وکیل چند روز بعد مستودع کے پاس پہنچا اور ودیعت طلب کی اس نے نہ دی اور پھر وہ ودیعت تلف ہوگئی تو فرمایا کہ ضامن ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ اس میں فرق ہے کہ جب مستودع کے سامنے وکیل کیا پھر انکار کیا اور جب مستودع کے پیچھے وکیل کیا اور اس نے اس کے وکیل ہونے کی تصدیق کی تو فرمایا کہ ہاں[(1)] ایسا ہی جامع میں صریح مذکور ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے زید کو کچھ مال معین دیا کہ خالد کو دے دے زید اس کو خالد کے پاس لایا اور کہا کہ فلاں شخص نے یہ مال تیرے پاس ودیعت دیا ہے اس نے قبول کر لیا پھر وکیل کو واپس دیا اور وہ تلف ہو گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے یہ فصول عمادیہ میں ہے زید نے ایک تمسک عمرو کے پاس ودیعت رکھا اور حکم کیا کہ یہ تمسک میرے

---

[1] الظاہر عن المترجم ان المراد لا فرق فیما اذا وکلہ بمحضر من المستودع و فیما اذا کلہ لغیر محضر منہ و صدقہ فی التوکیل و انما الفرق اذا لم یصدقہ فقولہ نعم یعلی بہ یضمن کافی وجہ الاول واللہ اعلم۔ (۱) یعنی آج ہی دے دینا۔

قرض دار خالد کو دے دے بشرطیکہ خالد تین مہینے گزرنے سے پہلے میرا مال مجھے دے دے پھر خالد نے تین مہینے بعد زید کو درا ہم دے دیئے پس زید عمرو کے پاس اپنا تمسک واپس لینے آیا پس اگر عمرو کو یقیناً معلوم ہے کہ خالد نے وہ تمام مال جو تمسک میں تحریر ہے پورا زید کو دے دیا ہے تو عمرو تمسک زید کو نہ دے خواہ خالد نے تین مہینے کے اندر مال ادا کیا ہو یا اس کے بعد ادا کیا کیونکہ وہ تمسک زید کو دینا گویا یا ظلم کرنے پر اعانت کرنا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی عورت نے اپنے مرض میں ایک وصیت نامہ لکھ کر سامنے ایک شخص کو دے کر حکم کیا کہ میری وفات کے بعد میرے شوہر کو دے دینا پھر وہ عورت مرض سے اچھی ہو گئی اور اپنا وصیت نامہ لینا چاہا پس اگر وصیت نامہ میں شوہر کے واسطے کچھ مال کا یا مہر وصول پانے کا اقرار ہو تو اس کو نہ دینے کا اختیار ہے اگرچہ وصیت نامہ کا کاغذ عورت ہی کی ملک ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

غلام نے اگر کسی شخص کو ودیعت دی اور غائب ہو گیا تو مالک غلام کو اختیار نہ ہوگا کہ وہ ودیعت لے لے خواہ وہ غلام تاجر ہو یا مجور ہو خواہ اس پر قرضہ ہو یا نہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ودیعت غلام کی کمائی ہے اور اگر معلوم ہو کہ غلام کی کمائی ہے تو مولیٰ کو لینے کا اختیار ہے یہ ذخیرہ میں ہے غلام مجور یا تاجر نے خواہ قرض دار ہو یا نہ ہو اگر کسی شخص کے پاس کچھ مال ودیعت رکھا پھر مر گیا تو مولیٰ اس کو واپس نہیں لے سکتا ہے مگر جس وقت معلوم ہو جائے کہ یہ مال اسی غلام کا ہے تو واپس لے سکتا ہے کذا فی الصغریٰ۔ کافی کی کتاب الودیعۃ میں لکھا ہے کہ غلام مجور نے اگر کسی کو کوئی چیز ودیعت دی پھر اس کا مالک آیا اور ودیعت طلب کی اور مستودع نے نہ دی پھر اس کے پاس تلف ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ مالک کو اس کے واپس کر لینے کا استحقاق نہیں ہے اور اس کے فوائد میں ہے کہ کسی باندی یا غلام نے کوئی شے معین بعوض ایسے مال کے خریدی جس کو اس نے اپنے مالک کے گھر میں حاصل کیا ہے اور وہ چیز کسی شخص کے پاس ودیعت رکھی حالانکہ وہ شخص اس امر سے واقف ہے پھر مولیٰ نے اس کو طلب کیا اور مستودع نے دینے سے انکار کیا یا مولیٰ نے طلب نہ کی یہاں تک کہ وہ شے اس کے پاس تلف ہو گئی تو مستودع ضامن ہوگا کیونکہ وہ شے معین مولیٰ کی ملک ہے اور ودیعت رکھنا بدوں اس کی اجازت کے واقع ہوا تو مستودع غاصب قرار دیا جائے گا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ ایک غلام ایک ٹوکری گیہوں کی بھری ہوئی کسی شخص کے گھر لایا اور وہ شخص گھر میں نہ تھا پس غلام نے اس کی بیوی کو سپرد کر کے کہا کہ یہ میرے مولیٰ فلاں شخص نے تیرے شوہر کے پاس ودیعت رکھنے کو بھیجی ہے اور پھر غلام چلا گیا پھر جب وہ شخص گھر کا مالک آیا تو اس کی عورت نے اس کو اس امر سے مطلع کیا اس نے عورت کو ملامت کی کہ کیوں قبول کی اور غلام کے مالک کے پاس کسی کو بھیج کر کہا کہ تو کسی شخص کو بھیج کر یہ ٹوکری اٹھوا لے کہ میں تیری ودیعت رکھنا قبول نہیں کرتا ہوں اس نے جواب دیا کہ چند روز یہ ٹوکری تیرے پاس ودیعت رہے گی پھر میں اٹھوا لوں گا اور تو میرے غلام کو نہ دینا پھر مولیٰ نے اس سے طلب کی اس نے کہا کہ میں کسی کو نہ دوں گا فقط اس غلام کو دوں گا جو میرے پاس اٹھا لایا ہے پھر وہ ٹوکری مع اسباب صاحب خانہ کے چوری ہو گئی یا لوٹ میں گئی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر صاحب خانہ نے اس امر کی تصدیق کی کہ وہ غلام اپنے مالک کی طرف سے اٹھا کر یہاں رکھ گیا ہے تو مولیٰ کو نہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا اور اگر تصدیق نہ کی ہو یا یہ کہا ہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ غلام کی غصب کی ہوئی یا کسی کی اس کے پاس ودیعت ہے یا اپنے مولیٰ کی بھیجی ہوئی لایا ہے اور اس امر کے دریافت کرنے کے واسطے اس نے مولیٰ کو دینے سے توقف کیا اور اسی سال میں یہ حادثہ واقع ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے۔

ساتواں باب:

ودیعت واپس کرنے کے بیان میں

اگر مستودع نے ودیعت لا کر مودع کے گھر میں رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو مستودع ضامن ہوگا اسی طرح اگر مودع کے بیٹے یا غلام یا کسی ایسے شخص کو جو اس کے عیال میں ہے ودیعت دے دی اور وہ ضائع ہوگئی تو بھی ضامن ہوگا اور قاضی امام ابو عاصمؒ عامری اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور بعض نے کہا کہ اگر مستودع نے ایسے شخص کو ودیعت دی جو مودع کے عیال میں ہے تو ضامن نہ ہوگا اور متاخرین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ جو مستودع کے عیال میں ہے واپس کی تو ضامن یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر مستودع نے اپنے ایسے بیٹے کے ہاتھ جو اس کے عیال میں نہیں ہے ودیعت واپس کر بھیجی پس اگر وہ لڑکا بالغ ہو تو مستودع ضامن ہے ورنہ نہیں کیونکہ نابالغ اگرچہ اس کے عیال میں نہ ہو لیکن اس کی تدبیر اور ولایت اسی کو حاصل ہے پس اس کے ہاتھ واپس کرنا مثل اپنے ایسے غلام کے ہاتھ واپس کرنے کے شمار ہے جس کو اس نے دوسرے کو اجارہ پر دیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ نابالغ کے ہاتھ واپس کرنے میں صرف اس صورت میں ضامن نہ ہوگا کہ جب وہ نابالغ حفاظت کرنے کو سمجھتا ہو اور چیزوں کی حفاظت کرتا ہو اور اگر حفاظت نہ کرتا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ میں نے اپنی باندی یا بیوی وغیرہ ایسے شخص کے ہاتھ جو میرے عیال میں ہے تیری ودیعت بھیج دی تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ کسی اجنبی کے ہاتھ یعنی جو اس کے عیال میں نہیں ہے ودیعت تجھ کو واپس بھیج دی اور تجھے پہنچ گئی ہے اور مالک ودیعت نے انکار کیا تو مستودع ضامن ہوگا لیکن اگر مستودع اس دعویٰ پر گواہ لا دے یا مالک ودیعت اقرار کر لے تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

غاصب کے مستودع نے اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کو واپس کر دی تو ضمان سے بری ہوگیا یہ ذخیرہ میں ہے مستودع نے اگر مودع کو ودیعت واپس کر دی پھر کوئی مستحق آیا اور ودیعت پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو مستودع پر کچھ ضمان نہ آئے گی اور اگر مودع نے مستودع کو حکم کیا کہ ودیعت میرے ایلچی کو دے دے اس نے دے دی اور وہ ایلچی کے پاس تلف ہوگئی پھر کسی مستحق نے استحقاق ثابت کیا تو مستحق کو خیار ہوگا چاہے مودع سے ضمان لے یا ایلچی سے یا مستودع سے اور یہی دونوں صورتوں[1] میں فرق ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے مودع غائب ہوگیا کہ اس کا مرنا و جینا کچھ معلوم نہیں ہے تو مستودع برابر اس کی حفاظت کرلے یہاں تک کہ اس کے مرنے کا اور وارثوں کا حال معلوم ہو کذا فی الوجیز الکردری۔ اس کو صدقہ نہ کرے گا بخلاف پڑا ہوا مال لقطہ کے حکم کے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اگر مالک ودیعت مر گیا تو اس کا وارث طلب ودیعت میں خصم قرار دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے پس اگر مالک مر گیا اور اس پر قرضہ مستغرق نہیں ہے تو وارثوں کو واپس دے اور اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو واپس دے یہ وجیز کردری میں ہے مستودع نے اگر وارث مودع کو ودیعت دے دی اور ترکہ پر قرضہ ہے تو قرض خواہوں کے واسطے ضامن ہوگا اور وارث کو دے دینے کی وجہ سے ضمان سے بری نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

---

[1] قولہ دونوں صورتوں یعنی مودع کو واپس کرنے میں اور مودع کے ایلچی کو واپس کرنے میں یہی فرق ہے۔

آٹھواں باب:

ان صورتوں کے بیان میں جن میں مودع یا مستودع ایک سے زیادہ ہوں

دو شخصوں نے ایک شخص کو درہموں یا دیناروں یا کپڑوں یا چوپاؤں یا غلاموں کی ودیعت دی پھر دونوں میں سے ایک شخص حاضر ہوا اور اپنا حق اس سے طلب کیا تو جب تک دونوں جمع نہ ہوں اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر قاضی کے سامنے اس پر نالش کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی مستودع کو اس کا حصہ دینے کا حکم نہ دے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک قاضی اس کو حکم کرے گا کہ تقسیم کر کے اس کا حصہ اس کو دے دے اور مستودع کا تقسیم کرنا غائب کے حق میں جائز[1] نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور جامع صغیر میں ہے کہ تین آدمیوں نے ایک شخص کو ودیعت دی پھر دو شخص غائب ہو گئے تو حاضر کو امام اعظمؒ کے نزدیک اپنا حصہ لینے کا اختیار نہیں ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اختیار ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مثلی اور قیمتی دونوں قسم کی چیزوں میں یہ اختلاف برابر جاری ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اختلاف کیلی و وزنی چیزوں میں جو مثلی ہیں جاری ہے اور مثلی چیزوں کے سوائے کپڑوں، چوپاؤں وغیرہ میں بالاجماع یہ حکم ہے کہ جو شخص موجود ہے وہ اپنا حصہ نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے پھر دو شخصوں کی صورت میں اگر مستودع نے ایک کا حصہ اس کو دے دیا اور وہ اس کے پاس تلف ہو گیا پھر دوسرا آیا تو اس کو اختیار ہے کہ باقی مستودع سے لے لے پس اگر مستودع کے پاس جو اس کے قبضہ میں ہے تلف ہو گیا تو بالاجماع مال امانت کا تلف ہوا یہ نیابیع میں ہے اور اگر وصول کر لینے والے کے پاس مال مقبوضہ تلف ہو گیا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ باقی مال میں شخص غائب کا شریک ہو جائے یہ غایۃ البیان میں ہے منتقی میں ہے کہ اگر مستودع نے شخص حاضر کو آدھا مال دے دیا پھر باقی اس کے پاس تلف ہو گیا پھر شخص غائب آ کر موجود ہوا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر مستودع نے بحکم قاضی دے دیا ہے تو کسی پر ضمان لازم نہ آئے گی اور اگر بدوں حکم قاضی دے دیا ہے تو موجود ہونے والے کو اختیار ہے کہ جس قدر مستودع نے دے دیا اس کا آدھا مستودع سے لے لے اور مستودع دوسرے قابض سے واپس کر لے گا یا دوسرے قابض سے جو اس نے وصول کیا ہے اس کا آدھا لے لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر دو مودعوں میں سے ایک مودع نے مستودع پر اس دعویٰ کے گواہ قائم کئے کہ تمام ودیعت میری ہے یا وقت ودیعت رکھنے کے دوسرے مودع نے اقرار کیا ہے تو گواہوں کی سماعت نہ ہوگی یہ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے اور اگر مستودع نے اس صورت میں دعویٰ کیا کہ ودیعت میرے پاس تلف ہو گئی یا مجھ سے کسی ظالم نے چھین لی ہے پس دونوں مودعوں میں سے ایک نے کہا کہ تیرے پاس کچھ ودیعت رہ گئی ہے تو بلاخلاف اس کو اس امر پر قسم لینے کا اختیار ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگرچہ دونوں میں سے ایک مودع کو ودیعت واپس لینے کا اختیار نہیں ہے لیکن قسم لینے کا اختیار ہے دو شخصوں میں ہزار درہم مشترک ہیں دونوں نے ان کو دونوں میں سے ایک پاس رکھا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنا حصہ ان میں سے لے لے اس نے لے لیا اور باقی آدھا ضائع ہو گیا تو جو آدھا اس کے شریک نے لیا ہے وہ دونوں میں مشترک ہوگا کیونکہ وہ اپنے نفس کے واسطے مقاسم نہ ہوگا اور اگر وہ نصف ضائع ہوا جو اس نے لیا ہے تو باقی شریک کے سپرد کیا جائے گا یہ محیط میں ہے دو شخصوں نے ہزار درہم ودیعت رکھے پھر ایک نے کہا کہ میرے شریک کو سو یا دو سو درہم یعنی آدھے سے کم تک کو کہا کہ دے دے پھر باقی مال ضائع ہو گیا تو شریک لینے والے کو اس قدر دے دیا جائے گا جو اس نے لیا ہے یہاں تک کہ اس کا شریک اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر کہا کہ آدھا اس کو دے دے پھر باقی آدھا اس سے ضائع ہوا

---

[1] قولہ جائز نہ ہوگا یعنی اس بٹوارہ سے دوسرا مودع اپنے دعویٰ پر باقی رہے گا جب حاضر ہو تو اپنا حق ثابت کرے اور اس بٹوارہ سے اس کا حق باطل نہ ہوگا۔

تو دوسرا اس سے جواس نے لیا ہے اس کا نصف لے لے گا یہ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اس کو اس کا حصہ دے دے اس نے دے دیا تو وہ اسی کا حصہ قرار دیا جائے گا یہاں تک کہ اگر باقی تلف ہو تو شریک اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے کذا فی المحیط۔ زید و عمرو نے خالد کو ہزار درہم ودیعت دیئے پھر خالد مر گیا اور ایک لڑکا بکر چھوڑا پھر زید نے دعویٰ کیا کہ بکر نے خالد کے مرنے کے بعد ودیعت تلف کر دی اور عمرو نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کا کیا حال ہوا پس زید نے جس نے بکر پر تلف کر ڈالنے کا دعویٰ کیا ہے اس نے خالد کو ودیعت سے بری کیا کیونکہ اس کے زعم میں خالد نے جب انتقال کیا تو ودیعت کو ویسا ہی قائم چھوڑ گیا ہے پھر اس کے بیٹے بکر نے تلف کر دی اور بکر پر ضمان کا دعویٰ کیا تو زید کی خالد کے حق میں تصدیق کی جائے گی یعنی وہ بری[1] ہو جائے گا اور بکر کے حق میں تصدیق نہ ہوگی حتیٰ کہ بکر پر اس کے نام کچھ ڈگری نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر مستودع دو اشخاص ہوں اور ودیعت ایسی چیز ہو جو تقسیم ہو سکتی ہے تو دونوں کو اختیار ہے کہ اس کو حفاظت کی غرض سے آدھی آدھی تقسیم کر لیں ☆

عمرو کے نام میت کے مال سے پانچ سو درہم کی ڈگری ہوگی کیونکہ اس کے حق میں گویا بدوں بیان ودیعت کے مستودع مر گیا ہے اور پانچ سو درہم میں زید اس کا شریک نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے زید و عمرو و بکر نے خالد کو مال ودیعت دیا اور سب نے کہا کہ جب تک ہم سب جمع نہ ہوں تب تک ہم میں سے کسی کو مال نہ دینا پھر خالد نے ان میں سے ایک شریک کا حصہ اس کو دے دیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیاساً ضامن ہوگا اور یہی قول امام اعظمؒ کا ہے اور استحساناً ضامن نہ ہوگا اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اس صورت میں اگر مستودع نے چاہا کہ میں ضمان سے بچوں تو اس کا حلیہ یہ ہے کہ جب وہ ایک شخص کو دے چکا اور دوسرا اس سے مطالبہ کرنے کو آیا تو اس سے یہ اقرار نہ کرے کہ میں نے کسی کو اس کا حصہ دے دیا ہے بلکہ اس سے کہے کہ تو سب کو حاضر کرتا کہ میں تم سب کو دے دوں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر مستودع دو اشخاص ہوں اور ودیعت ایسی چیز ہو جو تقسیم ہو سکتی ہے تو دونوں کو اختیار ہے کہ اس کو حفاظت کی غرض سے آدھی آدھی تقسیم کر لیں اور اگر ایک مستودع نے تمام ودیعت دوسرے کے سپرد کر دی اور وہ ضائع ہو گئی تو سپرد کرنے والا امام اعظمؒ کے نزدیک نصف کا ضامن ہوگا اور دوسرا کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر ودیعت ایسی چیز ہو کہ تقسیم نہیں ہو سکتی ہے تو دونوں حفاظت کے مہتمم ہوں گے اور کوئی شخص دونوں میں سے دوسرے کو سپرد کرنے سے بالاجماع ضامن نہ ہو گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے دو شخصوں کے پاس کچھ چیز ودیعت رکھی گئی پھر ایک شخص نے اس کی آدھی فروخت کر دی پھر ایک مدعی نے دعویٰ کیا تو بائع کی گواہی دوسرے کے ساتھ مل کر اس امر پر مقبول نہ ہوگی کہ شے مدعی کی ملک ہے کیونکہ بائع چاہتا ہے کہ اپنے عقد بیع کو توڑ دے یہ تاتارخانیہ میں ہے زید نے عمرو و بکر کو ایک باندی ودیعت دی پھر عمرو نے مثلاً اپنی نصف باندی مقبوضہ فروخت کر دی اور مشتری نے اس سے جماع کیا اور اس کے لڑکا پیدا ہوا پھر باندی کا مالک آیا تو امام نے فرمایا کہ مالک وہ باندی اور اس کا عقر اور لڑکے کی قیمت لے لے گا اور نقصان ولادت کے پورا کرنے میں لڑکے کی قیمت دے دینا مثل لڑکے کے دے دینے کے ہے اور اگر لڑکے کی قیمت نقصان ولادت پورا نہ ہوتا ہو تو مشتری سے لے کر نقصان پورا کر لے گا پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن اور لڑکے کی آدھی قیمت لے لے اور اگر باندی کا مالک چاہے تو بائع سے نصف نقصان لے لے اور اگر یہ امر کہ یہ باندی اسی شخص کی ہے جو حاضر ہوا ہے فقط انہیں دونوں مستودعوں کے کہنے سے معلوم ہوا ہو اور کسی طور سے ثابت نہ ہو تو ان دونوں کی گواہی اس دعویٰ پر مقبول نہ ہوگی لیکن

---

[1] قولہ بری ہو جائے گا یعنی اس کے ترکہ پر اس کی ضمان عائد نہ ہوگی اور اس کے بیٹے پر تلف کرنے کا دعویٰ بدوں دلیل کے قبول نہ ہوگا۔

باعتبار ظاہر کے باندی مشتری کی ام ولد قرار دی جائے گی اور دوسرے شریک کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر دے دے گا جیسا کہ دو شخصوں کی مشترک باندی میں ایک شخص کے ام ولد بنانے کا حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

نواں باب:

ودیعت میں اختلاف واقع ہونے اور ودیعت میں گواہی کے بیان میں

منتقی میں ہے کہ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ زید نے عمرو پر ودیعت کا دعویٰ کیا اور عمرو نے ودیعت سے انکار کیا اور زید نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے اور عمرو نے زید پر اس امر کے گواہ دیئے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میرا عمرو پر کچھ نہیں آتا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر زید اس امر کا مدعی ہے کہ ودیعت بعینہٖ عمرو کے پاس قائم[1] ہے تو جو برات عمرو کے گواہوں سے ثابت ہوتی ہے اس سے زید کا حق باطل نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع کے انکار کرنے کے بعد ودیعت رکھنے کے گواہ پیش کئے اور مستودع نے ودیعت ضائع ہونے کے گواہ پیش کئے پس اگر مستودع نے ایداع سے انکار کیا ہے مثلاً یوں کہا کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہیں دی ہے تو اس صورت میں ضامن قرار دیا جائے گا اور بعد انکار کے کہ ودیعت نہیں دی ہے پھر ضائع[2] ہو جانے کے اس کے گواہ مردود ہوں گے خواہ گواہوں نے انکار سے پہلے ودیعت ضائع ہو جانے کی گواہی دی ہو یا بعد انکار کے ودیعت ضائع ہونے کی گواہی ادا کی ہو اور اگر اس نے ودیعت سے اس طرح انکار کیا کہ تیری کچھ ودیعت میرے پاس نہیں ہے پھر ودیعت ضائع ہو جانے کے گواہ دیئے پس اگر بعد انکار کے ودیعت ضائع ہونے کے گواہ سنائے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر انکار سے پہلے ضائع ہو جانے کے گواہ سنائے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر مستودع نے مطلقاً ضائع ہونے کی گواہی دی یعنی انکار سے پہلے یا بعد ضائع ہونا کچھ بیان نہ کیا تو ضامن ہوگا اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر مستودع نے قاضی سے درخواست کی کہ مودع سے قسم لی جائے کہ میرے انکار سے پہلے ودیعت تلف نہیں ہوئی ہے تو قاضی اس سے قسم لے گا اور یہ قسم اس کے علم پر لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ودیعت میں گواہی ☆

اگر مستودع نے ودیعت سے انکار کیا پھر اس امر کے گواہ دیئے کہ میں نے بعد انکار کے ودیعت بعینہٖ واپس کر دی ہے تو گواہ قبول ہوں گے اور اگر اس امر کے گواہ دیئے کہ میں نے انکار سے پہلے ودیعت اس کو واپس کر دی ہے اور انکار کرنے میں میں نے غلطی کی یا واپس کرنا میں بھول گیا یا مجھے گمان ہوا کہ میں نے دے دی اور میں اس قول میں سچا ہوں کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہیں دی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قیاس میں اس کے یہ گواہ بھی مقبول ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے اگر مالک نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت نہیں دی ہے پھر واپس کر دینے یا ودیعت تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا تو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر یوں کہا کہ اس کی ودیعت مجھ پر نہیں ہے پھر واپس دینے یا تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید نے عمرو کو ایک غلام ودیعت دیا اور عمرو ودیعت سے مکر گیا اور وہ غلام اس کے پاس مر گیا پھر زید نے ودیعت دینے اور غلام کی انکار کے روز کی قیمت کے گواہ قائم کئے تو مستودع پر انکار کے روز کی قیمت کی ڈگری کی جائے گی اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم کو انکار کے

---

[1] قولہ قائم ہے کیونکہ اس نے امانت کا دعویٰ کیا اور براءت ضمان سے ہے حالانکہ بعینہٖ قائم ہونے کی صورت میں وہ مضمونہ نہ ہوئی تو براءت سے اس کا حق باطل نہ ہوگا۔ [2] یعنی گواہ دے کہ میرے پاس سے یہ امانت ضائع ہوگئی۔

روز کی قیمت معلوم نہیں ہے لیکن ودیعت دینے کے روز کی قیمت ہم جانتے ہیں کہ وہ قیمت اس قدر تھی تو قاضی مستودع پر اس قیمت کی ڈگری کرے گا جو بحکم ودیعت غلام پر قبضہ کرنے کے روز غلام کی قیمت تھی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مستودع نے کہا کہ میں نے ودیعت تجھ کو دے دی ہے پھر چند روز کے بعد کہا کہ میں نے تجھ کو ودیعت نہیں دی بلکہ وہ میرے پاس ضائع ہوگئی ہے تو مستودع ضامن ہوگا اور اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور خانیہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت ضائع ہوگئی پھر اس کے بعد کہا بلکہ ودیعت میں نے تجھے واپس کر دی ہے اور پہلے قول میں مجھے وہم ہوا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور وہ ضامن ہوگا کذافی البدائع۔

مودع کا مستودع کا قول توڑنے کے لئے دو روز تک موجود ہونا ثابت کرنے کا بیان ☆

اگر مستودع نے کہا کہ دس روز ہوئے کہ ودیعت ضائع ہوگئی اور مودع نے گواہ قائم کئے کہ دو روز ہوئے کہ اس کے پاس موجود تھی پس مستودع نے کہا کہ ودیعت میرے ہاتھ آ گئی تھی پھر ضائع ہوگئی تو دفعیہ[1] اس کی طرف سے قبول ہوگا یہ ملتقط میں لکھا ہے اور اگر نالش دائر ہونے پر اس نے کہا کہ اس کی ودیعت میرے پاس نہیں ہے پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے اس ودیعت کو پایا تھا پھر وہ ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں لکھا ہے یعنی اول تو اس نے انکار کیا کہ میرے پاس اس کی کچھ ودیعت ہی نہ تھی حالانکہ مطالبہ ہو چکا تو ضامن ہوگیا پھر اقرار کرنے سے امانت عود نہ کرے گی اس واسطے کہ وہ امین نہیں رہا ہے فافہم ام۔ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے پاس ہزار درہم ودیعت ہیں پھر کہا کہ میرے اقرار سے پہلے وہ ضائع ہو گئے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اس کے ہزار درہم میرے پاس تھے پھر ضائع ہو گئے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اس پر ضمان لازم نہ آئے گی اور اگر کہا کہ اس کے ہزار درہم میرے پاس ودیعت تھے کہ وہ ضائع ہو گئے اور تمام کلام ملا کر بولا تو استحساناً اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور تقدیر اس مسئلہ کی یوں ہوگی کہ اس کے ہزار درہم میرے پاس تھے پھر وہ ضائع ہوئے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ کیونکر جاتی رہی تو قسم سے اس کا قول قبول ہوگا اور اس پر ضمان نہ آئے گی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ ملتقط میں لکھا ہے اور اگر پہلے ہی کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ ودیعت میرے گھر سے جاتی رہی اور میرے مال میں سے کچھ نہیں گیا تو قسم سے اس کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے ایک شخص کو درہم اس واسطے دیئے کہ ان کی طرف سے خراج دے دے اس نے درہم لے کر رومال میں باندھ کر آستین میں رکھ لئے اور مسجد میں گیا اور درہم جاتے رہے اور یہ نہیں معلوم کہ کیونکر جاتے رہے اور قوم کے لوگ اس کی تصدیق نہیں کرتے ہیں تو شیخ نے فرمایا کہ اس کا قول قبول نہ ہوگا جب تک کہ جاتے رہنے کی کیفیت بیان نہ کرے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے کو کوئی شے معین ودیعت دی پھر مستودع نے اس کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا اور مودع نے اس کی تکذیب کی اور قسم لینی چاہی اس نے قسم سے نکول کیا تو قسم سے نکول کرنے سے اس شے معین کے باقی ہونے کا اقرار قرار دیا جائے گا اور مستودع قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کو ظاہر کرے یا یہ ثابت کر دے کہ وہ باقی نہیں رہی یہ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم ودیعت لئے اور وہ ضائع ہوگئے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے ان کو غصب کر لیا تو

---

[1] قولہ دفعیہ یعنی مودع نے مستودع کا قول توڑنے کے لئے دو روز تک موجود ہونا ثابت کیا تو مستودع کے کلام میں تناقض ہوتا تھا پس مستودع نے اس کے دفعیہ میں کہا کہ ہاں لیکن بات ہوئی کہ پھر ضائع ہوگئی تو دفعیہ مقبول ہے۔

مقر ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ تو نے مجھے دیئے اور ودیعت رکھے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے بطور غصب کے لئے تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر مستودع نے کہا کہ یہ درہم ودیعت تھے اور مودع نے کہا بلکہ قرض تھے تو ضامن نہ ہوگا کذا فی الوجیز کردری اگر مستودع نے کہا کہ کچھ درہم ضائع ہو گئے یا کچھ درہم تو نے مجھے قرض دیئے تو اس کی مقدار بیان کرنے میں قسم کے ساتھ مستودع کا قول قبول ہوگا یہ ینابیع میں ہے زید نے عمرو کو ہزار درہم ودیعت دیئے اور ہزار درہم قرض دیئے پھر زید کو عمرو نے ہزار درہم دیئے اور کہا کہ یہ تیرا قرض ہے اور ودیعت ضائع ہوگئی تو قسم سے اس کی تصدیق کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کہا کہ میرے تیرے پاس ہزار درہم ودیعت تھے تو نے مجھے دے دیئے اور مقرلہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے وہ تو میرے ہیں تو مقرلہ کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت تلف ہوگئی یا میں نے تجھے واپس کر دی اور مالک نے کہا کہ بلکہ تو نے ودیعت تلف کر دی تو مستودع کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر مستودع نے کہا کہ میرے بلاحکم تلف کر دی گئی اور مالک نے کہا کہ بلکہ تو نے یا تیرے سوا دوسرے نے تیرے حکم سے تلف کر دی ہے تو بھی مستودع کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر مالک اور مستودع کے وارثوں میں اختلاف ہوا مالک نے کہا کہ مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا بیان نہ کیا پس ودیعت اس کے ترکہ میں قرضہ ٹھہری اور وارثوں نے کہا کہ جس دن مستودع مرا ہے اس دن ودیعت بعینہٖ قائم تھی اور معروف تھی پھر اس کے مرنے کے بعد تلف ہوگئی تو مالک کا قول قبول ہوگا اور یہی صحیح ہے کذا فی الذخیرہ۔ میت کے مال سے ضمان دینی واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مستودع کے وارثوں نے کہا کہ مستودع نے اپنی زندگی میں ودیعت واپس کر دی تھی تو بدوں گواہوں کے قول قبول نہ ہوگا اور مستودع کے مال میں ضمان واجب رہے گی کیونکہ مستودع مجہول چھوڑ کر مر گیا ہے پھر اگر وارثوں نے اس امر کے گواہ قائم کئے کہ مستودع نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ میں نے ودیعت واپس کر دی ہے تو قبول[1] ہوں گے اور اگر مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا اور وارث نے اس کی زندگی میں ودیعت ضائع ہو جانے کا دعویٰ کیا تو وارث کا قول قبول نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے جامع میں لکھا ہے کہ اگر مستودع نے مالک سے کہا کہ تو نے اپنی کچھ ودیعت وصول کر لی ہے پھر مستودع مر گیا اور باقی معلوم نہیں ہے اور مالک نے کہا کہ میں نے کچھ وصول نہیں کی اور مستودع کے وارثوں نے کہا کہ تو نے نوسو درہم وصول کر لئے اور سودرہم باقی ہیں تو وارثوں کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور مالک مال سے کہا جائے گا کہ تجھ کو ضرور کچھ وصول کر پانے کا اقرار کرنا لازم آیا اور پھر باقی کے واسطے قسم کھانا لازم ہے کہ واللہ جس قدر وارث کہتے ہیں اس قدر میں نے وصول نہیں پایا کیونکہ مالک ودیعت کے وصول پانے کا اقرار مستودع سے جائز ہے کیونکہ مستودع اس کی طرف سے امین قرار پایا ہے اور اسی واسطے اگر اس نے یوں اقرار کیا کہ مالک ودیعت نے تمام ودیعت وصول کر لی ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے تو یہ اقرار مذکور بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگا پھر مالک اور مستودع کے وارثوں میں مقدار مقبوض میں اختلاف واقع ہوا کیونکہ اس نے شے مجہول کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہے پس اسی نے مجمل کر دیا تو بیان کرنے میں اسی کا قول لیا جائے گا کذا فی محیط السرخسی۔

پس اگر اس نے کہا کہ سودرہم وصول کئے ہیں اور وارثوں نے کہا کہ نوسو درہم وصول کئے ہیں تو قسم سے مالک کا قول قبول

---

[1] قولہ قبول ہوں گے اس واسطے کہ اس گواہی سے ثابت ہوگیا کہ مستودع نے ودیعت مجہول نہیں چھوڑی پس ضمان نہ رہی حتیٰ کہ اگر مستودع کے اقرار مذکور کے گواہ نہ ہوں بلکہ وارث دعویٰ کرے کہ ودیعت اس کی حیات میں ضائع ہوئی اور گواہ بھی گواہی دیں تو بھی ضمان واجب ہے اس واسطے کہ مستودع نے جب تجہیل کی تو ضامن ہوگا۔

ہوگا کیونکہ وہ زیادتی کا منکر ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر مالک نے مستودع کی زندگی یا اس کے مرنے کے بعد کہا کہ میں نے بعض ودیعت وصول کر لی تو قسم کے ساتھ مقدار بیان کرنے میں اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر مستودع نے اپنی زندگی میں کہا کہ میں نے مالک ودیعت کو ودیعت دے دی مگر اس میں سے کچھ اپنی زندگی میں خرچ کر دی یا تلف کر دی تو اس کی مقدار بیان کرنے میں قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا یہ ینابیع میں ہے اگر مودع کے مرنے کے بعد کہا کہ میں نے ودیعت کو وصی کو واپس کر دی تو قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ودیعت مستودع کے پاس سے غصب کی گئی اور تلف ہوئی اور مالک نے غاصب سے ضمان لینی چاہی اور مستودع نے کہا کہ اس نے مجھے واپس کر دی اور وہ میرے پاس تلف ہوئی اور مالک نے کہا بلکہ غاصب کے پاس تلف ہوئی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر مستودع نے کہا کہ میں نے ایک اجنبی شخص کے پاس ودیعت رکھ دی تھی پھر اس نے مجھے واپس دی پھر وہ میرے پاس تلف ہوئی اور مودع اس قول میں اس کی تکذیب کرتا ہے تو مودع کا قول قبول ہوگا اور مستودع پر ضمان لازم آئے گی کیونکہ اس نے اپنے اوپر ضمان واجب ہونے کا اقرار کیا پھر ضمان سے برات کا دعویٰ کیا تو بدوں گواہ قائم کرنے کے اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور جب اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو ضمان سے بری ہو جائے گا کیونکہ ضمان واجب ہونے کا سبب دور ہونے پر اس نے گواہ قائم کر کے ثابت کر دیا اسی طرح اگر مستودع نے کہا کہ میں نے کسی اجنبی کے ہاتھ تیرے پاس ودیعت بھیج دی اور مودع منکر ہے تو بھی مودع کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو ودیعت دی اور غائب ہو گیا پھر آ کر ودیعت طلب کی پس مستودع نے کہا کہ تو مجھے حکم دے گیا تھا کہ اس کو تیرے اہل و اولاد پر خرچ کر دوں اور میں نے انہیں لوگوں پر خرچ کر دی اور مالک ودیعت کہتا ہے کہ میں نے تجھے ایسا حکم نہیں دیا تھا تو مالک ودیعت کا قول قبول ہوگا اور مستودع ضامن ہوگا کذا فی المحیط اسی طرح اگر کہا کہ تو نے مجھے یہ حکم کیا تھا کہ اس کو مسکینوں پر خرچ کر دے یا فلاں شخص کو ہبہ کر دے اور مالک نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے مستودع نے اگر مال ودیعت سے مودع کا قرضہ ادا کر دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ قرضہ جنس ودیعت سے ہو اور بعض نے کہا کہ ضامن نہ ہوگا اور اسی کو بعض نے اختیار کیا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک مستودع نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ ودیعت فلاں شخص کو دے دوں اور مالک نے تکذیب کی تو ضامن ہوگا لیکن اگر گواہ لائے یا قسم کھلائے[1] تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع کو حکم دیا کہ ودیعت فلاں شخص کو دے دے اس نے کہا کہ میں نے اسی شخص کو دے دی اور اس نے کہا کہ مجھے نہیں دی ہے اور مالک نے کہا کہ تو نے اس کو نہیں دی تو مستودع کی ضمان سے بری ہونے کے واسطے مستودع کا قول قبول ہوگا اور اس شخص پر ضمان واجب ہونے کے بارہ میں مستودع کا قول قبول نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ زید نے عمرو کو ہزار درہم ودیعت دیئے پھر کہا کہ میں نے خالد کو یہ درہم تجھ سے وصول کرنے کا حکم کیا اور پھر خالد کو اس امر سے منع کر دیا پس مستودع نے کہا کہ خالد میرے پاس آیا تھا میں نے اس کو یہ درہم ودیعت کے دے دیئے ہیں اور خالد نے کہا کہ میں عمرو کے پاس نہیں گیا تھا اور نہ میں نے یہ درہم اس سے وصول کئے ہیں تو زید ان درہموں کی ضمان سے بری ہے کذا فی المحیط زید نے مستودع پر جس کا نام عمرو ہے یہ گواہ قائم کئے کہ مالک ودیعت خالد نے مجھے عمرو سے ودیعت وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور

---

[1] یعنی مالک سے قسم لے اور وہ قسم سے انکار کرے تو ضامن نہ ہوگا فافہم واللہ اعلم۔

وکالت کا کوئی وقت بیان کیا[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر رب الودیعۃ نے کہا کہ میں نے تجھے ایک غلام و ایک باندی ودیعت دی تھی اور مستودع نے کہا کہ فقط تو نے ایک باندی ودیعت دی تھی اور وہ ہلاک ہوگئی اور مالک ودیعت نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو مستودع ضامن ہوگا اور اس کو غلام کی قیمت دینی پڑے گی شیخ نے فرمایا کہ قاضی صرف اس وقت گواہوں کی گواہی قبول کر کے قیمت غلام کی ڈگری کرے گا کہ جب گواہوں نے غلام کا حلیہ قاضی کے سامنے خوب ظاہر کیا ہو اور قاضی ایسے غلام کی قیمت پہچانتا ہو اور اگر قاضی نہ پہچانتا ہو تو مدعی سے اس کی قیمت کے گواہ طلب کرے گا اور اگر گواہوں نے غلام کے حلیہ اور اوصاف بیان نہ کئے صرف یوں گواہی دی کہ اس نے ایک غلام ودیعت رکھا تھا تو قاضی ان کی گواہی قبول نہ کرے گا یہ محیط میں ہے اگر زید کے پاس عمرو نے ایک باندی ودیعت رکھی اور بکر نے ایک غلام ودیعت رکھا پھر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ باندی میری ہے اور غلام دوسرے کا ہے اور زید نے کہا کہ تم دونوں نے مجھے صرف یہی باندی ودیعت دی ہے تو اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ مجھے ہر ایک نے صرف آدھی ہی باندی ودیعت دی ہے اور فتاویٰ اہل خوارزم میں لکھا ہے کہ عمرو نے زید کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا اور بکر نے ایک باندی ودیعت رکھی پھر ہر ایک نے غلام کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے باندی ودیعت رکھنے سے انکار کیا اور زید نے خاص ایک کے واسطے باندی کا اقرار کیا اور جس کے واسطے اقرار کیا اس نے زید کی تصدیق کی اور زید نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں رہا کہ تم دونوں میں سے کس نے میرے پاس غلام ودیعت رکھا ہے یہ میں جانتا ہوں کہ تم دونوں میں سے کسی نے رکھا ہے تو باندی اس مقرلہ کو دی جائے گی اور غلام دونوں میں مشترک رہے گا پھر مستودع سے ہر ایک کے واسطے اس طور سے قسم لی جائے گی کہ واللہ اس نے یہ غلام میرے پاس ودیعت نہیں رکھا ہے پھر دونوں کو غلام کی قیمت ڈانڈ دے گا کہ دونوں باہم برابر تقسیم کر لیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک ضمانت کا مختلف اشخاص کے پاس ادل بدل کر جانا اور تلف ہو جانا ☆

ایک شخص کے پاس ایک باندی و ہزار درہم ہیں اس سے دو شخصوں نے ہر ایک نے کہا کہ میں نے تجھے یہ باندی ودیعت دی ہے اور مستودع نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں رہا کہ یہ باندی تم دونوں میں سے کس کی ہے اور دونوں کے واسطے قسم کھانے سے انکار کیا تو ہزار درہم اور وہ باندی دونوں میں برابر مشترک ہوگی اور مستودع ہزار درہم اور باندی کی قیمت دونوں کو ڈانڈ دے گا کہ باہم برابر تقسیم کر لیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت ہبہ کر دی یا میرے ہاتھ فروخت کر دی ہے اور مالک ودیعت نے انکار کیا پھر وہ ودیعت تلف ہوگئی تو مستودع ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے زید نے عمرو کو کچھ درہم ودیعت دیئے پھر ایک شخص خالد آیا اور عمرو سے کہا کہ مجھے زید نے ایلچی بنا کر بھیجا ہے کہ تو مجھے ودیعت دے دے اور عمرو نے دے دی وہ اس کے پاس تلف ہوگئی پھر زید آیا اور اس نے اس بات سے انکار کیا تو عمرو ضامن ہوگا پھر اگر عمرو نے خالد کے ایلچی ہونے کی تصدیق کی ہو اور اس پر ضمان کی شرط نہ کی ہو یوں ہی ودیعت اس کو دے دی ہو تو عمرو اس سے کچھ نہیں واپس لے سکتا ہے اور اگر اس کے ایلچی ہونے کی تکذیب کی ہو اور باوجود اس کے ودیعت اس کو دے دی یا نہ تصدیق کی ہو نہ تکذیب کی ہو اور باوجود اس کے ودیعت اسے

---

[1] قولہ بیان کیا...... اصل عربی کے نسخے یہاں غلط ہیں اور اصل فتاویٰ قاضی خان سے مسئلہ کی تصحیح یہ ہے کہ اگر زید نے مستودع پر جس کا نام عمرو ہے گواہ قائم کئے کہ مالک ودیعت نے مجھے اس مستودع سے ودیعت وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور وکالت کی تاریخ بیان کی تو مثلاً ماہ رمضان ۴۲۵ھ پھر مستودع عمرو نے زید پر گواہ قائم کئے کہ مالک نے اس کو وکالت سے خارج کر دیا ہے تو مستودع کے گواہ قبول ہوں گے اور اسی طرح اگر مستودع نے گواہ دیئے کہ وکالت کے گواہ غلام ہیں تو بھی مستودع کے گواہ قبول ہوں گے کذا فی فتاویٰ قاضی خان یعنی زید نے اپنی وکالت پر جو گواہ قائم کئے یہ غلام ہیں تو ان کی گواہی جائز نہیں

دے دی ہو یا تصدیق کی ہو اور ضمان کی شرط لے کر ودیعت دی ہو تو ان سب صورتوں میں عمرو خالد سے واپس لے سکتا ہے اور شرط ضمان کی اس مقام پر یہ صورت ہے کہ عمرو مثلاً خالد سے یوں کہے کہ میں جانتا ہوں کہ زید کا ایلچی ہے مگر مجھے اس امر کا خوف ہے کہ زید آ کر ایلچی بھیجنے سے انکار کر جائے اور مجھ سے ڈانڈ لے لے پس آیا تو اس امر کا ضامن ہوتا ہے کہ جو تو مجھ سے لیتا ہے وہ مجھے دے پس اگر اس نے کہا کہ ہاں تو کفالت بالدین کہ جس کی اضافت سبب وجوب کی جانب ہے حاصل ہو گئی اور یہ جائز ہے تو مستودع بحکم کفالت اس ایلچی یعنی خالد سے واپس لے سکے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر مستودع نے کہا کہ میں نے ودیعت ایسے شخص کے ہاتھ جو میرے عیال میں ہے تجھے واپس کر دی ہے اور مودع نے اس کی تکذیب کی تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تانبے کے برتن ودیعت رکھے پھر کچھ دن بعد واپس لئے اس نے چھ برتن واپس دیئے اور مالک نے کہا کہ سات تھے سات واں کہاں ہے مستودع نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں رہا کہ سات دیئے تھے یا چھ تھے اور نہیں معلوم کہ میرے پاس ضائع ہو گیا ہے یا نہیں اور کبھی کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ تیرے پاس سے کوئی ایلچی آ کر لے گیا ہے یا نہیں تو آیا ضامن ہوگا یا نہیں پس شیخ نے فرمایا کہ نہیں ضامن ہوگا کیونکہ اس نے ضائع ہونے کا اقرار نہیں کیا پس دونوں باتوں میں کچھ تناقض نہیں ہے یہ فتاویٰ نسفی میں ہے زید کے عمرو کے پاس ہزار درہم ودیعت ہیں اور ہزار درہم زید کے اس پر قرض ہیں پھر مستودع نے اس کو ہزار درہم دیئے پھر چند روز بعد دونوں میں اختلاف پڑا مالک مال نے کہا کہ میں نے ودیعت لے لی ہے اور قرضہ تجھ پر بحالہ باقی ہے اور مستودع نے کہا کہ میں نے تجھے قرض ادا کر دیا ہے اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مستودع کا قول قبول ہوگا کیونکہ جو ہزار واپس کئے ہیں انہیں دونوں میں اختلاف ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ تو مالک کو پہنچ گئے خواہ کیسے ہی ہوں ہاں تلف شدہ ہزار درہم میں دونوں کا اختلاف ہے کہ مالک دعویٰ کرتا ہے کہ تو نے قرض لئے اور مستودع کہتا ہے کہ میرے پاس ودیعت تھے اور ایسی صورت میں مدعی ودیعت کا قول قبول ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

دسواں باب:

متفرقات کے بیان میں

ودیعت ایک غلام یا باندی ہے اور اس نے مستودع کو قتل کیا تو قتل عمد میں اس سے قصاص لیا جائے گا اور قتل خطا میں وہ غلام یا باندی دے دی جائے گی یا اس کا فدیہ دیا جائے گا اور اگر ام ولد یا مدبر ہو تو مولیٰ اس کی قیمت ڈانڈ دے گا اگر مستودع نے کہا کہ مجھے ودیعت دی فلاں شخص نے بلکہ فلاں شخص نے تو ودیعت دوسرے کو ملے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص کے دوسرے پر سو درہم قرضہ ہیں اور قرض دار کے اس شخص کے پاس سو درہم ودیعت ہیں اس نے کہا کہ بعوض قرضہ کے میں نے بدلا کر دیئے پس اگر دراہم اس کے ہاتھ میں موجود ہوں یا اس قدر قریب ہوں کہ اس پر قبضہ کر سکتا ہے تو جائز ہے اور بدلا ہو جائے گا اور اگر قریب نہ ہوں تو بدلا نہ ہوگا تاوقتیکہ دوبارہ رجوع کر کے قبضہ نہ کرے یہ خلاصہ میں ہے اگر مستودع نے ودیعت سے انکار کیا پھر مودع کے پاس اس کے مثل رکھا تو مودع کو روا ہے کہ اپنی ودیعت کے عوض جس سے مکر گیا ہے اس کے بدلے اس کو داب رکھے اسی طرح اگر اس پر مال قرضہ ہو اور انکار کر گیا پھر قرضہ کے مثل قرض خواہ کے پاس ودیعت رکھی تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر اس کے حق کی غیر جنس اس نے اس کے پاس ودیعت رکھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو داب رکھنے کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مودع نے اس کو قسم دلائی تو اس طرح

قسم کھا جائے کہ تیرا مجھ پر کچھ نہیں ہے اور یوں قسم نہ کھائے کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہیں دی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید کے ہزار درہم عمرو کے پاس ودیعت ہوں اور بکر کے زید پر ہزار درہم قرضہ ہوں تو بکر کو روا ہے کہ جب قابو پائے تو عمرو سے ودیعت کے درہم لے لے اگرچہ عمرو کو اختیار نہیں ہے کہ بکر کو ہزار درہم ادائے قرضہ میں دے دے یہ شاہان میں ہے۔

اگر زید نے عمرو کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر زید نے وہ غلام عمرو کو ہبہ کر دیا حالانکہ غلام حاضر نہ تھا اور عمرو نے ہبہ قبول کیا تو جائز ہے اور ودیعت کا قبضہ ہبہ کے قبضہ کا نائب ہوگا اور عمرو فقط ہبہ قبول کرنے سے اس غلام پر قابض قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر ازسرنو قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مر جائے تو موہوب لہ کا مال گیا اور اگر زید ہبہ سے رجوع نہ کرے تو کفن اس کا عمرو پر دینا لازم آئے گا پھر اگر خالد نے اس غلام میں اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو خیار ہوگا کہ چاہے زید سے ضمان لے یا عمرو سے ضمان لے پھر اگر خالد نے عمرو کے غلام پر ازسرنو قبضہ کرنے سے پہلے عمرو سے ضمان لے لی تو عمرو اس کے مثل زید سے واپس لے سکتا ہے اور اگر خالد کے عمرو سے ضمان لینے سے پہلے عمرو نے اس پر ازسرنو قبضہ کر لیا ہو تو عمرو زید سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ زید کے ہزار درہم عمرو کے پاس ودیعت ہیں اور عمرو کے ہزار درہم زید پر قرضہ تھے پس زید نے کہا کہ یہ درہم اس مال کا بدلا ہیں جو تیرا مجھ پر آتا ہے پھر ہنوز عمرو واپس ہو کر اپنے مکان میں نہ گیا تھا کہ ان درہموں پر جدید قبضہ کر لے کہ وہ درہم تلف ہو گئے تو یہ زید کا مال گیا اور اصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عمرو کا قبضہ ان درہموں پر قبضہ ودیعت تھا اور قبضہ ودیعت قبضہ امانت ہے وہ قبضہ ضمان کا نائب نہیں ہوتا ہے اور قرضہ کے ادا میں قبضہ ضمان ہے پس فقط بدلا کرنے سے بدوں قبضہ واقع ہونے کے بدلا تمام نہ ہوگا تاوقتیکہ جدید قبضہ ثابت نہ ہو اور جدید قبضہ یہاں نہیں پایا گیا ہکذا فی المحیط بتغیر یسیر زائد۔ اگر کسی شخص کی ودیعت کو کسی نے تلف کر دیا تو مستودع اس سے مخاصمہ کر سکتا ہے اور قیمت ڈانڈ لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کسی شخص کے پاس ودیعت یا عاریت یا بضاعت ہو اور اس کے پاس سے کسی نے غصب کر لی تو وہ غاصب کا خصم ہمارے نزدیک ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے پاس ایک باندی ودیعت رکھی اس سے ایک شخص نے غصب کر لی اور باندی اس کے پاس سے بھاگ گئی تو مستودع کو اختیار ہے کہ غاصب سے بحکم قاضی یا بلاحکم قاضی باندی کی قیمت ڈانڈ لے اور وہ قیمت مستودع کے پاس امانت رہے گی پھر اگر باندی ظاہر ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے باندی لے لے یا اس کی قیمت لے لے پس اگر اس نے باندی لے لی تو غاصب نے جو مستودع کو دیا ہے اس سے واپس لے لے گا بشرطیکہ وہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہوا ہو تو اس کے مثل واپس لے گا پس اگر مال ضمان یعنی قیمت باندی کی تلف ہو گئی ہو اور غاصب نے مستودع سے اس کے مثل واپس لی تو مستودع اسی قدر مالک سے لے لے گا اور اگر مستودع نے غاصب سے قیمت وصول پانے کا اقرار کیا اور یہ امر صرف اس کے اقرار سے ثابت ہوا تو غاصب قیمت سے بری ہو گیا پھر اگر باندی ظاہر ہوئی اور مولیٰ نے اس کا لے لینا اختیار کیا تو اس کو یہ اختیار ہوگا اور غاصب مستودع سے وہ قیمت واپس کر لے گا جو مستودع نے اس سے لے لی ہے بشرطیکہ قائم ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو تو اس کے مثل واپس لے گا اور مستودع باندی کے مالک سے واپس نہیں لے سکتا ہے بسبب اس کے کہ عہدہ[1] اسی کے ساتھ لاحق ہوا ہے یہ ذخیرہ میں ہے زید نے عمرو کے پاس کچھ ودیعت رکھی اور وہ ضائع ہوئی پھر زید نے طلب کی تو عمرو نے کہا کہ وہ ضائع ہو گئی اور زید نے انکار کیا اور عمرو سے قسم طلب کی اس نے قسم سے نکول

---

[1] قولہ عہدہ کیونکہ قیمت وصول پانے کا خود مقر ہوا ہے۔

کیا اور دینار زید کو دیئے پھر وہ ودیعت خالد کے ہاتھ میں ظاہر ہوئی اور مستودع نے اس سے خصومت کر کے لینی چاہی تو دیکھا جائے گا کہ سو دینار کا دینا کس کے قول پر تھا پس اگر زید نے کہا تھا کہ ودیعت کی قیمت سو دینار تھی اور اس پر گواہ قائم کئے تھے تو خالد سے خصومت کرنے کا استحقاق عمرو کو ہوگا لیکن عمرو کو اختیار ہوگا کہ جب وہ ودیعت خالد سے پائے تو زید کو دے کر اپنے سو دینار واپس کر لے کیونکہ اتنی قیمت میں لینے پر وہ راضی نہ تھا اور اگر مستودع نے کہا ہو کہ ودیعت کی قیمت سو دینار تھی اور اس پر قسم کھالی ہو تو اس وقت خصومت کا اختیار زید کو حاصل ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

اگر مالک کے پیٹھ پیچھے مستودع نے ودیعت کی اصلاح میں کچھ خرچ کیا حالانکہ قاضی نے حکم نہیں دیا تھا تو مستودع احسان کرنے والا شمار ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر اس مسئلہ میں مستودع نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا تو قاضی اس سے اس امر کے گواہ طلب کرے گا کہ یہ مال عین اس کے پاس ودیعت ہے اور اس کا مالک غائب ہے پھر جب اس امر کے گواہ پیش کئے پس اگر وہ ودیعت ایسی چیز ہے کہ کرایہ پر دی جائے اور اس کا کرایہ اس ودیعت پر خرچ کیا جائے تو قاضی مستودع کو حکم دے دے گا کہ ایسا کرے اور اگر ودیعت کرایہ پر دینے کے لائق نہ ہو تو قاضی مستودع کو حکم دے گا کہ اپنے مال سے ایک دو تین روز تک اس امید پر خرچ کرے کہ شاید اس کا مالک حاضر ہو جائے اور اس سے زیادہ مدت تک مستودع کو اپنے مال سے خرچ کرنے کا حکم نہ کرے گا بلکہ یہ حکم دے گا کہ اس کو فروخت کر کے اس کا ثمن اپنے پاس ودیعت رکھے اور حاصل یہ ہے کہ قاضی مستودع کو ایسے فعل کا حکم دے گا کہ جو مالک ودیعت کے حق میں بہتر ہو اور اگر قاضی نے پہلے ہی مرتبہ مرافعہ میں مستودع کو ودیعت فروخت کرنے کا حکم دے دیا تو بھی جائز ہے اور جس قدر مستودع نے ودیعت پر بحکم قاضی خرچ کیا ہے وہ مالک ودیعت پر قرضہ ہوگا کہ جب وہ حاضر ہوگا تو مستودع اس سے ضمان لے لے گا مگر ہاں چوپایہ کی قیمت سے زیادہ نہیں لے سکتا ہے بقدر قیمت چوپایہ کے لے لے گا اور اگر غلام ودیعت پر خرچ کیا ہو تو غلام کی قیمت سے زیادہ خرچہ بھی لے لے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے پچاس درہم قرض مانگے اس نے ساٹھ درہم غلطی سے دے دیئے پس اس شخص نے دس واپس کرنے کی غرض سے نکال لے اور چلا اور راستہ میں یہ درہم تلف ہو گئے تو دس کے پانچ چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اس قدر قرض ہے اور باقی ودیعت تھی کذافی السراج الوہاج اور یہی اصح ہے کذافی التاتارخانیہ اور اسی طرح اگر باقی درہم اس طور سے تلف ہوئے تو ان کے پانچ چھٹے کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید کے عمرو پر پچاس درہم آتے تھے اس نے ساٹھ درہم غلطی سے اس کو ادا کئے پھر جب زید کو معلوم ہوا تو اس نے دس درہم واپس کرنے کی غرض سے نکالے وہ تلف ہو گئے تو دس کے پانچ چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسی قدر مضمون تھے اور باقی امانت میں تھے یہ وجیز کردری میں ہے زید سے عمرو نے بیس درہم قرض مانگے اس نے سو درہم دیئے اور کہا کہ اس میں سے بیس درہم قرض لے لے اور باقی تیرے پاس ودیعت ہیں اس نے ایسا ہی کیا پھر وہ بیس درہم انہی سو درہم میں دوبارہ ملا دیئے پھر رب المال نے اس کو چالیس درہم دیئے اور کہا کہ ان کو انہی درہموں میں ملا دے اس نے ایسا ہی کیا پھر سب درہم ضائع ہو گئے پس سوائے چالیس کے باقی کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص کو دس درہم دیئے اور کہا کہ پانچ درہم تو قرض لے لے اور پانچ درہم تیرے پاس ودیعت ہیں پھر وہ ضائع ہو گئے تو پانچ درہم قرض کا ضامن ہوگا ودیعت کا ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قرضہ تھے پس قرض دار نے دو ہزار درہم اس کو دے کر کہا کہ ہزار درہم

تیرے قرضہ کی ادا میں ہیں اور ہزار درہم تیرے پاس ودیعت ہیں اس نے دونوں ہزار پر قبضہ کرلیا پھر سب ضائع ہو گئے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قرض خواہ نے اپنا قرضہ وصول پایا اور کچھ ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی کو ہزار درہم اس واسطے دیئے کہ دس درہم ماہواری اجرت پر مال کے مالک کے واسطے خرید وفروخت کرے پھر وہ شخص مرگیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ اس نے کیا کیا اور اس نے کچھ غلام اور کپڑے چھوڑے تو کل مال میت کے مال میں قرضہ قرار دیا جائے گا اسی طرح اگر کوئی زمین مزارعت پر دی اور بیج دونوں کی طرف سے ٹھہرایا ایک طرف سے ٹھہرا پھر کاشتکار مرگیا حالانکہ کھیتی کاٹ لی یا کھلیان میں ہے اور اس کے مرنے کے بعد حال معلوم نہ ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ جس دن وہ مرا ہے اس دن کے حساب سے کھیتی کی قیمت یا مرنے کے روز جس قدر اناج اس کے قبضہ میں تھا اس کی قیمت میت کے مال پر قرضہ قرار دی جائے گی یہ ینابیع میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے کچھ مال اس غرض سے دیا کہ بضاعت میں میرے واسطے کوئی چیز خریدے...... ☆

ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم ودیعت دیئے پھر مالک ودیعت نے یہی درہم ودیعت کے مستودع کو قرض دیئے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ دراہم ودیعت ہونے سے خارج نہ ہوں گے تاوقتیکہ مستودع کے ہاتھ میں آ کر قبضہ جدید نہ ہو جائے حتیٰ کہ اگر اس کے دوبارہ قبضہ میں آنے سے پہلے یہ درہم تلف ہو جائیں تو ضامن نہ ہوگا اور ہر چیز کا جو دراصل امانت میں ہو اور ایسا واقع ہو یہی حکم ہے اسی طرح اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ مجھے خرید وفروخت کرنے کی اجازت دے دے کیونکہ وہ امانت دار ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ابراہیمؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر سو درہم ہیں اور مطلوب نے طالب کو دو سو درہم دیئے اور کہا کہ یہ تیرا مال ہے تو لے لے اس نے لے لئے اور ضائع ہو گئے حالانکہ لینے والے کو یہ نہیں معلوم کہ کس قدر تھے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اس پر کچھ ضمان نہ ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس پر سو درہم واجب ہوں گے یہ محیط میں ہے ایک شخص کے پاس ہزار درہم بضاعت کے خرید متاع کے واسطے بھیجے اس شخص نے یہ درہم ایک دلال کو دے دیئے اس نے کچھ متاع خرید دی پھر مالک کے پاس بھیجی اور راہ میں وہ متاع تلف ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر مالک نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ہزار درہم بضاعت ہیں اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ضامن ہوگا دلال نے اگر مالک کے سامنے خرید دی ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ترکستان سے بقصد تجارت سمرقند کو جانا چاہا اس کو ایک شخص نے کچھ مال اس غرض سے دیا کہ بضاعت میں میرے واسطے کوئی چیز خریدے وہ وہاں گیا اور بضاعت کی چیز خریدی مگر جلدی وہاں سے واپس آنے کا سرانجام اس سے نہ ہو سکا پس اس نے کچھ اپنے مال کے ساتھ بضاعت کا مال بھر کے بھیج دیا تا کہ بضاعت والے کو اس کی بضاعت پہنچ جائے پھر جب ایلچی راہ میں کسی شہر میں اترا تو وہاں کے حاکم نے ظلم کر کے یہ مال اس سے چھین لیا پس آیا مستبضع ضامن ہوگا یا نہیں تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں ضامن ہوگا یہ فصول استروشینہ میں ہے۔

ایک شخص مرگیا حالانکہ اس پر قرضہ ہے اور ہزار درہم اور ایک بیٹا چھوڑا اور بیٹے نے کہا کہ یہ ہزار درہم زید کی ودیعت میرے باپ کے پاس تھے اور زید نے آ کر اس کا دعویٰ بھی کیا اور میت کے قرض خواہوں نے اس باب میں اس کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ ہزار درہم زید کے ہیں تو قاضی قرض خواہوں کو ہزار درہم میت کی طرف سے قرضہ ادا کرے گا اور مدعی ودیعت کے واسطے دینے کا حکم نہ دے گا لیکن جب قاضی نے ہزار درہم سے قرض خواہوں کا قرضہ ادا کر دیا تو زید ان لوگوں سے یہ درہم لے لے گا کیونکہ انہوں نے اقرار کیا ہے کہ یہ درہم زید کے ہیں اور بضاعت ومضاربت وعاریت واجارہ ورہن کی صورت میں مثل ودیعت کے حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر زید نے کچھ ودیعت عمرو کے پاس رکھی اور غائب ہو گیا پھر زید کے بیٹے نے گواہ قائم کئے کہ میرا باپ مرگیا

اور میرے سوا کوئی وارث نہیں چھوڑا ہے اور ودیعت وصول کر لی پھر زید زندہ آ کر موجود ہوا تو بیٹے یا دونوں گواہوں سے ضمان لے گا اور مستودع سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر بجائے ودیعت کے مال غصب ہو تو ہر ایک سے ان میں سے ضمان لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے زید غائب ہو گیا اور اس کی بیوی قاضی کے پاس زید کے باپ کو لائی اور دعویٰ کیا کہ زید کی ودیعت اس کے باپ کے پاس ہے اور اس مال سے نفقہ طلب کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کے باپ کے پاس دراہم یا اناج و کپڑا وغیرہ ایسی ودیعت ہو جو بیوی کے نفقہ میں دی جا سکتی ہے اور باپ اقرار کرتا ہو کہ ایسی ودیعت میرے پاس ہے تو عورت کو اس سے مطالبہ پہنچتا ہے اور قاضی اس کو حکم کرے گا کہ عورت کو اس میں سے دے اور باپ کو یہ اختیار نہیں کہ بدوں حکم قاضی کے عورت کو اس میں سے نفقہ دے اور اگر بدوں حکم قاضی کے دے گا تو ضامن ہوگا اور اگر باپ نے اس امر سے انکار کیا کہ میرے پاس ودیعت زید کی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور عورت کو اس سے قسم لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر باپ کے پاس ایسی چیز ودیعت نہ ہو جو بیوی کے نفقہ میں دی جا سکتی ہے تو ان دونوں میں خصومت قائم نہ ہو گی اور اگر زید غائب کا کسی شخص پر قرضہ ہو اور قرض دار قرضہ کا مقر ہو اور عورت کے ساتھ زید کے نکاح ہونے کا بھی مقر ہو تو یہ قرضہ بھی بمنزلہ ودیعت کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس پانچ سو درہم ودیعت رکھے اس نے تین سو درہم خرچ کئے اور دو سو درہم واپس کئے اور قسم کھائی کہ میں نے ودیعت میں سے کچھ اب نہیں رکھا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور قسم میں جھوٹا نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر ودیعت میں مستودع کے پاس کوئی باندی ہو اور مستودع نے اس سے وطی کی اور لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا باندی کے مالک کا مملوک ہوگا اور مستودع پر حد زنا ماری جائے گی اور بچہ کا نسب مستودع سے ثابت نہ ہوگا لیکن اگر مستودع نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے منکوحہ یا زرخریدہ باندی کے شبہ میں اس سے وطی کی تھی تو حد اس سے دور کر دی جائے گی اور وطی شبہہ کا عقر دینا پڑے گا یہ مبسوط میں ہے اگر ودیعت میں باندی ہو اور مستودع نے اس کا نکاح کر دیا تو نکاح فاسد ہے اور اگر شوہر نے اس سے وطی کی تو وطی کا عقر باندی کے مالک کو ملے گا اور اگر کرایہ پر دی تو کرایہ و مزدوری اسی کو ملے گی اور اگر مستودع نے باندی واپس کر دی پھر وہ استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر ودیعت میں باندی ہو اور مستودع نے کسی شخص سے اس کا نکاح کر دیا اور اس کا عقر لے لیا اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور بچہ ہونے سے باندی میں نقصان آیا پھر باندی کا مالک آیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ باندی اور اس کے بچہ کو لے لے یا نکاح فاسد کر دے اور اگر نکاح فاسد کر دیا تو باندی کا عقر لے لے گا اور مستودع سے ولادت کا نقصان لے لے گا بشرطیکہ کچھ نقصان آیا ہو اور لڑکے سے اس نقصان کا ایفاء نہ ہوتا ہو اور اگر لڑکے سے نقصان پورا ہو جاتا ہو تو لڑکے سے نقصان پورا کیا جائے گا اور اگر ولادت کی وجہ سے نقصان نہ ہو بلکہ دوسری وجہ سے ہو مثلاً شوہر نے اس سے اس طور سے جماع کیا کہ اس میں نقصان آیا تو مستودع اس کا ضامن ہوگا اور اگر مستودع نے بچہ کو تلف کر دیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ مستودع نے اگر ودیعت فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دی اور مالک نے مستودع سے ضمان لے لی تو ظاہر الروایۃ میں اس کی بیع نافذ ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے ودیعت اگر کوئی تلوار ہو اور مودع نے چاہا کہ میں لے کر اس تلوار سے کسی شخص کو ناحق قتل کروں اور مستودع کے نزدیک یہ بات تحقیق ہوئی تو مستودع کو نہ دینے[1] کا اختیار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک قبالہ ودیعت رکھا اور مودع مر گیا تو وارثوں کو اس کے مطالبہ کا اختیار ہے یا نہیں ہے تو قاضیؒ نے فرمایا کہ قاضی مستودع پر یہ خط وارثوں کو دینے کے واسطے جبر کرے گا ایک تمسک

---

[1] یعنی انکار سے ضامن نہ ہوگا۔

ودیعت رکھا اور معلوم ہوا کہ کچھ حق اس میں سے طالب کو وصول ہو گیا ہے پھر طالب مر گیا اور وارثوں نے کچھ حق وصول پانے سے انکار کیا تو مستودع وہ تمسک ہمیشہ کے واسطے داب رکھے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ہزار درہم میں مخاصمہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے ہزار درہم نکال کر تیسرے شخص کے پاس رکھے تا کہ مدعی گواہوں کو لائے پھر مدعی گواہ نہ لایا اور مدعا علیہ نے درہم واپس طلب کئے اور تیسرے شخص نے دینے سے انکار کیا پھر اس جانب ڈانڈ پڑا اور یہ درہم بھی لوٹ لئے گئے پس آیا وہ شخص ضامن ہوگا یا نہیں تو شیخ نے فرمایا کہ اگر تیسرے شخص کے پاس مدعی و مدعا علیہ نے رکھے ہیں تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کو نہیں دے سکتا ہے اور اگر مالک مال نے رکھے ہیں تو اس کو نہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے زید کی عمرو کے پاس ودیعت تھی پھر عمرو نے زید سے کہا کہ میں نے تیری ودیعت مکہ معظمہ میں فلاں روز تجھے واپس کر دی اور زید نے گواہ قائم کئے کہ جس روز عمرو مکہ میں ودیعت واپس دینے کا دعویٰ کرتا ہے اس دن عمرو کوفہ میں موجود تھا تو ایسی گواہی ناجائز ہے اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ عمرو نے اقرار کیا ہے کہ اس روز میں کوفہ میں تھا تو گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک گائے ودیعت دی اور کہا کہ جب تو اپنے بیلوں کو چرانے چراگاہ لے جائے تو میری گائے کو بھی ساتھ لے جانا پھر مستودع فقط اس کی گائے کو چراگاہ لے گیا اور وہ وہاں ضائع ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے زید نے عمرو کا گھوڑا غصب کر لیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے اپنا گھوڑا ازید کے پاس ودیعت رکھا پھر زید کے پاس وہ گھوڑا خود بخود مر گیا قبل اس کے کہ عمرو اس سے مطالبہ کرے تو زید ضامن نہ ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے بضاعت کرمان میں دی وہ اصفہان لایا پھر کرمان لوٹ گیا اور کہا کہ میں بضاعت اصفہان میں چھوڑ دی حالانکہ مالک بضاعت نے کرمان سے اصفہان تک کے واسطے بضاعت دی تھی تو ضامن نہ ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے چار آدمیوں نے سفر کیا اور سب ساتھ ہی کھاتے اور ساتھ اترتے اور چلتے تھے ان میں سے ایک کے پاس کسی شخص کے دینار ودیعت تھے کہ جن کو اس نے اپنی قبا میں ٹانک لیا تھا پھر اس نے وہ قبا اپنے ساتھیوں کے پاس چھوڑ دی اور وہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر بضاعت لینے والے نے اپنی قبا میں درہم ٹانک لئے اور چار رفیقوں کے ساتھ سفر کیا جو ساتھ کھاتے اور ساتھ سوتے تھے پھر قبا ان کے پاس چھوڑ کر حمام چلا گیا اور جب آیا تو دیکھا کہ قبا کاٹ کر درہم نکال لئے گئے ہیں تو مستبضع ضامن نہ ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے مستودع نے مالک سے کہا کہ میں باغ جاتا ہوں تیری ودیعت اپنے ہمسایہ فلاں شخص کے گھر رکھ دوں مالک نے کہا کہ اچھا رکھ دے اور وہ رکھ کر باغ گیا اور واپس آکر ودیعت اس سے لے لی اور اپنے گھر لا کر رکھی اس کے گھر سے غائب ہوئی پس آیا پہلا مستودع ضامن ہوگا یا نہیں تو چاہئے کہ ضامن نہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مستودع کے پاس ودیعت میں کتاب ہو اس نے کتاب میں غلطی دیکھی تو اس کی اصلاح کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ مالک کو یہ امر ناگوار معلوم ہو یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین کی دستاویز دوسرے کے پاس ودیعت رکھی حالانکہ دستاویز اس کے نام کی نہیں ہے پھر جس شخص کے نام کی دستاویز ہے اس نے آکر زمین کا دعویٰ کیا اور جن گواہوں نے اس پر گواہی لکھی تھی انہوں نے انکار کیا کہ ہم گواہی نہ دیں گے جب تک اپنی لکھی ہوئی گواہی نہ دیکھیں تو قاضی مستودع کو حکم کرے گا کہ گواہوں کو دستاویز دکھا دے کہ اپنی تحریر پہچان لیں اور دستاویز مدعی کو نہ دے گا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو مال اس واسطے دیا کہ دلہن کی ڈولی پر نثار کرے پس اگر وہ مال درہم ہوں تو اس کو اپنے واسطے کچھ

رکھ لینا روا نہیں ہے اور اگر خود ہی نثار کیا تو خود کچھ نہیں اٹھا سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ بھی روا نہیں کہ نثار کرنے کے واسطے کسی دوسرے کو دے دے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جو شخص شکر نثار کرنے کے واسطے مامور ہو اس کو اپنے واسطے کچھ شکر رکھ لینے کا اختیار نہیں ہے اور نہ دوسرے کو نثار کرنے کے واسطے دے سکتا ہے اور نہ خود اٹھا سکتا ہے یہ امام ابوبکر اسکاف کے نزدیک ہے اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ ہم ابوبکرؒ کے قول کو لیتے ہیں اور اسی[1] پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے ایک مسافر کسی شخص کے مکان میں مر گیا اور اس کا کوئی وارث معروف نہیں ہے اور تھوڑا سا ترکہ جو پانچ درہم کا ہوتا ہے یا اس کے مانند چھوڑا اور گھر کا مالک فقیر آدمی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ خود لے لے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے ایک شخص کے عمرو پر ہزار درہم ہیں اس نے کہا کہ یہ درہم فلاں شخص کے ہاتھ بھیج دے پھر ایلچی کے ہاتھ سے وہ ضائع ہو گئے تو قرض دار کا مال گیا یہ محیط میں ہے ودیعت واپس کرنے کا خرچہ مالک پر پڑے گا مستودع پر نہ پڑے گا یہ سراجیہ میں ہے اگر ودیعت ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ میں لے گیا تو واپس کرنے کا خرچہ بالاتفاق مالک ودیعت پر پڑے گا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اگر کسی ایسے موقع پر جہاں ودیعت کو لے کر مستودع کو سفر کرنا جائز ہے مستودع نے اس کو لے کر سفر کیا تو ودیعت کا کرایہ مالک کے ذمہ پڑے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر چند جنس کی چیز ودیعت رکھ کر غائب ہو گیا پھر مر گیا اور مستودع نے سوائے اس کی پوتی کے جو قریب بالغ ہونے کے تھی اور کوئی وارث نہ پایا تو اس پوتی کو دے دینے میں مستودع معذور رکھا جائے گا بشرطیکہ وہ لڑکی حفاظت پر قادر ہو یہ فتنہ میں ہے شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک باندی نے دو کنگن ایسے مال سے خریدے جس کو اس نے اپنے مالک کے گھر میں کمایا ہے اور خرید کر ایک عورت کے پاس ودیعت رکھے اور عورت نے قبضہ کر لیا اور یہ امر مالک کی اجازت نہیں واقع ہوا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو آیا وہ عورت ضامن ہو گی تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں کیونکہ یہ کنگن مولیٰ کی ملک ہے اور بدوں اس کی اجازت کے ایداع صحیح نہ ہوا پس وہ عورت غاصبہ قرار پائی یہ فتاویٰ نسفی میں ہے اگر مستودع نے دوسرے شخص کو مالک کے حکم سے ودیعت دی یا بدوں حکم کے دی تھی پھر مالک نے اجازت دے دی تو مستودع درمیان سے نکل گیا کذا فی الخلاصہ۔

---

[1] قولہ اسی پر فتویٰ ہے قال المترجم یہاں اسی طرح مذکور ہے شاید کاتب کی غلطی ہو ورنہ پہلی جلدوں میں بعض مقام پر شکر کی صورتیں دونوں طرح جواز آیا ہے۔

کتاب العاریۃ[1]

اِس کتاب میں نو ابواب ہیں

باب اوّل:

عاریت کی تفسیر شرعی اور رکن وشرائط وانواع وحکم کے بیان میں

واضح ہو کہ بلاعوض منفعتوں کے مالک کر دینے کو عاریت شرعی کہتے ہیں اور یہ قول ابو بکر رازی اور عامہ اصحاب حنفیہ کا ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور عاریت کا رکن یہ ہے کہ معیر کی طرف سے ایجاب ہو اور مستعیر کی طرف سے قبول شرط نہیں ہے یہ ہمارے اصحاب ثلاثہ کے نزدیک استحساناً ہے اور ایجاب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً یوں کہے کہ یہ شے میں نے تجھے عاریت دی یا منحہ دی یا یہ کپڑا یا یہ گھر میں نے تجھے عاریۃ یا منحہ دیا یا یوں کہا کہ یہ چیز یا کپڑا یا دار تیرے واسطے منحہ ہے یا یہ زمین میں نے تجھے کھانے کے واسطے دی یعنی زراعت کر کھا یا یہ زمین تیرے واسطے طعمہ ہے یا یہ غلام میں نے تیری خدمت کو دیا یا میں نے یہ چوپایہ تیری سواری میں دیا بشرطیکہ اس سے ہبہ کرنے کی نیت نہ کرے یا یوں کہا کہ میرا گھر تیرے لئے سکنی ہے یا تیرے لئے عمری سکنی ہے ہکذا فی البدائع اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ اگر اس نے ان الفاظ کو ایسی چیز کی طرف نسبت دے کر کہا کہ وہ چیز بعینہ باقی رہے اور اس سے انتفاع ممکن ہو تو یہ منفعت کی تملیک ہوگی اور عین شے کی تملیک نہ ہوگی اور اگر ایسی شے کی طرف نسبت کی کہ جس سے نفع اٹھانا بدوں عین شے کے تلف ہونے کے ممکن نہیں ہے تو یہ تملیک عین شے کی ہے پس قرضہ ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے عاریت کے شرائط چند قسم ہیں از انجملہ عقل شرط ہے پس عاریت دینا مجنون اور لڑکے لایعقل سے صحیح نہیں ہے لیکن بلوغ شرط نہیں ہے حتیٰ کہ لڑکے ماذون سے اعارہ صحیح ہے از انجملہ مستعیر کی طرف سے قبضہ شرط ہے از انجملہ مستعار ایسی شے ہو جس سے بدوں اس شے کے تلف ہوئے انتفاع ممکن ہو اور اگر ایسی نہ ہو تو اس کا عاریت دینا صحیح نہیں ہے کذا فی البدائع حاکم شہید نے کافی میں فرمایا کہ عاریت درہم و دینار و فلوس کی قرض ہوتی ہے اسی طرح عاریت ہر کیلی و وزنی چیز کی اور ہر عددی چیز کی مثل اخروٹ و انڈوں وغیرہ کے بھی قرض ہو جاتی ہے اور ایسی ہی قطن وصوف وابریشم وکافور ومشک وتمام عطریات ومتاع عطر فروشوں کی جن کے منافع پر اجارہ نہیں واقع ہوتا ہے قرض ہوتی ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب عاریت کو مطلق رکھا ہو اور اگر جہت عاریت بیان کر دی مثلاً درہم و دینار اس واسطے عاریت دیا کہ ترازو کو درست کرے یا دُکان کی زینت رکھے یا خود آرائش کرے یا ایسی ہی اور صورتیں جن میں عین درہم و دینار کا انقلاب نہیں ہوتا ہے اور باوجود ان کے بعینہ باقی رہنے کے جس نفع کے واسطے عاریت دیا ہے وہ نفع حاصل ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں قرض نہ ہو جائیں گے بلکہ عاریت باقی رہیں گے اور ان سے صرف جس صورت سے نفع اٹھانا بیان کیا گیا ہے اسی صورت سے انتفاع لے سکتا ہے سوائے اس کے دوسری صورت سے انتفاع حاصل کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔

---

[1] قال المترجم عاریت کی تعریف آتی ہے استعارہ عاریت مانگنا اعارہ عاریت دینا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت مانگنے والا مستعار عاریت مانگی ہوئی چیز۔

اگر تجمل کے واسطے برتن مستعار لئے یا تلوار جس پر حلیہ ہے یا چھری حلیہ دار یا چاندی کی جڑاؤ پٹی یا انگوٹھی عاریت لی تو کوئی شے ان میں سے قرض نہ ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ پیالہ ثرید کا عاریت دیا اس نے لے لیا اور رکھا گیا تو اس پر اس کے مثل یا اس کی قیمت واجب ہوگی اور وہ قرض ہوگا بشرطیکہ ان دونوں میں باہم ایسی کشادہ روئی جاری نہ ہو تاکہ یہ امر اباحت کی دلیل ہو یہ خلاصہ میں ہے عیون میں ہے کہ اگر دوسرے سے ایک پیوند اپنی قمیض میں لگانے کے واسطے یا لکڑی اپنی عمارت میں داخل کرنے کے واسطے یا پختہ اینٹ عاریت لی تو یہ عاریت نہیں ہے قرض ہے اس کا ضامن ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مستعیر نے اس سے یہ نہ کہا ہو کہ میں واپس دوں گا اور اگر یہ کہا ہو تو عاریت ہوگی یہ محیط میں ہے عاریت کی چار قسمیں ہیں ایک یہ کہ جس میں وقت اور انتفاع دونوں مطلق چھوڑ دیئے گئے ہوں اور ایسی عاریت کا حکم یہ ہے کہ مستعیر اس شے سے ہر طرح نفع اٹھا سکتا ہے جیسا نفع جس وقت چاہے حاصل کرے اور دوسری یہ ہے کہ وقت اور نفع دونوں مقید ہوں اور ایسی عاریت میں مستعیر خلاف بیان معیر کے انتفاع نہیں اٹھا سکتا ہے لیکن اگر خلاف کرنے میں معیر کی بہتری ہو تو جائز ہے اور تیسری یہ ہے کہ وقت مقید ہو اور نفع مطلق ہو اور چوتھی یہ ہے کہ نفع مقید ہو اور وقت مطلق ہو اور ان دونوں صورتوں میں برخلاف بیان معیر کے تجاوز نہیں کر سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے حکم عاریت یہ ہے کہ مستعیر کے واسطے بلاعوض منفعت کی ملکیت حاصل ہوتی ہے یا جو عرف و عادت میں منفعت میں ملحق ہے ہمارے نزدیک حاصل ہوتا ہے یہ بدائع میں ہے۔

عاریت والی چیز سے نفع حاصل کرنے میں حد اعتدال سے تجاوز کیا تو ضامن ہوگا ☆

عاریت امانت ہوتی ہے اور اگر بدوں حد سے تجاوز کرنے کے عاریت تلف ہو جائے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر عاریت میں ضمان کی شرط لگائی تو اس کی صحت میں مشائخ کا اختلاف ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھے یہ شے عاریت دے اگر ضائع ہو جائے گی تو میں اس کا ضامن ہوں تو وہ شخص ضامن نہ ہوگا اور شرح طحاوی میں ہے کہ اگر اس نے نفع لینے میں حد سے تجاوز کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا مثلاً اس پر ایسا بوجھ ڈالا کہ جیسا بوجھا ایسی چیز نہیں اٹھا سکتی ہے یا جانور سے دن رات برابر ایسا کام لیا کہ چوپائے جیسا کام نہیں کر سکتے ہیں اور عرف و عادت اس طور سے نہیں جاری ہے اور وہ چوپایہ تھک کر مر گیا تو اس صورت میں مستعیر اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے۔

دوسرا باب:

ان الفاظ کے بیان میں جن سے عاریت منعقد ہوتی ہے اور جن سے نہیں منعقد ہوتی

عاریت بلفظ تملیک منعقد ہوتی ہے کذا فی الظہیر یہ پس اگر کسی نے کہا کہ میں نے تجھے اس گھر سے انتفاع کا بلاعوض ایک مہینہ تک یا ایک مہینہ نہ کہا مالک کیا تو عاریت ہو جائے گی کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر کہا کہ میں نے تیرے واسطے اپنے اس گھر کا سکنی ایک مہینہ تک دیا یا کہا کہ عمری سکنی تیرے واسطے دیا تو عاریت ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ کپڑا قرض دیا تاکہ تو ایک روز پہنے یا گھر قرض دیا کہ تو ایک سال تک اس میں رہے تو اس قول سے بھی عاریت صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تجھے فی سبیل اللہ اس گھوڑے پر سوار کیا تو یہ عاریت دینا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ میرا گھر تیرے لئے

ہبہ کی راہ سے رہنے کو یا سکونت اس کی ہبہ ہے تو یہ عاریت ہے یہ ہدایہ کی کتاب الہبہ میں ہے اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے عطیہ سکنی ہے یا سکونت صدقہ ہے یا سکونت عاریت ہے یا عاریۃ ہبہ ہے تو یہ سب عاریت ہے یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے رقبیٰ ہے یا حبس ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک عاریت ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہبہ ہے اور اس کا یہ کہنا کہ رقبیٰ و حبس ہے یا باطل ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ میرا گھر رقبیٰ ہے تیرے لئے یا حبس ہے تیرے واسطے تو یہ بالا جماع عاریت ہے یہ ینابیع میں ہے قال المترجم دونوں صورتوں میں تملیک کا فرق ہے اگر اس نے تیرے لئے پہلے کہا پھر نفع کی تملیک پیچھے بیان کی جیسا پہلی صورت میں ہے یعنی داری لک رقبیٰ تو اس میں اختلاف ہے اور اگر صورت انتفاع کی پہلے بیان کی یعنی داری رقبیٰ لک تو اس میں عاریت ہونے پر اجماع ہے لیکن مترجم زعم کرتا ہے کہ شاید یہ اختلاف بیان اردو زبان میں موثر نہ ہو واللہ اعلم فلیتامل فیہ۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تجھے یہ گدھا دیا تا کہ تو اس سے کام لے اور اس کو چارہ اپنے پاس سے دے تو یہ عاریت دینا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ زمین کھانے کو دی تو یہ عاریت ہے لیکن اگر ہبہ کا ارادہ کر لے تو ہوسکتا ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔

اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ دار ایک مہینہ کے واسطے بلاعوض اجرت پر دیا یا ایک مہینہ کی قید نہ لگائی تو یہ عاریت نہ ہوگی اور شیخ الاسلامؒ نے ذکر کیا ہے کہ بعض نے اس کے برخلاف کہا ہے کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز عاریت مانگی اس کا مالک چپ ہو رہا تو شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ چپ ہو رہنے سے عاریت دینا ثابت نہیں ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر کوئی زمین مستعار لی تا کہ اس پر عمارت بنا دے اور رہے اور جب جائے تو عمارت مالک زمین کی ہو تو ایسی صورت میں عاریت میں مالک زمین کو ایسی زمین کی سکونت کے مثل کرایہ ملے گا اور عمارت اسی مستعیر کی ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کوئی چوپایہ کل کے روز شام تک کے واسطے عاریت مانگا اس کے مالک نے ہاں کر لی پھر دوسرے روز دوسرے شخص نے شام تک کے واسطے عاریت مانگا اور مالک نے ہاں کر لی تو دونوں میں سے سابق کا استحقاق ہوگا اور اگر دونوں نے معاً طلب کیا اور مالک نے قبول کیا تو دونوں کو معاً مستعار ملے گا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔

تیسرا باب:

ان تصرفات کے بیان میں جن کا مستعیر شے مستعار میں مالک ہوتا ہے اور جن تصرفات کا مالک نہیں ہوتا ہے

مستعیر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مستعار شے کو دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دے اگرچہ عاریت دینا ہمارے نزدیک منفعت کا مالک کر دینا ہے یہ ظہیریہ میں ہے پس اگر اس نے کرایہ دے دیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اس وقت کی قیمت کا ضامن ہوگا جس وقت متاجر کو دیا ہے یہ کافی میں ہے اور کرایہ اسی کو ملے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو صدقہ کر دے یہ محیط میں ہے اور معیر کو اختیار ہے چاہے متاجر سے ضمان لے پس اگر مالک نے مستعیر سے ضمان لی تو مستعیر اس قدر مال متاجر سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر متاجر سے ضمان لی تو وہ مستعیر سے یعنی اجارہ دینے والے سے واپس لے گا بشرطیکہ اجارہ لینے کے وقت اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ شے اس کے پاس عاریت ہے اور اگر یہ معلوم تھا کہ یہ چیز اس کے پاس عاریت ہے تو واپس نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے اور مثل ودیعت کے عاریت کو رہن نہیں کر سکتا ہے کذا فی التبیین اور عاریت کو ودیعت رکھنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ ودیعت رکھ دینے

کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر القاضی خان اور صحیح یہ ہے کہ مستعیر کو اختیار ہے کہ کسی کے پاس مستعار کو ودیعت رکھ دے اور سی پر فتویٰ ہے کذا فی فتاویٰ العتابیہ اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ اختلاف مشائخ کے درمیان اس شے میں ہے جس کے اعارہ کا مالک ہے اور جس کے اعارہ کا مالک نہیں ہے اس کے ابداع کا بالاتفاق مالک نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور مستعیر کو اختیار ہے کہ دوسرے کو عاریت دے دے خواہ ایسی شے ہو کہ اس سے نفع اٹھانے میں لوگوں میں تفاوت ہو یا تفاوت نہ ہو بشرطیکہ مستعیر نے جب اس کو عاریت لیا ہے تو اعارہ مطلقاً ہو مستعیر پر یہ شرط نہ لگائی گئی ہو کہ خود ہی اس سے نفع اٹھائے اور اگر اس پر یہ شرط لگائی ہو تو اس کو یہ اختیار ہوگا کہ ایسی چیز کو عاریت دے کہ جس سے لوگ یکساں نفع اٹھاتے ہیں باہم کچھ تفاوت نہیں ہے اور ایسی چیز کو جس سے نفع اٹھانے میں لوگوں کا تفاوت ہے عاریت نہیں دے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ضمان میں کس حد تک تلافی کرنی پڑ سکتی ہے اور کیونکر؟

اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک کپڑا مستعار لیا تا کہ خود اس کو پہنے یا کوئی گھوڑا لیا تا کہ خود اس پر سوار ہو تو زید کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کپڑا کسی دوسرے کو پہنا دے یا گھوڑے پر دوسرے کو سوار کرے اور اگر کوئی گھر اپنے رہنے کے واسطے مستعار لیا تو اس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے بسائے اور اگر مطلقاً پہننے کے واسطے کوئی کپڑا عاریت لیا یا مطلقاً سواری کے واسطے کوئی گھوڑا عاریت لیا اور پہننے والے یا سوار ہونے والے کا نام نہ رکھا تو دوسرے کو پہنا سکتا ہے اور سوار کرا سکتا ہے یہ ظہیریہ سے لیا گیا ہے پس اگر خود سوار ہوا یا خود پہنا پھر چاہا کہ دوسرے کو عاریت دے دے یا دوسرے کو پہلے پہنایا یا سوار کرایا پھر خود پہنایا سوار ہونا چاہا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ اس فعل کا مالک نہیں ہے اور اگر ایسا فعل کیا تو ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے ایک گھوڑا اپنی سواری کے واسطے عاریت لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنی ردیف میں دوسرے کو سوار کر لیا اور وہ گھوڑا تھک کر مر گیا تو آدھی قیمت کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب ردیف میں دوسرے مرد کو سوار کیا ہو اور اگر کسی لڑکے کو سوار کیا تو بقدر اس کے بوجھ کے ضامن ہوگا اور یہ سب اس وقت ہے کہ وہ گھوڑا دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔

مستعیر کو اختیار ہے کہ مستعار ٹٹو مستعار مکان میں باندھے یہ محیط میں ہے ایک کتاب پڑھنے کے واسطے مستعار لی اور اس میں غلطی پائی پس اگر یہ جانتا ہے کہ مالک کتاب اس کی اصلاح کر دینے کو برا جانے گا تو اصلاح نہیں کرنی چاہئے ورنہ اگر اصلاح کر دی تو جائز ہے اور اگر اصلاح نہ کی تو اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے منتقی میں امام محمدؒ سے بروایت ابراہیمؒ مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا گھوڑا دو کوس کے لئے یا دو کوس تک مستعار دے تو اس کو دو کوس آتے و جاتے ہوں گے پس چار کوس ہو جائیں گے اور ایسا ہی حکم ہر عاریت میں ہے جو شہر میں ہو جیسے جنازہ کی مشائعت کرنا وغیرہ اور یہ استحسان ہے کہ اس کو ہمارے علماء نے لیا ہے یہ محیط میں ہے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کوئی گھوڑا عاریت لیا اور مقام بیان نہ کیا تو اس کو شہر سے باہر لے جانے کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ اگر مہینہ گھر کے واسطے ایک گھوڑا مستعار لیا تو یہ شہر ہی تک کے واسطے قرار دیا جائے گا ایسے ہی خادم کا عاریت لینا یا کرایہ پر لینا بھی یہی حکم رکھتا ہے ایسا ہی جس کے واسطے خدمت غلام کی وصیت کی گئی ہو وہ بھی شہر ہی میں خدمت لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے بار برداری کے واسطے ایک چوپایہ مستعار لیا تو مثل اجارہ کے خود سوار ہونے کا اختیار ہے یہ قنیہ میں ہے۔

چوتھا باب:

مستعیر کے خلاف کرنے کے احکام میں

اگر زید نے عمرو سے کوئی چیز لادنے کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر اس پر ایک دوسری چیز لادی تو اس کی چار صورتیں ہیں اگر اس پر سوائے اس کے جو مالک نے بیان کی ہے دوسری چیز ایسی لادی جو پہلی شے کی جنس سے ہے اور وہی ضرر ٹٹو کو پہنچتا ہے جو پہلی چیز سے پہنچتا مثلاً دس من گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر ان گیہوں کے سوا دوسرے گیہوں دس من لادے یا اپنے ذاتی گیہوں کے لادنے کے لئے مستعار لیا پھر غیر کے گیہوں لادے تو مستعیر پر ضمان نہ آئے گی اور اگر جنس میں اختلاف کیا مثلاً دس قفیز گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اس پر دس قفیز جو لادے اور وہ مر گیا تو استحساناً ضمان نہ آئے گی اور اگر اس پر دس قفیز سے زیادہ جو لادے لیکن یہ جو وزن میں گیہوں کے برابر ہیں تو امام شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ استحساناً ضامن نہ ہوگا اور یہی اصح ہے اور اگر خلاف جنس میں ایسی چیز لادی جو ٹٹو کے حق میں مضر ہے مثلاً گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اس پر خشت خام یا خشت پختہ یا لوہا گیہوں کے وزن کے برابر لادا اور وہ مر گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر اس صورت میں اس پر قطن یا بھوسا یا لکڑی یا چھوہارے لادے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے مقدار میں مخالفت کی مثلاً دس من گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اس پر پندرہ من لادے اور وہ مر گیا تو تہائی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم بخلاف اس کے ہے کہ اگر کوئی بیل دس من گیہوں پینے کے واسطے چکی میں جوتنے کو مستعار لیا پھر اس سے گیارہ من پسائے کیونکہ اس صورت میں بیل کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ ٹٹو پندرہ من بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر نہ اٹھا سکتا ہو اور اس نے لادا اور وہ مر گیا تو اس کا تلف کرنے والا قرار دیا جائے گا اور ٹٹو کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط و ذخیرہ میں ہے۔

اگر کوئی ٹٹو مطلقاً مستعار لیا تو مستعیر اس پر اس قدر لاد سکتا ہے جس کو وہ اٹھا سکے اور اگر اس پر اس کی طاقت سے زیادہ لادا اور وہ تھک کر ہلاک ہو گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر رات تک بدوں دانہ چارہ دیئے اس سے کام لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس پر بوجھ لادا اور چارہ دیا تو ضامن نہ ہوگا جہاں چاہے جس وقت چاہے جو بوجھ اس پر لادے یہ ملتقط میں ہے ایک ٹٹو گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر مستعیر نے وہ ٹٹو اپنے وکیل کے ساتھ گیہوں لادنے کو بھیجا اور وکیل نے اس پر اپنا ذاتی اناج لادا اور وہ مر گیا تو مستعیر ضامن نہ ہوگا یہ حکم صریح کتاب الشرکہ میں مذکور ہے حالانکہ یہ حکم عجیب ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اگر عاریت کے ساتھ کسی مقام تک کی قید ہو تو اس کا حکم مثل عاریت مطلقہ کے ہے لیکن صرف مقام کی قید لحاظ رکھی جائے گی پس اگر مستعیر نے اس مقام کی حد سے تجاوز کیا یا مخالفت کی تو ضامن ہوگا اگرچہ جس مقام کی طرف مخالفت کر کے لے گیا ہے وہ مقام اس مقام سے نزدیک ہو جس کی عاریت دینے والے نے اجازت دی ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر کوئی ٹٹو کسی مقام تک کے واسطے جس کو بیان کر دیا ہے مستعار لیا پھر مستعیر اس مقام کے راستہ کے سوا دوسری راہ سے ٹٹو کو اس مقام تک لے گیا پس اگر دوسرا راستہ ایسا ہو کہ لوگوں کی عادت اس راستہ سے اس مقام کو جانے کی جاری ہے تو ضامن نہ ہوگا اگرچہ ٹٹو تھک کر مر جائے اور اگر اس دوسرے راستہ سے لوگوں کی عادت اس مقام کو جانے کی جاری نہ ہو اور ٹٹو تھک کر مر گیا تو مستعیر ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے کسی موضع تک کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر ٹٹو کو ایسی راہ سے لے گیا جو پگڈنڈی نہیں ہے اور وہ تھک کر مر گیا تو ضامن ہوگا اور اگر عاریت دینے والے نے کوئی راستہ خاص مقرر کر دیا اور مستعیر دوسری راہ سے لے گیا پس اگر دونوں راستہ یکساں ہوں تو ضامن نہ ہوگا اور اگر دوسرا راستہ دور ہو یا چلتا راستہ نہ ہو تو

ضامن ہوگا اسی طرح اگر دونوں راستے بےخوف ہونے میں فرق رکھتے ہوں حتیٰ کہ دوسرا راستہ کہ جس راہ سے گیا ہے وہ خوفناک ہو ماموں نہ ہو تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اپنی زمین میں ہل چلانے کے واسطے کوئی بیل مستعار لیا ☆

ایک شخص نے ایک گدھا ایک گھڑا پانی لانے کے واسطے مستعار لیا پھر تین گھڑے پانی تین دفعہ کر کے لایا اور اس گدھے میں عیب تھا پھر جیسا تھا ویسا ہی واپس کر دیا اور مالک کے پاس وہ گدھا مر گیا پس اگر مستعیر کے پاس زیادہ عیب نہیں پیدا ہو گیا ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے فتاویٰ دیناری میں ہے کہ ایک شخص نے کسی موضع سے بوجھ لادنے کے واسطے ایک گدھا عاریت چاہا اور معیر نے کہا کہ چار روز سے زیادہ نہ رکھنا چار روز بعد یہ گدھا واپس لانا اس نے پندرہ روز رکھا اور وہ گدھا مر گیا تو کس روز کی قیمت کا ضامن ہوگا تو فرمایا کہ روز عاریت سے پانچویں روز جو کچھ گدھے کی قیمت تھی اس کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر کوفہ میں کسی جانب کو اپنی ضرورت کے واسطے لے جانے کو ایک ٹٹو مستعار لیا پھر اس کو پانی پلانے کے واسطے دریائے فرات کی طرف لایا اور جس جانب کے واسطے مستعار لیا تھا وہ جانب اس دریا سے علاوہ ہے اور ٹٹو مر گیا تو ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے اپنی زمین میں ہل چلانے کے واسطے کوئی بیل مستعار لیا اور زمین کو معین کر دیا تھا پھر سوائے اس کے دوسری زمین میں ہل چلایا اور بیل تھک کر مر گیا تو ضامن ہوگا کیونکہ زمینیں باہم سختی ونرمی میں مختلف ہوتی ہیں اسی طرح اگر بیل سے ہل نہ چلایا بلکہ اپنے گھر اس کو باندھ رکھا یہاں تک کہ مر گیا تو بھی ضامن ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔ ایک شخص نے فقط جانے کے واسطے کسی مقام تک ایک ٹٹو مستعار لیا اور مقام معین کر دیا ہے پھر ٹٹو کو اس مقام سے آگے بڑھا لے گیا پھر اس مقام پر لوٹ آیا تو اس پر ضمان لازم رہے گی جب تک کہ اس کے مالک کو واپس نہ کر دے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور اگر آنے جانے کے واسطے مستعار لیا پھر خلاف کرنے کے بعد موافق شرط کے عمل کیا تو ضمان سے بری ہو جائے گا جیسا کہ ودیعت مطلقہ میں حکم ہے اور یہی اصح اور مختار ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔

باغ میں بیلچہ، کسی، پانی وغیرہ لگانے والا ڈول جیسی کوئی چیز مستعار لینا اور واپسی میں لیت ولعل (یا لاپرواہی) برتنا ☆

اگر کسی جانور کو کسی قدر معین گیہوں شہر تک لاد لے جانے کے واسطے مستعار لیا اور وہ گیہوں راستہ میں تلف ہو گئے تو اس کو اختیار ہوگا کہ شہر تک خود سوار ہو جائے اور معیر کے گھر تک سوار ہو کر لوٹ آئے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ایک گھوڑی کسی خاص مقام تک کے واسطے مستعار لی اور اس پر سوار ہو کر اپنی ردیف میں دوسرے آدمی کو سوار کر لیا پھر گھوڑی کا پیٹ ڈال گئی تو اس پر جنین کی ضمان لازم نہ آئے گی لیکن اگر گھوڑی میں اس سبب سے کچھ نقصان آیا تو آدھے نقصان کا ضامن ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ گھوڑی ایسی ہو کہ اس پر دو آدمی سوار ہو سکتے ہوں اور اگر ایسی نہ ہو تو تلف کرنے میں شمار کیا جائے گا پس پورے نقصان کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے عورت نے لباس ماتمی کی اوڑھنی مستعار لی پھر اس کو دوسری جگہ لے گئی اور پھٹی تو ضامن ہوگی کذا فی القنیہ۔ ایک بیلچہ باغ میں کام کرنے کے واسطے عاریت لیا اور معیر نے کہا کہ باغ میں نہ چھوڑنا اپنے ساتھ لانا پھر مستعیر نے باغ میں چھوڑ دیا اور وہ چوری ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک فالیز گوڑنے کے واسطے ایک بیلچہ مستعار لیا اور گوڑ کر جب فارغ ہوا تو دوسرے کو عاریت دے دیا اور وہ ضائع ہو گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے یہ قنیہ میں ہے۔

پانچواں باب:

عاریت کے ضائع کردینے اور جس کا مستعیر ضامن ہوتا ہے اور جس کا نہیں ہوتا ہے اس کے بیان میں

امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص عاریت یا کرایہ کر کے ٹٹو پر سوار ہوا اور وہ کسی کوچہ میں اتر کر نماز کے واسطے مسجد میں داخل ہوا اور کوچہ میں اس کو کھلی چھوڑ دیا اور وہ تلف ہوا تو ضامن ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس کو کسی چیز سے باندھ نہ دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر باندھ دیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہر حال میں ضامن ہوگا اور امام محمدؒ کا بیان اطلاق کے ساتھ بدوں قید کے اسی پر دلالت کرتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتویٰ دیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مستعیر نے مستعار ٹٹو پر سے بوجھ اتار کر ٹٹو کوچہ میں چھوڑ دیا اور بوجھ گھر کے اندر لے گیا اور وہ ٹٹو ضائع ہوا تو ضامن ہوگا خواہ کسی شے سے باندھا ہو یا نہ باندھا ہو کیونکہ جب اس نے اپنی نظر سے اس کو پوشیدہ چھوڑا تو اس کو ضائع کر دیا حتیٰ کہ اگر اس نے یہ تصور کیا کہ جب میں مسجد یا گھر میں داخل ہوں گا تو ٹٹو میری آنکھ سے پوشیدہ نہ ہوگا تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر جنگل میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر کے ٹٹو سے اتر کر اس کو پکڑ لیا اور نماز میں مشغول ہوا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ ضمان کے واسطے اپنی آنکھ سے پوشیدہ کر دینے کا اعتبار ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے مشایعت جنازہ کے واسطے کسی مقام تک ایک ٹٹو مستعار لیا پھر جب مقبرہ تک پہنچا تو اتر کر ایک آدمی کو دے دیا اور خود مقبرہ میں فاتحہ پڑھنے داخل ہوا پھر وہ ٹٹو چوری ہو گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

حفاظت میں قصور (لاپروائی، غفلت و نااہلی وغیرہ) واقع ہونے کا بیان ☆

ایسے وقت میں اپنی ذات سے حفاظت کرنا عقد استعارہ سے مستثنیٰ ہو گیا یہ تاتارخانیہ میں ہے مستعار چوپایہ کو مربط میں یعنی جس مکان میں جانور بندھتے ہیں باندھا اور دروازہ کے نیچے ایک لکڑی لگا دی تاکہ نکل نہ جائے اور وہ چوری ہو گیا تو ضامن[1] نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے دوسرے کا ایک بیل اس شرط سے مستعار لیا کہ اس کو ایک بیل کسی روز مستعار دے گا پھر وہ ایک روز آیا کہ اس کا بیل مستعار لے اور یہ شخص غائب تھا اس نے اس کی عورت سے مستعار لیا اس نے دے دیا وہ لے کر اپنی زمین میں لے گیا اور وہاں بیل ضائع ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے ایک بیل عاریت مانگا اور معیر نے کہا کہ میں کل کے روز تجھے دوں گا پھر جب کل کا روز ہوا تو مستعیر بدوں اس کی اجازت کے بیل لے گیا اور اپنے کام میں لایا اور بیل تھک کر مر گیا تو فتاویٰ ابواللیثؒ میں مذکور ہے کہ اس پر ضمان لازم آئے گی اور مجمع النوازل میں لکھا ہے کہ لازم نہ آئے گی یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک بیل مستعار لیا اور اس سے کام لے کر چراگاہ میں چرنے کو چھوڑ دیا اور وہ ضائع ہو گیا پس اگر جانتا تھا کہ مالک اس کا تنہا چراگاہ میں بیل کے چرنے سے راضی ہوگا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر یہ نہ جانتا تھا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور امام سید ابوالقاسم نے ذکر فرمایا کہا اگر ایک چوپایہ عاریت لے کر ظہر تک اس سے کام لے کر پھر جنگل میں چھوڑ دیا اور اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ضامن ہوگا اور اگر وہ جنگل اس چوپایہ کا چراگاہ ہو اور معیر اس امر سے راضی تھا کہ یہ چوپایہ اکیلا اس جنگل میں چرے تو ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر کسی مخصوص موضع تک کے واسطے کوئی گدھا مستعار لیا پھر اس کو خبر دی گئی کہ راہ میں چور لگتے ہیں اور وہ اسی راہ گیا اور گدھا چھن گیا تو

[1] شاید یہ اس وقت ہے کہ مربط مقام محرز ہو ورنہ ضامن ہونا چاہئے جبکہ حفاظت میں قصور ہوا۔

اس پر ضمان نہیں آئے گی بشرطیکہ لوگ ایسا راستہ چلتے ہوں یہ ملتقط میں ہے ایک گدھا مستعار لیا اور وہ تھک کر لنگڑا ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے اور اگر مستعار گدھے کو اسی رسی سے جو اس پر تھی کسی درخت سے باندھ دیا اور وہ رسی اس کی گردن میں پڑ گئی اور اس کا گلا گھونٹ گیا اور وہ مر گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک بیل مستعار لیا اور اس سے کام لے کر جب فارغ ہوا تو اس کی رسی نہ کھولی وہ چراگاہ میں چلا گیا اور وہ رسی اس کی گردن میں پھنس کر سخت کھنچ گئی اور وہ مر گیا تو مستعیر ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک چوپایہ مستعار لیا اور پھر مستعیر میدان میں اس کی ناتھ ہاتھ میں پکڑے سو گیا اور ایک شخص نے آکر اس کی ناتھ کاٹ دی اور لئے چلا گیا تو مستعیر پر ضمان نہ آئے گی اور اگر اس شخص نے رسی مستعیر کے ہاتھ سے کھینچ لی اور چوپایہ لے گیا اور مستعیر کو شعور نہ ہوا تو ضامن ہوگا اور صدر الشہید نے فرمایا کہ اس کی تاویل یوں واجب ہے کہ یہ اس وقت ہے کہ جب کروٹ سے سو گیا ہو اور اگر بیٹھے بیٹھے سو یا ہو تو یہ حکم نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ کروٹ سے سونے میں اسی حالت میں ضامن ہوگا جب یہ معاملہ حضر میں واقع ہو اور اگر سفر میں تو ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک چوپایہ ایک یا دو دن کے واسطے مستعار لیا پھر جب مدت گزر گئی تو اس کو واپس نہ کیا باوجودیکہ واپس کر سکتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ کسی وجہ سے مر گیا ہو ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ بعد مدت گزرنے کے بھی اس سے کام لیا ہو اور اگر کام نہ لیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور یہی مختار ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ عاریت کا وقت صریح مذکور ہو یا دلالۃً ہو حتیٰ کہ بعض نے فرمایا کہ اگر لکڑی چیرنے کے واسطے کوئی بسولا مستعار لیا اور اس کو رکھ چھوڑا یہاں تک کہ تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے ایک بیل عاریت مانگا اور ایک شخص بھیجا کہ معیر کے پاس سے بیل لے آئے وہ شخص راستہ میں بیل پر سوار ہو گیا اور بیل مر گیا تو وہ شخص مامور ضامن ہوگا اور اپنے حکم دینے والے سے واپس نہ لے سکے گا بشرطیکہ حکم دینے والے نے اس کو سوار ہونے کا حکم نہ کیا ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ چوپایہ ایسا ہو کہ بدوں سواری کے قابو میں آسکتا ہے اور اگر بدوں سواری کے قابو میں نہ آسکتا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک گدھا لکڑیاں جنگل سے لانے کے واسطے مستعار لیا پھر ایک مزدور کو دیا کہ جنگل سے لکڑیاں جا کر لادلائے اور وہ مزدور اسے لے کر چل دیا اور غائب ہو گیا تو قاضیؒ نے فرمایا کہ اگر مزدور معتبر آدمی نہ ہو تو مستعیر ضامن ہوگا اور قاضی جمال الدین نے فرمایا کہ اگر مزدور روزانہ[1] پر مقرر ہو تو مستعیر ضامن ہوگا اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

زید نے ایک ایلچی عمرو کے پاس اس واسطے بھیجا کہ میرے واسطے عمرو سے ایک ٹٹو فلاں موضع تک کے لئے عاریت لائے ایلچی نے عمرو سے جا کر کہا کہ زید کہتا ہے کہ مجھے فلاں موضع تک کے واسطے ٹٹو عاریت دے اور اس ایلچی نے جس موضع کا زید نے نام لیا تھا اس کے سوا دوسرے موضع کا نام لیا پس عمرو نے اس کو دے دیا پھر زید نے جس موضع کے جانے کا خود قصد کیا تھا وہاں سے سواری لی اور جس موضع کا ایلچی عمرو نے نام لیا ہے وہاں کو گیا اور ٹٹو مر گیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کے واسطے اجازت حاصل ہو گئی تھی اور اگر اس موضع کو گیا جہاں کا زید نے نام لیا تھا اور ٹٹو مر گیا تو ضامن ہوگا اور ٹٹو کی قیمت دینی پڑے گی کیونکہ اس نے مباح کا قصد کیا اور حرم میں پڑ گیا اور جس قدر ضمان دی ہے وہ ایلچی سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اپنی جنایت کا جرمانہ ادا کیا ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس مقام کا زید نے نام لیا تھا وہ اس موضع کے راستہ میں ہو جس کا ایلچی نے نام لیا ہے مثلاً زید نے کاکوری تک کو کہا اور ایلچی ملیح آباد تک کی اجازت لی حالانکہ کاکوری ملیح آباد کے راستے میں ہے پس اگر زید کاکوری تک گیا تو ضامن[2] نہ ہوگا کیونکہ اس کی اجازت حاصل ہو گی یہ سراج

---

[1] قولہ روزانہ یعنی اجنبی ہے کہ اس روز اپنی مزدوری پر مقرر ہوا تھا کچھ نوکر در ماہہ نہ تھا۔ [2] نہ ہوگا اگرچہ وہ ٹٹو مر جائے۔

الوہاج میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے اس شرط سے ایک ٹٹو مستعار لیا کہ جہاں چاہے اس کو لے جائے اور مقام کا اور وقت کا اور جو اس پر لادے گا یا کام لے گا کسی کا نام نہ لیا پھر مستعیر اس کو حیرہ تک لے گیا یا کوفہ میں ایک مہینہ رکھ کر اس پر بوجھ لادا پھر وہ ٹٹو مر گیا تو ان میں سے کسی صورت سے ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک چوپایہ مستعار مانگا اور اپنے غلام کو معیر کے پاس اس کے لانے کو بھیجا اور غلام نے جا کر لے لیا تا کہ اپنے مالک کے پاس لادے پھر مالک کے پاس لانے سے پہلے غلام نے اس سے کام لیا اور اس کے کام لینے سے چوپایہ مر گیا تو غلام اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ ضمان اس کی گردن پر پڑے گی اور اس کے واسطے فی الحال فروخت کیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

زید نے اپنے مقررہ نوکر کو عمرو کے پاس ایک ٹٹو عاریت لینے کو بھیجا اور اس پر کملی پڑی تھی وہ گر گئی پس اگر نوکر کی سختی سے گر گئی تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے گاؤں میں شہر تک کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر جب شہر میں آیا تو گاؤں لوٹ جانے کا اس کو اتفاق نہ ہوا پس اس نے ٹٹو ایک شخص کو دیا تو کہ گاؤں لے جا کر اس کے مالک کو دے دے اور وہ رستے میں مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر واپس لانے میں یہ شرط تھی کہ مستعیر خود ہی سوار ہو کر واپس لائے تو دوسرے کو دینے سے ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً[1] مستعار لیا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کام میں لانے کے واسطے ایک بیل مستعار لیا اور اس کا جوڑا ایسے بیل سے لگایا جو اس بیل سے دو چند قیمت کا ہوتا ہے یعنی زبردست تھا پس مستعار بیل ہلاک ہو گیا حالانکہ لوگ ایسا کیا کرتے ہیں تو وہ شخص ضامن نہ ہوگا اور اگر لوگ ایسا نہ کرتے ہوں تو ضامن ہوگا یہ ینابیع میں لکھا ہے ایک چوپایہ حاملہ مستعار لیا پس اگر بدوں مستعیر کی سختی کرنے کے وہ چوپایہ حاملہ پھسل پڑا اور بچہ ڈال گیا تو یہ شخص ضامن نہ ہوگا اور اگر مستعیر نے سختی سے اس کی ناتھ کھینچی یا مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے ایک گدھا مستعار مانگا اس نے کہا کہ میرے پاس اصطبل میں دو گدھے ہیں ان میں جو تیرا جی چاہے ایک گدھا لے جا وہ ایک لے گیا پس اگر ہلاک ہو جائے تو ضامن نہ ہو گا اور اگر کہا کہ دونوں میں سے ایک لے جا وہ ایک لے گیا اور دوسرا ویسا ہی چھوڑ گیا تو ہلاک ہونے سے ضامن ہوگا کذا فی خزانۃ المفتیین قال المترجم عدم ضمان کی صورت یہ ہے خذ احد ہما ایہما شئت اور ضمان کی صورت یہ ہے خذ احد ہما واذہب بہ والباقی بحالہ یعنی ہے ایک کو دونوں میں سے لے جا اور باقی بحالہ ہے اور مترجم تجاوز اللہ الغفور عن ذنوبہ و ستر عیوبہ زعم کرتا ہے کہ اس دوسری صورت میں محاورہ اردو یعنی ہمارے عرف کے موافق چاہئے کہ ضمان نہ ہو کیونکہ ایسا کلام ہمارے عرف میں مستعیر کی مشیت پر حوالہ کرنے کی صورت میں بولا جاتا ہے یعنی جب اس سے کہا کہ ان دونوں میں سے ایک لے لے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ جو تیرا جی چاہے لے لے پس صورت اولیٰ میں اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے واللہ اعلم۔

واضح ہدایت کے باوجود مستعار لی ہوئی چیز کے استعمال میں تبدیلی لانا ☆

ایک چوپایہ بوجھ لادنے کے واسطے مستعار لیا اس کے مالک نے کہا کہ اس کی ناتھ تھام لے اور چھوڑنا نہیں کہ یہ اسی طور سے تھاما جاتا ہے پھر جب کچھ دیر گزری تو مستعیر نے اس کی ناتھ چھوڑ دی وہ تیز چلا اور گر گیا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا یہ چوپایہ زید کو عاریت دیا یا بجائے چوپایہ کے کپڑا کہا حالانکہ زید حاضر نہ تھا اور نہ اس نے سنا پھر زید آیا اور اس کو لے گیا تو ضامن ہوگا اور اگر اس نے سنا ہو یا اس کے ایلچی نے سن کر خبر دی ہو یا کسی درمیانی نے سن کر اس کو خبر دی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک زید کو ضامن نہ ہونا چاہئے بشرطیکہ درمیانی ایک شخص عادل ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے[2]

---

[1] قولہ مستعار لیا یعنی کوئی شرط مذکور تھی۔ [2] قولہ پھر یعنی گویا یہ قرار پایا ہے۔

ایک بیل ایک روز کام لینے کے واسطے قرض لیا یعنی مستعار لیا پھر وہ اپنا بیل بھی عاریت دے گا پس وہ بیل کام لینے میں مر گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے ایک تیلی نے ایک بیل مستعار لیا اور اس پر ترکوں نے ڈانکہ ڈالا تو ضامن نہ ہوگا یہ ملتقط میں ہے۔
ایک غلام مجور نے ایک چوپایہ مستعار لیا اور اس کو اپنے مثل ایک غلام مجور کو عاریت دیا اس نے تلف کر دیا تو دوسرا غلام فی الحال ضامن ہوگا کذا فی السراجیہ اور اگر کسی غلام مجور نے اپنے مثل کسی غلام مجور کو ایک چوپایہ عاریت دیا اور وہ اس پر سوار ہوا اور چوپایہ اس کے نیچے مر گیا پھر اس چوپایہ کا کسی نے استحقاق ثابت کیا یعنی میرا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اس نے سوار ہونے والے سے ضمان لی تو وہ عاریت دینے والے سے وہ مال نہیں لے سکتا ہے جو اس نے ڈانڈ بھرا ہے اور اگر اس نے عاریت دینے والے سے ضمان لی تو اس کا مالک یہ مال ضمان مستعیر کی گردن پر ڈال کر اس کے داموں سے وصول کرے گا اسی طرح اگر چوپایہ معیر کے مالک کا ہو تو بھی اختیار ہے کہ مستعیر سے ضمان لے یہ مبسوط میں ہے غلام مجور نے اگر کوئی شے مستعار لی اور اس کو تلف کر دیا تو بعد آزاد ہونے کے اس سے مواخذہ کیا جائے گا ایک چوپایہ مستعار لیا اور اس کو کسی شخص کے پاس اسی مدت میں ودیعت رکھا کہ جتنی مدت کا استعارہ لیا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور امام ابوبکر محمد بن الفضلؒ اور فقیہہ ابواللیثؒ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور اسی کو صدر الشہید حسام الدین نے اختیار فرمایا ہے کذا فی السراجیہ۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کنٹھا سونے کا مستعار لیا اور ایک لڑکے کے گلے میں پہنایا اور وہ چوری ہو گیا پس اگر وہ لڑکا اس لائق تھا کہ جو زیور اس پر ہو اس کی حفاظت کر سکے تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

شادی بیاہ وعید وغیرہ جیسے خوشی کے تہوار پر کپڑا لینا اور ضائع ہو جانے کا بیان ☆

اگر مستعیر کسی مستعار ازار میں پھسل پڑا اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ ینابیع میں ہے فتاویٰ دیناری میں مذکور ہے کہ اگر عین مستعار حالت استعمال میں ناقص ہو گئی تو بسبب نقصان کے ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ بطور معروف اس کو استعمال میں لایا ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر کوئی کپڑا بچھانے کے واسطے مستعار لیا اور اس پر اس کے ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑی یا اس کا پاؤں پھسلا اور جا پڑنے سے وہ پھٹ گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دین[1] کے واسطے جس کو فارسی میں خوازہ کہتے ہیں کوئی کپڑا مستعار لیا اور وہ ضائع ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی حفاظت نہ چھوڑی ہو کذا فی الذخیرہ جامع الاصغر میں ہے کہ ایک عورت نے ایک ملات چادر مستعار لی اور اس کو اندر گھر کے داخل کیا اور دروازہ کھلا چھوڑ کر چھت پر چڑھی پھر جب اتری تو ملات نہ پائی تو بعض نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے ایک شخص نے زید کی عورت سے زید کی مملوکہ چیزوں میں سے کوئی چیز مستعار مانگی اس نے دے دی اور وہ تلف ہو گئی پس اگر وہ چیز گھر کے اندر کی چیزوں میں سے اور ان چیزوں میں سے تھی جو عرف و عادت میں عورتوں کے ہاتھ رہتی ہیں تو کسی پر ضمان نہ آئے گی اور اگر بیل و گھوڑا وغیرہ ہو تو مستعیر اور عورت دونوں پر ضمان آئے گی یعنی دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے یہ خلاصہ میں ہے اگر مستعیر نے شے مستعار کو اپنے سامنے رکھا اور بیٹھے بیٹھے سو گیا تو ضمان نہ آئے گی اور اگر کروٹ سے سویا حالانکہ شہر میں ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر شہر میں نہیں ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر شے مستعار کو اپنے سر کے نیچے یا پہلو کے نیچے رکھ کر کروٹ سے سو گیا تو ضائع ہونے سے ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے اپنی زمین کے سینچنے کے کام کے واسطے ایک بیلچہ مستعار لیا اور اس سے پانی کا راستہ کھولا اور اپنے

---

[1] قولہ دین یعنی تجمل عید وغیرہ کے واسطے۔

سر کے نیچے گنواروں کی عادت کے موافق رکھ کر کروٹ سے سو رہا اور وہ چوری ہو گیا تو حکم کیا ہے اور یہ واقعہ بخارا میں واقع ہوا تھا اور مشائخ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ وہ ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر مال عاریت رکھ دیا پھر بھول کر کھڑا ہو گیا اور اس کو چھوڑ گیا تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے ایک شخص حمام میں گیا اور حمام کا پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور حمام میں ٹوٹ گیا یا فالودہ فروش کا کوزہ اس کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا تو امام ابوبکر بلخیؒ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ ایسا امر اس کے بری طرح تھامنے سے نہ ہوا ہو اور اگر اس کے بری طرح تھامنے سے واقع ہوا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر دوسرے کے چوپایہ پر سوار ہو گیا اور ہنوز اس کو اپنی جگہ سے جنبش نہ دی تھی[1] کہ کسی نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں تو کوچیں کاٹنے والے پر ضمان آئے گی اس سوار پر نہ آئے گی یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے کوئی چیز عاریت دی اور یہ شرط کی کہ یہ شے مضمون ہے یعنی تلف ہونے سے اس کی ضمان دینی پڑے گی تو وہ شے مضمون نہ ہوگی ویسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا کپڑا عاریت دے اگر وہ ضائع ہو جائے گا تو میں ضامن ہوں پس وہ ضائع ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر لڑائی کے واسطے گھوڑا یا تلوار عاریت لی اور وہ تلف ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص سے ہتھیار لڑائی کے واسطے مستعار لئے پھر تلوار کی ضرب لگائی اور تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی یا نیزہ مارا اور وہ ٹوٹ گیا تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور اگر ہتھیار پتھر پر مارا تو ٹوٹنے سے ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے اگر کپڑے دھونے کے واسطے کوئی دیگ مستعار لی اور واپس نہ دی یہاں تک کہ رات میں چوری ہو گئی تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے سے کوئی بسولا وغیرہ عاریت لیا اور یہ چیز واقع میں اس دینے والے کے سوا کسی دوسرے شخص کی تھی اور وہ تلف ہو گئی پس اگر دینے والا لڑکا ماذون ہو یعنی اس کو تصرفات کی اجازت حاصل ہو تو دوسرے لڑکے مستعیر پر ضمان نہ آئے گی اور ضمان فقط دینے والے پر واجب ہوگی اس وجہ سے کہ اس کے سپرد کرنے سے ضائع ہوا ہے اور اگر یہ چیز دینے والے کی ہو تو ضمان نہ آئے گی اور اگر دینے والا ماذون نہ ہو بلکہ مجور ہو تو دینے والے اور لینے والے دونوں پر ضمان لازم ہوگی یعنی مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دینے والے سے بوجہ دینے کے ضمان لے یا لینے والے سے بوجہ لینے کے ضمان لے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر کلہاڑی مستعار لی اور لکڑی میں لگائی وہ لکڑی کو پھاڑ کر اس میں پھنس گئی اس نے دوسری کلہاڑی اٹھا کر کلہاڑی کے مہرہ پر لگائی اور کلہاڑی ٹوٹ گئی تو ضامن ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی جمال الدین نے فتویٰ میں یہی حکم دیا ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ اگر پھنسنے کی صورت میں یوں ہی تیر سے مارنے کی عادت جاری ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کوئی شے مستعار دی اور وہ مستعیر کے پاس تلف ہو گئی پھر کسی مستحق نے اس شے کا استحقاق ثابت کیا کہ یہ میری ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اس نے معیر سے ڈانڈ لیا تو وہ مستعیر سے یہ مال ضمان نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستعیر سے ضمان لی تو وہ بھی معیر سے ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ مستعیر نے قبضہ میں اپنا ذاتی کام کیا ہے پھر جب اپنے ذاتی کام کی وجہ سے اس کو ڈانڈ دینی پڑی تو یہ ڈانڈ دوسرے سے نہیں پا سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کوئی محمل یا بڑا خیمہ مستعار لیا حالانکہ وہ شہر میں موجود ہے پھر اس کو سفر میں لے گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر تلوار یا جامہ یا

---

[1] نہ دی کیونکہ ابھی تک غاصب نہ ہوا اور اگر جنبش دی تو بھی غاصب ہوا۔

عمامہ مستعار لیا اور اس کو سفر میں لے گیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص زید نے ایک ایلچی عمرو کے پاس کوئی شے مستعار لینے کی غرض سے بھیجا اور ایلچی نے جا کر عمرو کو گھر میں نہ پایا مگر وہ شے اس کے گھر رکھی پائی اس کو مستعیر کے پاس لے آیا اور مستعیر سے کچھ نہ کہا اور وہ زید کے پاس ضائع ہوگئی تو عمرو کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے خواہ زید سے یا اس کے ایلچی سے اور دونوں میں سے جس سے اس نے ضمان لی اس کو دوسرے سے واپس[1] لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے اور اگر کوئی دیگ شوربا پکانے کے واسطے مستعار لی اور اس میں شوربا پکایا اور اس کو مع شوربا چولھے پر سے اتار کر لے چلا یا گھر میں سے باہر نکالا اور وہ اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی تو صحیح یہ ہے کہ ضامن نہ ہوگا بخلاف حمال کے کہ اگر وہ پھسل پڑے تو اس کا حکم یہ نہیں ہے کذا فی القنیہ۔

چھٹا باب:

عاریت واپس کردینے کے بیان میں

اگر عاریت کی چیز اپنے غلام کے ہاتھ ماہواری یا سالانہ تنخواہ کے نوکر کے ہاتھ نہ روزانہ مزدوری کے نوکر کے ہاتھ یا معیر کے غلام یا نوکر کے ہاتھ واپس کر دی اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر عاریت کسی اجنبی کے ہاتھ واپس کی تو ضامن ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ٹٹو کے مالک کے غلام کے ہاتھ جو اس ٹٹو کی غور پرداخت کیا کرتا ہے واپس کیا تو ضمان سے بری ہو گیا اور ضمان سے مراد واپسی کی ضمان ہے عین شے کی ضمان مراد نہیں ہے پھر اگر اس کے بعد وہ ٹٹو اسی غلام کے ہاتھ میں تلف ہوا تو عین شے کا ضامن نہ ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم استحساناً اور قیاساً ضامن ہونا چاہئے کذا فی الظہیر یہ اور امام محمدؒ نے کتاب میں غلام کا جو ٹٹو کی پرداخت کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے دونوں کا حکم مفصل بیان نہیں کیا اور کتاب الاصل میں مسئلہ کے بیان کرنے میں ایسا غلام بیان کیا جو ٹٹو کی غور پرداخت کرتا ہو اور اس کا حکم یہ لکھا ہے کہ ضمان سے مستعیر بری ہوگا اسی سے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر مستعیر نے مالک کے ایسے غلام کے ہاتھ واپس کیا جو ٹٹو کی غور پرداخت نہیں کرتا ہے تو واجب ہے کہ ضمان سے بری نہ ہو اور فخر الاسلام علی بزدویؒ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں غلاموں کا حکم یکساں ہے کیونکہ جو غلام ٹٹو کی غور پرداخت نہیں کرتا ہے وہ بھی کبھی کبھی اس ٹٹو کو ہاتھ میں لے لیتا ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اگر مستعیر نے چوپایہ کو اپنے غلام کے ہاتھ واپس کیا اور اس غلام نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو غلام اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس قیمت کے واسطے غلام فروخت کیا جائے گا یا اس کا مالک اس کی طرف سے یہ قیمت ادا کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر چوپایہ معیر کے گھر یا اصطبل میں واپس بھیج دیا اور وہ ضائع ہوا تو قیاساً ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم ان کی عادت کے موافق ہے یعنی وہاں کے لوگوں میں ایسی عادت جاری تھی اس واسطے ضامن نہ ہوا پس جہاں ایسی عادت نہ ہو وہاں موافق قیاس کے ضامن ہوگا اور اس بنا پر ضمان واپسی سے بری ہونے کا الحکم ہے اور بعض نے کہا کہ چوپایہ بندھنے کی جگہ اگر احاطہ سے خارج ہو تو بری ہوگا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ چوپایہ وہاں بدوں نگہبان کے نہیں رہ سکتا ہے اور اگر چوپایہ کو مستعیر نے مالک کی زمین میں واپس کر دیا تو ضمان سے بری نہ ہوگا کیونکہ معیر اس کو اپنی زمین میں محفوظ نہیں رکھتا ہے یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر شے مستعار کوئی جواہر کی لڑی یا ایسی ہی نفیس چیز ہو اور مستعیر نے معیر کے غلام یا نوکر کے ہاتھ واپس کر دی تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری

---

[1] قولہ واپس اس واسطے کہ ایلچی غاصب ہوا زید غاصب الغاصب ہوا اور ان دونوں کا یہی حکم ہے۔

میں ہے اور یتیمیہ میں ہے کہ میرے والدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کوئی شے مستعار لی اور پھر معیر کے گھر میں لے آیا اور اس نے مستعیر سے کہا کہ اس کنارے اس کو رکھ دے پس وہ شے مستعیر کے ہاتھ میں سے بدوں اس کی تقصیر کے گر پڑی اور وہ ٹوٹ گئی تو والدؒ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر مستعار کپڑا واپس کیا مگر اس کو نہ معیر ملا اور نہ کوئی ایسا شخص ملا جو معیر کے عیال میں سے ہو پس اس نے رات بھر عاریت کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تو تلف ہو جانے سے ضامن نہ ہوگا اور اگر کوئی ایسا شخص جو معیر کے عیال میں سے ہو مستعیر کو ملا ہو اور پھر بھی اس نے واپس نہ دیا تو ضامن ہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

ساتواں باب:

عاریت کے واپس مانگنے اور جو امر عاریت واپس لینے کا مانع ہوتا ہے اُس کے بیان میں

معیر کو اختیار ہے کہ عاریت واپس کر لے خواہ عاریت مطلقہ ہو یا موقتہ ہو یعنی کوئی میعاد مقرر کی ہو یہ وجیز کردری میں ہے اگر زید نے کوئی زمین زراعت کے واسطے مستعار لی تو اس سے نہیں لی جا سکتی ہے جب تک کہ کھیتی کو نہ کاٹے یہ استحساناً ہے خواہ وقت مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ اس کی انتہا معلوم ہے پس ایسی زمین کا جو لگان ہوا تنے پوتے پر چھوڑ دی جائے گی کیونکہ اس میں دونوں شخصوں کے حق کی رعایت ہے یہ تبیین میں ہے جب کھیتی کٹی تو بعض روایات مبسوط میں مذکور ہے کہ زمین کا مالک زمین کو مع پوتہ کے لے لے گا اور بعض روایات میں ایسا مذکور نہیں ہے اور فقیہ ابو اسحٰق حافظؒ فرماتے ہیں کہ زمین کے مالک کو پوتہ ملنا اس وقت واجب ہوگا کہ جب رہن والے نے یا قاضی نے وہ زمین مستعیر کو پوتہ پر دے دی ہو اور بدوں اس کے پوتہ واجب نہ ہوگا پس اگر مستعیر نے زمین کے پوتہ پر اپنے پاس ہونے سے انکار کیا اور کھیتی اکھاڑنے کو بھی مکروہ جانا اور مالک زمین سے اپنی کھیتی کی قیمت کی ضمان لینی چاہی اور کہا کہ میری کھیتی تیری زمین سے متصل ہے پس یہ اتصال تیرے کپڑے کے ساتھ رنگ کے اتصال ہونے کے مشابہ ہے پس مجھے پہنچتا ہے کہ میں تجھ سے ضمان لوں تو یہ مسئلہ کتاب الاصل میں مذکور نہیں ہے اور منتقی میں ایک جگہ یوں لکھا ہے کہ مستعیر کو یہ اختیار حاصل ہوگا مگر زمین کا مالک اگر اس امر پر راضی ہو کہ کھیتی کٹنے کے وقت تک اس کی کھیتی اپنی زمین میں چھوڑ دے تو ایسا نہیں ہے اور یہ رضا مالک زمین کی طرف سے اس شرط کا ایفاء ہے جو اس نے عقد عاریت میں قرار دی تھی پس اس کے سوا دوسری چیز اس پر لازم نہ آئے گی اور دوسری جگہ یوں لکھا ہے کہ کھیتی بونے والے کو مالک زمین سے کھیتی کی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی المحیط۔

اگر مالک زمین نے چاہا کہ مستعیر کو اس کا بیج بونے کا خرچہ دے کر زمین مع کھیتی کے اس سے لے لے اور مستعیر اس امر پر راضی ہو گیا اور یہ سب کھیتی کے جمنے سے پہلے واقع ہوا تو جائز نہیں ہے اور اگر کھیتی جمنے کے بعد ہو تو جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص سے کوئی زمین عمارت بنانے یا درخت لگانے کے واسطے مستعار لی پھر مالک کی رائے میں آیا کہ یہ زمین مستعیر کے ہاتھ سے نکال لے تو اس کو یہ اختیار ہوگا خواہ عاریت مطلقہ ہو یا موقتہ ہو ہاں فرق یہ ہے کہ اگر عاریت مطلقہ ہو تو اس کو درخت اکھاڑنے یا عمارت ڈھا دینے کے لئے مستعیر پر جبر کرنے کا اختیار ہوگا اور جب اس نے درخت اُکھاڑ لے یا عمارت ڈھائی تو درختوں اور عمارت کی قیمت کا معیر کچھ ضامن نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے پس اگر ایسا کرنے سے زمین میں کچھ نقصان آتا ہو اگر معیر اس نقصان پر راضی ہو جائے تو مستعیر درخت اکھاڑ ڈالے گا اور اگر مستعیر نے اس امر کی درخواست کی کہ معیر سے ڈھائی ہوئی عمارت یا

کٹے ہوئے درختوں کے حساب سے قیمت مجھے دلائی جائے یعنی میں عمارت و درخت ایسے ہی چھوڑ دوں گا مگر مجھے قیمت درختوں و عمارت کی اس حساب سے دلا دی جائے تو معیر اس طرح قیمت دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور مستعیر اکھاڑنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر معیر اپنی زمین ناقص واپس لینے پر راضی نہ ہوا تو مستعیر کو عمارت و درختوں کی قیمت ڈھائی ہوئی یا اکھڑی ہوئی کے حساب سے ڈانڈ دے گا اور مستعیر کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کذا فی المضمرات۔ اگر عقد عاریت موقت ہو یعنی معین میعاد تک کے واسطے عاریت دی ہو پھر اس میعاد سے پہلے نکال لینا چاہا تو معیر کو اختیار[1] نہ ہوگا کہ مستعیر کے ہاتھ سے اس میعاد سے پہلے نکال لے اور نہ درخت اکھاڑنے یا عمارت ڈھانے کے واسطے جبر کر سکتا ہے اور مستعیر کو خیار ہوگا کہ چاہے معیر سے اپنے درختوں و عمارت کی قیمت ثابت قائم کے حساب سے لے لے اور عمارت و درخت اس کے قبضہ میں چھوڑ دے اور مالک زمین ادائے ضمان کے بعد ان کا مالک ہو جائے گا یا چاہے تو اپنی عمارت و درخت لے لے اور زمین کے مالک پر کچھ اس کو دینا لازم نہ آئے گا اور عمارت و درخت اکھاڑ کر لے لینے کا اختیار مستعیر کو اسی وقت حاصل ہوگا کہ جب اس فعل سے زمین میں کچھ نقصان نہ آتا ہو اور اگر نقصان آتا ہو تو اختیار مالک کو حاصل ہوگا کذا فی البدائع۔

کیا عاریت لی ہوئی زمین پر (اجازت یا بدوں اجازت) عمارت کھڑی کر سکتا ہے؟

مالک کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو مدت گزرنے تک انتظار کرے پھر اس پر عمارت ڈھانے یا درخت اکھاڑنے کے واسطے جبر کرے یا عمارت و درخت کی قیمت ڈھائی ہوئی اور اکھڑی ہوئی کے حساب سے ڈانڈ لے بشرطیکہ زمین میں ڈھانے یا اکھاڑنے سے نقصان آتا ہو اور اگر چاہے تو مستعیر کو عمارت کی قیمت بنی ہوئی کے حساب سے اور درختوں کی لگے ہوئے کے حساب سے ادا کر دے اور یہ عمارت و درخت اس کی ملک ہو جائیں گے اور اس کے سوا مالک کو کچھ اختیار نہیں ہے کذا فی الینابیع اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مدت گزرنے سے پہلے مالک زمین نے مستعیر کے قبضہ سے زمین نکالنی چاہی اور اگر مدت گزر گئی ہو تو زمین کا مالک عمارت اس کی ڈھا دے گا اور درخت اکھاڑ دے گا اور ہمارے نزدیک کچھ ضامن نہ ہوگا لیکن اگر اکھاڑنے سے شے میں نقصان آتا ہو تو ایسی صورت میں ضمان دے کر مالک زمین عمارت و درختوں کا مالک ہو جائے گا اور ضمان دینے کے واسطے درختوں کی قیمت اکھڑی ہوئی کے حساب سے اعتبار کی جائے گی یہ محیط میں ہے اگر زید نے عمرو کو کوئی زمین عاریت دی اور اجازت دی کہ اس میں عمارت بنا لے اس نے ایسا ہی کیا پھر خالد نے مدت گزرنے سے پہلے آ کر اس زمین پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور عمرو کی عمارت گروا دی تو زید پر عمرو کے واسطے عمارت کی قیمت دینی واجب نہیں ہے خواہ عاریت موقتہ ہو یا مطلقہ ہو اور خصافؒ نے اپنی شروط میں ذکر کیا ہے کہ عاریت موقتہ کی صورت میں وقت گزرنے سے پہلے استحقاق ثابت ہونے میں امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک معیر پر مستعیر کو عمارت کی قیمت دینی واجب ہوگی پس امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ نے موافق روایت خصاف کے دونوں صورتوں میں یعنی جبکہ عمارت توڑ دینا معیر کے فعل سے ہو اور جب مستحق کی طرف سے ہو حکم یکساں رکھا ہے اور امام محمدؒ نے دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے کہ جب مستحق کی طرف سے توڑنا واقع ہوا تو معیر پر قیمت واجب ہوگی اور جب معیر کی طرف سے واقع ہوا تو معیر پر قیمت واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

نوازل میں لکھا ہے کہ زید نے عمرو سے ایک دار یعنی گھر عاریت لیا اور اس میں مٹی کی ایک دیوار جس کو فارسی میں باحسہ کہتے

---

[1] مترجم عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ روایت سابق صریح دلالت کرتی ہے کہ پہلا عقد عاریت موقت تھا پس دونوں روایتوں کی توفیق اس طور سے ممکن ہے کہ دوسرا حکم عاریت غیر موقتہ میں ہے فافہم۔

ہیں بیس درہم پر ایک مزدور مقرر کر کے بنوائی اور یہ امر عمرو کی بلا اجازت واقع ہوا پھر عمرو نے اپنا گھر واپس لینا چاہا تو زید کو اختیار نہیں ہے کہ جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے وہ عمرو سے واپس لے کیونکہ یہ فعل بلا اجازت عمرو کے زید نے کیا ہے اور زید نے اگر وہ دیوار عمرو کی مٹی سے بنوائی ہو تو زید کو اس کے توڑ ڈالنے کا بھی اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تو میری اس زمین میں اپنے واسطے عمارت بنالے یا درخت لگالے اور میں شرط کرتا ہوں کہ یہ زمین تیرے قبضہ میں ہمیشہ کے واسطے چھوڑ دوں گا یا کہا کہ اتنی مدت تک چھوڑ دوں گا اور اگر میں پھر زمین تیرے قبضہ میں نہ چھوڑوں تو جو کچھ تو عمارت وغیرہ میں خرچ کرے گا اس کا میں ضامن ہوں اور وہ عمارت میری ہو جائے گی تو جس وقت عمرو کے ہاتھ سے وہ زمین نکالے تو مستعیر کو اس کی عمارت و درختوں کی قیمت ڈانڈ دے اور یہ عمارت و درخت سب مالک زمین کے ہو جائیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر معیر نے عاریت طلب کی اور مستعیر نے دینے سے انکار کیا تو وہ ضامن ہو گیا اور اگر انکار نہ کیا لیکن یہ کہا کہ کل کے روز تک میرے پاس اور چھوڑ دے پھر میں تجھے واپس کر دوں گا اور معیر اس پر راضی ہو گیا پھر وہ عاریت ضائع ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے معیر نے عاریت طلب کی اور مستعیر نے کہا کہ ہاں دوں گا اور ایک مہینہ گزر گیا یہاں تک کہ وہ عاریت تلف ہو گئی پس اگر طلب کرنے کے وقت مستعیر واپس کرنے سے عاجز تھا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر قادر تھا پس اگر معیر نے روک رکھنے میں اپنے دل کی کراہیت اور ناخوشی صریح ظاہر کی اور باوجود اس کے مستعیر نے روک رکھی تو ضامن ہوگا اور اگر چپ رہا تو بھی[1] یہی حکم ہے اور اگر صریح رضامندی ظاہر کی مثلاً کہا کہ خیر کچھ ڈر نہیں ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر معیر نے عاریت طلب نہ کی اور مستعیر بھی واپس نہیں کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ضائع ہو گئی پس اگر عاریت مطلقہ[2] ہو تو ضامن نہ ہو گا اور اگر موقتہ ہے یعنی کسی وقت تک کے واسطے عاریت دی ہو اور وہ وقت گزر گیا اور مستعیر نے واپس نہ کی تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا ایک کتاب مستعار لی پھر وہ ضائع ہو گئی پھر اس کا مالک آیا مگر مستعیر نے اس کو ضائع ہو جانے سے آگاہ نہ کیا پس اگر اس کتاب کا موجود ہونا بیان نہ کیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بیان کیا ہو تو ضامن ہوگا اور صدر الشہید نے فرمایا کہ یہ تفصیل ظاہر روایت کے خلاف ہے کیونکہ اگر اس نے واپس کرنے کا وعدہ کیا پھر ضائع ہونے کا دعویٰ کیا تو بسبب تناقض کے ضامن ہوگا بشرطیکہ وعدہ سے پہلے ضائع ہونے کا دعویٰ کرے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ وجیز کردری میں ہے۔

زید نے عمرو سے ایک باندی اپنے لڑکے کو دودھ پلانے کے واسطے مستعار لی اس نے دودھ پلایا پھر جب لڑکے کی یہ عادت ہو گئی کہ اس باندی کے سوا دوسرے سے دودھ نہیں پیتا ہے تو عمرو نے کہا کہ میری باندی مجھے واپس کر دے تو عمرو کو یہ اختیار نہیں ہے اور اس کو لڑکے کے بڑے ہونے تک اس کی باندی کا اجر المثل ملے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے زید نے عمرو سے ایک کپا مستعار لیا اور اس میں روغن زیت بھرا اور عمرو نے زید کو جنگل میں پکڑا تو عمرو کو کپا لینے کا اختیار نہیں ہے اور اس کو اجر مثل اس وقت تک دیا جائے گا کہ جب تک زید ایسی جگہ پہنچے جہاں کپے تلاش کر کے اس میں اپنا تیل لوٹ لے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے جہاد کے واسطے زید سے ایک گھوڑا مستعار لیا اس نے چار مہینے کے واسطے دیا پھر دو مہینے کے بعد دار الاسلام میں مستعیر سے ملاقات ہوئی اور زید نے اپنا گھوڑا واپس لینا چاہا تو لے سکتا ہے اور اگر دار الحرب میں ملا ہو ایسی جگہ کہ وہاں دوسرا گھوڑا کرایہ یا خرید نہیں سکتا ہے تو مستعیر کو اختیار ہے کہ زید کو واپس نہ دے اور جس جگہ زید نے طلب کیا ہے وہاں سے قریب تر موضع تک جہاں مستعیر کو خرید یا کرایہ پر دوسرا گھوڑا مل سکتا ہے زید کو اس کے گھوڑے کا اجر المثل ملے گا کذا فی الظہیریہ۔

---

[1] قولہ یہی حکم یہ حکم ضامن ہونے کا جب ہی ہے کہ جب اس نے زیادہ دنوں تک روک رکھی اور اگر اس نے کہا کہ کل دوں گا یا کہا کہ پرسوں دوں گا تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔ [2] عاریت مطلقہ یعنی کسی وقت تک کے لئے عاریت نہ دی ہو بلکہ مطلق ہو۔

آٹھواں باب:

عاریت میں اختلاف واقع ہونے اور اس میں گواہی کے بیان میں

امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ اگر زید نے عمرو سے کوفہ سے حمام اعین تک کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا اور سوار ہو کر حمام اعین سے آگے چلا گیا پھر لوٹ کر حمام اعین میں آ گیا یا کوفہ میں آ گیا حالانکہ ٹٹو ویسا ہی موجود تھا پھر مر گیا پس عمرو نے کہا کہ جہاں تک کے واسطے میں نے تجھے اجازت دی تو نے اس میں مخالفت کی اور وہاں تک نہیں واپس لایا اور زید نے کہا کہ میں نے مخالفت کی مگر پھر واپس ہو کر اسی موضع میں آ گیا جہاں تک کہ تو نے اجازت دی تھی تو عمرو کا قول قبول اور زید ضامن ہوگا اور اگر زید نے اس امر کے گواہ دیئے کہ میں وہ ٹٹو کوفہ تک یا حمام اعین تک واپس لایا پھر وہ مر گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا جب تک کہ عمرو کو اس کا ٹٹو واپس نہ کرے اور اس کی تاویل یوں بیان کی گئی ہے کہ زید نے حمام اعین تک جانے کے واسطے فقط مستعار لیا تھا جانے اور آنے کے واسطے نہیں لیا تھا اور اس صورت میں ضامن ہوگا اور اگر اس نے آمد و رفت کے واسطے مستعار لیا ہو تو ضمان سے بری ہوگا کیونکہ اس نے بعد مخالفت کے موافقت اختیار کی اور عقد عاریت ہنوز قائم ہے پس ضمان سے بری ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر عمرو نے اس امر کے گواہ دیئے کہ وہ ٹٹو اس مقام میں زید کی سواری میں مر گیا کہ جہاں یہ شخص خلاف اجازت اس کو لے گیا تھا اور زید نے اس امر کے گواہ دیئے کہ میں نے وہ ٹٹو عمرو کو واپس دیا ہے تو عمرو کے گواہ قبول ہوں گے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر زید کی ران کے نیچے وہ ٹٹو جو اس نے عمرو سے عاریت لیا تھا مر گیا پھر خالد نے گواہ قائم کئے کہ وہ ٹٹو میرا تھا تو قاضی خالد کی ملک ہونے کا حکم دے دے گا اور گواہوں سے یہ استفسار نہ کرے گا کہ خالد نے فروخت تو نہیں کیا اور اگر اس شخص نے جس سے خالد نے ضمان لینے کا قصد کیا ہے یوں دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے اس ٹٹو کی عاریت کے باب میں اجازت دے دی تھی تو خالد سے اس امر پر قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم سے نکول کیا تو اس کا قسم سے انکار کرنا مثل اقرار دیا جائے گا اور خالد کو کسی شخص سے ضمان لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر خالد نے قسم کھائی تو اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے زید سے ضمان لے یا عمرو سے پس اگر اس نے عمرو سے ضمان لی تو عمرو زید سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر زید سے ضمان لی تو وہ بھی مال ضمان عمرو سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس نے ایسے فعل کی وجہ سے ڈانڈ بھرا ہے کہ جس کا خود مرتکب ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر معیر اور مستعیر میں عاریت کے ایام یا جگہوں یا لادنے کے بوجھ میں اختلاف واقع ہو☆

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھ اپنا ٹٹو عاریت دیا اور وہ تلف ہو گیا اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھ سے غصب کر لیا تھا تو زید پر ضمان نہ آئے گی بشرطیکہ سوار نہ ہوا ہو اور اگر سوار ہوا ہے تو ضامن ہوگا اور اگر زید نے کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھے کرایہ پر دیا تھا اور حال یہ ہے کہ زید اس پر سوار ہوا تھا اور اس کی سواری سے مر گیا تو اس صورت میں زید کا قول قبول[1] ہوگا اور اس پر ضمان نہ آئے گی یہ محیط میں ہے اگر معیر اور مستعیر میں عاریت کے ایام یا جگہوں یا لادنے کے بوجھ میں اختلاف واقع ہوا تو قسم سے چوپایہ کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر مستعیر نے عاریت کی چیز میں تصرف کیا اور دعویٰ کیا کہ معیر نے مجھے اجازت دی تھی

---

[1] قولہ قبول اس واسطے کہ عمرو کے بیان سے بھی یہ ثابت ہوا کہ اس نے زید کے قبضہ میں اس غرض سے دیا تھا کہ وہ سوار ہو یعنی غصب نہ تھا اب رہا یہ امر کہ اس طرح دینا آیا امانت تھا یا ضمانت تھا تو کمتر یہ کہ امانت ہو مثلاً عاریت سے پس یہ تو خود ظاہر ہے رہا یہ کہ شاید ضمانت ہو تو یہ زید پر الزام ہوگا اور وہ منکر ہے تو لامحالہ عمرو کا قول کافی نہ ہوگا بلکہ زید کے ذمہ یہ تاوان ثابت کرنے کے لئے گواہ لائے پس معنی یہ ہیں کہ قول زید کا قبول ہے اور گواہ البتہ عمرو کے قبول ہوں گے۔

اور معیر انکار کر گیا تو مستعیر ضامن ہوگا لیکن اگر اس کی اجازت دے دینے کے گواہ لائے تو ایسا نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر مستعیر نے اپنی صحت یا مرض میں کہا کہ عاریت کی چیز مجھ سے تلف ہوگئی تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے منتقی میں ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے یہ دار اور یہ زمین عاریت دی تھی کہ میں اس میں عمارت بناؤں اور جس قسم کے نخل اور شجر میرا جی چاہے زمین میں لگاؤں پس میں نے اس زمین میں یہ درخت لگائے ہیں اور دار میں یہ عمارت بنائی ہے اور معیر نے کہا کہ جب میں نے تجھے دار اور زمین عاریت دی تھی تب اس میں یہ عمارت بنی ہوئی اور درخت لگے ہوئے تھے تو معیر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ بھی معیر کے قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو کے پاس آ کر کہا کہ خالد کا ٹٹو جو تیرے پاس مستعار ہے اس کو میں نے خالد سے مستعار کیا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے لے کر قبضہ کرلوں پس عمرو نے زید کی تصدیق کی اور ٹٹو اس کو دے دیا اور وہ زید کے پاس مر گیا پھر خالد نے ایسے حکم دینے سے انکار کیا تو عمرو اس کا ضامن ہوگا اور جو مال اس نے ڈانڈ بھرا ہے اس کو زید سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر عمرو نے زید کے قول کی تکذیب کی ہو یا نہ تصدیق کی ہو اور نہ تکذیب کی ہو یا تصدیق کر کے اس پر ضمان کی شرط لگائی ہو تو ان صورتوں میں عمرو نے جو مال ڈانڈ دیا اس کو زید سے واپس لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔

اگر شے عاریت پر قبضہ کر لینے کے واسطے معیر کا خادم آیا ہو پھر خادم کے مالک نے انکار کیا کہ میں نے غلام کو یہ حکم نہیں دیا تھا تو مستعیر پر ضمان نہ آئے گی یہ مبسوط میں ہے دو اشخاص ایک بیت میں رہا کرتے ہیں ہر ایک شخص ایک کونے میں رہتا ہے پس ایک شخص نے دوسرے سے کوئی شے مستعار لی پھر مالک نے اس شے کو واپس طلب کیا پھر مستعیر نے کہا کہ تیرے کونے میں جو طاق ہے میں نے اس پر رکھ دی تھی اور معیر نے انکار کیا تو حکم یہ ہے کہ اگر وہ بیت دونوں کے قبضہ میں ہو تو مستعیر ضامن نہ ہوگا کذا فی محیط السرخسی۔

نواں باب:

متفرقات کے بیان میں

واپسی عاریت کا خرچہ مستعیر پر اور ودیعت کا مودع پر اور جو شے کرایہ پر لی گئی اس کا موجر پر اور شے مغصوب کا غاصب پر اور مرہون کا مرتہن پر پڑتا ہے اور اصل یہ ہے کہ واپسی کا خرچہ اس شخص پر آتا ہے جس کے لئے قبضہ واقع ہوا کیونکہ خرچہ بضمان ہے کذا فی الکافی۔ امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا کہ مستعار کا نفقہ مستعیر پر ہوتا ہے اور قاضی ابو علی نسفیؒ نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ مستعار کو نفقہ دینے کے واسطے مستعیر پر جبر نہ کیا جائے گا کیونکہ عاریت میں لزوم نہیں ہوتا ہے لیکن اس سے یوں کہا جائے گا کہ اس کا نفع تجھے پہنچ سکتا ہے کہ تو اس کا مستحق ہے پس اگر چاہے تو نفقہ دے تا کہ نفع تجھے حاصل ہو اور اگر تیرا جی چاہے تو اس سے دست بردار ہو اور یہ بات کہ اس پر مستعار کو نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جائے پس یہ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے چوپایہ مستعار کا چارہ مستعیر پر ہے خواہ عاریت مطلقہ ہو یا مقیدہ ہو اور غلام کے نفقہ کا بھی یہی حکم ہے لیکن غلام کا کپڑا پس وہ معیر پر ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے زید نے بدوں اس کے کہ عمرو نے زید سے اس کا غلام مستعار طلب کیا ہو یوں کہا کہ تو یہ میرا غلام لے اور اس سے خدمت لے تو ایسے غلام کا نفقہ اس کے مالک[1] پر ہے یہ وجیز کردری میں ہے مال مغصوب اور عاریت کے واپس کرنے کے واسطے کفیل کر لینا صحیح ہے اور اگر واپس کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مالک کے مکان پر منتقل کر کے پہنچانے کے واسطے وکیل پر جبر نہ کیا جائے گا بلکہ جہاں اس کو پائے دے

---

[1] قولہ مالک پر اس واسطے کہ عمرو نے مستعار نہیں لیا ہے تو شاید زید کی غرض یہ ہو کہ غلام یہ کام سیکھ جائے جیسے اپنا گھوڑا اس کی سواری میں دیا تا کہ نکل جائے۔

دے یہ کافی میں ہے ایک شخص اپنے دوست کے انگور کے باغ میں گیا اور بدوں اس کی اجازت کے کچھ میوہ کھایا پس اگر یہ جانتا ہے کہ اگر مالک باغ کو یہ معلوم ہو تو اس کی کچھ پرواہ نہ کرے گا تو مجھے امید ہے کہ ان میں کچھ ڈر نہ ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر عمدہ زمین زراعت کے واسطے مستعار لی تو مستعیر یوں لکھ دے کہ تو نے اپنی زمین مجھے کھانے[1] کے واسطے دی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ یوں لکھے کہ تو نے مجھے عاریت دی کذا فی التبیین۔

گھر اور کپڑے کی عاریت میں بالاتفاق یوں تحریر کرے کہ تو نے مجھے عاریت دیا اور یوں نہ لکھے کہ تو نے مجھے پہنایا یا مجھے بسایا یہ کافی میں ہے جامع الاصغر میں ہے کہ ایک زمین چند آدمیوں کی ایک جماعت کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک شخص نے باقیوں کو اس زمین میں گھر بنانے کی اجازت دے دی انہوں نے بنا کے پھر اجازت دینے والے نے چاہا کہ ان میں سے ایک گھر کی عمارت ڈھا دے تو ان لوگوں کو منع کرنے کا اختیار ہے اور اس شخص کو یہ اختیار ہے کہ ان لوگوں سے ان کے گھر دور کر دینے کا مواخذہ کرے اس لئے کہ عاریت لازمہ نہیں ہوتی ہے کذا فی الحاوی اور شمس الائمہ نے اول شرح وکالت میں ذکر کیا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو عاریت دیتا ہے اور آیا اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے بیٹے کا مال عاریت دے دے پس بعض مشائخ متاخرین نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار ہے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے پس اگر باپ نے باوجود جائز نہ ہونے کے ایسا کیا اور مال تلف ہوا تو ضامن ہوگا اور ماذون لڑکے نے اگر اپنا مال عاریت دیا تو اعارہ صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شرح بیوع الطحاوی میں لکھا ہے کہ قاضی کو یتیم کا مال عاریت دینے کا اختیار ہے یہ ملتقط میں ہے غلام ماذون کو عاریت دینے کا اختیار ہے یہ سراجیہ میں ہے یتیم لڑکے کے وصی کے لڑکے کے کام کے واسطے ایک چاپایہ مستعار لیا اور رات کو اس نے واپس نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو ضمان لڑکے پر آئے گی وصی پر نہ آئے گی شیخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ عجیب ہے کذا فی القنیہ۔ شیخ برہان الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک طشت عاریت لیا تا کہ اس میں پانی رکھے یا کپڑا دھوئے تو آیا یہ عاریت اسی پانی رکھنے یا اسی کپڑے دھونے کے واسطے مقید ہوگی یا نہیں پس شیخ نے فرمایا کہ فقط اسی کے واسطے مقید ہونا چاہئے اور ایسا ہی قاضی بدیع الدین نے فتویٰ دیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مرتبہ پانی رکھنے یا کپڑے دھونے کے واسطے مقید ہوگی اور قاضی جمال الدین نے اس کے برخلاف فتویٰ دیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے جز غیر منقسم کا عاریت کسی طرح ہو صحیح ہے خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہے یا قابل تقسیم نہ ہو خواہ اجنبی کو عاریت دیا ہو یا شریک کو ایسا ہی دو شخصوں کو عاریت دینا صحیح ہے خواہ مجمل رکھا ہو یا آدھے و تہائی وغیرہ کے نام سے تفصیل کر دی ہو کذا فی القنیہ۔ معیر[2] یا مستعیر مر گیا تو عاریت واپس کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے ایک تیر مستعار لیا پس اگر دارالحرب میں جہاد کرنے کی جوش سے لیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر نشانہ اڑانے کی غرض سے لیا ہے تو صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ غیر شخص کی دوات کی روشنائی سے لکھنا چاہا پس اگر اس سے اجازت لے لی تو اختیار ہے اور اگر آگاہ کر دیا تو بھی اختیار ہے بشرطیکہ اس کو منع نہ کیا ہو اور اگر یہ کچھ نہ کیا پس اگر دونوں میں بے تکلفی اور کشادہ روئی ہو تو بھی کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یہ نہ ہو تو میں پسند کرتا ہوں کہ ایسا نہ کرے یہ وجیز کردری میں ہے۔

زید نے عمرو کے پاس انگوٹھی رہن کر کے قرض لیا اور مرتہن سے کہا اس کو پہن اس نے پہن لی پھر وہ انگوٹھی تلف ہو گئی تو قرضہ میں اس کا تلف ہونا محسوب نہ ہوگا اور قرضہ بحالہ باقی رہے گا کیونکہ وہ انگوٹھی عاریت ہو گئی تھی اور اگر اس نے انگوٹھی پہن لی پھر

---

[1] قولہ کھانے اقول یہ وہاں کا محاورہ ہے اور ہمارے یہاں قول صاحبینؒ بہتر ہے اور اسی طرح ہر صورت میں احتیاط چاہئے کہ ہبہ کا شبہ نہ ہوگا۔

[2] یعنی عقد عاریت دونوں میں سے ہر ایک کے مرنے سے ٹوٹ جاتا ہے واللہ اعلم۔

انگلی سے اتار دی پھر وہ تلف ہوگئی تو قرضہ کے عوض تلف قرار دی[1] جائے گی کیونکہ وہ پھر عود کر کے رہن ہوگئی تھی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مالک نے چھنگلیا میں لینے کو کاہ ہو اور اگر کلمہ کی انگلی میں پہننے کے واسطے کہا ہو اور وہ اس حالت میں تلف ہوئی جب اس کو پہنے ہوئے تھا تو قرضہ کے عوض تلف قرار دی جائے گی اور اگر حکم کیا کہ اپنی چھنگلیا میں پہنے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے اس نے چھنگلیا میں پہن کر نگینہ اوپر کی طرف رکھا تو یہ عاریت دینے میں شمار ہے اور اس طور سے کہنا کہ چھنگلیا میں پہنے اور نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے یا فقط یہ کہنا کہ چھنگلیا میں پہنے یہ دونوں قول یکساں ہیں وہ عاریت رہے گی اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کتاب الاصل کے مسائل رہن میں ہے کہ اگر ہزار درہم قیمت کا غلام بعوض ہزار درہم کے رہن کیا پھر راہن نے اس کو مستعار لیا پھر واپس کیا حالانکہ اس واپسی کے وقت بھاؤ گھٹ کر قیمت غلام کی پانچ سو درہم رہ گئے تھے پھر وہ غلام مر گیا تو بعوض تمام قرضہ کے ہلاک ہوا اور رہن میں پہلے قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر بجائے رہن کے غصب ہو تو دوبارہ غصب کرنے کے روز کی قیمت معتبر ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے دوسرے شخص سے رہن کرنے کے واسطے کوئی شے عاریت لینا جائز ہے اور یہ معروف ہے اور دوسرے کو اجارہ پر دینے کے واسطے مستعار لینا جائز ہے یہ محیط میں ہے فتاویٰ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کُر گیہوں بدبودار قرض لئے اور ان کو تلف کر دیا پھر اس کو جید گیہوں یعنی کھرے ادا کئے اور قرض دینے والے نے کہا کہ میرے گیہوں کھرے تھے اور قرض لینے والے نے اس کی تصدیق کی اور کھرے دے دیئے پھر دونوں نے سچائی پر اتفاق کیا کہ وہ گیہوں قرض کے بدبودار تھے تو قرض لینے والے کو اختیار ہے کہ جو اس نے ادا کئے ہیں ان کو واپس لے اور اگر کچھ نہ کہا لیکن کھرے ادا کئے تو جائز[2] ہے کذا فی الحاوی۔

فصول عمادیہ کی کتاب الحیطان کے ''متفرقات'' سے ایک مسئلہ☆

جامع اصغر میں ہے کہ زید کے عمرو پر ایک قفیز گیہوں قرض تھے اور عمرو سے زید نے ایک قفیز گیہوں معین خرید کئے اور اپنی ٹوکری عمرو کو دے کر حکم کیا کہ دونوں قفیز میں اس میں ڈال دے اس نے ایسا ہی کیا پھر ٹوکری اور جو کچھ اس میں تھا سب تلف ہوگیا پس اگر عمرو نے پہلے فروخت کئے ہوئے گیہوں اس میں ڈالے پھر قرض والے ڈالے تو تلف ہونے سے زید کا مال گیا اور اگر پہلے قرض والے ڈالے پھر فروخت کئے ہوئے ڈالے تو عمرو کا مال گیا یہ حاوی میں ہے فصول میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو کی اجازت سے عمرو کی دیوار پر دھنی رکھی یا اس کے دار کے نیچے اس کی اجازت سے ایک سرداب بنایا پھر عمرو نے اپنا گھر فروخت کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ دیوار سے دھنیاں دور کر دینے کا زید سے مطالبہ کرے اور یہی حکم سرداب میں ہے لیکن اگر بائع نے بیع میں دھنیاں اور سرداب باقی رکھنے کی شرط کی ہو تو مشتری کو ان کے دور کرنے کے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا اور مشتری کا وارث اس استحقاق میں بمنزلہ مشتری کے ہے لیکن وارث کو ہر حال میں یہ اختیار ہوگا کہ دھنیاں اور سرداب دور کر دینے کا مطالبہ کرے یہ فصول عمادیہ کی کتاب الحیطان کے متفرقات میں ہے امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے غطریفی درہم بخارا میں قرض لئے پھر دونوں کی ایسے شہر میں ملاقات ہوئی کہ جہاں قرض دار کو غطریفی درہم مل نہیں سکتے ہیں تو امامؒ نے فرمایا کہ آمد و رفت کے واسطے بقدر مسافت کے اس کو مہلت دے تاکہ ان کے مثل ادا کر دے اور قرض دار سے اپنی مضبوطی[3] کر لے کذا فی الحاوی ایک شخص نے ایک آرہ مستعار لیا اور وہ چیرنے میں دو ٹکڑے ہوگیا پس مستعیر نے بلا اجازت مالک کے ایک لوہار کو دیا اس نے جوڑ دیا تو مالک کا حق اس سے منقطع ہوگیا اور مستعیر پر آرہ کی قیمت ٹوٹے ہوئے کے حساب سے واجب ہوئی اسی طرح اگر غاصب نے ٹوٹا ہوا غصب کیا اور یہ فعل کیا تو اس کا یہی حکم ہے کذا فی القنیہ فی کتاب الغصب۔

۱؎ قولہ قرار یعنی اس طرح مخالفت کرنے سے ضامن نہ ہو جائے گا اور اصل یہ ہے کہ اس شرط کو نفع اٹھانے کی شرط نہ کریں تاکہ مخالفت سے ضمانت لازم آئے فافہم۔ ۲؎ اور حصا جائز ہے گویا اس نے بہتر ادا کئے جس کی فضیلت وارد ہے۔ ۳؎ قولہ مضبوطی مثلاً کفیل لے یا اس سے کچھ رہن لے۔

کتاب الھبۃ

اس میں بارہ ابواب ہیں

باب اوّل:

ہبہ کی تفسیر' رکن' شرائط' انواع' حکم کے بیان میں اوران الفاظ کے بیان میں جو ہبہ میں ہوتے ہیں یا ان کے قائم مقام ہوتے ہیں اور جو نہیں ہوتے

ہبہ کی تفسیر شرعی ☆

ہبہ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ عین[1] شے کے بلاعوض مالک کر دینے کو ہبہ کہتے ہیں یہ کنز میں لکھا ہے اور ہبہ کا رکن یہ ہے کہ ہبہ کرنے والا کہے کہ میں نے ہبہ کیا کیونکہ یہ مالک کر دینا ہے اور فقط مالک کے کہہ دینے سے تمام ہوگا لیکن موہوب لہ کا قبول کرنا یہ اس کی ملک ثابت ہونے کے واسطے شرط ہے اس واسطے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں ہبہ نہ کروں گا پھر کہا کہ میں نے ہبہ کیا اور دوسرے نے قبول نہ کیا تو وہ شخص ہبہ کرنے والا حانث ہو جائے گا یعنی قسم کا کفارہ دینا پڑے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ بتوضیح یسیر فی اللفظ۔

ہبہ کی شرائط کا بیان ☆

ہبہ کی شرائط چند قسم کی ہیں بعض نفس رکن کی طرف راجع ہیں اور بعضے واہب کی طرف راجع ہیں اور بعضے موہوب کی طرف راجع ہیں پس جو نفس رکن کی طرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ ہبہ کرنا ایسی شے کے ساتھ معلق نہ ہو کہ جس کے وجود وعدم کا خطرہ ہو جیسے زید کا گھر میں داخل ہونا یا خالد کا سفر سے آنا وغیرہ اور وہ کسی وقت کی طرف مضاف نہ ہو جیسے کہا کہ میں نے تجھے یہ شے ہبہ کی کل کے آئندہ روز یا شروع مہینہ میں کذا فی البدائع قال المترجم معلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر زید اس دار میں داخل ہوا تو میں نے تجھے یہ غلام ہبہ کیا علی ہذا القیاس خالد کا آنا یا پانی برسنا وغیرہ ہے اور رقبیٰ باطل ہے وہ یوں کہ مثلاً کہے کہ میرا گھر تیرے واسطے رقبیٰ ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ اگر تو مر گیا تو یہ میرا ہے اور اگر میں مر گیا تو تیرا ہے پس ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور جو شرط واہب کی طرف راجع ہے وہ یہ کہ واہب ہبہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو یعنی آزاد و عاقل و بالغ اور موہوب کا مالک ہو حتیٰ کہ اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا شخص ہو کہ اس کی گردن پر کچھ رقیت باقی ہو یا نابالغ یا مجنون ہو یا شے موہوب کا مالک نہ ہو تو ہبہ صحیح نہ ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔

جو شرطیں شے موہوب کی طرف راجع ہیں وہ چند اقسام کی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ وہ شے ہبہ کے وقت موجود ہو پس جو شے وقت عقد موجود نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں ہے مثلاً زید نے وہ پھل ہبہ کئے جو اس سال اس کے درخت پر آئیں یا جو اونٹنی اس سال بچہ

---

[1] قولہ عین یعنی فقط منفعت نہیں جیسے عاریت تھی بلکہ عین شے کا مالک کر دیا۔

جنے تو ہبہ کیا تو یہ صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر یوں ہبہ کیا کہ جو کچھ میری اس باندی کے پیٹ میں ہے یا جو کچھ اس بکری کے پیٹ میں ہے یا تھنوں میں ہے تو بھی جائز ہے اگرچہ وقت ولادت کے یا دودھ دوہنے کے موہوب لہ کو قبضہ دے دیا ہو اور اسی طرح اگر کسی دودھ کا مسکہ یا تلوں کا تیل یا گیہوں کا آٹا ہبہ کیا اور کہا کہ جو کچھ مسکہ اس دودھ میں یا تیل ان تلوں میں یا آٹا ان گیہوں میں ہے تجھے ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ ان چیزوں کے پیدا ہونے کے وقت موہوب لہ کو قابض کر دیا ہو کیونکہ یہ چیزیں فی الحال نہیں موجود ہیں پس محل حکم عقد نہ پایا گیا اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر کسی بکری کی پیٹھ کا صوف ہبہ کیا اور کاٹ کر موہوب لہ کے سپرد کر دیا تو جائز ہو گیا اور از انجملہ یہ ہے کہ شے موہوب قیمت دار مال ہو پس ایسی چیز کا ہبہ جو اصلا مال نہیں ہے جائز نہیں ہے جیسے آزاد اور خون اور حرم کا شکار اور سور وغیرہ اور نہ ایسی چیز کا ہبہ جائز ہے جو مال مطلق نہیں ہے جیسے ام ولد اور مدبر مطلق اور مکاتب وغیرہ اور نہ ایسی چیز کا ہبہ جائز ہے جو مال متقوم نہیں ہے جیسے شراب کذا فی البدائع۔ از انجملہ یہ ہے کہ شے موہوب مقبوضہ ہو جائے حتیٰ کہ قبل تقسیم کے موہوب لہ کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہ چاہئے کہ شے موہوب تقسیم ہوئی ہو جبکہ وہ لائق تقسیم ہو اور یہ چاہئے کہ شے موہوب غیر موہوب سے متمیز ہو اور غیر موہوب کے ساتھ متصل اور مشغول نہ ہو حتیٰ کہ اگر ایسی زمین جس میں واہب کی کھیتی ہے بدوں کھیتی کے یا برعکس اس کے ہبہ کی یا پھل دار درخت کے پھل بدوں درخت کے یا اس کے برعکس ہبہ کئے تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی دار یا ظرف جس میں واہب کی کوئی چیز رکھی ہے ہبہ کیا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی النہایہ۔

ہبہ فاسد شرطیں لگانے سے باطل نہیں ہوتا ☆

از انجملہ یہ ہے کہ وہ شے مملوک ہوتی ہو پس جو چیزیں مثل آب دریا وغیرہ کے مباحات میں سے ہیں ان کا ہبہ نہیں جائز ہے کیونکہ جو شے مملوک ہی نہیں ہے اس کا کسی کو مالک کر دینا محال ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ شے واہب کی مملوک ہو پس مال غیر کا ہبہ کرنا بدوں اس کی اجازت کے صحیح نہیں ہے کیونکہ جس کا واہب خود مالک نہیں اس کا دوسرے کو مالک نہیں کر سکتا کذا فی البدائع۔ ہبہ کی دو قسمیں ہیں ایک تملیک دوسری اسقاط اور ان دونوں پر اجماع ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور ہبہ کا حکم یہ ہے کہ موہوب لہ کے واسطے شے موہوب پر ملکیت غیر لازمہ ثابت ہوتی ہے حتیٰ کہ ہبہ سے رجوع کر لینا عقد کو فسخ کر دینا صحیح ہے اور اس میں خیار الشرط[1] صحیح نہیں ہے پس اگر شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ کو تین روز خیار ہے تو ہبہ صحیح[2] ہے بشرطیکہ دونوں کے جدا ہونے سے پہلے موہوب لہ اس کو اختیار کر لے اور ہبہ فاسد شرطیں لگانے سے باطل نہیں ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر زید نے اپنا غلام کسی کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ وہ اس کو آزاد کرے تو ہبہ صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی کذا فی بحر الرائق اور جن الفاظ سے ہبہ واقع ہوتا ہے تین طرح کے ہیں ایک وہ ہیں کہ جن سے ہبہ از روی وضع لغت کے واقع ہوتا ہے اور دوسرے وہ ہیں کہ جن سے از روی عرف و کنایہ کے ہبہ واقع ہوتا ہے اور تیسرے وہ ہیں کہ جو ہبہ اور عاریت کا برابر احتمال رکھتے ہیں پس قسم اول کی مثال مثلاً یوں کہا کہ وهبت هذا الشئ لك او ملكته لك یعنی میں نے یہ شے تجھے ہبہ کی یا تجھے اس کا مالک کیا او جعلته لك او هذا لك یا میں نے تیرے واسطے کر دی یا یہ شے تیرے واسطے ہے اور عطیتك او نحلتك یا میں نے تجھے عطا کی یا نحلہ دی فهذا كله هبة پس یہ سب الفاظ ہبہ ہیں اور دوسری قسم کے مثلاً یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ کپڑا پہنایا یا میں نے تجھے اس گھر میں آباد کر دیا تو یہ ہبہ ہے اسی طرح اگر یوں کہا کہ میری عمر بھر یا میری زندگی بھر یا تیری زندگی بھر یہ دار تیرا ہے پھر جب تو مر جائے تو یہ واپس ہو کر میرا ہوگا تو بھی ہبہ جائز ہے اور شرط باطل ہے اور تیسری قسم کے مثلاً یوں کہا کہ یہ گھر تیرے لئے

[1] خیار شرط یعنی اس عقد میں خیار شرط کی قابلیت ہی نہیں ہے پس شرط لغو ہوگی۔ [2] قولہ صحیح ...... اس واسطے کہ جب جدائی سے پہلے اس نے یہ قبول کر لیا تو شرط خیار لغو ہوگی اور یہ شرط مفسد نہیں ہو سکتی ہے۔

رقبیٰ یا حبس ہے اور موہوب کو دے دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ عاریت اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہبہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ **اطعمتك هذا الطعام** یعنی یہ اناج میں نے تجھے اطعام[1] کر دیا پس اگر اس کے ساتھ کہا کہ **فاقبضه** یعنی اس پر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ ہے اور اگر اس نے فاقبضہ نہ کہا تو اس کے ہبہ یا عاریت ہونے میں مشائخ نے اپنی اپنی شروح میں اختلاف کیا ہے کذا فی المحیط۔ اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے اس چوپایہ پر سوار کیا تو یہ عاریت ہے لیکن اگر ہبہ کی نیت کرے تو ہو سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ سلطان کی طرف سے ایسا فرمان ہبہ ہے کذا فی الظہیر یہ اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر ایسا لفظ بولا جس سے تملیک رقبیٰ یعنی عین شے کا مالک کر دینا ثابت ہوتا ہے تو یہ ہبہ ہوگا اور جس سے منفعت شے کا مالک کر دینا معلوم ہو تو عاریت ہوگی اور جس لفظ سے دونوں کا احتمال پیدا ہوتا ہے اس میں نیت پر حکم ہوگا کذا فی المستصفی شرح النافع۔ اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے ہبہ ہے تو اس میں رہا کر یا یہ اناج تیرے واسطے ہبہ ہے تو اس کو کھا یا یہ کپڑا تیرا ہے تو اس کو پہنا کر تو یہ ہبہ ہے اور اگر حکم کیا کہ فلاں شخص کو حج کرا دو اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے حج کرا دو تو اس کو بقدر حج کرنے کے دیا جائے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے حج نہ کرے اسی طرح اگر وصیت کی کہ فلاں شخص کو ہزار درہم دیئے جائیں تاکہ وہ حج کرے یا ہزار درہم حج کے دیئے جائیں تو بھی یہی حکم ہے یہ تمرتاشی میں ہے زید کے پاس عمرو کے درہم ہیں عمرو نے کہا کہ ان کو اپنے جوائج میں صرف کر تو یہ قرض ہوگا اور اگر بجائے درہم کے اناج ہو اور عمرو نے کہا کہ اس کو تو کھا تو یہ ہبہ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر کہا کہ **نحلتك واری ' اعطيتك او وهبت منك** یعنی میں نے تجھے اپنا گھر بخش دیا یا عطا کیا یا ہبہ کیا تو یہ ہبہ ہے کذا فی شرح الطحاوی۔ اگر کہا کہ میں نے یہ گھر تیرے واسطے کر دیا یا گھر تیرا ہے پس تو اس پر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کہا کہ **هذه الدار لك او هذه الارض لك** یعنی یہ دار تیرا ہے یا یہ زمین تیری ہے یہ قول ہبہ ہے اقرار نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔

زید نے عمرو سے کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا ہبہ جائز ہے ☆

اگر کہا کہ **هذه هبة لك ولعقبك من بعدك** یعنی یہ زمین مثلاً ہبہ ہے تیرے واسطے اور جو تیرے بعد تیری نسل ہو تو یہ ہبہ ہوگا اور پچھلوں کا ذکر کرنا لغو[2] ہے اسی طرح اگر کہا کہ یہ زمین تیرے واسطے ہے اور جو تیرے بعد تیری نسل ہو ان کے واسطے ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المحیط۔ زید نے عمرو سے کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایسا ہبہ جائز ہے اور جب عمرو اس پر قبضہ کر لے تو اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر یوں کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے حلال ہے تو یہ قول ہبہ نہ ہوگا لیکن اگر اس سے پہلے کوئی ایسا کلام بولا ہو جس سے اس امر پر استدلال ہو سکے کہ زید نے اس قول سے ہبہ مراد لیا ہے تو ہو سکتا ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس باندی کی فرج تجھے ہبہ کی تو یہ باندی کا ہبہ کرنا قرار دیا جائے گا جب اس پر قبضہ کر لے تو مالک ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ہبۃ الاصل میں لکھا ہے کہ اگر یوں کہا کہ باندی تیرے واسطے ہے پس تو اس پر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام فلاں شخص کے واسطے ہے اور وصیت کو بیان نہ کیا اور نہ وصیت کے ذکر میں یہ کلام کیا اور نہ یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو قیاساً و استحساناً یہ ہبہ ہے یہ قنیہ میں ہے اگر کہا کہ یہ غلام تیری زندگی اور غلام کی زندگی تک تیرا ہے اور اس نے قبضہ کر لیا تو یہ ہبہ جائز ہے اور یہ غایۃ البیان میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ این چیز ترا تو یہ ہبہ ہے کہ اس میں قبضہ شرط ہے اور اگر کہا کہ تراست تو اقرار ہے

---

[1] اطعام کھلانا طعام دینا۔ [2] قولہ لغو ہے یعنی مضر صحت ہبہ کو نہیں پھر اس کے بعد والوں کو بطور عطف ہبہ کی حالانکہ اس کی اولاد و اخلاف کوئی موجود نہیں پس قید مضر صحت نہ ہوگی۔

یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے اپنے داماد سے کہا کہ ایں زمین تر است فاذہب فازرعہا یعنی یہ زمین تیری ملک ہے پس تو جا کر اس کی زراعت کر پس اگر داماد نے اس کے مقولہ کے وقت کہا ہو کہ میں نے قبول کیا تو قبول سے تمام ہو کر زمین اس کی ہو جائے گی اور اگر داماد نے یوں نہ کہا تو زمین اس کی نہ ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔ زیادات میں مذکور ہے کہ اگر مسلمان کی ایک جماعت سے کہا کہ یہ مال تمہارا ہے تو یہ ہبہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دوسرے سے کہا کہ یہ مال لے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی راہ میں جہاد کر تو یہ قرض ہے کذا فی الظہیر یہ۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ ٹوکری گیہوں یا یہ کپا گھی تجھے ہبہ کر دیا تو اس ہبہ میں فقط گیہوں اور گھی داخل ہوگا ٹوکری اور کپا داخل نہ ہوگا اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ گیہوں کی ٹوکری یا گھی کا کپا ہبہ کیا تو فقط ٹوکری اور کپا داخل ہبہ ہوگا گیہوں اور گھی داخل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اگر کہا کہ میرا تمام مال یا ہر شے جو میری ملک میں ہے واسطے فلاں شخص کے ہے تو یہ ہبہ ہے کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اگر کہا کہ سب جس کا میں مالک ہوں فلاں شخص کے واسطے ہے تو یہ قول ہبہ ہے کہ بدوں قبضہ[1] کے جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ سب چیز جو میری جانب معروف یا میری طرف منسوب ہے فلاں شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک نابالغ کے باپ نے کچھ درخت انگور کا باغ لگایا پھر کہا کہ میں نے اس کو اپنے بیٹے کے واسطے کر دیا تو یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کے نام کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہی اظہر ہے اور اسی پر اکثر مشائخ گئے ہیں یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اس نے ہبہ کا ارادہ نہ کیا تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی کذا فی الملتقط۔ اگر کہا کہ اس کو اپنے بیٹے کے نام سے بوتا ہوں تو وہ ہبہ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر باپ نے کہا کہ سب جو کچھ میرا حق و ملک ہے وہ میرے بیٹے اس نابالغ کی ملک ہے تو یہ کرامت ہے تملیک نہیں ہے بخلاف اس کے اگر معین کر دیا اور کہا کہ میری دکان جس کا میں مالک ہوں یا میرا گھر میرے نابالغ بیٹے کا ہے تو یہ ہبہ ہے اور باپ[2] کے قبضہ میں ہونے سے تمام ہو جائے گا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے یہ چیز اپنے فلاں بیٹے کے واسطے کر دی تو یہ ہبہ ہوا اور اگر کہا کہ یہ شے میرے نابالغ لڑکے فلاں کی ہے تو جائز ہے اور بدوں قبول کے ہبہ تمام ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر اپنے بیٹے سے کہا کہ ایں مال ترا کردم یہ مال میں نے تیرا کر دیا یا کہا کہ بنام تو کردم تیرے نام کر دیا یا ان تو کردم یعنی تیری ملک کر دیا یا ایسا ہی کوئی کلام جو اس کے قائم مقام ہو بیان کیا تو یہ بیٹے کو مالک کر دینا قرار دیا جائے گا یعنی ہبہ ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ قد متعتك لهذا الثوب او بهذه الدراهم یعنی میں نے تجھے یہ کپڑا یا یہ درہم بخش دیئے اس نے قبضہ کر لیا تو یہ ہبہ ہے اسی طرح اگر ایسی عورت سے جس سے بدوں بیان مہر کے نکاح کیا ہے یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ کپڑا یا یہ درہم تمتع دیئے تو یہ ہبہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس دوسرے کا کپڑا اودیعت ہو اس نے مالک سے کہا کہ یہ کپڑا مجھے عطا کر دے اس نے کہا کہ میں نے عطا کیا تو یہ ہبہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر وہ کپڑا مالک کے پاس ہو تو ودیعت(۱) ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ منحتك هذه الارض او هذا الدار او هذه الجارية یعنی میں نے تجھے یہ زمین یا یہ گھر یا یہ باندی منحہ[3] دی تو یہ عاریت[4] دینا ہے لیکن اگر ہبہ کی نیت کرے تو ہو سکتا ہے اور اگر کہا کہ منحتك هذا الطعام او هذه الدراهم او

---

[1] قولہ قبضہ حتیٰ کہ اگر قبضہ بھی دے دے تو ہبہ پورا ہوگا ورنہ لغو ہو جائے گا جیسے اوپر مذکور ہوا۔ [2] قولہ باپ۔ یعنی یہ مال پہلے سے باپ کے قبضہ میں موجود ہے اور جب اس نے پسر نابالغ کو ہبہ کیا تو اس کی طرف سے قبضہ کا خود متولی ہوگا پس پہلا قبضہ ہی ہبہ کے واسطے کافی ہے اور فوراً ہبہ کرتے ہی ہبہ پورا ہو جائے گا۔ [3] منحہ بخشش اور واضح ہو کہ نحلہ و منحہ اگرچہ دونوں بخشش بلاغرض کے معنی میں آتے ہیں لیکن منحہ کبھی اپنے دوسرے معانی میں بھی آتا ہے اس واسطے ہبہ کی نیت شرط ہوئی فافہم۔ [4] قولہ عاریت کیونکہ ان چیزوں سے بدوں استہلاک عین کے انتفاع ممکن ہے۔

(۱) قولہ ودیعت۔ عربی زبان میں اعطنی کہتے ہیں اور ودیعت ہو سکتا ہے لیکن ہماری زبان میں ہبہ ہوگا ودیعت نہیں ہو سکتا۔

ھذہ الدنانیر ...... یعنی میں نے تجھے یہ اناج یا یہ درہم یا دینار منحہ دیئے تو یہ ہبہ ہے کہ ان سے بدوں تلف کرنے عین شے کے انتفاع ممکن نہیں ہے اور ایسی ہر چیز کا جس سے انتفاع باوجود عین شے کے باقی رہنے کے ممکن نہیں ہے یہی حکم ہے پس اگر لفظ منحہ کو ایسی چیز کی طرف نسبت کیا کہ جس سے نفع اٹھانا باوجود عین شے کے باقی رہنے کے ممکن ہے تو ہم اس کو عاریت دینے پر محمول کریں گے کیونکہ عاریت ادنیٰ ہے اور اگر ایسی چیز کی طرف نسبت کیا جس سے بدوں اس شے کے تلف کرنے کے انتفاع ممکن نہیں ہے تو ہم اس کو ہبہ پر محمول کریں گے یہ محیط سرخسی میں ہے فتاویٰ اہل خوارزم میں ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک چوپایہ دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے کہا کہ میں نے اپنا حصہ تجھے ارزانی کیا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ ہبہ نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کسی گھر کے حق میں دوسرے سے کہا کہ یہ گھر تیرے واسطے ہبہ اجارہ ایک درہم ماہواری پر ہے یا کہا کہ اجارہ ہبہ ایک درہم ماہواری پر ہے تو یہ اجارہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے زید نے عمرو سے کہا کہ یہ شے مجھے ہبہ کر دے عمرو نے کہا کہ فدائے تو بادیعنی تجھ پر فدا ہو یا کہا کہ از تو دریغ نیست یعنی تجھ سے دریغ نہیں ہے تو یہ ہبہ نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ایں کنیزک خویش مرا بخش یعنی اپنی یہ باندی مجھے بخش دے اس نے جواب دیا کہ فدائے تو باد تو اس سے وہ شوہر کی ملک نہ ہو جائے گی ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ می باید کہ ایں غلام مرا بخش تا آزادکنمش یعنی چاہئے کہ یہ غلام مجھے بخش دے تاکہ میں اسے آزاد کر دوں اس نے کہا کہ از تو دریغ نیست تو یہ ہبہ نہ ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے حاکم نے منتقی میں ذکر کیا ہے کہ اگر زید کا کوئی غلام عمرو کے پاس ودیعت ہے پس عمرو نے زید سے کہا کہ یہ غلام مجھے ہبہ کر دے اس نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے پس عمرو نے کہا کہ میں[1] نہیں قبول کرتا ہوں یہ تو یہ ہبہ ہے یہ محیط میں ہے ایک عورت نے انتقال کیا اور دو لڑکے دوسرے شوہر سے چھوڑے یعنی جس سے نکاح میں انتقال کیا ہے اس شوہر کا لڑکا نہیں ہے پس ایک لڑکے نے اپنی ماں کی قبر کے پاس یہ کہا کہ میں نے ماں کے شوہر کو جو اس پر میری ماں کا مہر تھا ہبہ کیا پھر دوسرے لڑکے سے دریافت کیا گیا کہ تو کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا کہ دی چناں بابک بنود کہ وے را بیازارم یعنی وہ میرا ایسا پیارا باپ نہیں ہے یعنی سوتیلا کہ میں اس کو آزار دوں تو یہ قول مہر کا ہبہ کرنا نہ ہوگا اور نہ بری کر دینا ہے اور اگر اس نے مہر میں سے اپنا حصہ طلب کیا تو آزاد رسانی میں شمار نہ ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے کسی فقیہہ سے کہا کہ یہ لکڑی اپنی کتابوں کے کام میں صرف کر دے تو یہ ہبہ ہے اور کتابوں کے کام میں صرف کرنا بطور مشورہ کے قرار دیا جائے گا یہ قنیہ میں ہے امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم سے کہا کہ میں نے اپنی یہ باندی ہبہ کی جس کا جی چاہے لے لے ان میں سے ایک شخص نے لے لی تو اسی کی ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

دوسرا باب:

جن صورتوں میں ہبہ جائز ہے اور جن میں نہیں جائز ہے

جو چیز واہب کے حوزہ تصرف میں اور اس کی املاک سے فارغ ہو اور اس کے حقوق سے فارغ ہو یعنی اس کی ملکیت اور حق اس سے متعلق نہ رہے اور جو شے غیر منقسم کہ وہ تقسیم نہیں کی جاتی ہے اور نہ بعد تقسیم کرنے کے اس سے اس جنس انتفاع کا جو تقسیم سے پہلے حاصل تھا حاصل رہتا ہے جیسے بیت صغیر و کام صغیر تو اس کا ہبہ صحیح ہے اور جو شے غیر منقسم کہ تقسیم کی جاتی ہے و بعد تقسیم کے اور قبل

---

[1] قولہ میں نہیں قبول کرتا ہوں یہ نسخہ موجودہ میں ہے اور توجیہ اس کی یہ ہے کہ بمجرد قول ہو لک کے وہ ہبہ اور مستودع کا مملوک ہو جائے گا کیونکہ قبضہ ودیعت نائب قبضہ ہبہ ہو سکتا ہے پس بعد تمام ہونے کے یہ کہنا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں کچھ مؤثر نہ ہوگا ھکذا اظہر للمترجم واللہ اعلم۔

تقسیم کے اس سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہے تو اس کا ہبہ صحیح نہیں ہے کذافی الکافی۔

یہ شرط ہے کہ شے موہوب قبضہ کے وقت نہ ہبہ[1] کے وقت تقسیم کر کے علیحدہ کر دی گئی ہو اس دلیل سے کہ اگر زید نے آدھا دار غیر منقسم ہبہ کیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ باقی نصف بھی ہبہ کر کے تمام دار سپرد کر دیا تو جائز ہے کذافی الظہیر یہ اور اگر نصف دار کسی کو ہبہ کر کے سپرد کیا پھر نصف باقی ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو جائز نہیں ہے اور دونوں فاسد ہیں یہ نہایہ میں لکھا ہے اور ہبہ کا حکم بدوں مقبوضہ ہونے کے تمام نہیں ہوتا ہے اور اس میں اجنبی اور اولاد برابر ہیں بشرطیکہ بالغ ہو کذافی المحیط۔ جس قبضہ سے ہبہ کا ثابت ہونا متعلق ہے وہ قبضہ ہے جو مالک کی اجازت سے ہو اور اجازت کبھی صریحاً ثابت ہوتی ہے اور کبھی دلالۃً ثابت ہوتی ہے اور صریحاً کی مثال یہ ہے کہ مثلاً مالک یوں کہے کہ اس پر قبضہ کر لے جبکہ وہ شے مجلس میں موجود ہے اور جب مجلس میں نہ ہو تو یوں کہے کہ جا کر اس پر قبضہ کر لے پھر اگر وہ شے مجلس میں حاضر ہو اور واہب نے کہا کہ تو اس پر قبضہ کر لے اس نے مجلس میں یا مجلس سے جدا ہونے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا تو قبضہ صحیح ہے اور قیاساً اور استحساناً اس کا مالک ہو گیا اور اگر بعد ہبہ کرنے کے قبضہ کرنے سے موہوب لہ کو منع کر دیا تو قبضہ صحیح نہ ہوگا خواہ مجلس ہبہ میں قبضہ کیا ہو یا اس کے بعد اور اگر مالک نے اس کو قبضہ کرنے کے لئے صریح اجازت نہ دی ہو اور نہ منع کیا پس اگر اس نے مجلس میں اس پر قبضہ کر لیا تو استحساناً صحیح ہے نہ قیاساً اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو قیاساً و استحساناً صحیح نہیں ہے اور اگر شے موہوب مجلس میں موجود نہ ہو غائب ہو اور موہوب لہ نے جا کر اس پر قبضہ کر لیا پس اگر باجازت قبضہ کیا ہے تو استحساناً جائز ہے نہ قیاساً اور اگر بدوں اجازت کے قبضہ کیا تو قیاساً و استحساناً نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ زید نے عمرو کو بطور ہبہ فاسد کے ایک گھوڑا ہبہ کیا اور عمرو اور گھوڑے کے درمیان تخلیہ کر دیا یعنی قبضہ کے موانع دور کر دیئے اس نے قبضہ کر لیا تو جائز نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھے ہبہ کیا حالانکہ غلام حاضر ہے اور عمرو نے اس پر قبضہ کر لیا تو ہبہ جائز ہے ☆

اگر کوئی ایسی شے جو مجلس میں حاضر تھی زید کو ہبہ کر دی پس زید نے ~~کہا کہ میں~~ نے اس پر قبضہ کر لیا تو امام محمدؒ کے نزدیک قابض ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کا قول اس کے خلاف ہے کذافی السراجیہ اور بقالی میں ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر شے موہوب مجلس میں موجود ہو اور مالک نے کہا کہ اس پر قبضہ کر لے اس نے کہا کہ میں نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے بشرطیکہ اس کہنے سے پہلے (کہ میں نے قبضہ کر لیا) چلا نہ گیا ہو اور صرف یہ کہنا کہ میں نے قبول کیا کافی نہیں ہے اور اگر مالک نے یہ نہ کہا کہ تو اس پر قبضہ کر لے تو قبضہ کی فقط یہی صورت ہے کہ اس شے کو منتقل کرے پس اگر اس نے نہ کہا کہ میں نے قبول کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ شے کو منتقل کیا ہو، لیکن اگر یہ ہبہ اس کی درخواست اور سوال سے ہوا ہو تو جائز ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ مجھے یہ غلام ہبہ کر دے عمرو نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دیا تو ہبہ تمام ہو گیا یہ تاتارخانیہ میں ہے زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کو ہزار درہم اس شرط سے ہبہ کر دے کہ میں ان کا ضامن ہوں اور عمرو نے ایسا ہی کیا اور خالد نے قبول کر لیا تو ہبہ جائز ہے اور زید ضامن ہوگا اور حقیقت میں ہبہ کرنے والا وہی زید ہے نہ عمرو حتیٰ کہ اگر ہبہ سے رجوع کرے تو رجوع کا استحقاق زید کو ہوگا نہ عمرو کو یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر زید نے عمرو سے دل لگی میں کہا کہ یہ شے مجھے ہبہ کر دے عمرو نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دی اور زید نے کہا کہ میں نے قبول کی اور عمرو نے سپرد کر دی تو یہ جائز ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھے ہبہ کیا حالانکہ غلام حاضر ہے اور عمرو نے اس پر قبضہ کر لیا تو ہبہ جائز

---

[1] قولہ نہ ہبہ یعنی اگر ہبہ کے وقت مثلاً غیر منقسم ہو پھر قبضہ کے وقت مقسوم کر کے سپرد کی تو جواز ہے کیونکہ ہبہ بعد قبضہ کے تمام ہوتا ہے۔

ہے اگر چہ عمرو نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قبول کیا یہ ملتقط میں ہے اور اگر غلام سامنے موجود نہ ہو غائب ہو اور زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے اپنا فلاں غلام تجھے ہبہ کیا تو جا کر اس پر قبضہ کر لے تو اس نے جا کر قبضہ کر لیا تو جائز ہے اگر چہ یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قبول کیا اور اسی کو ہم لیتے ہیں یہ حاوی میں لکھا ہے۔

زید نے عمرو سے کہا کہ یہ غلام تیرا ہے اگر تو چاہے پھر اس کو دے دیا پس عمرو نے کہا کہ میں نے منظور کیا تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ یہ جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا حالانکہ غلام دونوں کے سامنے موجود ہے اور زید نے یہ نہ کہا کہ تو اس پر قبضہ کر لے پھر عمرو غلام کو چھوڑ کر چلا گیا تو پھر عمرو کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زید کی بلا اجازت اس غلام پر قبضہ کر لے یہ محیط میں ہے اگر زید نے عمرو کو کوئی غلام ہبہ کیا اور ہنوز عمرو نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ زید نے خالد کو وہی غلام ہبہ کیا پھر دونوں کو اس پر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور دونوں نے اس پر قبضہ کیا تو خالد کو ملے گا اسی طرح اگر عمرو کو اس پر قبضہ کا حکم کیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو باطل ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے بیوع فتاویٰ میں ہے کہ اگر کوئی غلام خریدا اور ہنوز اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی شخص کو ہبہ کر دیا یا اس کے پاس رہن کیا اور اس کو قبضہ کرنے کا حکم دیا اور اس نے قبضہ کیا تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے غلام ماذون اگر کچھ ہبہ کر دے تو جائز نہیں ہے اور اگر اس کے مالک نے اجازت دے دی اور اس پر قرضہ نہیں ہے تو جائز ہے اور اگر اس پر قرضہ ہو تو جائز نہیں ہے اگر چہ مالک اور قرض خواہوں نے اجازت دے دی ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے اس اناج کی ڈھیری میں سے کوئی ایک قفیز ہبہ کی اور عمرو نے زید کے سامنے اس میں سے ایک قفیز ناپ لی تو جائز نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے اس ڈھیری میں سے ایک قفیز ہبہ کی تو اس کو ناپ لے اور عمرو نے ناپ لی تو جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر کسی شخص کو کپڑے جو ایک مقفل صندوق میں ہیں ہبہ کئے اور صندوق دے دیا تو یہ قبضہ نہ ہوگا اور اگر صندوق کھلا ہوا ہو تو قبضہ ہوگا تو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر شے موہوب اس شخص کے پاس جس کو ہبہ کی گئی ہے بطور ودیعت یا عاریت یا امانت کے ہو تو موہوب لہ اس کا ہبہ[1] اور قبول سے مالک ہو جائے گا اگر چہ از سرنو اس پر قبضہ نہ کرے یہ کافی میں ہے اور اگر کرایہ کی چیز مستاجر کو ہبہ کر دی یا غصب کی ہوئی چیز غاصب کو ہبہ کی تو جائز ہے اور وہ ضمان سے بری ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر موہوب شے موہوب لہ کے پاس اس طرح ہو کہ اس کی ضمان بقیمت یا بمثل لازم ہو جیسے کوئی شے خریدنے کی غرض سے اپنے قبضہ میں کر لی ہو اور مالک نے وہ شے اسی کو ہبہ کر دی تو صحیح ہے اور فقط ہبہ سے اس میں ملکیت ثابت ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر شے موہوب اس کے پاس رہن ہو تو جامع میں مذکور ہے کہ فقط ہبہ کرنے کے ساتھ ہی موہوب لہ اس کا قابض ہو جائے گا اور وہی رہن کا قبضہ اس قبضہ ہبہ کا قائم مقام ہو جائے گا اور جب ہبہ بوجہ قبضہ کے صحیح ہو گیا تو رہن باطل ہو گیا تو مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لے لے گا یہ بدائع میں ہے اور جدید قبضہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جہاں وہ شے ہے وہاں جا کر اتنا توقف کرے کہ جتنی دیر میں اس پر قبضہ کر سکتا ہے کذا فی المستصفی شرح النافع اور اصل یہ ہے کہ جب دونوں قبضے ایک جنس کے ہوں تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائے گا اور جس قبضہ میں ضمان لازم ہے وہ بدوں ضمان کے قبضہ کا نائب ہوتا ہے اور جو بدوں ضمان کا قبضہ ہو وہ ضمان کے قبضہ کا نائب نہیں ہوتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بھائی کو ایک غلام یا کپڑا یا متاع یا دار یا چوپایہ ودیعت دیا پھر کہا کہ میں نے اپنی ودیعت تجھے ہبہ کی حالانکہ وہ مستودع کے پاس موجود ہے تو یہ صحیح ہو گیا بشرطیکہ مستودع نے قبول کیا ہو اور اگر کوئی غلام اپنے بھائی کو ہبہ کیا اور اس نے واہب کے

[1] قولہ ہبہ یعنی ہبہ وقبول پائے جاتے ہی تمام ہو جائے گا کیونکہ جو قبضہ موجود ہے وہی ہبہ کے واسطے کافی ہے۔

صریح حکم سے خواہ مجلس میں یا اس کے بعد اس پر قبضہ کر لیا تو صحیح ہے پس قبول کی شرط پہلی صورت میں ہے دوسری صورت میں نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے ایسی غیر منقسم چیز کا جو لائق تقسیم نہیں ہے ہبہ کرنا خواہ اجنبی کو ہبہ کرے یا شریک کو جائز کذا فی الفصول العمادیہ۔

جو شے غیر منقسم کہ لائق تقسیم ہے اس کا ہبہ کرنا خواہ شریک کو ہبہ کر دے یا اجنبی کو جائز نہیں ہے اور اگر موہوب لہ نے اس پر قبضہ کر لیا تو شیخ حسام الدینؒ نے واقعات میں فرمایا ہے کہ مختار یہ ہے کہ اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ ملک فاسد ثابت ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے کذا فی السراجیہ اور جو لائق تقسیم نہیں ہے ایسی غیر منقسم چیز کے ہبہ کے صحیح ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ بقدر معلوم ہو حتیٰ کہ اگر کسی غلام میں سے اپنا حصہ ہبہ کر دیا حالانکہ حصہ کی مقدار معلوم نہیں ہے تو جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی جہالت سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر موہوب لہ کو واہب کا حصہ معلوم ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہونا چاہئے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور لائق تقسیم چیز میں غیر منقسم دو یا زیادہ آدمیوں کو ہبہ کرنا صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام کے نزدیک فاسد ہے باطل نہیں ہے حتیٰ[1] کہ قبضہ ہو جانے سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے صدر الشہید نے ذکر کیا ہے کہ اگر لائق تقسیم چیز دو آدمیوں کو ہبہ کی حتیٰ کہ یہ امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ٹھہرا پھر اس پر قبضہ کر لیا تو ملک فاسد ثابت ہو گی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور موہوب لہ کو سوائے قبضہ کے اور کسی طرح سے ملکیت نہیں ثابت ہوتی ہے یہی مختار ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر طرفین سے شیوع یعنی غیر انقسام ہو حالانکہ وہ شے ایسی ہے کہ لائق تقسیم ہے تو بالاجماع جواز ہبہ کا مانع ہے اور اگر موہوب لہ کی طرف سے شیوع ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک جواز ہبہ کا مانع ہے بخلاف قول صاحبینؒ کے کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصوں کو ہبہ کیا پس اگر دونوں فقیر ہوں تو مثل صدقہ کے بالاجماع جائز ہے اور اگر دونوں غنی ہوں اور ہر ایک کو نصف ہبہ کیا یا مبہم کہہ دیا کہ میں نے تم دونوں کو ہبہ کیا یا ایک کی دوسرے پر تفصیل کی کہ اس کے واسطے دو تہائی اور اس کے واسطے ایک تہائی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک تینوں صورتوں میں صحیح نہیں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ تینوں صورتوں میں جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تفصیل کی صورت میں جائز نہیں ہے اور باقی دو صورتوں میں جائز ہے۔

قبضہ میں اشاعت (شیوع ظاہر ہونے) کا بیان ☆

مختصر کرخی میں امام ابو یوسفؒ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ اگر دو شخصوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں کو یہ دار ہبہ کیا آدھا اس کو اور آدھا اس کو تو جائز ہے کیونکہ اس نے مبہم ہبہ کیا اور اس ہبہ واقع ہونے کے بعد جس طرح مبہم ہبہ کا حکم مقتضی تھا اسی طور سے اس نے تفسیر کی اور اگر اس نے یوں کہا کہ تیرے واسطے میں نے نصف ہبہ کیا اور اس دوسرے کو نصف دیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے ہر نصف کو دوسرے علیحدہ عقد کے ساتھ جدا کر کے ہبہ کیا پس عقد ہبہ مشاع ہوا اور اگر یوں کہا کہ میں نے تم دونوں کو یہ دار ہبہ کیا دو تہائی تجھ کو اور ایک تہائی دوسرے کو تو امام ابو یوسفؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ نے اس ہبہ کے فاسد ہونے پر بنابر دو مختلف اصول کے اتفاق کیا ہے یعنی امام اعظمؒ نے اس کو اس وجہ سے فاسد کہا ہے کہ قبضہ میں اشاعت[2] پائی گئی اور امام ابو یوسفؒ نے اس وجہ سے فاسد کہا کہ جب واہب نے دونوں کا حصہ مختلف بیان کیا تو یہ

---

[1] قولہ حتیٰ یعنی فاسد و باطل میں یہی فرق ہے کہ فاسد میں ملکیت قبضہ سے ہوتی ہے نہ باطل میں اور شیوع یہی ہے کہ بٹوارہ نہ ہو۔ [2] اشاعت یعنی ابھی شیوع ظاہر ہے۔

اختلاف اس امر پر دال ہوا کہ ہر ایک کا عقد ہبہ دوسرے سے جدا ہے پس ایسا ہو گیا کہ گویا اس نے غیر منقسم میں ہر ایک کا عقد ہبہ علیحدہ مقرر کیا اور بسبب اس کے کہ مثل رہن کے ہبہ میں قبضہ شرط ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو ایک دار ہبہ کیا تو بالاجماع صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اور واضح ہو کہ یہ عقد ہبہ کا فاسد کرنے والا وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ سے مقارن[1] ہو اور وہ شیوع جو طاری ہو جائے وہ مفسد نہیں ہے مثلاً ہبہ کیا پھر بعض غیر منقسم میں ہبہ سے رجوع کیا اور بعض میں استحقاق ثابت ہوا تو مفسد نہ ہوگا بخلاف رہن کے کہ اس میں شیوع جو طاری ہو جائے وہ بھی مفسد ہوتا ہے یہ شرح وقایہ میں ہے اگر لائق تقسیم چیز میں ہبہ مشاع کیا پھر اس کو مالک کر کے سپرد کر دیا تو ہبہ صحیح ہو گیا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر نصف کا ہبہ کیا اور پوری چیز سپرد کر دی تو جائز نہ ہوگا اور اگر تمام کا ہبہ کیا اور متفرق سب پر قبضہ دیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر زید کو نصف دار ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر باقی آدھا عمرو کو ہبہ کیا تو ان میں سے کچھ جائز نہ ہوگا اور اگر پہلے کو آدھا سپرد کر کے ہنوز قبضہ نہ دیا یہاں تک کہ عمرو کو باقی آدھا ہبہ کر کے تمام دار دونوں کو سپرد کر دیا تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہ بمنزلہ اس کے ہوا کہ دونوں کو وہ دار یکبارگی ہبہ کیا حالانکہ یہ جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک درہم ثابت دو شخصوں کو ہبہ کیا تو اس میں اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ ثابت دینار بمنزلہ درہم ثابت کے ہو جاتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر بعض الدرہم یعنی ایک درہم میں سے بعض کسی شخص کو ہبہ کیا تو جائز ہے کذا فی الصغریٰ ایک شخص کے پاس دو درہم ہیں اس نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک تجھے ہبہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونوں درہم وزن وجودت میں یکساں ہوں تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں فرق ہو تو جائز ہے کیونکہ پہلی صورت میں یہ قول دونوں میں سے ایک کو شامل ہوا اور دوسری صورت میں ایک درہم کے وزن کو شامل ہوا اور یہ ایسے غیر منقسم کا ہبہ ہے جو لائق تقسیم نہیں ہے ایک شخص نے ایک شخص کو دو درہم دیئے اور کہا کہ ان دونوں میں سے نصف تیرا ہے حالانکہ وہ دونوں وزن اور جودت میں یکساں ہیں تو امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک بھاری یا زیادہ کھرا یا کھوٹا ہو تو جائز ہے اور یہ ہبہ ایسی شے غیر منقسم کا ہوگا جو لائق تقسیم نہیں ہے اور اگر کہا کہ دونوں میں سے ایک تہائی میں نے تجھے ہبہ کی حالانکہ دونوں وزن وجودت میں یکساں ہیں اور دونوں اس کو دے دیئے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ دونوں میں سے ایک تیرے واسطے ہبہ ہے تو جائز نہیں ہے خواہ دونوں یکساں ہوں یا مختلف ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فتاویٰ اہل خوارزم میں ہے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ قاضی بدیع الدین سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کسی نے اپنی ذی رحم محرم سے کہا کہ بگیر ایں پنج دینار تراو بسولے وے انداخت یعنی لے یہ پانچ دینار تجھے دیئے اور اس کی طرف پھینک دیئے پس قبل اس کے کہ وہ اس پر قبضہ کرلے پھر لے لئے تو قاضیؒ نے فرمایا کہ ہبہ صحیح نہیں ہوا یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو نو درہم دیئے اور کہا کہ تین درہم ان میں سے تیرے قرضہ کی ادا میں ہیں اور تین درہم تجھ کو ہبہ ہیں اور تین صدقہ کے ہیں پس سب ضائع ہو گئے تو تین درہم ہبہ کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ ہبہ فاسد تھا اور صدقہ کے تین درہموں کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ صدقہ غیر منقسم جائز ہے الا ایک روایت میں آیا ہے کہ نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر زید نے عمرو کو آدھا یا تہائی غلام ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو دو غلاموں کا آدھا یا مختلف کپڑوں کا آدھا یا دس مختلف کپڑوں کا نصف جیسے زطی و مروی و ہروی

---

[1] قولہ مقارن یعنی جس وقت ہبہ کیا اگر وہی غیر منقسم ہو تو فاسد ہے اور اگر اس وقت پوری چیز ہبہ کی پھر خواہ آدھی چیز میں ہبہ سے رجوع کیا یا کوئی مستحق نکلا تو اب شیوع طاری ہوا اور یہ مفسد نہیں ہے اور واضح ہو کہ اگر عقد شائع ہوا ہو اور قاضی نے جواز کا حکم دے دیا تو نفاذ صحیح ہو جائے گا۔

وغیرہ ہبہ کر دیا تو جائز ہے ایسے ہی مختلف چار پاؤں کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک ہی قسم میں ایسا واقع ہو تو جائز نہیں ہے مگر جب تقسیم کر کے علیحدہ کر دے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی دیوار یا خاص راستہ یا حمام میں سے اپنا حصہ ہبہ کیا اور بیان کر دیا اور موہوب لہ کو اس پر قبضہ کرا دیا تو جائز ہے چنانچہ اگر کوئی اپنا بیت مع تمام حدود و حقوق کے تقسیم کر کے اپنے تعلقات سے فارغ کر کے دوسرے کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے مالک کی اجازت سے اس پر قبضہ کر لیا لیکن بیت کی آمد و رفت کی گزرگاہ اس کے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک رہی تو ایسا ہبہ جائز ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے ایک شخص نے دو کپڑے ایک شخص کو دیئے اور کہا کہ ان دونوں میں جو تو چاہے وہ تیرے واسطے اور دوسرا افلاں شخص کے واسطے ہے پس اگر دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اس نے بیان کر دیا کہ کون سا اس کے واسطے ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

ایک غلام ماذون پر بہت قرضہ ہے اس کو اس کے مالک نے کسی شخص کو ہبہ کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے اور یہ قرضہ اس کی گردن پر رہے گا کہ اسی قرضہ میں وہ فروخت کیا جائے گا لیکن اگر اس کا وہ مالک جس کے قبضہ میں یہ غلام اس کی طرف سے قرضہ ادا کرے تو ہوسکتا ہے اور اس قول کے کہ ہبہ جائز نہیں ہے یہ معنی ہیں کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا ہے اور قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ اس کا ہبہ باطل کریں پھر فرمایا کہ اگر موہوب لہ اس غلام ماذون کو لے گیا اور اب اس پر قابو نہیں پہنچتا ہے تو قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ واہب سے اس قدر قیمت کا مواخذہ کریں جو ہبہ کرنے کے روز غلام ماذون کی قیمت تھی یہ مبسوط میں ہے۔ جو ہبہ فاسد ہو وہ قبضہ کرنے سے مضمون ہوتا ہے یعنی اس کی ضمان واجب ہوتی ہے اور کتاب المضاربہ میں صریح لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو کو ہزار درہم دیئے اور کہا کہ ان کے آدھے مضاربت میں ہیں اور نصف تجھ کو ہبہ ہیں پھر وہ سب تلف ہو گئے تو ان میں سے مضارب بقدر حصہ ہبہ کے ضامن ہو گا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے زید نے عمرو کو نصف دار اپنا ہبہ میں عطا کیا اور نصف باقی اس کو صدقہ میں عطا کیا اور عمرو نے قبول کر کے اس پر قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہے اور واہب کو اختیار ہے کہ جس نصف کا اس نے ہبہ میں نام لیا ہے اس میں رجوع کر لے یعنی واپس کر لے یہ ظہیریہ میں ہے اگر زید نے نصف دار عمرو کو ہبہ کیا یا صدقہ میں دیا اور سپرد کر دیا پھر واہب نے یعنی زید نے جو ہبہ یا صدقہ میں دیا ہے فروخت کر دیا تو وقف الاصل میں مذکور ہے کہ اس کی بیع جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

<u>فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی حربی مسلمان کو ہبہ کیا اور وہ دارالحرب کو لوٹ گیا پھر آیا تو استحساناً قبضہ جائز ہے</u> ☆

کتاب الاصل میں صریح مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا نصف دار کسی کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا اور موہوب لہ نے اس کو فروخت کر دیا تو جائز نہیں ہے اور فتاویٰ میں صریح لکھا ہے کہ یہی مختار ہے یہ وجیز کردری میں ہے ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اس کو ایک شریک نے کوئی چیز ہبہ کی پس اگر وہ چیز لائق تقسیم ہے تو ہبہ اصلا صحیح نہیں ہے اور تقسیم ہونے کا احتمال نہیں رکھتی ہے تو اس کے شریک کے حصہ میں صحیح ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع ہے کہ محتمل قسمت نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی حربی مسلمان کو ہبہ کیا اور وہ دارالحرب کو لوٹ گیا پھر آیا تو استحساناً قبضہ جائز ہے اور اگر موہوب لہ پر دو مختلف مال آتے ہوں اور اس نے دونوں میں سے ایک ہبہ کیا تو صحیح ہے اور اس کا بیان کرنا اسی پر رہا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایسا گھر ہبہ کیا جس میں واہب کا اسباب ہے اور گھر اس کے سپرد کر دیا یا مع اسباب کے گھر سپرد کیا تو صحیح نہیں ہے اور حیلہ اس باب میں یہ ہے کہ پہلے وہ اسباب موہوب لہ کو ودیعت دے کر اس پر قبضہ کرا دے پھر وہ گھر اس کے سپرد کرے اور اگر فقط اسباب بدوں گھر کے ہبہ کیا اور اسباب پر قبضہ دے دیا تو

صحیح ہے اور اگر گھر واسباب دونوں ہبہ کر کے دونوں پر قبضہ دے دیا تو ہبہ دونوں میں صحیح ہے کذافی جوہرۃ النیرہ اور اگر سپرد کرنے میں تفریق کردی مثلاً دونوں میں ایک کو ہبہ کر کے سپرد کیا پھر دوسرے کو ہبہ کر کے سپرد کیا پس اگر گھر کا ہبہ مقدم رکھا تو گھر کا ہبہ صحیح نہ ہوگا اور اسباب کا ہبہ صحیح ہوگا اور اگر اسباب کا ہبہ مقدم رکھا تو دونوں کا ہبہ صحیح ہوگا اور اگر زمین بدوں کھیتی کے یا کھیتی بدوں زمین کے یا درخت بدوں پھل کے یا پھل بدوں درخت کے ہبہ کئے اور قبضہ دے دیا تو دونوں صورتوں میں ہبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں میں سے ہرایک[1] دوسرے سے مثل ایک جزو کے دوسرے جزو سے متصل ہونے کے اتصال رکھتا ہے پس یہ ہبہ مثل ایسے ہبہ متاع کے قرار پایا جو محتمل قسمت ہے اور اگر دونوں میں سے ہرایک کو علیحدہ ہبہ کیا مثلاً زمین کو ہبہ کیا پھر کھیتی کو ہبہ کیا یا کھیتی کو پھر زمین کو ہبہ کیا پس اگر سپرد کرنے میں دونوں کو یکبارگی سپرد کیا تو دونوں کا ہبہ جائز ہے اور اگر سپرد کرنے میں تفریق کی تو دونوں کا ہبہ جائز نہیں ہے خواہ دونوں سے کسی کو مقدم رکھا ہو یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر گھر کو ہبہ کیا اور سپرد نہ کیا یہاں تک کہ اسباب کو ہبہ کر کے دونوں کو سپرد کیا تو ہبہ جائز ہے اور اگر تھیلی یا گون ہبہ کردی اور سپرد نہ کیا یہاں تک کہ اناج جو اس میں بھرا ہوا ہے وہ بھی ہبہ کیا اور دونوں کو یکبارگی سپرد کیا تو سب کا ہبہ جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر یہ ایسے وقت میں کیا کہ جس وقت گھر واہب کے تعلق سے فارغ تھا اور سپرد ایسی حالت میں کیا کہ جب اس کے تعلق میں مشغول ہوا تو صحیح نہیں ہے اور اس کا یہ کہنا کہ اس گھر پر قبضہ کر لے یا میں نے تجھے سپرد کیا یہ صحیح نہیں ہوگا جس حالت میں کہ واہب اس میں رہتا ہو یا اس کے اہل وعیال ہوں یا اس کا اسباب رکھا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے شاغل کا ہبہ جائز ہے اور مشغول کا ہبہ جائز نہیں ہے قلت مثلاً کسی گون میں اناج ہے تو گون کا ہبہ ناجائز ہے اور اناج کا ہبہ جائز ہے فافہم اور اصل اس جنس کے مسائل میں یہ ہے کہ اگر موہوب کا اشتغال ملک واہب کے ساتھ ہو تو ہبہ کا اتمام نہیں ہوتا ہے کیونکہ قبضہ شرط ہے یعنی قبضہ میں بالکل تخلیہ چاہئے اور اگر ملک واہب کا استعمال موہوب کے ساتھ ہو تو وہ ہبہ تمام ہونے کا مانع نہیں ہے مثال اس کی یہ ہے کہ اگر ایسی گون ہبہ کی جس میں اناج ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر اناج جو کسی گون میں ہے ہبہ کیا تو جائز ہے اور اسی قیاس پر اس کی نظیروں کا حکم ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر کسی شخص کو ایک باندی جس کے تن پر زیور اور کپڑے تھے ہبہ کر کے سپرد کر دے تو ہبہ جائز ہوگا اور ایسے ہی اگر صدقہ دیا تو بھی جائز ہوگا اور اس کا زیور اور کپڑے واہب کے ہوں گے نہ موہوب لہ کے یا متصدق علیہ کے کیونکہ عرف وعادت یوں ہی جاری ہے وقالؒ پس اگر باندی کے تن پر کپڑا اسی قدر ہو جس سے اس کا ستر چھپتا ہے تو موہوب لہ کا ہونا چاہئے اور اگر فقط زیور اور کپڑا جو باندی کے تن پر ہے ہبہ کیا باندی کو ہبہ نہ کیا تو جائز نہ ہوگا تاوقتیکہ اتار کر موہوب لہ کو سپرد نہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایسا چوپایہ جس پر جھول یا لگام تھی بدوں جھول ولگام کے ہبہ کر کے سپرد کیا تو ہبہ پورا ہو گیا اور اگر جھول یا لگام بدوں چوپایہ کے ہبہ کی تو ہبہ پورا نہ ہوا یہ محیط میں ہے اگر ایسا چوپایہ ہبہ کیا جس پر بوجھ لدا ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر بوجھ جو چوپایہ پر ہے ہبہ کیا اور بوجھ مع چوپایہ کے سپرد کیا تو جائز ہے اور اگر پانی جو گلاس میں ہے ہبہ کیا تو جائز ہے اور اگر گلاس بدوں پانی کے ہبہ کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر بیوی نے اپنا گھر جس میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے اپنے شوہر کو ہبہ کیا اور رہی تو جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ شوہر کو نہیں جائز ہے اپنی عورت کو اور عورت کو نہیں جائز ہے کہ اپنے شوہر کو یا کسی اجنبی کو وہ گھر ہبہ کرے جس میں وہ دونوں رہتے ہیں اور یہی حکم بالغ لڑکے کا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی زمین کی کھیتی

---

[1] قولہ دوسرے سے یعنی جیسے ایک چیز کے اجزا آپس میں متصل ہوتے ہیں اسی طرح یہ دونوں بھی متصل ہیں جب تک مثلاً درخت سے پھل جدا نہ کئے جائیں تب تک جدا نہ ہوں گے۔

یا درخت کے پھل یا تلوار کا حلیہ یا دار کی عمارت یا ڈھیری کے گیہوں ایک کُر ہبہ کئے اور موہوب لہ کو کھیتی کاٹ لینے یا پھل توڑ لینے یا حلیہ جدا کر لینے یا عمارت توڑ کر لے لینے یا گیہوں پیمانہ کر لینے کا حکم کیا اس نے ایسا ہی کیا تو استحسانًا جائز ہے اور یوں قرار دیا جائے گا کہ گویا اس نے بعد کھیتی وغیرہ کاٹ لینے کے ہبہ کی ہے اور اگر اس نے قبضہ کی اجازت نہ دی اور موہوب لہ نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر زید کے پاس کوئی دار اجارہ پر ہو اور مالک نے اس کی عمارت زید کو ہبہ کی تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کوئی گھر مع اس کے اسباب کے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر اسباب پر کسی شخص نے استحقاق ثابت کیا تو گھر کا ہبہ صحیح رہا یہ کافی میں ہے اگر شے موہوب کا موائے واہب کے کسی دوسرے کی ملک کے ساتھ اشتغال ہو تو آیا یہ امر ہبہ پورا ہونے کا مانع ہے یا نہیں ہے پس صاحب محیط نے ہبہ زیادات کے باب اول میں ذکر کیا ہے کہ یہ امر مانع نہیں ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر زید نے اپنا دار عمرو کو مستعار دیا پھر عمرو نے خالد کا اسباب غصب کر کے اس دار میں رکھا پھر زید نے عمرو کو وہ دار ہبہ کیا تو ہبہ دار جائز ہے۔

اسی طرح اگر خود معیر یعنی زید نے کوئی مال خالد کا غصب کر کے دار میں رکھا ہو پھر وہ دار مستعیر کو ہبہ کیا تو بھی جائز ہے اور ہبہ پورا ہوگا اگرچہ یہ امر ظاہر ہو کہ وہ دار ایسی شے کے ساتھ مشغول تھا جو موہوب نہیں ہے کیونکہ وہ دار ملک واہب کے ساتھ جو ہبہ پورا ہونے کی مانع ہوتی ہے مشغول نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر زید نے عمرو کو گھر مع اسباب کے ودیعت دیا پھر گھر اس کو ہبہ کر دیا تو ہبہ صحیح ہے پھر اگر وہ اسباب تلف ہو گیا حالانکہ مستودع نے اس کو اپنی جگہ سے منتقل نہیں کیا ہے پھر ایک شخص نے آ کر اسباب پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو اس کو موہوب لہ سے ضمان لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور ابن رستمؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کا یہ قول ہے کہ اگر اس میں سے ایک تکیہ پر بھی استحقاق ثابت ہو تو گھر کا ہبہ باطل ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کوئی جوال[1] مع اس متاع کے جو اس کے اندر تھی یا کوئی گون مع اس کے گیہوں کے ہبہ کر کے موہوب لہ کے سپرد کر دی پھر متاع یا گیہوں استحقاق ثابت کر کے لے لئے گئے تو جوال اور گیہوں کا ہبہ صحیح رہے گا یہ محیط میں ہے اسی طرح اگر جوال مع اس متاع کے جو اس کے اندر ہے ہبہ کر دی اور کل پر قبضہ دے دیا پھر وہ جوال استحقاق میں لے لی گئی تو اس کی متاع کا ہبہ صحیح رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے زید نے اپنا گھر ہبہ کیا اور اس میں اسباب تھا اور سب سپرد کر دیا پھر اسباب میں استحقاق ثابت ہوا تو گھر کا ہبہ باطل نہ ہوگا اور اگر اسباب تلف ہو گیا پھر اس میں استحقاق ثابت ہوا حالانکہ خواہ موہوب لہ نے اس کو اپنی جگہ سے منتقل کیا ہو یا نہ کیا ہو تو مستحق کو اختیار ہے چاہے موہوب لہ سے ضمان لے یا واہب سے اور بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور شیخینؒ کے نزدیک جب تک اس کو منتقل نہ کرے تب تک ضامن نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک گھر کسی شخص کو ہبہ کیا اس نے قبضہ کر لیا پھر کچھ گھر استحقاق میں لیا گیا تو ہبہ باطل ہو گیا یہ ینابیع میں ہے اور اگر کوئی زمین مع اس کی کھیتی کے ہبہ کر کے دونوں سپرد کیں یا کوئی نخل مع اس کے ثمر کے ہبہ کر کے دونوں سپرد کر دیئے پھر کھیتی اور ثمر میں بدوں زمین و نخیل کے استحقاق ثابت ہوا تو زمین اور نخیل کا ہبہ باطل ہے یہ محیط میں ہے اگر کوئی زمین اور اس کی کھیتی ہبہ کی اور کاٹ کر پھر سپرد کی پھر دونوں میں سے ایک میں استحقاق ثابت ہوا تو دوسرے کا ہبہ باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کوئی کشتی جس میں اناج ہے مع اناج کے ہبہ کی پھر اناج استحقاق میں لیا گیا تو امام ابو یوسفؒ کے قول میں ہبہ باطل ہو گیا اور ابن رستمؒ نے کہا کہ یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کشتی کا ہبہ باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے یہ دونوں بیت

---

(۱) جوال یعنی گون دیورہ وغیرہ۔

ہبہ کئے حالانکہ دونوں میں سے ایک بیت مشغول ہے یعنی مالک واہب سے اس کا تعلق ہے تو دونوں میں سے کسی کا ہبہ جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ بیت اور اپنا حصہ اس دوسرے بیت میں سے ہبہ کیا تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی نے اپنا گھر اپنی بیوی اور اس کے پیٹ کے بچہ کے واسطے ہبہ کیا یا دونوں پر صدقہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر زندہ و مردہ کے واسطے کوئی دار یا دیوار ہبہ کی تو سب زندہ کے واسطے جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

باندی اور اس کے حمل کو ہبہ کرنے کا بیان ☆

اگر باندی کو ہبہ کیا اور جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے اس کو مستثنیٰ کیا تو باندی اور اس کے بچہ کا ہبہ جائز ہوا اور استثنا کرنا باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے آزاد کیا پھر باندی کو ہبہ کیا تو باندی کا ہبہ جائز ہے اور اصل کی کتاب العتاق میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے جو کچھ اس کی باندی کے پیٹ میں ہے مدبر کیا پھر باندی کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس میں دو روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ آزاد کرنے اور مدبر کرنے دونوں صورتوں میں ہبہ جائز نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ہبہ جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے کہ اعتاق کی صورت میں جائز ہے اور مدبر کرنے کی صورت میں نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص کا ایک موتی گم ہو گیا اس نے دوسرے کو ہبہ کیا اور اجازت دے دی کہ تلاش کر کے جب جہاں پائے اس پر قبضہ کر لے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ ہبہ فاسد ہے کیونکہ ایسی شے کا ہبہ ہے جس کے وجود و عدم کا خطر[1] ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر مضاربت کا مال مضارب کو ہبہ کیا حالانکہ کچھ مال مضارب کے پاس موجود ہے اور کچھ لوگوں پر ہے تو جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس کا ہبہ جائز ہے اور جو کچھ لوگوں پر ہے اگر کہا کہ اس پر قبضہ کر لے تو جائز ہے اور اگر مضارب نے کہا کہ مال میں نفع ملا ہوا ہے تو ہبہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے دو شریکوں میں سے اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے نفع میں سے اپنا حصہ تجھے ہبہ کر دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ مال بعینہٖ قائم ہو تو صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ ہبہ غیر منقسم ایسی شے کا ہے جو تقسیم ہوتی ہے اور اگر شریک نے مال تلف کر دیا ہو تو صحیح یہ ہے کیونکہ ایسی حالت میں یہ اسقاط حق ہے کذا فی الظہیریہ۔

تیسرا باب:

تحلیل کے متعلق مسائل کے بیان میں

اگر زید نے عمرو سے کہا انت فی حل ما اکلت من مالی یعنی تو حلت میں ہے جو کچھ تو میرا مال کھائے تجھے حلال ہے تو اس کو حلال ہے کہ کھائے لیکن اگر نفاق کی علامتیں موجود ہوں تو ایسا نہ ہوگا یہ ملتقط میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا من اکل من مالی فھو فی حل جس نے میرا مال کھایا وہ حلت میں رہا یعنی اس کو حلال ہے تو فتویٰ اس پر ہے کہ مخاطب کو حلال ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ ابن مقاتل سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص مالک درخت نے کہا کہ جس نے اس درخت میں سے کھایا وہ حلت میں رہا تو اس میں سے غنی و فقیر کو کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ حللنی من کل حق ھو لك علی یعنی مجھے ہر حق سے جو تیرا مجھ پر ہے حلال کر دے یعنی بری کر دے اس نے ایسا ہی کیا اور اس کو بری کر دیا پس اگر صاحب حق اپنے حق سے واقف تھا تو یہ شخص حکم و دیانت دونوں طرح سے بری ہو جائے گا اور اگر واقف نہ تھا تو حکم کی راہ سے بالاجماع بری ہو جائے گا اور دیانۃً امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بری ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے زید نے عمرو کو کوئی چیز دی

---

[1] قولہ خطر ہے یعنی شاید موجود رہے معدوم ہے دیہ ہبہ فاسد ہے سوا اس کے۔

اس نے اپنے مال میں ملا دی اور غالب گمان اس کا یہ ہے کہ اس کا جدا کر کے ممیز کر لینا ممکن نہیں ہے پس اس کے مالک سے حلت کی درخواست کی اس نے اس کو حلال و روا کر دی پھر اس شخص نے وہ چیز پائی اور پہچان لی یعنی ممیز ہو گئی تو مالک کو واپس کر دے یہ قنیہ میں ہے زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ کو میرا مال حلال ہے جہاں تو پائے جس قدر چاہے لے لے تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ یہ مقولہ صرف درہم و دینار کے حق میں رکھا جائے گا اور اگر عمرو نے زید کی زمین یا درخت میں سے فواکہ یا میوہ لے لیا یا اس کی بکری یا گائے دوہ لی اور دودھ لے لیا تو اس کو حلال نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر فواکہ یا اونٹ یا بکری لے لی تو حلال نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے اپنے مال میں سے کھا لینا مباح کر دیا حالانکہ وہ فلاں شخص اس قول سے واقف نہیں تو اس کو کھا لینا حلال نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر فلاں شخص نے ناواقفی میں اس کا کچھ مال لے لیا تو اس نے مال حرام لیا اور روا نہ ہوگا جب تک کہ اجازت و اباحت سے آگاہ نہ ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے زید کا عمرو پر کچھ قرضہ ہے اور زید تمام قرضہ سے واقف نہیں ہے پس عمرو نے اس سے کہا کہ تو نے مجھے جو کچھ تیرا مجھ پر آتا ہے اس سے بری کیا اس نے جواب دیا کہ دونوں جہان میں میں نے تجھے بری کیا تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ وہ صرف اسی قدر سے بری ہوگا کہ جس قدر اس نے توہم کیا کہ میرا اس پر ہے اور محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ سب سے بری ہو جائے گا اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ حکم قضا میں ایسا ہی حکم ہوگا جیسا کہ محمد بن سلمہؒ نے فرمایا اور حکم آخرت ایسا ہوگا جیسا کہ شیخ نصیرؒ نے فرمایا ہے یہ ذخیرہ میں ہے زید نے عمرو سے کہا کہ جو تو میرا مال کھائے تجھے حلال ہے یا لے لے یا عطا کر دے تو عمرو کو اس کا مال کھا لینا حلال ہے اور لے لینا یا عطا کر دینا حلال نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔قال جعلتك فی حل الساعة او فی الدنیا یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اس ساعت یا دنیا میں حلال کر دیا تو تمام ساعتوں میں اور دونوں جہان میں بری ہوگا یہ وجیز کردری و خلاصہ میں ہے اگر دوسرے سے کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے اس کا نہ میں تجھ سے مخاصمہ کروں گا اور نہ طلب کروں گا تو شیخ امامؒ نے فرمایا کہ یہ قول کچھ نہیں ہے اور اس کا حق قرضدار پر بحالہ باقی رہے گا یہ حاوی میں ہے امام ابو القاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا چوپایہ سیبہ[1] کر کے چھوڑ دیا بسبب اس کے کہ اس میں کچھ بیماری تھی پھر اس کو ایک شخص نے پکڑ کر اچھا کر لیا تو وہ کس کا ہوگا فرمایا کہ اسی کا ہوگا جس نے سیبہ کر کے چھوڑا ہے اور اگر اس نے چھوڑتے وقت یوں کہا ہو کہ جو چاہے اس کو لے لے اور اس کو کسی نے پکڑ لیا تو اسی کا ہوگا جس نے پکڑا ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے کسی قوم معین کے واسطے یہ اجازت دی ہو کہ تم سے جو شخص چاہے اس کو پکڑ لے تو یہی حکم ہوگا جو مذکور ہوا اور اگر اس نے کسی قوم معین کے واسطے یہ اجازت نہ دی یا یہ اجازت بالکل بیان ہی نہ کی تو وہ چوپایہ اس کے مالک کی ملک رہے گا اور اس کو اختیار ہے کہ جہاں اس کو پائے پکڑ کر لے لے اور فتاویٰ میں یہ مسئلہ مطلقاً مذکور ہے کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہیں ہے کہ اس نے یہ قول کسی معین قوم کے واسطے بیان کیا یا مطلقاً بیان کیا یہ محیط میں ہے۔اگر اپنا چوپایہ چھوڑ دیا اور کہا کہ مجھے اس کی کچھ حاجت نہیں ہے اور یہ نہ کہا کہ یہ اس کا ہے جس نے اسے پکڑ لیا پھر اس کو کسی نے پکڑ لیا تو اس کا نہ ہو جائے گا اور اگر مملوک پرند چھوڑ دیا تو وہ بھی بمنزلہ چوپایہ چھوڑ دینے کے ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر پرند دراصل وحشی پرندوں میں سے ہو تو اس کا چھوڑ دینا نہ چاہئے جب تک کہ یہ نہ کہے کہ جو شخص اس کو پکڑے یہ اسی کے واسطے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے اپنا چوپایہ چھوڑ دیا اور اس کو کسی نے پکڑ کر درست کر لیا پھر اس کے مالک نے آ کر اس کو لینا چاہا اور یہ اقرار کیا کہ جس وقت میں نے اس کو چھوڑا ہے اس وقت یہ کہا تھا کہ جو اس کو پکڑ لے اسی کا ہے یا اس کہنے سے انکار کیا پھر اس پر گواہ قائم کئے گئے یا

---

[1] قولہ سیبہ جیسے ہندوستان میں قوم ہنود سانڈ چھوڑ دیتے ہیں جس کو عرب میں سائبہ کہتے ہیں۔

قسم لی گئی اور وہ قسم سے نکول کر گیا تو یہ چوپایہ دوسرے کو جس نے پکڑا ہے دیا جائے گا خواہ اس نے یہ مقولہ سنا ہو اور حاضر ہو یا غائب ہو اور اس کو اس کی خبر پہنچی ہو کذا فی الخلاصہ۔ امام ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا کپڑا پھینک دیا تو فرمایا کہ کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ اس کو لے لے جب کہ اس نے پھینکتے وقت یہ نہ کہا ہو کہ جس کا جی چاہے اس کو لے لے اور واقعات میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک انگور کا گچھا[1] اٹھالیا اور زعم کیا کہ پھینکنے والے نے کہا ہے کہ جو اس کو اٹھائے اسی کا ہے اور اس امر پر گواہ قائم کئے یا پھینکنے والے سے قسم لی اور اس نے نکول کیا تو وہ اٹھا لینے والے کو ملے گا اور اگر پھینکنے والا حاضر نہ ہو کہ اس کا کلام سننے میں آئے لیکن اٹھانے والے کو خبر ہو گئی کہ اس نے یوں کہا ہے تو اس کو خبر پر اٹھانے کا اختیار ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر زید نے عمرو کا کوئی دار یا درہم غصب کر لئے اور وہ غاصب کے ہاتھ میں موجود ہیں پھر مغصوب منہ نے بیان کیا کہ انت منهما من حل یعنی تو ان دونوں سے حلت میں ہے تو غاصب ان دونوں کی ضمان سے بری ہوگا اور یہ دونوں بحالہ مغصوب منہ کی ملک رہیں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گچھا انگور کا غصب کر لیا اور مالک نے غاصب کو جو کچھ حق اس کا غاصب پر آتا تھا اس سے حلال کر دیا تو ائمہ بلخ نے فرمایا ہے کہ یہ تحلیل اس حق سے متعلق ہے جو غاصب کے ذمہ واجب ہے نہ اس[2] انگور کے خوشہ سے کذا فی القنیہ۔

اگر نابالغ لڑکے کے واسطے فواکہ ہدیہ بھیجے گئے تو اس کے والدین کو اس میں کھانا روا ہے کیونکہ درحقیقت ہدیہ اُنہی کو بھیجا گیا ہے ☆

امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر زید کا عمرو پر کچھ مال آتا ہے اس نے کہا کہ میں نے تجھے وہ مال حلال کر دیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھ کو اس مال سے حلال کر دیا تو یہ براءت ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ ترا بحل کردم حالانکہ مخاطب پر اس کا قرضہ آتا ہے تو قرض دار بری ہو جائے گا اور اگر کہا کہ ہمہ غریماں خود را بحل کردم یعنی تمام اپنے قرض داروں کو میں نے بحل کیا تو تمام قرض دار بری ہو جائیں گے اور اس کے تحت میں اجارہ طویلہ کا مال داخل نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اگر کاروانسرائے میں چوپاؤں کا گوبر ہے اور مالک نے ہبہ کیا تو نوادر ہشام میں روایت ہے کہ یہ گوبر اس کا ہے جس نے اس کو لے لیا اور کاروانسرائے کا مالک اس کا زیادہ حق دار نہ سمجھا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی نابالغ کو کوئی شے کھانے کی ہبہ کی گئی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کے والدین کو اس میں سے کھانا جائز ہے اور اکثر مشائخ بخارا نے فرمایا کہ یہ حلال نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اکثر مشائخ بخارا نے فرمایا کہ مباح نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر نابالغ لڑکے کے واسطے فواکہ ہدیہ بھیجے گئے تو اس کے والدین کو اس میں کھانا روا ہے کیونکہ درحقیقت ہدیہ انہی کو بھیجا گیا ہے اور بچہ کا ذکر درمیان میں لانا فقط ہدیہ کو حقیر خیال کرنے کی وجہ سے ہے اور کسی نے ختنہ کا ولیمہ کیا اور لوگوں نے اس کے پاس ہدیہ بھیجا تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ لڑکے کا ہوگا خواہ لوگوں نے کہا ہو کہ یہ لڑکے کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو خواہ باپ کو سپرد کیا ہو یا بیٹے کو اور بعضوں نے کہا کہ والدین کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر انہوں نے ولد کے واسطے کہا تو ولد کا ہے اور اگر کچھ نہ کہا تو والد کا ہے۔

فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اگر وہ ہدیہ لڑکے کے لائق ہے جیسے پہننے کے کپڑے یا کوئی ایسی چیز جو اس کے استعمال کی ہے تو وہ لڑکے کی ہوگی اور اگر ہدیہ میں درہم یا دینار ہوں یا کوئی اسباب خانہ داری یا حیوانات میں سے ہو پس اگر باپ کے عزیزوں یا دوستوں میں سے کسی نے بھیجی تو وہ باپ کی ہوگی اگر کسی شخص نے ختنہ کے واسطے کھانا کیا اور لوگوں نے اس کو ہدیہ بھیجے اور لڑکے کے سامنے

[1] اصل عین سے مراد مال معین ہے لیکن بنظر افادہ یوں ترجمہ کیا گیا۔ [2] قولہ نہ اس انگور...... پس خوشہ مذکور اس پر تاوان رہے گا کہ بعینہٖ موجود ہو تو واپس کرے اور وجہ یہ ہے کہ عرف میں ایسی معافی میں غصبی مال کا قصد نہیں ہوتا ہے لیکن اگر اس نے وہ خوشہ تلف کر دیا ہو تو امید ہے کہ معاف ہو جائے واللہ اعلم۔

رکھے پس خواہ ہدیہ دینے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ لڑکے کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو اگر وہ ہدیہ ایسا ہو گا کہ جو لڑکے کے لائق ہے مثل کپڑے یا گیند وغیرہ کے تو وہ لڑکے کے واسطے ہو گا کیونکہ ایسی چیزیں لڑکے کی ملک میں دینے کی عادت ہے اور اگر لڑکے کے لائق نہ ہو پس اگر باپ کے عزیزوں یا دوستوں میں سے کسی نے بھیجا ہے تو وہ باپ کا ہے اور اگر ماں کے عزیزوں دوستوں میں سے کسی نے بھیجا ہے تو وہ ماں کا ہے کیونکہ باپ کی صورت میں باپ کا مالک اور ماں کے عزیزوں سے ماں کا مالک کرنا معروف[1] ہے پس ایسے مقام پر عرف و عادت پر اعتماد کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی مقام پر اس عرف و عادت کے سوا کوئی سبب و دلیل ظاہری کسی دوسرے امر پر قائم ہو تو اس پر اعتماد کیا جائے گا اسی طرح اگر اپنی دختر[2] کے زفاف کا ولیمہ کیا اور لوگوں نے ہدیہ بھیجے تو اس میں بھی اسی طور سے تقسیم ہو گی اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ ہدیہ دینے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ماں کا ہے یا باپ کے واسطے ہے یا شوہر کے واسطے ہے یا بیوی کے واسطے ہے اور اس کے قول کی طرف رجوع کرنا بھی متعذر ہو اور اگر اس نے ایسا کہہ دیا تو اسی کے بیان کے موافق رکھا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک شخص سفر سے آیا اور جس کے پاس اترا اس کے پاس کچھ ہدیہ رکھا اور کہا کہ اس کو اپنی اولاد اور بیوی اور اپنے درمیان تقسیم کر دے پس اگر ہدیہ دینے والا موجود ہو تو اس کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر نہ ہو تو جو چیزیں خاصۂ عورتوں کے لائق ہیں وہ بیوی کو ملیں گی اور جو چیزیں لڑکیوں کے لائق ہیں وہ لڑکیوں کو اور جو لڑکوں کے لائق ہیں وہ لڑکوں کو اور جو خود اس شخص کے لائق ہیں وہ اس کو ملیں گی اور اگر ہدیہ ایسی چیز ہو کہ مرد و عورت سب کے لائق ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر ہدیہ دینے والا مرد کے عزیزوں یا دوستوں میں سے ہے تو مرد کے واسطے ہو گی اور اگر عورت کے اقارب اور شناساؤں سے ہے تو اس کو ملے گی کیونکہ اعتماد ایسے مقام پر عرف و عادت پر ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو کسی پیالہ یا ظرف میں کوئی ہدیہ بھیجا پس اگر ہدیہ مثل ثرید وغیرہ کے ہو تو اس کو اسی ظرف میں کھانا جائز ہے کیونکہ دلالۃ اس برتن میں کھانے کی اجازت دی گئی ہے اس واسطے کہ اگر دوسرے برتن میں کر لے تو اس کی لذت جاتی رہے گی اور اگر وہ شے فواکہ وغیرہ کی قسم سے ہو پس اگر دونوں میں کشادہ روئی اور بے تکلفی ہو تو بھی اسی برتن میں کھا لینا مباح ہے ورنہ مباح نہیں ہے اور اگر ہدیہ کسی برتن یا ظرف میں بھیجا اور عادت یہ ہے کہ وہ ظرف واپس کیا جائے تو وہ شخص برتن و ظرف کا مالک نہ ہو گا جیسے پیالہ اور ٹوکری و سینی وغیرہ اور اگر برتن واپس کرنے کی عادت نہ ہو جیسے چھوہاروں کی زنبیل وغیرہ جیسے ڈالی میں آتی ہے تو وہ ظرف بھی ہدیہ ہے کہ اس کا واپس کرنا لازم نہیں ہے پھر جب وہ ظرف ہدیہ نہ ہوا تو اس کے پاس امانت رہے گا اور اس کو سوائے ہدیہ کے دوسری چیز میں استعمال کرنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر عادت جاری ہو کہ اس ظرف میں ہدیہ کی چیز کھائے تو کھا سکتا ہے اور اگر عادت یوں ہو کہ اس ظرف سے نکال لے اور ظرف کو خالی کر دے تو اس کا خالی کر دینا اس پر لازم ہو گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

ابن[3] مقاتلؒ سے دریافت کیا گیا کہ چند لوگ ایک دستر خوان پر بیٹھے اور انہوں نے ایسے شخص کو جو دوسرے دستر خوان پر ہے

---

[1] قولہ معروف...... یعنی باپ کے عزیز جو ہدیہ بھیجیں گے وہ محض باپ کے خیال سے بھیجیں گے اور ماں کے عزیز محض ماں کے خیال سے پس حقیقت میں ہر ایک نے اپنے عزیز کا خیال کر کے ہدیہ بھیجا گویا اپنے عزیز کو اس ہدیہ کا مالک کیا۔ [2] قولہ دختر اصل نسخہ عربی میں بنۃ یعنی دختر ہے لیکن بجائے اس کے اگر لفظ ابنہ یعنی بیٹا ہوتا تو طریقہ سنت سے موافق تھا کیونکہ سنت میں دعوت ولیمہ از جانب شوہر ہے نہ از جانب زوجہ فافہم۔ [3] قولہ ابن مقاتل۔ واضح ہو کہ اس مسئلہ کی بنیاد یہ ہے کہ دعوت میں جس قدر کھانا رکھا گیا وہ مہمانوں کی ملکیت نہیں کیا گیا تو ان کا مالکانہ تصرف کا اختیار نہیں ہے بلکہ میزبان نے ان کو اس میں سے کھانا مباح کر دیا ہے اسی واسطے قیاس یہ کہ دوسرے دستر خوان والوں کو نہیں دے سکتا اور استحسان کی وجہ یہ کہ اس دعوت کے مہمانوں کا حکم واحد ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

یا جوان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان کی خدمت کر رہا ہے کوئی چیز دے دی تو ابن مقاتلؒ نے فرمایا کہ ان کو یہ فعل روا نہیں ہے اور اگر ایسے شخص کو دی جوان کے ساتھ ان کے دستر خوان پر ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور فقیہؒ نے فرمایا کہ یہ قول قیاسی ہے اور استحسانا یہ حکم ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں شریک ہے اگر اس کو کچھ خبر دی تو جائز ہے اور ہم اسی استحسان کو لیتے ہیں یہ حاوی میں ہے زید نے عمرو سے کہا کہ میرے انگور کے باغ میں جا اور انگور لے لے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مختار یہ ہے کہ سات انگور لے کذا فی الفتاویٰ العتابیہ اور اگر گیہوں سے لینے کو اسی طرح کہا تو دو من لے کذا فی المحیط اور من سے مراد من شرعی ہے ایک لڑکا ہدیہ لایا اور کہا کہ میرے باپ نے تجھے ہدیہ بھیجا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے لیکن اگر اس کے دل میں یہ گزرے کہ یہ جھوٹا ہے تو جائز نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر زید نے عمرو سے دس درہم کو ایک کپڑا خریدا اور درہم وزن میں بھاری کر دیئے یعنی جو ٹھہرے تھے ان سے راجح دیئے تو قبول نہ کرے جب تک وہ یہ نہ کہہ دے کہ تجھے حلال ہیں یا تیرے واسطے ہیں یہ حاوی میں ہے۔

اگر وکیل نے کہا کہ میں تیرے مال لینے سے بچ جاؤں اور سالم رہوں یعنی یہ چاہتا ہوں کہ اگر وکیل مقرر رہوں تو اس سے بچ جاؤں اور موکل نے کہا کہ تو میرے مال لینے سے ایک درہم سے سو درہم تک حلت میں ہے پھر وکیل نے مکاتب اختیار کی تو اس کو روا نہیں ہے کہ یکبارگی سو درہم یا پچاس درہم لے لے اور اس کو یہ روا ہے کہ کھانے پینے یا درہم سے جو ضروری ہو لے لے یہ ملتقط میں ہے ایک شخص نے اپنے قرض دینے والے کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی پس اگر قرض لینے سے پہلے کوئی شے ہدیہ نہ بھیجتا ہو تو قبول کرنا مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے ایک گائے[1] دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں اس امر پر رضامند ہوئے کہ ہر ایک کے پاس پندرہ پندرہ روز رہے اور وہ اس کا دودھ لے تو یہ باطل ہے اور کسی کو زیادہ حلال نہ ہوگا اگرچہ ایک دوسرے کو حلت میں کر دے یعنی حلال کر دے لیکن اگر زیادتی کو تلف کر دے پھر دوسرا اس کو حلال کر دے یعنی معاف کر دے تو روا ہوگا کیونکہ پہلی صورت میں ہدیہ ایسی شے غیر منقسم کا ہے جو محتمل قسمت ہے اس واسطے نہیں جائز ہے اور دوسری صورت میں اگرچہ ہبہ مشاع ہے لیکن قرضہ کا ہے اس واسطے جائز ہے یہ فتاویٰ عمادیہ میں ہے دلہن کی ڈولی کا تکیہ ایک شخص لوٹ لایا اور اس کو فروخت کیا تو حلال ہے بشرطیکہ وہ لٹانے کے واسطے رکھا گیا ہو یہ قنیہ میں ہے قرض خواہ سے کہا گیا کہ تیرا قرض دار مر گیا اور اس نے کچھ نہیں چھوڑا اس نے کہا کہ فھو فی حل پس وہ حلت میں ہے تو بری ہو جائے گا اور علی ہذا اگر یوں ہی کہا گیا اور اس نے کہا کہ ہو بری یعنی وہ بری ہے اور پھر اس کے برخلاف ظاہر ہوا یعنی اس نے مثلاً کچھ چھوڑا ہے تو وہ بری رہے گا اور اگر کہا کہ فھو بری پس وہ بری ہے تو بری نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر زید نے عمرو کو دہی ہدیہ بھیجا پھر معلوم ہوا کہ یہ دہی اس کے نابالغ لڑکے کی گائے کے دودھ کا ہے تو جائز نہیں ہے اور دودھ کے دہی بنا دینے سے باپ اس کا مالک نہ ہو جائے گا اسی طرح اگر باپ نے بانالغ کو اس کا عوض دے دیا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی القنیہ۔

---

[1] ایک گائے یعنی اس گائے کا دودھ درحقیقت دونوں کے واسطے نصف نصف چاہئے جبکہ مساوی شرکت ہے پھر اگر دونوں نے پندرہ پندرہ دن کی باری مقرر کی تو اس وجہ سے نہیں جائز ہے کہ ایک نے اپنی باری میں جس قدر دودھ لیا اسی قدر دوسرے کو ملنا چاہئے اور بھی گویا قرضہ کے مثل آئندہ مل سکتا ہے اس لئے کہ حق تو اس دودھ میں تھا جو اول نے اپنی باری میں سب لے لیا پھر بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ برابر ہوگا اس واسطے کہ روزانہ دودھ میں فرق ہوگا اگر کہو کہ پہلا اپنا زائد حق دوسرے کو اس کی باری میں معاف کر دے تو جواب یہ ہے کہ یہاں معاف کرنے کے کیا معنی ہیں اگر یہ مراد ہے کہ ہبہ کر دے تو مشترک کا ہبہ جائز نہیں ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ دوسرا بقدر اس کے حق کے تلف کر دے تا کہ اس پر تاوان چڑھ جائے پھر وہ معاف کر دے تو یہ جائز نہیں لیکن اگر اول نے بعد تاوان چڑھنے کے معاف نہ کیا تو اس کو اسی کے مثل لا کر دینا واجب ہوگا فافہم۔ اور حیلہ یہ ہے کہ اس کا حصہ گائے خرید لے تو کل دودھ اس کا ہوگا یہ مہینہ بھر تک بعد دوسرے کے ہاتھ اپنا حصہ فروخت کر دے اور جو ثمن ادھار ہے اس کا بدلہ کر لے پس وہ بھی مہینہ بھر کل دودھ کھائے پھر دونوں نصف نصف خرید کر لیں فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوتھا باب:

قرض دار کو قرضہ ہبہ کرنے کے بیان میں

قرض دار کو قرضہ ہبہ کرنا قیاساً واستحساناً جائز ہے اور قرضہ سوائے قرض دار کے دوسرے کو ہبہ کرنا استحساناً جائز ہے جبکہ پہلے قرضہ وصول کرنے کا حکم اس کو دے دے یہ تاتارخانیہ میں ہے قرض دار کو قرضہ ہبہ کرنا یا بری کرنا بدوں قرض دار کے قبول کرنے کے تمام ہو جاتا ہے اور اگر قرض دار اس کے ہبہ کرنے یا بری کرنے کو رد کر دے تو رد ہو جاتا ہے اس کو عامہ مشائخ نے ذکر کیا ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ قرضہ بدل الصرف نہ ہو اور اگر بدل الصرف ہو اور قرض خواہ نے اس کو ہبہ یا بری کیا تو اس کے قبول کرنے پر موقوف رہے گا پس اگر قبول کیا تو بری ہوگا اور اگر نہ قبول کیا تو بری نہ ہوگا اور باقی تمام قرضوں میں خواہ قبول کر لے یا نہ کرے بری ہو جاتا ہے لیکن باقی تمام قرضوں میں ہبہ یا بریت اس کے رد کرنے سے رد ہو جائے گی اور یہ سب حکم اصل کا ہے اور اگر کفیل کو قرضہ ہبہ کیا تو بدوں قبول کے تمام نہ ہوگا اور اگر کفیل نے رد کر دیا تو رد ہو جائے گا اور اگر کفیل کو بری کیا تو بدوں قبول کے تمام ہو جائے گا اور رد کرنے سے رد نہ ہوگا اور اگر اصل قرض دار کو قرضہ ہبہ کیا یا اس کو بری کیا اور وہ رد کرنے سے پہلے مر گیا تو بری ہو گیا اسی طرح اگر مر گیا ہو اور پھر قرض خواہ نے اس کو بری کیا یا حلت میں کر دیا تو جائز ہے پھر اگر وارث نے رد کر دیا تو اس کا رد کرنا کام دے گا اور موثر ہوگا اور مال کا حکم ہوگا یعنی حکم کیا جائے گا کہ فلاں میت اس قدر قرض دار ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا رد کرنا کچھ کام کا نہیں ہے اور برأت بحالہ رہے گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر طالب نے اصیل کو قرضہ سے بری کیا یا ہبہ کر دیا پس اگر اس نے قبول کیا تو اصیل اور کفیل دونوں بری ہو جائیں گے اور اگر قبول نہ کیا تو بری نہ ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص پر قرضہ ہے وہ اس کے ادا کرنے سے پہلے مر گیا اور قرض خواہ نے قرض دار کے وارث کو قرضہ ہبہ کیا تو صحیح ہے خواہ ترکہ اس کا مستغرق ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قرضہ قرض دار کے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ☆

اگر وارث نے رد کیا تو ہبہ رد ہو جائے گا بخلاف قول امام محمدؒ کے اور اگر بعضے وارثوں کو ہبہ کیا تو سب کو ہبہ ہوگا اور اگر وارث کو بری کیا تو بھی صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے فتاویٰ آہو میں ہے کہ اگر وارثوں میں سے ایک کو قرضہ سے بری کیا تو اس کے حصہ میں صحیح ہے اور خزانہ میں لکھا ہے کہ دو عقد ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مر جانا بمنزلہ قبول عقد کے قرار دیا جاتا ہے ایک مدیون کو دین ہبہ کرنا کہ اگر مدیون نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ مدیون مر گیا اور دوسرا عقد وصیت کہ اگر موصی لہ نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ موصی مر گیا تو ہبہ و وصیت واجب ہو گئی اور فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر قرضہ قرض دار کے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر قرض دار نے طالب سے کہا کہ جو تیرا مجھ پر ہے اس سے تو مجھے بری کر دے اس نے کہا کہ ضرور میں نے تجھے اپنے قرضہ سے جو تجھ پر ہے بری کر دیا پھر مدیون نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو وہ بری ہو گیا یہ خلاصہ میں ہے اگر ایک وارث نے اپنا حصہ قرض مدیون کو تقسیم سے پہلے ہبہ کیا اور ترکہ میں نقود و عروض دونوں میں ہیں تو استحساناً مثل صلح کے صحیح ہے قال[1] رضی اللہ عنہ اور اگر مال عین سے اپنا حصہ کسی وارث یا غیر وارث کو ہبہ کیا تو محتمل قسمت چیزوں میں صحیح نہیں ہے اور جو چیزیں غیر محتمل قسمت ہیں ان میں صحیح ہے کذا فی القنیہ فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ اگر مدیون سے مال وصول کر لیا پھر اس سے کہا کہ دامے کہ مرا بود است بتو بخشیدم یعنی جو میرا قرضہ تجھ پر تھا

[1] قولہ قال یعنی شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا قابل قسمت جو بٹوارہ کے لائق ہو۔ غیر قابل جو اس لائق نہ ہو۔

میں نے تجھے بخش دیا تو ہبہ صحیح ہے اور جب ہبہ صحیح ہوا تو مدیون کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس نے طالب کو دیا ہے اس سے واپس کر لے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

قرض خواہ نے قرض دار کو قرضہ ہبہ کیا اس نے قبول نہ کیا اور نہ رد کیا یہاں تک کہ دونوں مجلس سے جدا ہو گئے پھر چند روز کے بعد اگر ہبہ رد کر دیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہبہ رد نہ ہو گا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور آیا رد ہبہ کے واسطے مجلس ایراد ہونا شرط ہے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ۔ ماذون کبیر میں لکھا ہے کہ اگر زید کا عمرو کے غلام پر قرضہ ہے زید نے عمرو کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے خواہ غلام پر اس قدر قرضہ ہو کہ اس کی گردن قرضہ میں ڈوبی ہوئی ہو یا نہ ہو اور آیا عمرو یعنی اس کے مولیٰ کے رد کرنے سے ہبہ رد ہو گا تو بعض نے فرمایا کہ بالاجماع رد ہو جائے گا اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اگر قرضہ دو شخصوں میں مشترک ہو یعنی دونوں اس کے مالک ہوں اور ایک شریک نے اپنا حصہ مدیون کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اور اگر مطلقاً نصف دین ہبہ کیا تو چوتھائی میں ہبہ نافذ ہو گا اور چوتھائی میں موقوف رہے گا جیسا کہ نصف غلام مشترک کے ہبہ کر دینے کی صورت میں حکم ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اگر قرض دار نے قرض خواہ کو کچھ مال ہبہ کیا تو قرض خواہ اس کا بوجہ ہبہ کے مالک ہو گا نہ بوجہ قرضہ کے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنے مکاتب سے کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے میں نے تجھے ہبہ کیا پس مکاتب نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو مکاتب آزاد ہو گیا اور مال اس پر قرضہ رہا یہ سراج الوہاج میں ہے فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مفلس حال میں مرگیا اور اس پر قرضہ ہے پس ایک شخص نے احسان کر کے اس کا قرضہ ادا کر دیا پس آیا اس کا قرضہ ساقط ہو جائے گا تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں اس واسطے کہ ساقط کا ساقط کرنا متصور نہیں ہو سکتا کیونکہ قرضہ اس کے مفلس مرنے سے ساقط ہوا تھا اور آخرت میں مطالبہ کا حق ساقط نہ ہو گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور بھی شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر مرگیا اور اجارہ ٹوٹ گیا پس وارثان مستاجر نے اجارہ دہندہ سے کہا کہ ما ازیں خانہ بیزار شدیم یعنی ہم اس گھر سے بیزار ہوئے پس آیا مال اجارہ سے بری ہو گا تو شیخ نے فرمایا کہ بری نہ ہو گا بلکہ ساقط ہو گا اور اگر اس کی قبر کے پاس اجارہ دہندہ نے کہا کہ آزاد کن گردن ایں غریب را یعنی اس غریب کی گردن آزاد کر دے پس وارث نے کہا کہ دے خود آزاد ست یعنی وہ خود آزاد ہے تو بری نہ ہو گا یہ ملتقط میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ مجھے بحل کر دے تا کہ تجھے بحل کروں ☆

قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص متوفی کی بیوی نے کہا کہ میں نے اپنا آٹھواں حصہ اور مہر فرزندوں کو ارزانی کیا تو آیا ترکہ سے بریت ہو گی فرمایا کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر اپنے قرض دار سے کہا کہ ترکت دینی علیک یا فارسی میں کہا حق خویش بتو مادم قلت یا اردو میں کہا کہ میں نے اپنا قرضہ تجھ پر چھوڑ دیا تو یہ برابر ہو گا حتیٰ کہ اس کے بعد دعویٰ نہیں کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور قاضی جمال الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے نیکوکاری کی راہ سے دوسرے شخص قرض دار کا قرضہ طالب کو ادا کر دیا پھر طالب نے بعد قرضہ وصول کر لینے کے مطلوب کو بری کر دیا پس آیا احسان کرنے والے کو جو اس نے ادا کیا ہے واپس کر لینے کا اختیار ہے فرمایا کہ ہاں واپس کر سکتا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنی ماں کے شوہر کی گردن اس حق سے جو

---

[1] لا یخفی علیک ان الذی قضاہ عن من مات مفلسا انما قضاہ عنہ تبرعاً کما صرح والسقوط بموتہ مفلسا انما ھونے حکم القضاء السباب المواخذۃ علی الورثہ کما یشھد بہ مطالبہ الآخرۃ و مطالبۃ الآخرۃ دلیل علی انہ لم یسقط عنہ فی حق الدیانۃ فلو قضی احد عنہ تبرعاً لرفع مواخذۃ الآخرۃ عنہ بحبیب ان یصح و یسقط بہ عنہ و کان قول الشیخ تھدید و تشدید مثل ھو لاء فافھم واللہ تعالیٰ اعلم۔

تیری ماں کا اس پر ہے آزاد کردے اس نے کہا کہ میں نے آزاد کیا اگر وہ میری ماں کو بحل کرے اس نے کہا کہ میں نے بحل کیا پس آیا یہ ابرأ ہے فرمایا کہ نہیں کیونکہ تعلق بخطر ہے اور جس کے وجود وعدم کا خطر ہو اس کی تعلیق باطل ہے اسی طرح اگر کسی سے کہا کہ مرا بحل کن مجھے بحل کردے اس نے کہا کہ میں نے بحل کیا اگر تو مجھے بحل کردے اس نے جواب دیا کہ میں نے بحل کیا تو پہلے شخص کا ابرأ صحیح نہیں ہے اور دوسرے کا ابرأ صحیح ہے اور اگر پہلی صورت میں کہا کہ گردن او بزار کردم او قال آزاد کردم ولکن تا مادر مرا بحل کند یعنی میں نے شوہر مادر کی گردن بیزار کی یا آزاد کردی لیکن تاکہ میری ماں کو بحل کرلے تو یہ ابرأ صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ مجھے بحل کردے تاکہ تجھے بحل کروں اس نے کہا کہ میں نے بحل کیا پس اس نے کہا کہ میں نے بھی بحل کیا تو جس قدر قرضہ ہے اس سے بری ہو جائے گا اور جو مال عین ہے اس سے بری نہ ہوگا جیسے غصب و ودیعت وغیرہ کذافی التاتارخانیہ۔

پانچواں باب:

ہبہ سے رجوع کرنے کے بیان میں اور جو چیزیں رجوع سے مانع ہیں اور جو نہیں مانع ہیں اُن کے بیان میں

فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ ہبہ سے رجوع کر لینا سب حالتوں میں مکروہ ہے مگر صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے جاننا چاہئے کہ ہبہ چند طرح کا ہوتا ہے ایک ہبہ ذی رحم محرم کو اور ایک اجنبی کو اور ایک ذی رحم کو جو محرم نہیں ہے اور ایک محرم کو جو ذی رحم نہیں ہے اور ان سب صورتوں میں سپرد کرنے سے پہلے واہب کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے کذافی الذخیرہ خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اس نے قبضہ کر لینے کی اجازت دے دی ہو یا نہ دی ہو کذافی المبسوط اور بعد سپرد کر دینے کے ذی رحم محرم سے واپس کر لینے کا حق نہیں رکھتا ہے اور ذی رحم محرم کے سوا باقیوں میں رجوع کر سکتا ہے لیکن بعد سپرد کر دینے کے خود واہب فقط رجوع کر لینے میں مستقل نہ ہوگا بلکہ حکم قاضی یا موہوب لہ کی رضامندی کا محتاج ہوگا اور سپرد کر دینے سے پہلے خود ہی واہب فقط رجوع کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور واہب کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو کچھ ہبہ واپس کر لے یہ ظہیریہ میں ہے اور الفاظ رجوع کے یہ ہیں رجعت فی ہبتی ادارتجعتہا اور دو تہائی الی ملکی او ابطلتہا او نقضتہا یعنی میں نے اپنی ہبہ میں رجوع کر لیا یا ہبہ واپس لیا یا ہبہ اپنی ملک میں واپس لیا یا ہبہ باطل کیا یا اس کو توڑ دیا اور اگر اس نے ایسا کوئی لفظ نہ کہا لیکن ہبہ کو بیع یا رہن کیا یا غلام موہوب کو آزاد یا مدبر کیا تو یہ رجوع نہ ہوگا اسی طرح اگر کپڑے کو رنگا یا طعام موہوب کو اپنے ذاتی طعام میں خلط کیا تو رجوع نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جس وقت مہینہ شروع ہو اسی وقت میں نے ہبہ سے رجوع کیا تو صحیح نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔

ایسے عوارض جو ہبہ سے رجوع کرنے کے مانع ہوتے ہیں وہ چند قسم کے ہیں از انجملہ موہوب کا تلف ہو جانا ہے کیونکہ اس کی قیمت واپس نہیں کر سکتا اس واسطے کہ قیمت پر عقد ہبہ نہیں قرار پایا ہے اور از انجملہ موہوب شے کا موہوب لہ کی ملک سے باہر ہو جاتا ہے خواہ بیع و ہبہ وغیرہ کسی سبب سے خارج ہوئی ہو اور اسی طرح موت بھی ہے کیونکہ وارث کو جو ملکیت ثابت ہوئی وہ مورث کی ملکیت ثابتہ کے غیر ہے اور اگر کسی شخص کے غلام کو ہبہ کیا اور غلام نے قبضہ کر لیا تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے اور یہی حکم مکاتب میں ہے کہ اگر اس کو کچھ ہبہ کیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو واہب رجوع کر سکتا ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر پھر رقیق کیا گیا تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واہب رجوع کر سکتا ہے اور از انجملہ واہب کا مر جانا ہے کذافی البدائع اور اگر موہوب لہ نے کچھ ہبہ اپنی ملک سے

نکال دیا تو واہب باقی میں رجوع کر سکتا ہے زائل میں نہیں کر سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے موہوب کسی دوسرے کو ہبہ کر دی پھر رجوع کر کے لے لی تو پہلے واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور از انجملہ موہوب میں زیادتی متصلہ حاصل ہو جانی منع ہوتی ہے خواہ موہوب لہ کے فعل سے زیادتی ہوئی ہو یا اس کے فعل سے نہ ہوئی ہو اور خواہ زیادتی متولدہ ہو یا غیر متولدہ ہو مثلاً شے موہوب ایک باندی لاغر تھی وہ موٹی تازی ہو گئی یا گھر تھا کہ اس میں عمارت بنوائی یا زمین تھی اس میں درخت لگائے یا چرخ بنوایا یا ایسی ہی سینچنے کی کوئی چیز تیار کرائی اور وہ زمین میں ثابت ہے اور اس پر بنی ہوئی ہے اس طرح کہ زمین کی بیع میں بدوں ذکر کے داخل ہو جاتی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یا موہوب کوئی کپڑا تھا کہ اس کو عصفر یا زعفران سے رنگایا یا اس کی قمیض قطع کرا کر سلائی یا جبہ تھا کہ اس میں روئی وغیرہ بھرائی یا قبا بنوائی تو یہ سب صورتیں رجوع سے مانع ہیں اور اگر کپڑے کو ایسے رنگ سے رنگایا جس سے زیادتی یا کمی نہیں آتی ہے تو واہب رجوع کر سکتا ہے یہ بدائع میں ہے۔

حسن بن زیاد نے مجرد میں امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا ہبہ کیا اس نے سیاہ رنگایا واہب رجوع کر سکتا ہے کذا فی المحیط اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں رجوع کر سکتا ہے جیسا کہ دوسرے رنگوں میں ہے اور امام ابو یوسفؒ پہلے مثل قول امام اعظمؒ کے فرماتے تھے پھر رجوع کیا اور کہا کہ اکثر سیاہ رنگوں میں سرخ سے زیادہ خرچ پڑتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ رنگ سیاہ زیادتی میں شمار نہ کیا جاتا ہو اور اگر زیادتی میں شمار ہو یعنی اس رنگ سے قیمت کپڑے کی بڑھ جاتی ہو تو بالاتفاق رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور زیادت متصلہ وہ زیادتی ہے جو نفس موہوب میں کسی ایسی شے کی زیادتی ہو جس سے قیمت بڑھ جاتی ہو جیسے جمال وسلائی اور رنگ وغیرہ اور اگر فقط اس شے کا نرخ بڑھ جائے تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر نفس موہوب میں زیادتی ہو مگر اس سے قیمت میں زیادتی نہ ہوتی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شے موہوب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر کے لے گیا یہاں تک کہ اس کی قیمت بڑھ گئی اور منتقل کرنے میں خرچ پڑا تو منتقی میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک واپس کرنے کا حق منقطع ہو گیا اور اگر کوئی غلام کافر ہبہ کیا اور وہ موہوب لہ کے پاس مسلمان ہو گیا یا ایسا غلام ہبہ کیا جس کا خون بسبب قصاص کے حلال تھا اور موہوب لہ کے پاس ولی قصاص نے عفو کر دیا تو واہب اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر غلام کا جرم خطا سے ہوا اور موہوب لہ نے اس کا فدیہ دے دیا تو یہ امر واہب کے رجوع کرنے کا مانع نہیں ہے اور وہ فدیہ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر موہوب لہ کے فدیہ ادا کر دینے سے پہلے واہب نے رجوع کر لیا تو جرم غلام پر ہے پس واہب یا تو غلام کو دے دے گا یا اس کا فدیہ ادا کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔

موہوب کا متغیر ہونا رجوع کرنے کا مانع ہے ☆

اگر غلام کا ہاتھ کاٹا گیا[1] اور موہوب لہ نے اس کا ارش لے لیا تو واہب کو رجوع کرنے کا اختیار ہے مگر ارش نہ لے گا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر موہوب لہ نے غلام موہوب کو قرآن شریف یا لکھنا یا کوئی صنعت سکھلائی تو یہ رجوع کرنے سے مانع نہیں ہے کیونکہ یہ زیادتی نفس موہوب میں نہیں ہے پس نرخ کے زیادہ ہونے کے مشابہ قرار دی جائے گی یہ تبیین میں ہے اور اگر زیادتی منفصلہ ہو تو وہ رجوع کرنے سے مانع نہیں ہوتی ہے خواہ اصل موہوب سے متولد ہو جیسے بچہ اور دودھ اور پھل وغیرہ یا اس سے متولد نہ ہو جیسے ارش وعقر وکمائی وکرایہ وغیرہ اور اگر موہوب میں نقصان آیا ہو تو وہ رجوع کرنے سے مانع نہیں ہے اور موہوب لہ نقصان کا ضامن نہ ہوگا اور از انجملہ عوض[2] ہے کذا فی البدائع اور از انجملہ موہوب کا متغیر ہونا رجوع کرنے کا مانع ہے مثلاً گیہوں تھے کہ اس نے

---

[1] کسی نے ظلم سے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ [2] عوض پر یعنی موہوب لہ نے ہبہ کا عوض دیا ہو۔

پسائے یا آٹا تھا کہ اس کی روٹی پکائی یا ستو تھے کہ ان کو مسکہ میں لت کیا یا دودھ تھا کہ اس کا پنیر بنایا یا مسکہ نکالا یا اقط بنایا ہکذا فی التاتارخانیہ اورازانجملہ زوجیت ہے یعنی واہب وموہوب لہ باہم بیوی وشوہر ہوں خواہ دونوں میں سے کوئی کافر ہو یا مسلمان ہو کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اگر ایک نے میاں و بی بی میں سے دوسرے کو کچھ ہبہ کیا تو پھر رجوع نہیں کرسکتا ہے اگر چہ دونوں میں کسی وجہ سے نکاح منقطع ہو جائے اور اگر مرد نے کسی اجنبی عورت کو کچھ ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کرلیا یا اجنبی عورت نے کسی مرد کو کچھ ہبہ کیا پھر اپنے تئیں اس کے نکاح میں دیا تو واہب کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرلے کیونکہ ہبہ کرنے کے بعد نکاح ہونا ہبہ سے رجوع کرنے کا مانع نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ازانجملہ محرمیت کے قرابت اگر موہوب لہ اور واہب میں متحقق ہو تو ہبہ سے رجوع کرنے کی مانع ہے خواہ قریب مسلمان ہو یا کافر ہو ہکذا فی الشمنی اور جو لوگ قرابت کے محارم میں سے ہوں جیسے باپ و دادا وغیرہ اور ماں و دادی و نانی وغیرہ اور اولاد بیٹے و پوتے وغیرہ اگر ان لوگوں کو ہبہ کرے تو پھر رجوع نہیں کرسکتا ہے اور اس حکم میں پسر و دختر کا ولاد کا حال یکساں ہے اسی طرح بھائی اور بہنیں ایک حکم ہیں اور چچا اور پھوپھی کا حکم بھی یکساں ہے اور جن لوگوں کے ساتھ کسی سبب سے محرمیت ہو بسبب قرابت کے نہ ہو تو ایسی محرمیت ہبہ سے رجوع کرنے کی مانع نہیں ہوتی ہے جیسے رضاعت کی ماں اور باپ وغیرہ یا بھائی و بہنیں وغیرہ اسی طرح اگر دامادی کے رشتہ سے محرمیت قائم ہو تو وہ بھی رجوع کی مانع نہ ہوگی جیسے بیوی کی ماں وغیرہ اور ربائب یعنی بیوی کے ساتھ جو غیر شوہر سے اولاد ہو اور بہو اور داماد وغیرہ کو اگر ہبہ کیا تو رجوع کرسکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے فرمایا کہ ایک حربی ملک میں امان لے کر آیا اور یہاں اس کا ایک بھائی مسلمان ہے ان دونوں میں سے کسی نے دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی تو پھر اس ہبہ سے رجوع نہیں کرسکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ دارالحرب کو لوٹ گیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور اگر اس نے یعنی حربی نے مسلمان پر اس کو قبضہ کر لینے کی اجازت دے دی تھی پھر حربی کے دارالحرب لوٹ جانے کے بعد اس نے قبضہ کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اگر اپنے بھائی کے وکیل کو[1] کوئی چیز ہبہ کی تو رجوع نہیں کرسکتا ہے کیونکہ عقد ہبہ اور موہوب لہ کی ملک کی اس کے بھائی کو حاصل ہوئی ہے بخلاف اس کے اگر بھائی کے غلام کو ہبہ کی تو ایسا نہیں ہے اور اگر وکیل نے ہبہ رد کیا اور موکل نے قبول کیا تو صحیح ہے یہ قنیہ میں ہے اگر ایک شخص نے اپنا غلام اپنے بھائی اور ایک اجنبی کو ہبہ کیا اور دونوں نے اس پر قبضہ کرلیا تو اجنبی کے حصہ میں رجوع کرسکتا ہے اس[2] لئے کہ اس حصہ بعض کی صحت رجوع کو کل پر اعتبار کیا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر ایک دار ہبہ کیا اور موہوب لہ نے بیت انصیافۃ میں جس کو فارسی میں کاشانہ کہتے ہیں ایک تنور روٹی پکانے کا بنوایا تو واہب کو رجوع کرنے کا اختیار ہے اسی طرح اگر اس میں چارہ دینے کی جگہ تیار کی تو بھی واہب رجوع کرسکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کسی کو حمام ہبہ کیا اور اس نے اس کو مسکن بنایا یا مسکن ہبہ کیا اور اس نے حمام بنایا پس اگر اس کی عمارت بحالہ ہو کہ اس میں کچھ زیادتی نہیں کی ہے تو رجوع کرسکتا ہے اور اگر اس میں کچھ عبارت بڑھادی یا دروازہ بند کرنے کا لگایا یا اس پر گچ کرادی و اصلاح کرائی یا کہگل کرائی تو رجوع نہیں کرسکتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر عمارت ڈھائی ہو تو زمین واپس لے سکتا ہے اور اگر کچھ تلف کیا ہو تو باقی واپس کرسکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک دار ہبہ کیا اس نے اس پر گچ کرائی یا کہگل لگائی یا سونے یا چاندی سے نقش و نگار کرائے یا اس میں غسل خانہ بنوایا یا کوئی زمین ہبہ کی کہ اس کے ایک ٹکڑے میں اس نے عمارت بنوائی تو ہمارے

---

[1] مراد یہ ہے کہ خود وکیل کی ذات کو ہبہ نہیں کی بلکہ وکیل کو بحیثیت وکیل ہبہ کی فافہم۔ [2] وبطل الرجوع فی البعض۔

نزدیک اس میں کچھ رجوع کر کے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی کو ایک دار ہبہ کیا اس نے تھوڑی عمارت تو ویسی ہی رکھی اور باقی کو دوسرے طور سے بنوالیا تو رجوع کر کے اس میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی کو چٹیل زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس کے ایک گوشہ میں نخل لگائے یا کوئی عمارت یا دوکان بنوائی پس اگر یہ امر اس زمین میں زیادت کر دینا شمار ہے تو کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر زیادتی میں شمار نہیں ہے یا نقصان شمار کیا جاتا ہے تو ہبہ سے رجوع کرنے کا مانع نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس میں کوئی چھوٹی دوکان بنوائی کہ اصلاً زیادتی میں شمار نہیں ہے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر زمین بہت ہو تو یہ صورت تمام زمین میں زیادتی کر دینا شمار نہ ہوگی صرف اسی ٹکڑے میں زیادتی گنی جائے گی پس اس ٹکڑے کے سوا باقی میں رجوع کر کے واپس لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے اور اگر زیادتی عمارت کی ہے اور وہ گر گئی تو واپس کرنے کا حق عود کرے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر موہوب لہ نے وہ زمین نصف غیر مقسوم فروخت کر دی تو واہب کو باقی نصف میں رجوع کر لینے کا اختیار ہے اور اگر اس میں سے کچھ فروخت نہ کی ہو تو بھی واہب کو نصف زمین میں رجوع کا اختیار ہے کیونکہ جب اس کو کل زمین واپس کرنے کا اختیار ہے تو نصف کا اختیار بدرجہ اولیٰ حاصل ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

زمین کو جس صورت میں ہبہ کیا اُس کے ماسوا (تعمیر وغیرہ) کر ڈالی تو کیا زمین ہبہ واپس ہو جائے گا؟

اگر دار ہبہ کیا اور اس نے اس کی عمارت ڈھادی تو اس کو زمین واپس لینے کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر دار ہبہ کیا پھر اس کی عمارت گر گئی تو باقی واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر بعض ہبہ کو تلف کیا تو تلف کردہ شدہ سے واپسی کا حق ساقط ہوا اور باقی موجود کو واپس لے سکتا ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اگر ایک دار ہبہ کیا اور اس میں سے تھوڑا واپس کر لیا تو باقی کا ہبہ باطل نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ کے مریض غلام یا زخمی کی دوا کی اور وہ اچھا ہو گیا یا اندھا و بہرا تھا پس دیکھنے اور سننے لگا تو رجوع کرنے کا استحقاق باطل ہو گیا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر غلام موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور اس نے علاج کر کے اچھا کیا تو اس سے واپس لینے کا حق باطل نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے ایک غلام ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اس کو مدبر کر دیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر مکاتب کر دیا مگر وہ عاجز ہو کر پھر مملوک رقیق ہو گیا تو واہب واپس لے سکتا ہے اور اگر موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہوا پھر فسخ عقد کی وجہ سے اس کی ملک میں آ گیا تو واہب رجوع کر سکتا ہے اور اگر غلام نے موہوب لہ پر کوئی جنایت کی تو واہب واپس لے سکتا ہے اور جنایت باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کسی کو ایک خادم ہبہ کیا اور وہ نو جوان ہو کر پورا جوان ہو گیا پھر بڈھا ہو گیا اور اس وقت اس کی قیمت اس قیمت سے کم ہے جو ہبہ کرنے کے وقت تھی اور واہب نے رجوع کرنا چاہا تو نہیں لے سکتا ہے کیونکہ جس وقت اس میں زیادتی ظاہر ہوئی اسی وقت رجوع کرنے کا استحقاق باطل ہو گیا پھر اب استحقاق عود نہ کرے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر غلام نحیف تھا اور موٹا ہو گیا یا بدشکل تھا خوبصورت ہو گیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر وہ غلام طویل تھا اور ہبہ کیا پھر اس کا طول زیادہ بڑھ گیا اور یہ طول نقصان میں شمار ہے کہ اس سے قیمت نہیں بڑھتی بلکہ گھٹتی ہے اور کوئی بھلائی نہیں آتی ہے تو واہب اس کو واپس لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے ایک غلام خرید کر قبضہ کر کے دوسرے شخص کو ہبہ کر کے اس کے سپرد کیا پھر ہبہ سے بدوں حکم قاضی رجوع کر لیا پھر غلام میں کوئی عیب پایا تو اپنے بائع کو واپس کر سکتا ہے پس اس صورت میں بدوں حکم قاضی واپس لینے کو بمنزلہ حکم قاضی کے واپس لینے کے قرار دیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر قرض دار غلام کو اسی شخص کو ہبہ کیا جس کا غلام پر قرض ہے تو قرضہ باطل ہو گیا اسی طرح اگر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا ہے اور مولیٰ

نے ولی مقتول کو یہ غلام ہبہ کر دیا تو جنایت باطل ہو گئی اور استحساناً واہب کو رجوع کرنے کا اختیار ہے اور جب ہبہ سے رجوع کر لیا تو امام محمدؒ کے قول میں قرضہ اور جنایت عود نہ کرے گی اور یہ ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی آئی ہے اور قیاساً ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ حسن نے امام اعظمؒ سے اور معلیٰ نے امام ابو یوسفؒ سے اور ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اور استحساناً اس کا رجوع کر لینا صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے زیادات میں ہے کہ کسی لڑکے کا اپنے وصی کے مملوک پر قرضہ ہے پھر وصی نے وہ مملوک اسی لڑکے کو ہبہ کر دیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا قصد کیا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور ظاہر الروایۃ کے موافق رجوع کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام دو شخصوں کو ہبہ کیا تو اس کو ایک شخص کے حصہ سے رجوع کر لینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر اس نے ایک حصہ بطور ہبہ کے دیا ہو اور دوسرے کو بطور صدقہ کے دیا ہو تو ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک غلام ایک شخص کو ہبہ کیا دونوں نے اس کے سپرد کر دیا پھر ایک شخص نے دوسرے کے غائب ہونے کی حالت میں اپنے حصہ ہبہ سے رجوع کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے دوسرے کو ایک باندی ہبہ کی اس نے باندی کو قرآن شریف یا سکھنا یا مشاطگی سکھلائی تو واہب اس کو واپس نہیں لے سکتا ہے یہی مختار ہے یہ مضمرات میں ہے اگر دار الحرب میں کوئی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ اس کو دار الاسلام میں نکال لایا تو واہب رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اگر ہبہ کی باندی بچہ جنے تو فی الحال واہب کو باندی واپس لینے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا جب تک بچہ اپنی ماں سے بے پرواہ نہ ہو جائے یعنی محتاج نہ رہے تب تک واپس نہیں لے سکتا ہے اور بعد اس کے صرف باندی کو بدوں بچہ کے واپس لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے بشرؒ نے فرمایا کہ میں نے پوچھا کہ اگر رجوع کرنے میں باہم جھگڑا کیا حالانکہ بچہ صغیر ہے پھر وہ بالغ ہوا اور حال یہ گزرا کہ قاضی نے باندی واپس لینے کو باطل کیا ہے تو فرمایا کہ باندی کو واپس لے سکتا ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر شے موہوب کے بدن میں قیمت کے لحاظ سے اچھی زیادتی ہو گئی پھر وہ زیادتی جاتی رہی تو واہب کو اختیار ہے کہ اس کو واپس کر لے یہ ظہیریہ میں ہے اگر ایک شخص کو ایک باندی ہبہ کی تو واہب کو اختیار ہے کہ رجوع کر کے باندی کے بچہ کے سوائے باندی کو واپس لے اور یہی حکم تمام حیوانات و پھلوں وغیرہ میں ہے یہ ینابیع میں ہے اور اگر واہب نے باندی ایسی حالت میں واپس لینی چاہی کہ جب وہ پیٹ سے تھی پس اگر پیٹ ہونے سے اس میں خوبی آ گئی ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر برائی آ گئی ہو تو واپس لے سکتا ہے اور اس حالت میں باندیوں کا حال مختلف ہوتا ہے بعضی باندیاں پیٹ ہونے سے موٹی تازی خوش رنگ نکل آتی ہیں اور بعضی باندیوں کو جب پیٹ ہو جاتا ہے تو پنڈلی پتلی زرد ہو جاتی ہے پس پہلی صورت میں نفس ذات میں زیادتی ہونے کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور دوسری صورت میں نقصان آنے کی وجہ سے واپس کر لینے کا کوئی مانع نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کوئی باندی ہبہ کی اور وہ جوان ہو کر کبیر ہو گئی تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور یہی حکم تمام حیوانات کا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کوئی حاملہ باندی یا گابھن چوپایہ ہبہ کیا اور بچہ جننے سے پہلے ہبہ سے رجوع کر کے لے لیا پس اگر اتنی مدت بعد واپس لیا کہ جس میں یہ معلوم ہے کہ حمل میں کچھ زیادتی نہ ہوئی تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اگر انڈا ہبہ کیا اور اس میں بچہ پیدا ہو گیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اگر اپنی باندی اس کے شوہر کو ہبہ کر دی تو نکاح باطل ہو گیا پھر اگر ہبہ سے رجوع کر لیا تو نکاح عود نہ کرے گا جیسا کہ دین و جنایت عود نہیں کرتی ہے یہ خزانۃ المفتین و قاضی خان میں ہے۔

اگر منکوحہ باندی اس کے شوہر کو ہبہ کر دی یہاں تک کہ نکاح فاسد ہو گیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو نکاح عود کرے گا

اس کوصدر الشہید نے خلافیات میں ذکر کیا ہے اور امام محمدؒ نے کتابوں میں چند مقامات میں ذکر کیا کہ ہبہ میں رجوع کر لینے سے واہب کی جانب اس کی قدیم ملک عود کرتی ہے اور قدیم ملک عود کرنے سے مراد زمانہ مستقبل کے لئے ہے نہ زمانہ ماضی کے واسطے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے مال زکوٰۃ دوسرے کو سال گزرنے سے پہلے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر بعد سال کے ہبہ سے رجوع کر لیا تو واہب پر زمانہ ماضی کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی پس زمانہ ماضی کی زکوٰۃ واجب ہونے کے حق میں قدیم ملک عود کرنے کا حکم نہ دیا گیا اسی طرح اگر کوئی دار دوسرے شخص کو ہبہ کر کے سپرد کیا پھر اس کے پہلو میں کوئی دار فروخت کیا گیا پھر واہب نے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو واہب کو اختیار نہ ہوگا کہ وہ دار شفعہ میں لے اور اگر وہ دار اس کے زمانہ ماضی کی قدیم ملک کے ساتھ عود کرتا اور ایسا ہوتا کہ گویا اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے تو اس کو شفعہ میں دار فروخت شدہ لینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کوئی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس سے وطی کر لی تو بعض نے فرمایا کہ جب تک وہ حاملہ نہ ہوئی ہو تو تب رجوع کر سکتا ہے اور یہی اصح ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر اپنے بھائی کو ہبہ کیا حالانکہ وہ دوسرے کا غلام ہے تو ہبہ واپس کر سکتا ہے اور اگر اپنے بھائی کے غلام کو ہبہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک رجوع کر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہبہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں واہب کے ذی رحم محرم ہوں تو فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ بالاتفاق رجوع نہیں کر سکتا ہے کذانی محیط السرخی اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی مکاتب کو ہبہ کیا حالانکہ وہ مکاتب اس واہب کا ذو رحم محرم ہے پس اگر اس نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر عاجز ہو کر پھر مملوک ہو گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک رجوع نہیں کر سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے اور اگر مکاتب کوئی شخص اجنبی ہو اور اس کا مولیٰ اس واہب کا قرابت دار ہو پس اگر وہ مکاتب مال کتابت دے کر آزاد ہو گیا تو واہب کو رجوع کا اختیار ہے اور اگر عاجز ہوا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو ایک باندی ہبہ کی اس نے قبضہ کر لیا پھر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا حالانکہ غلام کا مالک غائب ہے پس اگر وہ باندی مولیٰ کے قبضہ میں ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر غلام کے قبضہ میں ہو پس اگر غلام ماذون التجارۃ ہے تو واہب ہبہ سے رجوع کر کے واپس لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر غلام ماذون نہ ہو بلکہ مجور ہو تو جب تک مولیٰ حاضر نہ ہو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر غلام نے کہا کہ میں مجور ہوں اور واہب نے کہا کہ تو ماذون ہے اور مجھے تیرے مالک کے حاضر ہونے سے پہلے ہبہ رجوع کرنے کا اختیار ہے تو قسم سے واہب کا قول قبول ہوگا اور یہ استحساناً ہے اور قیاساً غلام کا قول قبول ہونا چاہئے اور واہب سے قسم صرف اس کے علم پر لی جائے گی اور اگر غلام نے اپنے مجور ہونے کے گواہ پیش کئے تو قبول نہ ہوں گے اور یہ سب حکم اس وقت کا ہے کہ جب غلام حاضر ہو اور مولیٰ غائب ہو اور اگر مولیٰ حاضر اور غلام غائب ہو اور واہب نے اپنے ہبہ سے رجوع کر کے ہبہ واپس لینا چاہا پس اگر موہوب غلام کے قبضہ میں ہو تو مولیٰ خصم قرار نہ دیا جائے گا اور اگر موہوب عین مولیٰ کے ہاتھ میں ہو تو خصم قرار دیا جائے گا پھر اگر مولیٰ نے کہا کہ مجھے یہ باندی میرے فلاں غلام نے ودیعت دی ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ تو نے اس کو ہبہ کر دی ہے یا نہیں پھر مدعی نے ہبہ کر دینے کے گواہ قائم کئے تو مولیٰ خصم قرار دیا جائے گا یعنی اس پر ڈگری ہو سکتی ہے اور جب قاضی نے واہب کے نام باندی کی ڈگری کر دی اور اس نے قبضہ کر لیا پھر وہ واہب کے پاس موٹی تازی بدن کی راہ سے بڑھ گئی پھر موہوب لہ نے آ کر غلام ہونے سے انکار کیا تو اس کا قول قبول ہوگا اور وہ باندی کو واپس لے سکتا ہے پھر واہب کو ہبہ سے رجوع کا اختیار نہ ہوگا اور اگر وہ باندی واہب کے پاس مر گئی ہو تو موہوب لہ کو اختیار نہ ہوگا کہ چاہے واہب سے قیمت کی ضمان لے یا مستودع سے پھر اگر واہب سے ضمان لی تو وہ مستودع سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستودع سے ضمان لی تو مستودع بھی اس کو واہب

سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔

واضح ہو کہ کتاب میں مستودع پر ضمان واجب ہونا ذکر کیا اور کچھ اختلاف بیان نہ کیا اور کرخیؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مستودع ضامن نہ ہوگا اور اگر مستودع نے واہب سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو نے میرے مودع کو یہ باندی ہبہ کی ہے لیکن وہ شخص میرا غلام نہیں ہے پھر مدعی نے گواہ دیئے کہ وہ شخص غائب اس کا غلام ہے پس اگر وہ غلام زندہ ہو تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر واہب نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں اور مستودع سے قسم طلب کی تو قاضی اس سے قسم لے گا کہ واللہ فلاں غائب میرا غلام نہیں ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو خصومت سے بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو مدعا علیہ قرار دیا جائے گا اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ مولیٰ نے اقرار کیا ہے کہ فلاں غائب میرا غلام ہے تو گواہ قبول ہوں گے اور ہبہ سے رجوع کر لینے کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ فلاں غائب اس کا غلام تھا اور وہ مرگیا تو قبول ہوں گے اور قابض ہبہ مدعا علیہ ٹھہرایا جائے گا اور اگر مدعی نے یہ گواہ سنائے کہ فلاں شخص اس کا غلام تھا اس نے اس کو ہزار درہم کو خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خالد نے بعوض ہزار درہم کے غلام لے کر قبضہ کر لیا تو گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ باندی کے قابض نے اقرار کیا ہے کہ میں نے فلاں غائب کو خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ فلاں غائب کی نسبت اپنا غلام ہونے کا اس نے اقرار کیا ہے تو قاضی ایسے گواہ قبول نہ کرے گا اور نہ قابض کو اس کا خصم و مدعا علیہ ٹھہرا دے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کرپاس ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اس پر کندی کرائی تو ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ زیادتی متصلا اور قیمت دار صفت ہے اور اگر اس کو دھلایا ہو تو رجوع کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر سن کو بٹوایا تو واپس نہیں لے سکتا ہے بشرطیکہ اس سے ثمن میں زیادتی ہوتی ہو یہ وجیز کردری میں ہے۔

کچھ ایسی چیزوں کا بیان جن میں رجوع کر سکنے کے لئے کچھ شرائط لاگو ہوتی ہیں ☆

اگر مصحف مجید میں اعراب لگائے تو رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر لوہا ہبہ کیا اس کی تلوار ڈھالی یا سوت دیا اس کو بنوایا تو رجوع کر کے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر حلقہ دیا اس میں موہوب لہ نے نگینہ جڑا پس اگر بدوں ضرر کے اکھاڑ ناممکن نہ ہو تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر بلاضرر اکھاڑ ناممکن ہے تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر ورق ہبہ کیا اور اس نے اس پر کوئی سورت یا بعض سورت تحریر کی تو رجوع کر سکتا ہے کیونکہ اس سے ثمن میں زیادتی نہیں ہوتی ہے اور اگر اس کا مصحف بنا کر لکھا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ کتابت مصحف سے ثمن میں زیادتی ہوتی ہے اور اگر دستہ دفتر ہو پھر اس میں فقہ یا حدیث تحریر کی یا اشعار لکھے پس اگر ثمن میں زیادتی ہو تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر نقصان آئے تو رجوع کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر آئینہ ہبہ کیا اس نے صیقل کرایا تو رجوع کر سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر چھری کو تیز کرایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ وجیز کردری و محیط میں ہے اور اگر تلوار ہبہ کی اس نے چھری بنوائی یا توڑ کر دوسری تلوار بنائی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر جذوع ہبہ کئے اس نے چیر کر جلانے کے ٹکڑے کر دیئے یا خشت خام ہبہ کر دیں اس نے پانی دے کر مٹی کر دیں تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر پھر اس مٹی سے پکی اینٹیں بنالیں تو رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اس کو خشک مٹی ہبہ دی اس نے پانی ڈال کر تر کر دی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ستو ہبہ کئے اس نے پانی میں تر کئے تو رجوع کر سکتا ہے جیسا کہ اگر گیہوں دیئے اور اس نے پانی میں بھگوئے تو رجوع کر سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اگر بخنج ہبہ کیا اور اس نے سرکہ کر ڈالا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور بخنج اس کو کہتے کہ

آب انگور کو جوش دیں یہاں تک کہ وہ تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہے پھر جس قدر جل گیا ہے اسی قدر پانی اس میں ڈالے اور دھیری آنچ سے پکائے پھر چھوڑ دے یہاں تک کہ اشتد اد آ جائے اور جھاگ ڈال دے اور یہ لفظ معرب ہے اصل میں پختہ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے بکری یا گائے ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اس کو اپنی قربانی یا ہدی یا جزاء شکار یا نذر کے واسطے واجب کر دیا یا بدنہ یا گائے کو مقلد[1] کر دیا قطوع کی قربانی کے لئے واجب کر دیا تو ظاہر الروایات میں واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کر لینے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی کو ایک بکری ہبہ کی اس نے ذبح کر ڈالی تو واہب رجوع کر سکتا ہے اور یہ بلا خلاف ہے اور اس کی قربانی کی یا متعہ کی ہدی میں ذبح کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رجوع نہیں کر سکتا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک رجوع کر سکتا ہے اور موہوب لہ کا اضحیہ و متعہ کافی ادا ہو گیا اور امام اعظمؒ کے قول کی تصریح نہیں ہے اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ ان کا قول مثل قول امام محمدؒ کے ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک درہم ہبہ کیا پھر موہوب لہ سے قرض مانگا اس نے وہ درہم قرض دے دیا تو واہب کو کبھی رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک درہم ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اس پر قبضہ کر کے اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ کر دیا تو واہب کو ہبہ سے اس وقت تک رجوع کر لینے کا اختیار ہے کہ جب تک متصدق[2] علیہ اس پر قبضہ نہ کرے یہ مبسوط میں ہے ایک شخص زید نے اپنا قرضہ جو عمرو پر تھا عمرو کو ہبہ کیا تو پھر رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر کسی درخت کے پھل اس کو ہبہ کئے اور اس کو قبضہ کر لینے کا حکم دے دیا تو رجوع کر سکتا ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک درخت ہبہ کیا اور اس کے کاٹ لینے کا حکم دیا اور موہوب لہ نے اس کو کٹایا اور مزدوری دی تو واہب کو رجوع کا اختیار ہے اور اگر کوئی درخت جڑ سمیت ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اس کو قطع کر لیا تو واہب رجوع کر کے اس درخت کو اور اس کی جڑ کی زمین کو واپس لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر موہوب لہ نے اس درخت سے کواڑ اور دھنیاں بنوائیں تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ دھنیوں کی صورتوں میں رجوع کر سکتا ہے چنانچہ اگر جلانے کا ایندھن بنوالیا تو رجوع کر کے ایندھن لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا اس نے قبضہ کرنے کے بعد خالد کو ہبہ کیا اور خالد نے اس پر قبضہ کیا تو زید کو رجوع کرنے اور غلام لینے کی نہ عمرو سے کوئی راہ ہے اور نہ خالد سے لیکن اگر عمرو چاہے تو رجوع کر کے خالد سے لے لے اور پھر زید اس کو عمرو سے لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ قال المترجم یہ بنا بر اصل مذکورہ بالا ہے کہ موہوب لہ کی ملک سے خراج مانع رجوع واہب ہے اور پھر عود مورث حق رجوع ہے فافہم اور اگر عمرو کو غلام خالد سے بوجہ ہبہ یا صدقہ یا میراث یا وصیت یا خرید وغیرہ کے پہنچا ہو تو زید کو اختیار نہ ہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کر کے اس کو لے لے یہ محیط میں ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ کی چیز کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری نے عیب کی وجہ سے واپس کر دی تو واہب کو اختیار نہ ہوگا کہ ہبہ سے رجوع کر کے اس کو لے لے یہ شرح مجمع البحرین میں لکھا ہے اور سغناقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی چیز غصب کر لی پھر غاصب نے وہ چیز کسی کو ہبہ کی یا صدقہ میں دی یا اجارہ پر دی یا رہن کی یا ودیعت رکھی یا عاریت دی اور وہ تلف ہو گئی تو یہ لوگ اس کی قیمت کے ضامن ہوں گے یعنی مغصوب منہ کو اس کی قیمت ڈانڈ دیں گے اور جو ان لوگوں نے ڈانڈ دیا ہے ان میں سے موہوب لہ اور متصدق علیہ اس ڈانڈ کو غاصب سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور مستاجر

---

[1] یہ اصطلاح کتاب الحج میں مرقوم ہے۔ [2] متصدق علیہ جس پر صدقہ کیا یعنی جس کو صدقہ میں دیا ہے۔

اور مستودع و مرتہن اس کی قیمت غاصب سے واپس لے سکتے ہیں اور مشتری اپنے دام اس سے واپس لے سکتا ہے اور اگر غاصب کے پاس سے کسی شخص نے چورالی یا غصب کر لی اور تلف ہو گئی اور مغصوب منہ اصلی یعنی مالک نے ان دونوں سے ضمان لی تو یہ دونوں غاصب سے واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ اگر ہبہ سے رجوع کرنا بحکم قاضی واقع ہوا تو یہ عقد ہبہ کا فسخ ہے اور باہمی رضامندی سے رجوع کر لینے میں اختلاف ہے اور ہمارے اصحاب کے مسائل اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ بھی مثل حکم قاضی سے رجوع کرنے کے فسخ ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ جو شے غیر منقسم ایسی ہو کہ محتمل قسمت[1] ہے اس میں رجوع کرنا صحیح ہے اور اگر ابتدائی ہبہ ہوتا تو شیوع کے باوجود ہبہ صحیح نہ ہوتا اسی طرح اس رجوع کا صحیح ہونا قبضہ پر موقوف نہیں رہتا ہے اور اگر فسخ عقد نہ ہوتا بلکہ ابتدائی ہبہ ہوتا تو اس کا صحیح ہونا قبضہ پر موقوف رہتا اسی طرح اگر زید نے عمرو کو کوئی چیز ہبہ کی اور عمرو نے خالد کو ہبہ کر دی پھر عمرو نے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو زید کو اختیار ہے کہ وہ بھی اپنے ہبہ سے رجوع کر کے عمرو سے واپس لے پھر اگر اس صورت میں عمرو کو خالد سے بطور مستقل ہبہ کے وہ شے پہنچی ہوتی تو زید کو عمرو سے رجوع کر لینے کا اختیار نہ ہوتا پس یہ مسائل دلالت کرتے ہیں کہ بغیر حکم قضا کے رجوع کرنا بھی فسخ ہے پس جب رجوع کی وجہ سے عقد ہبہ فسخ ہوا تو وہ شے اپنی قدیم ملک کی طرف عود کر آئی اور واہب اس کا مالک ہو گیا اگر چہ اس نے قبضہ نہ کیا ہو کیونکہ قبضہ کا اعتبار ملک کے منتقل ہونے میں ہوتا ہے نہ ملک قدیم کی طرف عود کرتے ہیں اور شے موہوب رجوع کرنے کے بعد موہوب لہ کے ہاتھ میں امانت رہتی ہے کہ اگر وہ تلف ہو جائے تو موہوب لہ ضامن نہ ہوگا اور اگر واہب اور موہوب لہ نے رجوع کرنے پر باہمی رضامندی ظاہر نہ کی اور نہ قاضی نے حکم کیا لیکن موہوب لہ نے واہب کو وہ شے موہوب ہبہ کر دی اور واہب نے اس کو قبول کر لیا تو جب تک اس پر قبضہ نہ کرے اس کا مالک نہ ہوگا اور جب قبضہ کر لیا تو بمنزلہ باہمی رضامندی یا بحکم قاضی رجوع کرنے کے قرار دیا جائے گا اور موہوب لہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ رجوع کر کے واپس لے یہ بدائع میں ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ جب تک قاضی ہبہ کے نقض کا حکم نہ دے تب تک موہوب لہ کو ہبہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور جب ہبہ کے توڑ دینے کا حکم دے دیا تو پھر نہیں جائز ہے اور ایسا ہی امام اعظمؒ و امام محمد کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔

ہبہ سے صدقہ کی نیت کی تو رجوع ساقط ہو جائے گا ☆

اگر شے موہوب قابض یعنی موہوب لہ کے قبضہ میں قاضی کے ہبہ توڑ دینے کے حکم کے بعد تلف ہو گئی اور ہنوز واہب نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا تو واہب کو اس سے ضمان لینے کا اختیار نہ ہوگا لیکن اگر بعد حکم قاضی کے واہب نے طلب کی اور موہوب لہ نے دینے سے انکار کیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضمان لے سکتا ہے اور اگر واہب کے رجوع کر لینے کے بعد موہوب لہ نے ہبہ واپس نہ کیا اور ہنوز حاکم نے بھی واپسی کا حکم نہ کیا تھا کہ موہوب لہ نے وہی شے موہوب واہب کو ہبہ کی اور واہب نے اس پر قبضہ کر لیا تو بمنزلہ اس کے رد کر دینے یا حاکم کے رد کر دینے کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر قاضی نے کسی امر مانع کی وجہ سے رجوع باطل ہونے کا حکم کیا پھر وہ امر مانع زائل ہو گیا تو رجوع کرنے کا حق عود کرے گا یہ محیط میں ہے اور اگر فقیر کو کوئی شے ہبہ کی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ ہبہ سے صدقہ کی نیت کی ہو یہ سراجیہ میں ہے اگر کسی شخص کو کوئی شے ہبہ کی پھر واہب نے کہا کہ میں نے اپنا حق ہبہ سے رجوع کرنے کا ساقط کر دیا تو ساقط نہ ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر ہبہ کے رجوع کرنے کے حق سے کوئی چیز لے کر صلح کر لی تو صحیح ہے اور وہ شے اس ہبہ کا عوض ہو جائے گی اور رجوع کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے اگر کسی شخص

---

[1] یعنی بوجہ تقسیم کے ہر حصہ ایسا ہو کہ اس سے وہی نفع جو تمام چیز سے حاصل تھا ممکن ہو۔

نے مسجد میں کوئی رسی رکھی یا قندیل لٹکائی تو رجوع کر سکتا ہے بخلاف اس کے اگر قندیل کے واسطے کوئی رسی لٹکائی تو ایسا نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور ہبہ میں رجوع کرنے کا حکم یکساں رہتا ہے خواہ موہوب لہ مسلمان ہو یا کافر ہو یہ مبسوط میں ہے شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ دختر کی ماں کو پانچ دینار دیئے کہ اس کے واسطے جہیز تیار کر دے پھر باپ نے رجوع کرنا اور لینا چاہا تو شیخ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ اس دختر نابالغ کے واسطے ہبہ ہے اور شیخ کے سوا دوسرے فقہا نے فرمایا کہ اس کو رجوع کرنے کا اختیار ہے کیونکہ یہ فعل توکیل ہے جیسا کہ اگر اس سے کہا کہ اس کے واسطے جہیز خرید دے کذا فی فتاویٰ ابی الفتح محمد بن محمود بن الحسین الاستروشنی۔

چھٹا باب:

نابالغ کے واسطے ہبہ کرنے کے بیان میں

اگر کسی شخص نے اپنی صحت میں اپنی اولاد کو کوئی شے ہبہ کی اور اس ہبہ میں بعض کی تفصیل کا قصد کیا تو اصل میں ہمارے اصحاب سے اس کی کوئی روایت نہیں ہے اور امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ اس میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ جس کی تفصیل منظور ہے اس میں دین کی راہ سے کوئی فضیلت ہو اور اگر سب برابر ہوں تو مکروہ ہے اور معلّی نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اس سے ضرر رسانی مقصود نہ ہو اور اگر ضرر رسانی مقصود ہو تو سب میں تسویہ کر کے بیٹے کو عطا کیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی مختار ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے اپنی صحت میں کل مال اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو حکم قضا میں جائز ہو گا لیکن وہ شخص اپنی اس حرکت سے گنہگار ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس کی اولاد میں کوئی فاسق ہو تو اس کو اس کی خوراک سے زیادہ نہ دینا چاہئے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرایا جائے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کسی شخص کا لڑکا فاسق ہو پس اس نے چاہا کہ میں اپنے مال کو نیک راہ میں صرف کر ڈالوں اور اس کو میراث سے محروم رکھوں تو یہ امر اس مال کے چھوڑ جانے سے بہتر ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کوئی لڑکا علم میں مشغول ہو کمائی میں مشغول نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اس کو دوسرے پر فضیلت دے یہ ملتقط میں ہے باپ اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف عقد سے تمام ہو جاتا ہے خواہ وہ شے باپ کے پاس ہو یا اس کے مستودع کے پاس ہو بخلاف اس کے اگر غاصب یا مستاجر یا مرتہن کے پاس ہو تو ہبہ جائز نہ ہو گا اسی طرح اگر نابالغ کو اس کی ماں نے ہبہ کیا اور وہ شے ماں کے پاس ہے اور باپ مر چکا ہے اور کوئی شخص اس کا وصی نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر وہ شخص جو اس کی عیال داری کرے اس کا بھی یہی حکم ہے یہ تبیین و کافی میں ہے۔

اگر اپنے غلام کو کسی ضرورت[1] سے بھیجا پھر اس کو اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دیا تو ہبہ صحیح ہے پھر اگر وہ غلام ہنوز لوٹ کر نہ آیا تھا کہ باپ نے انتقال کیا تو وہ غلام بیٹے کا ہو گا اور باپ کی میراث قرار نہ دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایسے غلام کو جو دار الحرب کی طرف بھاگ گیا ہے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر وہ بھاگ کر دار الاسلام میں موجود ہو تو جائز ہے اور قابض[2] ہو جانے کا حکم دیا جائے گا کذا فی الصغریٰ اور اگر غلام کو بطور بیع فاسد کے فروخت کر کے مشتری کے سپرد کیا یا مشتری کے خیار کی شرط پر فروخت کیا پھر اس کو نابالغ لڑکے کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اس حکم میں صدقہ مثل ہبہ کے ہے یہ کافی میں ہے اگر یتیم

---

[1] قولہ ضرورت کیونکہ وہ باپ کے قبضہ و کام میں ہے۔ [2] قولہ قابض کیونکہ وہ باپ کے قبضہ سے خارج نہیں ہوا۔ [3] قولہ اختیار اس سے ظاہر ہوا کہ اگر قرض دار غلام کو اپنے قرض خواہ کو ہبہ کرے تو قبضہ کے بعد قرضہ ساقط ہو جائے گا پھر اگر ہبہ سے رجوع کرے تو غلام مفت ہاتھ آئے لیکن یہ حرکت حرام ہے۔

کے وصی نے اپنا غلام یتیم نابالغ کو ہبہ کیا حالانکہ یتیم کا اس پر قرضہ ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے اور قرضہ ساقط ہو جائے گا پھر اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا تو ظاہر الروایہ کے موافق اس کو اختیار[۲] ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے باپ نے اگر اپنے نابالغ لڑکے کو کوئی غلام ہبہ کیا پھر غلام مر گیا پھر ایک شخص نے غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور باپ سے ضمان لے لی تو باپ ہر حال میں جو کچھ اس نے ڈانڈ بھرا ہے نابالغ کے مال سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستحق نے بیٹے سے بعد بلوغ کے ضمان لی تو اگر بعد بالغ ہونے کے بیٹے نے اس پر ازسر نو قبضہ کیا ہو پھر وہ غلام مرا ہو تو ڈانڈ کا مال باپ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر ازسر نو قبضہ کیا ہو تو واپس لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے باپ نے اگر اپنا گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا حالانکہ اس میں واہب کا اسباب رکھا ہے تو جائز ہے اور یہی حکم لیا گیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا حالانکہ اس میں کوئی شخص کرایہ پر رہتا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور اگر کوئی شخص بلا کرایہ رہتا ہو یا واہب خود رہتا ہو تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ اگر اپنے نابالغ بیٹے کو ایسا گھر ہبہ کیا جس میں خود رہتا ہے تو جائز نہیں ہے چنانچہ امام اعظمؒ سے بھی یہی مروی ہے یہ ذخیرہ و محیط میں ہے اگر کوئی گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا پھر اس گھر کے عوض دوسرا گھر خریدا تو دوسرا نابالغ کا ہوگا یہ ملتقط میں ہے ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو ایک دار صدقہ دیا حالانکہ باپ اس میں رہتا ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ میں ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو ایک گھر صدقہ دیا حالانکہ باپ کا اسباب اس میں رکھا ہے یا کوئی شخص دوسرا اس میں بلا کرایہ رہتا ہے تو صدقہ جائز ہے اور اگر کوئی شخص کرایہ پر رہتا ہو تو صدقہ نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ صدقہ کی صورت میں اگر اس میں کوئی شخص کرایہ پر یا بلا کرایہ رہتا ہو تو امام اعظمؒ سے جو روایت آئی ہے وہ موافق اس صورت کے ہے کہ حسب صدقہ کی صورت میں وہ خود اس گھر میں رہتا ہو یا اس کا اسباب ہو یعنی ان دونوں صورتوں میں روایت موافق ہے اور ہبہ کی صورت میں مخالف ہے کیونکہ امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ اگر واہب خود اس دار میں رہتا ہو یا اس کا اسباب رکھا ہو تو ہبہ جائز نہیں ہے اور جس طرح ہبہ میں قبضہ کی ضرورت ہے ویسے ہی صدقہ میں قبضہ کی ضرورت ہے پس ان دونوں مسئلوں میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہو گئیں یہ محیط و ذخیرہ میں ہے اگر ایسی زمین جس میں کھیتی ہے اپنے نابالغ بیٹے کو صدقہ دی پس اگر کھیتی اسی کی ہو تو جائز ہے اور اگر کسی غیر شخص کی اجارہ پر ہو تو جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے صاحب کتاب الاحکام نے بیان کیا کہ اگر امام ظہیر الدین کو لکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین اور اپنے پاس سے بیج دے کر مزارعت پر کسی کاشتکار کو دی اور وہ اس کے پاس ہے پھر زمین کے مالک نے وہ زمین مع اپنے حصہ زراعت کے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دی پس آیا یہ صحیح ہے یا نہیں اور کاشتکار کے ہبہ پر راضی ہونے یا راضی نہ ہونے دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہ ہوگا تو امام ظہیر الدین نے جواب میں لکھا کہ ہبہ جائز نہیں ہے کذا فی فتاویٰ ابی الفتح محمد بن محمود بن الحسین الاسترو شنی۔

ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے سے کہا کہ اس زمین میں تصرف کر اس نے اس میں تصرف شروع کیا تو اس کی ملک نہ ہو جائے گی یہ قنیہ میں ہے اگر اپنے بیٹے کو کوئی شے ہبہ کی اور شریک[۱] کو لکھ دیا تو جب تک بیٹا اس پر قبضہ نہ کرے مالک نہ ہوگا اور اگر اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا اس نے اس میں تصرف کیا تو وہ باپ ہی کا رہے گا لیکن اگر کوئی امر تملیک پر دلالت کرنے والا پایا جائے تو البتہ بیٹے کا ہو سکتا ہے یہ ملتقط میں ہے ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کچھ مال اپنی صحت میں دیا کہ وہ اس میں تصرف کرے اور وہ مال کثیر ہو گیا

---

[۱] قولہ شریک ـــ یعنی ہبہ کا معاملہ اپنے شریک پر بطور دستاویز نامہ کے لکھ دیا اور وہ اس زمین میں ساجھی ہے تو بھی بیٹے کا قبضہ شرط ہے واللہ اعلم۔

پھر باپ مر گیا پس اگر باپ نے اس کو ہبہ کیا ہو تو سب اسی کا ہو گا اور اگر اس واسطے دیا ہو کہ باپ کے واسطے تجارت کرے تو وہ میراث قرار دیا جائے گا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بیٹے یا شاگرد کو کپڑے بنا دیئے پھر چاہا کہ یہ کپڑے دوسرے لڑکے یا دوسرے شاگرد کو دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اگر بنا دینے کے وقت کہا ہو کہ یہ عاریت ہیں تو دے سکتا ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور اس کی کوئی چیز اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے قطع کرائی تو یہ شخص بسبب قطع کرانے کے ہبہ کرنے والا ہو گیا اور قبل سلانے کے اس کا سپرد کر دینے والا ہوا اور اگر وہ لڑکا بالغ ہو تو جب تک سلا کر سپرد نہ کرے تب تک سپرد کرنے والا قرار نہ دیا جائے گا اور اگر یوں کہا کہ میں نے یہ کپڑا اس کے واسطے خریدا ہے تو اسی کی ملک ہو گیا یہ قنیہ میں ہے امام ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت نے اسی بچہ کے واسطے جو اس کے پیٹ میں ہے کوئی کپڑا اتیار کیا اور پھر جنی پس اگر بچہ کو اس کپڑے پر رکھا تو کپڑا اس بچہ کی ملک قرار دیا جائے گا اور فقیہ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک جب تک وہ عورت یہ اقرار نہ کرے کہ میں نے یہ کپڑا اس بچہ کی ملک کر دیا تب تک عورت ہی کا رہے گا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر بچہ دس بارہ برس کا ہو اور وہ عورت ہر رات میں اس کے واسطے بچھونا بچھاتی ہو اور چادر لحاف اڑھاتی ہو تو یہ بستر اوڑھنا اس بچہ کا نہ ہو جائے گا جب تک کہ عورت یہ نہ کہے کہ یہ اس بچہ کے واسطے ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہے اور اس کا حکم مثل بدن کے کپڑوں کے نہیں ہے اور اگر کسی نے اپنی دختر کو سامان جہیز اس کی صغر سنی مین دیا یا حالت بلوغ میں گویا اور سپرد کر دیا تو اسی کا ہو گا بشرطیکہ اس شخص نے اپنی صحت میں ایسا کیا ہو یہ ینابیع میں ہے۔

اپنے برخوردار کو مہر ہبہ کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اُس کی کیا صورت ہو گی؟

ایک عورت کا اپنے شوہر پر مہر ہے اس نے یہ مہر اپنے لڑکے کو جو اسی شوہر سے پیدا ہوا ہے ہبہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ ایسا ہبہ صحیح نہیں ہے لیکن اگر ہبہ کر کے بیٹے کو اس کے قبضہ و وصول کرنے پر مسلط کر دے تو جائز ہے اور جب بیٹا اس پر قابض ہو تو اس کا مالک ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ موہوب لہ اگر قبضہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو تو قبضہ کا حق اسی کو حاصل ہو گا اور اگر وہ شخص نابالغ یا مجنون ہو تو قبضہ کا حق اس کے ولی کو ہو گا اور اس کا ولی باپ ہوتا ہے یا باپ کا وصی پھر دادا پھر اس کا وصی پھر قاضی یا جس کو قاضی مقرر کر دے خواہ صغیر ان میں سے کسی کی عیال میں ہو یا نہ ہو یا شرح طحاوی میں ہے اگر باپ اور اس کا وصی اور حقیقی دادا اور اس کا وصی غائب ہو اور غیبت منقطعہ[1] ہو تو جن[2] لوگوں کو ان کے بعد ولایت حاصل ہے ان کا قبضہ کرنا جائز ہو گا یہ خلاصہ میں ہے اور سوائے باپ و دادا کے باقی اہل قرابت مثل بھائی و چچا و ماں وغیرہ کے استحساناً ہبہ پر قبضہ کر لینے کا اختیار رکھتے ہیں بشرطیکہ نابالغ موہوب لہ ان کے عیال میں ہو اسی طرح ان لوگوں کے وصی کو بھی استحساناً ہبہ پر قبضہ کا اختیار ہے بشرطیکہ صغیر اس کے عیال میں ہو اسی طرح اگر کوئی اجنبی ہو اور نابالغ اس کے عیال میں ہو اور اس اجنبی کے سوا نابالغ کا کوئی نہ ہو تو استحساناً اس کا قبضہ بھی جائز ہے اور ان سب مسائل میں خواہ نابالغ قبضہ سمجھتا ہو یا سمجھتا نہ ہو یکساں حکم ہے کچھ فرق نہیں ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ باپ مر گیا ہو یا غائب ہو اور اس کی غیبت منقطعہ ہو اور اگر باپ زندہ حاضر ہو اور نابالغ ان لوگوں میں سے کسی کی عیال میں ہو تو اس صورت کو صریح ذکر نہیں کیا کہ اس صورت میں ان لوگوں کا قبضہ جائز ہے یا نہیں لیکن اجنبی کی صورت میں یوں ذکر کیا کہ اگر اس کے عیال میں نابالغ ہو اور نابالغ کا کوئی شخص اس کے سوا نہیں ہے تو اس کا قبضہ جائز ہے پس اس قید لگانے سے یعنی نابالغ کا اس کے سوا کوئی نہ ہو یہ نکلتا ہے کہ باپ کے حاضر زندہ کی صورت میں ان لوگوں کا قبضہ درست نہ ہونا چاہئے اور دادا کی صورت میں بھی ذکر کیا کہ اگر باپ زندہ اور حاضر ہو تو دادا کا قبضہ جائز

[1] قولہ غیبت منقطعہ یعنی اس قدر دور ہے کہ سال میں قافلہ کی آمد و رفت نہیں ہوتی اور بعض محققین نے کہا کہ اگر اس طرح غائب ہو کہ اسے ظاہر ہونے تک یہ بہتری جاتی رہے گی تو بھی یہی حکم ہے جیسے نکاح میں ہے۔ [2] جن کا درجہ ان کے بعد ہے۔

نہیں ہے اور کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہ کی کہ اگر نابالغ دادا کے عیال میں ہو تو کیا حکم ہے اور اگر نہ ہو تو کیا حکم ہے بلکہ علی الاطلاق یہی حکم دیا تو ظاہر الاطلاق اس امر کا مقتضی ہے کہ باپ کی حاضری میں حقیقی دادا کا قبضہ درست نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر نابالغ چچا کی گود میں اور اس کے عیال میں ہو اور اس کو کوئی شے ہبہ کی گئی اور چچا نے اس پر قبضہ کیا حالانکہ باپ کا وصی حاضر ہے تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور اگر بھائی یا چچا یا ماں نے قبضہ کیا حالانکہ نابالغ کسی اجنبی کے عیال میں ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر اس اجنبی نے جس کے عیال میں وہ نابالغ ہے قبضہ کیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایسی صغیرہ عورت نے جس کے مثل عورت سے جماع کیا جا سکتا ہے اور وہ شوہر کے عیال میں ہے خود قبضہ کیا یا اس کے شوہر نے قبضہ کیا تو جائز ہے اور چونکہ زوجہ صغیرہ کی طرف سے شوہر کے قبضہ جائز ہونے کے واسطے یہ شرط لگائی کہ ویسی صغیر قابل جماع ہو اس واسطے ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اگر وہ صغیرہ ایسی ہو کہ اس سے جماع نہیں کیا جا سکتا ہے تو اس کی طرف سے شوہر کا قبضہ کرنا جائز نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ اگر شوہر کے عیال میں ہو حالانکہ ویسی صغیرہ قابل جماع نہیں ہے تو بھی اس کی طرف سے شوہر کا قبضہ کرنا جائز ہے اور جس صغیرہ کے ساتھ اس کے شوہر نے خلوت نہیں کی ہے اس کے شوہر کا قبضہ نہیں جائز ہے بلکہ اس صغیرہ کا ولی قبضہ کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر نابالغہ عورت اپنے دادا یا بھائی یا چچا یا ماں کے عیال میں ہو اور اس کو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور شوہر نے اس پر قبضہ کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر بالغہ ہو تو باپ یا شوہر کا قبضہ بدوں اس کی اجازت کے جائز نہیں ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اگر نابالغہ عورت کسی اجنبی کے عیال میں ہو کہ اس نے اس کے باپ کی اجازت سے اس کو اپنی عیال میں رکھا ہے اور باپ غائب ہے تو اس اجنبی کا قبضہ ہبہ جائز ہے اس نابالغہ کے بھائی کا قبضہ جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر نابالغ لڑکا اپنے دادا یا بھائی یا ماں یا چچا کے عیال میں ہو اور اس کو کوئی شے ہبہ کی گئی اور جس کے عیال میں نابالغ ہو اس نے قبضہ کر لیا حالانکہ باپ حاضر ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذافی فتاویٰ قاضی خان اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے کذافی الصغریٰ۔ اگر نابالغ نے خود قبضہ کر لیا اور وہ قبضہ کو سمجھتا ہے تو جائز ہے اگرچہ اس کا باپ زندہ ہو کذافی الوجیز کردری اور یہی ہمارے علماء ثلاثہؒ کا قول ہے کذافی الذخیرہ اور اگر وہ لڑکا قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہیں جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے لڑکا اگر ہبہ قبول کر لے تو صحیح ہے بشرطیکہ اس ہبہ میں سراسر اس نابالغ کا نفع ہو اور اگر اس میں کچھ ضرر ہو تو صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے کسی لڑکے کو ایک اندھا غلام یا کسی داد کی مٹی ہبہ کی اور اس نے قبول کی پس اگر یہ ہبہ اس سے کسی قدر مول کر خرید لیا جائے[1] تو اس کا قبول کرنا صحیح ہے اور رد نہ کیا جائے گا اور اگر اس سے کسی داموں کو نہ خریدا جائے اور نابالغ کو اس مٹی کے اٹھوانے کی مزدوری اور غلام کا نفقہ دینا پڑے تو یہ ہبہ رد کرا دیا جائے گا اور ہبہ کا رد کرنا ایسے لڑکے سے جو اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے صحیح یہ ذخیرہ میں ہے حاکم نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اپنے دو لڑکوں کو جس میں ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہے ہبہ کیا اور بالغ نے قبضہ کیا تو ہبہ باطل ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نابالغ کا ہبہ وقت عقد ہبہ کے منعقد ہو گیا کیونکہ واہب یعنی باپ کا قبضہ اس کے قبضہ اس کے قائم مقام ہے اور بالغ کا ہبہ اس کے قبول کرنے کا محتاج رہا پس نابالغ کا ہبہ پہلے ہی منعقد ہو گا پس شیوع پھیل گیا اور اس کے صحیح ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ پہلے وہ گھر بالغ کو سپرد کر دے پھر دونوں کو ہبہ کر دے یہ وجیز کردری میں ہے واضح ہو کہ ہر حیلہ ہے جس سے آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کی طرف توسل حاصل کرے تو وہ حیلہ اچھا ہے اور صغیروں کو صدقہ دینا مثل اجنبیوں کے صدقہ دینے کے ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔

---

[1] یعنی فروخت ہو سکتا ہے۔

ساتواں باب:

ہبہ میں عوض لینے کے بیان میں

عوضِ ہبہ کی اقسام: عقد ہبہ کے مابعد عوض دینا اور عقد ہبہ میں شرط کرنا ☆

واضح ہو کہ عوض ہبہ دوطرح کا ہوتا ہے ایک وہ کہ عقد ہبہ کے بعد عوض دیا گیا اور دوسرا وہ کہ عقد ہبہ میں شرط کیا گیا پس اول قسم میں دوطور سے گفتگو کی جاتی ہے اول یہ کہ ایسے عوض کے دینے کے جواز کی شرط اور عوض کے عوض ہو جانے میں اور دوم اس تعویض[1] کی ماہیت کے بیان میں پس اول کے واسطے تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ عوض کو ہبہ کے مقابلہ میں رکھنا وہ اس طرح سے ہوگا کہ تعویض ایسے لفظ سے کی جائے جو مقابلہ پر دلالت کرتا ہو مثلاً کہے کہ یہ تیرے ہبہ کا عوض ہے یا تیرے ہبہ کا بدل ہے یا تیرے ہبہ کی جگہ ہے یا نحلتك هذا عن هبتك یعنی بخشیدم ایں چیز ترا از ہبہ تو یا میں نے تجھے یہ چیز تیرے ہبہ کے بدلے صدقہ دی یا تیری مکافات کی یا مجازات کی یا اور ایسے ہی الفاظ جو اس کے قائم مقام ہوں اور اگر یہ شرط نہ پائی گئی مثلاً کسی شخص زید نے عمرو کو کچھ ہبہ کیا پھر عمرو نے بھی زید کو کوئی چیز ہبہ کی اور ایسا لفظ نہ کہا جس سے معلوم ہو کہ یہ ہبہ اس کے ہبہ کا عوض ہے تو از سر نو ہبہ قرار دیا جائے گا اور ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کر کے لے لے اور دوسری شرط یہ ہے کہ جو چیز عوض میں دیتا ہے وہ اسی[2] عقد ہبہ کی مملوک نہ ہو جس کا عوض دیتا ہے حتیٰ کہ موہوب لہ نے اگر تھوڑی شے موہوب کو عوض دیا تو صحیح نہ ہوگا اور نہ عوض ہوگا اور اگر شے موہوب اپنی حالت سے ایسا تغیر پا گئی ہو جس کے باعث سے واہب کا رجوع کرنا ممنوع[3] ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں اگر اس شے میں سے کچھ عوض میں دے تو باقی سے عوض ہو جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ایک شے ہبہ کی ہو یا دو چیزیں ایک ہی عقد ہبہ میں ہبہ کی ہوں اور اگر دو چیزیں دو عقدوں میں ہبہ کی ہوں اور موہوب لہ نے ایک کو دوسری کے عوض دیا تو اس میں اختلاف ہے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ عوض ہو جائے گی اور اگر ایک شے ہبہ کی اور دوسری صدقہ دی اور موہوب لہ نے صدقہ کو ہبہ کے عوض دیا تو بالاجماع عوض ہو جائے گی اور تیسری شرط یہ ہے کہ عوض کی چیز واہب کو مسلم[4] پہنچ جائے اور اگر نہ پہنچی مثلاً اس کے ہاتھ سے استحقاق میں لی گئی تو عوض نہ ہوگی اور واہب کو رجوع کا اختیار ہوگا بشرطیکہ ہبہ کی چیز بعینہٖ قائم ہو ہلاک نہ ہوئی ہو اور نہ اس میں قیمت کی راہ سے کوئی بہتری ظاہر ہوئی ہو اور نہ کوئی ایسی شے اس میں پیدا ہوگئی ہو جس کے باعث سے ہبہ سے رجوع کرنا ممنون ہو گیا ہو اور اگر وہ شے تلف ہوگئی ہو یا اس نے تلف کر دی ہو تو ضمان نہیں لے سکتا ہے جیسا کہ قبل تعویض کے ہلاک ہونے یا ہلاک کر دینے کا حکم ہے اور اسی طرح اگر موہوب میں قیمت کی راہ سے کچھ بہتری آگئی ہو تب بھی ضمان نہیں لے سکتا ہے جیسا کہ عوض دینے سے پہلے تھا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر موہوب شے استحقاق میں لی گئی تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ اپنا عوض واپس کر لے ☆

اگر کچھ عوض استحقاق میں لیا گیا تو باقی عوض پوری موہوب شے کا عوض ہوگا اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اپنا ہبہ پورا واپس کر لے بشرطیکہ موہوب بعینہٖ قائم ہو اس کی ملک سے خارج نہ ہوئی ہو اور نہ تن کی راہ سے اس میں کچھ زیادتی ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور موہوب کا صحیح سلامت ہونا یہ تعویض کی شرط ہے حتیٰ کہ اگر موہوب شے استحقاق میں لی گئی تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا

---

[1] قولہ تعویض عوض ٹھہرانا۔ [2] قولہ اسی یعنی واہب کی دی ہوئی چیزوں میں سے نہ ہو۔ [3] قولہ ممنوع یعنی یہ مسائل مقرر ہیں کہ جب اسی قسم کا تغیر ہو جائے کہ ہبہ سے رجوع کرنا منع ہو گیا مثلاً ہبہ کا سوت متغیر ہو کر کپڑا ہو گیا یا لکڑی کے کواڑ ہو گئے تو اب یہ چیز اس ہبہ کی چیز نہیں ہے پس عوض ہو سکتی ہے۔

[4] قولہ مسلم یعنی جو عوض اس کو دیا تھا وہ اس کے پاس مسلم رہے کوئی اس سے اپنی ملکیت بتلا کر نہ لے۔

کہ اپنا عوض واپس کر لے اور اگر نصف موہوب استحقاق میں لی گئی تو اس کو نصف عوض واپس لینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ شے موہوب محتمل[1] قسمت ہو خواہ عوض میں نرخ کی راہ سے زیادتی و کمی ہوگئی ہو یا بدوں کی راہ سے زیادتی و کمی ہوگئی ہو یا نہ ہوئی ہو پس نقصان کی صورت میں اس کو اختیار ہوگا کہ نصف عوض مع نصف نقصان کے واپس کر لے یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں باقی ہبہ واپس کرتا ہوں اور پورا عوض پھیرلوں گا تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے اور اگر مستہلک ہو تو عوض پر قبضہ کرنے والا اس قدر عوض کا ضامن ہوگا جس قدر موہوب لہ کو واپس کرنا واجب ہوا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر تمام ہبہ استحقاق میں لے لیا گیا حالانکہ عوض کو اس نے تلف کر دیا ہے تو پورے عوض کی قیمت کا ضامن ہوگا ایسا ہی کتاب الاصل میں بدوں ذکر اختلاف کے مذکور ہے یہ بدائع میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ موہوب یا عوض ایسی شے ہو کہ محتمل قسمت نہیں ہے اور اس میں سے تھوڑے میں استحقاق ثابت ہوا اور اگر ایسی شے ہو کہ محتمل قسمت ہے اور دونوں میں سے کسی میں سے کچھ استحقاق میں لے لیا تو عوض باطل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ ہی استحقاق میں لیا جائے اسی طرح ہبہ باطل ہو جائے گا بشرطیکہ یہ ہی استحقاق میں لے لیا گیا ہو اور جب عوض باطل ہو گیا تو ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے اور جب ہبہ باطل ہو جائے تو عوض واپس کر سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

دوسری قسم جو عوض کی ماہیت کے بیان میں ہے اس میں اس طور سے گفتگو ہے کہ جو عوض ہبہ کے پیچھے ہو تو وہ از سر نو ہبہ ہے اس میں ہمارے اصحاب میں کچھ اختلاف نہیں ہے پس جس[2] سے ہبہ صحیح ہوتا ہے اس سے یہ بھی صحیح ہوتا ہے اور جس سے ہبہ باطل ہوتا ہے اس سے یہ بھی باطل ہوتا ہے کسی امر میں مخالفت نہیں ہے مگر صرف رجوع میں کہ ہبہ کی صورت میں واہب کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور اس صورت میں نہیں حاصل ہوتا ہے اور اگر موہوب لہ نے موہوب میں کوئی کھلا ہوا عیب پایا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ واپس کر کے عوض کو واپس لے لے اسی طرح واہب کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا کہ اگر اس نے عوض میں کچھ عیب پایا تو اس کو واپس کر کے ہبہ کو واپس لے پھر جب واہب نے عوض پر قبضہ کر لیا تو دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ جس چیز کا اس نے دوسرے کو مالک کر دیا ہے اس کو واپس لے خواہ واہب کو موہوب لہ نے خود عوض دیا ہو یا اس کے حکم سے یا بدوں حکم کے کسی اجنبی نے عوض دیا ہو یہ بدائع میں ہے اور جو شرطیں ہبہ میں ہیں وہی بعد ہبہ کے عوض میں ہیں جیسے قبضہ[3] وحیازت وافراز کذا فی خزانۃ المفتین اور یہ عوض ہبہ بمعنی معاوضہ ابتداءً وانتہاءً نہیں ہوتا ہے پس شفیع کو اس میں شفعہ کا حق ثابت نہ ہوگا اور نہ موہوب لہ کو بسبب عیب کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اب بیان دوسری قسم عوض کا یعنی جو عوض کہ عقد ہبہ میں مشروط ہو اس طرح ہے کہ اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو ابتدا میں اس کے واسطے وہی شرطیں چاہیئں جو ہبہ میں ہیں حتیٰ کہ ایسی غیر منقسم شے میں جو محتمل قسمت ہے صحیح نہ ہوگا اور قبضہ سے پہلے ملک ثابت نہ ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کو سپرد کرنے سے انکار کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے اس کو بیع کا حکم ثابت ہوگا پس کسی کو دونوں میں میں سے یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو چیز اس کی واپس کر لے اور شفعہ ثابت ہوگا اور دونوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے مقبوضہ کو بسبب عیب کے واپس کر دے اور جس صدقہ میں عوض دینا شرط ہو وہ بمنزلہ ہبہ بشرط العوض کے ہے اور یہ جو مذکور ہوا بدلیل استحسان ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ ہبہ بشرط العوض ابتداءً وانتہاءً دونوں راہ سے بیع ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

ایک گھر دو شخصوں کو بشرط ہزار درہم عوض لینے کے ہبہ کیا تو بعد باہمی قبضہ کے اس ہبہ کا انقلاب بیع جائز کی جانب ہوگا یعنی ہبہ منقلب

---

[1] قولہ محتمل یعنی قابل بٹوارہ ہو اور اس سے یہ مراد ہے کہ تقسیم سے پہلے جس کام آتی تھی اب بھی وہ کام نکلے ورنہ قابل نہ ہوگی اگرچہ اس سے دوسرا کام نکلے مستہلک کھپ جانا۔ [2] قولہ جس سے یعنی جو شخص ہبہ کے قابل ہو مثلاً لڑکا و غلام وغیرہ نہ ہو اور عوض بھی نہیں دے گا۔ [3] قولہ قبضہ پس مال عوض پر قبضہ ہونا شرط ہے جس وہ ہبہ کی طرح عوض ہوگا حیازت یہ کہ اپنے قبضہ میں پوری ہو افراز یہ ہے کہ دوسرے کی شرکت سے پاک ہو اور بٹوارہ ہو چکا ہو پس جس کو عوض دینا ہے اس کے قبضہ میں جائے اور علیحدہ مقسوم و متمیز ہو کر مقبوضہ ہو۔

ہو کر بیع جائز ہو جائے گا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

اگر تمام ہبہ کی طرف سے عوض دیا خواہ عوض قلیل ہو یا کثیر ہو تو ہبہ سے رجوع کر لینا ممنوع ہو جاتا ہے اور اگر کچھ ہبہ کی طرف سے عوض دیا تو واہب کو اختیار ہوگا کہ جس قدر کا عوض اس نے نہیں لیا ہے اس میں ہبہ سے رجوع کر لے اور جس کا عوض لے لیا ہے اس قدر میں ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر واہب کو موہوب لہ نے صدقہ یا نحلہ یا عمرہ دیا اور کہا کہ یہ تیرے ہبہ کا عوض ہے تو جائز ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر کسی اجنبی نے واہب کو عوض دے دیا تو جائز ہے خواہ موہوب لہ کے حکم[1] سے ہو یا بلاحکم اور اس اجنبی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جس قدر اس نے عوض دیا ہے وہ موہوب لہ سے واپس لے خواہ اس کے حکم سے دیا ہو یا بلاحکم دیا ہو لیکن اگر موہوب لہ نے اس سے یوں کہا ہو کہ تو فلاں شخص کو میری طرف سے اس شرط سے عوض دے دے کہ میں ضامن ہوں تو واپس لے سکتا ہے اور یہ صورت ایسی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کو یہ غلام اپنا ہبہ کر دے میری طرف سے تو مامور اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن اگر حکم دینے والا اس کے ساتھ یوں بھی کہے کہ بشرطیکہ میں ضامن ہوں تو واپس لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی شخص کو ہزار درہم ہبہ کئے اور موہوب لہ نے انہیں درہموں میں سے ایک درہم واہب کو عوض دیا تو ہمارے (احناف کے) نزدیک یہ عوض نہ ہوگا ☆

اصل اس جنس کے مسائل میں یہ ہے کہ جو حق ایسا ہو کہ حبس یعنی قید و ملازمہ کے ساتھ آدمی سے اس کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر ایسے حق کے ادا کر دینے کا حکم دے تو بدوں ضمان کی شرط لگانے کے حکم دینے والے سے واپس لے سکتا ہے اور جو حق ایسا نہ ہوا گر اس کے ادا کر دینے کا حکم دے تو مامور کو بدوں اشتراط ضمان کے واپس لینے کا اختیار حاصل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی کو کچھ ہبہ کیا اور اس نے بدوں شرط کے اس کا عوض دے دیا اور واہب نے قبضہ کر لیا پھر وہ عوض استحقاق میں لے لیا گیا تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ ہبہ ملک موہوب لہ میں قائم ہو اور اس میں زیادتی نہ ہوئی ہو اور نہ کوئی ایسا امر جو رجوع کا مانع ہوتا ہے پیدا ہوا ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عوض استحقاق میں لے لیا گیا حالانکہ ہبہ میں زیادتی پیدا ہوگئی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ہبہ تلف ہو گیا یا موہوب لہ نے تلف کر دیا ہو تو بالاجماع واہب اس سے ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی شخص کو ہزار درہم ہبہ کئے اور موہوب لہ نے انہیں درہموں میں سے ایک درہم واہب کو عوض دیا تو ہمارے نزدیک یہ عوض نہ ہوگا اور واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا اسی طرح اگر ہبہ میں کوئی دار دیا ہو اور موہوب لہ نے اس میں سے کوئی بیت عوض دیا تو بھی عوض نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا گھر بشرط عوض ہبہ کیا اور اس کے عوض کی قیمت ایک ہزار درہم ہے پھر موہوب لہ نے ثمن یعنی مشروط دینے سے پہلے اس کو ہزار درہم کو فروخت کیا تو شفیع اس کو دو ہزار کو لے گا اور موہوب لہ اپنے واہب کو مشروط چیز یا اس کی قیمت دے گا اور اگر مشروط چیز واہب کو دینے کے بعد شفیع حاضر ہوا تو وہ گھر بعوض مشروط کے شفعہ میں لے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر ایک شخص نے ایک کپڑا اور پانچ درہم ہبہ کئے اور سب موہوب لہ کو سپرد کر دیئے پھر اس نے کپڑا یا درہم عوض میں دیئے تو استحساناً ہمارے نزدیک یہ عوض نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر گیہوں ہبہ کئے اور موہوب لہ نے ان میں سے کچھ گیہوں پسا کر انہیں کا آٹا عوض میں دیا ہو تو یہ عوض ہوگا اسی طرح اگر چند کپڑے ہبہ کئے اور موہوب لہ نے کوئی کپڑا ان کپڑوں میں سے عصفر سے رنگایا یا اس کی قمیض سلوا کر واہب کو عوض میں دی تو عوض

[1] قولہ حکم...... اس واسطے کہ اس کے حکم سے بھی یہ ہبہ ہوگا تو بغیر شرط کے عوض کا خواستگار نہیں ہو سکتا ہے۔

ہو گی اسی طرح اگر ستو ہبہ کئے اور موہوب لہ نے مسکہ وغیرہ میں لتھ کر کے یہی ستو تھوڑے سے عوض دیئے تو عوض ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی نصرانی نے ایک مسلمان کو کچھ ہبہ دیا اور مسلمان نے اس کو شراب یا سور عوض دی تو عوض نہ ہوگا اور نصرانی کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے واہب کو پوست کشیدہ بکری عوض دی پھر معلوم ہوا کہ یہ مردار تھی تو عوض نہ ہو گی اور واہب کو رجوع کا اختیار رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر زید نے عمرو کا کپڑا خالد کو ہبہ کیا اور سپرد کر دیا اور عمرو نے ہبہ کی اجازت دے دی تو ہبہ اس کے مال سے جائز ہوا اور اس کو اختیار رہا کہ جب تک خالد نے اس کو عوض نہ دیا یا اس کا ذی رحم محرم نہ ہو تب تک اپنے ہبہ سے رجوع کر لے اور اگر خالد نے زید کو عوض دے دیا ہو یا دونوں میں قرابت نہ ہو تو یہ امر عمرو کے ہبہ سے رجوع کر لینے کا مانع نہیں ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے ایک غلام ماذون التجارۃ نے کسی کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اس کو عوض دے دیا تو ہر ایک کو دونوں میں سے یہ اختیار ہے کہ اپنی چیز واپس کر لے اور ہبہ باطل ہے اسی طرح اگر نابالغ کے والد نے اگر نابالغ کے مال میں سے کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے عوض دے دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر نابالغ نے اپنا مال کسی کو ہبہ کیا اور اس نے ہبہ کا عوض نابالغ کو دے دیا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نے ہبہ باطل [1] کا عوض دیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور باپ نے نابالغ کے مال سے اس کا عوض دیا تو تعویض جائز نہیں ہے اگرچہ یہ ہبہ بشرط عوض ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے دو باندیاں کسی شخص کو ہبہ کر دیں پھر موہوب لہ کے پاس ایک باندی کے بچہ پیدا ہوا اس نے بچہ کو دونوں کی طرف سے عوض میں دیا تو واہب کو دونوں باندیاں ہبہ سے رجوع کرنے و واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے ایک مریض نے ہزار درہم قیمت کا ایک غلام ایک صحیح آدمی کو ہبہ کیا حالانکہ اس کے سوا اس کا کچھ مال نہیں ہے اور صحیح نے اس کو ہبہ کا عوض دیا اور مریض نے قبضہ کر لیا پھر مریض مر گیا حالانکہ عوض اس کے پاس موجود ہے پس اگر یہ عوض اس غلام کی دو تہائی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ہبہ تمام رہا اور اگر عوض کی قیمت ہبہ کی نصف ہو تو واہب کے وارث لوگ چھٹا حصہ ہبہ کا واپس لیں گے اور اگر عوض دینا اصل ہبہ میں شرط ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا چاہے تمام ہبہ واپس کر کے اپنا عوض پھیر لے یا ہبہ کا چھٹا حصہ واپس دے اور باقی رہنے والے کذا فی المبسوط۔

آٹھواں باب:

ہبہ کرنے میں شرط لگانے کے بیان میں

بقالی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ مال عین تیرا ہے اگر تو چاہے اور اس کو دے دیا اس نے کہا کہ میں نے چاہا تو جائز ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جس وقت خرما کی گودھ ظاہر ہوئی تو مالک نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیری ہیں اگر ایک جائیں یا کہا کہ جب کل کا روز آئے تو ہبہ ناجائز ہے بخلاف [2] گھر میں داخل ہونے کی شرط لگانے کے کہ اس میں یہ حکم نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر غلام یا کوئی چیز اس شرط پر ہبہ کی کہ موہوب لہ کو تین روز تک خیار رہے تو اگر اس نے قبل افتراق کے اجازت دے دی تو جائز ہے اور اگر اجازت نہ دی یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو جائز نہیں ہے اور اگر اس شرط سے ہبہ کی کہ واہب کو تین روز تک خیار رہے تو ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے کیونکہ ہبہ ایک عقد غیر لازم ہے پس اس میں شرط خیار صحیح نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم ہیں اس نے کہا کہ جب کل کا روز آئے تو وہ ہزار درہم تیرے ہیں یا کہا کہ تو ان سے

---

[1] باطل اس واسطے کہ نابالغ کا ہبہ کرنا باطل ہے۔ [2] قولہ بخلاف یعنی یوں کہا کہ اگر میں گھر میں داخل ہوں تو یہ باغ فلاں شخص کو ہبہ ہے تو جائز ہے فافہم۔

بری ہے یا کہا کہ جس وقت تو نے نصف مال ادا کیا تو باقی نصف سے بری ہے یا باقی نصف تیرا ہے تو یہ سب باطل ہے کذا فی الجامع الصغیر۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے بری کیا بشرطیکہ تو اپنے غلام کو آزاد کر دے یا کہا کہ تو بری ہے بشرطیکہ تو بسبب[1] میرے تجھ کو بری کرنے کے اپنے غلام کو آزاد کر دے اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا غلام کو آزاد کر دیا تو قرضہ سے بری ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ شیخ ابونصرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اس حق سے جو میرا تجھ پر آتا ہے بری کیا بشرطیکہ مجھے خیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ برأت جائز ہے اور خیار باطل ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اس کو کوئی چیز بشرط خیار ہبہ کی تو ہبہ جائز اور خیار باطل ہوگا پس برأت میں خیار باطل ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا یہ محیط میں ہے منتقی میں امام محمدؒ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ باندی ہبہ کی بشرطیکہ تو مجھے ہزار درہم عوض دے اور وہ باندی اس کو دے دی اس نے باندی سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ موہوب لہ کو حکم دوں گا کہ واہب کو جو عوض شرط کیا ہے وہ عوض مشروط دے یا قیمت دے یہ ذخیرہ میں ہے ہمارے سب اصحاب نے فرمایا کہ اگر کچھ ہبہ کیا اور ہبہ میں کوئی شرط فاسد لگائی ہو ہبہ جائز ہوگا اور شرط باطل ہوگی مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہبہ کی اور شرط لگائی کہ اس کو فروخت نہ کرے یا اس کو ام ولد بنا دے یا فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دے یا ایک مہینہ کے بعد مجھے واپس کر دے تو ہبہ جائز ہے اور یہ سب شرطیں باطل ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اوپر بیان کئے گئے عقدوں کے ماسوا کسی (فاسد) شرط سے عقد صحیح نہیں ☆

اگر کسی شخص کو ایک باندی اس شرط سے ہبہ کی کہ مجھے اس کو واپس کر دے یا اس کو آزاد کر دے یا اس کو ام ولد بنائے یا کوئی گھر اس کو اس شرط سے صدقہ[2] میں دیا کہ اس میں سے کچھ مجھے واپس دے یا کچھ اس میں سے مجھے عوض دے تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے یہ کافی میں ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ جو عقد ایسا ہو کہ اس میں قبضہ شرط ہے تو اس کو کوئی شرط فاسد نہیں کرتی ہے جیسے ہبہ و رہن وغیرہ یہ سراج الوہاج میں ہے اور تمام عقود جن کی تعلیق کسی شرط کے ساتھ صحیح نہیں ہے اور فاسد شرطیں لگانے سے باطل ہو جاتے ہیں تیرہ عقد ہیں بیع اور قسمت اور اجارہ اور رجعت اور مال سے صلح کرنا اور قرضہ سے بری کرنا اور ماذون کو مجور کرنا اور وکیل کو معزول کرنا موافق روایت شرح طحاوی کے اور ایجاب اعتاق کو شرط پر معلق کرنا اور عقد مزارعت اور عقد معاملت اور اقرار اور موافق ایک روایت کے وقف ہے۔

ایسے (مستثنیٰ) عقود کا بیان جو شروط فاسدہ سے بھی باطل نہیں ہوتے ☆

جو عقود ایسے ہیں کہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے ہیں وہ چھبیس ہیں طلاق اور خلع بمال یا بغیر مال اور رہن و قرض و ہبہ و صدقہ و وصایہ و وصیت و شرکت و مضاربت و قضا و امارت اور امام محمدؒ کے نزدیک تحکیم اور کفالت و حوالہ و اقالہ و نسب اور غلام کو تجارت کی اجازت دینا اور دعوت ولد اور صلح کرنا خون عمد سے اور ایسی برأت سے جس میں فی الحال یا میعادی طور سے قصاص لازم آتا ہے اور جنایت غصب اور ودیعت اور عاریت جب کہ اس میں کوئی شخص ضامن ہو اور کفالت یا حوالہ کی شرط لگائی جائے اور عقد ذمہ اور رد بالعیب کو شرط پر معلق کرنا اور رونجیا شرط کو شرط پر معلق کرنا اور قاضی کو معزول کرنا اور واضح ہو کہ نکاح کو شرط پر معلق کرنا یا کسی چیز کی

[1] قولہ بسبب یعنی تجھے بری کرنے کے عوض میں یا اس سبب سے۔ [2] یہ صدقہ بھی بمعنی ہبہ ہے۔

جانب مضاف کرنا صحیح نہیں لیکن شرط باطل ہو جائے گی اور نکاح صحیح رہے گا وہ شرط لگانے سے باطل نہ ہوگا اسی طرح غلام ماذون کو مجور کرنا اور ہبہ وصدقہ اور مکاتب کرنا خواہ بشرط متعارف (1) ہو یا بشرط غیر متعارف ہو صحیح رہتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے اور جن عقدوں کا زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے وہ چودہ ہیں اجارہ وفسخ اجارہ اور مزارعت یعنی کھیت بٹائی پر کاشت کے لئے دینا اور معاملت یعنی درختوں کو بٹائی پر دینا اور مضاربت ووکالت وکفالت وایصا[1] ووصیت وقضاوامارت یعنی امیر مقرر کرنا وطلاق وعتاق اور وقف اور جو عقد ایسے ہیں کہ ان کا زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں ہے وہ نو ہیں بیع کی اجازت اور بیع کا فسخ اور عقد قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور مال سے صلح اور قرضہ سے ابراء یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو ایک زمین اس شرط سے تعلیقاً ہبہ کی کہ جو اس میں سے از قسم زرع پیدا ہو اس کو موہوب لہ واہب کو نفقہ میں دے تو ابوالقاسم صفارؒ نے فرمایا کہ اگر اس زمین میں تاک انگور یا درخت ہوں تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے اور اگر وہ زمین قراح[2] ہو تو ہبہ فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر شے موہوب کوئی انگور کا باغ ہو اور شرط معلق لگائی کہ اس کے پھل مجھے نفقہ دے تو ہبہ صحیح اور شرط باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسبیجابی میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی یا صدقہ اور یہ شرط معلق لگائی کہ اس میں سے تہائی یا چوتھائی یا کچھ مجھے واپس دے یا اس میں کی تہائی یا چوتھائی یا کچھ مجھے عوض میں دے تو ہبہ جائز ہے اور واپسی یا عوض میں کچھ نہ دے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور منتقی میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے دہ ہزار درہم جو میرے تجھ پر ہیں تجھے صدقہ دے بشرطیکہ تو مجھ پر یعنی میرے ہوتے کوئی باندی نہ بٹھادے یا کہا کہ دوسرا نکاح نہ کرے اور اس نے قبول کیا پھر باندی بٹھلائی یا نکاح کیا تو ہزار درہم واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر کو اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کیا کہ شوہر کی ہر بیوی کا امر اس کے اختیار میں دے اور شوہر نے قبول نہ کیا تو مختار یہ ہے کہ مدیون[3] کے بلاقبول کرنے کے ہبہ صحیح ہوتا ہے پس اگر اس نے قبول کیا کہ بیوی کا امر اس کے اختیار میں دے تو ابراء دین پورا ہو چکا اور اگر ایسا نہ کیا تو مختار یہ ہے کہ مہر عود کرے گا اسی طرح اگر اس شرط سے ابراء کیا کہ اس عورت کو نہ مارے اور نہ مجور کرے یا اس کو اس قدر چیز ہبہ کرے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ امر ہبہ میں شرط نہ ہو تو مہر عود نہ کرے گا یہ وجیز کردری وخلاصہ میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنا مہر جو تجھ پر ہے چھوڑ دیا بشرطیکہ تو میرا امر میرے اختیار میں ہے یعنی چاہوں اپنے تئیں طلاق دے دوں تو اس عورت کا مہر بحالہ رہے گا جب تک کہ آپ کو طلاق نہ دے کیونکہ اس نے اپنے مہر کو اس کا کام[4] اس کے اختیار میں دینے کے عوض میں کر دیا ہے اور یہ عوض ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے یہ مضمرات میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر تو مجھ پر ظلم نہ کرے تو میں نے اپنا مہر تجھے ہبہ کیا اور شوہر نے قبول کیا پھر اس ہبہ کے بعد اس پر ظلم کیا تو فقیہ ابوبکر اسکافؒ اور ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ یہ ہبہ فاسد ہے کیونکہ یہ ہبہ کا شرط پر معلق کرنا ہے بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ میں نے اپنا مہر تجھے ہبہ کیا بشرطیکہ تو مجھ پر ظلم نہ کرے اور شوہر نے قبول کیا تو ہبہ صحیح ہے کیونکہ یہ قول ہبہ کا قبول پر معلق کرنا ہے پس جب اس نے قبول کیا تو ہبہ تمام ہو گیا اور پھر مہر عود نہ کرے گا اور بعض نے فرمایا کہ اگر شوہر نے اس پر ظلم کیا تو اس کا مہر بحالہ رہے گا اور فتویٰ اسی قول پر ہے اور اگر شوہر نے شرط قبول کرنے کے بعد اس عورت کو مارا پس اگر ناحق مارا تو مہر عود کرے گا اور اگر ادب دینے کے واسطے مارا کہ جس کی وہ

---

[1] ایصاء اپنی موت کے وقت کسی کو اپنے امور کے انتظام کے واسطے وصی مقرر کرنا اور اگر بحین حیات ہو تو وہ در حقیقت وکیل ہوتا ہے۔ [2] قراح خالی زمین قابل زراعت ونشانوں درختاں۔ [3] مدیون قرضدار اور شوہر مہر کا قرضدار ہے۔ [4] قولہ اس کا کام یعنی امر طلاق اس کے قبضہ میں کر دیا مال نہیں ہے کہ عوض ہو معلق کرنا اس کے ساتھ لگا رکھنا۔ (1) متعارف وہ شرط جو لوگوں میں رائج ہو۔

عورت مستحق تھی یعنی ایسے ادب دینے کے لائق تھی تو مہر عود نہ کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان وظہیریہ میں ہے امام ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے رخصت کر لے جانے کے وقت تو ولیمہ کر دینا اور جو کچھ تیرا خرچ ہو وہ میرے مہر میں سے کم کر دینا تو امام ابوبکرؒ نے فرمایا کہ جس طرح عورت نے کہا ایسا ہی ہوگا یعنی یہ امر جائز ہے کذا فی الحاوی۔ اگر کسی عورت کے شوہر نے اس سے کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے تا کہ میں تجھے اس قدر ہبہ کروں پس عورت نے بری کر دیا پھر شوہر نے ہبہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ مہر پھر عود کرے گا جیسا کہ پہلے تھا قال المترجم شاید شیخ نے قولہ تا کہ میں تجھے...... بمنزلہ غایت کلام اور شرط کے قرار دیا ہے اور نہ نوع تامل ہے واللہ اعلم۔

مہر وغیرہ کو کسی وعدہ پہ ہبہ کیا تو اگر وعدہ پورا نہ کیا گیا تو ہبہ عود کرے گا ☆

کتاب الحج میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو جو اس کا مہر شوہر پر آتا تھا چھوڑ دیا بشرطیکہ شوہر اس کی طرف سے حج کر دے پھر شوہر نے حج نہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ مہر جیسا تھا ویسا ہی عود کرے گا اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں لکھا ہے کہ جس طرح شیخ نصیرؒ محمد بن مقاتلؒ نے فرمایا ہے کہ مہر عود کرے گا یہی حکم فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ مضمرات میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو اکثر میرے پاس سے غائب رہتا ہے پس اگر تو میرے ساتھ رہے اور غائب نہ ہو تو میں نے تجھے وہ دیوار جو فلاں مکان میں ہے ہبہ کی پھر شوہر اس کا ایک زمانہ تک اس کے ساتھ رہا پھر اس کو طلاق دے دی تو مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ اگر یہ امر عورت کی طرف سے وعدہ ہو فی الحال ہبہ نہ ہو تو اس صورت میں وہ دیوار شوہر کی نہ ہو گی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر عورت نے اس کو ہبہ کی اور سپرد کر دی اور شوہر نے اس کے ساتھ رہنے کا اس سے وعدہ کیا تو اس صورت میں وہ دیوار شوہر کی ہو گی اور سپرد نہ کی ہو تو نہ ہو گی اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر اس شرط سے ہبہ کی کہ شوہر اس کے ساتھ رہے اور سپرد کر دی اور شوہر نے قبول کیا تو اس صورت میں وہ دیوار شوہر کی ہو گی ایسا ہی شیخ ابوالقاسمؒ نے ذکر کیا ہے اور موافق قول شیخ نصیر و محمد بن مقاتلؒ کے شوہر کی نہ ہو گی اور یہی مختار ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ دیوار ہبہ کی اگر تو میرے ساتھ رہے تو اس صورت میں دیوار شوہر کی نہ ہو گی اور پانچویں یہ صورت ہے کہ عورت نے شوہر سے اس امر پر کہ اس کے ساتھ رہے صلح کی اس شرط سے کہ دیوار ہبہ ہے تو اس صورت میں وہ دیوار شوہر کی نہ ہو گی یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کیا تا کہ سال میں دو بار اس کے کپڑے بنوا دے اور شوہر نے اس کو قبول کیا پھر دو برس گزر گئے اور اس نے کپڑے نہ بنوا دیئے تو امام ابوبکر محمدؒ بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ امر ہبہ میں شرط تھا تو اس کا مہر شوہر پر بحالہ رہے گا اور اگر شرط نہ تھا تو ساقط ہو جائے گا اور پھر عود نہ کرے گا اسی طرح اگر اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کیا کہ اس عورت پر احسان کرے اور اس نے احسان نہ کیا تو ہبہ باطل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ کابین ترا بخشیدم چنگ از من بدار یعنی مہر میں نے تجھے بخشا تو اپنا ہاتھ مجھ سے دور رکھ[1] پس اگر شوہر نے اس کو طلاق نہ دی تو مہر سے بری نہ ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا بشرطیکہ اس کو اپنے پاس رکھے اور طلاق نہ دے اور شوہر نے اس کو قبول کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اس نے اپنے پاس رکھنے کے واسطے کوئی میعاد و مدت مقرر نہ کی تو اس کا مہر عود نہ کرے گا اور اگر کوئی میعاد مقرر کر دی اور شوہر نے اس میعاد سے پہلے اس کو طلاق دی تو اس کا مہر بحالہ رہے گا پس شیخ امام ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا اور کہا گیا کہ پہلی صورت میں جب کہ کوئی میعاد نہ بیان کی تو قصد یہ ہو گا کہ جب تک زندہ رہے اپنے پاس رکھے اور یہی وقت ٹھہر گیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے لیکن اطلاق لفظ[2] کا اعتبار ہوتا ہے ایک عورت

---

[1] یہ کنایہ ہے کہ طلاق دے دے۔ [2] قولہ طلاق لفظ یعنی جو لفظ وہ بولی اسی کا اعتبار ہوگا۔

نے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کیا بشرطیکہ شوہر اس کو طلاق نہ دے اور شوہر نے قبول کیا تو شیخ خلفؒ نے فرمایا کہ ہبہ صحیح ہے خواہ اس نے طلاق دی یا نہ دی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے فقیہ ابوجعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اپنے والدین کے گھر جانے سے روکا حالانکہ وہ بیمار تھی اور کہا کہ اگر تو مجھے اپنا مہر ہبہ کر دے تو تجھے تیرے والدین کے گھر بھیج دوں اس نے کہا کہ ایسا ہی کروں گی پس اس کو گواہوں کے سامنے لایا اس نے تھوڑا مہر ہبہ کیا اور تھوڑے مہر کی فقیروں کے واسطے وصیت وغیرہ کر دی پھر اس کے بعد شوہر نے اس کو نہ بھیجا اور والدین کے پاس جانے سے روکا تو فقیہؒ نے فرمایا کہ ہبہ باطل ہے اس واسطے کہ وہ عورت ہبہ کرنے میں بمنزلہ مکرہ کے ہوئی یعنی گویا زبردستی ہبہ کرایا ہے یہ حاوی میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر مریض سے کہا کہ اگر تو اپنے اس مرض سے مر گیا تو تو میرے مہر کی طرف سے حلت میں ہے یا میرا مہر تجھ پر صدقہ ہے تو یہ ہبہ باطل ہے کیونکہ یہ ہبہ معلق بالخطر ہے یعنی معلق ہے اور ایسی شے پر معلق ہے کہ جس کے وجود و عدم کا خطرہ ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک عورت مریضہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں اس مرض میں مر گئی تو میرا مہر تجھے صدقہ ہے یا تو مہر سے حلت میں ہے پس وہ اس مرض میں مر گئی تو اس کا قول باطل ہے اور مہر اس کا شوہر پر بحالہ رہے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک عورت نے چاہا کہ اسی شوہر سے جس نے اس کو طلاق دی ہے نکاح کرے اس نے کہا کہ جب تک تو مجھے اپنا مہر جو مجھ پر آتا ہے ہبہ نہ کر دے گی میں تجھ سے نکاح نہ کروں گا پس عورت نے مہر ہبہ کیا بشرطیکہ وہ شوہر اس کو اپنے نکاح میں کر لے تو یہ مہر اس شخص پر باقی رہے گا خواہ اس کو اپنے نکاح میں کر لے یا نہ کرے کیونکہ عورت نے اپنے اوپر مال کو نکاح کے عوض رکھ لیا حالانکہ نکاح میں عوض عورت کے اوپر نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر شوہر نے اپنی عورت کے ساتھ اضطجاع کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے اور میں تیرے ساتھ کروٹ سے لیٹوں گا اس نے بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ وہ بری ہو جائے گا کیونکہ یہ ابرأیا ہی محبت کے واسطے ہے جو مجامعت کی طرف خواہش دلاتا ہے یہ قنیہ میں ہے اگر اپنے قرض دار سے کہا کہ اگر میرا مال ادا نہ کرے یہاں تک کہ مر جائے تو تو حلت میں ہے تو یہ ہبہ باطل ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر رب الدین نے کہا کہ جس وقت تو مرے تو حلت میں ہے تو یہ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ اگر تو مر گیا تو تو قرضہ سے بری ہے تو بری نہ ہو گا کیونکہ یہ خطر پر معلق ہے چنانچہ اگر کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو اس قرضہ سے جو کچھ میرا تجھ پر ہے تو بری ہے تو بری نہ ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص کو اپنے قرضہ سے بری کیا کہ جو کام میرا سلطان سے متعلق ہے اس کی اصلاح کر دے تو بری نہ ہو گا اور یہ رشوت میں داخل ہے کذا فی القنیہ۔

نواں باب:

واہب اور موہوب لہ میں اختلاف اور اس میں گواہی دینے کے بیان میں

ایک غلام زید کے قبضہ میں ہے اور عمرو نے آ کر اس پر اپنا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے زید نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہے اور زید نے اس سے انکار کیا پھر عمرو گواہ لایا جنہوں نے گواہی دی کہ زید نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا اور عمرو نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تو امام اعظمؒ پہلے فرماتے تھے کہ یہ گواہی قبول نہ ہو گی پھر رجوع کیا اور کہا کہ قبول ہو گی اور یہی قول صاحبینؒ کا ہے اور رہن و صدقہ میں ایسا اختلاف واقع ہونے کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ایسا اختلاف دونوں گواہوں میں واقع ہو مثلاً ایک گواہ نے قبضہ کے

معائنہ کی گواہی دی اور دوسرے نے واہب کے اقرار کی کہ موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہے گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر غلام موہوب لہ کے قبضہ میں ہو اور گواہوں نے واہب کے اقرار کی کہ موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہے گواہی دی تو یہ گواہی امام اعظمؒ کے اول و دوم دونوں قولوں کے موافق جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر واہب نے قاضی کے سامنے ایسا اقرار کیا حالانکہ غلام اس کے قبضہ میں ہے تو اس کے اقرار[1] سے غلام لے لیا جائے گا اسی طرح یہ مسئلہ اس مقام پر مذکور ہے اور امام اعظمؒ کا اول و ثانی قول مذکور نہیں ہے اور کتاب الاقرار میں امام اعظمؒ کا اول قول مذکور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو اس مقام پر مذکور ہے یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کچھ ودیعت دی پھر وہ ودیعت اس کو ہبہ کر دی پھر انکار کر گیا اور دو گواہوں نے زید پر اس کی گواہی دی اور قبضہ کے معائنہ کی گواہی نہ دی تو یہ[2] جائز ہے اور اگر واہب نے اس سے انکار کیا کہ وہ شے موہوب لہ کی قبضہ ہبہ کے روز تھی اور گواہوں نے ہبہ کی گواہی دی اور معائنہ قبضہ کی گواہی نہ دی اور نہ واہب کے اقرار کی گواہی دی حالانکہ جس روز خصومت پیش ہوئی اس دن وہ شے موہوب لہ کے قبضہ میں موجود ہے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ واہب زندہ موجود ہو اور اگر مر گیا ہو تو گواہوں کی گواہی باطل ہے یہ مبسوط میں ہیں۔

ایسی صورت کا بیان جس میں موہوب لہ سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے واہب کے واسطے عوض دینے کی شرط نہیں کی تھی ☆

زید نے عمرو کو کوئی شے ہبہ کی پھر کہا کہ میں نے تجھے وہ شے فقط ودیعت رکھنے کو دی تھی تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا اور جب اس نے قسم کھالی تو وہ شے واپس لے گا پھر اگر معلوم ہوا کہ وہ شے تلف ہوگئی ہے پس اگر مستودع کے ہبہ ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد تلف ہوئی ہے تو مستودع اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ہبہ کے دعویٰ سے پہلے وہ تلف ہوئی تو مستودع پر ضمان نہ آئے گی یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو کو ایک غلام ہبہ کیا اور عمرو نے قبضہ کر لیا پھر خالد نے آکر دعویٰ کیا کہ میں نے ہبہ و قبضہ ہونے سے پہلے یہ غلام زید سے خریدا ہے اور گواہ قائم کئے تو ہبہ باطل ہو جائے گا اور اگر گواہوں نے ہبہ سے پہلے خریدنے کی گواہی نہ دی صرف خریدنے کی گواہی دی تو وہ غلام موہوب لہ کو دیا جائے گا اسی طرح اگر خرید کے گواہوں نے مہینہ یا سال کے حساب سے تاریخ بیان کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلام واہب کے قبضہ میں ہو اور موہوب لہ نے گواہ قائم کئے کہ اس نے مجھے فروخت کرنے سے پہلے ہبہ کیا اور میں نے قبضہ کر لیا اور مشتری نے گواہ قائم کئے کہ میں نے ہبہ سے پہلے خرید کر کے قبضہ کر لیا ہے تو وہ غلام مشتری کو ملے گا یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے بروایت شریح مذکور ہے کہ واہب و موہوب لہ نے ہبہ کے بشرط عوض ہونے پر اتفاق کیا مگر مقدار عوض میں اختلاف کیا واہب نے کہا کہ ہزار درہم ہیں اور موہوب لہ نے کہا کہ پانچ سو درہم ہیں اور ہنوز عوض پر قبضہ نہیں ہوا ہے اور موہوب لہ بعینہ قائم ہے تو واہب کو اختیار ہے کہ چاہے پانچ سو درہم پر قبضہ کرے یا اپنے ہبہ کو واپس کر لے اور اگر شے موہوب کو اس نے تلف کر دیا ہو تو چاہے اس کی قیمت واپس لے اور اگر دونوں نے اصل عوض میں اختلاف کیا موہوب لہ نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے بالکل عوض کی شرط نہیں کی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ موہوب چیز قائم ہو اور اگر مستہلک ہوگئی تو موہوب لہ پر کچھ ڈانڈ نہ آئے گا لیکن اس صورت میں موہوب لہ سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے واہب کے واسطے عوض دینے کی شرط نہیں کی تھی یہ محیط میں ہے۔

---

[1] قولہ اقرار یعنی اس کا اقرار اس پر حجت ہے پس وہ ماخوذ ہے۔ [2] قولہ جائز ہے کیونکہ قبضہ ودیعت اس قبضہ ہبہ کا نائب ہو جاتا ہے جیسے برعکس تو معائنہ قبضہ کی گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

زید کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس نے عمرو سے کہا کہ تو نے یہ گھر مجھے صدقہ دیا اور قبضہ کی اجازت دی میں نے اس پر قبضہ کر لیا تو متصدق کا قول قبول ہوگا اور اگر قابض نے کہا کہ یہ گھر میرے قبضہ میں تھا پھر تو نے مجھے صدقہ دیا اور وہ صدقہ جائز ہو گیا اور متصدق نے کہا کہ نہیں بلکہ میرے قبضہ میں تھا تو نے میری بلا اجازت اس پر قبضہ کر لیا تو متصدق علیہ کا قول قبول ہوگا اگر زید نے ایک غلام کا کہ جو عمرو کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نے عمرو کو ہبہ کیا حالانکہ یہ غلام اس وقت ہم دونوں سے غائب تھا پھر موہوب لہ نے میری بلا اجازت اس پر قبضہ کر لیا ہے اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھے ہبہ کیا اور میں نے تیری اجازت سے اس پر قبضہ کیا ہے تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اور اگر موہوب لہ نے کہا کہ جس وقت تو نے مجھے ہبہ کیا ہے اس وقت تیری منزل یعنی گھر میں تھا ہمارے سامنے موجود نہ تھا اور تو نے مجھے قبضہ کر لینے کی اجازت دے دی تھی میں نے قبضہ کر لیا تو اس کے قول کی تصدیق[1] نہ کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا اور موہوب لہ نے دعویٰ کیا کہ وہ تلف ہو گیا ہے تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اور اس پر قسم نہ آئے گی پھر اگر واہب نے کوئی شے معین کر دی اور کہا کہ یہی ہبہ تھی تو موہوب لہ سے اس پر قسم لی جائے گی یہ محیط میں ہے اگر شوہر نے کہا کہ بیوی نے مجھے اپنی صحت میں مہر ہبہ کیا ہے اور بیوی کے وارثوں نے کہا بلکہ اس نے اپنے مرض میں ہبہ کیا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے موہوب لہ نے جو وارث بھی ہے دوسرے وارث کے ساتھ اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہبہ صحت میں واقع ہوا اور دوسرے نے کہا کہ مرض میں ہوا تو مدعی صحت کا قول قبول ہوگا کیونکہ تصرفات مریض کے نافذ ہوتے ہیں صرف[2] بعد موت کے انتقاض ہوتا ہے اور اسی میں اختلاف ہے پس منکر نقض کا قول قبول ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ مدعی مرض کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ لزوم عقد و ملک کا منکر ہے یہ قنیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک زیور خرید کر کے اپنی بیوی کو دے دیا وہ اس کو اپنے استعمال میں لاتی رہی پھر مرگئی اور اس کے وارثوں اور شوہر میں جھگڑا ہوا کہ یہ ہبہ تھا یا عاریت تھی تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا کہ عاریۃً دیا تھا کیونکہ وہ ہبہ کا منکر ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر مدعا علیہ سے کہا کہ تجھے یہ چیز میرے والد نے ہبہ کی تھی پھر تو نے اس کی موت کے بعد اس پر قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ میں نے اس کی زندگی میں قبضہ کیا ہے اور وہ شے مدعی ہبہ کے قبضہ میں ہے تو وارث کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ میں تیرا بھائی[3] ہوں یا میں نے تجھے عوض دے دیا ہے یا تو نے مجھے یہ چیز صدقہ میں دی ہے اور واہب نے اس کی تکذیب کی تو واہب کا قول لیا جائے گا اسی طرح اگر ہبہ میں کوئی باندی ہو اور موہوب لہ نے کہا کہ تو نے مجھے صغیرہ بچہ ہبہ کی تھی پھر میرے پاس بڑی ہوئی اور قیمت کی راہ سے اس میں بہتری آ گئی اور واہب نے تکذیب کی تو واہب کا قول لیا جائے گا اور یہ استحسان ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ موہوب لہ کا قول قبول ہو یہ محیط میں ہے اور یہی حکم ہر زیادتی متولدہ میں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر موہوب لہ نے دعویٰ کیا کہ وہ باندی میرے پاس موٹی ہو گئی اور واہب نے تکذیب کی تو ہمارے نزدیک واہب کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اگر ہبہ کی چیز کوئی زمین ہو کہ اس میں عمارت بنی اور درخت لگے ہیں یا ستو ہوں کہ وہ مسکہ وغیرہ میں لت کئے ہوئے ہیں یا کپڑا ہو کہ وہ رنگا ہوا یا سلا ہوا ہے پس موہوب لہ نے کہا کہ تو نے مجھے زمین جب ہبہ کی میدان تھی میں نے اس میں عمارت بنوائی اور درخت لگائے ہیں یا ستو بدوں لت کئے ہوئے یا کپڑا بدوں رنگ کا ہبہ کیا تھا پھر میں نے لت کرائے یا رنگایا ہے اور واہب نے کہا کہ نہیں

---

[1] قولہ تصدیق کیونکہ غلام ہبہ کے اس وقت سامنے نہ ہونے پر اتفاق کیا تو قبضہ کی اجازت پر گواہ لائے۔ [2] قولہ صرف یعنی مر جائے تو البتہ جو معاملہ مرض الموت میں پورا نہ ہو سکے وہ توڑا جاتا ہے اگرچہ اس کی زندگی میں نفاذ ہو گیا ہو۔ [3] قولہ بھائی یعنی قرابتی محرم ہوں تو رجوع کرنا حلال نہیں ہے۔

بلکہ میں نے ایسی ہی جیسی اب ہے تجھے ہبہ کی تھی تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر دار کی عمارت یا تلوار کے حلیہ میں ایسا اختلاف کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے منتقی میں امام محمدؒ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو ایک باندی ہبہ کی اور عمرو نے قبضہ کر لیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر زید نے گواہ قائم کئے کہ میں نے عمرو کو ہبہ کرنے سے پہلے باندی کو مدبر کر دیا تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ باندی اور اس کا عقر اور اس کی اولاد کی قیمت لے لے گا اسی طرح اگر واہب مر گیا اور باندی نے گواہ دیئے کہ اس شخص کو ہبہ کرنے سے پہلے زید نے مجھے مدبر کر دیا تھا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہا گر موہوب لہ نے باندی کو ام ولد بنا لیا اور باندی نے گواہ دیئے کہ واہب نے مجھے مدبر کر دیا تھا تو واہب اس کو اور اس کا عقر اور اس کے بچہ کی قیمت لے لے گا اور بچہ بقیمت آزاد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ہبہ کی بابت غلام مجہور کی گواہی کا مسئلہ ☆

زید نے عمر کا غلام بدوں اس کی اجازت کے خالد کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور گواہ دیئے اور قاضی نے اس کی ڈگری کر دی پھر عمرو نے غلام کے ہبہ کی اجازت دے دی تو خصاف نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اجازت جائز نہ ہوگی اور یہ بنابراس روایت کے ہے جو امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ مستحق کے نام قاضی کا ڈگری کر دینا عقود ماضیہ کے حق میں فسخ ہوتا ہے یعنی عقود سابقہ فسخ ہو جاتے ہیں لیکن ظاہر الروایت کے موافق فسخ نہیں ہوتا ہے ایسا ہی شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے اور جب استحقاق کی وجہ سے بیع فسخ نہیں ہوتی ہے تو ہبہ بھی فسخ نہ ہوگا پس مستحق کا اجازت دے دینا جائز ہوگا اور بیع کی صورت میں ظاہر الروایت کے موافق فتویٰ ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درہم ہبہ کئے پھر بعد سکوت کرنے کے کہا کہ میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو کوئی چیز ہبہ کی اور دعویٰ کیا کہ مجھ پر شوہر نے ہبہ کے واسطے زبردستی کی ہے تو اس کا دعویٰ مسموع ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنا مہر شوہر کو ہبہ کیا اور کہا کہ میں بالغہ ہوں پھر اس کے بعد کہا کہ میں بالغہ نہ تھی اور اپنے نفس کی تکذیب کی پس اگر اس وقت کی بالغہ عورتوں کی میعاد تک پہنچ گئی ہو یا اس میں بالغ ہونے کی کوئی علامت پائی جاتی ہو تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر ایسی نہ ہو تو بالغہ نہ ہونے کی بابت اسی کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ بقالی میں ہے کہ جو چیز غلام کو مولیٰ کی غیبت میں ہبہ کی اس سے رجوع کرنا جائز ہے بشرطیکہ غلام ماذون ہو اور واہب کے اس کہنے کی کہ غلام ماذون ہے تصدیق کی جائے گی اور غلام کے گواہ کہ یہ مجور[1] ہے مقبول نہ ہوں گے لیکن اگر گواہوں نے واہب کے اقرار کی کہ غلام مجور ہے گواہی دی تو گواہی قبول ہوگی اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں واہب سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی اور اگر غلام غائب ہو گیا حالانکہ ہبہ اسی کے پاس ہے تو مولیٰ سے کچھ خصومت نہیں کر سکتا ہے اور اگر مولیٰ کے پاس ہبہ ہو تو وہ خصم ٹھہرایا جائے گا بشرطیکہ واہب کے قول کی تصدیق کرے یا گواہ قائم ہوں یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ غلام کل کے روز ہبہ کیا تھا مگر تو نے قبول نہیں کیا تو واہب کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قولہ کہ یہ...... یعنی اگر غلام نے گواہ دیئے جنہوں نے گواہی دی کہ یہ غلام مجور ہے غیر مقبول اور اگر گواہوں نے کہا کہ واہب نے ہمارے سامنے اقرار کیا تھا کہ مجور ہے مقبول ہے۔

دسواں باب:

مریض کے ہبہ کے بیان میں

کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ مریض کا ہبہ یا صدقہ جائز نہیں ہے مگر جبکہ اس پر قبضہ ہو جائے اور جب قبضہ ہو گیا تو تہائی مال سے جائز ہے اور اگر سپرد کرنے سے پہلے واہب مر گیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور جاننا چاہئے کہ مریض کا ہبہ کرنا عقداً ہبہ ہے وصیت نہیں اور تہائی مال سے اس کا اعتبار کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ وصیت ہے بلکہ اس واسطے ہے کہ وارثوں کا حق مریض کے مال سے متعلق ہوتا ہے اور اس نے ہبہ کر دینے میں احسان کیا تو اس کا احسان اس قدر مال سے ٹھہرایا جائے گا جتنا شرع نے اس کے واسطے قرار دیا ہے یعنی ایک تہائی اور جب یہ تصرف عقد ہبہ ٹھہرایا گیا تو جو شرائط ہبہ کے ہیں وہ مرعی ہوں گے اور از انجملہ ایک یہ شرط ہے کہ واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ اس پر قبضہ کر لے یہ محیط میں ہے اگر مریض نے کوئی گھر ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر واہب مر گیا اور سوائے اس گھر کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو موہوب لہ ایک تہائی لے لے اور باقی دو تہائی وارثوں کو واپس کر دے اور یہی حال باقی چیزوں کا ہے جو تقسیم[1] ہو سکتی ہیں یا نہیں ہو سکتی ہیں یہ مبسوط میں ہے ایک مریض نے کسی شخص کو ایک باندی ہبہ کی اس سے موہوب لہ نے وطی کی پھر واہب مر گیا اور اس پر اس قدر قرضہ نکلا کہ تمام مال کو محیط ہے تو ہبہ واپس لیا جائے گا اور موہوب لہ پر عقر واجب ہوگا یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے روایت ہے کہ اگر واہب مریض نے ہبہ کی باندی سے وطی کی تو بچہ کا نسب مریض سے ثابت نہ ہوگا اور موہوب لہ کو اس کا عقر دینا واہب پر واجب ہوگا اور موہوب لہ کو باندی و تہائی بچہ ملے گا اور باقی واہب کے وارثوں کو دیا جائے گا اور اگر واہب نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اس پر ارش واجب ہونے میں دو روایتیں آئی ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ہبہ میں کوئی باندی ہو اور موہوب لہ نے اس کو مکاتبہ کر دیا پھر مریض مر گیا اور اس کا کچھ مال سوائے اس باندی کے نہیں ہے تو موہوب لہ پر دو تہائی قیمت باندی کی واجب ہوگی کہ وارثوں کو واپس دے ورنہ کتابت رد کر دی جائے گی اور اگر قاضی نے دو تہائی قیمت دینے کی موہوب لہ پر ڈگری کر دی پھر وہ باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو کر رقیق ہو گئی تو وارثوں کو اس کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر حکم قاضی سے پہلے وہ عاجز ہوئی تو وارث لوگ دو تہائی باندی لے لیں گے اسی طرح اگر مریض کے مرنے کے بعد موہوب لہ نے مکاتب کیا ہو تب بھی یہی حکم ہے جب تک کہ قاضی نے اس کی دو تہائی واپس کرنے کی ڈگری وارثوں کے نام نہ کی ہو یعنی کتابت اس حکم قضا سے پہلے واقع ہوئی ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام کہ اس کے سوائے اس شخص کا کچھ مال نہیں ہے بشرط عوض ہبہ کیا اور عوض میں یہ شرط کی کہ جس کی قیمت[2] ہبہ کی دو تہائی کے برابر یا زیادہ ہو تو جائز ہے اور اگر کم ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے دو تہائی تک پورا کر دے یا تمام ہبہ واپس کر کے اپنا عوض واپس کر لے اسی طرح اگر بدوں شرط کے موہوب لہ نے عوض دے دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک مریض نے ایک غلام ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر موہوب لہ نے واہب کو عمداً یا خطا سے قتل کیا تو غلام[3] کو واہب کے وارثوں کو واپس کر دے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض میں ایک غلام جس کی قیمت ہزار درہم ہے ہبہ کیا اور سپرد

---

[1] قولہ تقسیم۔ جو منفعت اب حاصل ہے اگر بعد بٹوارہ کے بھی اس کام میں آ سکے تو قابل تقسیم ہے ورنہ نہیں۔ [2] قولہ قیمت یعنی ایسی چیز عوض دے جس کی قیمت ہبہ کی دو تہائی کے برابر یا زیادہ ہو۔ [3] قولہ غلام کو یہ مراد نہیں کہ قتل کا یہی جرمانہ ہے، بلکہ یہ جرمانہ قصاص یا دیت سے علاوہ ہے اور شاید قاتل یہ غلام ہو تو واہب کے وارثوں کو پھر جائے گا۔

کر دیا حالانکہ اس کے سوا اس کا کچھ مال نہیں ہے پھر اس غلام نے واہب کو قتل کیا تو موہوب لہ سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے پس اگر اس نے فدیہ دے دینا اختیار کیا تو دس ہزار درہم دے دے گا اور اگر غلام دینا اختیار کیا تو فقط غلام دے دے اور کچھ زیادہ اس پر لازم نہ آئے گا کیونکہ مالک غلام اس غلام مجرم کے دینے سے جرم کے لگاؤ سے چھوٹ جائے گا نصف غلام بطور رد ہبہ کے وارثوں کو واپس دے گا اور نصف بطور جنایت میں دینے کے واپس کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مریض نے اپنا غلام ہبہ کیا اور اس کے سوا اس کا کچھ مال نہیں ہے اور موہوب لہ نے اس کو فروخت کر دیا پھر مریض مر گیا تو موہوب لہ کا تصرف صحیح اور وارثوں کو غلام کی دو[1] تہائی قیمت واپس دے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک مریض نے اپنا غلام کسی شخص کو ہبہ کیا اور اس پر اس قدر قرض ہے کہ غلام کی قیمت کو محیط ہے حالانکہ سوائے غلام کے اس کا کچھ مال نہیں ہے پھر واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ نے اس کو آزاد کر دیا تو جائز ہے اور اگر اس کے مرنے کے بعد آزاد کیا تو جائز نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر مریض نے ایسی کوئی شے ہبہ کی جو اس کا تہائی مال نہیں ہوتی ہے بلکہ زیادہ ہوتی ہے تو بلا خیار موہوب لہ تہائی سے جس قدر زیادہ ہے واپس دے ☆

ایک مریض نے دوسرے مریض کو ایک غلام ہبہ کیا اور سپرد کر دیا اس نے آزاد کر دیا اور دونوں میں سے کسی کے پاس سوائے اس غلام کے کچھ مال نہیں ہے پھر واہب مر گیا پھر موہوب لہ مر گیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے وارثان واہب کے لئے سعی کرے گا اور باقی کی دو تہائی کے واسطے وارثان موہوب لہ کے لئے سعی کرے گا اور اگر موہوب لہ پر ہزار درہم قرضہ ہو اور غلام کی قیمت ہزار درہم ہو تو غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور اس قیمت میں وارثان واہب دو تہائی کے اور اس کے قرض دار باقی کے حصہ رسد شریک کئے جائیں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر مریض نے کوئی گھر تین سو درہم قیمت کا ہبہ کیا بشرطیکہ موہوب لہ ایک غلام سو درہم قیمت کا عوض دے دے اور باہمی قبضہ ہو گیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ وہ گھر بعوض قیمت غلام کے شفعہ میں لے لے پھر اگر واہب مر گیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو شفیع کو مثل موہوب لہ کے اختیار دیا جائے گا کہ چاہے ایک تہائی گھر واپس دے یا کل گھر واپس کر کے غلام لے لے اور اگر ہبہ میں عوض کی شرط نہ لگائی ہو تو شفیع اس کو شفعہ میں نہیں[2] لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک مریض نے ایک غلام تین سو درہم کا ایک شخص تندرست کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ سو درہم قیمت کا غلام عوض دے اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر مریض اس مرض میں مر گیا اور سوائے غلام کے اس کا کچھ مال نہیں ہے اور وارثوں نے مریض کے فعل کی اجازت دینے سے انکار کیا تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہبہ توڑ دے اور کل موہوب واپس کر کے اپنا عوض لے لے یا تہائی غلام واپس دے اور دو تہائی اس کے پاس برقرار رکھا جائے گا اور عوض میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے کہا کہ جس قدر ایک تہائی سے زیادہ ہو جانے میں محاباۃ واقع ہوگئی ہے اسی قدر میں عوض میں بڑھائے دیتا ہوں تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مریض نے ایسی کوئی شے ہبہ کی جو اس کا تہائی مال نہیں ہوتی ہے بلکہ زیادہ ہوتی ہے تو بلا خیار موہوب لہ تہائی سے جس قدر زیادہ ہے واپس دے اور بیع کی صورت میں مشتری کو خیار ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر مریض نے ایک من چھوہارے تین سو درہم قیمت کے اس شرط سے ہبہ کئے کہ موہوب لہ جو صحیح سالم ہے سو درہم قیمت

---

1. قولہ دو تہائی یعنی جبکہ وارثوں نے مریض کا فعل جائز نہ رکھا تو فقط ایک تہائی میں جو میت کی ملک ہے جواز ہوگا اور دو تہائی حق وارث ہے۔ 2. قولہ نہیں...... اس واسطے کہ بلا شرط عوض کے وہ بیع نہ ہوگا محاباۃ رعایت کر کے عمداً مفت دے دینا بلا شرط عوض میں ہے اس واسطے واپس نہیں ملتا کہ واہب مر چکا ہے۔

کے ایک من چھوہارے عوض دیئے اور باہمی قبضہ ہو گیا پھر مریض مر گیا اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو موہوب لہ وہ سب چھوہارے واپس کر کے اپنے سب چھوہارے لے لے یا اس کو نصف چھوہارے واپس کر کے اپنے نصف چھوہارے لے لے اور اگر ہبہ عوض میں مشروط نہ ہو تو اس کو اس طرح اختیار ہوگا کہ چاہے کل ہبہ واپس کر کے اپنا سب عوض لے لے یا دو تہائی ہبہ واپس کر لے اور عوض میں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے ایک مریض کا پانچ ہزار درہم کا ایک غلام ہے اس نے کسی کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اس پر قبضہ کر لیا حالانکہ مریض کے پاس کچھ مال سوائے اس غلام کے نہیں ہے پھر غلام نے خطا سے مریض کو قتل کیا تو موہوب لہ سے کہا جائے گا کہ یا یہ غلام دے دے یا اس کا فدیہ دے دے پس اگر اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت کا فدیہ دے گا اور پورا غلام اس کو دے دیا جائے گا کیونکہ جو دیت واہب کے نفس کے عوض ملے وہ بمنزلہ ایسے مال کے قرار دی جائے گی کہ گویا اس نے ترکہ چھوڑا ہے اور وہ دس ہزار درہم ہوئے اور پانچ ہزار کا غلام ہے پس ظاہر ہوا کہ اس کا کل مال پندرہ ہزار ہے اور غلام اپنی قیمت کے لحاظ سے کل مالک کا ایک تہائی ہوتا ہے پس سب تہائی میں ہبہ جاری و نافذ ہو گیا اور جب ظاہر ہوا کہ تمام غلام کا ہبہ نافذ ہو گیا تو غلام موہوب لہ کی ملک تام ہو گیا پس ثابت ہوا کہ موہوب لہ کو وارثان واہب کو پوری دیت دینی پڑے گی کیونکہ اس نے غلام کا دینا اختیار نہیں کیا بلکہ فدیہ اختیار کیا ہے اور اگر غلام چھ ہزار درہم کا ہو اور اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو وارثان واہب کو چوتھائی غلام واپس کرے اور تین چوتھائی دیت کو بعوض باقی غلام کے دے دے یہ مبسوط میں ہے عیون میں امامؒ سے بروایت ہشام مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام اپنے مرض میں ایک شخص کو ہبہ کیا اور اس شخص کے اس غلام پر ہزار درہم قرضہ ہیں پھر واہب مر گیا اور سوائے غلام کے کچھ مال نہیں چھوڑا تو وارثوں کو تہائی غلام واپس ملے گا اور قرضہ باطل ہو گیا اور یہ قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کا ہے پھر امام ابو یوسفؒ نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ دو تہائی قرضہ عود کرے دے گا۔

اگر مریض نے اپنے بیٹے کو غلام ہبہ کیا حالانکہ بیٹے کا اس غلام پر قرضہ ہے پس اگر مریض اس مرض سے اچھا ہو گیا تو ہبہ جائز ہے اور اگر مر گیا تو وہ غلام وارثوں کا ہو گیا اور قرضہ عود کرے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کر لیا حالانکہ موہوب لہ مریض ہے اور یہ ہبہ حالت صحت موہوب لہ میں واقع ہوا تھا پس اگر بحکم قاضی واپس لیا ہے تو رجوع صحیح ہے اور موہوب لہ اگر مر جائے تو اس کے وارثوں و قرض خواہوں کو واہب کا پیچھا پکڑنے کی راہ نہیں ہے اور اگر بحکم قاضی رجوع نہیں واقع ہوا تو واہب کے رجوع کرنے اور مانگنے کے وقت مریض کا واپس دینا بمنزلہ جدید ہبہ کے قرار دیا جائے گا پس ایک تہائی میں سے جائز ہوگا بشرطیکہ موہوب لہ پر قرضہ نہ ہو اور اگر اس پر قرضہ ہو کہ اس کے تمام مال کو محیط ہو تو یہ ہبہ سے رجوع کرنا باطل ٹھہرا کر پھر وہ شے میت کے ترکہ میں واپس کر دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مریض نے اپنی باندی دوسرے مریض کو ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اپنی طرف سے ہبہ کے طور پر وہی باندی واہب کو واپس دی تو جائز ہے اور وارثان موہوب لہ کو جو اس نے ہبہ کیا ہے اس میں سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا پس اس مسئلہ میں اس واپسی کو ہر طرح سے فسخ ہبہ اعتبار کیا اور یہ حکم اس روایت کی موافقت رکھتا ہے جو ابو حفص نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اپنے مرض کی حالت میں ایک غلام ہبہ کیا اس نے قبضہ کر کے آزاد کر دیا پھر مریض مر گیا تو عتق نافذ ہوگا اور عورت اس کی قیمت کی ضامن [1] ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک مریضہ عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پس اگر اس مرض سے اچھی ہو گئی تو برأت صحیح ہے اور اگر مر گئی پس اگر اس کا مرض ایسا نہ تھا کہ اس کو مرض الموت

(۱) قولہ ضامن ہوگی جبکہ مریض کی تہائی سے یہ غلام برآمد نہ ہو اور عتق ٹکڑے نہ ہو فافہم۔

کہا جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرض الموت کی بیماری تھی تو بدوں وارثان کی اجازت کے جائز نہیں ہے اور مرض الموت کی پہچان میں طرح طرح کے کلام ہیں مگر فتویٰ کے واسطے یہ قول مختار ہے کہ اگر ایسا مرض ہو کہ اکثر اس سے آدمی نہیں بچتا ہے تو وہ مرض الموت ہے خواہ وہ بیمار بستر پر پڑ گیا ہو یا نہیں یہ مضمرات میں ہے۔

مرض الموت سے کیا مراد ہے؟ کس ہبہ کو مرض الموت کا ہبہ قرار دیا جا سکتا ہے ☆

فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ مرض الموت اس کو کہتے ہیں کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اور یہ پہچان پسندیدہ ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے ایک مریضہ نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پھر مر گئی تو فقیہ ابوجعفرؒ نے فرمایا کہ اگر ہبہ کے وقت وہ ایسی تھی کہ اپنی ضرورتوں کے واسطے اٹھتی بیٹھتی تھی اور بدوں مددگار کے لوٹ آتی تھی تو وہ بمنزلہ تندرست کے قرار دی جائے گی کہ اس کا ہبہ صحیح ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور لنجا اور مفلوج[1] اور اشل اور مسلول اگر مدت دراز تک بیمار ہیں اور سر دست موت کا خوف نہ ہو تو ان لوگوں کا ہبہ کل مال سے صحیح قرار دیا جائے گا یہ تبیین میں ہے اگر عورت کو درد زہ شروع ہوا تو اس حالت میں جو فعل اس نے کیا وہ تہائی مال سے صحیح ہوگا پھر اگر وہ اس درد میں بچ گئی تو جو کچھ اس نے کیا ہے وہ کل مال سے جائز ٹھہرے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ اگر ایک عورت نے درد زہ میں اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پھر بچہ پیدا ہو گیا اور وہ عورت حالت نفاس میں مر گئی تو صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے ایک عورت نے اپنے مرض الموت میں اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا اور اس کا شوہر اس سے پہلے مر گیا تو عورت کا اس کے ترکہ پر مہر کا دعویٰ کچھ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ جب تک خود اس مرض سے نہ مرے تب تک ابراء صحیح ہے ہاں جب وہ خود مر گئی تو اس کے وارث مہر کا دعویٰ کر سکتے ہیں یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ ایک مرض الموت کے مریض نے اپنی بیوی کو تین[(۱)] طلاق دیں اور اس کے ہاتھ ایک حویلی فروخت کی اور اس کا ثمن اس کو ہبہ کیا اور اس کے واسطے ہزار درہم کی وصیت کی پھر مر گیا حالانکہ عورت عدت میں بیٹھی تھی تو مشائخ میں سے جس نے بیع کو جائز کہا ہے اس کے نزدیک وصیت اور ثمن کا ہبہ دونوں باطل ہیں اور اگر تمام وارثوں نے اجازت دے دی تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر انہوں نے کہا کہ جو کچھ میت نے حکم کیا ہے ہم نے اس کی اجازت دی تو وصیت جائز اور ہبہ باطل ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ میت نے کیا ہے ہم نے اس کی اجازت دی تو وصیت اور ہبہ دونوں جائز ہوں گے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر مولیٰ نے اپنی ام ولد کو اپنی صحت میں کچھ ہبہ کیا تو صحیح نہیں اور اگر مرض الموت میں ہبہ کیا تو بھی صحیح نہیں اور وہ وصیت بھی نہ ہو جائے گا لیکن اگر موت کے بعد کچھ[(۲)] دینے کی وصیت کر گیا تو صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاویٰ۔

گیارھواں باب:

متفرقات کے بیان میں

مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو ایک بکری ہبہ کی اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر واہب اس کو اچک لے بھاگا اور تلف کر دی تو موہوب لہ اس کی قیمت ڈانڈ دے اور اگر کوئی بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ کی بلا اجازت واہب نے اس کو ذبح کر دیا یا کپڑا ہبہ کیا اور موہوب لہ کی بلا اجازت واہب نے اس کو قطع کیا تو بکری کی صورت میں موہوب لہ ذبح کی ہوئی بکری لے لے اور کچھ ڈانڈ نہیں لے سکتا ہے اور کپڑے کی صورت میں وہ کپڑا لے لے اور کترے ہوئے گئے اور بے کترے ہوئے میں جس قدر

---

[1] مفلوج جس کو فالج نے مارا ہو اشل جس کے ہاتھ پاؤں شل ہوں مسلول جس کو سل کی بیماری ہو اور ایسے ہی مدقوق جس کو دق ہو۔ (۱) طلاق ... وارث رہے تو اس کے لئے ہبہ و وصیت صحیح ہو جائے۔ (۲) یعنی کہا کہ میری موت کے بعد اس قدر دے دینا۔

نقصان کا فرق ہے اس قدر نقصان لے لے یہ محیط میں ہے فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ زید کے عمرو پر ڈیڑھ سو درہم آتے ہیں جن میں سے سو درہم فی الحال ادا کرنے ہیں اور پچاس کی میعاد ہے پھر قرض خواہ نے مدیون کو پچاس ہبہ کئے تو آیا یہ پچاس درہم فی الحال والے میں رکھے جائیں گے یا میعادی درہموں میں قرار دیئے جائیں گے تو امام برہان الدین مرغینانیؒ نے فتویٰ دیا کہ دونوں میں سے قرار دے جائیں گے اور ایسا ہی قاضی بدیع الدین نے فتویٰ دیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ مریضہ عورت نے کہا کہ میرا میرے شوہر پر کچھ مہر نہیں ہے تو ہمارے نزدیک شوہر بری نہ ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے امام ہمام علی سغدی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے اپنی تمام املاک ہبہ کر دے اس نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دی پس اس میں مہر داخل ہوگا یا نہیں تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مال سے سامان دے کر اپنے داماد کی طرف رخصت کیا پھر لڑکی مرگئی اور باپ نے دعویٰ کیا کہ یہ سامان عاریت[1] دیا تھا اور شوہر نے ملک کا دعویٰ کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ شوہر کا قول قبول ہوگا اور باپ پر گواہ لانے لازم آئیں گے اور ایسا ہی امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہے اور بعض نے فرمایا کہ باپ کا قول لیا جائے گا کہ اسی نے دیا ہے اور مالک کیا ہے قال المترجم میں تفصیل ہونا چاہئے کہ اگر باپ اکابر واشراف لوگوں میں سے ہے تو باپ کا قول قبول نہ ہوگا کیونکہ ایسے لوگ عاریت دینے سے چڑھتے ہیں اور اگر درمیانی لوگوں میں سے ہو تو اسی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ اس نے دیا ہے اور ظاہری طور سے اس کی تکذیب[2] نہیں ہوئی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کچھ دینار دیئے تاکہ اس کے کپڑے بنوا کر میرے پاس پہنے رہے اس عورت نے کسی معاملہ میں دے دیئے تو اسی عورت کے ہوں گے اگر عورت اپنے شوہر کو حاجت نفقہ کے وقت روپیہ پیسا دیا کرتی تھی اور وہ اپنے عیال پر خرچ کیا کرتا تھا تو عورت اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے ایک عورت نے کہا کہ میرا میرے شوہر پر کچھ نہ تھا تو یہ مہر سے بری کرنے میں شمار ہے اور اگر کہا کہ میرا شوہر حلت میں ہے تو شوہر اس کا مہر سے بری ہو جائے گا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ یوں کہہ کہ دہت مہری منک حالانکہ وہ عورت عربی نہیں جانتی ہے پس عورت نے کہا وہبت تو صحیح نہیں ہے بخلاف طلاق[3] وعتاق کے اور اسی واسطے اگر زبردستی ہبہ کرایا تو صحیح نہیں ہوتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو کچھ ہبہ کیا اور قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ پر ہبہ کے واسطے زبردستی کی ہے تو دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت نے چاہا کہ شوہر کو اس طرح مہر ہبہ کرے کہ جب چاہے پھر مہر عود کر دے تو ایک موتی یا کپڑے پر صلح کر لے اور اس کو نہ دیکھے اور شوہر کو بری کر دے پھر اگر دیکھ کر اس کو بسبب خیار دیت کے واپس کر دے تو مہر عود کرے گا پھر اگر عورت مرگئی تو عقد کا لزوم ہو جائے گا اور خیار روایت باطل ہو جائے گا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے اور اگر عورت نے چاہا کہ اگر مر جائے تو اس کا مہر اس کے شوہر کو ہبہ ہو جائے اور اگر جیتی رہے تو مہر بھی شوہر پر رہے تو یوں کرے کہ ایک کپڑا رومال میں لپٹا ہوا بعوض اپنے مہر کے شوہر سے خرید کرے پس اگر مرگئی تو خیار دیت باطل ہو جائے گا اور اگر زندہ رہی تو خیار روایت کی وجہ سے وہ کپڑا شوہر کو واپس کر سکتی ہے یہ

---

[1] قولہ عاریت یعنی باپ نے کہا کہ یہ سامان زیور وغیرہ میں نے فقط عاریت دیا تھا اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے جہیز ہبہ کیا تھا جیسے رسم زمانہ ہے۔

[2] قولہ تکذیب مترجم کہتا ہے کہ ہمارے یہاں اسی صورت میں باپ کا قول قبول نہ ہوگا واللہ اعلم۔ [3] قولہ طلاق یعنی عربی زبان میں طلاق دی یا آزاد کیا تو قاضی حکم دے گا اگرچہ وہ جاہل ہو۔

حسب المفتی میں ہے مردہ شوہر کو مہر ہبہ کرنا استحساناً صحیح ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے دختر نے اگر اپنا مہر اپنے باپ کو ہبہ کر دیا پس اگر اس کو قبضہ اور وصول کرنے کی اجازت دی تو صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے اصل میں لکھا ہے کہ ہبہ میں جو شخص وکیل ہوتا ہے وہ ایلچی کے معنی میں ہوتا ہے حتیٰ کہ موکل ہی عقد کرنے والا قرار دیا جاتا ہے نہ وکیل اور بقالی میں لکھا ہے کہ جو شخص ہبہ کرنے کے واسطے وکیل مقرر ہو تو وہ سپرد کر دینے کا بھی وکیل ہے اور اس وکیل کو اختیار ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کو وکیل کر دے بخلاف قبضہ کرنے کے وکیل کے کہ اس کو دوسرے کو قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر واہب نے سپرد کرنے کے واسطے ایک وکیل کر دیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لینے کے واسطے ایک وکیل کر دیا اور خود دونوں غائب ہو گئے تو وکیل کا سپرد کر دینا صحیح ہے اور اگر واہب کے وکیل نے سپرد کرنے سے انکار کیا تو موہوب لہ کا وکیل اس سے خصومت کر سکتا ہے اور اگر سپرد کرنے کے واسطے دو وکیل ہوں تو ایک وکیل تنہا سپرد کر سکتا ہے بخلاف قبضہ کرنے کے دو وکیلوں کے کہ ایک وکیل تنہا قبضہ نہیں کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی شخص کی طلاق دی ہوئی عورت عدت میں بیٹھی تھی اس کو کسی شخص نے اس طمع سے نفقہ دیا کہ بعد عدت کے مجھ سے نکاح کر لے پھر اس عورت نے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا پس اگر اس نے نفقہ دینے میں نکاح کر لینے کی شرط کی تھی تو واپس لے سکتا ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ واپس نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی صدر الشہید نے فرمایا ہے اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ واپس لے خواہ عورت اس کے ساتھ نکاح کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ رشوت ہے اور اگر عورت نے اس مرد کے ساتھ مل کر کھایا پیا ہو تو کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

کچھ ایسی صورتوں کا بیان جس میں ہبہ فتنے کا سبب بن سکتا ہے تو عدالت سے رجوع کرے ☆

امام ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے شریک کو لکھا کہ میرا مال میرے اس لڑکے کو بطور ہبہ کے دے دے اور اس کو یہ حکم کر دیا اور شریک نے دینے سے انکار کیا پس آیا لڑکے کو اس کے ساتھ خصومت کا اختیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ ایسا حق ہے کہ ہنوز واجب نہیں ہوا اور نہ واجب ہوگا جب تک قبضہ نہ ہو جائے پس لڑکا اس امر میں خصومت نہیں کر سکتا اور فقیہ نے فرمایا کہ اگر بطور ہبہ کے نہ ہو تو بیٹے کو خصومت کا اختیار ہے بشرطیکہ شریک مال کا اور وکالت کا اقرار[1] کرتا ہو یہ حاوی میں ہے ایک امیر نے ایک شخص کو ایک باندی ہبہ کی باندی نے اس کو خبر دی کہ میں ایک تاجر کی ہوں وہ مقتول ہوا اور میں مغلوب ہو کر دست بدست ایک سے دوسرے کے پاس پہنچی ہوں اور موہوب لہ نے وارثان مقتول کو جب تلاش کیا تو نہ پایا اور وہ جانتا ہے کہ اگر میں اس باندی کو چھوڑ دیتا ہوں تو ضائع ہوگی اور اگر اپنے پاس رکھتا ہوں تو فتنہ میں پڑ جانے کا خوف ہے تو اس کو چاہئے کہ یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے تا کہ قاضی مالک غائب کے واسطے اسی قابض کے ہاتھ فروخت کر دے تا کہ جب کبھی اس کا مالک ظاہر ہو تو اپنے درہم قابض سے وصول کر لے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ فتاویٰ ابوالفضل میں ہے کہ ایک زمین ایک شخص کے باپ پاس تھی پھر اس کے پاس مدت تک رہی پھر اس نے کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر ایک شخص مدعی نے آ کر زمین کا دعویٰ کیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ موہوب لہ کے ساتھ خصومت کرے واہب پر نالش نہ کرے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس کو زمین لینا منظور ہے تو موہوب لہ سے خصومت کرے اور اگر ہبہ کر دینے کی وجہ سے زمین کو تلف کر دینے سے قیمت کا دعویٰ کرتا ہے تو واہب پر نالش کرے یہ حاوی میں ہے۔ قاضی یا کسی دوسرے کو کوئی چیز اپنے کام کی اصلاح کے واسطے دی اس نے اصلاح کر دی پھر وہ شخص آیا تو جو کچھ اس نے دیا ہے اس کو واپس دیا

[1] اقرار یعنی کہتا ہو کہ ہاں یہ لڑکا اپنے باپ کی طرف سے وکیل ہے اور اس کا باپ میرا شریک اور اس کا مال میرے پاس ہے۔

جائے ہر دو متعاشق[1] باہم ایک دوسرے کو چیزیں بھیجا کرتے ہیں یہ رشوت ہے کہ اس سے ملک ثابت نہیں ہوتی ہے اور دینے والے کو واپس لینے کا اختیار ہے۔

ایک عورت اپنے بھائی کے گھر میں ہے اس کے ساتھ کسی نے منگنی کی اس کے بھائی نے اس عورت کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک اس قدر درہم نہیں دے گا نہ دوں گا اس نے درہم دے دیئے اور اس عورت سے نکاح کر لیا تو جس قدر اس نے دیا ہے وہ سب واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ سب درہم اس نے عورت کے بھائی کو رشوت دیئے ہیں یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر اپنی جان سے یا اپنی کسی اہلیت کی جان سے ظلم و جور دفع کرنے کے واسطے رشوت دی تو گنہگار نہ ہوگا اگر دارالحرب کے بادشاہ نے بادشاہ اسلام کے ایلچی کو کوئی باندی دی تو یہ باندی اسی کی ہوگی اور اگر دشمنوں کے سردار نے لشکر اسلام کے سردار کو کچھ ہدیہ بھیجا تو تمام لشکر کا ہوگا یہ سراجیہ میں ہے ابن مقاتلؒ سے دریافت کیا گیا کہ لڑکوں کے والدان کے معلموں کو نو[2] روز و عید وغیرہ میں ہدیہ بھیجا کرتے ہیں تو شیخ نے فرمایا کہ اگر معلم نے سوال کر کے یا جھگڑا کے نہ لیا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں ہے شمس الائمہ حلوائی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کوزہ لٹکایا یا چھت پر رکھ دیا پھر پانی برسا اور کوزہ بھر گیا پھر ایک شخص نے آ کر کوزہ مع پانی کے لے لیا پس آیا مالک کو کوزہ مع پانی کے واپس لینے کا اختیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں قالؒ شیخ نے کوزہ کے حق میں جو حکم دیا اس میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن پانی کے حق میں اس طرح تفصیل ہے کہ اگر مالک نے وہ کوزہ اسی واسطے رکھا تھا تو واپس لے سکتا ہے اور اگر اس واسطے نہ رکھا تھا تو پانی واپس نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر لقیط[3] کو کوئی شخص صدقہ یا ہبہ دے تو اس کا قبول کرنا اس کے ملتقط یعنی اٹھالانے والے پر ہے اور ملتقط کا قبضہ کرنا استحساناً جائز ہے یہ ملتقط میں لکھا ہے ایک لقیط کسی ملتقط کے پاس ہے وہ اس کو اٹھالایا ہے اور اس کو نفقہ دیتا ہے اور اس بچہ کا سوائے اس کے کوئی نہیں ہے تو جو کچھ اس بچہ کو ہبہ دیا جائے اس پر اس اجنبی کا قبضہ کرنا جائز ہے اگرچہ یہ نابالغ خود قبضہ کرنے کے لائق ہو اور اس اجنبی کو یہ بھی اختیار ہے کہ اس کو تعلیم کے واسطے سپرد کرے اور کسی دوسرے اجنبی کو اس سے لے لینے کا اختیار نہیں ہے اس کو شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الہبۃ میں صریح ذکر کیا ہے کذا فی الصغریٰ۔

ابن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص حمام میں گیا اور صاحب حمام کو اجرت دے دی اور ایک پیالہ پانی کے حوض سے پانی لیا کہ جس کو حمام والے نے ہمارے ملک کی عادت کے موافق اس شخص کو دے دیا تھا پس آیا یہ پانی اس شخص بھر لینے والے کی ملک ہوگا یا حمام والے کی ملک رہے گا اور حمام میں آنے والوں کو اس کی طرف سے اباحت ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ وہ شخص اس پانی کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ مستحق ہو گیا لیکن اس کی ملک نہیں ہوا یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے کسی اجنبیہ عورت کو کچھ مال زنا کے ارادہ سے دیا پس اگر اس عورت سے یوں کہا کہ میں تجھے اس واسطے دیتا ہوں کہ تیرے ساتھ زنا کروں تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر زنا کے ارادہ سے ہبہ کیا اور وہ قائم ہے تو واپس لے سکتا ہے ورنہ نہیں یہ قنیہ میں لکھا ہے فوائد شمس الاسلام میں لکھا ہے کہ اگر اپنی عورت کو مار پیٹ سے ڈرایا یہاں تک کہ عورت نے اس کو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہیں ہے بشرطیکہ شوہر اس کے مارنے پر قادر ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور میرے والدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے جھگڑا پھیلایا اور اس کو مار پیٹ اور گالیوں کی

---

[1] قولہ متعاشق یعنی دوالئے خبطی جو سوائے دین کے دنیاوی لذت کی نظر سے اپنے اوپر عشق کا نام جھوٹ باندھتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو چیزیں بھیجتے ہیں۔ [2] قولہ نوروز اقول یہ رسم مجوس ہے اور اس کا ہبہ خود حرام ہے چنانچہ کتاب الراہتہ دیکھو پس مسئلہ میں فقط عید کا حکم صحیح ہے۔ [3] لقیط جو بچہ پڑا ہوا کسی کو ملا اور وہ اٹھالایا جیسا کہ کتاب اللقیط میں مفصل ہے پس وہ بچہ لقیط اور اٹھانے والا ملتقط بکسر اتفاق ہے۔

ایذا پہنچائی یہاں تک کہ عورت نے اس کو اپنا مہر ہبہ کر دیا اور مرد نے اس کو کچھ عوض نہیں دی اپس آیا رجوع کرنے کا اختیار ہے تو میرے والد نے فرمایا کہ ایسی برأت باطل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فتاویٰ نسفی میں ہے کہ شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو اس کی درخواست سے کچھ مال دیا تا کہ وہ شخص[1] خوش گزراں کرے پھر اس کے شوہر پر شوہر کے بعض قرض خواہوں نے قابو پا کر یہ مال لے لیا پس آیا عورت کو اختیار ہے کہ شوہر کے قرض خواہ سے یہ مال لے لے فرمایا کہ اگر شوہر کو اس نے ہبہ کیا یا قرض دیا ہو تو نہیں لے سکتی ہے اور اگر اس طور سے دیا تھا کہ باوجود عورت کی ملک کے اس کا شوہر اس میں تصرف کرے تو لے سکتی ہے یہ محیط میں ہے۔

ہبہ کرنا عمارت کا بدوں زمین کے جائز ہے کذا فی الذخیرہ اور زمین کے ہبہ کرنے میں بلا ذکر وہ سب چیزیں داخل ہو جاتی ہیں جو زمین کے بیع کرنے میں بلا ذکر داخل ہو جاتی ہیں جیسے عمارت و اشجار وغیرہ اسی طرح اگر زمین[2] سے یا کسی زمین دینے پر صلح قرار دی تو بھی یہی حکم ہے لیکن کھیتی بدوں ذکر کرنے کے صلح میں داخل نہیں ہوتی ہے اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ رہن و اقرار دے میں کھیتی داخل ہو جاتی ہے اور بیع اور قسمت و وصیت و اجارہ و نکاح و وقف و ہبہ و صدقہ و ملک مطلق کی قضاء میں داخل نہیں ہوتی ہے اور پھل اور قیمتی پتے بھی درختوں کے ہبہ کرنے میں بلا ذکر داخل نہیں ہوتے ہیں اور جب درختوں کے ہبہ میں ذکر نہ کیا حالانکہ ان میں پھل اور پتے موجود ہیں تو ہبہ فاسد ہوگا کیونکہ تسلیم نہیں کر سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے یتیمیہ میں لکھا ہے کہ میرے والد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا اصطبل دے دے تا کہ اس میں میرا چوپایہ رہے اس نے دے دیا تو گوبر کس کا ہوگا پس والدؒ نے فرمایا کہ چوپایہ کے مالک کا ہوگا قالؒ ایسا ہی شیخ علی بن الحسین السغدیؒ نے جواب میں فرمایا ہے اور شیخ ابن الحسینؒ سے پھر ایک بار دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ گوبر اس شخص کا ہوگا جو گھاس ڈالتا ہے خواہ وہ اصطبل کا غصب کرنے والا ہو یا مستعیر ہو یا چوپایہ کا غصب کرنے والا ہو یا مستعیر ہو لیکن اگر اس کے واسطے کوئی جگہ معروف مقرر کر دی ہو یا اصطبل کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے یوں کہا ہو کہ مجھے اپنا چوپایہ دے دے تا کہ میرے اصطبل میں رات کو رہا کرے تو اس وقت میں گوبر مالک اصطبل کا ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے فتاویٰ نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے گواہوں کے سامنے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے کہ تو نے اپنا مہر جو مجھ پر تھا مجھے ہبہ کیا اس عورت نے کہا کہ آرے بخشیدم یعنی ہاں میں نے بخشا پس گواہوں نے اس سے کہا کہ ہم تیرے ہبہ کر دینے پر گواہی دیں اس نے کہا کہ ہزارتن گواہ باشید یعنی ہزار آدمی گواہ نہ ہو تو شیخ نے فرمایا کہ عورت کے اثنائے کلام میں رد و تصدیق پائی جاتی ہے پس جو کچھ گواہوں نے دیکھا اسی پر محمول کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

غلام کو اگر احساس ہو کہ مالک برا مانے گا تو ہبہ نہ کرے ☆

اگر کسی نے اپنی دختر کسی کو ہبہ کی تو نکاح ہے اور اگر اپنی بیوی و اس کی ذات کو ہبہ کی تو طلاق ہے اور اگر اپنا غلام اس کے تئیں ہبہ کیا تو عتق ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اور جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک غلام قرض دار ہبہ کیا گیا اور قرض خواہوں نے ہبہ توڑ دینا چاہا تو ان کو یہ اختیار ہوگا اور اگر توڑنے سے پہلے واہب یا موہوب لہ نے فدیہ دے دیا تو ہبہ پورا ہو جائے گا اور یہی حکم صدقہ کا ہے اور مولیٰ نے اگر دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قرض خواہوں نے ہبہ کی اجازت دے دی تو ان کا حق

---

[1] یعنی مرد نے آسودگی سے بیوی بچوں سمیت گزارہ کرنے کو مانگا۔ [2] قولہ زمین سے یعنی کسی نے اس کی مقبوضہ زمین پر دعویٰ کیا پس قابض نے اس زمین کے دعویٰ سے صلح کر لی یا کسی اور چیز کے دعویٰ سے زمین دینے پر صلح کر لی۔

باطل ہو گیا لیکن اگر غلام آزاد کر دیا جائے تو ایسا نہیں[1] ہے اور اگر ایسے غلام کی کسی شخص کے لئے وصیت کر کے مر گیا تو قرض خواہوں کو وصیت توڑ دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ وہ غلام موصی لہ کے پاس فروخت کیا جائے گا اور قرضہ ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچ رہے تو موصی لہ کو ملے گا اور صدقہ اور ہبہ کی صورت میں بڑھتی مال موہوب لہ یا متصدق علیہ کو نہ ملے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے امام ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی غلام ماذون نے اپنی کمائی سے یا ایسے مال سے جو اس کو مولیٰ نے دیا ہے کچھ ہبہ کیا تو شیخ و امامؒ نے فرمایا کہ اگر اس کو معلوم ہے کہ اگر مولیٰ کو یہ خبر پہنچی تو اس کو برا جانے گا تو اس کو ہبہ کرنا حلال نہیں ہے ورنہ کچھ ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنے مکاتب سے کہا کہ میں نے تجھے بدل کتابت ہبہ کی اور مکاتب نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو مکاتب آزاد ہو جائے گا اور مال کتابت اس پر قرضہ رہے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے زید کو اپنا دار ہبہ کیا تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیاثیہ میں لکھا ہے کہ اگر ہبہ کا اقرار کیا تو اس اقرار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے موہوب لہ کے قبضہ کر لینے کا بھی اقرار کیا اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے جامع اصغر میں امام محمدؒ سے بروایت خلفؒ مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک نخل ہبہ کیا حالانکہ وہ درخت اپنی جگہ قائم ہے تو موہوب لہ اس کا قابض شمار نہ ہوگا جب تک کہ اس کو قطع کر کے اس کے سپرد نہ کرے اور بیع کی صورت میں اگر مشتری اور نخل کے درمیان تخلیہ کر دیا تو قابض ہو گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ذمی اور مسلمان کے ہبہ کے سلسلہ میں احکام مشترک ہیں ☆

ذمی لوگ ہبہ کے احکام میں بمنزلہ مسلمانوں کے ہیں کیونکہ انہوں نے ایسے احکام اسلام کا اپنے اوپر التزام کر لیا ہے جو معاملات سے متعلق ہیں لیکن مسلمان و ذمی کے درمیان شراب کو ہبہ کے عوض دینا جائز نہیں ہے خواہ مسلمان دے یا ذمی اور اگر وہ شراب قاضی کے ہاتھ میں سرکہ ہو گئی تو عوض نہ ہو جائے گی اور چاہئے کہ اس کے مالک کو واپس کر دے اور باہم دو ذمیوں میں شراب و سور کا معاوضہ جائز ہے جیسے ابتدائی بیع ان چیزوں کے عوض جائز ہے لیکن مردہ و خون کا معاوضہ جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ مرتد نصرانی کو نصرانی نے مرتد کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ شراب عوض میں دے تو یہ باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مسلمان نے ایک مرتد کو کچھ ہبہ کیا اور مرتد نے اس کا کچھ عوض دے دیا پھر قتل کیا گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو ہبہ جائز ہے اور اس کا عوض[(1)] دینا امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کا عوض دینا بھی مثل اور تصرفات کے صحیح ہے لیکن دونوں میں اختلاف اس قدر ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ تعویض کل مال سے معتبر ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک تہائی مال سے معتبر ہوگی جیسے اس کے اور تصرفات جو بطریق تبرع و احسان کے ہیں تہائی سے معتبر ہیں اور اگر مرتد نے کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اس کو عوض ہبہ دیا پھر مرتد مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا تو اس کا ہبہ اس کے وارثوں کو واپس دیا جائے گا اور عوض مالک عوض کو پھیر ملے گا بشرطیکہ بعینہٖ قائم ہو اور اگر تلف کر دیا ہو تو مرتد کے مال میں قرضہ ٹھہرایا جائے گا خواہ اس معاملہ میں اس کے مرتد ہونے کا دوسرے کو علم ہو یا نہ ہو حکم یکساں اور اگر کسی حربی مستامن[2] نے کسی مسلمان کو یا مسلمان نے حربی مستامن کو کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر وہ دار الحرب کو لوٹ گیا پھر امان لے کر واپس آیا تو ہر ایک کو دونوں سے اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر وہ حربی جہاد میں قید ہوا اور ہبہ اس سے چھین لیا گیا تو مسلمان و واہب کو وہ ہبہ واپس لے لینے کا اختیار نہ ہوگا اگرچہ مال غنیمت تقسیم ہو جانے سے پہلے واہب حاضر ہوا ہو

---

1. یعنی حق باطل نہ ہوگا بلکہ اس سے مواخذہ کریں گے یا متلف سے کما فضل نے موضحہ۔ 2. قولہ مستامن وہ حربی جو امان لے کر آیا۔

(1) قولہ اس کا یعنی مرتد نے اگر عوض دیا تو باطل ہے۔

اور اگر حربی کسی شخص کے حصہ میں پڑا اس نے اس کو آزاد کر دیا پھر یہ ہبہ بسبب خرید وغیرہ کے اس کو مل گیا تو واہب کو ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر حربی نے ہبہ کیا ہو اور جہاد میں قید ہوا اور کسی شخص کے حصہ میں آیا تو اپنی ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر آزاد کیا گیا تو بھی رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک نصرانی نے مسلمان کو کوئی چیز ہبہ کی اس نے شراب عوض میں دی تو نصرانی اپنی ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک حربی نے دوسرے حربی کو کچھ ہبہ کیا پھر دونوں حربی کے وطن و ملک والے سب یا دونوں حربی مسلمان ہو گئے اور دارالاسلام میں چلے آئے تو واہب کو ہبہ سے رجوع کا اختیار ہے اور اس نے عوض دے دیا ہو تو موہوب لہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے یتیمیہ میں ہے کہ شیخ عمر النسفیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد کو حکم دیا کہ فلاں جانب جوز مین ہے اس کو باہم تقسیم کر لو اور مراد اس کی تملیک ہے پھر انہوں نے تقسیم کر لی اور اس تقسیم پر راضی ہو گئے پس آیا ان کی ملکیت ثابت ہو جائے گی یا احتیاج باقی رہے گی کہ باپ ان سب سے کہے کہ میں نے تم کو ان زمینوں کا مالک کیا یا ہر ایک سے کہے کہ میں نے تجھے اس قطعہ زمین کا جو علیحدہ کر کے تیرے حصہ میں آیا ہے مالک کیا تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں اور یہی مسئلہ حسنؒ سے دریافت کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ تقسیم سے ان کی ملکیت ثابت نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے شیخ سے پوچھا کہ ایک عورت نے کرباس اپنے شوہر کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ ثمن جو شوہر پر ہے اپنے بیٹے کو بطریق انعام وصلہ رحم کے دینے کے اترا دیا پھر بیٹا مر گیا تو ثمن کس کو ملے گا فرمایا کہ سب عورت[1] کو ملے گا اور بیٹے کی میراث نہ قرار دیا جائے گا یہ فتاویٰ محمد بن محمود ستروشنی میں ہے۔ باپ اور اس کا بیٹا جنگل میں ہیں اور دونوں کے ساتھ اس قدر پانی ہے کہ ایک کے واسطے کافی ہو سکتا ہے تو دونوں میں سے کون شخص پانی کا مستحق ہے تو فرمایا کہ بیٹا[2] زیادہ مستحق ہے کیونکہ اگر باپ احق ہو تو بیٹے پر واجب ہوگا کہ اپنے باپ کو پانی پلائے اگر باپ کو پلایا تو خود پیاس سے مر گیا پس یہ امر اس کی طرف سے اپنے آپ کو قتل کرنے پر اعانت کرنا ٹھہرا اور اگر خود پی لیا تو باپ کو اپنے قتل نفس کا معین نہ کیا پس یہ صورت ایسی ہوگئی کہ دو شخص ہیں ایک نے اپنے آپ کو قتل کیا اور دوسرے نے دوسرے شخص کو قتل کیا تو اپنے تیئں قتل کرنے والا زیادہ گنہگار ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے تیز چیز سے اپنے آپ کو قتل کیا وہ قیامت میں اس حال سے آئے گا کہ اس کے ہاتھ میں یہ تیز چیز ہوگی کہ اپنی پیٹ میں مارتا ہوگا کذا فی الظہیر یہ وفی بعض النسخ المحیط۔ قالؒ جب میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے بادشاہ کو اپنا حال لکھا اور درخواست کی کہ مجھے فلاں زمین محدودہ کا مالک کر دے اور بادشاہ نے اس کے نام فرمان کرامت عنوان اس کی عرضی کی پشت پر لکھوایا کہ میں نے تجھ کو اس زمین کا مالک کر دیا پس آیا ملک ہوگئی یا قبول کرنا سلطان کی طرف سے ایک ہی مجلس میں واقع ہونا چاہئے تو فرمایا کہ یہ تملیک قیاساً ایسی ہی ہے کہ مجلس واحد میں قبول ہونا چاہئے لیکن چونکہ رسائی متعذر ہے لہٰذا اس کا سوال و عرضی بجائے اس کی حاضری کے قرار دی جائے گی پھر جب سلطان نے حکم دے دیا اور اس نے فرمان اس کی طرف سے

---

[1] قولہ عورت کو اس واسطے کہ ہبہ پورا نہ ہوا تھا کہ پسر مر گیا۔ [2] قولہ بیٹا مستحق ہے ـــــ واضح ہو کہ اپنی جان کو قتل کرنا یا سبب ہونا زیادہ گناہ ہے اور باپ و بیٹے میں یہ فرق ہے کہ بیٹا اپنی ملک میں باپ کو مقدم رکھے اور باپ پر یہ حق نہیں ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ پیاس میں کس کو پلایا جائے کیونکہ دونوں کے واسطے کافی نہیں یعنی دونوں کی جان نہیں بچ سکتی ہے اگر بیٹا ہاتھ کھینچے تو اپنا قاتل ہوا اور اگر لے تو باپ کو پلانے میں اپنا قاتل ہوا تو معلوم ہوا کہ باپ یہاں مستحق نہیں کیونکہ بیٹا یہاں بہر صورت اپنا قاتل ٹھہرتا ہے اور اگر بیٹے نے پیا تو باپ اپنا قاتل نہ ہوا اور اگر خود پیا تو غیر کا قاتل ہوا جب کہ بیٹا اپنا قاتل ہوا تو یہ صورت ہوئی کہ ایک اپنا قاتل ہوتا ہے اور دوسرا غیر کا قاتل ہوتا ہے تو اسی کو بچایا جائے جو اپنا قاتل ٹھہرتا ہے لہٰذا بیٹے کو پلائے یہ مسئلہ منجملہ مجائبات فقہ کے ہے۔

لے لیا تو مالک ہو گیا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

امام ہمام محمد بن الحسنؒ نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر امام اسلام نے مال غنیمت دارالحرب میں غازیوں کے درمیان تقسیم کیا یا جو سوداگر اس کے ساتھ لگے چلے گئے تھے ان کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر دشمن نے ان کو آ گھیرا اور دارالاسلام میں لانے پنائے پس خریداروں یا ان لوگوں نے جن کے حصہ میں آیا ہے یہ چاہا کہ اس کو جلا کر خاک کر دیں اس قصد سے انہوں نے اسباب اتار کر پھینک دیا پھر کچھ بولے کہ جو شخص اس میں سے جو چیز لے لے وہ اسی کی ہے پس بہت سے مسلمانوں نے لے لی تو لیتے ہی ان کی ہو جائے گی خواہ اس کو دارالاسلام میں لے آئے یا نہ لائے ہوں اور امام محمدؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ امر ان کی طرف سے بمنزلہ ہبہ کر دینے کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور کتاب الصید میں ایک حدیث ذکر کی جو دلالت کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہدیہ بھیجا جائے اور وہ اپنے جلیسوں کے ساتھ بیٹھا ہو تو وہ ہدیہ اس میں جلیسوں میں مشترک ہوتا ہے اور طحاویؒ نے فرمایا کہ اگر ہدیہ ایسی چیز ہو کہ محتمل قسمت نہیں ہے جیسے کپڑا یا فی الحال کھانے کے لائق نہ ہو جیسے گوشت وغیرہ تو اس کے جلیسوں کو اس میں سے کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر لائق تقسیم ہو اور فی الحال کھانے کے لائق ہو تو اپنے جلیسوں کے لئے اس میں سے حصہ لگائے اور باقی اپنے اہل و عیال کے واسطے رکھ لے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص مر گیا اور کسی شخص نے اس کے بیٹے کے پاس اس کی تکفین کے لئے کپڑا بھیجا پس آیا بیٹا اس کپڑے کا مالک ہو جائے گا حتیٰ کہ اس کو جائز ہوگا کہ اس کپڑے کو رکھ لے اور دوسرے میں اس کی تکفین کر لے تو حکم یہ ہے کہ اگر میت ایسا شخص تھا کہ اس کے علم و فقاہت یا پرہیزگاری کے باعث سے لوگ اس کے کفن دینے کو متبرک سمجھتے ہوں تو بیٹا مالک نہ ہوگا اور اگر بیٹے نے دوسرے کپڑے میں کفن دیا تو واجب ہوگا کہ وہ کپڑا اس کے مالک کو واپس کر دے اور اگر ایسا نہ ہو تو لڑکے کو جائز ہوگا کہ کپڑے کو جس طرح چاہے صرف میں لائے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر باپ نے اپنے نابالغ کو کوئی گھر ہبہ کیا اور اس کے حدود و حقوق بیان نہ کئے اور وہ گھر کسی دوسرے کے پاس ہبہ کے وقت ودیعت میں تھا اور مستودع اس میں رہتا تھا تو عقد ہبہ سے نابالغ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس حکم میں صدقہ بھی مثل ہبہ کے ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

بارھواں باب:

صدقہ کے بیان میں

صدقہ منقسم و غیر منقسم کا بیان ☆

صدقہ منقسم[1] و غیر منقسم کا مثل ہبہ کے ہے اور اس میں بھی مثل ہبہ کے قبضہ کی ضرورت ہے لیکن فرق یہ ہے کہ صدقہ جب پورا ہو جائے تو پھر رجوع نہیں کر سکتا ہے خواہ کسی غنی کو صدقہ دیا ہو یا فقیر کو اور ہمارے بعضے اصحابؒ نے فرمایا کہ غنی کو صدقہ دینا مثل ہبہ کے ہے یہ مبسوط میں ہے و فی بعض نسخ المحیط۔ اگر کسی شخص کو ایک گھر صدقہ دیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے خواہ متصدق علیہ غنی ہو یا فقیر ہو یہ مضمرات میں ہے اگر صدقہ کی نیت سے کسی کو ایک کپڑا دیا اس نے یہ گمان کر کے کہ یہ ہبہ یا عاریت ہے لے لیا اور پھر دینے والے کو واپس کیا تو دینے والے کو لے لینا حلال نہیں ہے کیونکہ جب دوسرے نے اس پر قبضہ کیا تب ہی اس کی ملک سے وہ کپڑا نکل چکا اور اگر لے لیا تو اس پر واپس کر دینا واجب ہے یہ سراج الوہاج میں ہے ہبہ صحیح نہیں ہوتا ہے جب تک کہ زبان سے قبول نہ کرے اور استحساناً صدقہ بدوں زبان سے قبول کرنے کے صحیح ہوتا ہے کیونکہ ہر زمانہ میں ایسی عادت جاری تھی کہ فقیروں کو صدقہ دیتے تھے بدوں اس کے کہ

---

1. قولہ منقسم یعنی جو چیز اس طرح تقسیم ہو سکتی ہو کہ بعد تقسیم کے بھی اس سے وہ نفع ملنا ممکن ہو جو بٹوارے سے پہلے تھا و غیر منقسم اس کے برخلاف ہے۔

ان کی طرف سے زبانی قبول پایا جائے یہ قنیہ میں ہے اور صدقہ فاسد مثل ہبہ فاسد کے ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر دو غنی آدمیوں کو صدقہ دیا تو ایک روایت میں امام اعظمؒ سے جائز ہے اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور اگر دو فقیروں کو صدقہ دیا تو بالاجماع جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے اگر چاندی گداختہ کا ایک ٹکڑا دو فقیروں کو صدقہ دیا تو بالاتفاق جائز ہے یہ تہذیب میں ہے ایک شخص نے مسکینوں کو کچھ ہبہ کر کے ان کو دے دیا تو استحساناً رجوع نہیں کرے گا اور قیاساً رجوع کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر سائل یا محتاج کو بطور حاجت کے کچھ عطا کیا اور صریح صدقہ ہونا بیان نہ کیا تو استحساناً رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ایک شخص کے ہاتھ میں درہم تھے اس نے کہا کہ للّٰہ علی ان اتصدق بھذہ الدراھم یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر رکھتا ہوں کہ میں ان درہموں کو صدقہ کر دوں پھر اس شخص نے ان کے سوائے دوسرے درہم صدقہ کر دیئے تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر اس نے صدقہ نہ کئے یہاں تک کہ سب تلف ہو گئے تو اس پر کچھ صدقہ کرنا لازم نہ آئے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

فتاویٰ میں ہے کہ ابن سلمہؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کو صدقہ دیا اور وہ تنگدست تھی مگر شوہر اس کا مالدار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس کا شوہر خوش گزراں سے اس کو نفقہ دیتا ہے تو وہ عورت اپنے شوہر کے غنا کے سبب غنی گنی جائے گی یہ حاوی میں ہے منتقی میں امام محمدؒ سے بروایت ابراہیم مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ صدقہ دے کر سپرد کیا پھر اس سے صدقہ کا اقالہ کرنا چاہا اس نے اقالہ کر دیا تو جب تک اس پر قبضہ نہ کرے جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مستقل[1] ہبہ ہے اور اگر بجائے صدقہ کے اس صورت میں کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر ایسے عقار میں جس کو قاضی نے فسخ نہیں کر دیا ہے اس میں خصومت کا یہی حکم ہے اور ہر ایسے عقد میں جس کو قاضی نے فسخ کر دیا ہے مثلاً ہبہ ہے اور اس میں خصومت کی اور موہوب لہ نے اقالہ کر دیا تو واہب کا مال ہے اگرچہ قبضہ نہ کیا ہو اور جاننا چاہئے کہ صدقہ کا عقد قابل اقالہ و فسخ کے نہیں ہوتا ہے پس صدقہ کا اقالہ کرنا ازسرنو تملیک و ابتدائی ہبہ قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر دونوں نے باہم صدقہ کا اقالہ کر لیا اور متصدق کے قبضہ کرنے سے پہلے متصدق علیہ مر گیا تو اقالہ باطل ہے اور اگر ہبہ میں ایسا ہوتا تو مناقضہ جائز ہوتا یہ بحر الرائق میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک گھر اس شرط سے دیا کہ نصف صدقہ ہے اور نصف ہبہ ہے تو اس کے قبضہ کرنے کے بعد ہی اس کو نصف ہبہ سے رجوع کا اختیار ہے کیونکہ ہر عقد نصف علیحدہ سے متعلق ہے اور عدم انقسام مانع رجوع نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک گھر ایک عورت کو اور جو اس کے پیٹ میں ہے اس کو صدقہ دیا حالانکہ وہ عورت حاملہ ہے تو کچھ صدقہ جائز نہیں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تجھے اور اپنے غلام کو یا تجھے اور اپنے آپ کو میں نے یہ دار صدقہ دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ تجھے اور جو شخص اس بیت میں موجود ہے اس کو صدقہ دیا حالانکہ اس بیت میں کوئی بھی نہ تھا تو یہ صورت بمنزلہ اس صورت کے ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ گھر اپنی تینوں اولاد نابالغوں کو صدقہ دیا اور اس کا گمان ہے کہ وہ سب زندہ موجود ہیں حالانکہ ان میں سے بعض مر گئے اور اس کو علم نہ تھا تو یہ صدقہ باطل ہے اور اگر اس نے اس طرح صدقہ کیا حالانکہ جو اولاد ان میں مری ہے اس کو وہ جانتا ہے تو اس صورت میں صدقہ جائز ہوگا اور جو زندہ موجود ہے سب اسی کو ملے گا اور اس میں اشارہ ہے کہ ایجاب اگر ایک ایسے شخص کے واسطے واقع ہو جو بوجہ من الوجوہ[2] مالک ہوتا ہے تو ایجاب بتمامہ اسی کے واسطے ہوگا اور اس صورت میں شیوع بالکل ثابت نہ ہوگا پس ایجاب

---

[1] قولہ مستقل یعنی جس کو صدقہ دیا تھا اس نے ازسرنو اس کو ہبہ لیا اس واسطے کہ صدقہ سے رجوع کرنا باطل ہے اور یہی اشارہ ہے کہ اس نے اپنی رضامندی سے صدقہ دینے والے کو ہبہ کرنا چاہا۔ [2] قولہ بوجہ من الوجوہ یعنی کسی وجہ سے مالک ہو سکتا ہے معنی یہ کہ جب باپ جانتا تھا تو جو اولاد باقی ہے وہی مالک ہونے کی لیاقت رکھتی ہے تو جب مردوں کے لئے حصہ نہ ہوا تو شیوع بھی نہ ہوا۔

جائز ہو جائے گا اور اگر ایجاب دو شخصوں کے واسطے واقع ہوا اور دونوں میں سے ہر ایک ایسا ہو کہ بوجہ من الوجوہ مالک ہوتا ہے تو ایجاب دونوں کے حق میں ہوگا اور اس وقت شیوع احد الجانبین سے ثابت ہو جائے گا پس جس مجتہد کے نزدیک احد الجانبین سے شیوع کا متحقق ہونا مانع ہوتا ہے اس کے نزدیک جواز ایجاب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص کو صدقہ دیا اور سپرد کر دیا پھر متصدق علیہ مر گیا اور جس نے صدقہ دیا ہے وہی اس کا وارث ہوا اس نے یہ صدقہ میراث میں پایا تو اس کو لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اپنے اس دار کا کرایہ وغیرہ حاصلات مسکینوں پر صدقہ کر دیا یا کہا کہ میرا گھر مسکینوں پر صدقہ ہے تو جب تک وہ زندہ ہے صدقہ کر دینے کا حکم اس کو کیا جائے گا اور اگر صدقہ نافذ کئے جانے سے پہلے وہ مر گیا تو دار و کرایہ حاصلات اس کی میراث ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ جس چیز کا میں مالک ہوں یا سب وہ چیزیں جس کا میں مالک ہوں مسکینوں پر صدقہ ہے تو اس پر واجب ہے کہ سب کچھ جو اس کی ملک میں ہے صدقہ کر دے ☆

اگر وہ زندہ رہا اور اس نے دار کی قیمت صدقہ کر دی تو کافی ہے یعنی حق واجب سے ادا ہو گیا یہ مبسوط میں ہے اگر کسی نے کہا کہ میرا مال یا جس کا میں مالک ہوں مسکینوں پر صدقہ ہے تو یہ مال زکوٰۃ پر رکھا جائے گا اور اس میں ہر جنس جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی سوائم[1] و نقود و عروض و تجارات سب داخل ہو جائیں گی خواہ بقدر نصاب زکوٰۃ پہنچی ہوں یا نہ ہوں اور خواہ اس شخص پر اس قدر قرضہ ہو کہ تمام مال کو گھیرے ہوئے ہے یا قرضہ نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایسی اراضی جن میں عشر لیا جاتا ہے وہ بھی داخل ہوں گی اور امام محمدؒ کے نزدیک داخل نہ ہوں گی اور خراجی زمینیں داخل نہ ہوں گی اور خدمت کے رقیق یعنی مملوک خواہ غلام ہوں یا باندیاں اور عقار اور اثاث البیت اور پہننے کے کپڑے اور استعمال کے اوزار و ہتھیار اور ایسی ہی چیزیں جو اموال زکوٰۃ میں سے نہیں ہیں داخل نہ ہوں گی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر اس نے یوں کہا کہ جس چیز کا میں مالک ہوں یا سب وہ چیزیں جس کا میں مالک ہوں مسکینوں پر صدقہ ہے تو اس پر واجب ہے کہ سب کچھ جو اس کی ملک میں ہے صدقہ کر دے یہ قیاس و استحسان دونوں طرح سے حکم ہے اور صرف قیاس و استحسان اس کے اس قول میں ہے کہ میرا مال صدقہ ہے یا میرا تمام مال صدقہ ہے اور صحیح حکم وہی پہلا ہے کیونکہ ان دونوں قولوں کا استعمال ایک ہی طرح پر ہوتا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اس سب مال میں سے اپنے روزینہ کے قدر خوراک رکھ لے پھر جب اس کے بعد کچھ مال اس کے ہاتھ آئے تو جس قدر اس نے رکھ لیا ہے وہ بھی صدقہ کر دے اور کتاب میں جس قدر رکھ لے اس کی مقدار اس وجہ سے بیان نہ کی کہ یہ اعتبار عیال کی کمی و زیادتی کے مختلف ہے اور بعض نے کہا کہ اگر پیشہ ور ہے تو ایک روز کا قوت رکھ لے اور اگر کرایہ و اجارہ سے اس کو ملتا ہے تو ایک مہینہ کے قدر روزینہ رکھ لے اور اگر زمیندار ہے تو ایک سال تک کا روزینہ رکھ لے یہ مبسوط میں ہے۔

اجناس میں ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے حالانکہ اس کے دراہم بھی لوگوں پر آتے ہیں تو ان درہموں کا صدقہ کرنا لازم نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے اور اس کے قرضہ لوگوں پر ہیں تو اس میں داخل ہو جائیں گے اور اگر قسم کھائی کہ جس چیز کا مالک ہے سب صدقہ کرے تو یہ سب اور مسکین و خادم و کپڑے و اثاث البیت سب داخل ہوں گے یہ ینابیع میں ہے اور اگر یوں کہا کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے اگر میں ایسا کام کروں پھر اس نے وہ کام کیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اموال تجارت و درہم و دینار داخل ہوں گے یعنی یہ

[1] قولہ سوائم چرائی جانور جو مباح جنگل میں رہتے ہیں نقود روپیہ و اشرفی عروض اسباب تجارت۔

سب تصدق کرے اور جو کچھ لوگوں پر قرضہ ہے وہ داخل نہ ہوگا یہ ملتقط میں ہے جُندیؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ للہ علی ان اھدی جمیع مالی او جمیع ملکی یعنی اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ میں اپنا مال یا تمام ملک ہدیہ کروں یعنی اس طور سے کہہ کر اپنے اوپر نذر لازم کرلی تو وقت نذر کے جن چیزوں کا مالک ہے سب ہدیہ کرنا واجب ہے مگر اس میں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے پھر جب اس کو کچھ مال ہاتھ آئے تو جس قدر رکھا ہے اس کے مثل ہدیہ کردے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ للہ علی ان اتصدق بھذا الثوب یعنی میں اللہ تعالیٰ کے واسطے نذر کرتا ہوں کہ یہ کپڑا صدقہ کروں تو اس کو اختیار ہے کہ اس کی قیمت صدقہ کردے اور کپڑے کو رہنے دے اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ فروخت کرکے اس کا ثمن صدقہ کردے ایسا ہی خلفؒ وفقیہ سے منقول ہے اسی طرح اگر اس کپڑے کے صدقہ کرنے کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یعنی وارث اس کی[1] قیمت یا ثمن صدقہ کردے یہ ملتقط میں ہے ہلال بن یحییٰؒ نے اپنی کتاب الوقف میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری زمین مسکینوں پر صدقہ ہے تو صدقہ نہ ہوجائے گی کیونکہ مجہول ہے اور اگر یوں کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا حالانکہ اس کے حدود بیان نہ کئے تو صدقہ ہوجائے گی کیونکہ اشارہ سے زمین معلوم ہوگئی اسی طرح اگر اس کے حدود بیان کردے حالانکہ اشارہ نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور وہ حدود کے بیان کرنے سے معلوم ہوگئی تو یہ صدقہ تملیک ہوگا نہ صدقہ وقف یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دس درہم دیئے اور کہا کہ یہ درہم فلاں فقیر کو صدقہ دے دے اس نے یہ درہم رکھ لئے اور اپنے پاس سے درہم صدقہ دے دیئے تو قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ بالاتفاق ضامن[2] ہوگا ایک شخص نے دوسرے کو دس درہم یا سو من گیہوں دیئے اور کہا کہ فلاں فقیر کو دے دے تو حاوی میں لکھا ہے کہ ضامن ہوگا اور امامؒ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اصل مالک کی غرض خداوند تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنا تھی وہ کسی فقیر کے دینے سے حاصل ہوگئی تو یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک محتاج کے پاس کچھ درہم ہیں تو اس کو اپنے نفس کے واسطے صرف کرتا دوسرے فقیروں کے صدقہ دینے سے افضل ہے اور اگر اس نے اپنی ذات پر ان کو مقدم رکھا تو یہ افضل ہے بشرطیکہ اپنے دل میں جانتا ہو کہ شدت وسختی کے وقت اچھی طرح صبر کرسکوں گا اور اگر اپنی ذات سے بے صبری کا خوف ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے یہ ملتقط میں ہے بعض مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ جھوٹے منہ الحاح کرکے آدمیوں سے مانگتے ہیں اور اسراف میں خرچ کرتے ہیں ان کا دینا کیسا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ جب تک تجھے یہ نہ ظاہر ہو کہ یہ شخص معصیت میں خرچ کرتا ہے یا غنی ہے تب تک اس کو دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور تجھے اپنی نیت کے موافق کہ اس کی احتیاج دور کرنی چاہتا ہے اجر او ثواب ملے گا یہ حاوی میں لکھا ہے۔

لڑکے نے اگر باپ کی اجازت سے اپنا مال صدقہ کردیا تو جائز نہیں[3] ہے یہ سراجیہ میں ہے منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور معلیٰ نے ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ جائز ہے پس امام ابو یوسفؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہوگئیں یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس نے اپنے

---

[1] قولہ قیمت یعنی جو نرخ بازار ہو اور چاہے فروخت کرے تو جس قدر دام کو بکے وہی صدقہ کرے اگرچہ قیمت سے کم ہوں۔ [2] ضامن کیونکہ یہ درہم امانت کے متعین تھے تو اپنے مال سے صدقہ دیا اور دینے والے کے درہموں کا ضامن ہوگیا حتیٰ کہ اگر زکوٰۃ کے ہوں تو اس کی نہ ہوگی۔ [3] قولہ نہیں اس واسطے کہ محض ضرر ہے اور ایسے خیرات کی لیاقت نہیں رکھتا ہے۔

نابالغ بیٹے کوصدقہ دیا اور یہ نہ کہا کہ میں نے اس کی طرف سے اس پر قبضہ کیا پھر وہ دار اپنے قبضہ سے نکالا اور نابالغ بعد بلوغ پہنچا اس نے باپ کے قول پر گواہ قائم کئے تو گھر اسی کو ملے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے غلام کا ثمن محتاجوں کوصدقہ دے دینا غلام کے آزاد کردینے سے افضل ہے یہ سراجیہ میں ہے اگر کسی شخص نے میت کے نام صدقہ دیا یا اس کے حق میں دعائے خیر کی تو میت کوثواب پہنچتا ہے اور اگر اپنے کار خیر کا ثواب کسی شخص مومن کو دے دیا تو جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے ایک شخص نے پیسہ کے دھوکے میں طازجہ[1] کسی فقیر کوصدقہ دے دیا تو ظاہر واپس نہیں لے سکتا ہے اور قاضی عبدالجبار نے کہا کہ اگر اس نے یوں کہا کہ میں نے تجھے پیسہ کا مالک کر دیا تو طازجہ ظاہر ہونے پر واپس لے سکتا ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اس کا مالک کر دیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور سیف السائلی نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں واپس نہیں لے سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے ایک شخص نے تھیلی یا جیب میں سے درہم نکالے تاکہ کسی مسکین کو دے دے پھر اس کے خیال میں دینے کی رائے نہ ٹھہری تو حکم ظاہری کے بموجب اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اگر کوئی باندی صدقہ کی اور سپرد کر دی حالانکہ اس پر کپڑا و زیور تھا تو جائز ہے اور کپڑا و زیور اس شخص کا ہوگا جس نے صدقہ دیا ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو منفعت تیرے مال سے مجھے پہنچے اس کو میں اپنے اوپر لازم کرتا ہوں کہ صدقہ کر دوں پس اگر اس نے کوئی شے اس شخص کو ہبہ کی تو اس پر اس کا صدقہ کر دینا واجب ہے اور اگر اس نے اپنے اناج میں سے کھانے کی اس کو اجازت دے دی تو اس کوصدقہ کر دینا حلال نہیں ہے اس اناج میں سے اس کو فقط کھانا حلال ہے یہ حاوی میں ہے حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص شکستہ درہم کسی مسکین کے پاس لے گیا اور اس کو نہ پایا تو رکھ چھوڑے یہاں تک کہ کوئی دوسرا آئے اس کو دے دے اور اگر ان کو خرچ کر دیا تو اس کے مثل دے دے اور ابراہیم نخعیؒ سے اس کے مثل مروی ہے اور عامر شعبیؒ نے فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کہ چاہے دے دے یا نہ دے کہ صدقہ بدوں قبضہ کے جائز نہیں[2] ہو جاتا ہے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے صدقہ نکالا اس کو اختیار ہے چاہے ارادہ پورا کرے کہ دے دے یا نہ دے اور عطاءؒ سے بھی اسی کے مثل مروی ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے کہا کہ یہی حکم لیا گیا یہ محیط میں ہے مسجد میں سوال کرنے والے کوصدقہ دینے میں اختلاف ہے مشائخ نے فرمایا کہ جس مسجد میں جماعت ہوتی ہے اس کے سائل کوصدقہ نہ دینا چاہئے کیونکہ لوگوں کی ایذا رسانی پر اعانت[3] ہے اور خلف بن ایوب نے کہا کہ اگر میں قاضی ہوتا تو جو شخص مسجد کے سائل کوصدقہ دیتا ہے اس کی گواہی قبول نہ کرتا اور شیخ ابوبکر بن اسمٰعیل الزاہدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسے سائل کو جو پیسہ دیا جائے تو ستر پیسوں کا محتاج ہے کہ جب یہ ستر پیسے دیئے جائیں تو اس پیسہ دینے کا کفارہ ادا ہو مگر ہاں مسجد میں داخل ہونے سے پہلے یا نکلنے کے بعد صدقہ دے دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور تجنیس ناصری میں ہے کہ اگر سائل نے اس طرح سوال کیا کہ بحق اللہ تعالیٰ یا بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ دے تو ظاہر حکم میں اس پر کچھ دینا واجب نہ ہوگا لیکن مودت و مروت کی راہ سے دینا اس کا بہت بہتر ہے اور امام عبداللہ بن المبارکؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ سائل اللہ تعالیٰ کے واسطے سوال کرے اور نہ دیا جائے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ طازجہ درہم کی قسم ہے لیکن جب صدقہ کے قصد سے دے چکا تو ظاہر یہ ہے کہ واپس نہ لے۔ [2] نہیں ہو جاتا یعنی فقط نیت سے وہ صدقہ نہیں ہو گیا جب تک فقیر کے ہاتھ میں نہ دے۔ [3] اعانت اس واسطے کہ جب ایک نے دیا تو خواہ مخواہ وہ ہر ایک کو سوال کر کے پریشان کرے گا اور ظلم کی مدد کرنا بھی حرام ہے۔

کتاب الاجارہ

اس کتاب میں بتیس ابواب ہیں

باب اوّل:

اجارہ کی تفسیر واس کے رکن' الفاظ' شرائط' اقسام' حکم واجارہ کے انعقاد کی کیفیت و صفت کے بیان میں

منافع پر بمقابلہ عوض کے عقد کرنے کو شرعاً اجارہ کہتے ہیں یہ ہدایہ میں ہے اور جو الفاظ عقد اجارہ کے واسطے موضوع ہیں ان کے ساتھ ایجاب قبول ہوتا یہی اجارہ کے رکن ہیں اور ان الفاظ کا بیان یہ ہے کہ اجارہ فقط ایسے دو لفظوں سے منعقد ہوتا ہے جن سے زمانہ ماضی کی تعبیر ہو مثلاً ایک شخص کہے کہ میں نے یہ دار اجارہ پر دیا اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا یا اجارہ پر لیا اور ایسے دو لفظوں سے منعقد نہیں ہوتا ہے جن میں سے ایک لفظ مستقبل پر دلالت کرے مثلاً ایک شخص کہے کہ مجھے اجارہ پر دے دے اور دوسرا کہے کہ میں نے دے دیا کذا فی النہایہ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلح میں ذکر کیا ہے کہ اجارہ بلفظ ہبہ و صلح بھی منعقد ہوتا ہے شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ اجارہ بلفظ اعارہ بھی منعقد ہوتا ہے اور اگر اپنے دار سے نفع اٹھانا ایک ماہ تک بعوض دس درہم کے ہبہ کیا یا کوئی مال عین ایک ماہ تک بعوض دس درہم کے عاریت دیا تو ابوطاہر دباس نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ استیفاء منفعت سے پہلے اس کے ذمہ لازم نہ ہو جائے گا اور بعد استیفاء منفعت کے اجارہ اعتبار کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اگر کہا کہ میرا یہ گھر تیرے واسطے اجارہ ہے ہر مہینہ ایک درہم پر یا کہا کہ اجارہ ہبہ ہے تو دونوں صورتوں میں اجارہ ہے اور کتاب میں یہ مذکور نہیں کہ آیا یہ اجارہ لازم ہوگا یا نہیں پس خصافؒ نے فرمایا کہ اجارہ لازمہ نہ ہوگا حتیٰ کہ ہر ایک کو دونوں میں سے اختیار ہوگا کہ قبضہ سے پہلے رجوع کر لے اور ہر ایک دونوں میں سے قبل قبضہ کے فسخ عقد کر سکتا ہے اور اگر سکونت اختیار کی تو اس پر اجر المثل واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔

لفظ بیع کے ساتھ اجارہ کے منعقد ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے ☆

اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے اس گھر سے ایک مہینہ تک نفع اٹھانے کا بعوض دس درہم کے مالک کر دیا تو یہ اجارہ جائز ہے اور اگر کہا کہ اجرتک منفعۃ ہذہ الدار شہرا بکذا یعنی میں نے تجھے اس دار کی منفعت ایک مہینہ تک بعوض دس درہم کے اجارہ پر دی تو اصح قول کے موافق جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے کتاب الصلح میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک دار کے ٹکڑے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اس سے اس دار کے ایک بیت میں دس برس تک رہنے پر صلح کی تو جائز ہے پھر اگر مدعی نے یہ بیت اسی شخص کو جس سے صلح کی ہے کرایہ پر دے دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مدعی نے یہ سکنی[1] کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ سکنی کی بیع اس وجہ سے جائز نہ ہوئی کہ میعاد

---

[1] سکنی یعنی حق سکونت کیونکہ منافع کا بالفعل وجود نہیں ہے تو مراد اجارہ ہے لیکن عدم جواز کا حکم دیا گیا ہے۔

بیان نہیں کی تھی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بیع سکنی جائز نہیں ہوتی ہے اگرچہ اس میں میعاد بیان ہو یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اس دار کی منفعت تیرے ہاتھ ہر مہینہ دس درہم کے عوض فروخت کی یا اسی مہینہ بھر دس درہم کو بیچی تو عیون میں لکھا ہے کہ یہ اجارہ فاسد ہے یہ نہایہ میں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ لفظ بیع کے ساتھ اجارہ کے منعقد ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اظہر یہ ہے کہ اگر مدت معلومہ بیان ہو تو منعقد ہو جاتا ہے یہ غیاثیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے اس غلام کی خدمت دس درہم ماہواری کو خریدی تو یہ اجارہ فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام تجھے دیا کہ ایک سال تک بعوض پچاس درہم کے تیری خدمت کرے گا تو جائز ہے اور اجارہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور عقد اجارہ بتعاطی[1] منعقد ہو جاتا ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ امام محمدؒ نے کتاب الاصل کے اجارات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کچھ دیگیں غیر معین کرایہ پر لیں تو جائز نہیں ہے کیونکہ دیگیں باہم متفاوت ہوتی ہیں کوئی چھوٹی کوئی بڑی ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص کچھ دیگیں سامنے لایا اور مستاجر نے پہلے[2] کرایہ پر ان کو قبول کر لیا تو جائز ہے اور یہ از سر نو باہم بالتعاطی اجارہ منعقد ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے اور اجارہ طویلہ بتعاطی منعقد نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کہنے سے کہ یمن گردکردی میرے پاس تو نے گردکردی دوسرے نے کہا کہ کردم یعنی میں نے کی اگرچہ دونوں کی مراد اس سے اجارہ کیوں[3] نہ ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور تیمیہ میں ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سوال کیا کہ ایک شخص کشتی میں جا بیٹھا ہے یا پچھنے لگواتا ہے یا حمام چلا جاتا ہے یا سقایہ سے پانی پی لیتا ہے پھر اجرت اور پانی کے دام دے دیتا ہے تو فرمایا کہ استحساناً جائز ہے اور اس سے پہلے عقد ٹھہرا لینے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ دار ایک دینار سالانہ پر ہے آیا تو راضی ہوا اس نے کہا ہاں پھر کنجی اس کو دے دی تو یہ اجارہ ہے اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بعوض تیرے گھر کے ایک سال تک نفع اٹھانے کے تیرے ہاتھ فروخت کیا اس نے قبول کیا تو یہ اجارہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔

ایک سے ہبہ کی بابت وعدہ کرنا اور دوسرے کو اجارہ پر دے دے تو کیا صورت ہوگی؟

ایک شخص قبالہ نویس کے پاس کرایہ نامہ کسی اپنی شے محدود کا جو باجارہ طویلہ ایک ساتھی[4] شخص کو دی ہے لکھوانے گیا اور اس چیز کے حدود اور مال اجارہ بیان کر دیا اور کرایہ نامہ لکھنے کا حکم دیا اور آخر ہر سال فسخ عقد کا وقت بیان کیا اس نے کرایہ پر دینے والے اور لینے والے دونوں کے سامنے لکھ دیا اور حاضرین نے گواہی کر دی لیکن اس سے زیادہ دونوں میں کچھ معاملہ نہیں جاری ہوا تو دونوں میں اجارہ منعقد نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اجارہ دینے کو کسی مستقبل وقت کی جانب نسبت کیا مثلاً کہا کہ کل کے روز تجھے میں نے یہ دار کرایہ پر دیا یا ایسا ہی کوئی وقت مستقبل بیان کیا تو یہ جائز ہے پھر اگر اس وقت کے آنے سے پہلے اجارہ کو توڑ دینا چاہا تو امام محمدؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نہیں توڑ سکتا ہے اور انہیں سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ توڑ سکتا ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا یہ ٹٹو کل کے روز ایک درہم کرایہ پر دیا پھر آج ہی اس کو دوسرے شخص کے ہاتھ تین دن تک کے واسطے کرایہ پر دے دیا پھر جب کل کا روز ہوا تو پہلے مستاجر نے دوسرے اجارہ کو توڑ دینا چاہا تو ہمارے اصحاب سے اس میں دو روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں تو ڑسکتا ہے اور اسی کو شیخ نصیرؒ نے لیا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ نہیں توڑ سکتا ہے اور اس کو فقیہ ابو جعفرؒ ابو اللیثؒ اور شمس الائمہ حلوائی نے لیا ہے اور یہی عیسیٰ بن ابان کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ جو اجارہ زمانہ مستقبل کی

[1] قولہ تبعاطی یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین سے بدوں زبانی کلام کے۔ [2] پہلے کرایہ اول عقد اجارہ پر جو اجرت ٹھہری۔ [3] کیوں نہ ہو یعنی اگرچہ اجارہ ہی مراد ہو۔ [4] یعنی وہ شخص ساتھ تھا۔

طرف مضاف ہو وہ میرے نزدیک وقت سے پہلے لازم ہوتا ہے پس دوسرا اجارہ پہلے کے حق میں کچھ مضر نہیں ہو سکتا ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ پہلا اجارہ آئندہ وقت کی طرف مضاف ہو پھر فی الحال اس نے دوسرے کے ہاتھ اجارہ دے دیا ہو اور اگر پہلا اجارہ آئندہ وقت کی طرف مضاف ہو اور فی الحال اس نے فروخت کر دیا تو منتقی میں مذکور ہے کہ اس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ وقت اجارہ سے پہلے اس کو فروخت کا اختیار نہیں ہے اور دوسری میں آیا ہے کہ اجارہ کے وقت آنے سے پہلے اگر اس نے شے فروخت کر دی تو اس کا فعل جائز ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ بیع جنا فذ ہو جائے گی اور اجارہ[1] مضاف باطل ہو جائے گا اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی نے اختیار کیا ہے اور جب بیع نافذ ہونا مفتی بہ ٹھہرا پھر اگر اجارہ کے وقت آنے سے پہلے بسبب عیب کے بحکم قاضی اس کو واپس دی گئی یا ہبہ سے اس نے رجوع کر لیا تو اجارہ بحالہ باقی رہے گا اور اگر از سر نو کسی وجہ سے اس کی ملک میں آ گئی تو اجارہ عود نہ کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فتاویٰ ابو اللیثؒ میں لکھا ہے کہ اگر کسی دوسرے سے کہا کہ جب شروع مہینہ آئے تو میں نے تجھے یہ دار کرایہ پر دیا جب کل کا روز آئے تو میں نے تجھے یہ دار کرایہ پر دیا تو اجارہ جائز ہے اگر چہ اس میں تعلیق ہے کذا فی المحیط اور اسی پر فتویٰ ہے یہ قنیہ میں ہے شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ فسخ کو شروع مہینہ وغیرہ آئندہ اوقات کی طرف مضاف کرنا صحیح ہے لیکن فسخ عقد کو آئندہ وقت پر معلق کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً جب کل کا روز آئے تو اجارہ فسخ ہے اور فتویٰ اسی قول پر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے حر یعنی مرد آزاد نے اگر کہا کہ میں نے اپنے تئیں اس کام کے واسطے اس قدر درہم ماہواری پر فروخت کیا تو یہ اجارہ صحیح ہے یہ ظہیریہ و خلاصہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا کہ اس کو فروخت کرے اور اس شرط پر معلق کیا کہ جو کچھ اس قدر داموں سے بڑھتی[2] ہے وہ تیرا ہے تو فرمایا کہ یہ بطور اجارہ کے ہے اور ایسا اجارہ فاسد ہے اور اگر وہ کپڑا اس شخص کے ہاتھ میں ضائع ہو گیا تو ضامن ہو گا یہ محیط میں ہے اب واضح ہو کہ اجارہ کے شرائط چند قسم کے ہیں بعض شرائط انعقاد ہیں اور بعض شرط نفاذ ہیں اور بعض شرط صحت ہیں اور بعض شرط لزوم ہیں قال المترجم واضح ہو کہ اول اجارہ کا منعقد ہونا چاہئے اور جب منعقد ہو گیا تو عمل در آمد ہونے کے واسطے شروط ہیں وہ شروط نفاذ ہیں اور پھر اجارہ صحیح ہونے کے واسطے شروط ہیں اور بعد صحت کے لازم ہو جانے کے واسطے شروط ہیں اول شروط انعقاد بیان ہوتے ہیں از انجملہ عقل ہے پس مجنون یا نابالغ وبے عقل کا اجارہ منعقد نہ ہو گا اور بالغ ہونا ہمارے نزدیک نہ شروط انعقاد میں سے ہے نہ شروط نفاذ میں سے ہے حتیٰ کہ اگر سمجھدار لڑکے نابالغ نے اپنا مال یا جان اجارہ پر دی پس اگر اپنے ولی کی طرف سے ماذون ہے تو اجارہ نافذ ہو جائے گا اور اگر مجور ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا اسی طرح اگر لڑکے مجور نے اپنی جان اجارہ پر دی اور سپرد کی اور کام کیا اور کام کر کے سپرد کر دیا تو اجرت کا مستحق ہو گا اور یہ اجرت اسی کو ملے گی اور اسی طرح عاقد کا آزاد ہونا ہمارے نزدیک اجارہ کے انعقاد کی شرط نہیں ہے اور نہ نفاذ اجارہ کی شرط ہے پس مملوک نے اگر اجارہ کا عقد کیا تو نافذ ہو جائے گا بشرطیکہ وہ ماذون ہو اور اگر ماذون نہ ہو گا تو مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا اور جب اس نے اپنی ذات کے اجارہ سے یا مولیٰ کے مال اجارہ سے کام کر کے کام داخل کیا تو جو کچھ اجرت ٹھہری ہے وہ مستاجر کے ذمہ واجب ہو گی اور وہ مولیٰ کو ملے گی اور اگر لڑکا یا غلام مستاجر کے پاس مر گئے درحالیکہ اجارہ پر اس کا کام کرتے تھے اور اجازت نہ تھی تو مستاجر ضامن ہو گا کیونکہ بغیر اجازت ولی یا مولیٰ کے دونوں کو اپنے کام میں لانے کی وجہ سے غاصب ہو گیا ہے اور اجرت واجب نہ ہو گی اور اگر غلام یا لڑکے کو خطا سے قتل کیا تو اس کی مددگار برادری

---

[1] قولہ اجارہ مضاف اقول یہی اظہر ہے کیونکہ قبل وقت کے ہمارے اصول میں کچھ حکم نہیں ہوتا جیسے عورت سے کہا کہ جب فلاں تاریخ آئے تو تجھ پر تین طلاق ہیں پھر اس وقت سے پہلے بائن کر دیا تو وقت مذکور خالی جائے گا کیونکہ عورت اس وقت محل نہیں ہے۔ [2] بڑھتی یعنی یہی اجرت قرار دی تو فاسد ہے۔

پر دیت لڑکے کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی اور متاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور مکاتب کو اجارہ دینے اور لینے کا خود اختیار ہے اور عاقد کا خوشی سے عمداً اپنے نفع کے واسطے عاقد ہونا ہمارے نزدیک اس عقد کے انعقاد یا نفاذ کی شرط نہیں ہے لیکن صحت عقد کے واسطے شرط ہے اور عاقد کا مسلمان ہونا بالکل شرط نہیں ہے پس مسلمان و ذمی و حربی اور حربی مستامن کا اجارہ دینا و لینا جائز ہے لیکن اگر عاقد مذکر ہو تو اس کا مرتد[1] نہ ہونا امام اعظمؒ کے نزدیک شرط ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں کام کے واسطے اجارہ پر لیتا ہو وہ کام اجارہ لینے سے پہلے اجیر پر واجب یا قرض نہ ہو☆

صاحبینؒ کے نزدیک نہیں شرط ہے از انجملہ ملک و لایت چاہئے پس اگر کسی اجنبی نے اجارہ کا عقد کیا تو نافذ نہ ہوگا کیونکہ نہ ملکیت ہے اور نہ ولایت ہے لیکن ہمارے نزدیک اس کا انعقاد ہو کر مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا از انجملہ یہ شرط ہے کہ جس چیز پر عقد کیا گیا ہے یعنی منافع وہ قائم ہوں پس اگر کسی درمیانی اجنبی نے کوئی چیز اجرت پر دے دی پھر پوری منفعت حاصل کرنے کے بعد مالک نے اجازت دی تو اس کی اجازت جائز نہ ہوگی اور اجرت عاقد کو ملے گی کیونکہ منافع معقود علیہا معدوم ہو گئے اور وکیل کا اجارہ دینا نافذ ہوتا ہے کیونکہ اس کو ولایت حاصل ہے اسی طرح اگر باپ یا وصی یا قاضی یا امین قاضی نے نابالغ کا مال اجارہ دیا تو جائز و نافذ ہے کیونکہ شرع نے ان کو نائب مقرر کیا ہے اور باپ و وصی و دادا اور اس کے وصی کے سوائے دوسرے ذی رحم محرم کا ان لوگوں میں سے کسی کے ہوتے ہوئے اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے اور ان سب صورتوں میں اجارہ کی مدت گزرنے سے پہلے اگر لڑکا بالغ ہو گیا تو اس کو خیار ہوگا چاہے اجارہ تمام کر دے یا فسخ کر دے اور از انجملہ یہ ہے کہ حویلی وغیرہ کے اجارہ میں متاجر کے سپرد کر دینا شرط ہے جبکہ عقد مطلقاً ہو اس میں تعجیل وغیرہ کی شرط نہ ہو یہ ہمارا مذہب ہے حتیٰ کہ اگر اجارہ کی مدت گزر گئی اور ہنوز متاجر کے سپرد نہ کیا تو کرایہ کا استحقاق بالکل نہ ہوگا اور کچھ مدت گزری پھر سپرد کر دی تو بقدر مدت گزشتہ کے اجرت کم کر دی جائے گی از انجملہ یہ کہ عقد اجارہ میں شرط خیار نہ ہو اور اگر شرط خیار ہو تو مدت خیار تک اس کا نفاذ نہ ہوگا اور اب عقد صحیح ہونے کے شرائط بیان ہوتے ہیں از انجملہ دونوں متعاقدین کا راضی ہونا شرط ہے اور از انجملہ معقود علیہ یعنی منفعت ایسے طور سے معلوم ہونا چاہئے کہ جس میں جھگڑا نہ پڑے پس اگر معلوم نہ ہو بلکہ مجہول ہو اس طرح کہ جس سے جھگڑا نزاع پیدا ہو سکتا ہے تو عقد صحیح نہ ہوگا اور نہ صحیح ہوگا از انجملہ محل منفعت کو بیان کرنا شرط ہے حتیٰ کہ اگر یوں کہا کہ میں نے اپنے ان دونوں گھروں میں سے ایک گھر یا ان دونوں غلاموں میں سے ایک غلام تجھے اجرت پر دیا یا ایسے ہی چیزوں میں کیا تو صحیح نہیں از انجملہ گھروں و حویلیوں و دوکانوں و دودھ پلائی کی اجرت پر لینے میں مدت کا بیان کرنا شرط ہے اور حویلیوں وغیرہ میں یہ بیان کرنا کہ کس غرض سے لینا ہے شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی چیز کرایہ پر لی اور یہ بیان نہ کیا کہ میں اس میں کیا کام کرے گا تو جائز ہے لیکن زمین کے اجارہ میں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کس واسطے اجارہ پر لیتا ہے اور چوپایوں میں مدت و جگہ بیان کرنا چاہئے اور کس واسطے کرایہ لیا ہے آیا بوجھ لادے گا یا اس پر سوار ہوگا اور پیشہ ور[2] کے اجارہ لینے میں کام بیان کرنا چاہئے اور اسی طرح اجیر مشترک میں بھی جس چیز میں کام لے گا اس کو اشارہ و تعیین سے بیان کرنا چاہئے یا کپڑوں کی کندی سلائی میں جنس و نوع و مقدار و صفت بیان کرے اور چرواہے کے مزدور مقرر کرنے میں جنس و قدر یعنی گھوڑے ہیں یا گائے یا اونٹ یا بکریاں اور کس قدر ہیں تعداد بیان کرنا ضروری ہے۔

---

[1] مرتد نہ ہونا اقول یعنی جس نے عقد اجارہ ٹھہرایا اگر وہ عورت نہیں بلکہ مرد ہے تو شرط ہے کہ وہ مرتد نہ ہو جس کے تصرفات نافذ نہیں ہوتے ہیں بخلاف عورت کے۔ [2] قولہ پیشہ ور اقول بعض نسخ میں بجائے اس کے کھیت ہیں یعنی کھیتوں کی بٹائی ...... یعنی کھیت میں کام کرنا کس کے ذمہ ہے۔

اجیر خاص کے حق میں جس چیز میں کام لے گا اس کی جنس و نوع و قدر و صفت کا بیان کرنا شرط نہیں ہے صرف مدت کا بیان کرنا شرط ہے اور دودھ پلائی کے اجارہ پر مقرر کرنے میں مدت بیان کرنا جواز عقد کے واسطے شرط ہے چنانچہ غلام کی خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کرنے میں ایسا ہی ہے اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ اس چیز سے استیفاء منفعت حقیقۃً و شرعاً ممکن و مقدور ہو پس بھاگے ہوئے غلام کا اجارہ لینا نہیں جائز ہے اور معاصی کے واسطے اجارہ لینا نہیں جائز ہے کیونکہ ایسی منفعت کے واسطے اجارہ لیتا ہے کہ اس کا حاصل کرنا شرعاً قدرت سے باہر ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جس کام کے واسطے اجارہ پر لیتا ہے وہ کام اجارہ لینے سے پہلے اجیر پر واجب یا قرض نہ ہو پس اگر اجارہ لینے کے پہلے سے اس پر واجب ہو تو اجارہ صحیح نہ ہوگا از انجملہ یہ ہے کہ جس منفعت کے واسطے لیتا ہے وہ ایسی ہو کہ لوگوں کی عادت ہو کہ ایسی منفعت کے لئے قصد کر کے اجارہ پر لیتے ہوں اور لوگوں میں باہمی معاملہ جاری ہو پس کپڑے لٹکا کے سکھلانے کے واسطے درختوں کا اجارہ پر لینا جائز نہیں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ شے اجارہ دینے والے کے قبضہ میں ہو جبکہ وہ شے مال منقول میں سے ہو اور اگر اس کے قبضہ میں نہ ہو تو اسکا اجارہ دینا صحیح نہیں ہے از انجملہ یہ ہے کہ اجرت معلوم ہو از انجملہ یہ ہے کہ اجرت ایسی منفعت نہ ہو جو معقود علیہ کی جنس سے ہو جیسے خدمت کے عوض خدمت اور سکنی کے عوض سکنی کیونکہ اس صورت میں جس واسطے اجارہ لیا ہے ویسی ہی جنس کی منفعت عوض دی ہے۔

ہمارے نزدیک اجارہ مابین متعاقدین کے فی الحال منعقد ہوتا ہے اور حق حکم یعنی ملک میں موافق حدوث منفعت کے ساعت بساعت انعقاد ہوتا رہتا ہے ☆

از انجملہ یہ ہے کہ رکن میں ایسی کوئی شے شرط نہ ہو جس کو عقد ہبہ مقتضی نہیں اور نہ وہ ملایم[1] عقد ہے اب شرط لزوم کا بیان ہوتا ہے پس جو شرطیں اس عقد کے لازم ہو جانے کے واسطے ضروری ہیں از انجملہ یہ ہے کہ عقد اجارہ صحیح ہو اور از انجملہ یہ ہے کہ جو چیز اجارہ پر لی ہے اس میں عقد یا قبضہ کے وقت کوئی ایسا عیب نہ ہو کہ اس سے جو نفع مقصود ہے اس میں خلل پڑتا ہو اور اگر ایسا عیب ہوگا تو عقد اجارہ لازم نہ ہوگا اور از انجملہ یہ ہے کہ مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہے اس کو دیکھے اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ چیز جس کو اجارہ پر لیا ہے ایسے عیب کے پیدا ہو جانے سے جس سے انتفاع میں خلل پڑتا ہے سالم ہو اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب جس سے انتفاع مقصود نہیں حاصل کیا جا سکتا ہے پیدا ہو گیا تو عقد اجارہ لازمی نہ رہے گا اور از انجملہ یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والے اور اجارہ کی چیز میں کچھ عذر[2] پیدا نہ ہو حتیٰ کہ اگر ان دونوں میں سے کسی میں یا اجارہ کی چیز میں کچھ عذر پیدا ہو گیا تو عقد لازمی نہ رہے گا اور از انجملہ اجارہ کے غلام کی آزادی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا غلام ایک سال تک کے واسطے اجارہ پر دیا پھر جب چھ مہینہ گزرے تو اس کو آزاد کر دیا تو اس صورت میں اس کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے اجارہ پورا کر دے یا فسخ کر دے از انجملہ نابالغ لڑکے کا بالغ ہوتا ہے پس اگر کسی غلام لڑکے کو اس کے باپ یا وصی یا دادا یا اس کے وصی یا قاضی یا امین قاضی نے اجارہ پر دیا پھر وہ لڑکا بالغ ہوا تو اس کو خیار ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اب اجارہ کے اقسام کا بیان کیا جاتا ہے واضح ہو کہ اجارہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم اجارہ کی یہ ہے کہ اشیائے عین کے منافع پر اجارہ قرار دیا گیا جیسے گھروں و زمین و چوپاؤں وغیرہ کا اجارہ لینا کہ ان چیزوں کے نفع سے متعلق ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ جس کو اجارہ لیا ہے اس کے کام سے نفع مقصود ہو جیسے درزی و دھوبی وغیرہ پیشہ وروں کو اجارہ پر مقرر کرنا یہ محیط میں ہے۔ اب حکم اجارہ کا بیان ہے اجارہ کا حکم یہ ہے کہ ہر دو بدل میں ہر ہر ساعت ملک واقع ہوتی جاتی ہے مگر جب کہ اجرت کا فی الحال دے دینا قرار پائے تو اینا[3] نہیں ہے اور اجارہ کے انعقاد کی کیفیت یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اجارہ مابین متعاقدین کے فی الحال منعقد ہوتا ہے اور حق حکم یعنی ملک

---

[1] قولہ ملایم یعنی اجارہ کے لائق و مناسب نہیں ہے۔ [2] عذر... لیکن عذر وہ معتبر ہیں جن کو شرع نے مان لیا ہے۔ [3] قولہ ایسا نہیں بلکہ کل اجرت فی الحال مملوک ہو چکی اور اگر پیشگی نہ ہو تو موجر دم بدم اجرت کے جز کا اور مستاجر دم بدم مال کی منفعت کا مالک ہوتا رہتا ہے۔

میں موافق حدوث منفعت کے ساعت بساعت انعقاد ہوتا رہتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اجارہ کی صفت یہ ہے کہ اجارہ اگر اجارہ صحیحہ ہو اور خیار شرط وعیب ورویت سے خالی ہو تو عامہ علماء کے نزدیک اجارہ عقد لازم ہوتا ہے کذانی البدائع اور جو چیزیں بیع میں ثمن ہو سکتی ہیں جیسے نقود وکیلی ووزنی چیزیں وہ سب اجارہ میں اجرت ہو سکتی ہیں اور جو بیع میں ثمن نہیں ہو سکتی ہیں وہ بھی اجارہ میں اجرت ہو سکتی ہیں جیسے غلام وکپڑے وغیرہ کذانی الکافی اور اگر اجرت میں درہم یا دینار قرار پائے ہوں تو بیان مقدار ضرورت ہے اور جید وردی بیان کرنا ضروری ہے اور اگر شہر میں ایک ہی نقد رائج ہو تو اجارہ میں وہی نقد مراد لیا جائے گا اور وہ عقد اسی پر واقع قرار دیا جائے گا کذانی النہایہ اور اگر شہر میں نقود مختلفہ رائج ہوں اور سب یکساں چلتے ہوں اور کوئی دوسرے سے بڑھ کر نہ ہو تو عقد جائز ہوگا اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے جو نقد ادا کرے اگر چہ اس صورت میں اجرت مجہول ہے لیکن ایسی جہالت نہیں ہے جس سے نزاع پیدا ہو اور اگر سب نقود درواج میں یکساں ہوں اور بعض نقد دوسرے سے بڑھ کر ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر بعض نقد دوسرے سے زیادہ رائج ہو تو عقد جائز ہوگا اور جو نقد زیادہ چلتا ہے وہی اجارہ کا نقد قرار دیا جائے گا کیونکہ ایسا ہی عرف جاری ہے اگر چہ دوسرے نقود کو اس پر فضیلت ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اجرت میں کیلی یا وزنی یا عددی متقارب چیز قرار پائی تو مقدار و صفت بیان کرنا شرط ہے اور اگر اس شے کی بار برداری میں خرچہ پڑتا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک وفا کرنے کی جگہ بیان کرنا شرط ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط نہیں ہے اور جب اجرت کی چیز میں بار برداری کا خرچہ پڑتا ہو اور وفا کرنے کی جگہ بیان نہ کی تو امام کے قول پر اجارہ فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد نہ ہوگا اور جہاں زمین یا دار[1] ہے وہیں دے دے گا بار برداری کے بھاڑے میں جہاں واجب آئے یعنی جب کسی قدر مسافت طے کرے گا تو اس کا حصہ اجرت لے لے گا اور کام کے اجارہ میں جہاں اس کو کام پورا کر کے دے دے وہاں اجرت لے لے اور اگر اس جگہ کے سوا کہیں دوسری جگہ اجرت کا مطالبہ کیا تو وہاں مستاجر کو ادا کرنے کی تکلیف نہ دی جائے گی بلکہ طالب اس سے اپنی مضبوطی کر لے کہ جہاں ادا کرنے کی جگہ ہے وہاں ادا کرے گا اور اگر اجرت کی بار برداری وخرچہ نہ ہو تو جہاں چاہے لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

میعاد بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر میعاد بیان کر دی تو مثل ثمن بیع کے میعادی ہو جائے گی اور اگر اجرت میں عروض یا ثیاب قرار پائیں تو مقدار وصفت ومدت بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ چیزیں فقط مسلم کے طور سے ذمہ ثابت ہوتی ہیں پس سلم کے شرائط ان میں رعایت رکھنا شرط ہے اور اگر اجرت میں باندی غلام یا باقی حیوانات قرار پائے تو معین اور مشار الیہ ہونا شرط ہے اور اگر ان چیزوں سے نفع اٹھانا اجارت قرار پایا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر ان کی منفعت اس منفعت کی جنس کے خلاف ہے جس کے واسطے خود اس نے اجارہ لیا ہے مثلاً اس نے گھر کو رہنے کے واسطے اجارہ لیا اور اجرت یہ قرار دی کہ گھر کا مالک مستاجر کے جانور پر سوار ہوا کرے یا کھیتی کی زمین بعوض لباس پہننے کے اجارہ لے تو ایسا اجارہ جائز ہے اسی طرح اگر گھر کو بعوض خدمت غلام کے اجارہ لیا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی کی جنس سے ہے جس کے واسطے خود اجارہ لیا ہے مثلاً ایک گھر اجارہ لیا اور اجرت میں اپنے دوسرے گھر کو رہنے پر دیا یا کوئی سواری کا جانور اجارہ لیا اور اجرت میں اپنی سواری کے جانور کی سواری قرار دی تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ جنس میں نسیہ حرام ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے نوادر بشرؒ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اجرت میں پیسے ٹھہرے اور قبضہ سے پہلے وہ گراں یا ارزاں ہو گئے تو آجر کو یعنی اجرت پر دینے والے کو سوائے پیسوں کے کچھ نہ ملے گا اور اگر وہ فلوس کاسد ہو گئے تو اس کو

---

[1] جو کرایہ پر دیا ہے۔

معقود علیہ کی قیمت دینی واجب ہوگی اسی طرح ہر کیلی و وزنی چیز جو منقطع ہو جاتی ہے یعنی بازار میں اس کا آنا بند ہو جاتا ہے اگر اجرت قرار دی اور انقطاع سے پہلے دینا اس کی مدت قرار دی تو مثل فلوس کے اس کا بھی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی غلام کو ایک مہینہ خدمت کے واسطے اپنی باندی کی خدمت کے عوض اجارہ پر لیا تو فاسد ہے کیونکہ جنس خدمت متحد ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی نے بیل اجرت پر دیا اور گدھا اجرت میں لیا تو اختلاف جنس کے باعث جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ کھیتی روندنے کے واسطے باہم بیلوں بیلوں کا معاوضہ کرنا خیر نہیں ہے یعنی حرام ہے کیونکہ ہم جنس منفعتوں کا باہم معاوضہ ہوا پھر اگر ہم جنس مفعتوں کا باہم معاوضہ ہو گیا حتیٰ کہ عقد اجارہ فاسد ٹھہرا اگر اجرت پر دینے والے نے اس سے اپنا نفع بھرپور حاصل کر لیا تو ظاہر الروایہ کے موافق اس پر اجر المثل واجب ہوگا اور اگر ایک غلام خدمت کے واسطے دو شخصوں نے لیا اس نے ایک کی خدمت کی اور دوسرے کی نہ کی تو اس کو کچھ اجر نہ ملے گا اور ابوالحسن اپنے جامع میں فرمایا کہ اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک مملوک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ دوسرے کو اجارہ پر ایک مہینہ کے واسطے اس شرط سے سلائی میں دیا کہ وہ بھی اپنا حصہ میرے ساتھ ایک مہینہ کے واسطے مثلاً رنگریزی کے کام میں دے تو یہ امر ایک غلام میں جائز نہیں ہے اور اگر دو غلام ہوں اور دو کام مختلف قرار دے کر اس طور سے اجارہ میں لیا تو جائز ہے کذا فی المحیط۔

دوسرا باب:

اُجرت کب واجب ہوتی ہے اور اس کے متعلق ملک وغیرہ کے بیان میں

اجرت پر دینے والا نفس عقد سے مالک اجرت نہیں ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک نفس عقد پر اجرت کا تقسیم کر دینا واجب نہیں ہوتا ہے خواہ عین ہو یا دین ہو یہ کافی میں ہے ایسا ہی امام محمدؒ نے جامع میں لکھا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہی صحیح ہے کذا فی النہایہ پھر واضح ہو کہ اجرت کا استحقاق ان تین باتوں میں کسی بات کے پائے جانے سے ہوتا ہے یا تو تعجیل شرط ہو یا تعجیل کر کے ادا کر دے یا جس منفعت کے واسطے اجارہ لیا ہے وہ بھرپور حاصل کر لے پس جب ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات پائی گئی تو مواجر مالک اجرت ہو گیا یہ شرح طحاوی میں ہے اور جس طرح منفعت بھرپور حاصل کر لینے سے اجرت واجب ہو جاتی ہے اسی طرح حاصل کرنے کی قدرت پائے جانے سے بھی واجب ہوتی ہے بشرطیکہ اجارہ صحیح ہو مثلاً اگر کسی شخص نے کوئی دوکان یا گھر کسی مدت معلومہ تک کے واسطے کرایہ پر لیا حالانکہ اس میں اس مدت تک نہ رہا باوجودیکہ اس کو رہنے کا کوئی مانع نہ تھا وہ رہ سکتا تھا تو کرایہ واجب ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کوئی دار کرایہ پر دیا اور خالی کر کے سپرد کر دیا مگر ایک بیت اس میں سے سپرد نہ کیا کہ اس کو اپنے اسباب کے کام میں رکھا یا تمام دار سپرد کر دیا پھر ایک بیت اس کے ہاتھ سے نکال لیا تو اجرت میں سے بقدر حصہ بیت کے کم کر دی جائے گی اور مدت اجارہ تک جن منافع کے واسطے اجارہ لیا ہے اور جس جگہ کی طرف عقد مضاف کیا ہے وہاں ان منافع کے حاصل کرنے کی قدرت پانا شرط ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اس نے منافع حاصل کرنے کی بالکل قدرت نہ پائی یا جس کی طرف عقد مضاف ہے اس کے سوا دوسری جگہ حاصل کرنے کی قدرت پائی یا وہیں جہاں منافع حاصل کرنے کے واسطے عقد کو مضاف کیا ہے استیفاء منافع کی قدرت پائی مگر مدت گزرنے کے بعد یہ قدرت پائی تو اجرت واجب نہ ہوگی مثلاً اگر کسی شخص نے ایک روز کے واسطے ایک ٹٹو سواری کے لئے کرایہ لیا اور متاجر نے اس کو اپنے گھر میں باندھ لیا اور سوار نہ ہوا یہاں تک کہ وہ روز گزر گیا پس اگر اس نے شہر میں سوار ہونے کے لئے کرایہ لیا ہو

تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ جس مقام کی طرف عقد مضاف ہے وہاں منفعت حاصل کرنے کی قدرت اس نے پائی ہے اور اگر شہر سے باہر سواری کے واسطے کرایہ لیا تھا تو اجرت[1] واجب نہ ہوگی جبکہ اس نے شہر میں روک رکھا ہو اور اگر ٹٹو کو اس روز اسی مقام پر لے گیا اور سوار نہ ہوا تو اجرت واجب ہوگی اور اگر وہ دن گزر جانے کے بعد ٹٹو کو شہر کے باہر اس مقام پر لے گیا تو اجرت واجب نہ ہوگی اگرچہ جس مقام کی طرف عقد مضاف ہے وہاں منفعت حاصل کرنے کی قدرت پائی لیکن چونکہ وہ روز گزر گیا ہے اس واسطے اجرت واجب نہ ہوئی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مستاجر کے گھر میں درزی نے تھوڑا سا کپڑا سی دیا تو اس کے حساب سے اجرت واجب ہوگی ☆

اگر مستاجر نے کہا کہ تو منزل چھوڑ دے میں اس میں رہوں گا لیکن اس نے دروازہ کھول نہیں دیا تھا پھر مدت گزر جانے کے بعد مستاجر نے کہا کہ میں اس میں نہیں رہا پس اگر بلا مشقت کے مستاجر اس کا دروازہ کھول سکتا تھا تو اس پر اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور موجر کو اس طرح حجت لانے اور جھگڑا کرنے کا اختیار نہیں ہے کہ تو نے غلق کو کیوں نہ توڑ ڈالا پھر واضح ہو کہ اگر اجرت معجّل ٹھہری ہو تو اس کا مطالبہ کرے اور جائز ہے کہ اس کے حاصل کر لینے کے لئے گھر کو روک رکھے اور اگر معیادی ہے تو مطالبہ نہیں کر سکتا ہے جب تک میعاد نہ گزر رے اور اگر قسط وار ٹھہری ہے تو جب ایک قسط گزر رے تو واجب ہو جائے گی یعنی یہ قسط واجب ہوگی اور اگر موجر کے اجرت وصول کر لینے کے بعد اجارہ ٹوٹ گیا تو جس قدر منفعت مستاجر نے حاصل کی ہے اس قدر اجرت میں سے کاٹ کر باقی مستاجر کو واپس کر دے یہ وجیز کردری میں ہے زمین اور دار کے مالک کو ہر روز اپنے کرایہ طلب کرنے کا اختیار ہے اور دھوبی و نانبائی اور درزی کو کام سے فارغ ہونے کے بعد مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور اگر اس نے مستاجر کے گھر میں کام کیا حالانکہ کام سے فارغ نہ ہوا تو موافق تحریر صاحب ہدایہ وتجرید کے کچھ اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور مبسوط وشرح جامع صغیر فخر الاسلام وقاضی خان میں مذکور ہے کہ اگر مستاجر کے گھر میں درزی نے تھوڑا سا کپڑا سی دیا تو اس کے حساب سے اجرت واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے اگر کسی کو مزدور کیا کہ فلاں موضع تک یہ بوجھ اٹھا لے چلے پس جب وہ کچھ راستہ طے کر گیا تو اس نے اجرت طلب کی کہ جس قدر دور لایا ہے اس قدر کی اجرت دے دے تو ہو سکتا ہے اور مستاجر کو اس قدر اجرت دے دینا چاہئے لیکن حمال پر جبر کیا جائے گا کہ جہاں تک پہنچا دینے کی اس نے شرط کی ہے وہاں تک پہنچا دے اور جب وہاں تک پہنچا دیا تو پوری اجرت حاصل کرے گا اور اگر ایک جگہ سے بوجھ اٹھا کر دوسری جگہ پہنچا دینے کے واسطے حمال مقرر کیا اس نے تھوڑا سا بوجھ پہنچا کر اس قدر کی اجرت طلب کی تو ظاہر الروایۃ کے موافق مطالبہ روا ہے لیکن اس پر جبر کیا جائے گا کہ باقی بوجھ بھی پہنچا کر باقی اجرت لے لے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر مالک مکان کو تعجیل کر کے اجرت دے دی تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر اجرت میں مال عین ٹھہرا ہے اس کو مالک مکان کو عاریت یا ودیعت کے طور سے دیا تو مثل تعجیل کے ہے اور جو اجارہ ایسا ہو کہ زمانہ مستقبل کی جانب مضاف ہے اس میں تعجیل کی شرط لگانے سے اجرت کا مالک نہیں ہوتا ہے اور تعجیل کر کے مستاجر کے ادا کر دینے سے مالک ہو جاتا ہے یہ عابیہ میں ہے فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ سرکہ کا گھڑا اور دازہ عرج تک اٹھا لے چل اور یہ مزدوری دوں گا یعنی مزدوری کا شرط عوض ہونا اجارہ میں داخل ہے پھر وہ شخص اٹھا لایا اور دیکھا تو وہ شراب نکلی پس آیا اجرت واجب ہوگی تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ نہیں اور ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے بشرطیکہ اس کو شراب ہونا معلوم ہو ورنہ اس کو اجرت ملے گی ایک امام اسلام کی زمین کرایہ پر ہے مستاجر نے اس کو بویا اور کاٹا نہیں یا کھیتی پختہ نہیں ہوئی اور اس نے اجرت کچھ نہیں لی تھی کہ وہ مر گیا پس آیا اس کے وارثوں کو اختیار ہے

---

[1] فی الحال عرف اس کے خلاف ہے۔

کہ جس قدر ان کے واسطے واجب ہوا ہے اس کو متولی سے طلب کریں تو شیخ نے فتویٰ دیا ہے کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر زیور دس روز تک عروس کو آراستہ کرنے کے واسطے کرایہ پر لیا اور قبضہ کر لیا اور عروس کو نہ پہنایا اور مدت گزر گئی تو فرمایا کہ اجرت واجب ہو گئی یہ محیط سرخسی میں ہے اور نوادر ہشامؒ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک محمل مکہ تک سوار ہونے کے واسطے کرایہ پر لی پھر اس کو اپنے اہل و عیال میں چھوڑ گیا اور سوار نہ ہوا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی کیونکہ اس نے منفعت حاصل کرنے کی جگہ منفعت حاصل کرنے کا قابو نہیں پایا اور اگر محمل کو کچھ نقصان پہنچے تو وہ شخص ضامن ہو گا اسی طرح اگر کوئی قمیض مکہ تک پہننے کے واسطے کرایہ پر لی تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر ایک مہینہ کے واسطے کوئی محمل کہ تک سوار ہو جانے کے لئے کرایہ پر لی تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر اپنے گھر میں پہننے سے کپڑے کو ویسا ہی ضرر ہوا جیسا اس مقام کے پہننے میں ہوتا یا اس سے کم ضرر ہوا تو مثل قول فقیہ ابواللیثؒ کے حکم دیا جائے گا ☆

اجارہ فاسدہ میں اجرت واجب ہونے کے واسطے حقیقۃً منفعت بھرپور حاصل کر لینا شرط ہے اور اگر حقیقۃً منفعت کا استیفاء پایا جائے تو بھی جب ہی اجرت واجب ہو گی کہ جب موجر کی طرف سے مستاجر کو سپرد کر دینا بھی پایا جائے اور اگر موجر نے وہ شے مستاجر کو سپرد[1] نہ کی ہو تو اجرت واجب نہ ہو گی اور اس کی مثال وہ ہی جو جامع میں امام محمدؒ نے ذکر فرمائی کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع کو ایک مہینہ کے واسطے اجارہ پر دے دیا تو اجارہ باطل ہے اور اگر بائع نے بحکم اجارہ اس سے کام لیا تو اجرت واجب نہ ہو گی یہ محیط میں ہے اور شیخ علی بن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک درخت زمین میں لگا ہوا خریدا اور اس کو پانچ برس تک اپنی جگہ پر چھوڑ دیا اور اس عرصہ میں وہ درخت پہلے کی بہ نسبت بڑھ گیا پھر اس کو اپنی جگہ سے اکھاڑنا چاہا پس زمین کے مالک نے کہا کہ مجھے اس مدت تک کا کرایہ دے تو شیخ نے فرمایا کہ اس کو اس مدت تک کا کرایہ نہیں مل سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک قمیض کرایہ پر لی تا کہ اس کو پہنے اور فلاں مقام تک جائے پھر اس نے وہ قمیض اپنے گھر میں پہنی اور وہاں نہ گیا تو فقیہ ابوبکر بلخیؒ نے فرمایا کہ اس پر کرایہ واجب نہ ہو گا کیونکہ وہ عقد میں مخالفت کرنے والا اور ضامن ہے اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس پر اجرت واجب ہو گی اور وہ مخالف نہ ٹھہرایا جائے گا کیونکہ پہننے کے مقابل اجرت ہے نہ جانے کے مقابل اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ اگر اپنے گھر میں پہننے سے کپڑے کو ویسا ہی ضرر ہوا جیسا اس مقام کے پہننے میں ہوتا یا اس سے کم ضرر ہوا تو مثل قول فقیہ ابواللیثؒ کے حکم دیا جائے گا ورنہ مثل قول فقیہ ابوبکر کے حکم ہو گا یہ کبریٰ میں ہے دھوبی نے اگر انکار[2] کیا کہ اس شخص کا کپڑا میرے پاس نہیں ہے پھر اقرار کیا کہ ہاں ہے اور انکار سے پہلے اس کو دھو چکا تھا تو اس کو اجرت ملے گی اور اگر بعد انکار کے دھویا تو اجرت نہ ملے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر بجائے دھوبی کے اس مسئلہ میں رنگریز ہو اور اس نے انکار سے پہلے رنگا ہو تو جو اجرت ٹھہری ہے وہ ملے گی اور اگر اس نے انکار کے بعد رنگا ہو تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہو گا کہ چاہے کپڑا لے اور جس قدر اس میں رنگ کی وجہ سے زیادتی ہو گئی ہے اس قدر دے دے یا کپڑے کو رنگریز کے پاس چھوڑے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت بدوں رنگ کے اس سے لے لے اور اگر ایسی صورت میں جولاہہ ہوا اور اس نے انکار سے پہلے سوت کا کپڑا بنا ہو تو اجرت مقررہ اس کو ملے گی اور اگر بعد انکار کے بنا ہو تو وہ کپڑا جولاہہ کا ہو گا اور جولاہے پر مستاجر کو اس کے سوت کے مثل سوت دینا واجب ہو گا یہ خلاصہ میں ہے اگر کسی نے ایک ٹٹو کرایہ کیا اور آدھی

---

[1] بلکہ مستاجر نے غصب کر لی تو ضامن ہو گیا۔ [2] تو انکار سے ضامن ہو گیا۔

دور چل کر راہ میں کرایہ پر لینے سے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قبل انکار کے اس پر اجرت واجب ہوگی یعنی اس قدر مسافت کی جہاں تک انکار نہیں کیا ہے اجرت واجب ہوگی اور بعد انکار کے واجب نہ ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اجرت اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی کیونکہ موجر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بیچ راہ میں اس سے ٹٹو لے لے پس مستاجر ہی کے پاس بحکم اجارہ رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک سال کے واسطے ایک غلام اجارہ لیا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر جب چھ مہینہ گزر گئے تو غلام کے اجارہ لینے سے انکار کیا بلکہ دعویٰ کیا کہ یہ غلام تیرا اور انکار کے روز غلام کی قیمت دو ہزار تھی پھر سال گزر گیا اور اس کی قیمت ایک ہزار درہم رہ گئی پھر وہ غلام مستاجر کے پاس مر گیا حالانکہ اس کی قیمت ایک ہی ہزار تھی تو ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اس پر اجرت واجب ہوگی اور بعد سال کے اس پر غلام کی قیمت کی ضمان واجب ہوگی پس ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے سوال کیا کہ اجرت اور ضمان دونوں کیوں کر جمع ہو گئیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں جمع نہیں ہوتی ہیں اور ہشام نے اس کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ اجرت تو اس کی ایک سال تک کام لینے کی وجہ سے لازم آئی اور ضمان سال گزرنے کے بعد رکھنے سے واجب ہوئی کیونکہ سال گزرنے پر اس کو لازم تھا کہ غلام اس کے مالک کو واپس کر دے اور جب واپس نہ کیا تو ضمان واجب ہوئی پس دونوں کے واجب ہونے کا باعث جدا جدا ہے اور زمانہ بھی مختلف ہے پس اجرت اور ضمان دونوں کہاں جمع ہوتی ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر انکار سے پہلے اس پر اجرت واجب ہونی چاہئے اور بعد انکار کے ساقط ہونی چاہئے یہ محیط میں ہے اور جس کام کرنے والے کے کام کا کچھ اثر مال عین میں قائم نہ ہوتا ہو جیسے حمال و ملاح وغیرہ اس کو بالاجماع اجرت کے واسطے مال عین اپنے پاس روک رکھنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

جس کے کام کا اثر قائم ہو وہ روک سکتا ہے لیکن اگر اجرت ادا کرنے کی کوئی میعاد مقرر ہو تو نہیں روک سکتا ہے اور جولاہہ اور حجام و لکڑی چیرنے والا اور ہر وہ شخص جس کے کام کرنے سے شے معین بدل کر دوسری شے ہو جائے اس طرح کہ اگر غاصب اس فعل کو ترک کرتا تو ملک مالک زائل ہو جانے کا حکم کیا جاتا تو وہ شخص اجارت کے واسطے روک سکتا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ کاریگر نے اپنی دکان میں کام کیا ہے اور اگر مستاجر کے گھر میں کام کیا ہے تو نہیں روک سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کندی کرنے والے نے کپڑے پر کندی کی اور نشاستہ وغیرہ کے استعمال سے اس میں کچھ اثر ظاہر ہو گیا تو روک سکتا ہے اور اگر اس کے کام کا کچھ اثر ظاہر نہ ہو تو اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ ہر حال میں اس کو روک رکھنے کا حق حاصل ہے یہ نہایہ میں ہے اور ہر وہ شخص جس کو روک رکھنے کا استحقاق حاصل ہے اور اس نے روک رکھی اور وہ چیز اس کے پاس تلف ہو گئی تو اس کو اجرت بھی نہ ملے گی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے کذا فی شرح الطحاوی۔ اگر اجیر کے پاس وہ شے بدوں اس فعل کے اور بدوں اجرت کے لئے روکنے کے تلف ہوئی پس اگر اس کے کام کا کچھ اثر اس شے میں ہو جیسے درزی و رنگریز وغیرہ تو اس کا اجر ساقط ہو جائے گا اور اگر اثر نہ ہو جیسے حمال و کرایہ پر دینے[1] والا وغیرہ تو اجرت ساقط نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

جولاہہ نے ایک شخص کا کپڑا بن دیا پھر مالک نے لینے کے واسطے وہ کپڑا پکڑ لیا اور جولاہہ نے اپنی مزدوری کے واسطے دینے سے انکار کیا پس مالک کے ہاتھ سے کپڑا اچھٹ گیا تو جولاہہ پر ضمان نہ آئے گی ☆

جس شخص کو روک رکھنے کا استحقاق نہیں ہے اگر اس نے وہ چیز جو اس کو کام بنانے کے واسطے دی گئی تھی روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو مثل غاصب کے ضمان دے گا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے بنی ہوئی تیار چیز کے حساب سے قیمت لے اور اس کو اجرت

[1] اس کی صورت آخر صفحہ میں آتی ہے۔

دے دے یا بے بنی ہوئی کی قیمت لے اور اجرت نہ دے یہ مضمرات میں ہے اگر کپڑے کے مالک نے جولاہہ سے کہا کہ یہ کپڑا اپنے گھر کو لے جا جب ہم لوگ جمعہ سے واپس ہوں گے تو میں تیرے گھر آؤں گا اور اجرت پوری دے کر اپنا کپڑا لے لوں گا پس اس اژدحام میں وہ کپڑا جولاہہ کے ہاتھ سے اچک لیا گیا معلوم نہ ہوا کہ کس نے اچک لیا ہے تو فقیہ ابو بکر بلخیؒ نے فرمایا کہ اگر جولاہہ نے مالک کو کپڑا دے دیا یا ایسا کر دیا کہ وہ جو چاہے تو اس کے ہاتھ سے لے لے پھر اس نے جولاہہ کو کپڑا دے دیا تا کہ اجرت ادا کر کے لے تو وہ کپڑا جولاہہ کے پاس رہن رہا پھر جب تلف ہوا تو اجرت کے عوض تلف ہوا یعنی اجرت بھی گئی اور اگر مالک کپڑے نے بطور ودیعت کے کپڑا اس کو دیا ہو تو جولاہہ ضامن نہ ہوگا اور اس کی مزدوری مالک پر بحالہ رہے گی اور اگر واپس دینے سے پہلے جولاہہ نے بوجہ اجرت کے دینے سے روکا ہو تو اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت میں باہم کسی چیز پر صلح کر لیں[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اجیر کوئی کندی کرنے والا ہو اور مالک نے حکم دیا کہ اپنے پاس رکھے تا کہ اجرت ادا کر کے لے اور وہ تلف ہو گیا تو اس میں اختلاف ہے اور جولاہہ کے مسئلہ پر قیاس کر کے اس میں بھی تفصیل ہونی چاہئے یہ محیط میں ہے۔ جولاہہ نے ایک شخص کا کپڑا بن دیا پھر مالک نے لینے کے واسطے وہ کپڑا پکڑ لیا اور جولاہہ نے اپنی مزدوری کے واسطے دینے سے انکار کیا پس مالک کے ہاتھ سے کپڑا چھٹ گیا تو جولاہہ پر ضمان نہ آئے گی اور اگر دونوں کے ہاتھ سے پھٹا ہو تو جولاہہ نصف کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر دلال نے کپڑا فروخت کر کے کپڑے کے دام جس کی بیع کے واسطے مامور تھا مالک کی اجازت سے رکھ لئے تا کہ مالک اس کو ادا کر کے دام لے لے پھر وہ ثمن اس کے پاس سے چوری ہو گیا تو بالاجماع ضامن نہ ہوگا اسی طرح بوجھ کے مالک نے اگر حمال سے کہا کہ یہ اپنے پاس رکھ میں اجرت دے کر لوں گا پھر گٹھریاں چوری ہو گئیں تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ دلال و حمال کے کام کا اثر مال عین میں قائم نہیں ہوتا ہے اور جس کام کا اثر مال عین میں قائم نہ ہو وہ اجرت کے واسطے روک نہیں سکتا ہے پس لامحالہ اس کے پاس چیز امانت میں رہی اور رہن نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر زید نے عمرو سے اپنے قرضہ کے عوض جو عمرو پر آتا ہے کوئی گھر عمرو کا کرایہ پر لیا تو جائز ہے اسی طرح بعینہ اس مسئلہ میں اگر بجائے گھر کے غلام لیا تو بھی جائز ہے اور اگر دونوں نے باہم اجارہ فسخ کیا اور مستاجر نے اپنے قرضہ سابق کے لئے اجارہ کی چیز روک رکھنی چاہی تو اس کو یہ اختیار ہے یہ محیط میں ہے زید نے اپنے مدیون سے کوئی گھر کرایہ لیا اور اجرت میں کچھ قرضہ کاٹ دیا تو جب مدت اجارہ منقضی ہو جائے تو زید کو باقی قرضہ کے لئے اجارہ کی چیز روک رکھنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اجارہ کی مدت گزرنے کے بعد گھر میں رہا تو مدت اجارہ کے بعد جب تک رہا اس کی کچھ اجارت دینی واجب نہ ہو گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے ایک شخص نے ایک گھر اجارہ دیا اور اجرت معجّل[2] مقرر کر کے مستاجر سے لے لی اور گھر اس کے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ خود مر گیا و رعقد ٹوٹ گیا تو مستاجر کو اپنی اجرت معجلہ واپس لینے کے واسطے گھر کو روک لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر اجارہ فاسد ہو تو مستاجر کو اپنی اجرت معجلہ واپس لینے کے واسطے روکنے کا اختیار ہوتا ہے یہ خلاصہ میں ہے حاکم نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر کچھ مدت معلومہ کے واسطے کوئی غلام اجارہ لیا اور اجرت معجلہ ادا کر دی پھر موجر مر گیا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ باقی مدت کے حصہ کی اجرت واپس لینے کے واسطے غلام کو روک رکھے اور اگر غلام اس کے ہاتھ میں مر گیا تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور اجرت واپس کر کے لے لے گا یہ محیط میں ہے۔

---

[1] کیونکہ حکم صاف کھلتا نہیں ہے۔ [2] معجّل جس کا ادا کرنا پیشگی ٹھہرا ہے۔

نیسرا باب:

اُن اوقات کے بیان میں جن پر اجارہ واقع ہوتا ہے

مدت معلومہ پر اجارہ صحیح واقع ہوتا ہے خواہ قلیل ہو جیسے ایک دو دن وغیرہ یا کثیر طویل ہو جیسے دو چار برس وغیرہ کذا فی المضمرات اور جس وقت سے بیان کر دیا اسی وقت سے ابتدائے مدت کا شمار ہوگا اور اگر کچھ بیان نہ کیا تو جس وقت سے اجارہ لیا اسی وقت سے ابتدائے مدت لگائی جائے گی یہ کافی میں ہے اگر زید نے ایک مہینہ محرام الحرام کے واسطے گھر اجارہ دیا پھر دوسرے کو ماہ صفر کے واسطے اجارہ دیا اور عقد ماہ محرم میں قرار پایا تو پہلے وہ گھر محرم کے واسطے اجارہ لینے والے کو سپرد کر دے پھر جب محرم گزر جائے تو صفر کے مستاجر کو سپرد کر دے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ایک ماہ یا چند ماہ کے واسطے اجارہ واقع ہوا پس اگر عقد اجارہ غرہ ماہ میں ٹھہرا تو مہینہ کا شمار چاند پر ہوگا حتیٰ کہ اگر انتیس کا چاند ہوا ایک دن گھٹ جائے تو اجرت میں کمی نہ ہوگی پوری دینی پڑے گی اور اگر مہینہ کے کچھ دن گزرے اجارہ قرار دیا گیا تو ماہواری اجارہ لینے میں بالاجماع تیس روز کا مہینہ قرار دیا جائے گا اور اگر چند ماہ کے واسطے اجارہ لیا حالانکہ شروع مہینہ سے کچھ دن گزرے اجارہ قرار پایا ہے تو امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ سب مہینوں کا شمار تیس دن کے حساب سے ہوگا اور دوسری روایت میں ہے کہ صرف اس مہینہ کا شمار دنوں سے ہوگا اور باقی مہینوں کا حساب چاند سے ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر ماہواری چند مہینوں کے واسطے اجارہ ٹھہرا ہے حالانکہ کچھ دن گزرے اجارہ بیچ مہینہ میں قرار پایا تو بلاخلاف اس مہینہ کا حساب جس میں عقد قرار دیا گیا ہے دنوں سے ہوگا اور باقی مہینوں کا بھی دنوں سے شمار ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ایک سال مستقبل کے واسطے اجارہ لیا پس اگر شروع چاند سے اجارہ لیا تو چاند کے حساب سے بارہ مہینے سال کے گنے جائیں گے اور اگر بیچ مہینے میں عقد ٹھہرا ہے تو دنوں کے حساب سے تین سو ساٹھ روز کا سال گنا جائے گا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک وہی ایک مہینہ بحساب دنوں کے لیا جائے گا اور باقی گیارہ مہینے چاند کے حساب سے شمار کئے جائیں گے اور یہ بھی امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنا گھر اجارہ دیا اور ہر مہینہ ایک درہم اجارہ ٹھہرایا تو ایک مہینہ کے واسطے عقد صحیح اور باقی کا فاسد ہے اور مہینہ گزرنے پر دونوں میں سے ہر ایک کو عقد توڑ دینے کا اختیار ہوگا کیونکہ عقد صحیح کی مدت گزر گئی ہاں اگر اس نے سب مہینوں کو یک بارگی بیان کر دیا ہو کہ چار یا چھ مہینے کے واسطے ایک درہم ماہواری کے حساب سے اجارہ دیا تو جائز ہے اور ظاہر الروایۃ میں آیا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو جو مہینہ آئے اس کی چاند رات اور اسی رات کے دن میں خیار حاصل ہوگا کذا فی الکافی اور ظاہر الروایۃ ہی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر بیچ مہینہ میں عقد فسخ کیا تو فسخ نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ فسخ ہوگا جب مہینہ نکل جائے اور شیخ ابو نصر محمد ایسا ہی فرماتے تھے اور اگر بیچ مہینہ میں کہا کہ شروع مہینہ میں میں نے فسخ کر دیا تو جس وقت چاند ہوگا اسی وقت بلاشبہ فسخ ہو جائے گا اور اگر دو یا تین مہینہ کی اجارت پہلے دے دی اور اس نے قبضہ میں لے لی تو جس قدر دنوں کی اجرت پہلے دے دی ہے اتنے دنوں کسی کو فسخ کا اختیار نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور اگر ایک نے بدوں دوسرے کے ہوتے ہوئے[1] اجارہ فسخ کیا تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق نہیں صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کہا کہ میں نے ایک سال کے واسطے تجھے یہ گھر کرایہ پر دیا ماہواری ایک درہم ہے تو بالاجماع جائز ہے کیونکہ مدت معلوم ہے پس بلا عذر سال گزرنے سے پہلے

---

[1] یعنی دوسرا حاضر نہ تھا۔

دونوں میں سے کسی کو فسخ کا اختیار نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر دس درہم پر سال بھر کے واسطے اپنا مکان کرایہ پر دیا تو جائز ہے اگرچہ ماہواری قسط بیان نہ کی کیونکہ مدت معلوم ہے یہ کافی میں ہے ایک شخص نے ایک روز کے واسطے کسی کام کرانے کو کوئی مزدور مقرر کیا پس اگر وہاں کے لوگوں کا معمول یہ ہو کہ صبح سے عصر تک کام کرتے ہوں تو دن بھر سے یہی مراد ہوگی اور صبح سے غروب آفتاب تک معمول ہو تو یہ مراد ہوگی اور اگر دونوں معمول ہیں تو صبح سے غروب تک رکھا جائے گا کیونکہ اس نے دن کا لفظ کہا ہے اس کے اعتبار سے غروب تک قرار دینا چاہئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ گھر کے کام کے واسطے جو شخص اجیر مقرر کیا گیا اس کا کام یہ ہے کہ صبح تڑکے اٹھے اور چراغ روشن کرے اور اگر مخدوم کی نیت روزہ کی ہو تو سحری کھلائے اور پانی لا کر وضو کرا دے اور وضو کا طشت اٹھا کر چہ بچہ میں پھینک آئے اور جاڑے کے دنوں میں صبح و شام آگ روشن کر دے اور مخدوم کے ہاتھ پاؤں اور تمام بدن دبا دے یہاں تک کہ وہ سو جائے اور ایسے اور کام ضروری ہیں یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اور اگر کسی نے ایک روز کے واسطے ٹٹو کرایہ پر لیا تو صبح صادق سے غروب تک سوار ہو سکتا ہے اور اگر رات کے واسطے لیا تو غروب سے سوار ہو اور صبح صادق ہوتے ہی واپس کر دے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر نہار کے واسطے کرایہ لیا تو اس کا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صبح آفتاب نکلے سے غروب تک سوار ہو سکتا ہے کیونکہ نہار روشنی کا نام ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ گفتگو فرق کی اہل لغت کے نزدیک ہے کہ وہ لوگ نہار اور روز کے معنی میں فرق کرتے ہیں اور عام لوگ اپنی بول چال میں فرق نہیں کرتے پس وہی حکم ہوگا جو ایک روز کے کرایہ لینے میں مذکور ہوا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وان انکاری دابة من العذوة الی العشی بردها بعد زوال الشمس اگر کسی نے غدو سے عشا تک کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا تو زوال شمس کے بعد واپس کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ سورج ڈھلے واپس کرنے کا حکم اہل عرب کے محاورہ کے موافق ہے اور ہمارے عرف کے موافق اجارہ سورج ڈھلے تمام نہ ہوگا بعد غروب شمس کے تمام ہوگا کیونکہ ہمارے نزدیک عشار کا لفظ فقط سورج ڈوبنے کے بعد کے وقت بولا جاتا ہے اسی طرح اگر فارسی میں کہا کہ ابن خر یدریم گرفتم تا شبانگاہ میں نے یہ خچر شبانگاہ تک کے واسطے ایک درہم کو کرایہ لیا تو بھی ہمارے محاورہ کے موافق سورج ڈوبنے تک ہوگا کذا فی المحیط۔

اگر کسی بڑھئی کو اجارہ پر مقرر کیا کہ دس روز تک میرا کام کرے تو عقد اجارہ سے جو دیں روز متصل میں وہ قرار دیئے جائیں گے ☆

قال المترجم اور ہمارے عرف کے موافق جب تک نماز مغرب کا وقت باقی ہے عشا کا وقت نہیں بولتے ہیں اس لئے ہمارے عرف کے موافق نماز مغرب کا وقت نکل جانے تک رہنا چاہئے واللہ اعلم اور اگر کسی بڑھئی کو اجارہ پر مقرر کیا کہ دس روز تک میرا کام کرے تو عقد اجارہ سے جو دیں روز متصل میں وہ قرار دیئے جائیں گے اور اگر کہا کہ گرمیوں میں دس روز تک کام کرے تو عقد صحیح نہیں ہے کیونکہ دس روز مجہول ہیں اور اگر پہلے مہینہ کے دس روز وغیرہ کہہ دیئے تو صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو دو درہم دیئے تا کہ دو روز تک اس کا کام کرے اس نے ایک روز کام کیا اور دوسرے روز کام سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس نے کام بیان کر دیا ہو تو اجارہ جائز اور کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا پھر اگر دو روز گزر گئے تو بعد کو اس سے کام کرنے کے واسطے مطالبہ نہ ہوگا اور اگر کام بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا کہ کسی دو روز میں کام کر دے تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر مزدور نے کام کیا تو اس کو دو درہم نہیں بلکہ اجر المثل[1] لے گا یہ حاوی میں ہے فتاویٰ فضلی میں ہے کہ اگر کسی کو کسی کام معلوم کے واسطے ایک

---

[1] اجر المثل جو اس کام کی اجرت رائج ہو۔

روز کے لئے مزدور کیا تو مزدور پر واجب ہے کہ تمام دن یہی کام کرے اور سوائے فرض نمازوں کے کسی کام میں مشغول نہ ہو اور فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ نماز سنت بھی ادا کر سکتا ہے اور نفل نہ ادا کرنے پر سبھوں کا اتفاق ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے غریب الروایۃ میں لکھا ہے کہ شیخ ابو علی الدقاق نے فرمایا کہ مستاجر اپنے اجیر کو شہر کے اندر جمعہ کی نماز میں جانے سے منع نہیں کر سکتا ہے اور اگر جامع مسجد دور ہو تو جس قدر دیر تک وہ اس کام میں مشغول رہے اتنی اجرت کاٹ لے اور اگر نزدیک ہو تو اجرت میں سے کچھ کم نہیں کر سکتا ہے پس اگر دور ہونے کی صورت میں چوتھائی روز اس نے صرف کیا تو چوتھائی مزدوری کاٹ لے اور اگر مزدور نے کہا کہ چوتھائی میں صرف اس قدر وضع کر لے کہ جس قدر[1] دیر تک نماز میں مشغول رہا ہوں تو یہ نہیں کر سکتا ہے پھر فرمایا کہ احتمال ہے کہ چوتھائی میں سے اسی قدر وضع کے لائق ہو جس قدر دیر تک نماز میں رہا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک مہینہ تک اپنے کام معلوم کے واسطے کوئی اجیر مقرر کیا تو عرف کے موافق جمعہ کا روز داخل نہ ہوگا اور اجارہ کی ابتدا نماز صبح کے وقت سے ہوگی یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔

ایک بڑھئی کو ایک روز رات تک کے واسطے اجیر مقرر کیا پھر اس کو دوسرے شخص نے حکم کیا کہ میرے واسطے ایک گھیرا ایک درہم میں بنادے اس نے بنادیا پس اگر اس کو معلوم تھا کہ یہ اجیر ہے تو حلال نہیں ہے اور اگر نہیں معلوم تھا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور جتنی دیر بڑھئی نے اس کام میں لگائی اتنی مزدوری کم کر دی جائے گی لیکن اگر مستاجر نے اس کو حلت میں کر دیا یعنی معاف کر دیا تو پوری مزدوری حلال ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر مزدور نے ایک کے یہاں مقرر ہونے کے بعد کھانے وغیرہ کے لحاظ سے دوسری جگہ اس سے اچھی پائی پس اگر پہلے شخص کے یہاں ایک درہم پر تھا اور دوسرے کے یہاں دو درہم پر ٹھہرتا ہے تو دوسرے کا کام کرنا حلال نہیں ہے اگرچہ اس کو سو درہم کیوں نہ دے یہ محیط میں ہے۔

چوتھا باب:

اجیر کو اجرت میں تصرف کرنے کے بیان میں

موجر نے یعنی جس کی چیز اجارہ پر لی ہے اگر مستاجر کو اجرت سے بری کیا یا اجرت اس کو ہبہ کر دی یا صدقہ دے دی اور یہ امر مستاجر کے منفعت حاصل کرنے سے پہلے کیا اور عقد میں تعجیل کے ساتھ اجرت ادا کرنے کی شرط نہ تھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے خواہ اجرت مال عین ہو یا دین[2] اور اجارہ بحالہ باقی رہے گا فسخ نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اجرت دین ہو تو یہ جائز ہے خواہ مستاجر قبول کرے یا نہ کرے اور اجارہ نہ ٹوٹے گا اور اگر مال عین اجرت میں ٹھہرا ہو اور موجر نے مستاجر کو ہبہ کیا اور باہمی قبضہ واقع ہونے سے پہلے یہ ہبہ واقع ہوا پس اگر اس نے ہبہ قبول کیا تو اجارہ باطل ہو جائے گا اور اگر ہبہ رد کر دیا تو اجارہ بحالہ عود کرے گا باطل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر مستاجر کو اجرت سے بری کیا یا اجرت ہبہ کر دی پس اگر اجرت دین ہو اور تعجیل کی شرط ہو تو بالاجماع صحیح ہے اور عقد اجارہ بحالہ باقی رہے گا اور اگر سوائے ایک درہم کے سب اجرت سے بری کیا تو بالاجماع صحیح ہے کیونکہ یہ امر بمنزلہ اجرت کم کر دینے کے ہے اور اگر اجرت میں مال عین ٹھہرا ہو تو بری کرنا صحیح نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر مستاجر کے پوری منفعت حاصل کر لینے کے بعد موجر نے ایسے تصرفات کئے تو بہر حال بلا خلاف صحیح ہے یہ محیط میں ہے فقیہ ابو اللیثؒ نے نوازل میں فرمایا کہ اگر موجر نے ماہ رمضان کا کرایہ ہبہ کیا تو فقیہ نے کہا کہ امام محمدؒ کے قول کے موافق اگر سالانہ اجرت پر لیا ہے تو جائز ہے اور اگر ماہواری پر

---

[1] یعنی مقدار معمولی منہا کر کے فقط دیری کے قدر وضع کرے۔ [2] دین یعنی عقد عین متاع و اسباب۔

لیا ہے تو رمضان آنے سے پہلے نہیں جائز ہے اور جب رمضان آ جائے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر نصف سال گزر گیا پھر موجر نے اس کو پوری اجرت سے بری کیا یا ہبہ کر دی تو امام محمدؒ کے نزدیک سب سے بری ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نصف سے بری ہو گا اور نصف سے بری نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے حاکم شہیدؒ نے منتقی میں فرمایا کہ ایک شخص نے کسی اجرت معلومہ پر اپنی زمین ایک شخص کو اجارہ دی اور اجرت لے لی اور ہنوز مستاجر نے زمین میں کھیتی نہیں کی تھی کہ موجر نے مستاجر کو اجرت ہبہ کر کے دے دی پھر کسی وجہ سے باہمی اجارہ ٹوٹ گیا تو مستاجر کو اختیار ہو گا کہ موجر سے وہ اجرت جو اس نے دے دی ہے واپس کر لے سوائے اس قدر حصہ کے جو سال میں سے گزرا اور زمین مستاجر کے پاس رہی ہے اور اگر موجر نے اجرت پر قبضہ کرنے سے پہلے ہبہ کر دی ہو تو بعد نقض[۱] اجارہ کے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر موجر نے مستاجر سے کوئی مال عین خریدا تو بالاتفاق جائز ہے اور عقد بیع میں مثل[۲] اجرت کے موجر کے ذمہ ثمن قرار دیا جائے گا پھر ثمن و اجرت میں بدلا واقع ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے پھر اگر منفعت کا حاصل کرنا متعذر ہو گیا تو مستاجر اپنے ثمن کے درہم واپس لے گا مال عین جو فروخت کر دیا ہے واپس نہ لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اجرت میں درہم ٹھہرے ہوں اور بجائے ان کے آٹا یا روغن زیتون وغیرہ کوئی شے عوض میں لے لی تو جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔

اگر موجر و مستاجر نے باہم بیع صرف کر لی اور درہموں کے عوض دینار لئے پس اگر مستاجر کے منفعت تام حاصل کرنے کے بعد ایسا کیا یا اجرت کی تعجیل عقد اجارہ میں شرط تھی یعنی اگر اجرت واجب ہو چکی پھر ایسا کیا تو بیع صرف بالاجماع جائز ہے اور اگر تمام منفعت حاصل نہیں کر چکا اور نہ تعجیل اجرت شرط تھی تو اختلاف ہے موافق قول امام محمدؒ اور اول قول امام ابو یوسفؒ کے جائز ہے اور دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا یہ ہے کہ اگر ایفاء[۳] عمل سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو گئی یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اجرت دین ہو اور اگر اجرت مال عین ہو مثلاً نقرہ[۴] معین ہو اور مستاجر نے بجائے اس کے دینار دیئے تو جائز نہیں ہے خواہ استیفاء منفعت سے پہلے ایسا کیا ہو یا اس کے بعد اور خواہ تعجیل اجرت کی شرط لگانے کے بعد ایسا ہو یا اس سے پہلے اور کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ اگر اجرت کے عوض بیع صرف واقع ہوئی اور حال یہ ہے کہ کسی شے معین کے اٹھانے پر دس درہم اجرت پر اجارہ واقع ہوا ہے پھر کچھ نہیں اٹھایا اور مر گیا یا آدھی دور چل کر مر گیا تو پوری اجرت مستاجر کو واپس کی جائے گی بشرطیکہ حمال نے کچھ نہ اٹھایا ہو اور اگر آدھی دور اٹھایا ہو تو آدھی اجرت یعنی پانچ درہم اس کو واپس دیئے جائیں گے اور یہ حکم امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق ہو سکتا ہے اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق بیع صرف صحیح نہ ہو گی اور باہمی بدلا واقع نہ ہو گا اور مستاجر پوری اجرت ادا کرنے والا قرار نہ دیا جائے گا اور اگر کچھ بوجھ اٹھانے سے پہلے حمال مر گیا تو وارثان حمال پر واجب ہو گا کہ مستاجر کو دینار واپس کریں کیونکہ حمال نے بیع صرف فاسد کے حکم سے اس پر قبضہ کیا تھا اور وارثان حمال کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر آدھی دور چل کر راہ میں مر گیا تو وارثان حمال وہ دینار مستاجر کو واپس دیں گے اور وارثان حمال کو نصف اجرت ملے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کچھ درہم معلومہ کے عوض ایک سال کے واسطے قامی کو ایک گھر کرایہ پر دیا پھر ایک شخص نے موجر سے کچھ قرض مانگا اس نے قامی کو حکم دیا کہ دو مہینہ کا کرایہ اس شخص کو دے دے پس وہ شخص قامی سے آٹا و روغن وغیرہ ایسی ایسی چیزیں لیتا رہا یہاں تک کہ

---

۱ یعنی اجارہ ٹوٹ جانے کے بعد۔ ۲ مثل اجرت یعنی جیسے مستاجر پر اجرت لازم ہے ویسی ہی موجر پر بیع کا ثمن لازم ہوگا۔ ۳ ایفاء عمل کام پورا کر لینا یعنی صرف کا مبادلہ کر لیا۔ ۴ نقرہ معین چاندی گلائی ہوئی کی اینٹ یا ٹکڑا ہو۔

دونوں مہینہ کا کرایہ پورا ہو گیا تو یہ جائز ہے اور فامی کا اس شخص پر کچھ نہ ہوگا لیکن مالک مکان کا اس پر قرض ہوگا چنانچہ اگر خود فامی سے وصول کر کے اس کو دے دیتا تو بھی قرض ہوتا اسی طرح یہ بھی قرض ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مستقرض نے فامی سے ایک دینار خرید لیا تو بھی جائز ہے بشرطیکہ فامی پر یہ کرایہ واجب ہو گیا ہو مثلاً دو مہینے گزر گئے ہوں یا تعجیل شرط کی ہو اور یہ جواز سب کے نزدیک بالاتفاق ہوگا اور اگر کرایہ نہ واجب ہو گیا ہو مثلاً مدت نہ گزری ہو شرط تعجیل ہو تو امام ابو یوسفؒ کے قول اول وقول امام محمدؒ کے موافق بیع صرف جائز ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق ناجائز ہوئی اور اگر قرض طلب کرنے والے پر فامی کا ایک دینار قرض ہو اور مکان کا کرایہ دس درہم ماہواری مقرر ہو اور ایک مہینہ گزر گیا ہو اور مکان والے نے فامی سے کہا کہ اس شخص کو دو مہینہ کا کرایہ دے دے کہ میرا اس پر قرض رہے گا اور وہ شخص اس پر راضی ہو گیا تو جائز ہے پھر اگر فامی نے اپنے دینار سے جو اس پر آتا ہے بدلا کر لیا اور باقی کے عوض اس نے فامی سے اپنی ضروریات کی چیزیں خریدیں تو جائز ہے کیونکہ جنس مختلف میں باہم بدلا اتارنا اس وقت ناجائز ہوتا ہے جب باہمی رضامندی نہ پائی جائے اور جب پائی جائے تو جائز ہے لیکن اگر بیع صرف قرار دی تو ایسا نہیں ہے پھر یہ بیع صرف بقدر ایک مہینہ کے کرایہ کے جو واجب ہو گیا ہے بالاتفاق جائز ہے اور باقی ایک ماہ کا کرایہ جو نہیں واجب ہوا ہے اس میں اختلاف ہونا چاہئے کہ امام کے نزدیک وامام ابو یوسفؒ کے قول اول کے موافق جائز ہے اور دوسرے قول امام ابو یوسفؒ کے موافق ناجائز ہے چنانچہ اگر خود مکان والا دوسرے ماہ کے کرایہ کے عوض جو نہیں واجب ہوا ہے فامی سے بیع صرف کرے تو بھی جواز نہ ہوگا پھر فرمایا کہ یہ بیع صرف مکان والے اور فامی کے درمیان نہ ہوگی بلکہ مستقرض اور فامی کے درمیان قرار دی جائے گی کذا فی المحیط۔

اگر کسی نے گھر کرایہ پر لیا اور اس میں رہا پھر وہ گھر استحقاق میں لے لیا گیا تو کرایہ موجر کو ملے گا ☆

اگر مکان والے نے اس شرط سے درہم قرض دیئے کہ جب قرض ادا کرے تو ایک دینار دس درہم ادا کرے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر فامی پر اس طرح اترا دیئے اور اسے اپنے دینار کے عوض بدلا کر دیا تو قرض خواہ کے مستقرض پر صرف بیس درہم ہوں گے اور اگر مکان والے نے اس کو دو مہینہ کا کرایہ قرض دیا حالانکہ فامی ہنوز مکان میں بالکل نہیں رہا اور فامی کو حکم دیا کہ اس کو دے دے اور فامی اس پر راضی ہوا اور اس کو آٹا و روغن اور ان میں سے دس درہم کے عوض ایک دینار دیا پھر فامی کے مکان میں سکونت اختیار کرنے سے پہلے مکان والا مر گیا یا مکان گر گیا یا کسی نے استحقاق میں لے لیا تو مستقرض سے فامی کچھ نہیں لے سکتا ہے لیکن مکان والے سے اپنے درہم لے لے گا اور مکان والا مستقرض سے لے گا یہ مبسوط میں ہے لیکن جاننا چاہئے کہ فامی مکان والے سے اپنے بیس درہم امام ابو یوسفؒ کے قول اول وقول امام محمدؒ کے موافق لے گا اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق مکان والے سے صرف دس درہم جو اشیائے ضروری میں عوض ہوئے ہیں وہی لے سکتا ہے اور باقی دس درہم میں جو بیع صرف کر کے دیا ہے اس کے درہم مکان والے سے نہیں لے سکتا ہے بلکہ مستقرض سے اپنا دینار واپس لے گا کیونکہ اس نے بیع صرف فاسد کی رو سے اس پر قبضہ کیا تھا یہ محیط میں ہے اگر کسی نے گھر کرایہ پر لیا اور اس میں رہا پھر وہ گھر استحقاق[1] میں لے لیا گیا تو کرایہ موجر کو ملے گا اور وہ صدقہ کر دے کیونکہ یہ امر ظاہر ہو گیا کہ موجر اس گھر کے کرایہ پر دینے میں غاصب تھا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک کپڑے کے عوض گھر کرایہ پر لے کر اتنے درہموں کے عوض کرایہ پر دیا جو کپڑے کی قیمت سے زیادہ ہیں تو موجر کو زیادتی حلال ہے اور ہر جنس مختلف کے معاوضہ میں یہی حکم ہے چنانچہ اگر دس درہم کرایہ پر دیا اور مستاجر نے دو دینار دیئے تو بھی زیادتی حلال ہے کیونکہ درہم و دینار میں قیمت اندازہ کرنے کے بغیر زیادتی و کمی ظاہر نہیں ہوتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] یعنی ایسے شخص نے لے لیا جو اس کا مستحق و مالک تھا۔

اگر مکان والے نے مہینہ گزرنے سے پہلے تمام کرایہ بہ تعجیل لینا چاہا اور مستاجر نے انکار کیا تو جتنے دن مستاجر کو رہتے ہوئے ہیں اتنے دنوں کے کرایہ دے دینے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور باقی دنوں کے حصہ کے کرایہ دے دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اگر کسی نے معین کپڑے کے عوض اپنا گھر کرایہ پر دیا اور مستاجر اس میں رہا تو مکان والے کو کپڑے پر قبضہ کرنے سے پہلے مستاجر یا کسی دوسرے کے پاس اس کپڑے کے بیع کر دینے کے اختیار[1] نہیں ہے اسی طرح عروض وحیوان و کیلی و وزنی وغیرہ ہر شے معین میں یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کیلی و وزنی کوئی چیز غیر معین[2] ہو مگر وصف بیان کر کے مستاجر کے ذمہ قرار دی گئی ہو تو قبضہ کر لینے سے پہلے مستاجر کے ہاتھ اس کے فروخت کر دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کوئی شے بسبب استیفاء[3] منفعت یا شرط تعجیل کے مستاجر کے ذمہ واجب ہو گئی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اس کے عوض کوئی شے معین خریدی تو جائز ہے خواہ اسی مجلس میں اپنے قبضہ میں لے لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر بعوض اس کے کوئی غیر معین چیز خریدی تو بدوں قبضہ کرنے کے جدا نہ ہو اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر مکان والے نے اس چیز کو جو کرایہ میں ذمہ ٹھہری ہے سوائے مستاجر کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو روا نہیں ہے کیونکہ جو چیز کسی شخص کے ذمہ قرضہ ہو اس کو سوائے قرض دار کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی شخص نے ایک سال کے واسطے اپنا گھر بعوض ایک غلام معین کے کرایہ پر دیا اور ہنوز غلام پر قبضہ نہ کیا اور نہ گھر مستاجر کے سپرد کیا تھا کہ وہ غلام آزاد کر دیا تو عتق باطل ہے کیونکہ جو اجرت قرار پائی ہے وہ استیفاء منافع یا تعجیل یا شرط تعجیل کے پائے جانے سے موجر کی ملک میں ہو جاتی ہے اور یہاں ان میں سے کچھ نہیں پایا گیا اور اگر موجر نے غلام پر قبضہ کر لیا اور ہنوز مستاجر کو مکان کا قبضہ نہ دیا تھا کہ غلام کو آزاد کر دیا تو اعتاق جائز ہے یہ محیط میں ہے پھر اگر مستاجر نے گھر قبضہ میں لیا اور میعاد سکونت تمام ہوئی تو خیر[4] اور اگر عقد اجارہ فسخ ہو گیا خواہ مکان پر استحقاق ثابت ہونے کی وجہ سے یا دونوں میں سے کسی کی موت یا مکان کے غرق ہونے کی وجہ سے یا قدرت انتفاع حاصل نہ رہنے کے باعث سے تو آزاد کرنے والے پر غلام کی قیمت دینی واجب ہو گی اور اگر وہ غلام مستاجر کے پاس رہا اور مستاجر اس مکان میں ایک مہینہ رہا پھر دونوں نے غلام کو آزاد کر دیا تو موجر کی طرف سے بقدر ایک مہینہ کی اجرت کے آزاد ہوا اور باقی مستاجر کی طرف سے آزاد ہوا اور باقی سال کا اجارہ ٹوٹ گیا یہ مبسوط میں ہے اور اگر پھر مستاجر اس مکان میں باقی سال تک رہا تو اس کو اجر المثل[5] دینا پڑے گا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر موجر کے غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے میعاد سکونت پوری ہو گئی پھر وہ غلام مر گیا یا استحقاق[6] میں لے لیا گیا تو اس پر اجر المثل واجب ہو گا چاہے جس قدر ہو اور اجارہ فاسدہ کی صورت میں بھی اجر المثل واجب ہوتا ہے لیکن جس قدر بیان کیا گیا ہے اس سے بڑھایا نہ جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر موجر نے وہ غلام بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے واپس کر دیا حالانکہ مستاجر پوری مدت تک سکونت حاصل کر چکا ہے تو اس پر اجر المثل واجب ہو گا کیونکہ عقد اجارہ جڑ سے ٹوٹ گیا یہ غیاثیہ میں ہے۔

اگر مستاجر نے وہ غلام مکان والے کو دے دیا اور ہنوز مکان میں سکونت نہ اختیار کی تھی کہ خود ہی وہ غلام آزاد کیا تو عتق باطل ہے کیونکہ مکان والے کو دے دینے کی وجہ سے اس کی ملک سے نکل گیا پس اس نے ایسے غلام کو آزاد کیا جو اس کی ملک میں نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مستاجر ایک مہینہ تک مکان میں رہا پھر مستاجر کے پاس وہ غلام مر گیا قبل ازیں کہ موجر کے سپرد کرے تو مستاجر کو ایک مہینہ کا اجر المثل دینا واجب ہو گا چاہے جس قدر ہو برخلاف اس کے اگر اجارہ فاسد ہوتا تو اجر المثل دینا پڑتا مگر غلام کی قیمت کے

---

[1] یعنی قبضہ سے پہلے بیع کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔ [2] مثلاً گیہوں و چاندی کا ٹکڑا وغیرہ۔ [3] استیفاء تمام حاصل کر لینا اور تعجیل پیشگی۔
[4] یعنی اعتاق جائز رہے گا اور معتق پر قیمت واجب ہو گی۔ [5] اجر المثل یعنی جو اس کے مثل مکانوں کا کرایہ ہو۔ [6] مثلاً قرض میں لے لیا گیا۔

پڑتے پر جو ایک مہینہ کا کرایہ پڑتا ہو اس سے زیادہ نہ کیا جاتا یہ محیط میں ہے اگر موجر نے مستاجر کی بلا اجازت مال اجارہ کہ جو معین ہے قبضہ میں لے لیا اور اس کو فروخت کر دیا پھر اجارہ کی مدت گزر گئی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر اجارہ فسخ ہو گیا تو مستاجر اپنے موجر سے اس مال معین کی قیمت لے لے گا اور اگر اجرت میں کوئی غلام ٹھہرا اور تعجیل کے ساتھ موجر کو دے دیا اس نے آزاد کر دیا یا اس کے پاس مر گیا پھر اجارہ فسخ ہو گیا تو مستاجر اس کی قیمت واپس لے گا اور اگر آدھی مدت گزرنے کے بعد اجارہ فسخ ہوا تو غلام کی نصف قیمت واپس لے گا یہ غیاثیہ میں ہے ایک شخص نے بعوض ایک غلام معین کے ایک مکان ایک سال کے واسطے کرایہ پر لیا اور اس میں ایک مہینہ رہا اور غلام موجر کو نہ دیا پھر اس کو خود آزاد کر دیا تو آزاد کر دینا صحیح ہے اور مستاجر پر ماہ گزشتہ کا اجر المثل چاہے جس قدر ہو واجب ہوگا اور باقی سال کا اجارہ ٹوٹ جائے گا اسی طرح اگر کوئی گھر بعوض کسی مال معین کے کرایہ پر لیا اور اس میں سکونت اختیار کی اور مال معین نہ دیا یہاں تک کہ وہ مال تلف ہو گیا تو اجر المثل دینا پڑے گا چاہے جہاں تک پہنچے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

پانچواں باب:

اجارہ میں خیار وغیرہ شرط لگانے کے بیان میں

اگر تین روز کے خیار شرط پر اجارہ لیا تو جائز ہے اور زیادہ میں اختلاف ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور مدت خیار کی ابتدا وقت اجارہ سے شمار ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر مستاجر نے تین روز کے خیار کی شرط لگائی اور اس مدت میں مکان کے اندر سکونت اختیار کی تو خیار ساقط ہو گیا اور اگر سکونت کے سبب سے منزل گر پڑی تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے بحکم اجارہ سکونت اختیار کی ہے اور ابتداء مدت خیار کے ساقط ہونے کے وقت سے گنی جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر مکان والے کو خیار ہو اور مستاجر نے مدت خیار میں رہنا اختیار کیا تو کچھ اجرت نہ ملے گی اور مستاجر کی سکونت کے سبب سے جو کچھ منہدم ہوا اس کا ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اگر موجر کی اجازت دینے کے بعد سکونت اختیار کی تو اُجرت لازم آئے گی اور مستاجر کو خیار حاصل ہوگا اور مکان کا دیکھ لینا مثل منافع دیکھنے کے شمار[1] ہوگا یہ وجیز میں ہے اگر بے دیکھا ہوا گھر اجارہ لیا تو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر دیکھا ہوا گھر اجارہ لیا تو خیار رویت حاصل نہ ہوگا لیکن اگر اس میں سے ایسا کچھ گر گیا ہو جس سے سکونت کے منافع میں کچھ نقصان آتا ہے تو بسبب تغیر کے خیار رویت حاصل ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک کُر گیہوں ناپ دینے کے واسطے کسی کو اجیر مقرر کیا پھر جب اس نے گیہوں دیکھے تو کہا کہ میں راضی نہیں ہوتا ہوں تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے ☆

صدر الشہیدؒ نے ذکر کیا کہ اگر کسی نے اجرت معلومہ پر ایک شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ اکیس دیگیں مانج دے اس نے دس نے دس دیگیں مانج دیں اور باقی سے انکار کیا تو فرمایا کہ اگر مزدور مقرر کرنے کے وقت اس کو دیگیں دکھلا دی ہوں تو باقی دیگیں مانجنے کے واسطے مزدور پر جبر کیا جائے گا اور اگر اس نے نہ دیکھی ہوں تو مجبور نہ کیا جائے گا اور اس مسئلہ کی اصل وہ ہے جو امام محمدؒ نے اجارات میں ذکر کی ہے کہ اگر کسی نے دھوبی کو اس شرط سے مقرر کیا کہ کسی قدر اجرت معلومہ پر میرے دس کپڑے کندی کر دے اور کپڑے نہ دکھلائے اور نہ اس کے پاس تھے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر دکھلا دیئے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر دھوبی سے کپڑوں کی جنس بیان کر

---

[1] قولہ شمار یعنی اجارہ سے جو منفعت مقصود ہے بجائے اس منفعت کے مکان فی الحال دیکھ لینا کافی ہے۔

دی تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ یہ نہ دکھلانے کے مثل ہے یعنی اجارہ فاسد ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اگر اس نے کپڑے کی صفت بیان کرنے میں یہاں تک وضاحت اور مبالغہ کیا کہ دھوبی کو اپنے کام کی مقدار معلوم ہوگئی تو یہ اور کپڑوں کا دکھلا دینا یکساں ہے اور شاید شمس الائمہ کا قول دیگوں کے مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہو جیسا کہ انہوں نے دھوبی کے مسئلہ میں حکم دیا ہے پس تامل کر کے فتویٰ دینا چاہئے یہ محیط میں ہے نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک دھوبی سے ایک شخص نے شرط کی کہ ایک درہم میں میرا ایک مروی[1] کپڑا کندی کر دے اور دھوبی راضی ہو گیا پھر جب اس نے کپڑا دیکھا تو کہا کہ میں نہیں راضی ہوتا ہوں تو اس کو یہ اختیار ہے اور فرمایا کہ درزی کا بھی یہی حکم ہے اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ ہر کام جو باعتبار اپنے محل[2] کے مختلف ہوتا ہے اس میں محل کے دیکھنے کے وقت خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور جو کام ایسا ہو کہ اس میں محل کے اعتبار سے اختلاف نہیں ہوتا ہے اس میں وقت دیکھنے کے خیار رویت حاصل نہیں ہوتا اور کندی کرنا یا سلائی ایسی ہے کہ تھوڑے کپڑے میں تھوڑی سلائی اور بڑے کپڑے میں بڑی سلائی کرنی پڑتی ہے اس واسطے ہم نے دونوں میں خیار دیت حاصل ہونے کا حکم دیا ہے قال (شمس) یعنی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک کر گیہوں ناپ دینے کے واسطے کسی کو اجیر مقرر کیا پھر جب اس نے گیہوں دیکھے تو کہا کہ میں راضی نہیں ہوتا ہوں تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اگر کسی شخص کو پیٹھ میں پچھنے لگانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور ایک دانگ اجرت ٹھہرائی اور وہ راضی ہوا پھر جب پیٹھ کھول کر پچھنے لگانے کا قصد کیا تو کہا کہ میں راضی نہیں ہوتا ہوں تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر کام میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی کو مزدور مقرر کیا کہ میری دس من روئی دھن دے یا دس کپڑے کندی کر دے اور متاجر کے پاس کچھ روئی یا کپڑے نہیں ہیں تو جائز نہیں ہے اور اگر ہوں اور مزدور نے نہ دیکھے تو دیکھنے کے وقت مزدور کو کپڑوں میں خیار دیت حاصل ہوگا اور روئی میں حاصل نہ ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کے عوض ایک غلام ایک سال تک خدمت کے واسطے اجارہ لیا اور چھ مہینہ اس سے کام لے چکا تھا کہ موجر غلام نے گھر کو دیکھا حالانکہ اس سے پہلے وہ گھر نہ دیکھا تھا اور کہا کہ مجھے اس گھر کی کچھ حاجت نہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو اختیار ہے اور اس کو اپنے غلام کا اجر المثل ملے گا یہ محیط میں ہے۔
ایک شخص نے ایک انگور کا باغ اجارہ[3] لیا حالانکہ اس کو دیکھا نہ تھا اور باغ والے نے درختوں کو اجارہ سے پہلے فروخت کر دیا تھا حتیٰ کہ اجارہ صحیح ٹھہرا تو متاجر کو باغ میں خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر اس نے اس میں مالکانہ تصرف کیا تو خیار رویت حاصل باطل ہو جائے گا کذا فی الذخیرہ اور اگر اس باغ کے پھل کھائے تو خیار رویت ساقط نہ ہوگا کیونکہ یہ تصرف جو اس پھل کھانے کا کیا ہے یہ خریدی ہوئی چیز میں تصرف ہے اجارہ کی چیز میں نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اجارہ میں بھی مثل بیع کے خیار عیب ثابت ہوتا ہے لیکن فرق اس قدر ہے کہ اجارہ میں قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد خود ہی متاجر تنہا بسبب خیار عیب کے واپس کر سکتا ہے اور بیع کی صورت میں قبضہ سے پہلے تنہا مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور قبضہ کے بعد حکم قاضی یا رضائے بائع کی ضرورت ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا اور قبضہ کے بعد اس میں سکونت کے حق میں کوئی عیب دیکھا مثلاً اس میں دھنیاں شکستہ ہیں یا دیوار ڈھلی ہوئی ہے تو اس کو رد کر دینے کا اختیار ہے اور اگر عقد اجارہ کے بعد اس میں کوئی عیب قبضہ کرنے سے پہلے پیدا ہو گیا تو واپس کر سکتا ہے کیونکہ عقد اجارہ منفعت پر واقع ہوتا ہے پس پوری منفعت حاصل کرنے سے پہلے جو عیب اس میں پیدا ہو گیا وہ ایسا گنا جائے گا کہ گویا وقت

---

[1] قسم کپڑے کی۔ [2] قولہ محل یعنی جس جگہ میں یہ کام جاری کیا جائے گا۔ [3] یعنی ایسی زمین جس میں علاوہ زراعت کے انگور کے درخت بھی کرد کے ہیں۔

عقد کے موجود تھا یہ وجیز کردری میں ہے۔

ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو آج کے روز اس واسطے مزدور کیا کہ یہ مٹی کا تودہ یہاں سے وہاں منتقل کر دے حالانکہ یہ تودہ ایک روز کا کام نہیں ہے چند روز میں اٹھ سکتا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ اجارہ کام پر نہیں ہے دن پر ہے پس اصل یہ ٹھہری کہ جب مستاجر نے عقد اجارہ میں کام اور زمانہ کو جمع کیا اور یہ کام ایسا ہے کہ مزدور اس کو اتنے زمانہ میں پورا نہیں کر سکتا ہے تو یہ عقد اجارہ صرف اتنے زمانہ کا ہوگا کام کا نہ ہوگا اور مزدور کو اپنی جان اتنے زمانہ تک اس کام میں سپرد کرنے سے مزدوری کا استحقاق حاصل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے یہ گھر ایک درہم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ پر دیا کہ ماہ رمضان کا کرایہ تجھے ہبہ کیا یا ماہ رمضان میں تجھ پر کرایہ نہیں ہے تو اجارہ فاسد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے ایک حمام ایک سال تک کے واسطے اس شرط سے اجارہ دیا کہ مستاجر سے دو مہینہ کا کرایہ بسبب تعطیل کے کم کر دے گا تو فاسد ہے اور اگر کہا کہ جس قدر وہ معطل رہے گا اتنا کرایہ کم کر دے گا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ بمقدار اس کے بیکار رہنے کے تجھ پر کرایہ نہیں ہے اور مدت بیان کر دی تو جائز ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک حمام کو اس شرط سے اجارہ لیا کہ اگر مستاجر کو کوئی حادثہ پیش آیا تو تیرے لئے کچھ اجرت نہیں ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے کذا فی الخلاصہ۔

ایک دوکان جل گئی اس کو ایک شخص نے پانچ درہم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لیا کہ اس کی تعمیر کرا دے گا بشرطیکہ اس کا خرچ سب کرایہ میں سے کاٹ لے گا تو یہ اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر باوجود اس کے اس دوکان میں رہا تو اس کو اجر المثل جہاں تک ہو دینا پڑے گا اور مستاجر کو وہ خرچہ ملے گا جو اس نے عمارت میں خرچ کیا اور بنوائی کے کام میں جو خود مستعد رہا ہے اس کی نگرانی وغیرہ کا اجر المثل ملے گا یہ ذخیرہ میں ہے ایک کاروانسرائے خراب کھنڈل ہو گئی مگر اس میں بعض دوکانیں ثابت ہیں پس ایک شخص نے ثابت دوکانوں کو بحساب پندرہ درہم ماہواری کے اور خراب دوکانوں کو پانچ درہم ماہواری پر اس شرط سے لیا کہ خراب کو اپنے مال سے تیار کرا دے اور تمام کرایہ سے اس کا خرچ محسوب کر لے پس شکستہ کا اجارہ لینا تاکہ نیوا کر پھر اس سے نفع اٹھائے فاسد ہے اگر یہ شرط کی تو عمارت موجر کی ہوگی اور مستاجر کا خرچہ موجر پر ہوگا اور مستاجر کو اس عمارت بنوائی کا اجر المثل بھی ملے گا اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو دوکانیں اس نے بنوائی ہیں ان کو واپس لے لے لیکن جو دوکانیں ثابت تھیں ان کا اجارہ جائز رہا کہ اس میں کوئی شرط مفسد نہیں ہے ہکذا فی المحیط اگر مستاجر پر وہ چیز واپس لانے[1] کی شرط لگائی تو جائز نہیں ہے جبکہ اس شے کی بار برداری وخرچہ پڑتا ہو اور اگر اس کی بار برداری وخرچہ نہ ہو تو جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے بڑی دیگ ایک ماہ کے لئے شیرہ انگور پکانے کے واسطے اجارہ لی اور موجر نے مستاجر پر واپسی کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہے اور اگر یہ شرط نہ لگائی تو مستاجر پر ایک ماہ کا کرایہ واجب ہوگا خواہ وہ آدھے ماہ میں فارغ ہو جائے یا پورے مہینہ میں کذا فی الحاوی۔ قلت ہمارے یہاں کڑھاؤ کھنڈ سال کی بھی امید ہے کہ اسی حکم میں ہوں اور غیاثیہ میں لکھا ہے کہ پھر جب مہینہ گزر جائے تو اس پر کرایہ نہ چڑھے گا اگرچہ مدت تک اس کے پاس رہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ ایک درہم روزانہ کرایہ پر لے تو جب کام سے فارغ ہو جائے تو پھر اس پر کرایہ نہ چڑھے گا خواہ مالک کو واپس دی ہو یا نہ دی ہو اور اگر آدھے روز میں کام سے فارغ ہوا تو پورے دن کا کرایہ دینا پڑے گا چنانچہ ماہواری کی صورت میں آدھے مہینہ میں فارغ ہونے کا یہی حکم تھا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔

اگر جباب[2] اور کوزے اجارہ لئے اور موجر نے کہا کہ جب تک تو مجھے صحیح وسالم واپس نہ کر دے تب تک میرا ایک درہم روز

---

[1] یعنی اجارہ تمام ہونے پر واپس پہنچانا مستاجر پر ہے۔ [2] مٹکے و آبخورے۔

تجھ پر چڑھے گا اور مستاجر نے قبضہ کر لیا اور وہ ٹوٹ گئے تو جباب کا اجارہ فاسد اور کوزوں کا جائز ہے یعنی اگر کوزوں کی اجرت بیان کر دی اور ایسی ہی جباب کی بیان کی تو ٹوٹنے کے وقت تک کوزوں کا حصہ اجرت واجب ہوگا اور جباب میں اجر المثل واجب ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ فتویٰ اس پر ہے کہ کوزوں کا اجارہ فاسد نہ ہوگا لیکن جب کہ یہ ثابت ہو کہ اس کی بھی بار برداری وخرچہ پڑتا ہے اور مکس[۱] جاری ہوتا ہے اسی طرح اگر جباب کی اجرت اور کوزوں کی اجرت بیان نہ کرے تو بھی عقد فاسد ہوگا اگر چہ کوزوں کی بار برداری وخرچہ کچھ نہ ہو تو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اصل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک مکان اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ مجھے تین روز تک خیار ہے پس اگر میں راضی ہوا تو سو درہم کو[(۱)] لے لوں گا اور اگر مجھے پسند نہ آیا تو پچاس درہم کو لے لوں گا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور اگر اس نے سکونت اختیار کی تو تین روز تک اور بعد تین روز کے بھی اس پر اجر المثل واجب ہوگا اور اس کی سکونت باعث ہے جس قدر مکان منہدم ہو جائے اس کا ضامن نہ ہوگا خواہ مدت خیار میں منہدم ہو یا اس کے بعد اور بخلاف اس کے اگر مکان والے کے واسطے خیار کی شرط ہو تو مدت خیار کے اندر مستاجر کی سکونت کے باعث جو کچھ مکان منہدم ہوا ہو اس کی ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور اگر یوں کہا کہ تین روز تک مجھے خیار ہے پس اگر میں راضی ہوا تو سو درہم کو اجارہ لے لوں گا تو یہ جائز ہے پھر اگر اس نے سکونت اختیار کی تو خیار باطل اور اجارہ لازم ہو گیا اور جس قدر مدت رہا ہے اس کا کرایہ دینا واجب ہوگا اور جو کچھ اس کے رہنے سے منہدم ہوا اس کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

شرط میں تغیر (دانستہ یا نادانستہ) کی صورت میں مستاجر کو اختیار ہوگا ☆

اگر کوئی زمین اجارہ لی اس شرط سے کہ وہ زمین سو جریب ہے حالانکہ وہ کم یا زیادہ تھی تو جس قدر تھی وہ سب پوری اجرت کے عوض قرار دی جائے گی مگر کم ہونے کی صورت میں مستاجر کو اجارہ فسخ کر دینے کا خیار ہوگا اور اگر عقد میں یہ بھی کہہ دیا ہو کہ ہر جریب اس قدر درہم کو ہے تو اسی حساب سے اس کو کرایہ ملے گا یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔ اگر چند ماہ معلوم کے واسطے کوئی مکان اجارہ لیا اور موجر نے سپرد نہ کیا حتیٰ کہ کچھ مدت گزر گئی پھر باقی مدت کے واسطے سپرد کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے اور مستاجر کو کچھ انکار کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر مستاجر نے موجر سے قبضہ کرا دینے کی درخواست کی اور اس نے انکار کیا پھر سپرد کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے اور مستاجر[۲] کو انکار کا اختیار نہیں ہے اور اگر کسی نے دو گھر کرایہ لئے پھر ایک گر گیا یا اس کو لینے سے کوئی مانع پیش آیا یا ایک میں کچھ عیب پیدا ہو گیا تو دونوں کو ترک کر دینے کا اختیار ہے یہ بدائع میں ہے اگر دو بیت کرایہ پر لیئے اور قبضہ کے بعد ایک گر گیا تو باقی میں اس کو رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر قبضہ سے پہلے ایسا واقع ہو تو اختیار ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی اجارہ دی بشرطیکہ جو اجرت مقرر کی ہے وہ پانی جاری ہونے کے روز ہوگی ورنہ جاری ہونے کے روز بھی ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ یہ شرط مقتضائے شرع کے خلاف ہے پس عقد فاسد ہے کیونکہ پانی نہ جاری ہونے کے روز اجرت شرعاً نہ چاہئے کذا فی الحاوی۔ ایک بیل کرایہ پر لیا اس شرط پر کہ بیس قفیز روز بیل چکی میں چلا کر اس سے پیسے پھر مستاجر نے چلا کر دیکھا تو صرف دس قفیز روز پیس سکتا ہے تو مستاجر کو خیار ہوگا چاہے راضی ہو یا واپس کر دے اور اگر راضی ہوا تو جو اجرت روزانہ مقرر ہوئی ہے وہی پوری دینی پڑے گی کم نہ ہوگی اور اگر واپس لیا تو جس روز کام لیا ہے اس کی پوری اجرت دینی پڑے گی اور کمی کام سے اجرت میں کمی نہ ہوگی کیونکہ اجارہ وقت پر واقع ہوا ہے اسی واسطے اگر کچھ بھی نہ پیسا ہو تو بھی اجرت کا مستحق ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر بغداد تک

---

[۱] قولہ مکس یعنی ایسے خرچہ کی وجہ سے اجارہ دینے میں تشویش ہوتی ہے مثلاً ایک پیسہ کے مانند بہت قلیل نہ ہو۔ [۲] مراد یہ کہ کوئی سبب فسخ اجارہ کا بھی ظاہر نہ ہو۔

(۱) قولہ لے لوں گا بنا بر طرف کے ہے اور مراد یہ کہ میں نے لے لیا بصیغہ ماضی۔

کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ کر کے لے چکا پھر مستاجر کو معلوم ہوا کہ اس ٹٹو کو رات میں نہیں سوجھتا ہے یا اڑیل ٹٹو پایا یا ٹھوکر کھاتا ہے یا موزہ کاٹتا ہے پس اگر وہ ٹٹو جو کرایہ میں ٹھہرا ہے یہی بعینہ ہو تو مستاجر کو خیار ہوگا کیونکہ شرط میں تغیر ہوا پس جس قدر راہ چلا ہے اس کے حساب سے اجرت دے دے کیونکہ اسی قدر منفعت اس نے حاصل کی ہے اور اگر غیر معین کوئی ٹٹو ٹھہرا ہو تو ٹٹو والے کو اختیار[1] ہے کہ کسی دوسرے ٹٹو پر اس کو بغداد تک پہنچائے کیونکہ اس نے اجارہ کا عقد اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس ٹٹو میں عیب ہونے کے گواہ قائم ہوں یہ مبسوط میں ہے۔

خلاصہ میں ہے کہ کسی اجارہ کے عقد کو دوسرے اجارہ کے فسخ ہونے پر معلق کرنا جائز نہیں ہے مثلاً کسی شخص سے ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر دوسرے ٹٹو والے سے کہا کہ اگر ہم دونوں میں اجارہ فسخ ہوا تو میں نے تجھ سے اجارہ لیا تو یہ اجارہ جائز نہیں ہے یعنی اگر فسخ بھی ہو جائے تو دوسرا اجارہ منعقد نہ ہوگا اور جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ اس مٹی سے یا جو فلاں مقام پر میری مٹی ڈھیر ہے اس سے ہزار اینٹیں روز اس سانچہ سے تیار کر دے یا کوئی سانچہ[2] معروف بیان کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر دیوار و مکان بنانے والے سے یہ شرط ٹھہرائی کہ دیواروں پر دھنیاں رکھ دے اور پر چھتیاں ڈال دے اور صاف کر کے چھت پر کہگل لگائے تو جائز ہے اور اگر اس واسطے مقرر کیا کہ پکی اینٹوں سے دیوار بنائے تو سیاہ مٹی اور اس کا لانا معمار کے ذمہ ہوگا لیکن اگر جگہ دور ہو تو بعد معلوم ہونے کے مزدور کو خیار ہوگا اور اگر جگہ دکھلا دی تو خیار نہ رہے گا اور اگر اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ روڑوں سے پشتہ وار دیوار بنائے اور طول و عرض بیان کر دیا اور اونچائی بھی ذکر کر دی تو جائز ہے کیونکہ اس بیان سے کاریگروں کے نزدیک کام ایسا صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ پھر اس میں فرق نہیں رہتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر روڑوں کی پشتہ وار دیوار بنانے کے لئے مزدور مقرر کیا اور فقط طول یا عرض بیان کیا تو اجارہ جائز نہیں ہے کیونکہ اتنے سے کام کا حال معلوم نہیں ہوتا کذا فی المحیط۔

چھٹا باب:

ایک پر دو شرطوں میں سے یا دو شرطوں یا زیادہ پر اجارہ واقع ہونے کے بیان میں

اصل یہ ہے کہ اگر دو چیزوں میں سے ایک چیز پر اجارہ واقع ہوا حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک کا کرایہ معلوم بیان کر دیا مثلاً کہا کہ میں نے یہ مکان پانچ درہم ماہواری کو یا وہ مکان دس درہم ماہواری کو کرایہ دیا یا ایسا کام دو دو کانوں یا دو غلاموں کے حق میں یا بھاڑے کی صورت میں دو مسافتوں مختلفہ کے حق میں واقع ہوا مثلاً کہا کہ مکہ تک دو ہزار درہم یا مدینہ تک تین ہزار درہم کرایہ دیا تو ہمارے علماء کے نزدیک یہ سب جائز ہے اسی طرح اگر تین چیزوں میں اس کو پسند کا اختیار دیا تو بھی جائز ہے اور اگر چار چیزیں ذکر کیں تو جائز نہیں ہے اسی طرح رنگ کے انواع اور سلائی کے اقسام میں اگر تین طرح کے رنگ یا سلائی بیان کی تو جائز ہے اور اگر زائد کیا تو بدلیل بیع کے یہ بھی جائز نہیں ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اجارہ بدوں شرط خیار کے صحیح ہو جاتا ہے اور بیع میں جب تک خیار نہ دے تب تک صحیح نہیں ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی درزی کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اگر تو نے فارس کے طور سے سیا تو تجھے ایک درہم سلائی ملے گا اور اگر تو نے رومی سلائی سی تو دو درہم ملیں گے یا رنگریز سے کہا کہ اگر تو نے عصفر سے رنگا تو ایک درہم اگر زعفران سے رنگا تو دو درہم ملیں گے تو یہ جائز ہے اور اگر درزی سے کہا کہ اگر تو نے خود دیا تو ایک درہم اور اگر تیرے شاگرد نے سیا تو نصف درہم دوں گا تو یہ صورت اور فارسی و رومی سلائی کی صورت یکساں ہے کذا فی البدائع۔ اگر بھاگے ہوئے غلام پکڑ لانے والے سے کہا کہ اگر تو

---

[1] یہ اختیار دوسرے ٹٹو کے بدلنے میں ہے ورنہ پہنچانا واجب ہے۔ [2] قولہ سانچہ معروف اس واسطے کہ اگر غیر معین ہو تو فاسد ہے۔

بریلی سے پکڑ لایا تو تجھے دس درہم اور اگر دہلی سے لایا تو بیس درہم ملیں گے تو یہ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ اگر تو نے یہ کپڑا اسیا تو تجھے ایک درہم اور اگر وہ کپڑا اسیا تو دو درہم ملیں گے تو بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کوئی ٹٹو حیرہ تک اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر مستاجر اس پر دس من گیہوں لا دے تو کرایہ ایک درہم ہے ☆

اگر کہا کہ کہ اگر تو نے اس گھر میں عطار بسایا تو ایک درہم اور اگر لوہار بسایا تو دو درہم یا کہا کہ اگر اس نے درزی بسایا تو ایک درہم اور اگر لوہار بسایا تو دو درہم کرایہ ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد ہے اور اگر ٹٹو کرایہ کیا اور اس نے کہا کہ اگر حیرہ تک گیا تو ایک درہم ہے اور بڑھ کر قادسیہ کی راہ لی تو دو درہم ہیں تو یہ بھی جائز ہے اور امام محمدؒ نے اس مسئلہ کو ذکر کر کے کچھ اختلاف بیان نہیں کیا اس سے احتمال ہوتا ہے کہ شاید سب کا قول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ امام اعظمؒ کا قول ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہ ہو اور اگر کوئی ٹٹو حیرہ تک اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر مستاجر اس پر دس من گیہوں لا دے تو کرایہ ایک درہم ہے اور اگر دس من جو لا دے تو کرایہ نصف درہم ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے اور اگر کوئی ٹٹو کرایہ کیا بشرطیکہ اگر مستاجر نے یہ بوجھ اس پر لادا تو دس درہم کرایہ ہے اور اگر خود سوار ہوا تو کرایہ پانچ درہم ہے تو امام اعظمؒ کے دوسرے قول کے موافق جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر ٹٹو و مکان کے مسئلہ میں یہ صورت واقع ہوئی کہ موجر نے ٹٹو یا مکان سپرد کر دیا حالانکہ مستاجر نے مکان میں سکونت اختیار نہ کی یا ٹٹو پر کچھ بوجھ نہ لادا اور نہ خود سوار ہوا تو امام اعظمؒ کے مذہب کے موافق مشائخؒ نے اس صورت کے حکم نکالنے میں باہم اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ موجر نے جو دو مقدار کرایہ کی بیان کی ہیں ان میں سے جو کم ہے وہ مستاجر کے ذمہ واجب ہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ تبیین میں ہے اور شیخ کرخیؒ نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو بغداد سے قصر نعمان تک پانچ درہم میں کرایہ کیا اور اگر کوفہ تک جائے تو دس درہم کرایہ ہے پس اگر بغداد اور کوفہ کے ٹھیک درمیان میں قصر نعمان واقع ہو یعنی مسافت نصف ہو تو عقد جائز ہے اور اگر کم یا زیادہ ہو تو عقد فاسد ہے اور یہ حکم امام محمدؒ کی اصل پر ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں عقد جائز ہے حاکم شہیدؒ نے منتقی میں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ اگر سوار ہو کر کوفہ تک جاؤں تو دس درہم اور اگر قصر نعمان تک جاؤں حالانکہ وہ آدھی دور ہے تو پانچ درہم کرایہ ہے تو یہ جائز ہے اور لکھا کہ اگر اس نے یہ شرط کی کہ اگر قصر نعمان تک جاؤں تو چھ درہم کرایہ ہے تو جائز نہیں ہے کیونکہ جب وہ شخص قصر نعمان تک پہنچا[1] تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ آیا اس پر پانچ درہم واجب ہوئے یا چھ درہم واجب ہوئے یہ محیط میں ہے ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے زطی کپڑوں کی گٹھری اور ہروی کپڑوں کی گٹھری اٹھانے پر ایک مزدور مقرر کیا اور کہا کہ ان دونوں گٹھریوں میں جو گٹھری تیرا جی چاہے میرے مکان پر پہنچا دے بشرطیکہ اگر تو نے زطی کپڑوں کی اٹھائی تو تجھے ایک درہم ملے گا اور اگر ہروی کی گٹھری اٹھائی تو دو درہم ملیں گے اس نے دونوں گٹھریاں پیچھے آگے اٹھائیں اور اس کے مکان کو لے چلا تو اجارہ جائز ہے اور جو بھی اول مرتبہ اٹھائی ہے اسی سے اجارہ متعلق ہوا اور دوسری کے اٹھانے میں وہ متطوع ہے یعنی بطور احسان کے اٹھائی ہے اگر ضائع ہو جائے تو ضامن ہوگا اور یہ بالاجماع سب کے نزدیک ہے اگر اس نے دونوں کو ایک ساتھ ہی اٹھایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں میں سے ہر ایک کی نصف اجرت اس کو ملے گی اور ہر ایک گٹھری کی نصف کا ضامن ہوگا جبکہ دونوں ضائع ہو جائیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر دونوں ضائع ہوں تو دونوں کا ضامن ہوگا اور نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے اس طرح مروی ہے کہ اگر مزدور سے کہا کہ اگر تو یہ لکڑی فلاں جگہ پہنچا دے تو تجھے ایک درہم اور اگر وہ لکڑی اسی جگہ پہنچا دے تو تجھے دو درہم دوں گا اس نے دونوں

---

[1] قلت وجہ الاعمٰی یہ ہے کہ بلحاظ کوفہ تک کے کرایہ کی نصف دور تک پہنچتے ہی بمقتضائے عقد اجارہ پانچ درہم واجب ہوئے اور بلحاظ خیار میں استثنین یعنی صرف قصر نعمان تک کے کرایہ کے چھ درہم واپس ہوئے پس معلوم نہ ہوا کہ اس پر پانچ واجب ہوئے یا چھ اور دونوں کا معاً واجب ہونا باطل ہے۔

لکڑیاں یکبارگی اسی جگہ پہنچادیں تو اس کو دو درہم ملیں گے اور اس مسئلہ میں امام محمدؒ نے مستاجر کے بیان سے جو دونوں میں سے زیادہ اجرت تھی وہ پوری مستاجر کے اوپر واجب ٹھہرائی اور یہ حکم گٹھریوں کی روایت کے حکم سے جو بواسطہ ابن سماعہ مروی ہے مخالف ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر درزی سے کہا کہ اگر اس کو تو نے آج کے روز سیا تو تجھے ایک درہم اور اگر کل کے روز سیا تو نصف درہم ملے گا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اول صحیح ہے اور شرط ثانی صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونوں شرطیں صحیح ہیں پس اگر اس نے اسی روز سیا تو وہی اجرت جو بیان کر دی ہے اس کو ملے گی اور اگر دوسرے روز سیا تو اجر المثل واجب ہوگا کہ ایک درہم سے زیادہ نہ ہوگا اور نصف درہم سے کم نہ ہوگا اور نوادر میں ہے کہ اجر المثل دیا جائے گا کہ جو نصف درہم سے زیادہ نہ ہوگا اور قدوری نے ذکر کیا کہ نوادر کی روایت صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اس نے تیسرے روز اس کو سیا تو بالاتفاق اجر المثل ملے گا پھر اس اجر المثل میں بھی امام اعظمؒ سے روایات مختلفہ ہیں ایک یہ روایت ہے کہ ایک درہم سے زائد نہیں اور نصف سے کم نہ ہوگی اور یہ بھی روایت ہے کہ نصف سے زائد نہ ہوگی اور نصف سے کم ہوگی جبکہ اجر المثل نصف درہم ہو اور یہی روایت امام اعظمؒ سے اور صاحبینؒ سے بھی صحیح ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس نے آج اور کل کو عقد اجارہ میں جمع کیا ہو اور اگر فقط اس نے آج کے روز کو عقد میں ٹھہرایا مثلاً کہا کہ اگر آج کے روز تو اس کو سی دے تو تجھے ایک درہم ملے گا پھر اس نے کل کے روز اس کو سیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کیا حکم ہے پس بعض نے کہا کہ اس کو کچھ مزدوری نہ ملے گی اور بعض نے کہا کہ ملے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اس نے آدھا آج سیا اور آدھا کل سیا تو اس کا نصف آج کا ملے گا اور کل کا اجر المثل ملے گا جو چوتھائی درہم سے کم نہیں اور نصف سے زائد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک تین چوتھائی درہم ملے گا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر مستاجر نے پہلے کل کا ذکر کیا پھر آج کا ذکر کیا یعنی شرط میں تو امام اعظمؒ کے نزدیک پہلے شرط لفظاً صحیح ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ اگر یوں کہا کہ اگر تو نے آج سیا تو ایک درہم اور اگر کل کے روز سیا تو کچھ مزدوری نہ ملے گی پس اگر اس نے آج کے روز سیا تو اس کو ایک درہم ملے گا اور کل کے روز سیا تو اجر المثل ملے گا کہ بالاجماع ایک درہم سے زائد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

عقد اجارہ میں وقت اور کام کو جمع کرنے کی صورتوں کا بیان ☆

اگر یوں کہا کہ جس قدر تو آج سیئے اس کی اجرت بحساب ایک درہم کے اور جس قدر کل سیئے اس کی نصف درہم کے حساب سے ملے گی تو یہ فاسد ہے کیونکہ مجہول ہے اسی طرح اگر یوں کہا کہ اتنے کپڑوں میں سے جس قدر تو فارسی سلائی سیئے گا اس کی اتنی اجرت کے حساب سے مزدوری اور جس قدر رومی سلائی سیئے گا اس کی اس حساب سے ملے گی تو یہ بھی بسبب کام مجہول ہونے کے فاسد ہے اور اگر کہا کہ سلانے کے وقت میں نے تجھے ایک درہم کے حساب سے مزدور مقرر کیا اور اس نے اسی روز سی دیا تو اس کو کچھ مزدوری نہ ملے گی کیونکہ اضافت صحیح ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے آج کے روز ایک درہم پر مزدور کیا پھر اگر رائے میں آئے گا تو ہر روز ایک درہم کے حساب سے مزدور کرلوں گا تو قیاساً اجارہ فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے کذا فی محیط السرخسی قلت الحکم بنئے علی قطع الیوم و تعلیقه بالبدوء والخطر فاذا اشتمل العقد علیهما سری الفساد فیهما هذا هوالقیاد والاستحسان کانه علی ماقعار فوه من عدم التعلیق علی الخطر هذا ولیس فی الجث عنه کثیر طائل فالترك اولیٰ متصلات اسی فصل سے یہ مسائل بھی متصل ہیں کہ جب عقد اجارہ میں وقت اور کام کو جمع کیا تو کیا حکم اور کیا صورتیں ہیں اگر ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ آج رات تک ایک درہم میں میرا کام کرے خواہ رنگریزی یا روٹی پکانا اور کوئی کام تو ایسا اجارہ فاسد ہے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک استحساناً جائز

ہے اور یہ عقد کام پر قرار دیا جائے گا نہ دن پر حتیٰ کہ اگر آدھے دن میں اس کام سے فارغ ہوا تو اس کو پوری اجرت ملے گی اور اگر آج کے روز فارغ نہ ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اس سے دوسرے روز وہی کام لے اور اگر کوئی ٹٹو کوفہ سے بغداد تک کسی اجرت معلومہ پر تین روز کے واسطے کرایہ کیا اور مدت و مسافت و کام ذکر کر دیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اسی طرح اگر کچھ اناج ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے واسطے آج رات تک مزدور کیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے جیسا ہم نے کل کے روز بھی کام لینے میں بیان کیا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے لئے آج کے روز اس کپڑے کی قمیض ایک درہم میں سی دے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر یوں کہا کہ قمیض سی دے یا ایک قفیز آٹے کی روٹی پکائے اور وقت مقرر نہ کیا تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر کہا اس کپڑے کی قمیض آج تیار کر دے تو جائز ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور اجارات الاصل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص ایک بیل اس واسطے کرایہ پر لے کہ ہر روز دس قفیز گیہوں چکی میں چل کر پیس دے تو ایسا اجارہ جائز ہے اور اس میں کوئی اختلاف بیان نہیں کیا پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبینؒ کے قول پر ہونا چاہئے اور امام اعظمؒ کے قول پر روٹی کے مسئلہ پر قیاس کر کے فاسد ہونا چاہئے اور بعضوں نے کہا کہ یہ اجارہ بالاتفاق جائز ہے اور بھی کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ اگر نان بائی پر یہ شرط لگائی کہ یہ دس ڈھیری آٹا پکائے اور آج ہی فارغ ہو جائے تو بالاتفاق جائز ہے اگرچہ وقت اور کام دونوں مذکور ہیں یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے ایک درزی کو کپڑا دیا کہ اس کی قمیص قطع کر کے سی دے بشرطیکہ آج ہی فارغ ہو جائے یا ایک شخص نے کسی سے کچھ اونٹ مکہ تک کرایہ پر لئے کہ بیس روز میں مکہ میں داخل ہو جائے ہر اونٹ کی بیس دینار کے حساب سے اجرت مقرر کی اور اس سے زیادہ نہ کہا تو امام محمدؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ ایسا اجارہ جائز ہے پس اگر اس نے شرط پوری کر دی تو جو اجرت بیان کی ہے وہ ملے گی اور اگر شرط پوری نہ کی تو اجر المثل ملے گا جو اس مقدار بیان کردہ شدہ سے زائد نہ ہوگا اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ٹٹو ایام معلوم کے لئے کرایہ پر لیا اور کچھ ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر درزی سے کہا کہ میں نے تجھے آج کے روز مزدور کیا تا کہ تو یہ قمیص ایک درہم میں سی دے یا نہ نانبائی سے کہا کہ میں نے تجھے آج کے روز مزدور کیا تا کہ تو یہ ایک قفیز آٹا ایک درہم میں پکائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور کرخی نے کہا کہ امام اعظمؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں نہیں ہیں صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام سے دو روایتیں ہیں اور صحیح مذہب امام کا یہ ہے کہ اجارہ فاسد ہے خواہ اس نے کام کو مقدم بیان کیا یا موخر کیا جبکہ اجرت کو بعد وقت و کام کے ذکر کیا ہو اور اگر اس نے وقت کو پہلے ذکر کیا پھر اجرت بیان کی پھر اس کے بعد کام بیان کیا یا پہلے کام بیان کیا پھر اجرت بیان کی تو عقد فاسد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قال المترجم اور اس اصل کے موافق جس طرح مترجم نے ترجمہ کیا ہے اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہوگا پس جو صورت ناجائز ہونے کی ہے وہ یوں ہے میں نے مزدور کیا تا کہ سی دے تو یہ قمیص ایک درہم میں یا تا کہ پکا دے تو یہ قفیز آٹا ایک درہم میں وزعم المترجم ان لا یکون الفرق نافعاً فی اختلاف الحکم فی لساننا مع انه لیست فینا تلک المحاورة فتامل واللّٰه اعلم بالصواب اور جب اجارہ فاسد ٹھہرا پس اگر اس کا فاسد ہونا بسبب اجرت مسمّی کے مجہول ہونے کے ہو یا بسبب اجرت بیان نہ ہونے کے ہو تو اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو مثلاً اگر کوئی گھر یا دوکان ایک سال کے واسطے سو درہم پر کرایہ پر لی بشرطیکہ مستاجر اس کی

مرمت کرادے تو متاجر پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو یعنی خواہ سو درہم ہوں یا زیادہ ہوں یا کم ہوں کیونکہ جب متاجر کے ذمہ مرمت کی شرط لگائی تو مرمت بھی اجرت میں ہوگئی پس اجرت مجہول ہوگئی اور اگر اجارہ اس باعث سے فاسد ہوا کہ اس میں کوئی شرط فاسد لگائی تھی تو مالک کو اجر المثل ملے گا مگر جو اجرت بیان کی ہے اس سے بڑھایا نہ جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور کتاب الاصل میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنا غلام جولاہہ کو دیا تاکہ اس کو بنا سکھلائے اور شرط کی کہ تین مہینہ میں اس کو فلاں فلاں بنائی میں خوب ہوشیار کامل کر دے تو یہ جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہونا چاہے ہے اگرچہ کامل ہوشیار کر دینا جولاہہ کی وسعت میں نہیں ہے اور اجارہ فاسد ہونے میں امام اعظمؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وقت وعمل کو جمع کرنے کی صورت میں امامؒ کے نزدیک اجارہ جب ہی فاسد ہوتا ہے کہ جب اس نے عقد واجارہ میں وقت وعمل کو اس طرح ذکر کیا کہ ہر ایک اگر تنہا ذکر کیا جائے تو معقود علیہ ہونے کی صلاحیت رکھے اور اگر اس طرح ذکر کیا کہ ہر ایک تنہا ذکر کرنے سے معقود علیہ نہیں ہوسکتا ہے تو عقد فاسد نہ ہوگا اور اس کی صورت وہ ہے جو معمار کے اجارہ لینے کے آخر باب میں ذکر کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو رات تک کے واسطے اس لئے مزدور کیا کہ گچ اور پختہ اینٹ سے عمارت بنائے تو بلا خلاف جائز ہے اگرچہ اس نے وقت وعمل کو جمع کیا ہے لیکن چونکہ ایسے طور سے جمع نہیں کیا کہ تنہا معقود علیہ ہوسکے اس واسطے جائز ہے کیونکہ اس نے مقدار عمل بیان نہ کی اور جب تک مقدار عمل بیان نہ ہوتب تک تنہا اجارہ میں معقود علیہ نہیں ہوسکتا ہے اور اگر اس نے عقد اجارہ فقط مدت پر قرار دیا ہے اور عمارت بنانے کا ذکر فقط نوع عمل بیان کرنے کے واسطے ہو حتیٰ کہ اگر اس نے کام کی مقدار بھی بیان کی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اجارہ جائز نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے دوسرے شخص کو اجیر مقرر کیا ماہواری ایک درہم پر تاکہ پیس دے ہر روز ایک قفیز گیہوں رات تک تو یہ فاسد ہے اور اس مسئلہ کو ذکر کر کے کچھ اختلاف بیان نہ کیا حالانکہ امام اعظمؒ کے قول پر تو یہ جواب صحیح ہے لیکن صاحبینؒ کے قول پر اشکال ہے کہ ان کے نزدیک جائز ہونا چاہئے پس بعض مشائخ نے یوں کہا کہ اسی مسئلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحبینؒ نے امام اعظمؒ کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور بعض نے کہا کہ جو حکم اس مسئلہ میں مذکور ہے وہ صاحبینؒ کا قول بحکم قیاس ہے اور جو سابق میں مذکور ہوا ہے وہ صاحبینؒ کا قول بحکم استحسان ہے شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی کام کے واسطے اجیر مقرر کیا پس اگر وہ کام ایسا ہو کہ اگر اجیر فی الحال اس کام کو شروع کر دینا چاہے تو کر سکے تو اجارہ جائز ہوگا خواہ اس میں وقت مذکور کیا ہو یا نہ کیا ہو مثل یوں کہا کہ میں نے تجھے مزدور مقرر کیا تاکہ پکائے تو بیس من آٹے کی روٹی ایک درہم میں تو جائز ہے بشرطیکہ متاجر اس وقت روٹی پکانے کی چیزوں کا مثل آٹے وغیرہ کے مالک ہو اور اگر اس نے مقدار عمل بیان نہ کی لیکن اس کے واسطے ایک وقت بیان کر دیا مثلاً کہا کہ میں نے تجھے اجیر کیا تاکہ روٹی پکائے تو آج شام تک ایک درہم میں تو بھی جائز ہے اور اگر کہا کہ بدیں وہ درہم دیوار من باز کن یعنی ان دس درہم پر میری دیوار کھود دے تو جائز ہے خواہ اس کے واسطے وقت بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر کہا کہ بدیں ایک درہم ایں خرمن باز کن یا اس ایک درہم پر یہ کھلیان صاف کر دے پس اگر اس کے واسطے کوئی وقت بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر وقت بیان کیا تو دو صورتیں ہیں کہ اگر اس نے وقت پہلے بیان کیا پھر اجرت بیان کی مثلاً کہا کہ میں نے تجھے اجیر مقرر کیا آج کے روز ایک درہم میں تاکہ یہ خرمن صاف کر دے تو جائز ہے کیونکہ اس نے کام معلوم کے واسطے اجارہ کیا ہے اور اجرت کو بیان کام

۱؎ قلت یحتمل ان یکون ہذا علی وجہ الاجتہاد من الشیخ۔

کے بعد ذکر کیا پس کچھ تغیر نہیں ہوگا اور اگر اس نے اجرت پہلے بیان کر دی پھر کام بیان کیا مثلاً کہا کہ میں نے مزدور کیا ایک درہم میں آج کے روز تا کہ تو اس خرمن کو صاف کر دے تو جائز نہیں ہے کیونکہ عقد اجارہ پہلے اجرت پر واقع ہوا پھر کام پر حالانکہ اجرت کا ذکر کرنا بعد کام کے بیان کرنے کے چاہئے پس جب کام معدوم یا مجہول رہا تو اجرت بیان کرنے کے بعد وقت کا ذکر کرنا استعجال کی غرض سے ہوا یعنی آج ہی اس کام کو کر دے تاخیر نہ کرے پس وقت کا ذکر کرنا اس واسطے نہ ہوا کہ عقد اجارہ کا وقوع منفعت پر ہے اس لئے جائز نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ساتواں باب:

مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہے اس کے اجارہ دینے کے بیان میں

اصل[1] ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جس چیز سے لوگ یکساں نفع اٹھاتے ہیں کچھ تفاوت نہیں ہوتا اس کے اجارہ دینے کا مستاجر مالک ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اگر مستاجر نے کوئی مال منقول اجارہ لیا تو قبضہ کرنے سے پہلے اس کو اجارہ پر نہیں دے سکتا ہے یعنی جائز نہیں ہے اور اگر غیر منقول ہو اور قبضہ سے پہلے اجارہ پر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ[2] کے نزدیک جائز ہے اور امام ثانیؒ کے نزدیک مثل بیع کے جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اجارہ میں بالاتفاق جائز نہیں ہے اور بیع میں اختلاف ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اگر کوئی گھر کرایہ پر لے کر قبضہ کر لیا پھر دوسرے کو اجارہ پر دے دیا تو جائز ہے بشرطیکہ جتنے کو اجارہ لیا ہے اتنے ہی کو یا اس سے کم کو اجارہ دیا ہو اور اگر زیادہ پر دیا تو بھی جائز ہے لیکن اگر اس کی اجرت اسی جنس سے ہو جس کے عوض اجارہ لیا ہے تو زیادتی اس کو حلال نہیں صدقہ کر دے اور اگر اس کی جنس سے مخالف ہو تو زیادتی اس کو حلال ہے اور اگر اس نے گھر میں کوئی کنواں کھدوایا یا کہگل کرائی یا کوزا درست کرائے یا دیوار کی درستی کرائی ہو اور پھر جس اجرت سے کرایہ لیا ہے اس جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا تو زیادتی اس کو حلال ہے اور جھاڑو دلوا کر صاف کرا دینا کوئی ایسی اصلاح نہیں ہے جس سے زیادہ کرایہ حلال ہو جائے اور مستاجر کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے کرایہ پر دے دے لیکن ایسے لوگوں کو نہیں دے سکتا ہے کہ جن کے کام سے عمارت کو ضرر پہنچتا ہے جیسے لوہار و کندی گر دپائی والے اور ان کے مانند لوگ کہ ان کے کام سے ضرر پہنچتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اس نے اس گھر کو اپنے کسی ایسے مال کے ساتھ جس کو اجارہ دے سکتا ہے ملا کر اجارہ دے دیا تو بھی اگر اسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا جس سے خود اجارہ لیا ہے تو زیادتی حلال ہے یہ محیط میں ہے اور خصاف نے کتاب الحیل میں لکھا ہے کہ اگر کرایہ کے گھر کو کوڑے سے صاف کر کے جس جنس اجرت پر کرایہ لیا ہے اسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا تو زیادتی حلال نہیں ہے اور اگر یوں ہی زیادہ اجرت پر اجارہ دیا اور وقت اجارہ کے یوں کہا کہ اس قدر اجرت پر دیتا ہوں اس شرط سے کہ میں گھر کو کوڑے سے صاف کرا دوں تو زیادتی اس کو حلال ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

شیخ الاسلام نے شرح کتاب الحیل میں لکھا ہے کہ زمین کرایہ پر لی اور اس میں کاریز[3] بنوائی تو یہ ایسی زیادتی ہے کہ جس سے ہم جنس اجرت کی زیادتی مستاجر کو حلال ہوگی اسی طرح جو کام ایسا ہو کہ وہ قائم رہے تو اس کی وجہ سے زیادتی اجرت حلال ہوتی ہے اور اگر اس زمین کی نہریں اگر وا دیں یعنی کیچڑ صاف کرا دی تو خصاف نے لکھا کہ اس سے بھی زیادتی اجرت حلال ہو جاتی ہے اور قاضی ابو

---

[1] قلت الظاہر ان ہذا البیان لاصل صاحبیہ والافہذا مخالف لما ذکرہ الامام قاضی خان من اصل ابی حنیفہ فان کلا من العقدین لایجوز علی ذکرہ سابقا من اصلہ فتامل۔ [2] نسخہ میں اتفاق امام ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ ہے اور اختلاف امام محمدؒ پس کتاب البیوع کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ [3] پی ہولی نالی۔

علی نسفی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب اس صورت میں متردد ہیں بعض اس کو زیادتی شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ متاجر پر پانی بہانا آسان ہو جائے گا اور سینچنے میں اس کو سہولت ہوگی پس یہ بھی زیادتی ہے اور بعضے اس کو زیادتی نہیں شمار کرتے ہیں اور نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک ہی صفقہ میں دو چیزیں اجارہ لیں اور ایک میں کچھ بڑھایا اور بعضے نسخوں میں[1] ہے کہ ایک میں کچھ اصلاح کی تو اس کو اختیار ہے جس اجرت پر لیا ہے اس سے زیادہ اسی جنس کی اجرت پر دونوں کو کرایہ دے دیا اور اگر علیحدہ علیحدہ صفقہ میں لی ہوں تو دونوں کو زیادہ اجرت پر نہیں دے سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور امام ابو علی نسفی اپنے استاد سے نقل کرتے تھے کہ متاجر نے اگر اپنے موجر کو اجارہ پر دی تو نہیں جائز ہے اور اگر کسی دوسرے کو کرایہ دی اور دوسرے نے موجر کو کرایہ پر دے دی تو جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ مالک کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے خواہ کوئی شخص ثالث درمیان میں پڑے یا نہ پڑے اور عامہ مشائخ کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور دوسرا اجارہ واقع ہونے کے بعد اگر موجر اول نے وہ شے متاجر سے اجارہ لے کر اپنے قبضہ میں کر لی تو پہلے متاجر سے اجرت ساقط ہو جائے گی اور اگر اپنے قبضہ میں نہ لی ہو تو ساقط نہ ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر کوئی زمین اجارہ لے کر پھر مزارعت پر مالک کو دے دی پس اگر مالک کی طرف سے بیج ٹھہرے ہوں تو جائز نہیں ☆

پھر جب ہمارے نزدیک یہ فعل صحیح نہیں ہے تو آیا پہلے عقد کا فسخ ہوگا یا نہ ہوگا پس اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ فسخ ہوگا یہ طحاوی نے ذکر کیا ہے کذا فی سراج الوہاج اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ متاجر نے اگر اجارہ کی چیز کو موجر کو کرایہ پر دے دیا تو بعض نے فرمایا کہ پہلا عقد فسخ ہو جائے گا اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دوسرا عقد فاسد ہے اور فاسد عقد کو اتنی قدرت نہیں ہے کہ عقد صحیح کو دور کر دے اور عامہ مشائخ کے نزدیک فسخ نہ ہوگا لیکن اگر یہی صورت برابر باقی رہی یہاں تک کہ اجارہ تمام ہو گیا تو پہلا عقد باطل ہو جائے گا مگر اس واسطے باطل نہیں ہوگا کہ دوسرے عقد نے پہلے کو فسخ کر دیا بلکہ اس واسطے باطل ہوگا کہ منافع و مبدم پیدا ہوتے جاتے ہیں اور اجارہ میں موافق حدوث منافع کے متاجر کو سپرد کرنا واقع ہونا چاہئے اور جب موجر نے اس کو دوبارہ متاجر سے لے لیا تو جو منافع پیدا ہوتے جاتے ہیں اس کے موافق اس نے کرایہ کی چیز کو متاجر کے سپرد نہ کیا پھر جب برابر یہی بات رہی اور مدت گزر گئی تو استیفاء منفعت کی قدرت پانے سے پہلے مدت گزری پس ظاہر ہے کہ اجارہ خواہ مخواہ فسخ ہوگا حتیٰ کہ اگر کچھ مدت گزر جانے کے بعد متاجر اول نے چاہا کہ مکان واپس لے لے تاکہ باقی مدت اس میں رہے تو اس کو جائز ہے کیونکہ جس قدر منفعت تلف ہو چکی ہے صرف اسی قدر کا عقد فسخ ہوا ہے اور باقی کا بحالہ باقی ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور اگر مالک اس مکان میں ایسے اجارہ کی وجہ سے رہا تو مالک پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر متاجر نے اجارہ کا مکان مثلاً مالک کو عاریت دے دیا تو متاجر کے ذمہ سے اجرت ساقط نہ ہوگی اور اس میں مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر متاجر نے وہ مکان مالک کے باپ یا بیٹے یا مکاتب یا غلام قرض دار کو اجارہ پر دے دیا تو باتفاق الروایات جائز ہے اور پہلا اجارہ فسخ نہ ہوگا اور اگر غلام پر قرض نہ ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر اس کے سپرد کر دیا تو پہلا اجارہ فسخ نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کوئی زمین اجارہ لے کر پھر مزارعت پر مالک کو دے دی پس اگر مالک کی طرف سے بیج ٹھہرے ہوں تو نہیں جائز ہے کیونکہ موافق ظاہر الروایہ کے یہ اجارہ فسخ ہے اور اگر بیج متاجر کی طرف سے ٹھہرے ہوں تو جائز ہے کیونکہ مالک پہلی صورت میں

[1] فی الکتاب واصلح بالواؤ او بالتردید۔

مستاجر ہوتا ہے اور دوسری صورت میں اجیر ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے مستاجر نے اگر مالک زمین کو اسی زمین میں کام کرنے کے واسطے کچھ اجرت معلوم پر مزدور مقرر کیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی گھر یا زمین کرایہ پر لی اور مستاجر نے دونوں میں کچھ زیادتی کر دی یعنی عمارت بڑھا دی پھر مالک کو اجارہ دیا یا عاریت دیا تو پہلے اجارہ کا نقض ہے اور نوادر ابن سماعہ میں صورت اجارہ میں لکھا ہے کہ مالک مکان پر بقدر حصہ عمارت مستاجر کے اجرت واجب ہوگی اور حاکم شہیدؒ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ فقط تنہا عمارت کے اجارہ لینے کی دلیل ہے کہ جائز ہے غاصب نے اگر مغصوب شے کسی غیر شخص کو اجارہ پر دے دی پھر مستاجر نے وہی شے غاصب کو اجارہ دے کر اجرت لے لی تو غاصب کو اختیار ہوگا کہ جس قدر اجرت اس کو دے دی ہے واپس کر لے یہ محیط میں ہے غاصب نے مغصوب چیز کسی شخص کو اجارہ پر دی پھر مدت کے بعد مالک نے اجازت دی تو اجازت سے پہلے کا جس قدر کرایہ ہوگا وہ غاصب کا ہوگا کیونکہ اسی نے عقد اجارہ قرار دیا ہے اور مالک کی اجازت دینے کے بعد پھر مالک کا ہوگا کیونکہ غاصب تو فضولی درمیانی ہے اور اگر مالک نے اجازت نہ دی یہاں تک کہ اجارہ کی مدت پوری ہوگئی تو پورا کرایہ غاصب کا ہوگا اور اس مسئلہ کی اصل نظیر یہ ہے کہ اگر مالک نے اپنے غلام کو ایک سال تک کے واسطے اجارہ پر دیا پھر سال کے بیچ میں اس کو آزاد کر دیا اور غلام آزاد نے مالک کے اجارہ کی اجازت دے دی تو گزشتہ کرایہ سب مالک کو ملے گا اور آئندہ کا کرایہ غلام آزاد کا ہوگا اور شیخ قدوریؒ نے فرمایا کہ اجارہ بھی باقی عقود کے مثل ہے پس اگر کچھ منفعت حاصل کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی تو تمام اجرت مالک کو ملے گی اور اگر پوری منفعت حاصل کرنے کے بعد اجازت دی تو اجازت کا اعتبار نہیں اور کل اجرت عقد کرنے والے کو ملے گی اور اگر تھوڑی مدت گزرنے کے بعد اجازت دی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گزشتہ و آئندہ سب مدت کا کرایہ مالک کو ملے گا اور جو حکم ہم نے پہلے ذکر کیا ہے وہ امام محمدؒ کا قول ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

اگر چند سال کے واسطے غاصب نے مغصوب چیز کرایہ پر دے دی اور یہ چند سال گزر گئے پھر مالک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اجازت دے دی تھی تو بدوں گواہوں کے اس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر دعویٰ کیا کہ میں نے غاصب کو یہ حکم دیا تھا تو قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے جس شخص نے بطور اجارہ فاسد کے کوئی شے کرایہ پر لی اور دوسرے شخص کو اجارہ صحیحہ پر اجارہ دی تو جائز ہے کذا فی الصغریٰ اور نصاب میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے اور سراجیہ میں ہے کہ ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتویٰ دیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے پھر واضح ہو کہ جس کے نزدیک اجارہ فاسد پر لے کر دوسرے کو اجارہ صحیحہ پر دے دینا جائز ہے اگر مستاجر نے اس صورت میں دوسرے کو اجارہ صحیحہ پر دے دی تو پہلے موجر کو اختیار ہوگا کہ دوسرا اجارہ نقض کرا دے جیسا کہ بیع کی صورت میں ہے مثلاً کوئی چیز بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی شخص کو بطور اجارہ صحیح کے کرایہ پر دے دی تو بائع کو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہے مستاجر نے اگر وہ زمین دوسرے شخص کو اجارہ پر یا مزارعت پر دے دی پھر مستاجر اول نے پہلا عقد اجارہ فسخ کر دیا تو دوسرے عقد اجارہ کے فسخ ہو جانے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ فسخ ہو جائے گا چاہے دونوں اجاروں کی مدت متحد ہو یا مختلف ہو یہ محیط میں ہے اور مدت متحد ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جتنے روز پہلے اجارہ کے فسخ ہو جانے کے قرار دیئے گئے ہیں اتنے ہی روز دوسرے کے فسخ کے ٹھہرے ہوں یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک موضع اجارہ طویلہ[1] پر اجارہ لیا پھر مستاجر نے وہ موضع موجر کے غلام کو اجارہ دیا پس اگر غلام نے بدوں مالک کی اجازت کے لیا ہے تو جو کچھ اس نے اپنے غلام سے راس المال سے لے لیا اس کو مستاجر کے حساب

[1] اجارہ طویلہ پچیس تیس برس۔

میں محسوب نہ کرے گا اور اگر غلام نے مالک کی اجازت سے اجارہ لیا ہے تو اس میں شیخ امامؒ نے توقف فرمایا اور صحیح یہ ہے کہ غلام کا باجازت مالک اجارہ لینا مثل مالک کے خود اجارہ لینے کے ہے کذا فی جواہر الاخلاطی بشرطیکہ اس صورت میں غلام قرض دار نہ ہو یہ کبریٰ میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو اپنا گھر ایک درہم ماہواری پر کرایہ دے کر سپرد کر دیا پھر کسی شخص کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا اور مشتری کرایہ مقررہ اس مستاجر سے وصول کرتا رہا اور اسی طور سے ایک زمانہ گزر گیا اور مشتری نے بائع سے وعدہ کیا تھا کہ جب تو میرا ثمن مجھے واپس دے گا تب میں یہ گھر تجھے پھیر دوں گا اور جو کچھ میں نے مستاجر سے کرایہ وصول کیا ہو گا وہ ثمن میں محسوب کر دوں گا پھر بائع درہم لے کر آیا اور چاہا کہ کرایہ ثمن میں محسوب کرے تو مشائخؒ نے فرمایا کہ جب مشتری نے مستاجر سے کرایہ وصول کیا تب ہی سے یہ اجارہ از سر نو قرار پایا پس جو کچھ مشتری نے وصول کیا وہ مشتری کی ملک ہوا کیونکہ اسی کے عقد اجارہ سے وصول ہوا ہے اور بائع کو اختیار نہیں ہے کہ اس کو ثمن میں داخل کرے اور جو مشتری نے بائع سے کہا تھا کہ گھر واپس کرنے کے وقت میں اس کو ثمن میں محسوب کر دوں گا یہ قول ایک وعدہ ہے پس اگر اس نے اپنا وعدہ وفا کیا تو بہتر ہے ورنہ اس پر وفا کرنا حق واجب نہیں ہے اور اگر دونوں نے یہ امر بیع میں شرط ٹھہرایا ہو تو بیع فاسد ہو گی یہ ظہیریہ میں ہے کتاب الابانہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے ایک خیمہ کرایہ پر لیا تو اس کو اختیار ہے کہ دوسرے کو کرایہ پر دے دے کیونکہ اس سے نفع اٹھانے میں لوگوں کا حال یکساں ہے جیسے بیت کا حال ہے اور اگر اس کو باورچی خانہ بنایا تو ضامن ہو گا لیکن اگر وہ خیمہ اسی واسطے رکھا گیا ہو کہ اس میں کھانا پکایا جائے تو ضامن نہ ہو گا جیسے پلاس کا خیمہ یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اٹھواں باب:

بغیر لفظ کے اجارہ منعقد ہونے کا بیان اور بقائے اجارہ وانعقاد اجارہ کے حکم کا بیان

باوجود آنکہ کوئی شے اجارہ کی منافی پائی جاتی ہو ایک گھر ایک مہینہ کے واسطے کرایہ لیا اور دو مہینہ رہا تو دوسرے مہینہ کا اس پر کچھ کرایہ نہ ہو گا یہ حکم کتاب میں مذکور ہے اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ واجب ہو گا اور شیخ کرخی اور امام محمدؒ بن سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے دونوں روایتوں میں اس طرح توفیق دی ہے کہ حکم کتاب ایسی چیز میں ہے جو کرایہ پر چلانے کے واسطے نہیں مقرر کی گئی ہے اور دوسری روایت یعنی کرایہ واجب ہونے کی ایسی چیز میں ہے جو اسی واسطے ہو اور اس حکم میں خواہ گھر ہو یا حمام ہو یا زمین سب یکساں ہے کچھ تفصیل نہیں ہے اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اگر کوئی کسی غیر کے گھر میں رہنے لگا حالانکہ کوئی عقد اجارہ دونوں میں نہیں ٹھہرا ہے پس اگر وہ گھر اسی واسطے رکھا گیا ہے تو کرایہ واجب ہو گا اور اگر اسی واسطے نہیں ہے تو واجب[1] نہ ہو گا لیکن اگر مالک مکان نے اس سے کرایہ کا تقاضا کیا اور بعد تقاضہ کے بھی اس نے سکونت اختیار کی تو اب کرایہ واجب ہو گا کیونکہ یہ امر دلالت کرتا ہے کہ اجارہ پر راضی ہوا اور مشائخ نے فرمایا کہ جو مکان کرایہ کے واسطے رکھا گیا ہے اس میں رہنے سے کرایہ جب ہی واجب ہو گا کہ جب بطور اجارہ کے رہا ہو اور یہ امر اس کے حالات سے بطور دلالت کے ثابت ہوا ہو یعنی اس کے حالات اس بات کی دلیل ہوں کہ بطور کرایہ کے رہا ہے اور اگر کسی دوسری وجہ سے مثلاً ملکیت کی تاویل کر کے رہا ہو جیسے ایک بیت یا

---

[1] بلکہ وہ غاصب اور نقصان کا ضامن ہے۔

دوکان دو شخصوں میں مشترک ہے ان میں سے ایک شخص اس میں رہا تو رہنے والے پر کرایہ واجب نہ ہوگا اگرچہ وہ دوکان وغیرہ کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھی گئی ہو یہ محیط میں ہے۔

ایک سرائے میں ایک شخص اترا تو یہ کرایہ پر قرار دیا جائے گا اور اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کہ بلا کرایہ ہے ایسا ہی محمد بن سلمہؒ اور ابونصر بن سلام نے فرمایا ہے اور اسی کو فقیہ ابوبکر و فقیہ ابواللیثؒ نے اختیار کیا ہے اور قاضی فخر الدینؒ نے فرمایا کہ فتویٰ اس طرح ہے کہ اس کا رہنا اجرت پر قرار دیا جائے گا لیکن اگر کسی قرینہ سے یہ بات معلوم ہو کہ بلا اجارت ہے تو ہوسکتا ہے مثلاً وہ شخص ظالم مشہور ہو یا غاصب مشہور ہو یا وہ لشکری ہو کہ اس کے حال سے معلوم ہے کہ وہ کوئی رہنے کی جگہ کرایہ پر نہیں لیتا ہے یہ مضمرات میں ہے کرایہ کی دوکانیں ہیں ان میں سے ایک دوکان میں ایک شخص آ کر رہا تو شیخ محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اس نے غصب کا دعویٰ کیا تو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی جبکہ وہ مالک کی ملک کا مقر ہے اور اگر اس نے اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو اجرت واجب نہ ہوگی اگرچہ مالک نے اپنی ملک ہونا بدلیل ثابت کر دیا ہو اسی طرح اگر کسی حمام میں گیا اور غصب کی راہ سے گھس جانے کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کرایہ کی چیز کسی نابالغ کی ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اجر المثل کس قدر ثابت ہوتا ہے اور اگر ضمان نقصان لے جائے تو کس قدر ہے پس دونوں میں سے جو نابالغ کے حق میں مفید ہو وہی دلایا جائے گا ایک مقصرہ میں دھوبی لوگ کام کیا کرتے ہیں وہاں ایک شخص کے پتھر ہیں کہ وہ ان لوگوں کو اجارہ پر دیتا ہے پھر ایک دھوبی نے ایک پتھر سے کام لیا اور مالک سے کوئی شرط اجرت کی نہیں ٹھہرائی پس اگر یہ امر معروف نہ ہو کہ جو دھوبی چاہے ان پتھروں سے اپنا کام چلا دے اور کرایہ دے دے تو اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی جبکہ اس نے مالک کی بلا اجازت کام لیا ہے اور اگر یہ بات معروف ہو کہ جو چاہے کام چلائے اور کرایہ دے دے تو اس پر کرایہ واجب ہوگا پھر اگر کوئی اجرت بندھی ہو یعنی کٹی ہوئی ہو تو وہی دینی پڑے گی اور اگر مقررہ نہ ہو تو اجر المثل دینا پڑے گا یہ کبریٰ میں ہے۔

ایک گھر اجرت معلومہ دے کر ایک سال کے واسطے کرایہ لیا اور اس میں رہا پھر دوسرے سال بھی رہا اور کرایہ دے دیا تو اس کو اس کرایہ کے واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے اور شیخ نے فرمایا کہ اصول کے موافق اس کی تخریج اس امر کی مقتضی ہے کہ یوں حکم کیا جائے کہ اگر وہ گھر بھاڑے پر چلانے کے واسطے نہ ہو تو کرایہ واپس کر لے یہ قنیہ میں ہے منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر گھر کے مالک نے غاصب سے کہا کہ یہ گھر میرا ہے تو اس میں سے نکل اور اگر رہے تو تجھے اس قدر ماہواری کرایہ دینا پڑے گا اور غاصب نے انکار[1] کیا پھر مالک نے کئی مہینہ کے بعد اس پر گواہ قائم کر کے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا تو مالک کو کچھ کرایہ نہ ملے گا اور اگر غاصب نے انکار نہ کیا ہو بلکہ اقرار کیا ہو کہ یہ گھر مدعی کا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو غاصب کا رہنا دلیل ہے کہ وہ کرایہ دینے پر راضی ہوا پس کرایہ واجب ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ایک سال کے واسطے ایک مکان ہزار درہم پر کرایہ پر لیا پھر جب سال گزر گیا تو مالک مکان نے کہا کہ اگر تو آج ہی اس کو خالی کر دے تو خیر ورنہ ایک درہم روزانہ کرایہ پر تیرے پاس رہا پھر اس نے بہت دنوں تک خالی نہ کیا اور مستاجر اس امر کا مقر ہے کہ یہ گھر اسی موجر کا ہے تو جو کچھ کرایہ روزانہ اس نے بیان کیا ہے وہ دینا پڑے گا اور ہشام نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ میں امام محمدؒ سے کہا کہ کیا آپ یہ حکم نہ دیں گے کہ جتنے عرصہ میں وہ اپنا اسباب اس مکان سے دوسرے مکان کو منتقل کر سکتا ہے اتنے عرصہ تک اجر المثل پر اس کے پاس رہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ بہتر ہے اتنے عرصہ تک اجر المثل پر اس کے پاس رہے گا پھر اگر اتنے عرصہ تک خالی نہ کیا تو آئندہ اسی کرایہ پر رکھوں گا جو موجر نے بیان کیا ہے یعنی ہر روز ایک درہم یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک

---

[1] کہ یہ گھر اس مدعی کی ملک نہیں ہے۔

شخص نے اپنی دُکان تین درہم ماہواری کرایہ پر دی پھر جب دومہینہ گزرے تو دوکان والے نے کہا کہ اب سے اگر پانچ درہم ماہواری دینے منظور ہوں تو خیر ورنہ خالی کر دے اور متاجر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا لیکن رہتا رہا تو اس پر پانچ درہم کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا کیونکہ جب اس نے رہنا اختیار کیا تو اس کرایہ پر راضی ہوا اور اگر متاجر نے یوں جواب دیا ہو کہ میں پانچ درہم دینے پر راضی نہیں ہوں اور پھر رہا کیا تو اس پر پہلی ہی اجرت کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام اجارہ پر لینا چاہا اور مالک غلام نے کہا کہ بیس درہم ماہواری پر ہے اور متاجر نے کہا کہ دس درہم ماہواری پر اور اسی پر دونوں جدا ہو گئے یعنی غلام لے کر متاجر چلا گیا تو متاجر پر بیس درہم کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا اور اگر متاجر نے یوں کہا ہو کہ نہیں بلکہ دس درہم پر ہے اور غلام لے کر چلا گیا ہو تو صحیح یہ ہے کہ وہی کرایہ واجب ہوگا جس کی متاجر نے تصریح کر دی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ مکان ایک سال کے واسطے ہزار درہم کو بحساب سو درہم ماہواری کے کرایہ پر دیا تو فرمایا کہ اجارہ ایک ہزار دوسو درہم پر واقع ہوگا اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس نے سو درہم ماہواری پر ہونے کا قصد کیا اور اگر پڑتا پھیلانے میں دونوں سے غلطی ہوگئی یعنی ہزار درہم سالانہ کا ماہواری پڑتا پھیلانے میں سو درہم ماہواری غلطی سے بیان کئے تو اس صورت میں متاجر پر صرف ہزار درہم واجب ہوں گے اور اگر موجر نے کہا کہ میں نے قصد اً فسخ[1] چاہا تھا اور متاجر نے غلطی تفسیر کا دعویٰ کیا تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کچھ مدت مکان میں رہ کر اجارہ سے انکار کیا اور کہا کہ یہ مکان میرا ہے یا کہا کہ میں نے اس کو غصب کر لیا ہے یا میرے پاس عاریت ہے حالانکہ وہ مکان ایسا نہیں ہے کہ کرایہ پر چلنے کے واسطے رکھا گیا ہو پھر متاجر پر مالک نے گواہ قائم کر کے اپنا حق ثابت کر لیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب سے متاجر نے انکار کیا تب سے اس پر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ غاصب ٹھہرا اور امام محمدؒ کے نزدیک واجب ہوگا کیونکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ مکان اس کے پاس کرایہ پر تھا اور اگر بجائے مکان کے کوئی چوپایہ یا دوسرا مال معین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو متاجر کو بعد مدت گزرنے کے واپس کرنا چاہئے اور اگر قبل واپس کرنے کے ضائع ہوا تو ضامن ہوگا کیونکہ وہ اپنے زعم میں غاصب ہے اور موجر کا وارث اگر کرایہ پر رہنے سے راضی ہوا یا اجرت طلب کی اور متاجر نے سکونت کی یعنی رہتا رہا تو کرایہ واجب ہوگا اور وارثوں میں یا قرض خواہوں میں سے جو شخص اجارہ باقی ہونا کہتا ہے اسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے نہر کی حفاظت کے واسطے ماہواری دس درہم پر ایک شخص کو مقرر کیا پھر متاجر مر گیا ☆

ایک شخص سے کہا کہ یہ ٹوکرا کتنے ماہواری کو دیتا ہے اس نے کہا کہ دو درہم کو پس متاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک درہم کو اور ٹوکرے کو اٹھا کر لے گیا اور مہینہ گزر گیا تو صحیح یہ ہے کہ ایک درہم واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے ایک چرواہا کسی قدر ماہواری اجرت معلومہ پر بکریاں چراتا تھا اس نے بکریوں کے مالک سے کہا کہ اب میں تیری بکریاں نہ چراؤں گا لیکن اگر تو ایک درہم روز دے تو چراؤں گا اور مالک نے اس کا کچھ جواب نہ دیا مگر بکریاں اسی کے پاس چھوڑ دیں تو اس پر ایک درہم روز کے حساب سے اجرت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ چرواہے نے کہا کہ میں تیری بکریاں نہ چراؤں گا الا یہ کہ ایک درہم روز مجھے دے مالک نے جواب نہ دیا مگر بکریاں اسی کے پاس چھوڑ دیں تو روزانہ ایک درہم کے حساب سے واجب ہوگا اور یہی حکم گھروں کے کرایہ میں ہے یہ

---

[1] قولہ فسخ یعنی موجر نے کہا کہ میں ہزار درہم سالانہ کے بعد جب کہا کہ سو درہم ماہواری تو میرا قصد تھا کہ پہلا قول فسخ ہو اور متاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ اس نے ہزار درہم سالانہ کی ماہواری تفصیل بیان کرنے میں غلطی کی ہے کیونکہ وہ سو درہم ماہواری نہیں ہوتی ہے۔

ملتقط میں ہے۔ ایک شخص نے نہر کی حفاظت کے واسطے ماہواری دس درہم پر ایک شخص کو مقرر کیا پھر مستاجر مر گیا اور وصی نے مزدور سے کہا کہ تو اپنا کام جیسا کرتا تھا کرتا رہ میں تیری مزدوری نہیں روکوں گا وہ ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا پھر وصی نے وہ زمین فروخت کر دی اور مشتری نے مزدور سے کہا کہ تو اپنا کام جس طرح کرتا تھا کرتا رہ میں تیری مزدوری نہ روکوں گا پس جتنے روز اس نے مستاجر اول کی زندگی میں کام کیا ہے اس کی مزدوری میت کے ترکہ میں واجب ہوگی اور جب سے وصی نے اس سے کام کرنے کو کہا تب سے وصی پر واجب ہوگی اور جب سے مشتری نے کہا تب سے مشتری پر واجب ہوگی لیکن میت پر تو بحساب دس درہم کے واجب ہوگی کیونکہ اس نے بیان کر دیا تھا اور وصی و مشتری کو اگر مقدر مشروط معلوم نہ ہو تو دونوں کو اجر المثل دینا پڑے گا اور اگر مقدار مشروط معلوم ہو اور دونوں نے مزدور سے کہا کہ اسی شرط سے کام کرتا رہ تو ان دونوں پر بھی اسی حساب سے مزدوری واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دس درہم میں ایک خچر کرایہ کیا اور ان درہموں میں بعضے کھرے ہیں اور بعضے کھوٹے ہیں پس بھاڑے والے نے راستہ میں کہا کہ میں سب کھرے درہم چاہتا ہوں اس نے جواب دیا کہ جیسا تو چاہتا ہے ایسا ہی کروں گا تو یہ قول ایک وعدہ ہے کہ اس کا وفا کرنا مستاجر کے ذمہ واجب نہیں[1] ہے اور نہ کچھ اس کو دینا واجب ہوگا اسی طرح اگر بھاڑے والے نے مستاجر سے کچھ اجرت بڑھا دینے کی درخواست کی اور اس نے یوں ہی جواب دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے کتاب الاصل میں فرمایا کہ اگر کوفہ تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو کرایہ لیا اور راستہ میں ٹٹو والا مر گیا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ کوفہ تک اسی کرایہ پر ٹٹو لے جائے اور اجارہ اس واسطے نہ ٹوٹے گا کہ یہ حالت حالت عذر ہے اور عذر کی وجہ سے از سر نو اجارہ منعقد ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے دریا میں ایک کشتی کرایہ پر لی ایک مہینہ کے واسطے اور مدت گزر گئی حالانکہ مستاجر بیچ دریا میں ہے تو ان دونوں میں از سر نو اجارہ منعقد ہو جائے گا پس جو اجارہ موجود ہو جب وہ باقی رہے تو اس کا باقی رہنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا اور عذر کا بیان یہ ہے کہ بیچ جنگل میں اس کو دوسرا ٹٹو نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جان و مال کا خوف ہے اور وہاں کوئی قاضی نہیں ہے کہ اس کے پاس مرافعہ کر کے دوبارہ اجارہ منعقد کر لے حتیٰ کہ بعض مشائخ نے کہا کہ اگر وہاں دوسرا ٹٹو پایا جائے کہ وہ اس کو کرایہ کر کے اسباب لا سکے تو اجارہ ٹوٹ جائے گا اسی طرح اگر ایسے موضع میں جہاں دوسرا ٹٹو اجارہ مل سکتا ہے موجر نے انتقال کیا تو اجارہ ٹوٹ جائے گا پھر جب مستاجر اس کو کوفہ تک لے گیا اور راستہ میں اس کا دانہ چارہ اپنے پاس سے دیا تو اس میں متبرع یعنی محسن قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بھاڑے والے کے وارثوں سے یہ خرچہ واپس لے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر قاضی کے حکم سے اس نے دانہ چارہ دیا ہے اور اس کو گواہوں سے ثابت کر دیا تو واپس لے سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر مستاجر نے کوئی شخص ٹٹو کی غور پرداخت کے لئے نوکر رکھا تو اس کا کرایہ مستاجر ہی کو دینا پڑے گا اور موجر میت کے وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے پھر جب اس جگہ پہنچا تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرے گا تا کہ وارثان میت کے حق میں جو بہتر ہو وہ حکم دے پس اگر قاضی نے یہ رائے مناسب دیکھی کہ دوبارہ اسی مستاجر کو کرایہ دے دے[2] مثلاً مستاجر ثقہ وامین آدمی ہے اور چوپایہ قوی ہے اور قاضی کو ثابت ہوا کہ اس شخص کو کرایہ پر دینے سے وارثوں کو یہ جانور بعینہٖ مل جائے گا تو اس کو کرایہ پر دے دے اور اگر اس کی رائے میں یہ بہتر معلوم ہوا کہ ٹٹو کو فروخت کر دے بایں وجہ کہ اس نے مستاجر کو متہم دیکھا یا ٹٹو کو ضعیف پایا اور اسے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کو

---

[1] قولہ واجب نہیں یعنی حکم قضاء امین ورنہ دیانتاً واجب ہے۔ [2] قولہ کرایہ دے دے یعنی اسی مستاجر کو کرایہ پر دے دے یہاں تک کہ جو کچھ خرچہ مستاجر کا نوکر کے رکھنے میں ہوا ہے جب وہ پورا ہو جائے تو وہ ٹٹو پھر وارثان موجر متوفی کو واپس دے دے۔

کرایہ پر دینے سے وارثوں کو عین مال نہ پہنچے گا یا اگر پہنچا بھی تو بڑے نقصان کے ساتھ پہنچے گا تو ایسی صورت میں ٹٹو کو فروخت کر دے اور یہ فروخت کرنا قضا علی الغائب نہیں ہے بلکہ غائب شخص کے مال کو حفاظت میں رکھنا ہے اور اگر مستاجر نے ٹٹو والے کو پہلے ہی بہ تعجیل[1] پورا کرایہ دے دیا ہو اور قاضی نے اجارہ فسخ کر دیا اور ٹٹو فروخت کر دیا پس مستاجر نے اپنے کرایہ کا دعویٰ کیا تو قاضی اس کو گواہ پیش کرنے کا حکم دے گا کہ اپنے دعویٰ کے گواہ لائے اور میت کی طرف سے ایک شخص وصی مقرر کرے گا کہ اس کے مقابلہ میں گواہوں کی سماعت ہو یہ محیط میں ہے امام محمدؒ نے سیر کبیر میں کشتی کا مسئلہ ذکر فرمایا ہے یعنی کرایہ کی کشتی کے اجارہ کی مدت ایسی حالت میں گزری کہ جب کشتی بیچ دریا میں تھی اور مستاجر کو وہاں دوسری کشتی دستیاب نہیں ہوتی تھی اور کپے کا مسئلہ ذکر فرمایا یعنی کپہ کرایہ پر لے کر اس میں روغن زیتون بھر لیا اور چلا اور بیچ جنگل میں اجارہ کی مدت گزر گئی اور وہاں مستاجر کو دوسرا کپہ دستیاب نہیں ہوتا ہے اور ان دونوں مسئلوں میں موجر نے کشتی یا کپہ کرایہ پر دینے سے انکار کیا مگر وہاں امام وقت موجود ہے تو اگر امام وقت نے مستاجر کو کسی قدر روزانہ کرایہ پر یہ دونوں چیزیں کرایہ پر دے دیں تو جائز ہے پس امام محمدؒ نے شرط کر دی کہ اجارہ دینا امام کی طرف سے ہو اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمدؒ سے یہ مسئلہ روایت کیا اور اس میں یہ شرط نہیں لگائی کہ امام وقت موجود ہو بلکہ یہ شرط لگائی کہ مستاجر یوں کہے کہ میں نے یہ کشتی روزانہ اتنے درہم پر اجارہ لی یا اس کا کوئی نوکر یا دوست اجارہ دے پھر اگر اس کے بعد بھی موجر نے کشتی کے دینے سے انکار کیا تو مستاجر اپنے نوکروں یا رفیقوں کو مددگار کر کے کشتی لے لے یا وہ کپہ لے لے جس میں روغن ہے اور رہنے دے یہاں تک کہ اس کو دوسری کشتی یا کپہ دستیاب ہوتا اور اس مسئلہ میں یہ حکم ظاہر ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مکان میں جا رہا تو کرایہ واجب نہ ہوگا مگر جبکہ مالک مکان اس امر سے انکار کرے اگرچہ وہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے ہو لیکن اگر رہنے والے نے کہا کہ میں نے دس درہم ماہواری پر مثلاً اس کو کرایہ لیا تو کرایہ لازم آئے گا پھر جاننا چاہئے کہ کشتی و کپے کے مسئلہ میں دو مختلف روایتیں نہیں ہیں بلکہ سیر کبیر کی روایت میں جو حکم مذکور ہے وہ امام وقت کی موجودگی کے وقت ہے اور جو نوادر ابن سماعہ میں لکھا ہے وہ امام کی عدم موجودگی کے وقت ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مدت اجارہ گزر گئی اور زمین میں رطبہ بوئی ہوئی ☆

ایک شخص نے زمین کرایہ پر لی اور اس میں کھیتی بوئی پھر مدت اجارہ گزرنے سے پہلے مستاجر مر گیا تو کھیتی کے پکنے تک وارثان مستاجر پر کرایہ مقررہ واجب ہوگا کیونکہ اجارہ جیسے بسبب عذر کے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی بسبب عذر کے باقی رہتا ہے اسی طرح اگر موجر مر گیا اور مستاجر باقی رہا تو بھی کھیتی پکنے تک اجارہ باقی رکھا جائے گا اور اگر اجارہ کی مدت گزر گئی حالانکہ کھیتی موجود ہے تو بعض نے فرمایا کہ قیاساً مستاجر کو کھیتی کاٹ لینے کا حکم کیا جائے گا اور استحساناً اس سے کہا جائے گا کہ تیرا جی چاہے تو ابھی کھیتی کاٹ لے یا چھوڑ دے تا کہ پک جائے مگر تجھ پر زمین والے کو اجر المثل دینا واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر مدت اجارہ گزر گئی اور زمین میں رطبہ بوئی ہوئی ہے تو کاٹ لی جائے گی اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اجارہ کی مدت گزر گئی اور زمین میں ارطاب ہیں تو زمین اجر المثل پر اس کے پاس چھوڑ دی جائے گی یہاں تک کہ جھاڑنے کے وقت پر آ جائیں اور وہ پہلی[2] مرتبہ اجارہ گزرنے کے بعد جھاڑنے پر قرار دیا جائے گا اور موت کی صورت میں بیان کیا کہ اگر کوئی موجر مر گیا اور زمین میں ارطاب ہوں تو جو کرایہ ٹھہرا ہے اسی پر زمین چھوڑ دی جائے گی یہاں تک کہ جھاڑ لئے جائیں اور اسی طرح اگر کوئی کپہ لیا اس میں سرکہ بھرا پھر اجارہ کی مدت بیچ جنگل میں گزر گئی تو اجر المثل پر اس کے پاس چھوڑ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کو دوسرا کپہ دستیاب ہو اور اگر اجارہ گزرنے

[1] قولہ تعجیل یعنی پیشگی دے دیا۔ [2] قولہ پہلی مرتبہ یعنی یہ اجارہ اس وقت تک رہے گا جب تک کہ رطبہ کاٹنے کا پہلا مرتبہ آئے۔

سے پہلے موجر مر گیا تو پہلے اجارہ کے حکم سے اس کے پاس چھوڑا جائے گا اجر المثل پر نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک سال کے واسطے کوئی زمین کرایہ پر لی اور اس میں کھیتی بوئی پھر مستاجر اور ایک دوسرے شخص نے مل کر وہ زمین خرید لی تو اجارہ ٹوٹ گیا اور کاٹنے کے وقت تک کھیتی اس زمین میں چھوڑ دی جائے گی اور شریک کو زمین کے اجر المثل کا آدھا دینا پڑے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر مدت اجارہ گزر گئی اور ہنوز کھیتی نہیں اگی ہے اور دونوں[1] نے جھگڑا کیا تو اجارہ فسخ کر کے زمین اس کے مالک کو واپس دوں گا اور اگر اس کے بعد کھیتی اگی تو جس قدر کرایہ پر ہو مستاجر کو واپس دوں گا اور اگر مدت گزر گئی اور کھیتی ساگ ہے اور دونوں نے جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ مستاجر نے اس کو اپنے وقت پر کاٹا تو اسی حساب سے کرایہ دینا پڑے گا اور زمین والا اس زیادتی کو جو اس کو ملی ہے صدقہ نہ کرے گا اسی طرح اگر دونوں نے جھگڑا کیا تو بھی بحکم استحسان اجر المثل پر اس کے پاس چھوڑ دی جائے گی یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر مدت اجارہ گزرنے کے بعد کھیتی اگی تو صدقہ کر دے اور اگر موجر نے بھی اس میں اپنی کھیتی بوئی ہو پھر کھیتی نکلی اور دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کو نصف کھیتی ملے گی اور اگر دونوں میں سے کوئی غالب ہو تو تمام کھیتی اسی کو دلائی جائے گی اور وہ دوسرے کو اس کے مال کی قدر ضمان دے گا یہ غیاثیہ میں ہے۔

ایک زمین کرایہ پر لی اور اس میں درخت گاڑ دیئے پھر مدت اجارہ گزر گئی تو صحیح یہ ہے کہ اگر مستاجر نے اس میں پودے گاڑے ہیں تو زمین والے کو اختیار ہے کہ اس سے مطالبہ کرے کہ میری زمین فارغ کر کے مجھے سپرد کر دے بخلاف اس کے اگر اس میں کھیتی ہو تو اجر المثل پر مستاجر کے پاس چھوڑ[2] دی جائے گی اور اگر ان پودوں کے اکھاڑنے میں زمین کو کھلا ضرر نہ پہنچتا ہو تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ قیمت دے کر زمین والا ان پودوں کا مالک ہو جائے یہ محیط میں ہے اور اگر ان پودوں کے اکھاڑنے میں زمین کو ضرر پہنچتا ہو تو زمین والا ان پودوں کا مالک ہو جائے گا اور اس کو ان پودوں کی قیمت جمے ہوئے کے حساب سے نہیں بلکہ اکھڑے ہوئے کے حساب سے مستاجر کو دینی پڑے گی اور یہ ملکیت اس وجہ سے ہے کہ زمین والے کو ضرر نہ پہنچے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر ایک سال کے واسطے ایک مکان کرایہ پر لیا اور مدت گزر گئی ☆

ایک شخص نے کسی سے ایک دوکان کرایہ پر لے کر اس میں سرکہ کے مٹکے رکھے پھر اجارہ کی مدت گزر گئی اور موجر نے دوکان خالی کرانی چاہی اور مستاجر نے انکار کیا پس اگر سرکہ ایسا ہو گیا ہے کہ دوسری جگہ لے جانے سے بگڑ نہ جائے گا تو حکم دیا جائے گا کہ دوسری جگہ منتقل کرے اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ حکم نہ دیا جائے گا اور مستاجر سے کہا جائے گا کہ تیرا جی چاہے دوسری جگہ لے جا یا سرکہ اٹھ آنے تک دوکان کرایہ پر لے لے اور کرایہ پر لے لینے سے یہ مراد نہیں ہے کہ از سر نو کرایہ مقرر کر کے اجارہ ٹھہرائے بلکہ یہ مراد ہے کہ اس پر اجر المثل دینے کا حکم کیا جائے گا اور اگر مدت گزرنے سے پہلے موجر یا مستاجر مر گیا اور سر دست دوکان خالی کرنا ممکن نہ ہوا تو استحساناً اجر مقررہ کا حکم دیا جائے گا حالانکہ قیاس چاہتا ہے کہ اجر المثل دلایا جائے جیسا کہ مدت گزرنے کے بعد حکم ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اگر ایک سال کے واسطے ایک مکان کرایہ پر لیا اور مدت گزر گئی اور مکان کا مالک اس وقت غائب تھا اور مستاجر اس میں دوسرے سال بھی رہا تو دوسرے سال کا کرایہ اس کے ذمہ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ بطور اجارہ کے نہیں رہا ہے اسی طرح اگر مدت گزر گئی اور مستاجر غائب ہے اور مکان اس کی عورت کے پاس ہے اور وہ دوسرے سال رہی تو بھی کرایہ عورت پر واجب نہ ہوگا کیونکہ بطور اجارہ کے نہیں رہی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امالی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ دراہم پر ایک زمین کرایہ پر لی

[1] جھگڑا کیا اور بار از مین خالی کرنے یا نہ کرنے کے۔ [2] قولہ چھوڑ دی جائے گی یعنی یہاں تک کہ مستاجر اپنی کھیتی کو وقت پر کاٹ لے۔

اور اس میں کھیتی بوئی پھر کھیتی کٹنے سے پہلے موجر مر گیا اور مستاجر نے یہ اختیار کیا کہ کھیتی کٹنے تک اجارہ پر زمین اس کے پاس رہے اور کرایہ کا ایک شخص کفیل ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ موجر کے مرنے کے بعد جب تک وہ زمین مستاجر کے پاس رہی تھی اس کے کرایہ کی کفالت سے کفیل بری[1] نہ ہوگا اسی طرح اگر موجر نہیں مرا بلکہ مستاجر مر گیا اور اس کے وارثوں نے کھیتی کٹنے تک زمین ہیں باقی رکھنا اختیار کیا تو بھی کفیل کفالت سے بری نہ ہوگا اور اگر موجر نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوتا مگر اس صورت سے راضی ہوں کہ کرایہ وارثان میت ہی پر رکھا جائے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر سال گزر گیا پھر مستاجر مر گیا اور زمین میں کھیتی ہنوز ساگا ہے اور وارثوں نے یہ اختیار کیا کہ اجر المثل پر کھیتی زمین میں لگی رہے یہاں تک کہ اس کے کاٹنے کا وقت آ جائے تو یہ کرایہ وارثوں پر وارثوں کے مال سے ہو گا میت کے مال پر نہ ہوگا یہ محیط میں ہے ایک زمین کرایہ پر لی اور اس میں کھیتی بوئی پھر ان دونوں نے عقد اجارہ کو فسخ کر لیا اور کھیتی ہنوز ساگا ہے پس آیا کھیتی کٹنے تک یہ زمین مستاجر کے پاس اجر المثل پر چھوڑ دی جائے گی یا نہیں پس بعض نے کہا کہ چھوڑ دی جائے گی اور بعض نے کہا کہ نہیں چھوڑی جائے گی اور اس قائل نے اس مسئلہ سے کیوں استدلال نہ کیا جو امام محمدؒ نے کتاب المزارعۃ میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی زمین مزارعت پر دوسرے شخص کو دی اور کاشتکار نے اس میں کھیتی کو آخر سال تک تاخیر سے رکھا اور کھیتی ساگا تھی اور ہنوز لائق کاٹنے کے نہ تھی پس مالک زمین نے چاہا کہ کھیتی اکھاڑ ڈالے تو اس کو یہ قدرت نہ دی جائے گی اور کھیتی کٹنے تک دونوں میں آدھی[2] زمین کا اجارہ منعقد ہو جائے گا تاکہ کھیتی میں کاشتکار کا حق مصنون رہے اور آدھی زمین کا اجر المثل اس کو ڈانڈ دینا پڑے گا کہ اس کا حق کھیتی میں باطل ہو گیا بسبب اس کے کہ اس نے آخر سال تک کھیتی میں تاخیر کر دی مگر باوجود اس کے شرع نے اس کا حق مصنون رکھا اور آدھی زمین میں اجارہ ثابت کر دیا کذافی الذخیرہ۔

نواں باب:

ان صورتوں کے بیان میں جن میں اس معنی پر حکم دیا جاتا ہے کہ اجیر نے کام سے فراغت کر کے مستاجر کے سپرد کر دیا اور جن میں ایسا نہیں ہوتا ہے

اگر کوئی کام بیان کر کے اپنے گھر میں کام لینے کے واسطے کوئی مزدور مقرر کیا اور مزدور نے مستاجر کے گھر میں کام سے فراغت کر کے اپنے ہاتھ سے نہ رکھا تھا کہ وہ کام مزدور کے ہاتھ سے بگڑ گیا یا اس کے ہاتھ سے ضائع ہو گیا تو مزدور کو مزدوری ملے گی یہ مبسوط میں ہے ایک شخص نے کسی کو مزدور مقرر کیا تاکہ اس کے گھر بیٹھ کر روٹیاں پکائے اور اس نے جب روٹیاں تنور سے نکالیں تو جل گئیں مگر اس کی حرکت سے نہیں جلی ہیں تو اس کو اجرت ملے گی اور اس پر ضمان نہ آئے گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مستاجر کے گھر بیٹھ کر روٹیاں پکائی ہوں کذافی شرح الجامع الصغیر القاضی خان اور اگر کچھ روٹیاں تنور سے نکالیں تو اس کے حساب سے اجرت کا مستحق ہوگا کذافی الینابیع اور گر مستاجر کے گھر میں نہ ہوا اور روٹیاں جل گئیں تو اس کو کچھ مزدوری نہ ملے گی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر اس نے تنور میں روٹی لگائی پھر اس کو چھڑانے لگا وہ چھوٹ کر اندر گری اور جل گئی تو ضامن ہو گیا پس اگر مستاجر نے پکی ہوئی روٹی کی ضمان لی تو اس کو اجرت دینی پڑے گی اور اگر آٹے کی ضمان لی تو اجرت نہ دینی پڑے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر روٹی

[1] بری نہ ہوگا کیونکہ وہی اجارہ برابر باقی ہے جبکہ شرع نے اس کو باقی رکھا ہے۔ [2] قولہ آدھی زمین اس واسطے کہ کاشتکار نے جب اخیر سال تک تاخیر کی تو نصف تاوان اس پر ڈالا گیا کیونکہ مزارعۃ آدھے پر ٹھہری ہے اور باقی نصف میں اس کا حق محفوظ رکھا گیا لہٰذا نصف زمین کا اجارہ اجر المثل پر منعقد ہوا۔

تنور ہی میں نکالنے سے پہلے جل گئی تو کچھ اجرت نہ ملے گی خواہ مستاجر کے گھر میں لگائی ہو یا اپنے گھر میں لگائی ہو یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اگر نکالنے کے بعد روٹی چوری ہو گئی پس اگر مستاجر کے گھر میں پکاتا ہو تو اس کو اجرت ملے گی اور اگر اپنے گھر میں ہو تو نہ ملے گی اور امام اعظمؒ کے نزدیک جس قدر چوری ہوئی اس کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

اگر کوئی درزی اجیر مقرر کیا کہ میرے گھر میں بیٹھ کر سی دے اس نے کپڑا قطع کیا اور دھاگا بٹا اتنے میں کپڑا چوری ہو گیا تو اس کام کے مقابل کچھ اجرت نہ پائے گا اگر چہ اس قدر کام مسلم یعنی مستاجر کو سپرد کیا ہوا شمار ہے کہ اس کے گھر میں کام کیا ہے اور اجرت اس واسطے نہ ملے گی کہ اجرت سلائی کے مقابل مشروط ہے اور جو کام اس نے کیا ہے یہ سلائی نہیں بلکہ سلائی کے کاموں میں سے ہے اسی طرح اگر باورچی اجیر کیا کہ اس قدر آٹا میرے گھر میں پکائے اس نے آٹا چھانا اور گوندھا کہ اتنے میں چوری ہو گیا وہ پکانے نہیں پایا تو کچھ اجرت نہ ملے گی کیونکہ پکانے کے مقابل اجرت ٹھہری ہے اور یہ کام پکانا نہیں ہے بلکہ پکانے کے لوازم میں سے ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کنواں کھودنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور باوجود کھودنے کے اس کو اینٹوں سے پختہ کرنے اور جگت بنانے کی بھی شرط کی اور مزدور نے یہ سب کام کر دیا پھر وہ کنواں بیٹھ گیا تو مزدوری کو پوری مزدوری ملے گی اور اگر اینٹوں سے پختہ کرنے سے پہلے بیٹھ گیا ہو تو اس کے حساب سے جو حصہ مزدوری کا نکلے وہ ملے گا یہ مبسوط میں ہے اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ میرے مکان میں کچھ عمارت بنائے یا چھتا یا کمانچہ وغیرہ بنائے یا کنواں یا نہر یا کاریز وغیرہ کھودے خواہ اس کی ملک میں یا جو اس کے قبضہ میں ہے وہاں تیار کرنے کے واسطے مقرر کیا اس نے اس میں سے کچھ کام کیا تو اس کو اسی قدر کی اجرت طلب کرنے کا اختیار ہے لیکن باقی پوری تیار کرنے کے واسطے اس پر جبر کیا جائے گا اور اگر عمارت گر گئی یا کنواں بیٹھ گیا یا اس میں پانی یا مٹی اس قدر جا پڑی کہ زمین سے برابر ہو گیا یا چھتا گر گیا تو جس قدر اس نے کام کیا ہے اس کے حصہ کی مزدوری اس کو ملے گی اور اگر مستاجر کی ملک و قبضہ کی جگہ کے سوا دوسری جگہ میں ایسا کام بنایا تو پورے کام سے فارغ ہو کر سپرد کرنے سے پہلے اس کو اجرت طلب کرنے کا اختیار نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر سپرد کرنے سے پہلے تلف ہو جائے تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی[1] اگر مستاجر نے اس کو جنگل میں کوئی جگہ دکھلا دی کہ اس میں میرے واسطے ایک کنواں کھود دے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ بدوں تخلیہ کے قابض شمار نہ ہوگا اگر چہ مستاجر کو موضع دکھلا دیا ہو اور یہی صحیح ہے اور اگر مستاجر کی ملک میں یا مقبوضہ میں ایسا واقع ہوا اور مزدور نے کچھ کام کیا اور مستاجر اس سے قریب تھا پس مزدور نے کام اور مستاجر کے درمیان تخلیہ کر دیا اور مستاجر نے کہا کہ میں اس پر قبضہ نہ کروں گا جب تک تو کل کام سے فراغت کر کے مجھے سپرد نہ کرے تو مستاجر کو یہ اختیار ہے یہ بدائع میں ہے۔

گر اپنی ملک یا مقبوضہ زمین میں کچی اینٹیں بنانے کے واسطے اینٹیں بنانے والے کو اجیر مقرر کیا ☆

اصل میں لکھا ہے کہ اگر جنگل کے راستہ میں اپنے لئے کنواں کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور اس نے کھودا تو اس کو جب تک سپرد نہ کرے کچھ مزدوری نہ ملے گی اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمدؒ نے اس صورت میں صرف سپرد کر دینا شرط کیا اور کھودنے کی جگہ بیان کرنا شرط نہ کیا اس میں یہ اشارہ ہے کہ جہاں مستاجر کی ملک نہیں ہے وہاں جگہ بیان کرنا شرط نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر اپنی ملک یا مقبوضہ زمین میں کچی اینٹیں بنانے کے واسطے اینٹیں بنانے والے کو اجیر مقرر کیا تو جب تک ان کو بنا کر خشک نہ کرے اور نصب نہ کرے تب تک امام اعظمؒ کے نزدیک اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خشک کرے اور نصب کرے اور صاف کر کے

[1] قولہ نہ ملے گی کیونکہ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مستاجر کے مکان یا مقبوضہ جگہ میں کام بنائے تو جس قدر کام کرتا جائے وہ مستاجر کو سپرد ہوتا جاتا ہے اور بدوں اس کے سپرد نہیں ہوتا جب تک سپرد نہ کرے اور اس کلیہ پر یہ مسائل ہیں۔

چن دے تب اجرت کا مستحق ہوگا اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے نصب نہ کیا تو مستحق اجرت نہ ہوگا اور اگر بعد اس کے وہ کچی اینٹیں تلف ہو جائیں تو اس کو پوری اجرت ملے گی اور اگر غیر ملک وغیر مقبوضہ میں بنانے کے واسطے مقرر کیا ہو تو جب تک مستاجر کے سپرد نہ کرے تب تک مستحق اجرت نہ ہوگا اور سپرد کرنے کی شرط یہ ہے کہ مستاجر اور اینٹوں کے درمیان تخلیہ کر دے کہ یہ اینٹیں ہیں تو جان اور تیرا کام اور وہاں کوئی مانع نہ ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک یہ تخلیہ اس وقت ہونا چاہئے کہ جب اس نے بنا کر نصب کر دی ہوں اور صاحبینؒ کے نزدیک جب اس نے صاف کر کے چن بھی دی ہوں کذا فی البدائع اور اگر سپرد کرنے سے پہلے وہ اینٹیں تلف ہو گئیں تو اجیر کا مال گیا خواہ صاف کر کے چن دینے کے بعد تلف ہوئی ہوں یا اس سے پہلے یہ ینابیع میں ہے اور اگر اینٹیں بنانے والے کو کوئی خاص پیمانہ دے کر اس کے موافق اینٹیں بنانے اور ان کے پکانے کے واسطے اجیر مقرر کیا بشرطیکہ پکانے میں جو لکڑیاں صرف ہوں وہ مستاجر کے ذمہ ہیں تو یہ جائز ہے اور اگر آرے میں ڈالنے کے بعد اینٹیں بگڑ گئیں اور ٹوٹ گئیں تو اس کو کچھ مزدوری نہ ملے گی اور اگر اس نے ثابت پختہ کر دیں پھر آگ ٹھنڈی کر دی اور آرے سے نکالنے میں دونوں نے جھگڑا کیا تو آرے سے نکالنا اجیر کے ذمہ ہے جیسے تنور سے روٹی کا نکالنا باورچی کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر نکالنے سے پہلے وہ اینٹیں ٹوٹ گئیں تو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر ان کو آرے سے نکال چکا ہے اور وہ زمین مستاجر کی ملک ہے تو اجیر اپنی اجرت کا مستحق ہوگا اور ضمان سے بری ہوگا اور اگر آرے کی زمین اسی اجیر کی ملک ہو تو جب تک مستاجر کے حوالہ نہ کر دے تب تک اجرت کا مستحق نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے قدوری میں ہے کہ درزی نے اگر مستاجر کے گھر میں بیٹھ کر سینا شروع کیا اور کچھ کپڑا سیا یعنی ایک کپڑے میں سے تھوڑا سا سیا تو اس کو اجرت نہ ملے گی کیونکہ اس سے انتفاع ممکن نہیں ہے اور اگر وہ تلف ہو گیا تو درزی ضامن نہ ہوگا اور اس مسئلہ میں قدوری نے تھوڑے سے سینے پر اجرت نہ ملنے کا حکم کیا ہے حالانکہ یہ حکم روایت اصل کے مخالف ہے پھر قدوری میں فرمایا کہ اگر اس کام سے فارغ ہو گیا تو اس کو پورا اجر ملے گا اور صاحبینؒ کا قول پر اگر کام سے فارغ ہونے سے تلف ہو گیا یا فارغ ہونے کے بعد مستاجر کے سپرد کرنے سے پہلے تلف ہوا تو درزی ضامن ہوگا اور جو کپڑا اس کے پاس ہے وہ ضمانت میں ہے پس جب تک مالک کے سپرد نہ کرے تب تک ضمان سے باہر نہ ہوگا پس جب تلف ہو جائے تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے اور کچھ اجرت نہ دینی پڑے گی اور اگر چاہے تو سیئے ہوئے کپڑے کے حساب سے قیمت لے لے اور اس کو درزی کی مزدوری دینی پڑے گی یہ محیط میں ہے۔

دسواں باب:

دودھ پلانے والی کو اجارہ لینے کے بیان میں

قال المترجم اگر عورت کو طلاق دی اور دودھ پلانے کے واسطے شوہر نے اس کو مقرر کر لیا تو یہ عورت بچہ کی ماں ہے اور دودھ پلائی پر مقرر ہے اگرچہ اس کو عرف میں دائی نہ کہیں گے لیکن مترجم بعد تنبیہ کے کہتا ہے کہ دودھ پلائی خواہ کوئی ہو ترجمہ میں اس کے واسطے دائی کا لفظ مقرر کیا ہے فاحفظہ۔ قال فی الکتاب اور اجرت معلومہ پر دائی کو مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الہدایہ اور جو صورتیں غلام کو خدمت کے واسطے اجارہ لینے میں جائز ہیں وہ دائی کے اجارہ میں جائز ہیں اور جو غلام کی صورت میں باطل ہیں وہ دائی کی صورت میں بھی باطل ہیں لیکن امام اعظمؒ نے دائی کے اجارہ لینے میں استحساناً کھانے کپڑے پر اجارہ لینا جائز رکھا ہے اگرچہ کھانا کپڑا موصوف نہ ہو یعنی کیسا کھانا کپڑا دیا جائے گا اور موصوف نہ ہونے کی صورت میں اس کو درمیانی کھانا کپڑا ملے گا نہ اعلیٰ نہ ادنیٰ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ یہ صورت نہیں جائز ہے اور دائی کے اجارہ لینے میں مدت مقرر کرنا بالاجماع شرط ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ اگر بچہ کے

وارثوں نے شرط لگائی کہ ہمارے گھر میں دودھ پلایا کرے تو دائی کو ان کے یہاں سے باہر جانا جائز نہیں ہے لیکن مرض وغیرہ کی وجہ سے جا سکتی ہے اور اگر ان لوگوں نے یہ شرط نہ لگائی ہو تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دائی کو اپنے گھر میں روک رکھیں بلکہ دائی کو اختیار ہے کہ بچہ کو اپنے گھر لے جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دائی کو درہموں پر اجارہ لیا تو درہموں کی مقدار وصفت بیان کرنا ضروری ہے ☆

جو مرض دائی کو ایسا پیدا ہو جائے کہ اس کے ہوتے ہوئے دودھ نہیں پلا سکتی ہے تو یہ عذر ہے اور وارثوں کو اختیار ہے کہ جب وہ بیمار پڑے تو اس کو نکال دیں یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دائی سے صریح یہ شرط نہ لگائی گئی لیکن لوگوں کا برتاؤ[1] یہی ہے کہ دائیاں بچہ کے باپ کے گھر میں دودھ پلایا کرتی ہیں تو اس دائی پر بھی یہی کرنا لازم ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر دائی کا کھانا کپڑا عقد اجارہ میں شرط نہ کیا گیا ہو تو اس کا کھانا کپڑا اسی پر[2] ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر دائی کے ہاتھ سے بچہ ضائع ہو گیا یا گر کر مر گیا یا بچے کے زیور و کپڑوں میں سے کوئی چیز چوری ہو گئی تو دائی ان میں سے کسی چیز کی ضامن نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے پھر اگر دائی کو درہموں پر اجارہ لیا تو درہموں کی مقدار وصفت بیان کرنا ضروری ہے یعنی کیا وزن ہے اور کھرے ہیں یا کیسے ہیں اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز کے عوض اجارہ لیا تو اس کی قدر وصفت بیان کرنا چاہئے اور اگر کسی کپڑے کے عوض اجارہ لیا تو اس کپڑے میں جس قدر بیع سلم کے شرائط ہیں وہی سب یہاں شرط ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر اجرت میں درہم مقرر کئے اور بجائے ان کے اناج دیا تو بالاجماع جائز ہے اور اگر کپڑا ٹھہرا اور اس کی جنس و گزوں کی تعداد بیان کر دی اور ادا کرنے کی میعاد بیان کر دی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر اناج اجرت میں ٹھہرایا اور مقدار بیان کر دی تو بھی جائز ہے اور اس کی ادا کی میعاد بیان کرنا شرط نہیں ہے ہاں امام اعظمؒ کے نزدیک وہ جگہ جہاں اناج ادا کرے گا بیان کرنی شرط ہے اور اس میں صاحبینؒ نے خلاف کیا ہے یعنی ان کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور دائی پر واجب ہے کہ بچہ کی رضاعت سے جو امور متعلق ہیں ان کی درستی میں مستعد رہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور دائی پر بچہ کے کپڑے پاخانہ پیشاب سے دھونے واجب ہیں اور میل کچیل سے دھونے واجب نہیں ہیں یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور بچہ کو نہلانا اور تیل کنگھی کرنا دائی پر واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

دائی پر واجب ہے کہ بچہ کا کھانا درست کر دے مثلاً غذا کو چبا کر نرم کر دے اور اس پر واجب ہے کہ کوئی ایسی غذا نہ کھائے جس سے دودھ بگڑ جائے اور بچہ کو ضرر پہنچے اور دائی پر یہ بھی واجب ہے کہ بچہ کی غذا پکائے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر بچہ بیمار ہو جائے تو تیل وریحان وغیرہ جن سے بچہ کا علاج کیا جاتا ہے وہ ان کے یعنی اماموں کے ملک کے رواج کے موافق دائی کے ذمہ ہوتے ہیں لیکن ہمارے ملک کے رواج کے موافق بچہ کے والیوں کے ذمہ ہے ہاں دائی پر اس کا کھانا تیار کر دینا واجب ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اصل یہ ہے کہ جب اجارہ کسی کام کے واسطے قرار پایا تو جس قدر باتیں اس کام کے توابع ہیں اور اجارہ کے وقت اجیر سے ان سب باتوں کے کرنے کی شرط نہیں لگائی گئی تو عرف کے موافق جو کام اجیر کو کرنے چاہئیں وہ اس پر واجب ہوں گے اور جو نہیں وہ نہ واجب ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ بچہ کے والدین کا کوئی کام کرنا دائی پر واجب نہیں لیکن اس کا جی چاہے بخوشی خاطر براہ احسان کر دے اور اس پر واجب ہے کہ بچہ کو تنہا نہ چھوڑے یہ غیاثیہ میں ہے اور دائی کو یا اس کے مقرر کرنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بلا عذر اجارہ فسخ کر دے اور بچہ کے لئے مقرر کرنے والے کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ مثلاً اس کا دودھ نہیں لیتا یا قے کر دیتا ہے کیونکہ جب یہ حالت ہو گی تو مقصود حاصل نہ ہوگا اسی طرح اگر دائی حاملہ ہو جائے یا بیمار ہو جائے یا چوری کرتی ہو یا ایسی چھنال ہو کہ اس کی

[1] قولہ برتاؤ یعنی عرف میں جو رواج معلوم ہو وہ خود مشروط ہو جاتا ہے اگرچہ شرط نہ کرے۔ [2] قولہ اسی پر ہوگا یعنی دائی اپنے پاس سے کھائے۔

بدکاری کھلی ہو بخلاف اس کے اگر وہ دائی کافرہ ہو تو اس مقصود میں یہ عذر نہیں ہے کیونکہ کفر اس کے اعتقاد میں ہے اور اگر کسی شخص نے کوئی دائی اجارہ پر مقرر کی پھر معلوم ہوا کہ یہ بدکار یا مجنون یا معتوہ ہے تو اس کو اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور دائی کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ مثلاً ایسی بیماری ہو گئی کہ دودھ نہیں پلا سکتی ہے اور اگر پلائے بھی تو بڑی مشقت سے اور اسی طرح اگر حاملہ ہو جائے تو بھی عذر ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر بچہ کے گھر والے لوگ دائی کو برا بھلا کہہ کر ایذا دیتے ہوں تو روکے جائیں گے اور اس کے ساتھ بدخلقی کا برتاؤ کرتے ہوں تو بھی روکے جائیں گے پس اگر باز نہ رہے تو دائی کو اختیار ہے کہ چھوڑ کر چلی جائے یہ مبسوط میں ہے اور اگر وہ عورت دائی گری میں مشہور نہ ہو اور ایسی ہو کہ اس فعل سے اس پر عیب رکھا جائے تو اس کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے بخلاف اس کے اگر اس پیشہ میں مشہور ہو تو فسخ نہیں کر سکتی ہے لیکن اگر یہ پہلا اجارہ اس نے کیا ہو تو اختیار ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر پہلے دائی گری کی محنت سے واقف نہ ہو تو پھر جب پڑے تو جانے تو اس کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر وہ عورت ایسی ہو کہ دائی گری سے اس پر عیب لگایا جاتا ہو تو اس کے اہل کو اختیار ہے کہ اجارہ فسخ کرا دیں کیونکہ ان لوگوں کو ایسے طعنہ سے عار دلائی جائے گی اسی طرح اگر خود اس عورت نے انکار کر دیا تو اجارہ فسخ ہو جائے گا بشرطیکہ ایسی ہو کہ اس پر اس کا عیب لگایا جائے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر لڑکے نے اس سے الفت کر لی اور اس سے مانوس ہو گیا اور دوسری دائی کا دودھ منہ میں نہیں لیتا حالانکہ وہ دائی ایسے خاندان سے ہے کہ دائی گری میں مشہور نہیں ہے تو بھی ظاہر الروایۃ کے موافق اس کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر فسخ اجارہ سے لڑکے کے حال پر خوف ہو تو اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسی روایت پر جو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے اعتماد[1] ہے اور امام محمدؒ کی تاویل پر اعتماد ہے کہ اگر لڑکے کو قند و مسکہ وغیرہ غذا دے کر کچھ تدبیر نکال سکتے ہوں یا کسی حیلہ سے وہ دوسری دائی کا دودھ منہ میں لئے تو اجارہ فسخ ہو سکتا ہے اور اگر غذا سے کچھ تدبیر نہ چلتی ہو اور نہ کسی حیلہ سے وہ دوسری دائی کا دودھ لیتا ہو تو امام محمدؒ نے بھی وہی حکم دیا ہے جو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر دائی کا کوئی شوہر[2] ہو اور اس عورت نے بدوں اس کی اجازت کے دائی گری کا اجارہ کر لیا تو شوہر کو اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ شوہر ایسے لوگوں میں سے ہو کہ اس پر یہ عیب لگایا جائے کہ اس کی بیوی دائی ہے اور اگر عورت کا کوئی خاوند معروف ہو کہ یہ اس کا شوہر ہے اور عورت نے اپنے آپ بدوں اس کی اجازت کے دائی گری کا اجارہ کر لیا تو شوہر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے خواہ وہ ایسا ہو کہ اس کو عیب لگایا جائے یا ایسا نہ ہو اور یہی قول صحیح ہے اور اگر اس کا خاوند مجہول[3] ہو کہ یہ امر کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے فقط اس عورت کے کہنے سے معلوم ہو تو ایسے مجہول شوہر کو اجارہ فسخ کرا دینے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی عورت کا کوئی خاوند معروف ہو اور اس عورت نے ایک مہینہ کے واسطے دائی گری کر لی پھر مہینہ گزر گیا اور حال یہ ہوا کہ لڑکا اس سے ایسا مانوس ہو گیا کہ اس کے سوا دوسری عورت کا دودھ نہیں لیتا ہے پس اگر اس عورت نے شوہر کی بلا اجازت دائی گری کر لی تھی تو شوہر کو اختیار ہے کہ اب اس کو منع کرے اگرچہ اس سے بچہ کے مر جانے کا خوف ہو اور اگر اس نے ایک مہینہ کے شوہر کی اجازت

---

[1] قولہ اعتماد ہے یعنی دائی یا اس کے گھر والے ایسی صورت میں فسخ اجارہ نہیں کر سکتے ہیں اور فسخ کی روایت میں یہ تاویل ہے کہ جب غذا وغیرہ سے وہ بچہ ہل جائے۔ [2] قولہ شوہر ہو اگرچہ دو گواہوں سے شوہر ہونا ثابت کیا جائے۔ [3] قولہ مجہول سے یہ مراد ہے کہ فقط اس عورت کے کہنے سے معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ہے ورنہ لوگوں میں قاضی و گواہوں وغیرہ سے یہ بات معروف نہ تھی۔

سے دائی گری کر لی تھی تو شوہر کو اختیار نہیں کہ اب اس کو منع کرے جبکہ حالت یہ ہے کہ لڑکا اس کے سوا دوسری دائی کا دودھ نہیں لیتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر شوہر نے اجارہ تسلیم کر لیا اور پھر لڑکے کے والیوں نے چاہا کہ شوہر کو دائی یعنی اپنی بیوی کے ساتھ وطی کرنے سے منع کریں اس خوف سے کہ اس کو حمل نہ رہ جائے اور ان کے بچہ کے حق میں ضرر ہو تو ان کو یہ اختیار اپنے گھر میں ہے کہ دائی کو اس کے خاوند کے پاس نہ جانے دیں اور اگر خاوند نے دائی کو اپنے گھر میں پایا تو اس کو اختیار ہے کہ دائی کے ساتھ وطی کرے اور اس وقت دائی کو بھی اختیار نہیں ہے کہ اس کو اپنے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور بچہ کے والیوں کو اختیار ہے کہ دائی کے اقرباؤں کو اپنے گھر میں ٹھہرنے سے منع کریں یہ ظہیریہ میں ہے بچہ کے والیوں کو یہ اختیار ہے کہ دائی کو اپنے اقرباؤں کے دیکھنے جانے یا اقرباؤں کو اس کے دیکھنے آنے سے ممانعت کریں بشرطیکہ یہ امر لڑکے کے حق میں مضر ہوتا ہو اور اگر مضر نہ ہو تو نہیں یہ محیط سرخسی میں ہے

ایک شخص نے اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے دائی مقرر کی اور جب اس نے چند مہینہ دودھ پلایا تو اُس بچہ کا باپ مر گیا ☆

دائی کو اختیار نہیں ہے کہ بچہ کے والیوں کی بلا اجازت ان کا کھانا کسی شخص کو کھلائے[1] اور اگر دائی کا کوئی لڑکا اپنی ماں کو دیکھنے آیا تو بچہ کے والیوں کو اختیار ہے کہ اس لڑکے کو اپنی ماں کے پاس رہنے سے منع کریں یہ مبسوط میں ہے اور جو امور ایسے ہیں کہ بچہ کے حق میں مضر ہوں جیسے دیر تک گھر سے باہر رہنا وغیرہ تو ایسے سب امور سے بچہ کے والیوں کو اختیار ہے کہ دائی کو منع کریں اور جو امور بچہ کے حق میں مضر نہیں ہیں ان سے ممانعت کا اختیار نہیں ہے کیونکہ دائی کو ایسے امور کی ضرورت ہے اور اس قدر وقت و کام عقد اجارہ سے مستثنیٰ ہو جائے گا جیسے اوقات نماز خود ہی مستثنیٰ ہو جاتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ بچہ کے حق میں مضر ہوں اس سے یہ مراد ہے کہ لامحالہ مضر ہوں پس جو امور ایسے ہیں کہ ان میں ضرر کا وہم ہے یقین نہیں ہے تو ان سے منع نہیں کر سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر بچہ یا دائی مر گئی تو اجارہ ٹوٹ جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اصل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بچہ کے واسطے دائی مقرر کی پھر وہ شخص مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹے گا اور فقیہ ابو بکر بلخیؒ نے فرمایا کہ باپ کے مر جانے سے اجارہ صرف اس وقت نہیں ٹوٹتا ہے کہ جب بچہ کا کچھ مال موجود ہو اور اگر کچھ مال نہ ہو تو باپ کے مر جانے سے ٹوٹ جاتا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ دونوں حالتوں میں باپ کے مرنے سے اجارہ باطل نہیں ہوتا ہے اور کتاب الاصل میں امام محمدؒ کا مطلقاً حکم دینا بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے پھر امام محمدؒ نے فرمایا کہ دائی کی اجرت بچہ کی میراث سے ملے گی اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد آئندہ جو اجرت چڑھی ہے وہ بچہ کی میراث سے ملے گی اور جو اجرت باپ کی حین حیات میں واجب ہو چکی ہے وہ تمام ترکہ میں سے دلائی جائے گی اور بعض نے کہا کہ سب اجرت بچہ کی میراث ہی سے ملے گی اور یہی صحیح ہے اور نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے دائی مقرر کی اور جب اس نے چند مہینہ دودھ پلایا تو اس بچہ کا باپ مر گیا پھر بچہ کی پھوپھی نے اس دائی سے کہا کہ تو اس کو دودھ پلایا کر اور ہم تجھے اجرت دے دیں گے پھر اس نے چھ مہینے دودھ پلایا پس اگر جس وقت باپ نے دائی مقرر کی ہے اس وقت بچہ کا کچھ مال نہ ہو تو جس روز سے باپ مرا ہے اس روز سے دائی کی اجرت پھوپھی کے ذمہ ہو گی پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اس کی پھوپھی بچہ کی وصیہ بھی ہو تو بچہ کے مال سے واپس لے لے گی ورنہ واپس نہیں لے سکتی ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت باپ نے دائی مقرر کی ہے اس وقت بچہ کا

---

[1] قولہ کھلائے کیونکہ وہ طعام کی مالک نہیں ہوتی بلکہ پیٹ بھر کر کھا سکتی ہے۔

کچھ مال موجود ہو تو پوری اجرت بچہ کے مال سے دلائی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت باپ نے دائی مقرر کی ہے اس وقت بچہ کا کچھ مال نہ ہو پھر اس کو کچھ مال مل گیا تو ظہیریہ میں لکھا ہے کہ میرے والدؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا انہوں نے فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ گزشتہ ماہ کی اجرت باپ پر ہوگی اور آئندہ کی اجرت بچہ کے مال سے ملے گی کذا فی الظہیر یہ اور اگر ایک شخص نے دائی مقرر کی کہ اس کے دو بچوں کو دودھ پلاتی تھی پھر ایک بچہ مر گیا تو آدھی اجرت اس کے ذمہ سے کم کر دی جائے گی اور ان بچوں کے باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ کسی دوسرے بچہ کو بجائے مردہ بچہ کے مقرر کر دے یہ محیط میں ہے اگر دو دائیوں کو مقرر کیا کہ دونوں ایک ہی بچہ کو دودھ پلاتی ہیں تو جائز ہے اور جو اجرت ہے وہ دونوں دائیوں کے دودھ پر تقسیم کر دی جائے گی اور ہر ایک کو نصف نصف ملے گی بشرطیکہ دونوں کے دودھ میں کچھ تفاوت نہ ہو اور اگر تفاوت ہو تو اسی حساب سے تقسیم ہوگی پھر اگر دونوں دائیوں میں سے ایک مر گئی تو صرف اسی کا عقد اجارہ باطل ہو گیا کیونکہ معقود علیہ یعنی دودھ دینا جاتا رہا اور دوسری دائی کو اس کا حصہ اجرت ملے گا یہ مبسوط میں ہے اور دائی کو اختیار نہیں ہے کہ کسی دوسرے کا بچہ لے کر پہلے بچہ کے ساتھ دودھ پلائے اور اگر اس نے ایسا کیا تو برا کیا اور گنہگار ہوئی بشرطیکہ پہلے بچہ کو اس نے ضرر[1] پہنچایا ہو کذا فی البدائع اور دائی کو اس صورت میں دونوں فریق سے پوری اجرت ملے گی اور اس میں سے کچھ صدقہ نہ کرے کذا فی خزانۃ المفتین اور تمام اجرت اس کو حلال ہوگی اور پہلے اجارہ کی اجارت میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا کیونکہ جو مدت شرط کی تھی اس تمام مدت میں اس نے متاجر کے بچہ کو دودھ پلایا ہے اور جتنے دنوں دائی دودھ پلانے سے پچھڑ رہے اور ناغہ کرے وہ دن کاٹ لئے جائیں گے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر دائی نے بچہ اپنی باندی کو دے دیا اس نے دودھ پلایا تو دائی کو پوری اجرت ملے گی اور یہ استحسان ہے اور اگر دائی سے یہ شرط لگائی گئی کہ خود ہی اور دودھ پلائے پھر اس نے اپنی باندی کے دودھ پلانے کے واسطے دے دیا تو صحیح یہ ہے کہ کچھ اجرت کی مستحق نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور وجہ یہ ہے کہ اجرت کی مستحق ہوگی یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر دائی نے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر یا غذا کھلا کر مدت اجارہ تمام کر دی تو کچھ اُجرت نہ ملے گی ☆

اگر دائی نے ایک سال خود دودھ پلایا اور پھر اس کا دودھ خشک ہو گیا پھر باقی ایک سال تک اس کی باندی نے دودھ پلایا تو دائی کو پوری اجرت ملے گی اسی طرح اگر خود دائی اور اس کی باندی دودھ پلاتی ہو تو بھی پوری اجرت ملے گی اور باندی کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر دائی کا دودھ خشک ہو گیا اور اس نے کوئی دوسری دائی اپنی طرف سے مقرر کر لی تو دوسری دائی کی اجرت جو ٹھہری ہے وہ پہلی دائی کے ذمہ ہوگی اور پہلی دائی کی جو اجرت ٹھہری ہے وہ پوری ملے گی یہ حکم استحساناً ہے اور قیاساً اس کو کچھ اجرت نہ ملنی چاہئے پھر دوسری دائی کی اجارت دے دینے کے بعد جو کچھ اجرت پہلی دائی کو بچ رہی ہے وہ صدقہ کر دے یہ مبسوط میں ہے اور اگر دائی نے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر یا غذا کھلا کر مدت اجارہ تمام کر دی تو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر اس صورت میں دائی نے انکار کیا کہ میں نے اس کو بکری وغیرہ کسی جانور کا دودھ نہیں پلایا بلکہ اپنا دودھ پلایا ہے تو استحساناً قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر بچہ کے والیوں نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے اور دعویٰ ثابت ہو گیا تو دائی کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں گواہوں کی گواہی سے یہ مراد ہے کہ اس طرح گواہی دیں کہ دائی نے اس بچہ کو بکری وغیرہ کو دودھ پلایا ہے اور اپنا دودھ نہیں پلایا ہے اور اگر صرف اسی قدر گواہی دی کہ اس نے اپنا دودھ نہیں پلایا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ بالقصد یہ گواہی نفی پر قائم ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں اثبات کے ضمن میں نفی داخل ہوگئی ہے اور اگر دونوں نے اپنے گواہ قائم کئے تو بھی[2] دائی کے گواہ قبول ہوں گے

[1] قولہ ضرر یعنی دائی کی اس حرکت سے بچے کے حق میں ضرر رہا ہو۔ [2] یعنی دونوں فریق گواہوں کی توثیق بھی ہوگئی تو دائی کے گواہ قبول ہوں گے۔

۔یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر باپ نے بچہ کی ماں کو اس بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے اجرت پر مقرر کیا پس اگر نکاح قائم ہونے کی حالت میں اپنے مال سے مقرر کیا ہے تو جائز نہیں ہے اور جیسا خود اس کا اجارہ پر لینا نہیں جائز ویسا ہی اس کی باندی یا مدبرہ باندی کا اجارہ لینا بھی نہیں جائز ہے اور اگر اس کی مکاتبہ باندی کو اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہے اور اگر بچہ کی ماں کو حالت نکاح میں بچہ کے مال سے اجارہ پر مقرر کیا تو ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ یہ جائز ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب نکاح قائم ہو اور اگر بعد طلاق کے اجارہ پر مقرر کیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر طلاق بائن ہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ باپ نے اس بچہ کے واسطے مقرر کیا ہو جو اسی بیوی سے پیدا ہوا ہے اور اگر کسی دوسری بیوی سے پیدا ہوئے بچہ کے واسطے اس کو دائی مقرر کیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر مطلقہ کو عدت گزرنے کے بعد اسی بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے مقرر کیا جو اس بیوی مطلقہ سے پیدا ہوا ہے تو جائز ہے پھر اگر اس کے بعد اس عورت سے نکاح کر لیا اور ہنوز اجارہ کی مدت نہیں گزری ہے تو میرے والدؒ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہے اور میں نے امام ظہیر الدین مرغینانیؒ سے دریافت کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ اجارہ باطل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنی ماں یا بیٹی یا بہن کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے دائی مقرر کیا تو جائز ہے اور اس پر اجرت واجب ہوگی اور اسی طرح جو عورت اس مرد کی ذات رحم[1] محرم ہو اس کا یہی[2] حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کوئی شخص لقیط بچہ اٹھالایا اور اس کے واسطے کوئی دائی مقرر کر دی تو دائی کی اجرت اسی شخص پر واجب ہوگی اور اس نے اس کام میں احسان اور نیکی کی اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی ایسی باندی کو جس سے اس کا کوئی بچہ پیدا ہوا ہے اس بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے بچہ ہی کے مال سے اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درہم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینہ کے مقابلہ میں ہے ☆

یتیم کا دودھ پلانا اور پالنا اسی شخص پر واجب ہے کہ جس پر اس یتیم کا نان نفقہ واجب ہے اور اگر اس یتیم کا کوئی وارث نہ ہو اور نہ کسی شخص نے نیک کام سمجھ کر اس کے دودھ پلانے اور پالنے میں کچھ دستگیری کی تو اس کا دودھ پلا کر پالنا بیت المال پر ہے یعنی دائی کی اجرت بیت المال سے دلائی جائے گی اور اگر باپ نے اپنے بچہ کے واسطے کوئی دائی مقرر کی اور بچہ کی ماں نے بچہ کے سپرد کر دینے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ دائی میرے پاس دودھ پلایا کرے تو بعض نے فرمایا کہ باپ کو چاہئے کہ ایسی دائی مقرر کرے جو اس کی ماں کے پاس ہی دودھ پلائے یہ سراج الوہاج میں ہے فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے کہ اگر کوئی دائی ایک سال دودھ پلانے کے واسطے سو درہم پر اس شرط سے مقرر کی کہ اگر سال سے پہلے بچہ مر گیا تو بھی سب درہم دائی کو دیئے جائیں گے تو یہ شرط ایسی ہے کہ جس سے عقد اجارہ فاسد ہوتا ہے پھر اگر وہ بچہ سال گزرنے سے پہلے مر گیا تو دائی کو بقدر اس کے دودھ پلانے کے اجر المثل ملے گا اور باقی سب مستاجر کو واپس کر دے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درہم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینہ کے مقابلہ میں ہے اور بعد اس کے آخر سال تک بلا اجرت دودھ پلانا شمار کیا جائے پھر اس نے ڈھائی مہینے دودھ پلایا تھا کہ وہ بچہ مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ تمام اجرت اس قدر میعاد کی اجر المثل کے حساب سے تقسیم کر کے اس کو دے دی جائے گی اور باقی اجرت مستاجر کو

[1] یعنی نسب کے رحم سے شرکت ہو اور وہ عورت اس پر دائمی حرام ہو جیسے بہن بیٹی پھوپھی وغیرہ۔ [2] قولہ یہی حکم۔ یہ اس وقت ہے کہ کسی وجہ سے اسی عورت پر دودھ پلانا واجب نہ ہو جائے ورنہ اجرت باطل ہوگی۔

واپس کردے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درہم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینہ کے مقابل ہے اور اس کے بعد سے آخر سال تک دودھ پلانا بلا اجرت ہے پھر اس نے ڈھائی مہینے دودھ پلایا تھا کہ بچہ مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کا اجر المثل ایک سال کا بارہ مہینے پر تقسیم کیا جائے پس جو کچھ اس قدر میعار کے پرتے میں پڑے وہ دائی کو دیا جائے اور باقی اجرت واپس کر کے مستاجر کو ملے گی اس واسطے کہ یہ اجارہ فاسد ہے پس دائی کو اجر المثل دیا جائے گا لیکن جو مقدار اجرت بیان کر دی گئی ہے اس سے زیادہ (۱) نہ ہونا چاہئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو باندی ماذونہ ہے یعنی اس کو تصرفات کی اجازت دی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو دائی گری کے واسطے اجارہ میں دے اسی طرح مکاتبہ کو بھی اپنی ذات اور اپنی باندی کی ذات کو دائی گری کے واسطے اجارہ دینے کا اختیار ہے کیونکہ یہ بھی مال حاصل کرنے کا طریقہ ہے اور باندی اس کی ذاتی ہے اسی طرح مکاتب اور غلام ماذون کو یہ اختیار ہے کہ مولیٰ کو اپنی ذات اجارہ پر دیں پھر اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اجارہ ٹوٹ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور اگر کسی مکاتبہ نے کوئی دائی اجارہ پر لی پھر مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گئی تو اجارہ ٹوٹ جائے گا یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اور مسلمان عورت کو کافر کے بچہ کو اجرت پر دودھ پلانے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مسلمان کو بھی کچھ ڈر نہیں ہے کہ کافرہ دائی کو یا ایسی عورت کو جو حرام سے بچہ جنی ہوا پنے بچہ کو دودھ پلانے کے واسطے مقرر کرے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی بکری کو اس واسطے کرایہ پر لیا کہ کسی بکری کے بچہ یا آدمی کے بچہ کو دودھ پلائے تو جائز نہیں ہے سراج الوہاج میں ہے۔

گیارھواں باب:

خدمت کے واسطے اجارہ لینے کے بیان میں

ہمارے علماء نے کہا کہ ہر شخص کے حق میں یہ بات مکروہ[۱] ہے کہ آزاد عورت یا باندی کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کرے اور خلوت میں اس سے خدمت لے کیونکہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا شرعاً ممنوع ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک آزاد عورت نے عیالدار آدمی کی خدمت گاری میں نوکری کر لی تو جائز ہے اور اس شخص کو اس عورت کے ساتھ خلوت کرنا یعنی خلوت میں اس سے خدمت لینا مکروہ ہے اور امام فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس حکم کی تاویل ہے جو اصل میں مذکور ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کبریٰ میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کچھ ماہواری پر خدمت کے واسطے اجارہ لیا تو جائز نہیں ہے جیسا کہ اگر گھر کے کاموں میں سے کسی کام کے واسطے مثل روٹی یا ہانڈی پکانے یا جو بچہ اس بیوی سے پیدا ہوا ہے اس کے دودھ پلانے وغیرہ کے واسطے اجارہ لیا تو جائز نہیں[۲] ہے اور اگر کسی ایسی خدمت کے واسطے اجارہ لیا جو گھر کے کاموں کی جنس سے نہیں ہے جیسے اپنے جانور چرانے وغیرہ تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ کام اس پر واجب نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر بیوی کسی کی باندی ہو تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اور صیر فیہ میں ہے کہ اگر اپنی بیوی کو روٹی پکانے کے واسطے اجارہ لیا پس اگر کھانے کی روٹی پکانے کے واسطے مقرر کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر فروخت کرنے کی روٹی پکانے کے واسطے مقرر کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر بیوی نے اپنے شوہر کو خدمت یا بکریاں چرانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہے اور شوہر کو اختیار ہوگا کہ اجارہ فسخ کر دے اور بیوی کی خدمت نہ کرے یہ

---

[۱] مکروہ سے تحریمی مراد ہے واللہ اعلم۔ [۲] قولہ جائز نہیں کیونکہ یہ کام خود اس پر واجب ہے لیکن وجوب سے براہ دیانت واجب مراد ہے کما صرح بہ الطحاوی وغیرہ۔ (۱) جبکہ سال پورا ہو جائے۔

ظاہرالروایۃ کے موافق ہے اور ابن سماعہ نے ابوعصمہ سعد بن معاذ المروزی کے واسطے سے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ ایسا اجارہ باطل ہے اور ایسا ہی حاکم شہیدؒ نے اپنی مختصر میں ذکر فرمایا ہے اور ظاہرالروایۃ کے حکم کی وجہ یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کی خدمت کرنے کا استحقاق نہیں ہے اور شوہر اپنے منافع کا خود مالک ہے پس اس کو اختیار ہے کہ اجارہ پرد ے دے اور اگر شوہر نے اجارہ نہ توڑا اور بیوی کی خدمت کی تو اجرت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مسلمان نے کسی کافر کی خدمت کے واسطے نوکری کر لی تو جائز ہے مگر مکروہ (تحریمی) ہے ☆

اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے والدین کو خدمت[1] کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو ناجائز ہے خواہ اس کے والدین آزاد ہوں یا کسی شخص کے غلام ہوں یا دونوں کافر ہوں اور باوجود اس کے اگر باپ نے خدمت کی تو اس کو اجرت مثل ملے گی اور اگر مقررہ اجرت سے اجر المثل کم ہو تو کم نہ کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنے دادا یا[2] دادی کو خدمت کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو ناجائز ہے اور اگر باوجود اس کے اس نے خدمت کی تو جو کچھ ٹھہرا ہے وہ دیا جائے گا خواہ اس صورت میں پوتا یعنی مستاجر آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا کافر یہ محیط میں ہے اور اگر کسی مرد نے اپنے بیٹے یا عورت نے اپنے بیٹے کو اس واسطے اجیر مقرر کیا کہ عورت کے گھر میں یعنی اپنی ماں کے گھر میں خدمت کیا کرے تو جائز نہیں اور نہ اجرت واجب ہوگی اگر اس نے خدمت کی لیکن آزاد یا مکاتب ہو تو ہو سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر بیٹا آزاد ہو اور اس نے ماں باپ میں سے کسی کو اس واسطے اجیر مقرر کیا کہ میری بکریاں چرواہے یا سوائے خدمت کے کسی دوسرے کام کے واسطے اجیر مقرر کیا تو یہ جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے پاؤں داب دے اس شرط سے کہ تجھ کو ہزار درہم دوں گی پس شوہر نے اس کے پاؤں دابے یہاں تک کہ عورت نے کہا کہ بس اب اس سے زیادہ میں نہیں چاہتی ہوں تو یہ اجارہ باطل ہے اور یہ حکم ابوعصمہ کی روایت کے موافق اور ظاہرالروایۃ کے مخالف ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور بھائیوں اور باقی اہل قرابت میں ہر ایک دوسرے کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کر سکتا ہے اور جائز ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی پھوپھی یا بڑے سن کے چچا یا بڑے بھائی کو خدمت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مسلمان نے کسی کافر کی خدمت کے واسطے نوکری کر لی تو جائز ہے مگر مکروہ[3] ہے اور امام فضلی نے فرمایا کہ خدمت یا ایسی چیزوں کے واسطے جن میں ذلت ہے مسلمانوں کو کافر کی نوکری جائز نہیں ہے بخلاف زراعت اور سینچنے وغیرہ کی نوکریوں کے کہ یہ جائز ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کسی غلام کو اس محرم و صفر دو مہینوں معلومہ کے واسطے ایک ماہ بحساب چار درہم اور دوسرا بحساب پانچ درہم کے اجیر مقرر کیا تو جائز ہے اور پہلا مہینہ چار درہم کا رکھا جائے گا حتیٰ کہ اگر اس نے صرف پہلے مہینہ کام کیا پھر دوسرے مہینہ کام نہ کیا تو چار درہم کا مستحق ہوگا اور اگر فقط دوسرے مہینہ میں کام کیا تو پانچ درہم کا مستحق ہوگا یہ شرح جامع صغیر حسام الدین میں ہے اگر تین مہینے کے واسطے اجارہ لیا دو مہینے ایک درہم میں اور ایک مہینہ پانچ درہم تو پہلے دو مہینہ ایک درہم میں قرار دیئے جائیں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے کوئی غلام خدمت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو اس کو اپنے ساتھ سفر میں نہیں لے جا سکتا ہے لیکن اگر شرط کر لے تو جائز ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے شہر میں نوکر رکھا ہو اور سفر کے قصد میں نہ ہو اور اگر سفر کی تیاری میں ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر وہ شخص مسافر ہو اور اس نے نوکر رکھا تو اس کو سفر میں لے جا سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ اگر کوئی غلام کوفہ میں نوکر رکھا

---

[1] قولہ خدمت اس واسطے کہ اس میں اہانت ہے جو حرام کی گئی ہے اور سوائے خدمت کے جائز ہے۔ [2] اطلاق کتاب سے نانا و نانی کو بھی شامل ہے۔
[3] ظاہرا بن نظر دلیل مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہے وہو الاصح من المذہب۔

تا کہ اس سے خدمت لے اور خدمت لینے کے واسطے کوئی مقام معین نہیں کیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ کوفہ میں اس سے خدمت لے اور باہر کوفہ سے خدمت لینے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ کوفہ میں خدمت لینا دلالت حال سے ثابت ہے تو مثل صریح ثابت ہونے کے قرار دیا جائے گا پس اگر متاجر اس کو سفر میں لے گیا تو ضامن ہوگا اور ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل کے اجارات میں مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک مکان کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اپنا غلام ایک سال تک خدمت کے واسطے دے کر صلح کر لی تو مدعی کو اختیار ہے کہ غلام اپنے اہل کے پاس لے جائے اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلح میں لکھا کہ اپنے اہل کے پاس لے جانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ غلام کو مسافت سفر میں لے جائے صرف یہ ہوسکتا ہے کہ گاؤں یا فنائے شہر میں لے جائے اور شمس الائمہ سرخسی اجارہ اور صلح میں فرق کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صلح کی صورت میں مدعی کو لے جانے کا اختیار ہے کہ غلام کو سفر میں لے جائے اور متاجر کو سفر میں لے جانے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنا غلام ایک سال کے واسطے دیا پھر غلام نے گواہ قائم کئے کہ مالک نے اجارہ دینے سے پہلے مجھے آزاد کر دیا ہے تو اجرت غلام کو ملے گی ☆

امام محمدؒ نے فرمایا کہ متاجر کو غلام کے مارنے کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر متاجر نے غلام کو اجرت دے دی حالانکہ غلام ہی نے عقد اجارہ قرار دیا تھا تو اجرت سے بری ہو گیا اور اگر غلام نے عقد اجارہ نہ ٹھہرایا ہو تو بری نہ ہوگا اگرچہ اجرت دینا ایسے شخص کے ہاتھ میں واقع ہوا کہ حکماً اس کا ہاتھ مثل مولیٰ کے ہاتھ کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور متاجر کو اختیار ہے کہ غلام سے گھر کی ہر طرح کی خدمت لے اور حکم کرے کہ میرا کپڑا دھوئے[1] دے اور سی دے اور آٹا گوندھ کر روٹی پکائے اگر غلام اس کو اچھی طرح کر سکتا ہو اور ٹٹو کو چارہ دے دے اور چھت پر سے متاع نیچے لائے اور اوپر لے جائے اور بکری دودھ دے اور کنویں سے پانی بھر لائے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو درزی گری یا کسی دوسرے پیشہ کے واسطے ٹھہرا دے اگرچہ وہ اس کام کو خوب جانتا ہو اور متاجر پر اس کا کھانا دینا واجب نہیں ہے لیکن اگر احسان کر کے دے دے تو خیر یا وہاں ایسا ہی رواج ہوگا تو دے گا اور متاجر کو اختیار ہے کہ اس کو اپنے مہمانوں کی خدمت کے واسطے حکم دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ کسی دوسرے شخص کو خدمت کے واسطے اجرت[2] پر دے دے اور اگر متاجر نے نکاح کیا تو اجیر سے کہہ سکتا ہے کہ میری اور میرے اہل و عیال کی خدمت کرے اسی طرح اگر عورت نے اجارہ پر لیا ہو اور اس سے کسی نے نکاح کیا تو عورت بھی غلام کو حکم دے سکتی ہے کہ میری اور میرے شوہر کی خدمت کرے اور یہ مبسوط میں ہے منتقی میں بروایت ابراہیمؒ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام ایک سال کے واسطے اجارہ دیا پھر غلام نے گواہ قائم کئے کہ مالک نے اجارہ دینے سے پہلے مجھے آزاد کر دیا ہے تو اجرت غلام کو ملے گی اور اگر غلام نے کہا کہ میں آزاد ہوں اور میں نے اجارہ فسخ کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہ تھے اور قاضی نے وہ غلام مالک کو دے دیا اس نے اجارہ کا کام کرنے کے واسطے غلام پر جبر کیا پھر غلام نے گواہ سنائے کہ میں آزاد ہوں اور مولیٰ نے مجھے اجارہ دینے سے پہلے آزاد کر دیا ہے تو نہ اجرت غلام کو ملے گی نہ مولیٰ کو اور اگر غلام نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے اجارہ فسخ کر دیا تو اجرت غلام کو ملے گی اور اگر غلام نابالغ ہوا اور اس نے عتق کا دعویٰ کیا اور مولیٰ اس کو اجارہ پر دے چکا ہے اور اس نے کہا کہ میں نے اجارہ فسخ کر دیا پھر اس نے کام کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو اجرت غلام کو ملے گی اور یہ بمنزلہ ایسے لقیط کے ہے جو کسی شخص کی پرورش میں تھا اور اس شخص نے اس کو اجارہ پر دے دیا یہ ذخیرہ میں ہے۔

[1] قولہ دھوئے یہ اس مالک کا رواج تھا اور ہمارے ملک میں ہمارا رواج معتبر ہوگا۔ [2] قولہ اجرت پر دے دے یعنی مثلاً زید سے غلام اجارہ پر لیا تو چاہے بکر کو اجارہ پر دے دے اور یہ بھی ہمارے رواج کے خلاف ہے۔

اگر ایک سال کے واسطے اپنا غلام اجارہ پر دیا پھر جب چھ مہینے گزر گئے تو اس کو آزاد کر دیا تو غلام کو اختیار ہے چاہے اجارہ پورا کر دے یا توڑ دے پس اگر اس نے فسخ کر دیا تو باقی کا عقد فسخ ہو گیا اور باقی اجرت متاجر کے ذمہ سے ساقط ہو گئی اور گزشتہ مدت کی اجرت مولیٰ کو ملے گی کذافی البدائع اور یہ حکم اس وقت ہے کہ غلام پر قرضہ نہ ہو اور اگر قرضہ ہو تو اجرت میں سے قرض خواہوں کا قرضہ ادا کر کے جو باقی بچے وہ مولیٰ کو ملے گا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اس نے اجارہ کی اجازت دے دی اور پورا کر دیا تو وقت آزادی سے آخر سال تک کی اجرت غلام کو ملے گی اور جب غلام نے اجارہ پورا کر دینا اختیار کیا تو پھر اس کو اجارہ توڑنے کا اختیار نہ ہوگا اور تمام مال اجارہ پر قبضہ کرنے کا حق مولیٰ کو حاصل ہوگا اور غلام کو اجرت وصول کرنے کا استحقاق نہ ہوگا لیکن مولیٰ کی طرف سے وکیل ہو کر وصول کر سکتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ متاجر نے تعجیل کے ساتھ اجرت ادا نہ کر دی ہو اور وتعجیل کے ساتھ ادا کرنے کی شرط مولیٰ نے لگائی ہو اور اگر تعجیل کے ساتھ متاجر نے ادا کر دی یا اجارہ میں تعجیل کی شرط تھی اور غلام آزاد ہوا اور اس نے اجارہ پورا کر دینا اختیار کیا تو تمام اجرت مولیٰ کو ملے گی اور اگر غلام نے اجارہ فسخ کر دینا اختیار کیا تو مولیٰ آدھی اجرت متاجر کو واپس کرے گا خواہ مولیٰ نے خود ہی غلام کو اجارہ پر دیا ہو یا غلام کو اس نے اجازت دی ہو کہ اپنے تئیں سال بھر کے واسطے اجارہ پر دے دے اور پھر چھ مہینہ بعد مولیٰ نے آزاد کیا ہو لیکن اجرت وصول کرنے کا استحقاق اس صورت میں غلام کو حاصل ہوگا اور اگر غلام مجور ہو اور اس نے اپنے تئیں بدوں اجازت مولیٰ کے کسی کو اجارہ پر دے دیا اور بیچ مدت مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو غلام کو اختیار نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر غلام نے بدوں اجازت مولیٰ کے اپنے تئیں اجارہ پر دے دیا پس اگر کام کرنے میں صحیح سالم بچ رہا تو صحیح ہے اور اجرت واجب ہوگی اور غلام کا وصول کرنا بھی صحیح ہے اور متاجر کو اختیار نہ ہوگا کہ غلام سے اجرت واپس لے اور اگر غلام اس قرضہ میں آزاد ہو جائے تو اس کو فسخ اجارہ کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس نے خود ہی اجارہ کر لیا ہے اور جو اجرت بعد عتق کے واجب ہو وہ باتفاق الروایات غلام ہی کی ہوگی۔

اگر کام کرنے میں مر گیا قبل اس کے کہ آزاد کیا جائے تو اجارہ صحیح نہیں ہے اور متاجر کو اس کی قیمت کی ڈانڈ مولیٰ کو دینی پڑے گی اور اجرت کچھ نہ ملے گی یہ غیاثیہ میں ہے ایک شخص نے ایک غلام ایک ماہ کے واسطے اجارہ لیا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر آخر مہینہ آ گیا اور حال یہ ہے کہ غلام بھاگا ہوا ہے یا مریض ہے پس متاجر نے کہا کہ قبضہ کرنے کے وقت سے بھاگا ہوا یا بیمار ہے اور مولیٰ نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے کچھ دیر پہلے سے ایسا واقع ہوا تو متاجر کا قول مقبول ہوگا اور اگر اس جھگڑے کے وقت وہ غلام بھاگا ہوا یا مریض نہ ہو تو مولیٰ کا قول قبول ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام کو غصب کر لیا اور اس غلام نے اپنے تئیں اجرت پر دے دیا اور کام کرنے میں مرنے سے بچ گیا تو اجارہ صحیح ہے اور بالاجماع غلام کو اجرت وصول کرنا جائز ہے پس اگر غلام نے اجرت وصول کی اور غاصب نے اس سے چھین کر کھا لی تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ غاصب اس کا[1] ضامن ہوگا اور اگر مولیٰ نے وہ اجرت بعینہٖ قائم پائی تو بالاجماع غاصب سے لے لے گا یہ جامع صغیر میں ہے مکاتب نے اگر کوئی غلام اجارہ پر دیا پھر خود مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو اجارہ امام محمدؒ کے نزدیک ٹوٹ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور اگر مکاتب نے کوئی غلام اجارہ لیا پھر خود عاجز ہو گیا تو بالاتفاق اجارہ ٹوٹ جائے گا اور اگر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو بالاتفاق اجارہ باقی رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک غلام اجارہ پر دیا اور وہ غلام بعد اس کے استحقاق میں لیا گیا یعنی کسی شخص نے اپنا استحقاق ملک غلام پر ثابت کیا اور پھر مستحق نے اجارہ کی اجازت دے دی پس اگر یہ اجازت تمام منفعت حاصل کرنے سے پہلے واقع ہوئی تو جائز ہے اور

---

[1] قولہ اس کا یعنی اجرت کا مانند غلام کے ضامن ہوگا۔

تمام اجرت بھی مستحق کو ملے گی اور اگر منفعت حاصل کر لینے کے بعد اس نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور تمام اجرت غاصب کو ملے گی اور اگر کچھ مدت باقی رہنے پر اس نے اجازت دی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گزشتہ مدت اور باقی مدت سب کی اجرت مالک کو ملے گی یعنی مستحق کو ملے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک گزشتہ مدت کی اجرت غاصب کو اور باقی کی اجرت مالک کو ملے گی یہ ظہیریہ میں ہے باپ یا حقیقی دادا یا ان دونوں کے وصی نے اگر نابالغ کو کسی ایسے کام کے واسطے جس کو نابالغ کر سکتا ہے اجارہ پر دے دیا تو جائز ہے اور باپ کے ہوتے ہوئے دادا کو اختیار نہیں ہے اور باپ کا وصی بھی دادا پر مقدم ہے اور اگر نابالغ کا باپ یا حقیقی دادا یا ان دونوں کا وصی موجود نہ ہو اور نابالغ کو کسی ذی رحم محرم نے اجارہ پر دیا حالانکہ یہ اس کی گود میں پرورش پاتا ہے تو جائز ہے اور اگر نابالغ جس ذی رحم محرم کی گود میں پرورش پاتا ہے اس کے سوا دوسرے ذی رحم محرم نے جو پہلے ذی رحم محرم سے زیادہ قریب ہے اجارہ پر دیا مثلاً نابالغ اپنے چچا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور ماں نے اس کو اجارہ پر دے دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر کسی ذی رحم محرم نے جس کی گود میں نابالغ پرورش پاتا ہے اس نابالغ کو اجارہ پر دیا اور کرایہ وصول کر لیا تو اس کو یہ مال نابالغ پر خرچ کرنے کا اختیار نہیں ہے جبکہ اس کو نابالغ کے مال میں تصرف کا اختیار حاصل نہ ہو جیسا کہ اگر نابالغ کو کچھ مال ہبہ کیا گیا اور وہ کسی ذی رحم محرم کی گود میں پرورش پاتا ہے تو ذی رحم محرم کو اختیار ہے کہ اس ہبہ پر قبضہ کر لے[1] مگر یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو نابالغ پر خرچ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وصیوں میں سے ایک وصی کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اختیار ہے کہ یتیم کو اُجرت پر دے دے ☆

غیاثیہ میں ہے کہ سوائے باپ اور دادا کے کوئی نابالغ پر خرچ نہیں کر سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ پرورش کنندہ اس قدر خرچ کر سکتا ہے کہ جس کے خرچ کئے بغیر چارہ نہیں ہے اور ضروری ہے اور اگر قاضی نے مطلقاً اجازت دے دی تو ہر طرح خرچ کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور باپ و دادا دونوں کے وصی کو نابالغ کے غلام یا عقار[2] کے اجارہ دینے کا اختیار ہے اور ان لوگوں کے سوا جن کی گود میں پرورش پاتا ہے اس کو نابالغ کے غلام کو اجارہ پر دینے کا اختیار نہیں ہے اور امام محمدؒ نے استحساناً یہ حکم دیا کہ پرورش کنندہ بھی دے سکتا ہے اسی طرح استحساناً حکم دیا کہ اجرت کو بطور ضرورہ خرچہ کے خرچ کر سکتا ہے اور ہمارے استادؒ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے وصیوں میں سے ایک[3] وصی کو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ اختیار ہے کہ یتیم کو اجرت پر دے دے مگر یتیم کے غلام کو اجرت پر نہیں دے سکتا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ غلام کو بھی اجرت پر دے سکتا ہے کیونکہ جو شخص یتیم پر تصرف کر سکتا ہے وہ اس کے غلام پر بھی کر سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ نابالغ کو اگر اس کے باپ نے یا باپ کے وصی یا دادا نے یا دادا کے وصی یا قاضی یا قاضی کے امین نے اجارہ پر دے دیا اور وہ نابالغ مدت اجارہ کے اندر ہی بالغ ہو گیا تو یہ عذر ہے چاہے اجارہ پورا کر دے اور چاہے فسخ کر دے اور اگر ان لوگوں میں سے کسی نے اس کے مال میں سے کوئی چیز اجارہ پر دی اور وہ مدت کے اندر ہی بالغ ہوا تو اس کو اختیار نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اگر اپنے نابالغ لڑکے کو ایک سال کے واسطے کھانے و کپڑے پر اجارہ دے دیا اور سال گزر گیا تو باپ کو اختیار ہے کہ متاجر سے اجر المثل کا مطالبہ کرے کیونکہ اجارہ فاسد واقع ہوا ہے اور جو کچھ متاجر نے نابالغ کو دیا اس میں احسان کرنے والا شمار ہوگا اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر بقدر اجر المثل کے کپڑا خرچ نہ کیا ہو تو مطالبہ کر سکتا ہے۔

---

[1] قولہ قبضہ کر لے یعنی نابالغ کے واسطے نابالغ کی طرف سے قبضہ کر لے۔ [2] قولہ عقار یعنی مال غیر منقولہ مانند زمین و مکان وغیرہ کے۔ [3] قولہ ایک وصی یعنی اس کام میں دونوں وصیوں کی اتفاق رائے کی ضرورت نہیں ہے۔

کذانی التاتارخانیہ اور قاضی خان نے فرمایا کہ متاجر اپنا کپڑا واپس کر لے اور اجر المثل دے دے اور یہی صحیح اور صواب ہے کیونکہ جو کچھ اس نے دیا ہے وہ مفت نہیں دیا ہے یہ قنیہ میں باب اجارہ فاسدہ میں ہے ایک طفل نابالغ ہے اور اس کا باپ نہیں ہے اور نہ ماں ہے اور نہ چچا ہے اور اس یتیم سے اس کے اقرباؤں نے بلا اجازت قاضی کے اور بدوں اجارہ لینے کے دس برس تک کام لیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ بالغ ہونے کے بعد اتنی مدت کے اجر المثل کا ان لوگوں سے مطالبہ کرے تو یہ قنیہ میں باب لقاء الاجارہ میں ہے اگر اپنے آپ کو یا اپنے غلام کو یتیم کے کسی کام کے واسطے اجارہ میں دیا تو نہیں جائز ہے کذانی المبسوط اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی و محیط میں ہے اگر وصی نے یتیم یا اس کے غلام کو اپنے مال سے اپنے کسی کام کے واسطے اجارہ لیا تو امام اعظمؒ اور دوسرے قول امام ابو یوسفؒ کے موافق جائز ہونا چاہئے بشرطیکہ ایسی کم اجرت پر نہ ہو کہ اس کے مثل لوگ خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں یہ کبریٰ میں ہے اگر کوئی شخص دو یتیموں کا وصی ہو اور اس نے ایک کا مال دوسرے کو اجارہ دے دیا یعنی دوسرے کی طرف سے اجارہ لیا تو جائز نہیں ہے جیسے کہ اگر ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی ناجائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ باپ نے اگر نابالغ بیٹے کو اپنے واسطے اجارہ لیا تو اس کے جائز ہونے میں کچھ شک نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور باپ نے اگر اپنے نفس کو نابالغ کے واسطے اجارہ دیا یا اپنے مال کو نابالغ کے واسطے اجارہ دیا یا نابالغ کا مال اپنے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جس لڑکے نابالغ کو تصرف کی اجازت نہ ہو یعنی وہ مجور ہو اور اس نے اپنے تئیں کسی شخص کو اجارہ پر دیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح غلام مجور نے اگر اپنے تئیں کسی کو اجارہ دیا تو جائز نہیں ہے پھر بعد اجارہ دینے کے اگر کام کرنے میں مرنے سے بچ گیا تو استحساناً جو اجرت ٹھہری ہے وہ متاجر پر واجب ہوگی اور اگر کام کرنے سے مر گیا پس اگر نابالغ مجور ہو تو متاجر کی مددگار برادری کو اس کی دیت دینی پڑے گی اور مرنے سے پہلے جس قدر اجرت واجب ہوئی ہے وہ متاجر کو دینی پڑے گی اور اگر غلام مجور ہو تو متاجر کو اس کی قیمت دینی پڑے گی اور جس قدر غلام نے کام کیا ہے اس کی اجرت کچھ نہ دینی پڑے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر قاضی نے کسی شخص کو یتیم کے کام کے واسطے اجیر مقرر کیا تو اجر المثل کے حساب سے جائز ہے یعنی جس قدر اجر المثل ہے اسی قدر اجرت پر جائز ہے اور اگر اجر المثل سے اجرت زائد ہو تو زیادتی یتیم کے مال سے دینی واجب نہ ہوگی اور اگر اجیر سے کام کرایا تو زیادہ اجرت یعنی اجر المثل سے بڑھتی اجرت اس کے مال سے دلائی جائے گی اور اگر قاضی نے نابالغ یتیم کا گھر یا غلام اجر المثل سے کم کرایہ پر اجارہ دے دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر متاجر اس صورت میں اس مکان میں رہا تو اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو یعنی کرایہ مقررہ سے چاہے جس قدر زیادہ ہو سب دلایا جائے گا اور اگر یتیم کے مکان میں کوئی شخص غصب کر کے رہا تو اجرت واجب نہ ہوگی یعنی بلکہ ضمان واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ مکان کے نقصان اور اجر المثل دونوں کو دیکھ کر ان دونوں میں سے جو یتیم کے حق میں بہتر ہو وہی غاصب کے ذمہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے ایک شخص نے ایک لڑکا کسی پیشہ ور آدمی کے پاس اس کے ساتھ کام کرنے کے لئے بٹھا دیا اس شخص نے اس لڑکے کو کپڑے بنوا دیئے پھر اس لڑکے کی رائے میں یہ آیا کہ اس شخص کے ساتھ کام نہ کرے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس نے کرباس لڑکے کو عطا کیا اور لڑکے نے خود ہی اس کو سیا ہے تو اس شخص کو کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ سلائی کے سبب سے اس کا حق منقطع ہو گیا کذانی فتاویٰ قاضی خان۔

بارھواں باب:

تسلیم اجارہ کی صفت کے بیان میں

اگر عقد اجارہ صحیح واقع ہوا خواہ مدت مسمّی ہو یا مسافت معلوم تو جس شے پر عقد قرار پایا ہے اس کا ہمیشہ مدت اجارہ تک تک تسلیم کرنا واجب ہے یہ محیط میں ہے قلت حاصل یہ کہ اگر غلام ایک سال تک کے واسطے یا ٹٹو کوفہ تک کے لئے اجارہ لیا تو اس مدت یا مسافت تک غلام یا ٹٹو موافق حصول منافع کے دمبدم سپرد کرنا واجب ہے فافہم اور معقود علیہ کا سپرد کرنا اجارہ میں اس طرح ہوتا ہے کہ متاجر کو اس سے نفع اٹھانے کا قابو دے دے اور قابو دینا اس طور سے ہے کہ جو چیز محل نفع ہے وہ اس طور سے سپرد کر دے کہ اس سے نفع لینے کا کوئی امر مانع نہ ہو اور اگر مدت کے اندر کچھ دنوں کوئی ایسا سبب پیدا ہو گیا جو نفع اٹھانے سے مانع ہو مثلاً کرایہ کا مکان غصب کر لیا گیا یا اجارہ کی زمین غرق ہو گئی یا اس زمین سے پانی رک گیا اور منقطع ہو گیا یعنی وہاں پانی نہیں دیا جا سکتا ہے یا غلام بیمار ہوا یا بھاگ گیا تو بقدر اس کے اجرت بھی ساقط ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے شہر کے اندر کرایہ کے مکان کی کنجی متاجر کو دے دینا اور اس کے ساتھ متاجر اور مکان کے درمیان تخلیہ کرا دینا بھی اس گھر کا سپرد کرنا ہے حتیٰ کہ مدت گزر جانے سے اجرت واجب ہو گی اگرچہ متاجر اس میں نہ رہا ہو اور سواد شہر میں کنجی سپرد کرنا مکان کا سپرد کرنا نہیں ہے اگرچہ متاجر شہر میں داخل ہو گیا درحالیکہ کنجی اس کے ہاتھ میں ہو کذا فی القنیہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک دوکان کرایہ پر دی اور کنجی اس کو دے دی اور متاجر اس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا اور کنجی چند روز تک گم رہی اور پھر متاجر کے ہاتھ آئی پس اگر اس کنجی سے دوکان کھولنا ممکن ہے تو متاجر پر گزشتہ ایام کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر وہ دُکان اس کنجی سے نہیں کھل سکتی ہے تو کرایہ واجب نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک دار میں سے ایک منزل کرایہ پر لی اور اس دار میں اور لوگ بھی رہتے ہیں اور مالک نے متاجر اور منزل کے درمیان تخلیہ کرا دیا پھر جب شروع مہینہ آیا تو اس نے گزشتہ مہینہ کا کرایہ طلب کیا اور متاجر نے کہا کہ میں اس منزل میں نہیں رہا ہوں مجھے اس میں رہنے سے فلاں ساکن مانع ہوا اور وہ شخص اس امر کا مقر ہے یا منکر ہے تو اس وقت کے حال کے موافق حکم دیا جائے گا یعنی اگر فی الحال اس میں متاجر رہتا ہے تو اس پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر غاصب اس میں موجود ہے تو واجب نہ ہوگا اور متاجر ہی کا قول قبول ہوگا اور اگر منزل میں فی الحال کوئی نہ ہو تو متاجر کو کرایہ ڈانڈ دینا پڑے گا یہ مبسوط میں ہے منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ متاجر اگر کرایہ کے غلام کو بیمار لے کر آیا یا کہا کہ یہ غلام بھاگ گیا تھا اور غلام کے مالک نے گواہ قائم کئے کہ غلام نے فلاں فلاں وقت ایسا ایسا کام کیا ہے اور متاجر نے گواہ قائم کئے کہ اس ایام میں یہ غلام بھاگا ہوا یا مریض تھا تو مالک غلام کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے اگر کرایہ کے مکان میں مالک کا اسباب رکھا ہو یا اجارہ کی زمین میں اس کی کھیتی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اجارہ صحیح ہے لیکن جب تک خالی کر کے سپرد نہ کرے یا متاجر کے ہاتھ اس[1] کو فروخت نہ کرے تب تک کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر اس نے مکان خالی کر کے سپرد کر دیا تو اجارہ لازم ہو جائے گا اور اگر مالک نے تمام گھر سپرد کیا مگر ایک بیت میں اپنا اسباب رکھا تو بقدر اس کے حصہ کے اجرت ساقط ہو جائے گی لیکن متاجر کو باقی گھر لینے میں خیار ہوگا کہ چاہے فسخ کر دے کیونکہ صفقہ متفرق ہو گیا ہے اور اگر مالک نے فسخ ہونے سے پہلے بالکل خالی کر دیا تو اجارہ لازم ہو جائے گا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر تمام گھر میں سے کوئی بیت منہدم ہو گیا یا کوئی دیوار گر گئی اور باقی میں متاجر رہتا تھا تو کرایہ میں سے کچھ کمی نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] قولہ اس کو یعنی زمین کی کھیتی یا مکان کا اسباب۔

تیرھواں باب:

ان مسائل کے بیان میں جو کرایہ کی چیز مالک کو واپس کرنے سے متعلق ہیں

امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ جو چیز متاجر نے اجارہ لی ہے اس کا مالک کو واپس کر دینا متاجر کے ذمہ نہیں ہے اور جس نے[1] اجارہ پر دی ہے اس کے ذمہ ہے کہ متاجر کے گھر سے وصول کرا لائے اور یہ عقد مثل عاریت کے نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے چکی ایک مہینہ تک پیسنے کے واسطے اجارہ لی اور اس کو اپنے گھر اٹھا لے گیا تو چکی کے واپس کرنے کا خرچہ مالک کے ذمہ ہے اور شہر اور غیر شہر اس حکم میں یکساں ہے قیاساً خواہ اجارہ ہو یا عاریت ہو پس اجارہ کی صورت میں واپسی کا خرچہ مالک مال پر ہے اور عاریت کی صورت میں مستعیر کے ذمہ ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اگر اجارہ اور عاریت میں وہ شے لے جانا مالک کی اجازت سے واقع ہوا ہو تو واپسی کے وقت اجارہ میں مالک پر خرچہ پڑے گا اور عاریت میں مستعیر کے ذمہ ہوگا اور اگر لے جانا مالک کی بلا اجازت واقع ہوا ہے تو واپسی کے وقت خرچہ اس شخص پر پڑے گا جو اس شے کو لے گیا ہے خواہ متاجر ہو یا مستعیر ہو یہ محیط میں ہے اجیر مشترک جیسے دھوبی رنگریز اور جولاہہ وغیرہ کی صورت میں واپس کرنا اجیر پر واجب ہے کیونکہ رد کرنا نقض قبضہ ہے پس اسی شخص پر واجب ہونا چاہئے جس کو قبضہ کی منفعت حاصل ہوئی اور قبضہ کی منفعت ان صورتوں میں اجیر کو حاصل ہوئی ہے کیونکہ اجیر کو مال عین یعنی اجرت ملی اور کپڑے کے مالک کو منفعت اور ظاہر ہے کہ مال عین محض نفع سے بہتر ہوتا ہے پس منفعت قبضہ اسی کو حاصل ہوئی پس واپس کرنا بھی اسی پر واجب ہے بخلاف اس کے اگر کوئی غلام یا ٹٹو کرایہ پر دیا اور متاجر اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو واپسی مالک پر واجب ہے کیونکہ یہاں متاجر کو منفعت اور موجر کو مال عین حاصل ہوا ہے کذافی الذخیرہ۔

ایک شخص نے شہر میں اپنی ضروریات کے واسطے سوار ہو کر جانے کے لئے ایک ٹٹو ایک وقت معلوم تک کرایہ پر لیا پھر وہ وقت گزر گیا تو متاجر پر مالک کو واپس کرنا واجب نہیں ہے بلکہ جس شخص نے کرایہ پر دیا ہے اس پر واجب ہے کہ متاجر کی منزل سے قبضہ کر لے حتیٰ کہ اگر متاجر نے اس کو چند روز تک باندھ لیا اور وہ متاجر کے قبضہ میں مر گیا تو ضامن نہ ہوگا خواہ موجر نے اس سے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ طلب کرنے سے متاجر کے ذمہ واجب نہ ہوگا کہ موجر کے گھر واپس پہنچا دے پس اگر متاجر نے عدوان کی راہ سے اس کو نہیں باندھا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر متاجر نے کسی خاص مقام سے جو شہر کے اندر ہے آنے اور جانے کے واسطے کرایہ پر لیا تو متاجر پر واجب ہے کہ اسی مقام پر واپس کر دے کہ جہاں سے اس کو اپنے قبضہ میں لیا تھا کچھ اس وجہ سے نہیں کہ متاجر کے ذمہ واپس کرنا مال اجارہ کا واجب ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جو مسافت عقد اجارہ میں قرار پائی ہے وہ تمام نہ ہوگی جب تک کہ اسی جگہ واپس نہ لائے اور اگر اس صورت میں متاجر نے اس کو اپنے گھر لے جا کر باندھا اور وہ مر گیا تو قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ جو جگہ عقد اجارہ میں قرار پائی تھی اس کے سوا دوسری جگہ لے جانے کی وجہ سے اس کے ذمہ عدوان ثابت ہوا اور اگر متاجر نے یوں کہا ہو کہ میں اس مقام سے فلاں مقام تک جاؤں گا اور وہاں سے اپنے مکان پر لوٹ آؤں گا تو متاجر پر واجب نہ ہوگا کہ جہاں سے قبضہ کیا ہے وہاں واپس لائے کیونکہ جب متاجر اپنے گھر پر واپس پہنچا تو اجارہ منقضی ہوا پس ٹٹو اس کے پاس امانت میں رہا یہ بدائع میں ہے اور اگر متاجر کرایہ کے ٹٹو کو موجر کے مکان پر پہنچا دینے کے واسطے ہانک لے چلا باوجود اس کے کہ اس کے ذمہ پہنچانا واجب نہیں ہے اور وہ راستہ میں مر گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر مالک کسی شہر میں چلا گیا ہو اور متاجر اس کو اسی شہر میں واپس پہنچانے کے واسطے لے چلا اور وہ

[1] قولہ جس نے خواہ مالک ہو یا وکیل ہو یعنی عاقد مراد ہے۔

راستہ میں مرگیا تو ضامن ہوگا کیونکہ ٹٹو کو شہر سے باہر نکالنے کی وجہ سے غاصب ٹھہرا یہ محیط میں ہے۔
امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کے واسطے ٹٹو کرایہ کیا اور اس کو اپنے گھر میں باندھ لیا اور وہ مرگیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے اتنے دنوں تک باندھا ہے کہ جتنے دنوں تک لوگوں کا معمول ہے کہ اپنے سامان کی درستی کے واسطے باندھ رکھتے ہیں تو ضامن نہ ہوگا اور اجرت واجب ہوگی اور اگر اس سے زیادہ باندھا ہے تو اجارہ نہ رہا اور وہ شخص غاصب ہوگیا پس ضامن ہوگا اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے بدوں اس تفصیل کے ضامن ہونے کا حکم دیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے ٹٹو کرایہ پر لیا اور موجر کے گھر واپس پہنچا دیا اور جہاں بندھتا تھا وہاں باندھ دیا یا گاؤں خانہ میں قفل یا در بند لگا دیا پس اگر وہ مر جائے یا ضائع ہو جائے تو ضامن نہ ہوگا اور متاجر نے اگر وہی کام کر دیئے جو واپس ملنے سے اس کا مالک اس کے ساتھ کرتا تو ضمان سے بری ہو جائے گا اور اگر متاجر نے ٹٹو کو اس کے دار میں داخل کر دیا یا مربط میں داخل کر دیا مگر باندھا نہیں اور نہ در بند کیا تو وہ ضامن ہوگا اگر ہلاک یا ضائع ہو جائے یہ محیط میں ہے۔

چودھواں باب:

اجارہ کے صحیح ہو جانے کے بعد اس کی تجدید اور اس میں زیادتی کرنے کے بیان میں

اگر موجر یا متاجر نے معقود بہ میں کچھ زیادہ کیا پس اگر وہ زیادتی مجہول ہے تو زیادتی نہیں جائز ہے خواہ موجر کی طرف سے ہو یا متاجر کی طرف سے اور اگر معلوم ہے اور موجر نے زیادتی کر دی تو جائز ہے خواہ اسی جنس سے زیادتی کر دی ہو جو اس نے اجارہ پر دی ہے یا اس کی خلاف جنس سے ہو اور اگر متاجر کی طرف سے ہو پس اگر اسی جنس کی زیادتی سے ہو جس کے عوض کرایہ لیا ہے تو نہیں جائز ہے اور اس کی خلاف جنس سے ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کچھ مدت گزر جانے کے بعد متاجر نے اجرت میں زیادتی کر دی تو زیادتی صحیح نہیں ہے اور اگر اجرت میں کمی کر دی جائے تو صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ابراہیمؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کوئی زمین بعوض چار کُر گیہوں کے اجارہ پر لی پھر ایک شخص نے موجر کو ایک کر بڑھا کر اجارہ طلب کیا اس نے پانچ کر پر اس کے ساتھ اجارہ کر لیا پھر متاجر اول نے جا کر ایک کر اور بڑھا کر اجارہ جدید کر لیا تو عقد اجارہ یہی دوسرا قرار دیا جائے گا اور پہلا عقد اجارہ بمقتضائے تجدید ثانیہ کے فسخ ہو گیا اور یہی مسئلہ امام ابو یوسفؒ سے مذکور ہے اور اس کی صورت یوں ہے کہ متاجر اول نے دوسرے متاجر سے زیادہ اجرت بڑھا دی اور موجر نے وہ زمین پہلے کرایہ اور اس زیادتی کے عوض متاجر اول کو سپرد کر دی اور حکم یوں بیان کیا کہ پہلا اجارہ فسخ نہ ہوگا اور جو کچھ بڑھایا ہے وہ اجرت میں بڑھا دینا شمار کیا جائے گا اور حاصل یہ ہے کہ اگر مالک نے از سر نو اجارہ کی تجدید کی تو پہلا اجارہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تجدید نہ کی تو نہ ٹوٹے گا اور جو کچھ بڑھایا ہے وہ اجرت میں زیادتی کر دینی شمار ہوگی شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک دار غصب کیا اور اس کو اجارہ پر دے دیا پھر وہ دار خرید لیا پس آیا اجارہ کی دوبارہ تجدید کرے تو فرمایا کہ نہیں اجارہ تو ہو چکا ہے اور اگر از سر نو تجدید کر لی تو یہ افضل اور اطیب ہے کذا فی الحاوی اور زمین کو طویل وقصیر مدت تک اجارہ لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر وہ مدت معلوم ہونا چاہئے مثلاً دس برس یا زیادہ مدت تک اجارہ پر لی تو جائز ہے اور یہ اس وقت ہے کہ زمین مملوکہ ہو۔ اگر زمین وقف ہو اور متولی سے طویل مدت تک اجارہ لی پس اگر نرخ زمین کا بحالہ ہے کم وبیش نہیں ہوا تو یہ جائز ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک مزدور کو کسی خاص کام معلوم کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر ایک مہینہ کے واسطے مقرر کیا پھر مہینہ کے بیچ میں اس کو ایک درہم کے عوض دوسرے کسی کام کے واسطے مقرر کیا تو دوسرا اجارہ بقدر اتنی مدت کے کہ دوسرے اجارے میں آ گئی پہلے اجارہ کا فسخ کرنے والا ہو جائے گا حتیٰ کہ اس کو دونوں اجرتیں نہ ملیں گی بلکہ پہلی اجرت میں سے بقدر

دوسرے کے حصے کے کم کر دیا جائے گا پھر جب وہ مزدور دوسرے کام سے فارغ ہوا تو اس کے ذمہ اس کی اجرت لازم ہوگی اور پہلا اجارہ پھر عود کرے گا یہ محیط میں ہے۔

پندرھواں باب:

ان اجارات کے بیان میں جو جائز ہیں اور جو جائز نہیں

اس میں چار فصلیں ہیں

پہلی فصل:

ان اجارات میں جن میں عقد فاسد ہوتا ہے

اجارہ کا فساد کبھی بسبب مقدار عمل کی جہالت کے ہوتا ہے مثلاً محل عمل[1] بیان نہ کیا اور کبھی بسبب مقدار منفعت کی جہالت کے ہوتا ہے مثلاً مدت بیان[2] نہ کی اور کبھی کوئی شرط فاسد خلاف مقتضی عقد بیان کرنے سے فاسد ہوتا ہے پس اجارہ فاسدہ میں اجر المثل واجب ہوتا ہے اور اگر اجارہ میں کچھ اجرت معلوم بیان کر دی ہے تو یہ اجر المثل اس سے زیادہ نہ کیا جائے گا اور اگر کچھ اجرت معلوم بیان نہ کی ہو تو اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور اجارہ باطل میں اجرت واجب نہیں ہوتی ہے اور واضح ہو کہ جو چیز اجارہ پر لی ہے وہ ہر حال میں مضمون نہیں ہوتی ہے خواہ اجارہ صحیح ہو یا فاسد ہو یا باطل ہو یہ غیاثیہ میں ہے شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار مع اس کے حدود و حقوق کے اس قدر درہموں کو جنکی یہ صفت ہے فلاں سال کے دس مہینہ کے واسطے اس شرط سے کرایہ دیا کہ اگر تیرا جی چاہے تو خود اس میں رہے اور تمام شرائط جو اجارہ صحیح ہونے کی ہیں ذکر کر دیں پس آیا یہ اجارہ صحیح ہے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے کیونکہ اس نے اول مدت بیان نہ کی پس مدت مجہول رہی اور ضروری ہے کہ یوں بیان کرے کہ اس وقت سے یا اس ساعت سے فلاں وقت تک تا کہ مدت معلوم ہو جائے یہ فتاویٰ نسفی میں ہے اور اراضی کے اجارہ میں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کس کام کے واسطے اجارہ لیتا ہے یعنی زراعت یا درخت لگانے یا عمارت بنانے وغیرہ کس کام کے واسطے لیتا ہے اور اگر اس نے یہ کام بیان نہ کیا تو اجارہ فاسد ہوگا لیکن اگر موجر نے اسکو اجازت دے دی کہ جس طرح چاہے اس سے نفع اٹھائے تو جائز ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر بیان نہ کیا کہ میں اس میں کیا چیز لوں گا یا یوں شرط نہ لگائی کہ جو میرا جی چاہے اس میں بوؤں تو اجارہ فاسد ہے یہ تبیین میں ہے اور چوپاؤں کے اجارہ میں مدت بیان کرنا یا جگہ بیان کرنا ضروری ہے اور اگر کوئی بیان نہ کی تو اجارہ فاسد ہے اور یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ لادنے کے واسطے کرایہ کرتا ہے یا سواری کے واسطے اور سوار ہوگا تو کون شخص سوار ہوگا اور اگر لائے تو کیا چیز لائے گا اور خدمت کے غلام اور پہننے کے کپڑے اور پکانے کی دیگ کے اجارہ لینے میں مدت بیان کرنا ضروری ہے اور اگر جس وقت ان چیزوں میں اجارہ واقع ہوا اسی وقت جھگڑا پیدا ہوا اور ہنوز زمین میں اس نے نہ کھیتی کی اور نہ درخت لگائے اور نہ عمارت بنائی اور نہ چوپایہ پر سوار ہوا اور نہ اس کو لادا اور نہ کپڑے کو پہنا اور نہ دیگ میں پکایا ہے تو قاضی دونوں میں اجارہ فسخ کر دے گا پس اگر اس نے زمین میں زراعت کی یا چوپایہ پر سوار ہوا یا کپڑا پہنا یا دیگ میں پکانا اور مدت گزر گئی تو استحساناً اس کو وہی اجرت دینی پڑے گی جو مقرر ہوئی تھی اور اگر قاضی نے اجارہ فسخ کر دیا پھر مستاجر نے ان چیزوں سے یہ کام[3] لئے تو کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور

---

[1] مثلاً کپڑا دھونے کے واسطے اجارہ لیا اور بیان نہ کیا کہ کتنا لیناچوڑا کپڑا ہے۔ [2] ٹٹو کرایہ پر لیا اور مسافت بیان نہ کی۔ [3] قولہ کام لئے یعنی زمین میں زراعت کی یا جانور پر سوار ہوا یا کپڑا پہنا یا دیگ میں پکایا تو اجرت نہ ہوگی کیونکہ وہ غاصب ہے حتیٰ کہ نقصان وعین کا ضامن ہے۔

اگر سواری کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کون شخص سوار ہوگا یا زمین لی اور بیان نہ کیا کہ میں زراعت کروں گا اور کس چیز کی زراعت کروں گا تو فاسد ہے اور اگر فسخ اجارہ سے پہلے ان چیزوں کو معین کر دیا تو جائز ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اگر گیہوں بونے کے واسطے کوئی زمین اجارہ پر لی اور پھر اس میں رطبہ بویا تو جس قدر زمین کو نقصان پہنچا اس کا ضامن ہوگا اور اجرت کچھ واجب نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں عقد اجارہ مضاف کے معنی میں ہے ☆

اگر کوئی بار بردار اونٹنی کرایہ کی تا کہ اس پر اس قدر آٹا اور ستو اور جو چیزیں اصلاح کی ہیں جیسے سرکہ و روغن زیتون وغیرہ لادے اور جو کچھ اشیائے ضروری ہیں مثل لوٹا و کٹورا وغیرہ اس کے پالان میں لٹکا دے اور اس میں سے کچھ بیان[1] نہ کیا تو قیاساً اجارہ فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی محمل مکہ تک کرایہ کی تا کہ دو شخص سوار ہوں اور وہ دونوں مع اپنے اوڑھنے بچھونے کے سوار ہوں گے تو ضروری ہے کہ وہ دونوں شخص دکھلا دیئے جائیں کیونکہ سواری مقصود انہیں کی ہے اوڑھنے بچھونے کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ بالتبع ہے اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر کے لئے باہر جانے کے وقت میں اختلاف کیا تو قافلہ کی روانگی کا وقت معتبر ہوگا اور جو شخص قافلہ کے وقت سے بہت دن پہلے نکلنا چاہتا ہے تا کہ طول سفر سے دوسرے پر بہت سا خرچہ پڑے تو اس کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اسی طرح اگر محمل والے نے ایسا وقت بیان کیا کہ اس وقت روانہ ہونے سے غالباً حج کے جاتے رہنے کا خوف ہے تو اس کی بات پر بھی التفات[2] نہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے باہم کوئی شرط ٹھہرالی ہو تو اسی کے موافق عمل درآمد کریں گے اور اگر مکہ کے جانے کے واسطے ایام حج سے ایک ماہ یا ایک سال پہلے کرایہ کر لے تو کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ یہ عقد اجارہ مضاف کے معنی میں ہے یہ غیاثیہ میں ہے اگر ایک محمل اور ایک بار بردار اونٹنی کرایہ پر لی اور کچھ بوجھ معلوم اونٹنی پر لادنا شرط کر لیا پس جس قدر اس بوجھ میں سے کھا لے اور وزن و مقدار میں کم ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ اسی قدر ہر منزل میں آتے جاتے پورا کرتا جائے اور حمال کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسے منع کر لے بخلاف محمل کے کہ اگر اس میں دو شخص معلوم کی سواری کی شرط ٹھہری تو سوائے ان دونوں کے دوسرے آدمی کو بجائے ان کے سوار کرنے کو اختیار نہیں ہے کیونکہ جیسا سوار ہوتا ہے ویسا ہی چوپایہ کو ضرر پہنچتا ہے پس چوپایہ کا ضرر مختلف سوار کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے لیکن اگر حمال کسی دوسرے کے سوار کر لینے پر راضی ہو تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر لٹکانے کی چیزوں اور ہدیہ جو کچھ لے جانے منظور ہیں ان سب کا وزن بیان کر دے تو ہمارے نزدیک بہت بہتر ہے اور اگر احتیاط منظور ہو تو یوں بیان کر دینا چاہئے کہ ہر محمل میں دو مشک پانی اور دو لوٹے بڑے سے بڑے ہیں اور کرایہ نامہ میں لکھ دے کہ حمال نے اوڑھنا بچھونا اور دونوں مشکیں اور دونوں لوٹے اور خیمہ اور قبہ یہ سب دیکھ لیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ مضبوطی ہے اور کرایہ نامہ کو اچھی مضبوطی کے ساتھ لکھوانا چاہئے اور اگر حمال سے عقبۃ الاجیر کی شرط کر لی تو جائز ہے اور عقبۃ الاجیر کے معنی دو طرح سے بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ مستاجر ہر روز صبح و شام اترے اور یہ امر معروف ہے اور اتنے عرصہ تک اس کا اجیر سوار ہو لے اور اس کو عقبۃ الاجیر کہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ جو لکڑی محمل کے پیچھے لگی ہوتی ہے اس پر بیٹھ کر اجیر ہر مرحلہ میں فرسخ یا دو فرسخ تک سوار ہو کر چلے اور اس کو عقبۃ الاجیر کہتے ہیں اور کتاب الشروط میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک جو ہدیہ مکہ سے لائے گا اگر ان کی شرط کر لی کہ اتنے میں ہوں گے تو بہتر ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کوئی اونٹ یا گدھا گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ کیا اور گیہوں کا

---

[1] قولہ بیان نہ کیا یعنی ان اشیا ضروریہ کی تعداد اور وزن بیان نہ کیا۔ [2] قولہ التفات...... یعنی اس کا قول مردود ہے قابل التفات نہیں ہے۔

وزن بیان نہ کیا نہ اشارہ سے ان کی تعیین کی تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور اس صورت میں اس قدر گیہوں رکھے جائیں گے جتنے معتاد ہوں اور یہی اظہر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر کوئی ٹٹو یا دوسرا مال عین اجارہ لیا اور عقد میں اس کو معین نہ کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر بعد اس کے معین کیا اور مستاجر نے قبول کر لیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔

اگر سمرقند تک کے لئے کوئی ٹٹو کرایہ کیا تو جائز ہے کیونکہ سمرقند خاص شہر کا نام ہے اور اگر بخارا تک کے واسطے کرایہ کیا تو نہیں جائز ہے کیونکہ کرمینہ سے وردب تک بخارا کہلاتا ہے اور فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ اجارہ کے وقت اس لفظ سے فقط نفس شہر مراد ہوتا ہے یہ عرف ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر فارس تک کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ فارس و خراسان وخوارزم و شام وفرغانہ وسغد دو ماوراء النہر و ہند وخطاء دشت ودرہم ویمن یہ سب ولایتیں ہیں اور بلخ وہرات واوزجند یہ شہروں کے نام ہیں پس جہاں ولایت کے نام سے کرایہ کیا ہے وہاں ولایت کی حد آتے ہی اجر المثل واجب ہوگا مگر مقدار مسمّی سے زیادہ نہ دیا جائے گا اور جس صورت میں شہر کے نام سے کرایہ کیا ہے وہاں جب شہر میں پہنچے تو مستاجر کے گھر تک پہنچانا ضروری ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے پینے کے واسطے ایک چکی دس درہم ماہواری کرایہ پر لی اور یہ بیان نہ کیا کہ کیا چیز پیسے اور کس قدر پیسے تو جائز ہے اور اس سے موافق رواج کے پینے کا کام لے اور اگر اس سے تجاوز کیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر مدت بیان نہ کی اور نہ یہ بیان کیا کہ کیا چیز اور کس قدر پیسے تو جائز نہیں ہے اور اگر یوں بیان کیا کہ ہر روز دس قفیز گیہوں پیسے تو جائز ہے پھر اگر مستاجر نے دیکھا کہ اس چکی سے ہر روز اس قدر نہیں پیسا جاتا ہے تو مستاجر کو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بیل کرایہ پر لیا تا کہ چکی میں چل کر پیسے اور ہر روز ایک درہم ملے گا اور یہ بیان کر دیا کہ کون سا اناج پیسے گا تو کتاب میں مذکور ہے کہ جائز ہے اگر چہ یہ بیان نہ کیا کہ کس قدر روز پیسے اور ایسا ہی بعض مشائخ نے فرمایا ہے اور امام ابوبکر معروف بجواہر زادہ نے فرمایا کہ جس قدر روز پیسے اس کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیریہ وفتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے ایک دار یا بیت کرایہ پر لیا اور جس لئے کرایہ پر لیا ہے اس کو بیان نہیں کیا تو استحساناً اجارہ فاسد نہ ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص کو اجارہ پر لیا تا کہ میرے لئے[1] اتنے کو فروخت کرے یا میرے لئے اتنے کو خریدے تو یہ فاسد ہے پھر اگر اس نے فروخت کر کے ثمن وصول کیا تو اس کے پاس امانت میں ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اس کے واسطے کوئی وقت مقرر کر دیا پس اگر وقت کو پہلے بیان کیا پھر اجرت بیان کی مثلاً کہا کہ میں نے تجھے آج کے روز ایک درہم پر اجارہ لیا تا کہ تو میرے واسطے یہ خرید وفروخت کر دے تو جائز ہے اور اگر پہلے اجرت بیان کی پھر وقت بیان کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے تجھے اجارہ لیا ایک درہم میں آج کے روز تا کہ میرے واسطے تو یہ خرید وفروخت کر دے تو جائز نہیں ہے قال المترجم یہ احکام نوع عربیہ سے متعلق ہیں اور زبان عرب میں فعل و فاعل اول پھر بترتیب غیر واجب زوائدات کا استعمال ہے اور جملہ صرف فعل و فاعل سے تمام ہو جاتا ہے پس پہلے فعل و فاعل کے ذکر سے جملہ تمام ہوا اور عقد قرار پایا اور پھر ضروریات عقد جیسا کہ کتاب میں مذکور ہیں علی الترتیب مذکور ہوئے یا نہ ہوئے اور زبان اردو میں اس کے بالعکس ہے پس زعم مترجم کا یہ ہے کہ بہر حال خواہ اجرت مقدم یا وقت مقدم ہو اجارہ جائز ہوگا کیونکہ صرف اجرت یا وقت کی تقدیم سے عقد قرار ہی نہ پائے گا تاوقتیکہ فعل و فاعل مذکور نہ ہوا اور جملہ تمام نہ ہو فافہم ہذا واللہ اعلم بالصواب اور جبکہ اجارہ فاسد ٹھہرا اور

[1] اتنے کو یعنی مثلاً دس روپیہ کا مال خرید یا فروخت کیا کرے حالانکہ فروخت بے اختیاری ہے۔

متاجر نے کام کر کے تمام کیا تو اس کو اجر المثل یعنی جو اجرت ایسے کام کرنے والوں کو رواج کے موافق ملا کرتی ہے وہ اس کو بھی ملے گی اور امام محمدؒ نے دلال کے اجارہ لینے کا ایک حیلہ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ دلال کو حکم دے کہ فلاں شے معلوم میرے واسطے خرید کرے یا فروخت کرے اور اجرت کچھ نہ بیان کرے پھر جب کام کر چکے تو مواساۃ کر دے یا بطور ہبہ کے دے دے یا کام کی جزا میں دے دے اور یہ جائز ہو جائے گا کہ اس کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر دلال نے اجر المثل لے لیا تو آیا جائز ہے پس مشائخ نے کلام کیا ہے اور شیخ امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ جائز اور حلال ہے اور ایسا ہی دوسرے مشائخ نے بھی کہا ہے اور اسی طرف امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اجارہ کی چیز اگر اجارہ فاسدہ میں تلف ہو گئی تو متاجر ضامن نہ ہوگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ میں ضامن نہیں ہوتا ہے اور شیخ علی بن حسن مرغینانی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کپڑوں پر نقش کیا کرتا ہے اور نقش اس طور سے ہوتے ہیں کہ بکری کا خون لفظ[1] سیاہ میں ملا کر نقش بناتے ہیں اور اس کام میں سوائے بکری کے خون کے کوئی چیز کام نہیں آتی ہے اور وہ اس کام کی مزدوری لیتا ہے پس آیا جائز ہے فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کوئی خشک نہر اجارہ لی تا کہ اس سے اپنی زمین یا پن چکی کی طرف پانی لے جائے یا کوئی پانی بہنے کا راستہ اپنے پرنالہ کا پانی بہانے کے واسطے اجارہ لیا تا کہ اس میں اپنا دھوؤں بہائے یا کوئی بالوعہ اجارہ لیا تا کہ اس میں پیشاب اور نجاسات بہائے تو یہ نہیں جائز ہے کذافی المحیط اور اگر کوئی بالوعہ اس واسطے کرایہ پر لیا کہ اس میں اپنے وضو کا پانی بہائے تو جائز نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر زمین کا کوئی موضع معروف اپنے پانی بہانے کی غرض سے اجارہ لیا تو جائز ہے کیونکہ جب اس نے جگہ معین کر دی تو جہالت جاتی رہی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر نہر یا کاریز[2] یا کنویں کا پانی اجارہ لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پانی مع نہر و کاریز کو اجارہ لیا تو بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں استہلاک عین ہے اور چونکہ اس میں عام مبتلا ہیں اس واسطے فتویٰ یوں دیا گیا ہے کہ جائز ہے اور اگر زمین مع پانی کے اجارہ لی تو تبعاً جائز ہے یہ تہذیب میں ہے اگر کسی منزل کا علو[3] اس واسطے اجارہ لیا کہ اس پر عمارت بنائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ نے اس میں اختلاف کیا کیونکہ بالاخانہ کی زمین بمنزلہ زمین میں سفل کے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی زمین اس واسطے اجارہ لی کہ اس پر عمارت بنائے تو جائز ہے اگرچہ عمارت کی مقدار مجہول ہے پس اسی طرح اس مسئلہ میں بھی جائز ہونا چاہئے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کوئی ایسا راستہ جس سے خود گزرتا ہے یا لوگ گزرتے ہیں اجارہ لیا تو اصل میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور عیون میں صاحبینؒ کا قول اختیار کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کسی بیت کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ ایک مہینہ اس پر شب باش ہو یا اس پر اپنا اسباب رکھے تو کتاب اصل کے نسخوں کے اختلاف کی وجہ سے مشائخ نے اختلاف کیا ہے ☆

اگر کسی منزل کا بالاخانہ اس غرض سے اجارہ لیا کہ اس میں ہو کر اپنے حجرہ میں جائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اسی طرح اگر نیچے کا مکان اس غرض سے کرایہ لیا پر کہ اس میں ہو کر اپنے مسکن میں جائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ناجائز اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام زاہد شیخ احمد طواویسی نے فرمایا کہ ایسا اجارہ بالاجماع جائز ہونا چاہئے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی بیت کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ ایک مہینہ اس پر شب باش ہو یا اس پر اپنا اسباب رکھے تو کتاب اصل کے

[1] قولہ لفظ روغن سیاہ معروف ہے۔ [2] کاریز پٹی ہوئی نالی۔ [3] علو بالاخانہ جو چھت پر ہوتا ہے۔

نسخوں کے اختلاف کی وجہ سے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ یہ نہیں جائز نہیں ہے اور بعض میں لکھا ہے کہ جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ معقود علیہ معلوم ہے کذا فی البدائع۔ اگر مدت معلومہ کے واسطے کسی مکان کا سفل یعنی نیچے کا مکان اس غرض سے اجارہ لیا کہ اس پر بالا خانہ بنائے تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ جامع اصغر میں خلفؒ کی روایت سے امام محمدؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کرایہ کے مکان میں مستاجر نے کوئی بیت یا جائے ضروری بنالی تو کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ مکان کو کچھ ضرر نہ ہو اور فقیہ ابواللیث الکبیرؒ نے فرمایا کہ یہی حکم ماخوذ ہے یعنی اختیار کیا گیا ہے یہ حاوی میں ہے اگر زمین میں سے کوئی خاص موضع کچھ مدت معلومہ کے واسطے یا چھت مدت معلومہ کے واسطے اس غرض سے اجارہ لی کہ اس میں پانی بہے تو جائز ہے اور اگر اتنی زمین اس غرض سے کرایہ دی کہ مستاجر اس میں نہر کھودے یا اپنی دیوار اس غرض سے اجارہ پر دی کہ مستاجر اس پر کوئی عمارت بنائے یا دھنیاں وغیرہ رکھے تو ان صورتوں میں اجارہ جائز نہیں ہے یہ صغریٰ میں ہے اگر کوئی پرنالہ کچھ ماہواری اجرت معلومہ پر اپنے مکان میں جڑنے کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے اور اگر وہ پرنالہ اس کے مکان کی دیوار میں جڑا ہوا ہو تو جائز نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور تالابوں اور نہروں کو مچھلی وغیرہ کے شکار کے واسطے اجارہ لینا جائز نہیں ہے اور چراگاہ کا اجارہ کا جائز نہیں ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس اراضی کا اجارہ نہیں جائز ہے کیونکہ اراضی کا اجارہ جائز ہے صرف یہ مراد ہے کہ گھاس کا اجارہ جائز نہیں ہے اور اس کے جواز کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ اس زمین میں سے کوئی جگہ خیمہ گاڑنے کے واسطے اجارہ لے یا وہاں اپنی بکریوں کا خطیرہ بنائے پس یہ اجارہ صحیح ہوگا پھر چراگاہ کا مالک اس مستاجر کو چراگاہ سے منفعت اٹھانے کی اجازت دے دے کذا فی المحیط اور جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ مستاجر کو اختیار ہو جائے گا کہ جو شخص اس زمین میں آنا چاہئے اس کو منع کر دے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کوئی گھرنی اور رسی و ڈول اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے واسطے اجارہ لیا تو بسبب جہالت کے فاسد ہے ☆

اگر چراگاہ کی گھاس بعوض کسی معین غلام کے اجارہ لی اور اس سال پھر اس کی گھاس چرائی تو جس قدر گھاس چرائی ہے اس کا ضامن ہوگا اور اپنا غلام واپس لے لے اور اگر موجر نے اس غلام کو آزاد یا فروخت کر دیا ہو تو عتق و بیع جائز ہوگی اور موجر اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں کتاب الشرب میں ہے اگر کوئی گھرنی اور رسی و ڈول اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے واسطے اجارہ لیا تو بسبب جہالت کے فاسد ہے لیکن اگر وقت بیان کر دے تو جائز ہے یہ مبسوط کی کتاب الاجارات میں ہے۔ اگر کوئی دیوار اس واسطے اجارہ لی کہ اس پر دھنیاں رکھے یا سترہ بنائے یا اس میں روشن دان بنائے تو نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی زمین میں سے کوئی جگہ معلوم میخیں تانا تننے کے واسطے گاڑنے کے لئے تاکہ اس سے کپڑا بنے اجارہ لی تو جائز ہے کیونکہ لوگ ایسا اجارہ لیا کرتے ہیں اور اگر کوئی دیوار اس غرض سے اجارہ لی کہ اس پر میخیں اور کھونٹیاں گاڑ کر ابریشم کا تانا درست کرے تاکہ اس سے دیبا وغیرہ ریشمی کپڑے بنے تو نہیں جائز ہے ایسا ہی بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کیونکہ ایسا اجارہ لوگوں میں رائج نہیں ہے اور بعض مشائخ نے ذکر کیا کہ ہمارے ملک کے رواج کے موافق جائز ہونا چاہئے کیونکہ ہمارے ملک میں دونوں صورتوں سے اجارہ لینا لوگوں کا معمول ہے اور نوادر ہشام میں ہے کہ اگر کوئی میخ گاڑنے کے واسطے اجارہ لے تو جائز ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص سے ایک میخ کرایہ کو لایا تاکہ اپنے گھر کی دیوار میں گاڑے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

جن کھونٹیوں پر ابریشم کا تانا درست کیا جاتا ہے ان کا اجارہ لینا جائز ہے اور اگر کوئی کھونٹی اسباب لٹکانے کے واسطے اجارہ لی تو جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور درخت کا اجارہ اس شرط سے کہ پھل مستاجر کے ہوں جائز نہیں ہے اسی طرح اگر گائے یا بکری اس شرط سے اجارہ دی کہ دودھ یا بچہ مستاجر کے ہوں تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور منتقی میں ہے کہ کسی شخص نے

مکان کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ اس پر کپڑے سکھلائے تو جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر کوئی درخت اس غرض سے اجارہ پر لیا کہ اس پر کپڑے پھیلا کر خشک کرے تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر بغداد تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ اگر مجھے اس نے بغداد تک پہنچا دیا تو جتنی مزدوری پر راضی ہوگا وہ دوں گا تو ایسا اجارہ فاسد ہے کیونکہ اجرت مجہول ہے اسی طرح اگر اپنے حکم یا ٹٹو والے کے حکم پر کرایہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے کہہ دیا کہ میری رضامندی بیس درہم پر ہے تو بیس درہم سے زیادتی نہیں ہوگی ہاں بیس درہم سے کم ہو سکتے ہیں یہ محیط میں ہے اگر کوئی ٹٹو اس طور سے کرایہ کیا کہ جو میرے ساتھیوں نے دیا ہے وہی میں بھی دوں گا پس اگر اس کے ساتھیوں نے جو کرایہ دیا ہے وہ بھی مثل اس ٹٹو کی مزدوری کے معلوم نہ ہو بلکہ مختلف ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اگر معروف ہو کہ دس درہم ہیں نہ کم نہ زیادہ اور یہ معلوم بھی[1] ہو جائے تو جائز ہے اور اگر مختلف ہو مثلاً ایسے ٹٹو کا کرایہ باختلاف احوال مختلف ہوتا رہتا ہے کبھی دس اور کبھی کم اور کبھی زیادہ تو درمیانی کرایہ دینا پڑے گا تا کہ دونوں کا لحاظ رہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

دوسری فصل:

ان صورتوں کے بیان میں جن میں شرط کی وجہ سے عقد فاسد ہوتا ہے

جو ایسی شرطیں ہیں کہ جن کو عقد اجارہ مقتضی نہیں ہے وہ عقد اجارہ کو فاسد کرتی ہیں مثلاً اجیر خاص کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ جو اس کے فعل سے یا بغیر اس کے فعل کے تلف ہو اس کا ضامن ہوگا یا اجیر مشترک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ جو بغیر اس کے فعل کے تلف ہو اس کا ضامن ہوگا تو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک مفسد ہے اور اگر ایسی شرط لگائی کہ جس کو عقد اجارہ مقتضی ہے تو وہ عقد کو فاسد نہیں کرتی ہے مثلاً اجیر مشترک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ جو اس کے فعل سے تلف ہو اس کا ضامن ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اگر کوئی غلام ایک مہینہ کے واسطے اس شرط سے اجارہ لیا کہ اگر غلام بیمار ہو جائے یا مستاجر بیمار ہو جائے تو جس قدر مرض کے باعث سے ناغہ ہو اس قدر دوسرے مہینہ میں کام کر دے تو یہ فاسد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کوئی غلام یا ٹٹو دس درہم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ غلام کا کھانا مستاجر کے ذمہ یا ٹٹو کا چارہ مستاجر کے ذمہ ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ ٹٹو کی صورت میں ہم متقدمین کا قول لیتے ہیں لیکن غلام کی صورت میں ہمارے یہاں عادت یہ ہے کہ وہ مستاجر کا کھانا کھاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور ہر اجارہ جو ایسا ہو کہ اس میں کھانے یا چارہ کی شرط ہو وہ فاسد ہے لیکن دائی کو اجارہ لینے میں کھانے کپڑے دینے کی شرط جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔قلت ارادبہ الاختلاف عند الاعظمؒ۔

اگر کوئی گھر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا اور موجر نے کرایہ میں مستاجر کے ذمہ ناممکن شرائط لگائیں ☆

اگر کسی شخص سے ایک مہینہ کے واسطے دس درہم پر ایک گھر اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ اگر اس میں مستاجر ایک روز بھی سکونت کرے پھر چاہے خارج ہو جائے تو دس درہم واجب ہوں گے تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور اگر کوئی گھوڑا اس شرط سے کرایہ لیا کہ جب بادشاہ سوار ہوا کرے گا میں بھی اس کے ساتھ سوار ہوا کروں گا تو یہ بھی بسبب جہالت معقود علیہ کے فاسد ہے یہ محیط میں ہے اگر کوئی گھر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا اور موجر نے کرایہ میں مستاجر کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ مکان میں کہگل کرائے اور دروازہ کا دربند لگائے یا اس کی چھت میں شہتیر ڈلوا دے تو یہ اجارہ فاسد ہے اسی طرح اگر کوئی زمین اجارہ دی اور اس کے ساتھ شرط لگائی کہ مستاجر اس کی نہر

[1] قولہ معلوم یعنی رواج تو معروف ہے لیکن دونوں عقد کرنے والوں کو بھی یہ بات معلوم ہو۔

اگر وادے یا اس میں کنواں کھدوادے یا کاریز بنوادے تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھر ایک شخص کو اس شرط سے دیا کہ اس میں رہا کرے اور اس کی مرمت کرادے اور اس پر کچھ اجرت نہیں ہے تو یہ اجارہ نہیں بلکہ عاریت ہے کیونکہ اجرت نہ ہونا شرط کر دی ہے اور کچھ اجرت شرط نہیں کی اور یہ جو مرمت کرانا شرط کیا ہے یہ اس گھر کا نفقہ ہے اور نفقہ مستعار چیز کا مستعیر پر ہوتا ہے یہ فتاویٰ صغریٰ وغیاثیہ میں ہے۔

اگر ایک شخص نے بغداد تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ کیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ مجھے بغداد سے رزق دے گا یا فلاں شخص سے دلائے گا اس میں سے نصف موجر کو دوں گا تو یہ اجارہ فاسد ہے اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا جہاں تک سوار ہوا ہے اور اگر ٹٹو کو اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر اس نے مجھے بغداد تک پہنچا دیا تو موجر کو دس درہم کرایہ ملے گا ورنہ کچھ نہ ملے گا تو یہ فاسد ہے اور جہاں تک وہ سوار ہو کر جائے گا اتنی دور کا اجر المثل موجر کو دلا دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے خراج دینے کی شرط مستاجر کے ذمہ لگائی تو کتاب میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ یہ خراج مقاسمہ[1] پر محمول ہے یعنی خراج مقاسمہ اس کو دینا پڑے گا یا ایسی زمین کے خراج میں ہے کہ جو صلح سے حاصل ہوئی ہے کہ اس کا خراج مختلف ہوتا رہتا ہے لیکن اگر خراج وظیفہ مراد لیا جائے تو اس صورت میں خراج یا اجرت مسمّی یکساں ہے یعنی جائز ہونا چاہئے اور صحیح یہ ہے کہ عقد مطلقاً جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اگر زمین عشری ہو اور موجر نے عشر دینا مستاجر کے ذمہ شرط کیا تو صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اس زمین کا خراج ادا کر دے اور تجھ پر کچھ اجرت نہیں ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے اسی طرح اگر چوپایہ کے کرایہ لینے میں یہ شرط لگائی کہ اگر مستاجر کچھ راستہ چل کر لوٹ آیا تو اس پر پوری اجرت واجب ہوگی تو یہ فاسد ہے یا یہ شرط لگائی کہ اگر اس ٹٹو نے مجھے آج کے روز فقط فلاں موضع تک پہنچایا تو مجھ پر کرایہ واجب نہ ہوگا تو بھی کل اجارہ فاسد ہو گیا اور مستاجر پر جس قدر دور سوار ہوا ہے اس کا اجر المثل واجب ہوگا اسی طرح اگر چارہ دینے کی شرط مستاجر کے ذمہ لگائی تو بھی فاسد ہے اور اس صورت میں اگر مستاجر نے چارہ نہ دیا یہاں تک کہ ٹٹو مر گیا تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر اجارہ کی چیز میں بار برداری و خرچہ پڑتا ہو اور موجر نے یہ شرط لگائی کہ مستاجر مجھے واپس دی جائے تو بھی اجارہ فاسد ہے اور اگر اس کی کچھ بار برداری و خرچہ نہ ہو تو جائز ہے۔

ایک شخص کو مزدور کیا کہ مستاجر کے جو درخت فلاں گاؤں میں جو شہر سے فاصلہ پر تھا واقع ہیں ان کو قطع کر دے ☆

اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ مجھے بلا عیب واپس کرے یا اگر مر جائے یا عیب دار ہو جائے تو مستاجر ضامن ہو تو بھی اجارہ فاسد ہے اور اگر معمار کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اس عمارت کے بنانے میں اس قدر اپنی ذاتی اینٹیں لگائے یا درزی سے یہ شرط کی کہ میری قبا سی دے بشرطیکہ اس کا استر اور روئی بھرائی اپنے پاس سے لگائے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر اس نے ایسا ہی کیا تو اجرت مقررہ واجب نہ ہوگی بلکہ جو کچھ اجر المثل ہو وہ ملے گا اور اس کے ساتھ اینٹوں کی قیمت یا استر و روئی بھرائی کی قیمت ملے گی اور یہ حکم بخلاف روئی اور نئے دھننے والے کی صورت کے ہے یہ غیاثیہ میں ہے ایک شخص کو مزدور کیا کہ مستاجر کے جو درخت فلاں گاؤں میں جو شہر سے فاصلہ پر تھا واقع ہیں ان کو قطع کر دے اور یہ کہہ دیا کہ آنے و جانے کا خرچہ مستاجر کے ذمہ ہوگا تو مشائخ نے فرمایا مستاجر کے ذمہ یہ خرچہ

[1] قولہ خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کا خراج مثلاً زمین خراجی آدھی یا چوتھائی کی بٹائی پر دے دی حتیٰ کہ اگر پیداوار نہ ہو تو خراج باطل ہے اور اس کے مقابل خراج موظف ہے مثلاً اس زمین کو دس روپیہ پر کٹائی کر دیا خواہ ہزار روپیہ کا اناج پیدا ہو یا کچھ نہ ہو۔

واجب نہ ہوگا اور اگر مستاجر کے ذمہ خرچہ کی شرط عقد اجارہ میں لگائی ہو تو اجارہ فاسد ہے اور چاہئے یہ ہے کہ اس حکم میں تفصیل ہو اس طرح کہ اگر یہ درخت معلوم ہوں تو یہی حکم ہے اور اگر مستاجر کو معلوم نہ ہوں تو جب تک وقت ذکر نہ کرے اجارہ صحیح نہ ہوگا اور اگر وقت بیان کر دیا ہو تو اس قدر وقت تک وہ مزدور اجیر خاص ہوگا۔ پس مستاجر پر سوائے اس قدر اجرت کے جو بیان کر دی ہے اور کچھ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی زمین بعوض چند درہموں کے اس شرط سے کرایہ پر لی کہ مستاجر اس کو گوڑ کر اس میں زراعت کرے یا سینچ کر اس میں زراعت کرے تو یہ جائز ہے اور اگر یوں شرط لگائی کہ زمین کا تسنیہ کرے یا اس میں کھاد ڈلوائے تو فاسد ہے اور تسنیہ تفسیر میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ تسنیہ کے یہ معنی ہیں کہ زمین کو گوڑی ہوئی واپس کرے پس اگر یہی معنی ہیں تو یہ ایسی شرط ہے کہ خلاف مقتضائے عقد ہے کیونکہ بعد اجارہ پورے ہونے کے اس کی منفعت رب الارض کو حاصل ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ معنی ہیں کہ زمین کو دوبارہ گوڑے پھر اس میں زراعت کرے پس اگر یہ معنی مراد ہیں تو اجارہ کا فاسد ہونا امام محمدؒ کے ملک کے عرف پر ہے کہ وہاں کی زمین میں ایک بار گوڑنے سے پوری پیداوار دیتی ہے اور ایسا ہی ملک نسف میں بھی ہے پس ایسے ملکوں میں البتہ ایسی شرط خلاف مقتضائے عقد ہے اور مالک زمین کو اس شرط سے نفع ہے کیونکہ گوڑنے کا نفع انقضائے اجارہ کے بعد باقی رہے گا حتیٰ کہ اگر باقی نہ رہے تو عقد فاسد نہ ہوگا لیکن ایسے ملکوں میں جہاں بدوں دو تین بار گوڑے ہوئے زمین میں اچھی پیداوار نہیں ہوتی ہے وہاں ایسی شرط لگائے سے عقد فاسد نہ ہوگا اور ایسے ہی کھاد ڈلوانے میں بھی تفصیل ہے کہ اگر کھاد دینا مستاجر کے ذمہ قرار دیا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک مال معین دینے کی شرط ہے پس اگر اس کھاد کی منفعت دوسرے سال تک باقی رہتی ہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر سال آئندہ تک باقی نہیں رہتی ہے تو عقد فاسد نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا کہ اگر مدت اجارہ کے اندر کی گوڑی ہوئی واپس کرے تو عقد فاسد ہے اور یہی صحیح ہے لیکن اگر یہ شرط لگائی کہ مدت اجارہ کے اندر نہیں بلکہ اجارہ گزر جانے کے بعد گوڑ کر واپس کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس طور سے اجارہ دیا کہ میں نے تجھے یہ زمین بعوض اتنے درہموں اور بعوض اس کے کہ بعد اجارہ گزرنے کے گوڑ کر واپس دے اجارہ میں دے دی تو یہ صحیح ہے اور کتاب میں فرمایا کہ اگر یوں اجارہ پر دی کہ میں نے تجھے یہ زمین اس قدر درہموں پر اجارہ دی بشرطیکہ بعد اجارہ کی مدت گزرنے کے تو اس کو گوڑ دے تو صحیح نہیں ہے اور اگر اس نے گوڑ دینا مطلقاً بیان کیا تو اس سے یہ مراد لی جائے گی کہ مدت اجارہ گزرنے کے بعد گوڑ دے پس اجارہ جائز ہوگا لیکن یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے اور ہم نے یہ تفاصیل اسی کی وجہ سے پائی ہیں اور وہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر مستاجر کے ذمہ نہر کے اگارنے کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہوگا اور ہمارے بعض مشائخ نے پانی کی نالیوں اور نہر میں فرق کیا ہے اور فرمایا ہے کہ نالیوں کو صاف کرا کرا اگروا دینے کی شرط صحیح ہے مگر حکم اول اصح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص سے ایک سال کے واسطے ایک گھر سو درہم پر اس شرط سے اجارہ لیا کہ اس میں سکونت اختیار نہ کرے گا تو اجارہ فاسد ہے اور اگر کوئی گھر اس شرط سے اجارہ دیا کہ مستاجر خود اس میں رہے اور مستاجر کے ساتھ کوئی دوسرا نہ رہے تو اجارہ جائز ہے حالانکہ موجر کے واسطے اس شرط میں نفع ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں فرمایا کہ یہاں کچھ تاویل کرنا ضروری ہے تا کہ فرق ظاہر ہو جائے پس ہم کہتے ہیں کہ دوسری صورت مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ اس دار میں کوئی چہ بچہ یا وضو کا گڈھا نہ تھا پس جب یہ صورت تھی تو مالک مکان کا اس شرط میں کچھ نفع نہیں ہے اس لئے کہ دوسرے کے رہنے سے اس کا ضرر نہ ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں جو کچھ پانی اس دار میں جمع ہوگا اس کا باہر نکالنا مستاجر کے ذمہ ہے پس موجر کا کیا نقصان ہے اور بہت لوگوں کے رہنے سے عمارت کمزور نہیں ہوتی ہے پس عقد فاسد نہ ہوگا اور پہلی صورت کی تاویل یہ ہے کہ اس دار میں چہ بچہ وغیرہ تھا پس اس صورت میں عدم سکونت

کی شرط سے مالک مکان کو نفع ہے لیکن ایسی شرط خلاف مقتضائے عقد ہے پس عقد فاسد ہوا پھر اگر اس پہلی صورت میں باوجود فساد اجارہ کے مستاجر نے سکونت اختیار کی تو اس پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنے گھر کا اجارہ یہ ٹھہرایا کہ مستاجر ہمارے واسطے ایک سال تک اذان دے دے یا امامت کرا دے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر نے سکونت اختیار کی تو اس پر اجر المثل واجب ہوگا اور اذان و امامت کی مزدوری اس کو کچھ نہ ملے گی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص دس درہم ماہواری پر ایک دار اپنے اہرنے یا اپنے اہل وعیال کے رہنے کے واسطے اس شرط سے کرایہ لیا کہ اس دار کی تعمیر کرائے گا اور جو اس میں شکست وریخت ہوگی اس کی مرمت کرائے گا اور چوکیداری دے گا اور جو ٹیکس سلطان وغیرہ کی طرف سے اس پر باندھا جائے گا وہ ادا کردے گا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ تعمیر کرانے اور ٹیکس دینے کی شرط کرنے کی صورت میں یہ حکم بے شک صحیح ہے کیونکہ عمارت بنوانا مالک مکان کے ذمہ ہے اور وہ فی نفسہ مجہول چیز ہے پس اس کی شرط کرنے میں اس نے اپنے اوپر ایک مجہول چیز کی شرط لگائی لیکن چوکیداری رہنے والے پر ہوتی ہے پس اس سے اس نے اپنے اوپر مجہول چیز کی شرط نہیں کی تو عقد فاسد نہ ہوگا اور اگر ایسے اجارہ کرنے کے بعد مستاجر نے اس مکان میں سکونت نہ اختیار کی تو اس پر کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر اس میں رہا تو اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو مگر جس قدر بیان کردیا ہے اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا پس اصل یہ قرار پائی ہے کہ اگر عقد اجارہ میں کرایہ کی تعداد معلوم ہو اور اجارہ کسی دوسری وجہ سے فاسد ہو جائے تو اس میں اجر المثل دینا پڑتا ہے مگر مقدار مسمّی[1] معلوم سے زیادہ نہیں کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر مقدار مسمّی پانچ درہم ہوں اور اجر المثل دس درہم ہوں تو پانچ ہی درہم دینے پڑیں گے اور اگر عقد اجارہ میں کرایہ کی تعداد مجہول ہو یا کچھ بیان ہی نہ ہوئی ہو اس سبب سے عقد اجارہ فاسد ہو گیا تو اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو سب دینا پڑے گا اسی طرح اگر کچھ کرایہ معلوم اور کچھ مجہول ہو جیسے مرمت اور ٹیکس کے مسئلہ میں ہے تو بھی اجر المثل سب دینا واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور واضح ہو کہ یہ کلام جو مذکور ہوا یہ مقدار مسمّی سے زیادہ کرنے میں ہے لیکن مقدار مسمّی سے کم کرنے کے حق میں یہ حکم ہے کہ جس صورت میں مقدار مسمّی کل معلوم ہو اور عقد اجارہ کسی دوسری وجہ سے فاسد ہو تو اجر المثل دینا پڑے گا اور اگر اجر المثل مقدار مسمّی سے کم ہو تو کم کردیا جائے گا مثلاً اجر المثل پانچ درہم ہو اور مسمّی دس درہم ہوں تو فقط پانچ درہم واجب ہوں گے اور اگر عقد اجارہ میں کچھ کرایہ معلوم اور کچھ مجہول ہو تو اجر المثل میں مقدار مسمّی سے کم نہ کیا جائے گا جیسا کہ مرمت اور ٹیکس کے مسئلہ میں ہے کہ اگر اس مسئلہ میں اجر المثل پانچ درہم ہوں اور مقدار مسمّی دس درہم ہوں تو دس ہی درہم واجب ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

تیسری فصل:

قفیز الطحان یا جو اس کے معنی میں ہیں ان اجارات کے بیان میں

قال المترجم قفیز الطحان اجارہ کی صورت کا اشارہ ہے اور صورت اس کی کتاب میں مذکور ہے فرمایا قفیز الطحان کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک بیل اس واسطے کرایہ پر لیا کہ میرے گیہوں اس شرط سے پیسے کہ بیل والے کو اسی آٹے سے ایک قفیز آٹا ملے گا یا کسی شخص کو مزدور کیا اس شرط سے کہ آدھے یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ آٹے پر گیہوں پیسے تو یہ اجارہ فاسد ہے اور جو

[1] قولہ مقدار مسمّی یعنی جو مقدار ٹھہری ہے اگر اجر المثل اس سے زیادہ ہو تو زیادہ نہ دیا جائے گا اور اگر کم ہو تو کم ہی دیا جائے گا۔

شخص ایسے اجارہ کا جائز ہونا چاہتا ہو اس کے حق میں یہ حیلہ ہے کہ گیہوں والا کھرے آٹے کی ایک قفیز دینے کی شرط کرے اور یہ نہ کہے کہ ان گیہوؤں سے دوں گا یا انہیں گیہوں کی چوتھائی کھرے آٹے میں سے دینے کی شرط کرے یعنی جس قدر ان گیہوؤں کی چوتھائی ہوتی ہے اسی قدر کھرے آٹے سے دینے کی شرط کرے کیونکہ آٹا جب کسی خاص[1] گیہوں کی طرف مضاف نہ ہوگا تو وہ ذمہ واجب ہو جائے گا اور اجرت جس طرح نقد و مشار الیہ ہوتی ہے اسی طرح کبھی کبھی ذمہ بھی قرار دی جاتی ہے اور قرضہ ہوتی ہے پس اس حیلہ سے عقد جائز ہو جائے گا اور جب عقد جائز ہو گیا تو بعد پیسے جانے کے اگر چاہے تو انہیں گیہوں کے آٹے میں سے چوتھائی آٹا دے دے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے گیہوں بعوض ایک قفیز کے اس میں سے یا اس میں سے ایک قفیز اور ایک درہم کے عوض پیسے یا اس واسطے کہ میری بکری بعوض اس کے ذبح کر دے کہ ایک درہم اور ایک رطل اس کا گوشت دوں گا تو یہ اجارہ فاسد ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کسی تیلی کو تل اس غرض سے دیئے کہ ان کا تیل نکال دے اور اس میں سے کچھ تیل تیلی کو دے گا یا کسی بز قصاب کو بکری ذبح کرنے کو دی اس شرط سے کہ کچھ گوشت اس بکری کا اس کو دے گا تو فاسد ہے جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر کوئی چکی اس طرح کرایہ پر لی کہ اس سے آٹا پیسے اور اس میں سے کچھ آٹا موجر کو دے گا تو صحیح نہیں ہے یہ شرح ابوالمکارم میں ہے۔ اگر کسی حمال کو ٹھہرایا کہ میرا اناج اٹھا کر پہنچا دے اور اس میں سے ایک قفیز اجرت دے گا یا کوئی گدھا اناج لادنے کے واسطے کرایہ کیا اس طرح کہ ایک قفیز اناج میں سے اجرت دے گا تو یہ اجارہ جائز نہیں ہے اور اگر اس نے لادا تو اجر المثل دلایا جائے گا مگر جو مقدار بیان کر دی ہے اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا بخلاف اس کے کہ اگر اس طرح حمال مقرر کیا کہ نصف اناج بعوض باقی نصف کے لاد کر پہنچائے تو اس صورت میں کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر لکڑیاں لادنے میں شرکت کر لی اور ایک نے لکڑیاں توڑ کر ڈالیں اور دوسرے نے جمع کر دیں تو اجرت[2] مثل پوری واجب ہوگی چاہے جس قدر ہو سب دینی ہوگی یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے یہ کافی میں ہے اور واضح ہو کہ اصل یہ ٹھہری ہے کہ جب مستاجر نے تمام بوجھ اپنی ملک رکھا اور اجیر کے واسطے اسی میں کسی قدر دینے کی شرط کر دی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر اجیر نے اس صورت میں بوجھ اٹھا کر پہنچایا تو اس کی اجرت واجب ہوگی اور اگر اس طرح اجیر حمال مقرر کیا کہ بوجھ میں سے کچھ مستاجر کا اور باقی اجرت میں ہے اور اجیر نے کام کیا تو کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور اجارہ باطل ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر کوئی غلام ماذون یا غیر ماذون اس شرط سے اجارہ پر لیا کہ جو کچھ وہ غلام اس ٹٹو کا کرایہ کمائے اس میں سے نصف اجرت میں دیا جائے گا تو اجارہ فاسد ہے ☆

اگر کسی شخص کو اس غرض سے مزدور مقرر کیا کہ اس روئی کے کھیت میں سے روئی چن دے اور اس روئی میں سے دس سیر روئی اس کی اجرت مقرر کی تو جائز نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ دس سیر روئی اجرت ملے گی اور یہ نہ کہا کہ اسی روئی میں سے ملے گی تو اجارہ جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک جولاہہ کو سوت اس طرح ٹھہرا کر دیا کہ آدھے پر اس کو بن دے تو یہ کپڑا سوت کے مالک کا ہوگا اور جولاہہ کو اجر المثل ملے گا مگر جس قدر کپڑا اس نے دینا قبول کیا تھا اس کی قیمت سے زیادہ نہ دیا جائے گا اور مشائخ بلخ نے ایسا اجارہ بسبب ضرورت و تعامل کے جائز رکھا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو ہم نے کتاب سے نقل کیا ہے یعنی فاسد ہے اور اجر المثل ملے گا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان۔ اگر کوئی غلام ماذون یا غیر ماذون اس شرط سے اجارہ پر لیا کہ جو کچھ وہ غلام اس ٹٹو کا کرایہ کمائے اس

---

[1] قولہ خاص یعنی جب وہ آٹا انہیں گیہوں سے خاص نہ ہوا تو قفیز الطحان کے معنی باقی نہ رہی۔ [2] قولہ اجرت مثل کیونکہ لکڑیاں توڑنے والا مالک دار اور جمع کرنے والا اس کا مزدور ہے۔

میں سے نصف اجرت میں دیا جائے گا تو اجارہ فاسد ہے اور غلام کو اس کام کو اجر المثل ملے گا بشرطیکہ وہ غلام ماذون یعنی مولیٰ نے اس کو تصرفات کی اجازت دے دی ہو یا متاجر نے اس کو اس کے مالک سے اجارہ پر لیا ہو اور اگر وہ غلام ماذون نہ ہو اور نہ متاجر نے اس کو اس کے مالک سے اجارہ پر لیا ہو پس اگر وہ غلام اس کام میں تھک کر مر گیا تو متاجر کو اس کی قیمت ڈانڈ دینی پڑے گی اور کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر وہ غلام صحیح و سالم بچ رہا تو متاجر پر استحساناً اجرت واجب ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین کسی شخص کو درخت لگانے کے واسطے اس شرط سے دی کہ زمین و درخت دونوں میں نصفا نصف ہوں گے تو یہ جائز نہیں ہے اور وہ درخت مالک زمین کے ہوں گے اور اس پر ان درختوں کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی اور وہ اجرت دینی پڑے گی جو ایسے کام کی ہوتی ہے اور مزدور کو یہ حکم نہ دیا جائے گا کہ ان درختوں کو اکھاڑ لے اور اگر دونوں نے اس کے ماحصل میں سے کچھ کھایا ہو تو مزدور نے جس قدر کھایا وہ اس کی اجرت میں وضع کر لیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنا ٹٹو ایک شخص کو اس واسطے دیا کہ اس سے کام لے اور اس کو کرایہ پر چلائے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ رزق عطا فرمائے وہ ہم دونوں میں نصفا نصف ہو جائے پس اگر اجیر نے وہ ٹٹو لوگوں کو کرایہ پر دیا اور اس کی اجرت وصول کر لی تو تمام کرایہ ٹٹو کے مالک کا ہوگا اور اجیر کو اس کے کام کی اجرت مثل ملے گی اور اگر اس نے ٹٹو لوگوں کو کرایہ پر نہ دیا بلکہ لوگوں سے کاموں کا ٹھیکہ لیا اور اس ٹٹو یا چوپایہ کے ذریعہ سے وہ کام پورے کئے تو جس قدر اجرت ملے گی وہ اجیر کی ہوگی اور جو کچھ اس ٹٹو کا اجر المثل ہو اس قدر کرایہ اجیر کو اس کے مالک کو دینا پڑے گا یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص کو اونٹ مع پکھال اس واسطے دیا کہ پانی بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اس سے رزق عطا فرمائے وہ ہم دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہو جائے تو یہ فاسد ہے پھر اگر اس نے اونٹ اور پکھال سے کام لیا اور پانی فروخت کیا تو سارے دام عامل کو ملیں گے اور عامل پر واجب ہوگا کہ مالک اونٹ کا اجر المثل اور پکھال کا اجر المثل ادا کرے اسی طرح اگر کسی شخص کو جال شکار کے واسطے دیا بشرطیکہ جو کچھ شکار حاصل ہو وہ دونوں میں نصفا نصف رہے تو بھی جو کچھ شکار ہاتھ آئے وہ سب صیاد کا ہوگا اور جال کا اجر المثل اس کے مالک کو ادا کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک اونٹ اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اس پر اپنی ذاتی چیزیں لاد کر گونوں میں بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اس کی تجارت میں حاصل ہو اس کا نصف اس اونٹ کا کرایہ ہوگا تو یہ فاسد ہے اور جو کچھ اس نے اپنی تجارت میں کمایا ہے وہ سب اسی کا ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ اونٹ کے مالک کو ایسے کام کا اجر المثل ادا کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر زید نے عمرو کو اپنا گھر اس واسطے دیا کہ عمرو اس میں گیہوں بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو وہ دونوں کو برابر تقسیم ہو اور عمرو نے اس گھر پر قبضہ کر کے گیہوں فروخت کرنے شروع کئے اور کچھ دونوں میں بہت سا مال حاصل کیا تو یہ سب مال عمرو کا ہوگا اور زید کو اس کے گھر کا اجر المثل ملے گا اور اگر زید نے عمرو کو اس غرض سے دیا کہ اس کو اجارہ پر دے دے اور اس میں گیہوں فروخت کئے جائیں بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کرایہ نصیب کرے وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور اگر عمرو نے اس کو کرایہ پر دے دیا اور کرایہ وصول کر لیا تو سب کرایہ زید کو ملے گا پھر جب متاجر نے مدت اجارہ تک اس سے نفع حاصل کیا تو زید پر واجب ہوگا کہ عمرو کے کام کا اجر المثل عمرو کو دے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص کو ایک درہم روزانہ مقرر کیا اور شرط کی کہ جو کچھ تو شکار کر کے لائے وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہوگا تو یہ فاسد ہے اور اس شخص نے جو کچھ شکار کیا وہ سب متاجر کو دیا جائے گا اور متاجر کو اس شخص کے کام کا اجر المثل دینا پڑے گا اور اگر کسی غلام کو اجارہ لیا اور شرط کی کہ جو کچھ نفع تجارت سے حاصل کر کے لائے اس میں سے نصف اجرت ہوگا یا کسی کو بکریاں چرانے کے واسطے اس شرط سے اجارہ کیا کہ بکریوں کا دودھ یا کچھ دودھ یا بکریوں کی

اون ان کے اجیر کو دے گا تو جائز نہیں ہے اور اجر المثل دینا پڑے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص کو ایک گائے اس شرط سے دی کہ اس کو چارہ دے اور جو کچھ اس کا دودھ اور گھی حاصل ہو وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہوگا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور گائے کے مالک پر واجب ہوگا کہ اس شخص کو اس کے کام کی اجرت دے اور اس کے اجارہ کی قیمت دے بشرطیکہ چارہ اس نے اپنی ملک سے دیا ہو اور اگر اس نے چراگاہ سے چرایا ہو تو واجب نہیں ہے اور وہ شخص تمام دودھ اگر بعینہ موجود ہو مالک کو واپس کرے گا اور اگر اس نے تلف کر دیا ہو تو مالک کو اس کے مثل دے گا کیونکہ دودھ بھی مثلی چیزوں سے ہے اور اگر اس نے دودھ کو پھاڑ کر چکا دہی بنایا تو وہ اسی کا ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ دودھ مثل ڈانڈ دے کیونکہ دہی بنانے سے مالک کا حق منقطع ہوگیا ہے اور اس کے جائز ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ آدھی گائے کچھ داموں کو اس کے ہاتھ فروخت کر دے اور ثمن سے اس کو بری کر دے پھر اس کو حکم دے کہ اس کے دودھ سے مسکہ یا چکا دہی بنائے پس وہ دونوں میں برابر مشترک ہوگا اسی طرح اگر کوئی مرغی اس شرط سے دی کہ اس کے انڈے دونوں میں برابر تقسیم ہوں یا کرم پیلہ اس شرط سے دے کہ ابریشم دونوں کو برابر ہو تو جائز نہیں ہے اور جو کچھ پیدا ہو وہ سب مرغی اور کرم پیلہ کے مالک کو ملے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔

پھر مالک نے جس شخص کو گائے یا مرغی دی ہے اگر اس نے کسی دوسرے کو آدھی بٹائی پر دے دی اور اس کے قبضہ میں تلف ہو گئی تو جس شخص کو مالک نے پہلے دی ہے وہ ضامن ہوگا اور اگر اس نے گائے کو چرنے کے واسطے چراگاہ بھیجا اور وہاں ضائع ہوئی تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ چراگاہ بھیجنے کا دستور جاری ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کو بیضہ کرم پیلہ آدھے کی بٹائی پر دے پھر جب ان انڈوں میں سے بچے نکلے تو شریک نے کہا کہ اس میں سے اکثر بچے مر گئے ہیں پس مالک نے کہا کہ تو مجھے انڈوں کی قیمت دے دیں اور میں بچوں سے درگزرا حالانکہ شریک اپنے قول میں جھوٹا تھا تو سب بچے مالک کو ملیں گے اور مالک پر واجب ہوگا کہ شریک کے کام کا اجر المثل اس کو دے اور شہتوت کے پتوں کی بھی قیمت ادا کرے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر عمرو نے زید کے بیضہ کرم پیلہ یا مرغی کے انڈے غصب کر لئے اور ان کو رکھ چھوڑا یہاں تک کہ ان سے کرم پیلہ یا چوزے پیدا ہوئے تو شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ اگر خود بخود پیدا ہوئے ہوں تو مالک کو ملیں گے اور واضح ہو کہ اس جنس کے مسائل میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ انڈے یا مرغی کا مالک آدھے انڈے یا آدھی مرغی اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جس کو اس نے دی ہے اور داموں سے اس کو بری[1] کر دے تو پھر جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ زید کا قرض دار عمرو نامے دوسرے شہر میں رہتا ہے پس زید نے خالد سے کہا کہ وہاں جا کر میرا قرضہ وصول کر لے اور جب تو نے وصول کر لیا تو ان درہموں میں سے دس درہم تجھ کو اجرت دوں گا پس خالد نے جا کر قرضہ وصول کر لیا تو اجر المثل واجب ہوگا اور مقبوضہ میں سے دس درہم دینے کی شرط فاسد ہے کیونکہ وہ قفیز الطحان کے معنی میں ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

اگر کسی شخص کو کار معلوم کے واسطے مزدور کیا اور مزدوری بیان نہ کی یا خون یا مردار چیز مزدوری ٹھہرائی تو اجر المثل چاہی جس قدر ہو دینا پڑے گا اسی طرح اگر کچھ درہم گنتی میں مزدوری میں ٹھہرائے اور ان کا وزن بیان نہ کیا حالانکہ اس شہر میں نقود مختلف رائج ہیں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کوئی نقد زیادہ چلتا ہو تو وہی مراد رکھا جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے اگر ایک تالاب کے نرکل کاٹنے کے واسطے کسی شخص کو اس شرط سے مزدور کیا کہ ان نرکلوں میں سے پانچ گٹھے مزدور کو ملیں گے تو جائز نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ کو ان

---

[1] قولہ بری کر دے اقول حیلہ مذکور فقط بیع سے پورا ہوگیا اور داموں سے بری کرنا صرف اطمینان ہے کہ مشتری پر فی الحال تقاضا عائد ہونے کا خوف بھی نہیں ہے اور اگر بیری نہ کرے پھر مدت کے بعد جب چاہے تو باہمی رضامندی سے دونوں اس بیع کو اقالہ کر لیں یا بائع اسی قدر داموں کو خرید لے اور باہمی اتارا ہو جائے۔

پانچ گٹھوں پر اس واسطے مزدور کیا کہ اس تالاب کے نرکل کاٹ دے تو جائز ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے پانچ گٹھوں پر اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ تو اس تالاب کے نرکل کاٹ دے تو جائز نہیں ہے کیونکہ گٹھے مجہول ہیں یعنی معلوم نہیں کہ کس چیز کے کس قدر گٹھے ٹھہرائے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

چوتھی فصل:

ان صورتوں کے بیان میں جن میں اجارہ اس باعث سے فاسد ہوتا ہے کہ اجارہ کی چیز دوسرے کے کام میں پھنسی ہوئی ہے

اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا حالانکہ اس میں مالک کا اسباب رکھا ہے تو کرخیؒ نے اپنی مختصر میں امام اعظمؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایسا اجارہ جائز ہے لیکن مالک کو حکم کیا جائے گا کہ خالی کر کے مستاجر کے سپرد کر دے اور اسی پر فتویٰ ہے مگر جب خالی کرنے میں کھلا ہوا ضرر مالک کو پہنچتا نظر آئے تو یہ حکم نہ کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایسی زمین اجارہ پر لی جس میں کھیتی یا تاک انگور ہونے کی وجہ سے زراعت نہیں ہو سکتی ہے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مالک نے اس کو اکھاڑ کر خالص زمین مستاجر کے سپرد کر دی تو جائز ہے کیونکہ مانع مرتفع ہو گیا اور اگر کھیتی ایسی پختہ ہو گئی کہ کاٹنے سے اس کو ضرر نہ پہنچے تو بھی اجارہ جائز ہے اور مالک کو حکم دیا جائے گا کہ کھیتی کاٹ لے اور اگر نالش دائر ہونے سے پہلے اجارہ کی کچھ مدت گزر گئی پھر مالک نے اس میں سے کھیتی کاٹ لی تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین پر قبضہ کرے اور جتنے دنوں قبضہ نہیں کیا ہے اس کی اجرت وضع کر دے یا چھوڑ دے بخلاف اس کے اگر رہنے کے واسطے کوئی گھر کرایہ پر لیا اور مالک نے اس کو کچھ مدت تک رہنے نہ دیا پھر راضی ہوا تو مستاجر کو چھوڑ دینے کا اختیار نہ ہوگا اور باقی مدت کا اجارہ لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایسی زمین ایک سال کے واسطے اجارہ لی جس میں رطبہ بویا ہوا ہے تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اجارہ فاسد ہے پھر اگر مالک نے رطبہ اکھاڑ لیا اور مستاجر سے کہا کہ خالص زمین پر قبضہ کر لے تو جائز ہے اور اگر اس سے پہلے اس نے نالش کی اور حاکم نے اجارہ باطل کر دیا پھر اس کے بعد مالک نے رطبہ کاٹ کر زمین مستاجر کے قبضہ میں دینی چاہی تو صحیح نہیں ہے لیکن اگر از سر نو عقد اجارہ قرار دیں تو صحیح ہے اور اگر مدت اجارہ میں سے ایک یا دو دن نالش کرنے سے پہلے گزر گئے پھر مالک نے رطبہ کاٹ لیا تو مستاجر کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسی اجارہ پر زمین پر قبضہ کر لے اور ایام غیر مقبوضہ کی اجرت کم کی جائے گی یا اجارہ چھوڑ دے اور قبضہ نہ کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

پھر اگر کھیتی پختہ نہ ہوئی ہو اور یہ منظور ہو کہ زمین کا اجارہ جائز ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مستاجر کو کھیتی بٹائی[1] پر دے دے بشرطیکہ وہ کھیتی مالک زمین کی ہو اور یہ شرط ٹھہرائے کہ اس میں مستاجر خود مع اپنے نوکروں چاکروں کے کام کرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اس میں رزق دے وہ سو حصہ ہو کر اس طرح تقسیم ہو کہ اس میں سے ایک حصہ مالک کو اور ننانوے حصے مستاجر کو ملیں گے پھر مالک اس کو اجازت دے دے کہ جو اس کا حصہ ہے وہ اس زمین کے کام میں یا جس میں اسے منظور ہو صرف کر دے پھر اس کے بعد وہ زمین اس کو اجارہ پر دے دے اور اگر وہ کھیتی کسی دوسرے شخص کی ہو تو سال گزرنے کے بعد اجارہ پر دینا چاہئے یعنی[2] جب سال گزر جائے تو تیرے پاس اجارہ پر ہے پس اجارہ جائز ہوگا اور یہ اجارہ زمانہ مستقبل کی طرف مضاف ہوگا اور اسی طرح درختوں اور انگور میں بھی یہی

---

[1] قولہ بٹائی اقول یہ اس وقت جائز ہے کہ کھیتی میں کوئی کام باقی ہو ورنہ بٹائی پر دینا باطل ہے۔ [2] قولہ یعنی یوں کہے کہ میں نے تجھے سال گزرنے پر یہ زمین اجارہ پر دی پس اجارہ جائز ہے۔

حیلہ ہے کہ پہلے درخت وانگور بٹائی پر دے دے یہ محیط میں ہے اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ اگر وہ کھیتی مالک زمین کی ہو تو پہلے وہ کھیتی متاجر کے ہاتھ ثمن معلوم فروخت کر دے اور دونوں باہم قبضہ کر لیں پھر وہ زمین متاجر کے ہاتھ اجارہ پر دے دے اور اگر کھیتی کسی دوسرے شخص کی ہو تو بعد مدت گزرنے کے اجارہ پر دے دے اور اگر باوجود اس کے بدوں حیلہ کئے ہوئے اجارہ پر دے دے اور اور پھر جب زمین خالی ہو گئی تو متاجر کے سپرد کر دی تو بھی اجارہ عود کر کے جائز ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی نے ایسی زمین اجارہ پر دی کہ جس میں تھوڑی زمین خالی ہے اور تھوڑی زمین میں کھیتی ہے تو کھیتی والے ٹکڑے کا اجارہ فاسد ہے اور اس کے فاسد ہونے کی وجہ سے خالی زمین کا اجارہ بھی فاسد ہو گیا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

اگر کسی نخل کے چھوہارے خریدے پھر کسی قدر مدت کے واسطے نخیل کو اجارہ لیا جس میں یہ چھوہارے لگے ہوئے ہیں تو جائز نہیں ☆

فتاویٰ فضلی میں یوں لکھا ہے کہ اگر ایسی زمین اجارہ لی کہ جس میں تھوڑے حصہ میں کھیتی ہے اور تھوڑی خالی ہے تو خالی حصہ کا اجارہ جائز ہو گا اور جس میں کھیتی ہے اس کا ناجائز ہو گا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو موجر کا قول قبول ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر زمین یا ایسی زمین جس سے پانی رہتا ہے اور وہ قابل زراعت نہیں ہے اجارہ لی تو صحیح نہیں ہے کیونکہ عادت سے معلوم ہوا کہ زراعت کی منفعت اس سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے یہ بدائع میں ہے۔ اگر کسی شخص نے گیہوں وغیرہ کے درخت خریدے تا کہ ان کو قطع کر لے یا مطلقاً چھوڑ دیا کچھ بیان نہ کیا اور خرید صحیح ہو گئی پھر وہ درخت لگے رہنے کے واسطے کچھ مدت کے لئے زمین اجارہ پر لی تو جائز ہے اور اگر اس متاجر نے وہ درخت یہاں تک چھوڑ رکھے کہ بڑھ کر وہ پوری کھیتی ہو گئے تو بائع کو اجرت دینی پڑے گی اور جس قدر درختوں میں زیادتی ہوئی ہے وہ متاجر کو حلال ہے کیونکہ اجارہ صحیح تھا اور اگر درختوں کے مشتری نے زمین اس طرح کرایہ پر لی کہ جب تک یہ درخت بڑھ کر پوری کھیتی ہو جائیں تب تک اجارہ پر ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے کیونکہ مدت معلوم نہیں ہے اور اگر اس نے کچھ کھیتی پختہ ہونے تک یہ درخت زمین پر لگے رکھے تو متاجر کو اجر المثل دینا پڑے گا بخلاف بخیل کے کہ تخیل کی صورت میں بالکل اجرت واجب نہیں ہوتی اور فرمایا کہ متاجر کو اس قدر کھیتی حلال ہے کہ جس قدر اس نے ثمن دیا اور جس قدر اجرت ادا کی ہے اور باقی[1] زیادتی کو صدقہ کر دے اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ قیاس امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب صورتوں میں اس کو زیادتی حلال ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نخل کے چھوہارے خریدے پھر کسی قدر مدت کے واسطے نخیل کو اجارہ لیا جس میں یہ چھوہارے لگے ہوئے ہیں تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ لوگوں کے اجارات میں سے نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر متاجر نے اس صورت میں اجرت ادا کر دی ہو تو واپس کر لے گا اور جو کچھ پھلوں میں زیادتی ہوئی وہ اس کو حلال ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر نخل میں پھل خریدے پھر وہاں کی زمین بدوں نخل کے اجارہ لی تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے اور پھلوں کے درمیان درخت حائل ہے اور وہ موجر کی ملک ہے اور جو چیز اس نے اجارہ پر لی ہے وہ بھی خالی نہیں یعنی اس میں بھی موجر کی چیز یعنی درخت موجود ہے اسی طرح اگر رطبہ کی جڑ نہ خریدی صرف اس کے بالائی پتے وغیرہ خریدے پھر رطبہ کے باقی رکھنے کے واسطے زمین اجارہ میں لی تو جائز نہیں ہے کیونکہ رطبہ کی جڑ ملک موجر کی ہے پس متاجر اور متاجر کی ملک کے درمیان موجر کی ملک حائل رہی اور اگر کوئی ایسا نخل خریدا جس میں چھوہارے لگے ہیں اور غرض یہ تھی کہ اس کو کاٹ لے پھر چھوہاروں کے باقی رکھنے کے واسطے زمین کرایہ پر لے لی تو جائز ہے اسی طرح اگر رطبہ مع جڑوں کے خرید کیا پھر اس کو باقی رکھنے کے واسطے زمین اجارہ پر لے لی تو جائز ہے اور اگر ان سب

[1] قولہ باقی...... پس کھیتی کو فروخت کر کے بعد خرچہ کے باقی صدقہ کرے۔

صورتوں میں زمین اجارہ لی تو جائز ہے یہ محیط و تیمیہ میں ہے میرے والد سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ زمین خربزوں کی فالیز کے واسطے اجرت معلومہ پر کرایہ پر لی اور وہاں مٹی اور کھاد اس زمین کی اصلاح کے واسطے ہے اور جس نے اجارہ دی ہے اس نے نہ مدت بیان کی اور نہ کھاد کے دام بتلائے پس آیا یہ اجارہ اتنے میں صحیح ہے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مستاجر نے اپنے پاس سے فالیز کی اصلاح اور بیجوں کے اگنے کے واسطے کچھ ضروری خرچ کیا پھر معلوم ہوا کہ یہ اجارہ فاسد ہے پس یہ خرچہ لغو ہو جائے گا یا مالک زمین سے ضمان لے سکتا ہے فرمایا کہ ہاں[1] اور مالک زمین سے ضمان نہیں لے سکتا ہے پھر دریافت کیا گیا کہ جب شرعاً ضمان نہیں لے سکتا ہے تو اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ جو کچھ اس نے اصلاح کی ہے اس کو بگاڑ دے اور خربزے کی بیلوں کو تلف کر دے تو فرمایا کہ ہاں خربوزے کی بیلوں کو تلف کر سکتا ہے لیکن جو اس نے اصلاح کی ہے اس کا بگاڑنا جناثت ہے پس یہ اختیار نہ دیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے مشتری نے خریدا ہوا غلام قبضہ سے پہلے بائع کو اجارہ پر دیا کہ ایک مہینہ تک اس کو روٹی پکانا یا سلائی ایک درہم میں سکھلا دے تو یہ جائز ہے اور بائع نے اگر سکھلا دیا تو اجرت اس کو ملے گی اور اگر مہینہ گزرنے سے پہلے یا اس کے بعد بائع کے پاس مر گیا تو بائع کا مال گیا اور جو کچھ مشتری نے کیا یہ قبضہ شمار نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی کپڑا خریدا اور سینے یا دھونے کے واسطے اسی کو اجارہ دیا تو جائز ہے اور اگر وہ تلف ہو گیا پس اگر قطع کرنے سے یا دھونے سے اس میں نقصان آ گیا ہو تو مشتری قابض شمار ہوگا اور تلف ہونے سے مشتری کا مال گیا ورنہ بائع کا مال گیا اور اگر مشتری نے بائع کو اس واسطے اجیر مقرر کیا کہ خریدی ہوئی چیز اس قدر اجرت پر اپنی حفاظت میں رکھے تو یہ اجارہ فاسد ہے کیونکہ مشتری کو سپرد کرنے تک اس کی حفاظت بائع کے ذمہ ہے اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو شے مرہون کی حفاظت کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرتہن کو کسی کام سکھلانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا مثلاً رہن کے غلام کو کوئی ہنر سکھلا دے تو جائز ہے اسی طرح اگر مالک نے غاصب کو اجارہ پر مقرر کیا تو بھی حکم میں یہی تفصیل ہوگی جو مذکور ہوئی یہ قنیہ میں ہے۔

سولھواں باب:

اجارہ میں شیوع[2] ہونے کے احکام میں اور طاعات و معاصی و افعال مباع کے واسطے اجارہ لینے کے بیان میں

ایسی غیر منقسم چیز کا اجارہ جو قابل قسمت[3] ہے اور جو نہیں ہے امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اپنا حصہ بیان کر دے اور اگر اپنا حصہ بیان نہ کیا تو صحیح قول کے موافق جائز نہیں ہے اور مفتی میں لکھا ہے کہ غیر منقسم چیز کے اجارہ میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ہے یہ تبیین میں ہے اور ایسے اجارہ کی صورت یہ ہے کہ اپنے گھر میں سے ایک حصہ اجرت پر دیا یا ایک مشترک گھر میں سے اپنا حصہ شریک کے سوائے دوسرے کو اجارہ پر دیا یا نصف غلام یا نصف چوپایہ اجارہ پر دیا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور بالا جماع اگر اس نے اپنے شریک کو اجارہ پر دیا تو جائز ہے خواہ ایسی چیز غیر منقسم ہو جو قابل قسمت نہیں ہے یا قابل قسمت ہے خواہ اپنا پورا حصہ اجارہ پر دے دیا ہو یا کسی قدر حصہ دیا ہو یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اجارہ میں پہلے شیوع نہ ہو پھر کسی وجہ سے شیوع طاری ہو جائے تو اس سے اجارہ فاسد نہیں ہوتا ہے اس پر اجماع ہے مثلاً پورے گھر کا

---

[1] قولہ ہاں یعنی اجارہ فاسد ہے مگر ضمان نہیں لے سکتا ہے۔ [2] قولہ شیوع یعنی مال اجارہ علیحدہ منقسم نہ ہو خواہ ابتدائے مشترک ہے یا بعد اجارہ کے مثلاً نصف کا کوئی مستحق نکلے۔ [3] قولہ قابل قسمت سے یہاں یہ مراد ہے کہ بٹوارہ کے بعد منفعت ممکن ہو۔

اجارہ کیا پھر دونوں نے نصف کا اجارہ فسخ کر دیا یا ایک شخص دونوں میں سے مر گیا یا کسی قدر گھر استحقاق میں لے لیا گیا تو باقی کا باقی رہے گا اور نصاب وصغریٰ میں لکھا ہے کہ مشاع میں اجارہ جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ کوئی حاکم ایسا حکم دے دے پس سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق جائز ہو جائے گا یا کوئی حکم ایسا حکم لگائے بشرطیکہ قاضی کے پاس مرافعہ کرنا متعذر رہو یا ایسا ہو کہ پہلے کل چیز کا اجارہ قرار دے پھر اس میں سے آدھی و تہائی و چوتھائی جس قدر دونوں کا جی چاہے اجارہ فسخ کر دیں پس باقی کا بالاتفاق جائز ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔

اگر کوئی چیز دو شخصوں کو اجارہ پر دے دی تو جائز ہے اور دونوں متاجروں میں سے ہر ایک اس چیز کی نصف منفعت غیر منقسم کا مالک ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر عمارت بدوں زمین کے اجارہ پر دے دی تو نہیں جائز ہے اور امام محمدؒ سے نوادر میں ذکر فرمایا کہ یہ جائز ہے اور قاضی امام علی نسفیؒ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ اسی پر فتویٰ دیتے تھے اسی طرح اگر عمارت کسی شخص کی مملوکہ ہو اور جس زمین میں یہ عمارت بنی ہوئی ہو وہ وقف ہو اور مالک نے عمارت کرایہ پر دے دی تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی مشاع کے معنی میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر کسی شخص نے ایک محل سرا اجارہ میں دی حالانکہ ایک بیت اس میں کا کسی دوسرے شخص کے پاس کرایہ پر ہے تو ماسوائے بیت کے باقی کا اجارہ جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی کی کتاب الحیل میں مذکور ہے کہ اگر عمارت کسی شخص کی ہو اور اس کی زمین کسی دوسرے شخص کی ہو اور عمارت کے مالک نے سوائے زمین کے مالک کے کسی دوسرے کو یہ عمارت کرایہ پر دے دی تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ نے خود بیان کیا کہ فتویٰ جواز پر ہے اور اگر اس کی زمین کے مالک کو اجارہ پر دے دے تو بیشک جائز ہے اور اگر سوائے عمارت کے اس کی زمین اجارہ لی تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے یتیمہ میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن بن علیؒ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے یہ نصف دار غیر منقسم اور وہ دار فارغ پورا اجارہ دیا پس آیا دوسرے نے دار کا اجارہ جو فارغ ہے صحیح ہے یا نہیں صحیح ہے تو فرمایا کہ اس کا اجارہ جو فارغ ہے صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے جو اعمال بندوں کے طاعات ہیں جیسے قرآن مجید پڑھانا یا فقہ پڑھانا اور اذان و وعظ کہنا اور پڑھانا اور حج و عمرہ وغیرہ ایسے اعمال کا اجارہ لینا جائز نہیں ہے اور اجرت واجب نہ ہوگی یہ اصل میں لکھا کذا فی الخلاصہ۔

مسجدوں اور باطات و پل بنانے کے واسطے اجارہ لینا جائز ہے یہ بدائع میں ہے اور لغت و علم ادب یعنی زباندانی سکھلانے کے واسطے اجارہ لینا بالاجماع جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن کے واسطے اجارہ لینا جائز رکھا ہے بشرطیکہ اس کے واسطے کوئی مدت مقرر کی ہو اور فتویٰ دیا کہ اس صورت میں جو اجرت ٹھہری ہے وہ واجب ہوگی اور اگر اجارہ نہ ٹھہرایا یا مدت بیان نہ کی تو مشائخ بلخ نے فتویٰ دیا کہ اس صورت میں اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المحیط اور استحساناً ان مشائخ نے حکم دیا کہ بچہ کے والد پر جبر کیا جائے گا کہ رسمی طعام ضرور بھیجے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل فرماتے تھے کہ متاجر پر اجرت تعلیم قرآن ادا کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر نہ دے تو قید کیا جائے گا اور فرماتے تھے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور مانند فقہ وغیرہ کی تعلیم کے لئے اجارہ لینے میں بھی یہی حکم ہے اور ہمارے زمانہ میں فتویٰ کے واسطے انہیں مشائخ رحمہم اللہ کا قول مختار ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی معلم کو اپنے لڑکے کے واسطے کتابت یا نجوم[1] یا طب یا تعبیر سکھلانے کے لئے اجارہ پر مقرر کیا تو بالاجماع جائز ہے اور فتاویٰ فصلی میں لکھا ہے کہ اگر کسی معلم

[1] قولہ نجوم یعنی یہ فعل کچھ بھی طاعت میں سے نہیں تو حکم قضا میں اجرت واجب ہوگی اگرچہ نجوم سیکھنا و سکھانا دونوں حرام ہے مترجم کہتا ہے کہ اس میں تامل و اشکال ہے اور شاید نجوم سے مراد اوقات نماز و شناخت قبلہ وغیرہ بجہت ستارہ مراد ہوگا واللہ اعلم فلیتامل۔

کولڑکوں کے حفظ یا تعلیم خط یا ہجار کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے اور اگر معلم سے یہ شرط ٹھہرائی کہ اس کو حاذق کر دے تو اصل میں مذکور ہے کہ یہ فاسد ہے اور شروط میں لکھا ہے کہ اگر اپنا بیٹا یا غلام اس واسطے دیا کہ اس کو حساب آ جائے تو نہیں جائز ہے اور اگر یہ شرط لگائی کہ ان چیزوں کے سکھلانے میں کوشش کرے تو جائز ہے اور بھی شروط میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص کو اس واسطے اجارہ لیا کہ کوئی حرفہ معین میرے لڑکے کو سکھلائے پس اگر کوئی مدت بیان کر دی مثلاً ایک مہینہ تک اس کو یہ کام سکھلائے تو عقد صحیح ہے اور اجارہ مدت پر قرار دیا جائے گا کہ اگر معلم نے اتنی مدت تک اپنے تئیں اس کام میں لگایا تو اجرت کا مستحق ہوگا خواہ لڑکے نے سیکھ لیا ہو یا نہیں اور اگر مدت بیان نہ کی تو عقد فاسد ہے پھر اگر اس نے سکھلا دیا تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں پس حاصل یہ ہے کہ اس میں دو روایتیں ہیں اور مختار یہ ہے کہ جائز ہے یہ مضمرات میں ہے۔

ایک شخص نے اپنا لڑکا کسی کو دیا کہ اس کو فلاں حرفہ سکھلا دے اور یہ لڑکا اس معلم کا چھ مہینے کام کر دے گا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے یہ حرفہ سکھلا دیا تو اجر المثل واجب ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک معلم کو واسطے مقرر کیا کہ میرے لڑکے کو ادب سکھلائے پھر سال کے اندر اس کو روک لیا تو شیخ نے فرمایا کہ انچہ خواہد پدر از روے مروت بدہد یعنی اجرت دینے میں شیخ نے فرمایا کہ از روے مروت کے اس کا باپ جو کچھ چاہے دے دے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے ایک معلم کو نو درہم ماہواری پر دو لڑکوں کی تعلیم کے واسطے اجارہ لیا کہ ایک کو علم ادب سکھلائے اور دوسرے کو قرآن شریف پڑھائے پھر معلم نے کہا کہ قرآن شریف پڑھانا میرا کام نہیں ہے پس تو کسی شخص کو جتنے کو لوگ مقرر کرتے ہیں مقرر کر لے اور میری اجرت میں سے اس کو دے مستاجر نے ایسا ہی کیا اور چاہا کہ اجرت نصفا نصف دونوں کو دے تو ادیب نے کہا کہ قرآن شریف کے معلم کو ماہواری ایک درہم یا آدھا درہم دینے کی عادت ہے پس تو جو کرتا ہے میں اس پر راضی نہیں ہوں تو شیخ نے فرمایا کہ یہ صورت قریب قریب اس کے ہے کہ گویا اس نے مستاجر کو اپنی طرف سے اس کام کا وکیل مقرر کیا پس معلم قرآن کو اس کی اجرت میں سے اسی قدر کاٹ کر دیا جائے گا جس قدر کا وہ مستحق ہے یہ حاوی میں ہے اگر کسی شخص کو اجرت معلومہ پر معلم کیا اور لڑکوں کی تعداد بیان نہ کی تو جائز ہے یہ ملتقط میں ہے۔ ایک مدت معلومہ تک قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے واسطے اجارہ لینے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز[1] ہے اور یہی قول مختار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کو کوئی خاص حرفہ کے سکھلانے کے واسطے ایک استاد کو دیا کہ چار برس میں اس کو یہ حرفہ سکھلائے اور اس نے باپ کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اگر چار برس سے پہلے اس نے بیٹے کو روک رکھا تو استاد کے اس پر سو درہم واجب ہوں گے پھر باپ نے دو برس بعد روک رکھا تو اس پر سو درہم واجب ہوں نہ گے بلکہ اس تعلیم کا اجر المثل دینا پڑے گا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

اگر کسی شخص کو اس واسطے کرایہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے مصحف یا اشعار لکھ دے اور خط بیان کر دے تو جائز ہے ☆

فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنا لڑکا ایک معلم کے پاس تعلیم کے واسطے بھیجا اور اس کے ساتھ بہت سی چیزیں بھیجیں اس نے ایک مہینہ تعلیم کیا پھر غائب ہو گیا پس آیا لڑکے کے باپ کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس نے دیا ہے وہ واپس لے فرمایا کہ

[1] قولہ جائز ہے یعنی حکم دیا جائے گا کہ اجرت ادا کرے پھر یہاں براہ دیانت دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ فعل بھی جائز ہو اور دوم یہ کہ مانند تعلیم نجوم وغیرہ کے ہو اور ہر احتمال کی طرف جانے والے گئے ہیں فافہم۔

اگر بطور اجرت کے بھیجا ہے تو جس قدر ایک مہینہ کی اجرت سے زیادہ ہو اس قدر واپس لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کوئی کتاب اس واسطے اجرت پر لی کہ اس میں پڑھے گا خواہ شعر ہوں جن کو پڑھے گا یا فقہ کی کتاب ہو یا اس کے مانند ہو تو نہیں جائز ہے اور موجر کو کچھ اجرت نہ ملے گی اگرچہ مستاجر نے ایسے شعروں کو پڑھا ہو ایسے ہی مصحف کے اجارہ میں بھی یہی حکم ہے اور شاید یہ سب مسئلہ نظیری ہیں اور جس مسئلہ کی نظیر ہیں وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے انگور کا باغ اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اس کا فقط دروازہ کھول کر اس کو دیکھتا رہے گا اور اس کے اندر داخل نہ ہوگا کہ وحشت کم ہو یا کوئی خوبصورت ملیح آدمی اس غرض سے اجارہ لیا کہ اس کی صورت دیکھے تاکہ دل بہلے یا پانی سے بھرا ہوا حوض اس واسطے کرایہ پر لیا کہ عمامہ باندھتے وقت اس میں عمامہ دیکھ کر درست کرے تو یہ سب باطل ہے ایسے عقود سے اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی پس اسی کی نظیر مسائل سابقہ ہیں پس ان میں بھی اجرت واجب نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے کرایہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے مصحف یا اشعار لکھ دے اور خط بیان کر دیا تو جائز ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اجیر کے حق میں یہ اجرت مکروہ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کوئی قلم لکھنے کے واسطے کرایہ پر لیا پس اگر کچھ مدت بیان کر دی تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے وصی یتیم یا متولی وقف نے یتیم یا وقف کی حویلی اجر المثل سے کم پر کرایہ دے دی تو بعض مشائخ نے اس کو مثل اجرت تک جائز قرار دیا پس اجر المثل واجب ہوگا اور خصافؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ اسی پر فتویٰ دیتے ہیں فرمایا کہ ہاں اور بعض مشائخ نے کہا کہ مستاجر اس میں رہنے سے مثل غاصب کے قرار دیا جائے گا پس اجرت کچھ واجب نہ ہوگی اور یہی حکم باپ کے اجارہ دینے کا ہے یعنی باپ نے نابالغ کی حویلی کم پر اجارہ دے دی اور قاضی نے فرمایا کہ میں بھی اس صورت میں مثل خصافؒ کے اجر المثل واجب ہونے کا فتویٰ دیتا ہوں یہ حاوی میں ہے اور غنا اور نوحہ و مزامیر و طبل ان میں سے کسی شے کے واسطے اجارہ جائز نہیں ہے اور نہ کسی لہو کی چیز کے واسطے اجارہ جائز ہے اور اسی طرح حدی[1] اور قرأت شعر وغیرہ کے واسطے بھی اجارہ جائز نہیں ہے اور ان سب صورتوں میں کچھ اجرت نہ ملے گی اور یہ بالاجماع امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر غنا کی تعلیم کرنے کے واسطے اجارہ لیا یا ذمی نے کسی شخص کو اس واسطے اجارہ لیا کہ غلام کو خصی کر دے تو جائز نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ بیل اور گھوڑے میں جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے اگر کسی مزدور کو اس واسطے کرایہ پر مقرر کیا کہ میری شراب اٹھا کر پہنچا دے تو مزدور کو مزدوری ملے گی یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کو کچھ مزدوری نہ ملے گی اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے اس طرح کہا کہ میری شراب اٹھا کر پہنچا دے تاکہ میں اس کو پیوں یا یہ نہ کہا تاکہ میں پیوں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور صاحبینؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی کو شراب اٹھا کر پہنچا دینے کے واسطے اجارہ لیا تو بالاتفاق جائز ہے کیونکہ ذمیوں کے نزدیک شراب ایسی ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے ٹٹو یا کشتی اس غرض سے کرایہ پر لی کہ اس پر شراب لاد کر لائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر مشرکوں نے کسی مسلمان کو اس غرض سے اجارہ پر لیا کہ وہ مسلمان ان کا ایک مردہ مدفن تک لاد کر پہنچا دے پس اگر اس طور سے اس اجارہ لیا کہ شہر کے قبرستان تک پہنچا دے تو سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر اس واسطے اجارہ لیا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو لے چلے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر حمال کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ مردار ہے تو اس کو اجرت ملے گی اور اگر جانتا تھا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے

---

[1] اونٹ وغیرہ چلاتے وقت بطور راگ کے پڑھتے جاتے ہیں اس کو حدی بھی کہتے جیسا کہ قول شاعر ہے ؎
صدا دی ساربان نے جب ☆ حدی کی دل میلی میں گویا گدگدی کی

ایک گھر اس واسطے اجارہ پر لیا کہ اس میں شراب فروخت کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی سے شراب فروخت کرنے کے واسطے کوئی گھر اجارہ پر لیا تو بالاجماع جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی ذمی نے مسلمان سے ایک گھر اجارہ پر لیا کہ اس میں رہا کرتا ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اگر چہ اس میں شراب پیا کرتا ہو یا صلیب کی پرستش کرتا ہو یا مکان کے اندر خنزیر یعنی سور لاتا ہو اور اس سے مسلمان کے واسطے کچھ خوف نہیں ہے کیونکہ مسلمان نے اس کو اس کام کے واسطے نہیں دیا بلکہ رہنے کے واسطے اجارہ پر دیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک ذمی نے ایک دار ایک مسلمان سے اجارہ پر لیا پھر اس کو اپنا ذاتی مصلی بنایا تو منع نہ کیا جائے گا کیونکہ اگر اس نے فقط اپنے واسطے مصلی بنایا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس نے نیا بیعہ[(۱)] ایجاد کیا یا مسلمانوں کے شہروں میں اپنے دین کے علامات ظاہر کئے اور اگر اس نے ایک جماعت کے واسطے مصلی قرار دیا اور اس میں ناقوس بجایا تو مالک مکان کو منع کرنے کا اختیار ہے اسی طرح اگر اس میں شراب فروخت کرنے کا ارادہ کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ مسلمانوں کے شہروں میں ایسی چیزوں کا اظہار کرنا ممنوع ہے اور اگر سواد شہر میں ہو تو منع نہ کیا جائے گا اور شیخ محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ سواد شہر میں منع نہ کیا جانا تو امام محمدؒ نے ذکر کیا یہ سواد عراق کے واسطے ہے کیونکہ سواد عراق کے بہت لوگ اس زمانہ میں ذمی لوگ تھے اور سواد خراسان میں یہ حکم نہیں ہے کیونکہ یہاں اکثر لوگ مسلمان ہیں اور سوائے محمد بن سلمہؒ کے دوسرے مشائخ نے کہا کہ سواد خراسان میں ممانعت نہ کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ یہ خون جو میری ملک ہے یا یہ مردار اٹھا کر پہنچا دے تو بالاجماع جائز ہے۔ اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کا گھر نماز پڑھنے کے واسطے کرایہ پر لیا تو جائز نہیں اور اگر ذمی نے کسی مسلمان کو اپنی سوریں چرانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو جیسا اختلاف شراب اٹھانے کی صورت میں ہے ویسا ہی اس میں بھی اختلاف ہونا واجب ہے اور مسلمان کو اگر اپنے مردار بیچنے کے واسطے مقرر کیا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی مسلمان نے کسی مجوسی کی نوکری اس کام کے واسطے کی کہ مجوسی کے لئے آگ روشن[۱] کر دیا کرے تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو کو اس واسطے نوکر رکھا کہ زید کے گھر یا خیمہ میں آدمی کی صورتیں اور تمثال نقش کر دے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو مکروہ جانتا ہوں لیکن عمرو کو اجرت دلاؤں گا اور ہشام کہتے ہیں کہ اس صورت میں تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب تصویروں کا رنگ عمرو کی طرف سے ہو یعنی اس نے اپنے پاس سے لگایا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر زید نے عمرو کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے بت تراشے یا میرے کپڑے پر کسی حیوان کی تصویر بنا دے اور رنگ تصویر کا زید کی طرف سے دینا ٹھہرا تو عمرو کو کچھ اجرت نہ ملے گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر زید نے عمرو کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے کمرے میں حیوان کی تصویریں بنائے اور رنگ میں اپنی طرف سے دوں گا تو عمرو کو کچھ مزدوری نہ ملے گی یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے طنبورہ یا بربط بنائے چنانچہ اس نے بنا دیا تو اجرت اس کو حلال ہے مگر اس فعل سے گنہگار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی کو اس واسطے اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے جادو[۲] کا تعویذ لکھ دے تو صحیح ہے بشرطیکہ خط اور کاغذ کی مقدار بیان کر

۱؎ قولہ آگ روشن...... یعنی ان کی پرستش کے لئے کیونکہ قوم مجوس آتش پرست ہیں۔ ۲؎ قولہ جادو کا تعویذ اقول یہ مسئلہ بحوالہ فتاویٰ قنیہ مذکور ہے اور مصنف معتزلی ہے جن کے نزدیک جادو باطل ہے اور اہل [illegible] نزدیک برادر ٹھیک ہے تو صحیح جواب یہ ہے کہ اجارہ محض باطل ہے اور یہ فعل حرام ہے اور جن کتابوں میں یہ مسئلہ لیا انہوں نے دھوکا کھایا کیونکہ صاحب قنیہ نے اس کو خط و کاغذ سے اشعار پر قیاس کیا حالانکہ یہ غلطی بر بنائے اعتزال ہے پس اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ (۱) بیعہ کافروں کا عبادت خانہ یعنی شیوالہ وغیرہ۔

دے جیسا کہ اگر کسی شخص نے کسی کو اس واسطے مقرر کیا کہ میرے محبوب یا محبوبہ کو خط لکھ دے تو جائز ہے اور اجرت اس کو حلال ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ذمی نے ایک مسلمان کو اس غرض سے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے صومعہ یا کنیسہ بنا دے تو جائز ہے اور مزدوری حلال ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی ذمی نے ایک ذمی یا مسلمان سے نماز پڑھنے کے واسطے ایک صومعہ کرایہ پر لیا تو نہیں جائز ہے اسی طرح کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان سے نماز پڑھنے کے واسطے مسجد کرایہ پر لی تو جائز نہیں ہے' یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی مسلمان سے ایک مکان اس واسطے کرایہ پر لیا کہ اس کو مسجد بنا کر اس میں فرض یا نفل نماز پڑھا کرے تو ایسا اجارہ ہمارے علماء کے نزدیک نہیں جائز ہے اسی طرح اگر ذمی نے ذمیوں میں سے ایک شخص کو اس واسطے مقرر کیا کہ ان کو نماز پڑھایا کرے تو یہ ناجائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور ابراہیم ابن یوسف سے دریافت کیا گیا کہ ایک مسلمان کو پانچ درہم روزانہ پر نصرانیوں کے ناقوس بجانے کی نوکری ملتی ہے اور دوسرے کام میں اس کو دو درہم ملتے ہیں تو شیخ نے فرمایا کہ دوسرے کام سے اپنا رزق پیدا کرے اور نصرانیوں کی نوکری نہ کرے اور اگر نصرانیوں کے واسطے شیرہ انگور نکالنے کی نوکری کی تاکہ وہ لوگ اس سے شراب بنائیں تو مکروہ ہے یہ حاوی میں ہے۔ زید نے عمرو کو اس واسطے مقرر کیا کہ نقارہ بجایا کرے پس اگر یہ بطور لہو ولعب کے ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر جہاد یا قافلہ کے واسطے ہو تو جائز ہے یہ غایۃ البیان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی نقارہ بدوں غرض لہو ولعب کے اجارہ پر لیا اور مدت ذکر کر دی تو جائز ہے اور اگر کسی شخص کو مزدور مقرر کیا کہ وہ مردار اٹھاتا ہے یا زید کو قتل کرتا ہے یا بکری و ہرن ذبح کرتا ہے تو جائز ہے اور اگر کسی طبیب یا کحال یا جراح کو اجرت پر مقرر کیا کہ وہ مستاجر کی دوا کرتا ہے اور مدت مقرر کر دی تو جائز ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے ایک گھر اس واسطے اجارہ پر لیا کہ اس میں شراب فروخت کرنے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے ☆

اگر اپنا غلام کسی جولاہے کو اس شرط سے دیا کہ ایک سال معینہ تک جولاہا اس کی پرداخت کرے اور اس کو بننا سکھا دے اور مولیٰ جولاہے کو دس درہم دے گا جولاہا مالک کو پانچ درہم دے تو یہ جائز ہے ایسے ہی سب پیشوں میں یہی حکم ہے اور کاری گر اس سے اپنے ذاتی کاموں میں خدمت لے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر زید اپنا غلام کسی کاریگر کو اس غرض سے دے کہ بطور اجارہ کے اس کو کام سکھلائے اور دونوں میں سے کسی نے دوسرے سے اجرت کی شرط نہیں ٹھہرائی تو رواج دیکھا جائے گا اور اگر وہ ایسا کام ہے کہ اس میں غلام کا مالک اجرت دیا کرتا ہے تو اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر ایسا کام ہے کہ اس میں کاری گر اجرت دیا کرتا ہے تو اس پر بھی اجرت واجب نہ ہوگی کیونکہ معروف مثل مشروط کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور واقعات ناطفی میں لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میرا یہ اسباب فروخت کر دے تجھے ایک درہم دوں گا یا کہا کہ مجھے یہ اسباب خرید دے اور تجھ کو ایک درہم دوں گا پس اس نے ایسا ہی کیا تو اس کو اجر المثل ملے گا مگر ایک درہم سے بڑھایا نہ جائے گا اور دلال و سمسار میں اجر المثل واجب ہوتا ہے اور وہ لوگ جو کچھ کمی کر نا بطور کمیشن کے اس طور سے مقرر کرتے ہیں کہ ہر دس دینار کی خرید وفروخت میں اس قدر تو یہ فعل ان پر حرام ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کپڑا دلال کو دیا کہ اس کو دس درہم میں فروخت کر دے پس جو کچھ زیادہ میں فروخت ہو وہ ہمارے اور تیرے درمیان برابر تقسیم ہوگا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے دس درہم کو فروخت کیا یا بالکل فروخت ہی نہ کیا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اگرچہ اس نے بہت محنت اٹھائی ہو اور اگر اس نے دس درہم سے زیادہ بارہ درہم یا زیادہ کو فروخت کیا تو اس کو اجر المثل ملے گا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے بطور مزائدہ[1] کے فروخت کرنا چاہا اور ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ پکارتا جائے اور خود فروخت کرے اس نے پکارنا شروع کیا حالانکہ اس نے فروخت نہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس کے واسطے کوئی وقت[2] مقرر کیا تو اجارہ جائز ہے اور اجیر کو اجر مسمی ملے گا اسی طرح اگر کوئی وقت بیان نہ کیا لیکن یوں اجارہ لیا کہ اس قدر آوازیں بولے تو بھی جائز ہے

[1] بیع مزائدہ یہ ہے کہ ہر مشتری کے دام سے جب تک چاہے پکارتا جائے کہ اس سے کوئی شخص زیادہ دیتا ہے۔ [2] قولہ کوئی فی وقت مثلاً کہا کہ دو گھنٹہ ہے۔

اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ اس کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب بیع واقع نہیں ہوتی ہے تو وہ لوگ منادی کو کچھ نہیں دیتے ہیں اور یہی مختار ہے یہ ظہیریہ و قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے دلال سے یہ کہا کہ میرا یہ اسباب فروخت کے واسطے پیش کر دے اور فروخت کر دے اور اگر تو نے فروخت کر دیا تو تجھے اس قدر اجرت ملے گی پھر اس دلال سے وہ اسباب فروخت نہ ہو سکا اور دوسرے دلال نے اس کو فروخت کیا تو شیخ ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ اگر پہلے دلال نے اس کو پیش کیا اور ایک زمانہ تک وقت معتد بہ اس میں صرف کیا تو بقدر اس کی مشقت و کام کے اس کو اجر المثل دینا واجب ہے اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ یہ حکم قیاسی ہے اور استحساناً جب اس نے ترک کر دیا اور فروخت نہ کیا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے اور نکاح کی دلالہ بھی کچھ اجرت کی مستحق نہیں ہوتی ہے اور امام فضلی نے اپنے فتاویٰ میں یہی فتویٰ دیا ہے اور ان کے سوائے ہمارے زمانہ کے مشائخ نے یوں فتویٰ دیا ہے کہ اجر المثل واجب ہوگا اور یہی فتویٰ دیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے بیع واقع ہونے کے بعد اگر دلال نے اپنی دلالی لے لی پھر کسی وجہ سے وہ بیع مشتری و بائع کے درمیان فسخ ہو گئی تو دلال کو دلالی سپرد رہے گی یعنی اس سے واپس نہ لی جائے گی جیسے درزی کا حکم ہے کہ اگر اس نے کپڑا سی دیا پھر درزی کے سیئے ہوئے کو مالک نے ادھیڑ ڈالا تو بھی درزی سے مزدوری وضع نہیں کی جا سکتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ میرے لئے آج کے روز حاج[1] قطع کرے اس نے ایسا ہی کیا تو مستاجر پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور یہ حاج مامور کے ہوں گے اور شیخ نصیر نے فرمایا کہ میں نے شیخ ابو سلیمان سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک مزدور اس واسطے مقرر کیا کہ رات تک میرے واسطے لکڑیاں جمع کرے تو ابو سلیمان نے فرمایا کہ اگر اس نے دن بیان کر دیا تو جائز ہے اور لکڑیاں مستاجر کو ملیں گی اور اگر کہا کہ یہ لکڑیاں جمع کرے تو اجارہ فاسد ہے اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا اور لکڑیاں اس کو ملیں گی اور اگر ایسا ہو کہ جو لکڑیاں اس نے معین کی ہیں وہ مستاجر کی ملک ہوں تو اجارہ جائز ہے اور شیخ نصیر[2] نے فرمایا کہ پھر میں نے کہا کہ اگر اس نے کسی شخص سے مدد لی کہ وہ لکڑیاں اس کے واسطے جمع کر دیتا یا شکار پکڑ دیتا ہے تو ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ لکڑیاں اور شکار اسی عامل کا ہے اسی طرح جال کے شکار کا بھی حکم ہے ہمارے استاد نے فرمایا کہ اس کو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ اس میں عام و خاص سب مبتلا ہیں کہ لوگ لکڑیاں جمع کرنے اور گھاس کاٹنے یا برن کے جمع کرنے میں لوگوں سے مدد لے لیتے ہیں اور یہ کام ان سے درست کراتے ہیں پس انہیں مددگاروں کی ملکیت ان چیزوں میں ثابت ہو جاتی ہے حالانکہ سب اس سے ناواقف ہیں اور قبل اس کے کہ وہ لوگ ہبہ کے طریقہ سے ہبہ کریں یا اجازت دیں ان چیزوں کو خرچ کرتے ہیں پس ان پر ان چیزوں کے مثل دینا یا ان کی قیمت دینا واجب ہو جاتا ہے حالانکہ لوگ اپنی جہالت و غفلت سے نہیں سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جہالت سے پناہ میں رکھے اور علم و عمل کی توفیق دے یہ قنیہ میں ہے۔

اگر کسی شخص کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے شکار پکڑ لائے یا سوت کاتے یا نالش کرنے کے واسطے یا تقاضائے قرض یا اس کے وصول کرنے کے واسطے مقرر کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اجیر نے ایسا کیا تو اجر المثل واجب ہوگا اور اگر ان سب صورتوں میں مدت بیان کر دی تو سب صورتیں جائز ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر شکار میں کوئی جانور معین کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ مدت بیان کر دی ہو اگر مال عین کے قبضہ کرنے کے واسطے کسی کو اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہے لیکن امام محمدؒ سے ایک روایت آئی

---

[1] حاج ایک قسم کے کانٹے ہوتے ہیں۔ [2] قولہ شیخ نصیر...... واضح ہو کہ جنگل کی لکڑیاں و شکار وغیرہ میں مباحات کا حکم یہ ہے کہ سب سے اول جس شخص کے ہاتھ آئیں وہی ان کا مالک ہو جاتا ہے پھر وہ چاہے کسی کو ہبہ کرے یا مباح کر دے پس شروع مسئلہ اس بناپر ہے کہ لکڑیاں مستاجر کی زمین یا ملک میں ہیں اس دوسرے مسئلہ میں لکڑیاں وغیرہ مباحات ہیں اس کو یاد رکھو کہ یہ فقہا کے صنائع ہیں تاکہ عوام اس سے معارضہ نہ کریں۔

ہے کہ نہیں جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ بھیڑیا یا شیر مار ڈال میں تجھے ایک درہم دوں گا حالانکہ یہ بھیڑیا اور شیر دونوں شکار ہیں تو اس کو اجر المثل ملے گا مگر ایک درہم سے زیادہ نہیں ہو سکتا ہے اور شکار مستاجر کو ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ پکی اینٹوں اور گچ سے میری دیوار بنا دے اور بیان کر دیا کہ اتنے من گچ اور اینٹوں میں سے اس قدر اینٹیں لے لے اور دیوار کا طول وعرض بیان نہ کیا تو قیاساً اجارہ فاسد ہے اور استحساناً صحیح ہے اور اگر یوں بیان کر دیا کہ اس قدر پختہ یا خام اینٹیں تعداد میں ہیں اور ان اینٹوں کا کوئی پیمانہ بیان نہ کیا اور نہ اس کو دکھایا پس اگر اس شہر کے لوگوں کا ایک ہی پیمانہ ہو یا مختلف پیمانے ہوں لیکن اکثر ان کا کام ایک ہی خاص پیمانہ سے جاری ہو تو استحساناً اجارہ جائز ہے اور اگر اس شہر میں مختلف پیمانے یکساں رائج ہوں تو اجارہ فاسد ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو پختہ اینٹیں اور گچ سے اپنی دیوار بنانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور عمرو کو دیوار کا طول وعرض معلوم ہے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی کو کنواں یا تہہ خانہ کھودنے کے واسطے مزدور کیا تو ضروری ہے کہ کنوئیں کا طول وعمق و دور اور جگہ بیان کر دے اور تہہ خانہ کی صورت میں اس کا طول و عرض وعمق بیان کرنا ضروری ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔

اگر مستاجر کی ملک میں اس نے کنواں کھودا ہے تو اس قدر کام کی اُجرت کا مستحق ہوگا ☆

اگر کسی شخص کو کنواں کھودنے کے واسطے مزدور کیا اور طول وعرض وعمق بیان نہ کیا تو استحساناً جائز ہے اور لوگوں کے علم پر درمیانی درجہ کا مراد لیا جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے اگر زید نے عمرو کو اس واسطے مزدوری پر مقرر کیا کہ اس کے گھر میں کنواں کھودے اور اس کا عرض وطول وعمق بیان کر دیا یہاں تک کہ اجارہ صحیح ہو گیا پھر جب عمرو نے تھوڑا سا کھودا تو اس میں ایک پہاڑ نکلا کہ جس کے کھودنے میں سختی ومشقت پیش آئی پس اگر انہیں اوزار سے جن سے کنواں کھودا جاتا ہے وہ پہاڑ پتھر بھی کھودا جا سکتا ہے اگرچہ مشقت و محنت زیادہ پیش آئے تو عمرو پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو پورا کرے اور اگر ان اوزار سے نہیں کھود سکتا ہے جن سے کنوئیں کھودے جاتے ہیں تو اس پر کھودنے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور آیا جس قدر اس نے کام کیا ہے اس کی مزدوری کا مستحق ہے یا نہیں تو امام محمدؒ نے یہ صورت نہیں ذکر فرمائی اور شمس الائمہ اوزجندی کا فتویٰ منقول ہے کہ اگر مستاجر کی ملک میں اس نے کنواں کھودا ہے تو اس قدر کام کی اجرت کا مستحق ہوگا بخلاف اس کے اگر غیر ملک مستاجر میں کام کیا ہو تو مستحق نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مستاجر نے تھوڑا سا کنواں کھودا پھر ایسی نرم زمین نکلی کہ مزدور کی جان ضائع ہونے کا خوف ہوا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر مزدور سے یہ شرط لگائی کہ ہر پتھریلی ونرم زمین میں فی گز ایک درہم کے حساب سے ملے گا یا پتھریلی زمین میں فی گز دو درہم کے حساب سے اور پانی میں فی گز تین درہم کے حساب سے ملے گا اور کنوئیں کا طول مثلاً دس گز بیان کیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مزدور نے تھوڑا سا کنواں کھودا اور اس کے حصے کی اجرت کی درخواست کی پس اگر مستاجر کی ملک میں کنواں کھودا ہے تو اس کو یہ اختیار ہے اور جس قدر کنواں کھودتا جاتا ہے وہ مستاجر کے سپرد ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر اس نے تمام کنواں کھود دیا پھر وہ بیٹھ گیا اور پانی کی سیل یا ہوا سے اس میں مٹی بھر گئی یہاں تک کہ پٹ کر زمین سے برابر ہو گیا تو اجرت میں سے کچھ کمی نہ ہوگی اور اگر مستاجر کی ملک میں نہیں کھودتا ہے بلکہ غیر ملک مستاجر میں کھودتا ہے تو جب تک کام سے فارغ ہو کر مستاجر کے سپرد نہ کر دے تب تک اجرت کا مستحق نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر تمام کھودنے کے بعد سب کنواں بیٹھ گیا اور سپرد کرنے سے پہلے سب پٹ کر زمین سے برابر ہو گیا تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا یہ ینابیع میں لکھا ہے اور اگر مزدور نے غیر ملک مستاجر میں کنواں کھودنا شروع کیا تو مستاجر کے سپرد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ کنویں اور مستاجر کے درمیان تخلیہ کر دے اور اگر مزدور نے تھوڑا کنواں کھود کر چاہا کہ مستاجر کے سپرد کرے تو مستاجر کو اختیار ہے کہ جب تک مزدور تمام کام

سے فراغت نہ کرے تب تک اپنے قبضہ میں نہ لے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کو اپنے گھر میں کنواں کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا پھر جب اس نے کھودنا شروع کیا تو جس قدر گہرائی شرط تھی اس کی انتہا تک پہنچنے سے پہلے پانی نکل آیا پس اگر مزدور کو انہیں آلات سے جن سے کنواں کھودتا تھا پانی کے اندر پوری انتہائے مشروط تک کھودنا ممکن ہے تو اس پر پورا کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر اس صورت میں کسی دوسرے اوزار کی ضرورت پڑتی ہو تو جبر نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور نہر اور کاریز و تہہ خانے د چہ بچہ میں اگر گہرائی کی انتہا تک کھودنے سے پہلے پانی ظاہر ہو گیا پس اگر پانی کے نکل آنے کی وجہ سے کھودنا ممکن نہ ہو تو یہ عذر ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک کنواں کھودنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے ایک حوض وہ در دہ دس درہم کے عوض کھود دے اور اس کا گہراؤ بیان کر دیا مگر مزدور نے پنج در پنج حوض کھودا تو اس کو چوتھائی مزدوری ملے گی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کوئی نہر یا کاریز کھود دے اور مزدور کو اس کا مفتح یعنی جہاں سے پانی آتا ہے اور مصب یعنی جہاں سے باہر جاتا ہے اور چوڑائی سب دکھلا دی تو جائز ہے اور اگر یہ شرط ٹھہرائی کہ مزدور اپنے پاس سے پختہ اینٹوں اور گچ سے اس کو پختہ کر دے تو اجارہ فاسد ہے اور اینٹیں اور گچ اپنے پاس سے دینے اور پختہ بنانے کی شرط کی اور اینٹوں کی تعداد بیان نہ کی تو قیاس فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے اور جو لوگوں کا معمول ہے اسی قدر تعداد رکھی جائے گی اور اگر اینٹوں کی تعداد بیان کرے اور گچ کی ناپ بیان کرے اور پختہ بنانے کی چوڑائی اور اوپر کی لمبائی بیان کر دے تو یہ بہتر اور مضبوطی کے ساتھ ہے کیونکہ اس سے جھگڑا دور رہے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر قبر کھودنے کے واسطے مزدور کیا اور طول وعرض وعمق بیان کر دیا تو قیاساً و استحساناً جائز ہے اور اگر طول وعرض وعمق بیان نہ کیا تو قیاساً ناجائز اور استحساناً جائز ہے اور جو لوگوں کا معمول ہے اس سے بیچ بیچ کا اندازہ رکھا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

دوسرے کی کھودی گئی قبر میں اپنا مردہ دفن کر دیا ☆

اگر مزدور کو کوئی جگہ بتلا دی اور مزدور نے کھودنے میں اوپر کی زمین نرم پائی مگر جب کسی قدر کھودی تو پتھریلی چٹان نکلی پس اگر لوگ ایسی صورت میں کھودتے ہوں تو مزدور پر باقی کھودنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر مزدور سے لحد یا شق کچھ بیان نہ کی تو اس نواح کے لوگوں کی عادت کے موافق رکھا جائے گا پس اگر کوفہ میں ہو تو لحد لی جائے گی کیونکہ اکثر معمول یہاں کے لوگوں کا لحد پر ہے اور اگر کسی ایسی جگہ ہو کہ جہاں کے لوگوں میں شق کا زیادہ رواج ہے تو یہ اجارہ شق پر رکھا جائے گا یہ مبسوط میں ہے نوازل میں لکھا ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ قبر کی اجرت تمام مال سے دلائی جائے گی فرمایا کہ قبر بمنزلہ کفن کے تمام مال سے اجرت دی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کچھ لوگوں کو جو مردہ کو نہلاتے اور اٹھاتے ہیں اجارہ پر مقرر کیا پس اگر مستاجر ایسی جگہ ہو کہ یہاں سوائے ان لوگوں کے کوئی شخص نہلانے اور اٹھانے والا نہیں ہے تو ان لوگوں کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور وہاں اور لوگ بھی موجود ہوں تو ان لوگوں کو اجرت ملے گی اور یہی حکم قبر کھودنے والے کا ہے اور واضح ہو کہ جس جگہ ان لوگوں کو اجرت کا استحقاق نہیں ہوتا ہے اگر ایسی جگہ ان لوگوں نے اجرت لے لی تو ان کو حلال نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر زید نے عمرو کو قبر کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اس نے قبر کھودی پھر قبل اس کے کہ مستاجر اس میں اپنا مردہ لا کر دفن کرے وہ قبر گر پڑی اور پٹ گئی یا کسی دوسرے مسلمان نے اس میں اپنا مردہ دفن کر دیا پس اگر عمرو نے زید کی ملک میں یہ قبر کھودی تو اس کو اجر ملے گا اور اگر اس کی غیر ملک میں کھودی ہو تو کچھ اجرت نہ ملے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر مستاجر آیا اور اجیر نے وہ قبر اس کے سپرد کر دی یعنی اس کے اور قبر کے درمیان تخلیہ کر دیا پھر اس کے بعد قبر بیٹھ گئی یا کسی شخص نے اس میں دوسرے مردے کو دفن کر دیا تو اجیر کو پوری اجرت ملے گی کیونکہ اس نے معقود علیہ مستاجر کے سپرد کر دیا اور اگر مستاجر نے اس میں اپنے مردے کو دفن کیا اور اجیر سے کہا کہ اس پر مٹی ڈال اس نے انکار کیا تو استحساناً اس پر مٹی ڈالنا لازم نہیں ہے لیکن میں اس شہر کے لوگوں کا ڈھنگ دیکھوں گا پس اگر یہ رواج ہوگا کہ مزدور ہی مٹی ڈالتا ہے تو اس پر اس کام کے واسطے جبر کروں گا اور کوفہ میں بھی ایسا ہی معمول ہے اور اگر یہ رواج نہ ہوگا تو اس پر جبر نہ کروں گا اور اگر اہل میت نے یہ چاہا کہ اجیر ہی مردے کو قبر کے اندر رکھے اور کچی اینٹیں چنے تو اس کام کے واسطے اجیر پر جبر نہ کیا جائے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو قبر کے کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس مقبرہ میں کھودے تو استحساناً جائز ہے اور جس مقبرہ میں اس محلّہ کے لوگ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہوں وہی قبرستان مراد لیا جائے گا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اہل کوفہ کے عرف کے موافق ہے کہ وہاں ہر محلّہ کا قبرستان علیحدہ ہے کہ ہر محلّہ والا اپنے قبرستان میں اپنا مردہ دفن کرتا ہے دوسرے محلّہ کے قبرستان میں نہیں لے جاتا ہے اور ہمارے ملک میں ایسا رواج نہیں ہے بلکہ ایک محلے والے بھی دوسرے محلّہ کے قبرستان میں لے جا کر دفن کرتے ہیں اس واسطے مکان و جگہ بیان کرنا ضروری ہے اور اگر ایسا شہر ہو کہ جہاں مثل اہل کوفہ کے ایک محلّہ والے اپنا مردہ دوسرے محلّہ کے قبرستان میں نہ لے جاتے ہوں یا وہاں ایک ہی قبرستان میں سب لوگ دفن کرتے ہوں تو ایسے شہر میں بدوں قبرستان بیان کرنے کے اجارہ جائز ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گورکن کو قبر کھودنے کے واسطے حکم دیا اور جگہ نہ بتلائی اور اس نے اس شہر یا اس محلّہ کے لوگوں کے قبرستان کے سوائے کسی دوسری جگہ قبر کھودی تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا لیکن اگر لوگوں نے میت کو اسی قبر میں دفن کیا تو اس وقت گورکن اجرت کا مستحق ہوا اور اگر ان لوگوں نے گورکن سے یہ چاہا کہ قبر کو لیس دے یا گچ کر دے تو یہ فعل اس پر واجب نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے گورکن کو قبر کھودنے کا حکم دیا اور جگہ بتلا دی اس نے دوسری جگہ قبر کھودی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ چاہے اجرت دے دے کیونکہ اس نے اصل قبر کھودنے میں مخالفت حکم نہیں کی تھی اور اگر وصف و جگہ میں مخالفت کرنے کا لحاظ کرے تو اس کو اختیار ہے کہ ترک کر دے اور اگر مستاجر کو بعد دفن کرنے کے یہ امر معلوم ہوا تو یہ رضامندی میں شمار ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کنواں یا قبر کھودنے میں مزدور نے کوئی پتھر کاٹا تو اجرت میں زیادتی نہ کی جائے گی چنانچہ اگر زمین نرم ہونے کی وجہ سے اس نے آسانی پائی ہو تو اس کی اجرت میں کمی نہیں کی جاتی ہے کذا فی خزانۃ المفتین۔

فصل:

متفرقات کے بیان میں

اگر دریائے فرات کے کنارے کسی شخص نے ایک مشرعہ[1] بنایا تا کہ سقہ لوگ وہاں سے اپنا کام کریں اور یہ شخص ان لوگوں سے اجرت لیا کرے پس اگر اس نے اپنی ملک میں بنایا اور ان لوگوں کو پانی بھر لینے کے واسطے اجارہ دیا تو جائز نہیں ہے اگر چہ اس نے اپنی ملک کے اجارہ پر دی ہے کیونکہ قصداً یہ اجارہ عین شے کے تلف کر دینے پر واقع ہوا ہے اور اگر اس واسطے اجارہ پر دیا کہ سقے وہاں کھڑے ہوا کریں اور اس میں مشکیں رکھا کریں اور جانوروں کو وہاں کھڑے کیا کریں تو جائز ہے اور اگر اس نے عام لوگوں کی ملک میں مشرعہ بنایا اور پھر اس کو سقوں کو اجارہ پر دیا تو کسی طرح نہیں جائز ہے خواہ پانی بھرنے کے واسطے اجارہ دیا ہو یا کھڑے ہونے اور

[1] مشرعہ یعنی گھاٹ جہاں سے پانی تک پہنچنا ممکن ہو۔

مشک رکھنے کے واسطے دیا ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور درہم و دینار اور ان دونوں کے پتروں کا اجارہ دینا اور ایسے ہی تانبے اور رانگے کے پتروں کا اجارہ دینا جائز نہیں ہے اور کیلی اور وزنی چیزوں کا بھی اجارہ جائز نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں عین شے سے نفع لینا بدون اس کے تلف کرنے کے ممکن نہیں ہے حالانکہ اجارہ میں صرف منفعت داخل ہوتی ہے نہ عین شے حتیٰ کہ اگر اس نے درہم و دینار کو میزان درست کرنے یا گیہوں کو پیمانہ درست کرنے یا کسی وزنی چیز کو من و سیر کے درست کرنے کی غرض سے ایک مدت معلومہ تک اجارہ لیا تو اصل میں لکھا ہے کہ جائز ہے اور کرخیؒ نے ذکر کیا کہ نہیں جائز ہے کیونکہ دوسری شرط مفقود ہے یعنی منفعت ہونا چاہئے کذافی البدائع اور اگر درہموں یا گیہوں کو ایک روز کے واسطے مطلقاً اجارہ لیا یہ بیان نہ کیا کہ ان کو کس واسطے اجارہ لیتا ہے تو اصل میں یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے اور شیخ الاسلام معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ عقد جائز ہونے کے واسطے یوں رکھا جائے گا کہ اس نے وزن کی غرض سے اجارہ لیا ہے اور دوسرا کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ عقد جائز نہیں ہے اور اسی طرف شیخ کرخیؒ نے میل کیا ہے یہ محیط میں ہے اور درہم و دیناروں کا دکان کی زینت کے واسطے یا مشک و عود وغیرہ خوشبودار چیزوں کا سونگھنے کی غرض سے اجارہ لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ منفعت مقصودہ نہیں ہے کذافی البدائع اور اگر کوئی ترازو تولنے کی غرض سے اجارہ پر لے تو جائز ہے کیونکہ یہ منفعت مقصودہ ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے۔

اگر قاضی نے کسی کو قصاص و حدود پورا کرنے کے واسطے یعنی قصاص لے لینے اور حدود مارنے کے واسطے اجارہ پر لیا ☆

اگر کسی شخص نے ترازو کا بانٹ صبح سے رات تک تولنے کے واسطے اجارہ لیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اجرت واجب ہو گی اور خصافؒ نے ذکر کیا کہ اگر اس پتھر کی قیمت ہے اور ایسا اجارہ لینا لوگوں کی عادت ہے تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور بعضوں نے شمس الائمہ کے کلام کو اسی پر محمول کیا ہے اور بعض نے کہا کہ ہر حال میں اجرت واجب ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے عیون میں لکھا ہے کہ اگر کچی اینٹیں بنانے کے واسطے کوئی زمین کرایہ پر لی تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ یہ اجارہ عین شے کے تلف کرنے پر ٹھہرا ہے اور تمام اینٹیں ان کے بنانے والے کو ملیں گی اور اس پر واجب ہوگا کہ مٹی کی قیمت ادا کردے بشرطیکہ اس موقع پر مٹی کی کچھ قیمت ہو اور زمین کا اجرالمثل ادا کردے اور اگر اس موقع پر مٹی کی کچھ قیمت نہ ہو یا اس مقام پر مٹی دور کرنے کی قیمت ہو یا مٹی دور کرنے سے زمین کو نفع پہنچتا ہو تو اینٹیں بنانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر زمین میں کچھ نقصان آ گیا تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور زمین کا اجرالمثل اسی نقصان میں آ جائے گا ورنہ اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اگر قاضی نے کسی کو قصاص و حدود پورا کرنے کے واسطے یعنی قصاص لے لینے اور حدود مارنے کے واسطے اجارہ پر لیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اگر اجارہ کا کوئی وقت بیان نہ کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر ایک مہینہ کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر اس غرض سے مقرر کیا کہ جس شخص پر قصاص عائد ہو اس سے قصاص کرا دے یا جس پر حد جاری ہو اس کو حد مار دے یا ہاتھ کٹوا دے یا مجلس قضا میں حاضر رہے اور جو کام ہو وہ کرے تو اجارہ جائز ہے کیونکہ اس مدت کے اندر جو کچھ اس کی ذات سے منفعت حاصل ہو وہی معقود علیہ ہے پس جو امر مثل حدود جاری کرنے وغیرہ کے پیش آئے اس میں اس کے ذاتی نفع کو صرف کرے اور اگر مدت بیان نہ کی تو معقود علیہ مجہول رہا کہ اس کا وقوع معلوم نہیں پس اجارہ فاسد ہوا اور اجارہ فاسد ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس نے کسی کام کو انجام دیا تو اس کو اجرالمثل ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی نے اس کو اپنے ساتھ مصاحبت میں اس شرط سے رکھا کہ ہر مہینے اس کو رزق دیا کرے گا تو جائز ہے پس اگر رزق

کی مقدار بیان کر دی تو عقد جائز ہے کیونکہ معقود علیہ اس کی ذاتی منفعت ہے اور وہ معلوم ہے اور اگر مقدار بیان نہ کی تو وہ رزق کے حکم مثل قاضی کے ہوگا اور قاضی کو جائز ہے کہ بقدر کفایت اپنا رزق بیت المال سے لیا کرے پس جو شخص قاضی کی کسی کام میں نیابت کرے اس کا بھی یہی حکم ہے اسی طرح قسام قاضی کا حکم ہے کہ اگر قاضی نے اس کو کسی قدر ماہواری اجرت پر اس کام کے واسطے نوکر رکھا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو پر اپنا حق قصاص ثابت کیا اور زید نے قصاص لینے کے واسطے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے قصاص لے تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور سیر کبیر میں لکھا ہے کہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اسی طرح اگر امام المسلمین نے کسی شخص کو اس واسطے نوکر رکھا کہ مرتدوں یا جہاد کے کافر قیدیوں کو قتل کرے یا جان کا قصاص لے لیا کرے تو شیخین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر جان مارنے کے قصاص سے کم قصاص کے واسطے مثلاً فقط ہاتھ کاٹنے کے قصاص لینے کے واسطے نوکر رکھا تو بالاجماع جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ذبح کرنے کے واسطے اجارہ لینا جائز ہے کیونکہ مقصود اس سے گردن کی رگیں کاٹنا ہے نہ روح کا فوت کرنا جو اس کی قدرت میں نہیں ہے پس جان مارنے سے کم کے قصاص لینے کا مشابہ ہوگیا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے لشکر اسلام کے سردار نے اگر کسی مسلمان یا ذمی[1] سے کہا کہ اگر تو نے فلاں سوار کو قتل کیا تو تجھ کو سو درہم ملیں گے اس نے قتل کیا تو کچھ دینا واجب نہ ہوگا کیونکہ یہ اجارہ جہاد و طاعت پر ہے اس واسطے بالکل اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے ذمی سے یہی کہا کہ تو اجرت واجب ہو گی اور اگر کفار مقتول پڑے ہوں اور سردار اسلام نے کہا کہ جو شخص ان لوگوں کے سر کاٹ لے اس کو دس درہم ملیں گے تو جائز ہے کیونکہ یہ فعل جہاد نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان و صغریٰ میں ہے۔

امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے ذکر فرمایا کہ اگر کافروں کا سردار مارا گیا اور سردار اسلام نے کہا کہ جو شخص اس کا سر کاٹ لائے اس غرض سے کہ وہ سر کافروں کی طرف پھینکا جائے تا کہ وہ لوگ جان لیں کہ ان کا سردار مارا گیا اور شکست کھائیں تو اس کو اس قدر اجرت دی جائے گی پس ایک شخص گیا اور اس کا سر کاٹ لایا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی لیکن اگر کافر لوگ اس جگہ سے جہاں ان کا سردار مقتول ہوا ہے ہٹ گئے ہوں اور اس کے سر کاٹ لانے میں لڑائی کی ضرورت نہ پڑے تو البتہ اجرت ملے گی اور اگر سردار لشکر اسلام نے ایک شخص خاص سے یا لشکر کی ایک جماعت سے یوں کہا کہ اگر تو اس کا سر کاٹ لائے یا تم میں سے کوئی اس کا سر کاٹ لائے تو اس قدر اجرت پائے گا پھر ایک شخص اس کا سر کاٹ لایا تو اجر المثل ملے گا اور اگر مسلمانوں کے لشکر کا سردار دار الحرب میں ہو اور وہاں ایک گڑھی میں اقامت اختیار کی کہ جس میں لڑنے والے مرد نہ تھے صرف مال و اسباب و بچے و عورتیں تھیں پس سردار نے کہا کہ جتنے شخص اس گڈھی کی شام سے صبح تک حفاظت کریں ان میں سے ہر ایک کو مثلاً دس دس درہم ملیں گے پس ایک قوم نے اس کی حفاظت کی تو ہر ایک شخص کو دس دس درہم ملیں گے یعنی جو امام نے بیان کیا ہے اور ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ گڈھی کی حفاظت کے مسئلہ میں پہلے اجارہ منعقد نہ ہوگا کیونکہ اس نے کسی قوم معین کو مخاطب نہیں کیا ہاں جب کسی قوم نے حفاظت اختیار کی اور امام راضی ہوا تو یہ امر اجارہ کے معنی میں ہے پس اجارہ بالتعاطی[2] منعقد ہو جائے گا اور اجارہ بالتعاطی جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی شخص کا اونٹ مثلاً گم ہو گیا اس نے کہا کہ جو شخص مجھے پتہ دکھائے اس کو دس درہم دوں گا پس ایک شخص نے پتہ دیا تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور اگر اونٹ والے نے ایک شخص معین سے یہ کہا اور اس نے صرف زبانی پتہ بتا دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس کے ساتھ چل کر بتا دیا تو

---

[1] قولہ ذمی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حربی کافروں کو قتل و مغلوب کرنے کے لئے اپنے ملک کے ذمی کافروں کو نوکر رکھے تو جائز ہے فافہم۔
[2] بالتعاطی یعنی بدوں قول کے صرف فعل سے پورا پورا ہو گیا۔

اس کو اجر المثل ملے گا اور سیر کبیر میں ہے کہ اگر امیر السریہ نے یعنی چھوٹے لشکر کے سردار نے کہا کہ جو شخص ہم کو فلاں مقام تک راہ بتائے اس کو دس درہم دیں گے تو یہ صحیح ہے اور راہ بتانے کے ساتھ اجرت متعین ہو گی اور واجب ہو جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے سیکھا ہوا کتا شکار کرنے کے لئے کرایہ پر لیا تو اجرت واجب نہ ہو گی اسی طرح اگر باز کو لیا تھی بھی یہی حکم ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اگر سیکھا ہوا کتا یا باز شکار کے واسطے اجرت پر لیا اور وقت معلوم مقرر کر دیا تو جائز ہے اور نا جائز صرف اسی صورت میں ہے کہ جب وقت معلوم نہ بیان کیا ہو اور اگر کوئی بلی اس غرض سے کرایہ پر لی کہ اپنے گھر کے چوہے پکڑ وادے تو منتقی میں لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کوئی کتا اس غرض سے اجارہ لیا کہ میرے گھر کی حفاظت اور حراست کرے تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کوئی بندر گھر میں جھاڑو دینے کے واسطے کرایہ پر لیا تو مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جائز ہونا چاہئے بشرطیکہ مدت معلومہ بیان کر دی ہو کیونکہ بندر مارنے سے کام کرتا ہے بخلاف بلی کے کہ وہ مارنے سے بھی کام نہیں کرتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مرغ اس واسطے کرایہ پر لیا کہ صبح کے وقت آواز دیا کرے تو جائز نہیں ہے اور اس مقام پر ایک اصل بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز[1] ان میں کسی کے فعل سے نہ ہو اور نہ یہ ہو سکے کہ آدمی اس کو مار کر اس سے یہ کام لے تو اس[2] شرط سے اس کی بیع جائز نہیں اور نہ اس غرض سے اس کا اجارہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے جانوروں میں بکری وغیرہ کے گابھن کرانے کے لئے مثلاً نر بکرا بکرایہ لینا اور مالک کو اس کی اجرت لینا جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کوئی فرش اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اس کو اپنے مکان میں بغرض تجمل بچھا دے مگر اس پر نہ بیٹھے نہ سوئے تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اپنے کوتل میں رکھے تو جائز نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر کسی شخص نے کوئی گھوڑا اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اپنے دروازے پر باندھے تاکہ لوگ دیکھیں کہ اس کے یہاں بھی گھوڑا ہے یا کچھ برتن اس غرض سے کرایہ پر لئے کہ اپنے یہاں تجمل کے واسطے رکھے اور ان کو استعمال میں نہ لائے یا کوئی گھر اس غرض سے لیا تاکہ لوگ گمان کریں کہ اس کے پاس بھی محل ہے اور اس میں سکونت نہ کرے گا یا کوئی غلام اس واسطے لیا کہ لوگ گمان کریں کہ اس کے پاس بھی غلام ہے اور متاجر اس سے خدمت نہ لے گا یا فقط اپنے گھر میں رکھنے کے واسطے درہم اجارہ پر لئے تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور کچھ اجرت واجب نہ ہو گی لیکن اس نے جو چیز اجارہ پر لی ہے اگر وہ نفع کے واسطے بھی کبھی اجارہ پر لی جاتی ہو تو اجرت واجب ہو گی یہ خلاصہ میں ہے اور منتقی میں ہے۔

اگر کوئی بکرا یا مینڈھا اس غرض سے اجارہ پر لیا کہ اپنی بکریاں و بھیڑیاں اس کی چال پر آگے رکھ کر چلائے[3] تو نا جائز ہے یہ محیط و فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کوئی زمین اس غرض سے اجارہ پر لی کہ اپنی بکریوں کو اس زمین کے گیہوں وغیرہ کے درخت چرا دے یا کوئی بکری اس واسطے کرایہ پر لی کہ اس کی اون جھاڑ لے تو یہ فاسد ہے اور متاجر کو درختوں اور اون کی قیمت دینی واجب ہو گی کیونکہ یہ موجر کی ملک تھی کہ جس کو متاجر نے بذریعہ عقد فاسد کے حاصل کیا ہے بخلاف اس کے اگر گھاس چرانے کے واسطے اجارہ لے تو گھاس کی قیمت نہ دینی پڑے گی کیونکہ گھاس مباح ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر تلوار باندھنے کے واسطے ایک مہینہ تک کرایہ پر لی یا تیراندازی کے واسطے کوئی کمان ایک مہینہ تک کرایہ پر لی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے اگر کوئی زمین اس غرض سے اجارہ پر لی کہ اس میں

---

[1] ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ جو فعل ان میں ایسا ہو کہ کسی کے سکھلانے سے نہ ہو اس میں آدمی ایسا نہیں کر سکتا ہے کہ مار پیٹ کر کے اس سے یہ کام لے پس اس شرط سے اس کی بیع و اجارہ جائز نہ ہو گا والمال فی ابوجبین واحد ولکن الاولی ما اختیارہ المترجم فافہم۔ [2] اشار المترجم الی ان فی العبارۃ تسامحا فان اصل البیع جائز وانما لایجوز البیع فیہ لہذا الشرط وکذا فی الاجارۃ۔ [3] یعنی آگے آگے وہ چلے پیچھے پیچھے بھیڑیاں۔

جال پھیلا دے اور وقت بیان کر دیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اس پیتل کا قمقمہ اس قدر اجرت پر بنا دے حالانکہ پیتل غصب کیا ہوا ہے اور کاریگر کو معلوم ہے کہ یہ شخص غاصب ہے پھر اس نے بنایا تو اس کو اجرت ملے گی یہ قنیہ میں ہے چور اور غاصب نے اگر کسی کو اس غرض سے مزدور کیا کہ یہ مال مسروقہ یا مغصوبہ اٹھا کر پہنچا دو تو جائز نہیں ہے کیونکہ غیر کا مال[1] منتقل کرنا معصیت ہے کذا فی محیط السرخسی۔

سترھواں باب:

جو مستاجر پر واجب ہے اور جو موجر پر واجب ہے اس کے بیان میں

اجارہ کی چیز کا نفقہ موجر کے ذمہ ہے خواہ اجرت میں مال عین ٹھہرا ہو یا منفعت یہ محیط میں ہے کرایہ کے ٹٹو وغیرہ کا دانہ چارہ دینا اور پانی پلانا موجر کے ذمہ ہے کیونکہ وہ موجر کی ملک ہے اور اگر موجر کی بلا اجازت مستاجر نے اس کو چارہ دیا تو اس نے احسان کیا موجر سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ مکان کے کرایہ لینے میں مکان کی عمارت بنوانا اور کہگل کرانا اور پرنالوں کی درستی اور عمارت کی مرمت سب مالک مکان کے ذمہ ہے اور اسی طرح ہر ایسی چیز کہ جس کے یوں ہی چھوڑ دینے سے رہنے میں خلل پڑتا ہے اس کی درستی مالک مکان کے ذمہ ہوگی اور اگر مالک مکان نے اس کی درستی سے انکار کیا تو مستاجر کو اس میں سے نکل جانے کا اختیار ہے لیکن اگر ایسا واقع ہوا کہ جس وقت اس نے کرایہ پر لیا ہے اس وقت بھی ایسا ہی تھا اور اس نے دیکھ لیا تھا تو نہیں چھوڑ سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں مستاجر عیب پر راضی ہو چکا ہے اور شیخ اوحد الدین نسفی نے عمدۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک بیت کرایہ پر لیا حالانکہ اس کی چھت میں تنکوں کا بھراؤ ہے پھر اس کی چھت میں سے بارش کا پانی ٹپکنے لگا تو اس کی اصلاح کے واسطے مالک بیت پر جبر[2] نہ کیا جائے گا کیونکہ کوئی شخص اپنی ملکیت کی درستی کے لئے مجبور نہیں کیا جاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا حالانکہ اس میں روشندان نہیں ہے یا اس کی چھت پر برف جما ہوا ہے اور مستاجر کو یہ بات معلوم بھی ہوگئی تو پھر اس کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے پانی کے کنوئیں اور چہ بچے اور موری کا درست کرانا مالک مکان کے ذمہ ہے اگرچہ مستاجر کے فعل سے بھر گیا ہو لیکن اس کی درست کے واسطے مالک پر جبر نہ کیا جائے گا اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر اجارہ کی مدت گزر گئی اور مستاجر کے جھاڑو دینے سے مکان میں خاک جمع ہوگئی ہے تو اس کا اٹھوانا مستاجر پر واجب ہے کیونکہ یہ اسی کے فعل سے جمع ہوئی ہے پس ایسا ہے کہ گویا اسی نے رکھی ہے اور اگر ایسا ہو کہ چہ بچے وغیرہ کا پیٹ اور موریاں مستاجر کے فعل سے بھر گئیں تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس کا اگر دانا مستاجر کے ذمہ ہو جیسے راکھ اور کوڑے کا دور کرانا اس کے ذمہ ہے لیکن مشائخ نے استحساناً یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں کے رواج اور عادت کی وجہ سے یہ بھی مالک مکان کے ذمہ ہے چنانچہ اگر اس کی وجہ سے زمین معیوب معلوم ہوتی ہو تو اس کا دور کرانا مالک کے ذمہ ہوتا ہے پس اس کو بھی عادت ہی پر محمول کیا ہے۔

اگر مستاجر نے اس میں سے کوئی چیز درست کرائی تو جو کچھ اس نے خرچ کیا وہ کرایہ میں محسوب نہ ہوگا اور مستاجر احسان[3] کرنے والا قرار دیا جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے روشندان اور سیڑھیوں کی درستی موجر کے ذمہ ہے اور برف اٹھوانے میں مشائخ کا

---

[1] فان قلتها السرقة زالت العصمة و تحولت قلم يكن معصية ولانقل مال الغير قلت بل يسقط عنه ملك المالك الا فى حق الضمان عندالقطع [2] قولہ جبر بلکہ مستاجر کو چھوڑ دینے کا اختیار ہوگا۔ [3] احسان مگر جبکہ مالک نے اس کو وکیل کیا ہو۔

اختلاف ہے اور جیسا رواج ہو وہی معتبر ہے یہ قنیہ میں ہے اور نہروں کا اگروانا اور کاریز کی درستی موجر کے ذمہ ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اگر ایسا مکان کرایہ پر لیا کہ جس میں پانی کا کنواں ہے تو مالک مکان کی بلا اجازت وضو وغیرہ کے واسطے کنوئیں سے پانی بھر لینے کا اختیار ہے کیونکہ اجارہ لینے سے پہلے جب اس کو یہ حق حاصل تھا چنانچہ معلوم ہے تو بعد اجارہ لینے کے بدرجہ اولیٰ حاصل ہوگا اور اگر اس کنوئیں میں چوہا گر پڑا یا اور کوئی آفت آ گئی تو دونوں میں سے کسی شخص پر اس کا درست کرانا واجب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور حمام کے اجارہ لینے میں راکھ اور گوبر کا پھینکنا اور نہانے کی جگہ کا صاف کرنا متاجر کے ذمہ ہے خواہ پانی بہنے کی موری کھلی ہوئی ہو یا پٹی ہو اور اگر اجارہ میں موجر کے ذمہ یہ شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر متاجر کے ذمہ یہ شرط لگائی تو اجارہ مع شرط جائز ہوگا اور اگر متاجر نے انکار کیا اور کہا کہ یہ راکھ میرے فعل سے نہیں جمع ہوئی تو اسی کا قول مقبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا اور وہ راستہ میں تھک کر بیٹھ گیا اور متاجر نے ایک شخص کو حکم دیا کہ کچھ خرچ کر کے اس کا علاج کرے اس نے ایسا ہی کیا پس اگر اس شخص کو یہ معلوم تھا کہ یہ خچر اس شخص کا نہیں بلکہ دوسرے کا ہے تو جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس نے احسان کی راہ سے خرچ کیا ہے اور اگر یہ نہ جانتا تھا کہ خچر اس شخص کے سوا دوسرے کا ہے تو جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے وہ حکم دینے والے سے واپس لے اگرچہ حکم دینے والے نے یوں نہ کہا ہو کہ تو اس شرط سے خرچ کر کہ میں ضامن ہوں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

فصل:

توابع[1] بھی اسی باب سے متصل ہے

اصل یہ ہے کہ اگر کسی کام کرنے کا اجارہ قرار پایا تو جو کام اس کام کے توابع ہیں اور ان کا انجام دینا مزدور سے شرط نہیں کیا گیا تو ان توابع میں سے موافق عرف و رواج کے مزدور کو بلا شرط انجام دینے پڑیں گے یہ محیط میں ہے اور کپڑے کے بننے میں باندی دینا کپڑے کے مالک کے ذمہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کپڑے سینے کے واسطے کوئی درزی مقرر کیا تو سوئی و دھاگا درزی کے ذمہ ہوگا اور یہ ان کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں دھاگا دینا مالک کے ذمہ ہے قال المترجم اور ہمارے شہر میں بھی موافق اہل کوفہ کے رواج ہے اور ریشمی کپڑے میں بھی موافق ان کے عرف کے ہے چنانچہ کتاب میں فرمایا اور اگر کپڑا ریشمی ہو تو سینے کے واسطے ریشم مالک کو دینا پڑے گا اور اینٹیں بنانے والے کو اجارہ پر لینے میں اینٹوں کا سانچہ اجیر کے ذمہ اور مٹی متاجر کے ذمہ ہے اور تنور سے روٹی نکالنا باورچی کے ذمہ ہے اور پیالوں میں سالن کا نکالنا بھی باورچی کے ذمہ ہوگا بشرطیکہ شادی اور ولیمہ کے کھانا پکانے کے لئے مقرر کیا ہو اور اگر اس نے خاصہ[2] دیگ پکائی ہو تو اس کے ذمہ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر لادنے کے واسطے کوئی چوپایہ کرایہ پر لیا تو خوگیر اور رسیاں اور گوں میں عرف و رواج کا اعتبار کیا جائے گا یعنی دونوں میں سے کس کو دینا چاہئے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ پر لیا تو لگام اور زین میں بھی عرف کا اعتبار ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر سمرقند یا بخارا تک کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا تو جب ٹٹو والا شہر میں داخل ہو تو اس پر استحساناً واجب ہے کہ متاجر کے گھر تک

---

[1] توابع جمع تابع کی ہے مثلاً روٹی پکانے کے واسطے نانبائی کو مقرر کیا تو آٹا گوندھنا روٹی پکانے کے تابع ہے۔ [2] قولہ خاصہ دیگ وہ ہے جو عام دعوت نہ ہو بلکہ خاص کے واسطے ہو اور ہمارے عرف میں یہ بھی باورچی کا کام ہے۔

پہنچائے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اور اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ پر کیا کہ متاجر اس پر بوجھ لادے گا تو ٹٹو کے اوپر سے بوجھ اتارنا ٹٹو والے کے ذمہ واجب ہے اور اتار کر متاجر کی حویلی میں پہنچانا اس کے ذمہ نہیں ہے لیکن اگر ایسے مقام پر یہ صورت واقع ہوئی کہ جہاں اتار کر پہنچانا بھی ٹٹو والے کے ذمہ ہوتا ہے یعنی ایسا رواج ہے تو وہاں اس کو پہنچانا پڑے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر حمال نے بوجھ اٹھایا تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ گھر کے اندر پہنچا دے مگر یہ واجب نہیں ہے کہ چڑھ کر چھت پر دریچہ میں اتار دے لیکن اگر اس سے یہ شرط کر لی جائے تو ہوسکتا ہے اسی طرح مٹکوں میں بھرنا بھی اس کے ذمہ نہیں ہے لیکن اگر شرط سے ٹھہرا لے تو ہوسکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فقیہ ابواللیثؒ نے اپنی نوازل میں ذکر فرمایا کہ پن چکی کی نہر اگروانا موجر کے ذمہ ہے کیونکہ پن چکی بدوں پانی کے نہیں چلتی ہے اور پانی بغیر نہر اگروائے جاری نہیں ہوتا لیکن اگر نہر اگروانا متاجر کے ذمہ شرط کر لی تو ہوسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کوئی کاتب اجارہ پر لیا پس اگر سیاہی دوات اور سپیدی کی شرط لگائی تو سیاہی دوات کی شرط جائز ہے اور سپیدی کی شرط فاسد ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک دھوبی کو کپڑوں پر کندی کرنے کے لئے مزدور مقرر کیا اس نے کندی کر دی تو کپڑوں کا لانا کس کے ذمہ ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ استحسانا میں دھوبی کے ذمہ واجب کرتا ہوں لیکن اگر دھوبی نے مالک سے شرط کر لی ہو تو ایسا نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر کوئی حمال اس شرط سے کرایہ پر مقرر کیا کہ اپنی پیٹھ اور متاجر کے جانوروں پر لاد کر گیہوں پہنچا دے تو رسی اور گون متاجر کے ذمہ واجب ہوں گی اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ ہمارے عرف میں گونین ہر حال میں متاجر کے ذمہ ہوں گی لیکن اگر یہ شرط ٹھہرا لے کہ حمال لے آئے تو ہوسکتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ رسیاں اس واسطے ہوتی ہیں کہ بوجھ گرنے نہ پائے اور اگر کسی شخص نے حمال کو اجرت پر مقرر کیا کہ میری گونین فلاں مقام تک پہنچا دے پھر جب حمال اس مقام تک پہنچا تو ایک دار میں اترا اور وہاں گونوں کو اتارا پھر اس کے مالک کو وزن کر کے دے دیں اور پھر ان کے مالک نے چند روز تک وہاں سے وہ گونین نہ اٹھوائیں پھر اس جگہ کے کرایہ کی بابت باہم سب نے جھگڑا کیا اور مالک مکان نے حمال سے کرایہ طلب کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر حمال یا متاجر دونوں میں سے کسی شخص نے گونین رکھنے کے واسطے اس جگہ کو کرایہ پر لیا ہو تو جس نے کرایہ پر لیا اس پر کرایہ دینا واجب ہوگا اور اگر بدوں کرایہ لئے ہوئے ان گونوں کو اس جگہ رکھا تو وزن کر کے سپرد کر دینے کے بعد گونوں کے مالک پر کرایہ واجب ہوگا اور بعض نے کہا کہ یہ کرایہ حمال پر واجب ہوگا اور اگر گونوں کے مالک نے حمال سے مطالبہ کیا کہ دوبارہ ان کا وزن کر دے تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ پیمانہ سے ناپ دینے والے کی اجرت کس شخص پر واجب ہوگی فرمایا کہ بائع پر واجب ہوگی اور ثمن تولنے کی اجرت مشتری پر واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے باغ انگور میں انگور توڑنے[1] پر فروخت کئے تو فرمایا کہ اگر اس نے مجازفۃ فروخت کئے ہوں تو چن لینا اور جمع کرنا مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر موازنۃ یعنی تول سے فروخت کئے تو چن کر تول دینا بائع کے ذمہ ہوگا لیکن اگر بائع یوں حیلہ نکالے تا کہ اس پر وزن کرنا واجب نہ ہو کہ یوں کہے کہ یہ انگور وزن میں اس قدر ہیں پس مشتری اس کی تصدیق کرے گا تو اس کو وزن کرنے کی تکلیف نہ دے گا یا اس کی تکذیب کرے گا تو اس سے کہے گا کہ مجھے تول[2] دے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک گیہوں قرض لئے اور مقرض نے ایک شخص حمال اس کو

---

[1] قولہ توڑنے پر یعنی یہ ٹھہرا کہ اس باغ کے انگور توڑ کر لے جائیں گے پس دیکھا جائے کہ مجازفۃ ہے یعنی کچھ ناپ تول نہیں ٹھہری تو مشتری سب توڑ لے۔

[2] قولہ تول دے اقول یہی اصل میں ہے اور صواب یہ کہ تکذیب کرے گا تو خود اس کے تولنے کو برداشت کرے گا۔

کرایہ پر کر دیا تو شیخ نے فرمایا کہ اس کا کرایہ قرض دینے والے پر واجب ہوگا لیکن اگر مستقرض نے اس سے کہا کہ کوئی حمال مجھے کرایہ کر دے تو اس کا کرایہ قرض دینے والے پر واجب ہوگا مگر مقرض کو اختیار ہوگا کہ یہ کرایہ جو اس نے ادا کیا ہے اس کو مستقرض سے واپس لے یہ حاوی میں ہے اور شیخ ابونصر الدبوسیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک حمال نے چند روز تک راستہ میں اس غرض سے توقف کیا کہ متاجر کو اس اناج کی گونوں کا کرایہ زیادہ پڑے تو ان گونوں کا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ حمال اس توقف کرنے کے باعث سے خلاف کرنے والا نافرمان ہو گیا اور اس پر واجب ہوا کہ جو کچھ اس نے اجرت وصول کی ہے اس کو یہاں متاجر کو واپس کر دے مگر گونوں کی اجرت متاجر کے ذمہ ہو رہے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اٹھارھواں باب:

اس چیز کے اجارہ کے بیان میں جو باہم دو شریکوں کے درمیان مشترک ہو اور دو اجیروں کو اجارہ پر مقرر کرنے کے بیان میں

عیون میں لکھا ہے کہ گیہوں دو شخصوں میں مشترک تھے پس ایک شریک نے دوسرے سے ایک چوپایہ اس واسطے کرایہ پر لیا کہ گیہوں میں سے اپنا حصہ لاد کر فلاں مقام تک لے جائے حالانکہ گیہوں غیر مقسوم یعنی بے بانٹے ہوئے تھے پس اس نے سب گیہوں لاد کر وہاں پہنچائے تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر ایک شریک کے پاس کشتی ہو اور اس نے چاہا کہ گیہوں دوسرے شہر میں منتقل کرے پس ایک نے دوسرے کشتی کے مالک سے کہا کہ آدھی کشتی مجھے کرایہ پر دے اور میرا حصہ اس پر لاد دے اور باقی اپنا حصہ باقی نصف کشتی پر لاد دے اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر دونوں نے ان گیہوں کے پسانے کا ارادہ کیا اور دونوں میں سے ایک کے پاس چکی ہے پس دوسرے نے چکی والے سے آدھی چکی اپنے حصہ کے پسانے کے واسطے اجارہ پر لی تو بھی یہی حکم ہے[1] اور اگر ایک نے دوسرے شریک سے یوں کہا کہ میں نے تیرا غلام تجھ سے کرایہ پر لیا تاکہ یہ گیہوں جو ہم دونوں میں مشترک ہیں اٹھا کر لے چلے تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر اس کے غلام کو ان گیہوں کی حفاظت کے واسطے اجارہ پر لیا تو بھی جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر ایسی شے جس سے کوئی کام انجام ہوتا ہو اور ایک شریک نے دوسرے سے اجارہ پر لیا تو جائز نہیں ہے جیسے چوپایہ وغیرہ اور ہر ایسی شے کہ جس کی ذات سے کوئی کام نہیں ہوتا ہے اور اس کو ایک شریک نے دوسرے سے اجارہ پر لیا تو جائز ہے جیسے گون وغیرہ اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یہ قول روایت مبسوط کے خلاف ہے کہ وہاں کتاب المضاربۃ میں فرمایا کہ اگر ایک شریک نے دوسرے سے کوئی گھر یا دوکان اجارہ پر لی تو اجرت واجب نہ ہوگی اور قدوری نے ذکر فرمایا ہے کہ جو ایسی چیز ہو کہ بدوں مال مشترک میں کام کرنے کے اس کی اجرت کا مستحق نہ ہوتا ہو اور اس کو ایک شریک نے دوسرے کو اجارہ پر دیا تو جائز نہیں ہے مثلاً ایک نے اپنے تئیں یا اپنے غلام یا ٹٹو کو گیہوں اٹھانے کے واسطے اجارہ پر دیا یا کپڑے پر کندی کرنے کے واسطے اجارہ پر دیا تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور جو چیز ایسی ہو کہ جس کی اجرت کا مستحق بدوں مال مشترک میں کام کرنے کے ہوتا ہو تو اس کا اجارہ جائز ہے مثلاً کوئی گھر اس واسطے کرایہ پر لیا کہ اس میں گیہوں حفاظت سے رکھے یا کشتی یا گون یا چکی اجارہ پر لی تو جائز ہے۔

---

[1] قولہ حکم یعنی اگر مشترک گیہوں رکھے تو اجارہ باطل ہے اور نصف کے لئے جائز ہے۔

فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ جو کچھ قدوری نے ذکر کیا اور عیون میں مذکور ہے اسی پر فتویٰ ہے یہ کبریٰ میں ہے نوادر بن سماعہ میں مذکور ہے کہ دو شخصوں کو اجیر مقرر کیا کہ میرے گھر تک یہ لکڑی ایک درہم پر اٹھا کر پہنچا دیں پھر دونوں میں سے ایک نے اس کو اٹھایا تو اس کو آدھا درہم ملے گا اور اس نے احسان کیا بشرطیکہ قبل اس کے دونوں حمالی یا اور کام میں شریک نہ ہوں اسی طرح اگر دونوں کو دیوار بنانے یا کنواں کھودنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور ایک نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر اس سے پہلے دونوں شریک ہوں تو ایک کے اٹھانے سے پوری اجرت واجب ہوگی اور ایک کا اٹھانا بوجہ شرکت کے مثل دونوں کے اٹھانے کے قرار دیا جائے گا اور اجرت دونوں کو برابر ملے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے غلام میں اپنے شریک کا حصہ اس واسطے اجارہ پر لیا کہ غلام میرے واسطے کپڑا سی دے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اصل میں ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے تہہ خانہ کھود یں اور اجارہ سب طرح سے صحیح ہو گیا اور سبھوں نے کام کیا مگر کسی نے زیادہ کام کیا اور کسی نے بہ نسبت دوسرے کے کم کیا تو اجرت مزدوروں کی تعداد[1] سے تقسیم ہوگی اور اس نے دو چوپائے بیس من گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ پر کئے اور اجرت مقرر کر دی تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ ایک چوپایہ پر دس من سے زیادہ لادے اور اگر کسی پر اس نے دس من سے زیادہ لادا تو دونوں کے اجر المثل کے حساب سے مزدوری دونوں کو تقسیم ہوگی کیونکہ دو چوپایوں کا تفاوت کھلا ہوا ہوتا ہے کہ جس کے باعث سے اجرت میں اختلاف کیا جا سکتا ہے اور اگر ایک ہی کام پر چند مزدور ہوں تو ان میں باہم تھوڑا فرق ہوتا ہے ایسا فرق نہیں ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ اجرت میں فرق کیا جائے پس اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ حکم اسی وقت ہے کہ اس صورت میں مزدوروں کے درمیان کام میں کم تفاوت ہو زیادہ کھلا ہوا تفاوت نہ ہو اور اگر کھلا تفاوت ہوگا تو مثل چوپاؤں کے مسئلہ کے ان میں بھی اجر بحساب مزدوروں کی تعداد اور گنتی کے تقسیم نہ ہوگا بلکہ اجر المثل کے حساب سے تقسیم ہوگا۔

ایک عورت نے اپنا گھر اور سکنیٰ سب اپنے شوہر کو اجارہ پر دیا تو اس مقام پر مذکور ہے کہ عورت کو کچھ اُجرت نہ ملے گی ☆

اگر مزدوروں میں سے ایک نے بسبب مرض یا عذر کے کام نہ کیا اور دوسرے نے کام کر دیا پس اگر دونوں نے شرکت[2] میں یہ کام قبول نہیں کیا ہے تو مریض کا حصہ اجرت ساقط ہو جائے گا اور اگر دونوں نے اس کام کے انجام دینے میں شرکت کر لی ہے تو پورا اجر ادیا جائے گا اور بیمار ہو جانے والے مزدور کا حصہ اس کو ملے گا اور فتاویٰ ابوالیثؒ میں لکھا ہے کہ دو کاریگروں میں سے ایک نے اپنی کاریگری کے آلات دوسرے کو اجارہ پر دیئے پھر دونوں نے شرکت اختیار کر لی پس اگر اجارہ باعتبار ماہواری کے ہو تو پہلے مہینہ میں اجرت واجب ہوگی اور اس کے بعد واجب نہ ہوگی کیونکہ پہلے مہینہ میں اجارہ صحیحہ کے بعد شرکت طاری ہوئی پس شرکت کے طاری ہونے سے اجارہ صحیحہ باطل نہ ہوگا اور پھر دوسرے مہینہ میں قبل اجارہ کی صحت کے شرکت طاری ہوئی پس اجارہ باطل ہو جائے گا اس واسطے اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر اجارہ کی مدت مثلاً دس برس قرار پائی ہو تو پوری مدت تک اجرت واجب ہوگی کیونکہ اجارہ پوری مدت تک صحیح ہو جانے کے بعد شرکت طاری ہوئی پس ایسی شرکت اجارہ کو باطل نہ کرے گی اور شیخ محمد بن سلمہؒ سے روایت ہے کہ شرکت اجارہ کو گرا دیتی ہے اور جو صورت محمد بن سلمہؒ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دکان کرایہ پر لی پھر دونوں نے ایک کام میں شرکت کر لی کہ اس کام کو اسی دوکان میں انجام دیتے ہیں تو محمد بن سلمہؒ کے قول پر فتویٰ ہے اور اجرت دوکان

---

[1] قولہ تعداد مثلاً دو نفر ہوں تو اجرت پورے دس حصہ کر دی جائے گی۔ [2] قولہ شرکت یعنی پہلے سے ان دونوں مزدوروں نے باہم شرکت عملی نہیں ٹھہرائی کہ ہم دونوں کام کیا کریں اور جو کچھ حاصل ہو وہ ہم میں مساوی ہو۔

ساقط ہو جائے گی اگر ان دونوں نے اسی دوکان میں کام کیا کیونکہ اس نے معقود علیہ کو سپرد نہ کیا یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے اپنا گھر اور سکنیٰ سب اپنے شوہر کو اجارہ پر دیا تو اس مقام پر مذکور ہے کہ عورت کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور یہ صورت بمنزلہ اس کے ہے کہ شوہر نے اس عورت کو روٹی یا سالن پکانے کے واسطے اجارہ پر لیا اور چاہئے یہ کہ جائز ہو اور قاضی خان نے ذکر کیا کہ فتویٰ یہ ہے کہ صحیح ہے یہ کبریٰ میں ہے اجارات الاصل کے آخر باب اجارات الدور میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک مہینہ کے واسطے ایک دار کرایہ پر لیا اور مالک مکان اس کے ساتھ آخر مہینہ تک اس مکان میں رہا پھر مستاجر نے کہا کہ میں تجھے اجرت نہ دوں گا کیونکہ تو نے میرے اور مکان کے درمیان تخلیہ نہیں کیا یعنی قبضہ کامل نہ دیا تو جس قدر مستاجر کے قبضہ میں رہا اس کے حساب سے اس کو کرایہ پر دینا پڑے گا اس واسطے کہ بعض کو کل پر قیاس کیا ہے کذا فی المحیط۔

انیسواں باب:

عذر کی وجہ سے اجارہ فسخ ہو جانے کے بیان میں اور جو چیزیں عذر ہو سکتی ہیں اور جو نہیں ہو سکتی ہیں اور جو صورتیں فسخ ہوتی ہیں اور اس کے متعلق احکام کے بیان میں اور جو فسخ نہیں ہوتی ہیں ان کے بیان میں

اصل یہ ہے کہ جب اجارہ بلاعوض استہلاک عین[1] پر واقع ہو جیسے کتابت کے واسطے اجارہ لینے میں کاغذ و روشنائی کا استہلاک ہے یا جیسے زمین جوتنی مزارعت کی صورت میں جبکہ بیج اس کی طرف سے ٹھہرے ہوں تو ایسی صورتوں میں اس کو بلا عذر اجارہ و مزارعت کے فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اس اصل سے بہت واقعات کا حکم نکلتا ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے یہ قنیہ میں ہے ہمارے نزدیک عذروں کی وجہ سے اجارہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی چند صورتیں ہیں یا تو دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی کی طرف سے عذر ہوگا یا معقود علیہ کی طرف سے ہوگا اور جب عذر متحقق ہوا تو بعض روایات میں آیا ہے کہ اجارہ ٹوٹ نہ جائے گا اور بعض میں ہے کہ ٹوٹ جائے گا اور ہمارے مشائخ نے دونوں روایتوں میں اس طرح توفیق دی ہے کہ اگر اجارہ کسی غرض سے ہو اور یہ غرض باقی نہ رہی اور یا عذر ایسا ہو کہ عقد کے بموجب کاروائی کرنے سے شرعاً مانع ہو تو بدوں توڑنے کے اجارہ ٹوٹ جائے گا مثلاً ہاتھ گلنا شروع ہوا اور کسی جراح کو ہاتھ کاٹنے کے واسطے اجارہ پر لیا یا ڈاڑھ میں درد پیدا ہوا اس کے اکھاڑنے کے واسطے اجارہ کیا پھر گلنا دور ہو گیا اور درد جاتا رہا تو اجارہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ شرعاً اجارہ کے بموجب کاروائی نہیں کر سکتا ہے اور اگر بغداد تک جانے کے لئے کوئی ٹٹو معین اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اپنے کسی قرضدار یا بھاگے ہوئے غلام کو گرفتار کرائے پھر وہ قرض دار حاضر ہو گیا یا غلام واپس آیا تو اجارہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ اجارہ ایک غرض سے ٹھہرا تھا اور وہ غرض جاتی رہی اسی طرح اگر گمان کیا کہ میرے مکان کی نیو میں خلل آ گیا ہے اور ایک شخص کو مکان منہدم کرانے کے لئے اجارہ پر لیا پھر معلوم ہوا کہ خلل نہیں ہے یا طعام ولیمہ کے واسطے کوئی باورچی اجارہ پر لیا پھر دلہن مر گئی تو اجارہ باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جو عذر ایسا ہو کہ جس کی وجہ سے شرعاً بموجب عقد کے کاروائی کرنا ممنوع نہ ہو لیکن ایک طرح کا ضرر اس کو لاحق ہوتا ہو تو فسخ

---

[1] قولہ استہلاک عین یعنی منفعت کے علاوہ خود عین المال اس کام میں کھپ جاتا ہے۔

عقد میں فسخ کرانے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور جب عذر محقق ہوا اور فسخ کی ضرورت ہوئی وصاحب عذر تنہا فسخ کر سکتا ہے یا حکم قاضی یا دوسرے کی رضامندی کی حاجت ہوتی ہے اس میں مختلف روایات آئی ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اگر عذر محقق ظاہر ہو تو تنہا فسخ کر سکتا ہے اور اگر مشتبہ ہو تو تنہا فسخ نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مال اجارہ میں کوئی عیب پیدا ہو گیا پس اگر ایسا عذر ہے کہ جس سے منافع حاصل کرنے میں کچھ فرق نہیں آتا تو مستاجر کو اختیار حاصل نہ ہوگا مثلاً ایک غلام اجارہ پر لیا اور اس کی ایک آنکھ جاتی رہی حالانکہ جس خدمت کے واسطے اجارہ پر لیا ہے اس میں کچھ حرج نہیں آتا یا اس کے بال گر گئے یا مکان کی ایسی دیوار گر گئی جس سے سکونت میں کچھ حرج نہیں آتا تو اختیار نہ ہوگا اور اگر ایسا عیب پیدا ہوا جس سے منافع حاصل کرنے میں فرق آتا ہے مثلاً غلام مریض ہو گیا یا گھر میں سے کوئی عمارت یا دیوار ایسی گر گئی جس سے سکونت میں حرج واقع ہوا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے باوجود اس کے اس میں سکونت اختیار کرے اور منفعت حاصل کرے مگر پوری اجرت دینی پڑے گی یا عقد اجارہ توڑ دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پس اگر مستاجر کے اجارہ توڑنے سے پہلے موجر نے دیوار بنوا دی یا مثلاً غلام بیماری سے اچھا ہو گیا تو مستاجر کو فسخ کا اختیار نہ رہے گا کیونکہ عیب باقی نہ رہا اور اگر عیب دور ہونے سے پہلے مستاجر فسخ کرنے پر آمادہ ہوا تو اسی وقت فسخ کرے جبکہ مکان کا مالک حاضر ہوا اور اگر اس کی پیٹھ پیچھے فسخ کیا تو فسخ نہیں کر سکتا ہے اور اگر مالک کی غیبت[1] میں مکان سے نکل گیا تو کرایہ چڑھتا رہے گا جیسا کہ رہنے کی صورت میں چڑھتا کیونکہ اجارہ ابھی باقی ہے اور باوجود عیب کے اس کو نفع حاصل کرنے کی قدرت حاصل ہے یہ کبریٰ میں ہے۔

اگر تمام گھر منہدم ہو گیا تو مالک کی بدوں موجودگی کے مستاجر کو فسخ کرنے کا اختیار ہے لیکن اجارہ خود فسخ نہ ہوگا کیونکہ خالی میدان سے اس کو منفعت حاصل کرنے کی قدرت ہے اسی طرف شیخ الاسلام خواہر زادہ گئے ہیں اور اجارات شمس الائمہ میں لکھا ہے کہ اگر پورا[2] گھر منہدم ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ اجارہ خود فسخ نہ ہوگا لیکن اجرت ساقط ہو جائے گی خواہ مستاجر فسخ کرے یا نہ کرے یہ صغریٰ میں ہے اگر گھر منہدم ہو گیا اور مستاجر نے میدان میں سکونت اختیار کی تو اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر گھر کا کوئی بیت فقط گر گیا اور مستاجر باقی میں رہا تو اجرت میں سے کچھ کمی نہ ہوگی اور اگر کوئی گھر اس شرط پر کرایہ پر لیا کہ اس میں تین بیت ہیں پھر اس میں دو ہی بیت نکلے تو مستاجر کو خیار حاصل ہونا واجب ہے لیکن اجرت میں سے کچھ کمی نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ موجر نے اگر کرایہ والا گھر مستاجر کی رضامندی یا بلا رضامندی توڑ ڈالا تو مستاجر کو اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا اور بغیر فسخ کئے خود اجارہ فسخ نہ ہوگا اور مستاجر کے ذمہ سے کرایہ ساقط ہو جائے گا چنانچہ اگر کسی شخص نے غصب کر لیا تو بھی مستاجر کو فسخ کا اختیار اور اجرت ساقط ہوگی اور خود اجارہ فسخ نہ ہوگا اس کی طرف امام محمدؒ نے اصل میں اشارہ کیا ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کرایہ والا گھر منہدم ہو گیا اور موجر نے اس کو بنوا دیا اور مستاجر نے باقی مدت اس میں رہنا چاہا تو موجر ممانعت نہیں کر سکتا ہے اور مراد امام محمدؒ کی یہ ہے کہ مستاجر کے اجارہ فسخ کرنے سے پہلے موجر نے بنوا دیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام محمدؒ نے کشتی کے حق میں فرمایا کہ اگر کشتی ٹوٹ گئی اور تختے الگ الگ ہو گئے پھر موجر نے ان کو ترکیب دے دیا تو مستاجر کے سپرد کرنے کے واسطے اس پر جبر نہ کیا جائے گا کیونکہ کشتی کے ٹوٹتے ہی اجارہ فسخ ہو گیا اور پھر جب دوبارہ تیار ہوئی تو یہ دوسری کشتی تیار ہوئی ہے بعینہ پہلی نہیں کہ جس کا سپرد کرنا واجب ہو آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے تختے غصب کر کے ان کی ترکیب دے

---

[1] قولہ غیبت اقول غائب ہونے سے یہ مراد ہے کہ مالک کو اطلاع نہ دی اور حاضری یہ کہ اس کو آگاہ کر دے اور بدنی حاضری مقصود نہیں ہے چنانچہ کتاب البیوع کے اجارات میں مذکور ہوا اور اجارہ سے بیع اقویٰ ہے۔ [2] قولہ پورا گھر اقول شاید دار کے لفظ سے عربی زبان کی رعایت کر کے خالی میدان کے معنی لئے لیکن ہمارے عرف میں کھنڈل ہے وہ گھر نہیں رہا تو اجارہ خود فسخ ہو جائے گا اور یہی اقویٰ دار وجہ ہے اور یہی فارسی زبان کے لفظ خانہ کا حکم ہے واللہ اعلم۔

کر کشتی بنائی تو اس کا مالک ہو جاتا ہے کذا فی محیط السرخسی قلت یعنی مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے اور غاصب کو ان تختوں کی قیمت دینی پڑے گی کیونکہ یہ اور چیز ہو گئی فافہم۔ اصل میں مروی ہے کہ اگر کسی عذر متحقق کے باعث سے مستاجر کرایہ کے مکان میں سے نکل گیا تو اجرت ساقط ہو جائے گی اور زیادات میں مروی ہے کہ ساقط نہ ہو گی لیکن اگر موجر خود اس مکان میں رہنے لگا تو ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ فسخ پر رضامندی ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے ایک مکان کرایہ پر لیا اس میں سے تھوڑا مکان گر گیا اور موجر غائب ہے یا ایسا سرکش آدمی ہے کہ قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تا کہ عقد فسخ ہو تو قاضی اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اس کے روبرو عقد فسخ کر دے گا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر غلام اجارہ کے مالک نے سفر کا قصد کیا اور چاہا کہ غلام لے جاؤں تو اجارہ فسخ کرنے کے واسطے یہ عذر کافی نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

زراعت چھوڑ کر تجارت اختیار کی تو یہ عذر ہو سکتا ہے ☆

اگر کوئی عقار[1] مثل گھر کے اجارہ دیا پھر سفر کر گیا تو یہ عذر فسخ نہیں ہے کیونکہ اس کی پیٹھ پیچھے مستاجر اپنا نفع حاصل کر سکتا ہے اور اگر مستاجر نے سفر کا ارادہ کیا تو یہ عذر ہو سکتا ہے کیونکہ عدم الفسخ میں سفر سے روکنا یا بدوں سکونت و انتفاع کے کرایہ دینا لازم آتا ہے اور یہ ضرر ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور موجر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر اس کو کوئی شخص زیادہ کرایہ پر دینے پر راضی ہو تو وہ اس اجارہ کو جو بالفعل ہے فسخ کر دے اگرچہ زیادتی دو چند ہو یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر مستاجر نے ایک پیشہ جس کے واسطے مثلاً مکان کرایہ پر لیا تھا چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کیا مثلاً تجارت چھوڑ کر زراعت اختیار کی یا زراعت کے واسطے جو زمین کرایہ پر لی تھی اس کو اس وجہ سے چھوڑ جانا چاہا کہ اس نے زراعت چھوڑ کر تجارت اختیار کی تو یہ عذر ہو سکتا ہے یہ ینابیع میں ہے۔ اگر تجارت کے واسطے بازار میں دوکان کرایہ پر لی پھر وہ بازار پھیکا پڑ گیا یہاں تک کہ اس کی تجارت نہیں چل سکتی ہے تو یہ عذر ہے اس کی وجہ سے فسخ کر سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک اونٹ کوفہ سے بغداد تک کرایہ پر لیا پھر اس کی رائے میں آیا کہ خچر کرایہ پر کرنا چاہئے تو یہ ارادہ پہلے اجارہ کے فسخ کرنے کے واسطے عذر نہیں ہو سکتا ہے ہاں اگر اس نے کوئی اونٹ یا چوپایہ خرید لیا تو یہ عذر ہو سکتا ہے یہ کبریٰ میں ہے اور اگر بغداد تک کوئی سواری کا جانور کرایہ پر لیا پھر اس کی رائے میں آیا کہ سفر نہ کرے یا حج کے واسطے کوئی اونٹ کرایہ پر کیا پھر اس کی رائے میں آیا کہ امسال سفر حج کے واسطے نہ جائے یا بیمار ہو کر سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر موجر کی حویلی جس میں خود رہتا تھا گر گئی اور دوسری حویلی اس کی جو کرایہ پر ہے اس کے سوائے اس کی کوئی اور حویلی نہیں ہے اور اس نے چاہا کہ اس میں رہے تو اجارہ نہیں توڑ سکتا ہے اسی طرح اگر اس نے اس شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں جا رہنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ اس حویلی کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا ہے پس جو کچھ اس نے عقد اجارہ میں اپنے اوپر ضرر لازم کر لیا ہے اس سے زیادہ بقائے اجارہ میں ضرر نہیں ہو سکتا ہے اور اگر مکان کرایہ بازار میں جو کہ اس میں مستاجر خرید و فروخت کیا کرتا ہے پھر مستاجر پر قرضہ چڑھ گیا یا مفلس ہو گیا اور وہ بازار سے اٹھ گیا تو یہ عذر ہے اس کو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر مستاجر نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلے جانے کا قصد کر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک مکان نے یہ کہا کہ یہ شخص فقط تعلل کرتا ہے اس کا ارادہ یہاں سے جانے کا نہیں ہے تو قاضی مستاجر سے اس پر قسم لے گا اسی طرح اگر اس تجارت سے کسی دوسری تجارت کی طرف تحول[2] کرنا چاہا تو یہ بھی عذر ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک پیشہ کرنے کے واسطے ایک دوکان کرایہ پر لی پھر اس پیشہ کو چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کرنا چاہا پس اگر دوسرے پیشے کا کام اس دوکان میں کر سکتا ہے اور سب ضرورت کی چیز مہیا ہو سکتی ہے تو اجارہ نہیں توڑ

---

[1] عقار ملک غیر منقولہ مانند زمین و مکان وغیرہ کے۔ [2] تحول یعنی ایک قسم کی تجارت چھوڑ کر دوسری قسم کی طرف منتقل ہونا۔

سکتا ہے ورنہ توڑ سکتا ہے کیونکہ عذر متحقق ہو گیا یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر کرایہ دار نے دوسرا مکان سستے کرایہ کا پایا تو یہ عذر نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی حویلی خریدی اور اس میں اٹھ جانا چاہا تو بھی عذر فسخ نہیں ہو سکتا ہے اور اگر کوئی خاص ٹٹو بغداد تک کرایہ پر کیا پھر مستاجر کی رائے میں آیا کہ سفر کو نہ جائے تو یہ عذر ہے اور اگر ٹٹو والے نے کہا کہ یہ شخص تعلل[1] کرتا ہے تو قاضی اس سے یوں کہے کہ تو صبر کر اگر یہ شخص سفر کو جائے تو تو اس کے ساتھ ٹٹو کو ہانک لے جانا کیونکہ معقود علیہ ٹٹو کے قدم تھے پس جب اس نے ٹٹو کو مستاجر کے ساتھ ہانک دیا تو مستاجر کو اپنی منفعت حاصل کر لینے کا قابو مل گیا اس واسطے اس پر کرایہ واجب ہوگا اگرچہ سوار نہ ہوا ہو اور اگر مستاجر بیمار یا قرض دار ہو گیا یا کسی امر کا خوف پیدا ہوا یا ٹٹو ٹھوکر کھا کر گر گیا یا ٹٹو میں کوئی ایسی چیز پیدا ہو گئی کہ اس سے سواری کی استطاعت نہ رہی تو ان میں سے کچھ تو ٹٹو میں عیب ہے اور کچھ مستاجر کے حق میں عذر ہے کہ وہ سفر کو نہیں نکل سکتا ہے اور اگر ٹٹو کے مالک کو ایسی بیماری ہو گئی کہ ٹٹو کے ساتھ نہیں چل سکتا ہے تو اجارہ ٹوٹ نہ جائے گا اسی طرح اگر اس کو کسی قرض خواہ نے پکڑ کر روک رکھا اور قید کرا دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے زید کو حمال مقرر کیا کہ میرا بوجھ فلاں مقام تک اس کرایہ پر پہنچا دے اور کرایہ اس کو دے دیا پھر جب کچھ مسافت طے کی تو اس کی رائے میں آیا کہ وہاں نہ جائے اور اجارہ ترک کر دے اور حمال سے کہا کہ آدھی اجرت مجھے واپس کر دے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر باقی آدھا راستہ بھی آسانی سے طے ہوتا ہے جیسا پہلے آدھی دور کا راستہ طے ہوا تو مستاجر کو یہ اختیار ہے ورنہ اس کے حساب سے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھر کرایہ پر دیا پھر چاہا کہ اجارہ توڑ کر اس کو فروخت کر دے کیونکہ اس کا اور اس کے عیال کا نفقہ بالکل نہیں رہا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہوگا یہ کبریٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھر یا غلام اجارہ پر دیا پھر اس پر اس قدر قرضہ قادح[2] چڑھ گیا کہ اس کے ادا کی سوا اس کے کوئی صورت نہیں کہ کرایہ والے مکان یا غلام کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے ادا کرے تو فسخ اجارہ کے واسطے یہ عذر ہو سکتا ہے اور موجر کو چاہئے کہ قاضی کے سامنے مرافعہ کرے کہ قاضی اس کو فسخ کر دے اور خود موجر کو فسخ کر دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر موجر نے اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے اجارہ کے مکان یا غلام کو خود ہی فروخت کر دیا تو صحیح نہیں ہے جب تک کہ قاضی کے سامنے مرافعہ[3] نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ پھر جب موجر نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا پس اگر قاضی سے یہ درخواست کی کہ اجارہ توڑ دے تو قاضی اس کو منظور نہ کرے گا اور اگر یہ درخواست کی کہ اس مکان یا غلام کو خود فروخت کر دے یا موجر وغیرہ کو اس کے فروخت کرنے کا حکم دے تو قاضی اس درخواست کو منظور کرے گا پھر جب بائع یعنی موجر نے قرضہ ہونا گواہوں سے ثابت کر دیا تو قاضی اس بیع کو نافذ کر دے گا اور اس کے نافذ ہونے کی ضمن میں اجارہ ٹوٹ جائے گا پس مشتری سے ثمن وصول کر کے قرض خواہ کو ادا کر دے گا اور جب تک قاضی نے بیع نافذ ہونے کا حکم نہیں دیا ہے اس وقت تک کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور وہ موجر کو ملے گا اور اس کے حق میں حلال ہوگا اسی طرح اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے موجر نے خود ہی وہ گھر فروخت کر دیا پھر قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو بھی جب تک قاضی اس بیع کو تمام و نافذ کر کے اجارہ توڑ نہ دے اس وقت تک کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ موجر پر قرضہ ہونا قاضی کو معلوم ہو اور اگر ظاہر و معروف نہ ہو فقط موجر کے اقرار سے ثابت ادا اور مقرلہ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی اور مستاجر نے تکذیب کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک زمین فروخت کر دی جائے گی اور اجارہ توڑ دیا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک زمین فروخت نہ کی جائے گی اور نہ اجارہ

---

[1] قولہ تعلل یعنی حیلہ بازی کرتا ہے تاکہ عقد اجارہ توڑے۔ [2] قرضہ قادح ہے کہ اس کے کام چلنے کو عاجز کرے۔ [3] یعنی مرافعہ ... یعنی قاضی کے حضور میں لے جائے کہ تجھے یہ عذر شدید ہے پس اجازت دے اور اجارہ توڑ دے تب بیع جائز ہے۔

توڑا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

جب قاضی نے اس کو فروخت کیا تو ثمن میں سے پہلے مستاجر کے درہم جو اس نے کرایہ معجل دے دیا ہے ادا کر دیا جائے گا پھر جو کچھ بچ رہا وہ قرض خواہوں کو دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر ثمن میں کچھ نہ بچا تو فسخ نہ ہوگا اور بعد فسخ کے اس کو اختیار ہے کہ گھر کو روک لے یہاں تک کہ جو کچھ اس نے پیشگی دیا ہے وہ اس کو واپس ملے اور بعض نے فرمایا کہ جب تک اس کو کرایہ واپس لے تب تک اس کو مکان میں سکونت رکھنا حلال ہے کیونکہ موجر نے اس کو مطلقاً رہنے کی اجازت دی تھی اور اگر روک رکھنے کے زمانہ میں مستاجر کے پاس وہ مکان تلف ہوا تو امانت تلف ہوئی بخلاف رہن کے کہ اس میں یہ نہیں ہے اور اگر موجر مر گیا اور اس پر سب لوگوں کا قرضہ ہے تو دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت مکان پر مستاجر کا زیادہ استحقاق ہے جیسا کہ رہن کی چیز پر مرتہن کا حق ہوتا ہے اور اگر اجارہ پر زمین ہو کہ اس میں مستاجر کی کھیتی ہو رہی ہو تو قرضہ کے عذر کی وجہ سے فسخ اجارہ نہ ہوگا تاوقتیکہ کھیتی پک کر تیار نہ ہو جائے اور اس کے پکنے تک موجر جو بسبب قرضہ کے قید پڑا ہے باہر نکالا جائے گا اور چھوڑ دیا جائے گا اور اگر مشتری کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ مکان اجارہ پر ہے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے بیع کو فسخ کر دے یا صبر کرے یہاں تک کہ اجارہ کی مدت گزر جائے اور اگر موجر نے مکان کو مستاجر کی بلا اجازت فروخت کیا اور مستاجر نے بیع رد کر دی پس آیا بیع ٹوٹ جائے گی تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ مستاجر کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مستاجر کی اجازت سے اس کو فروخت کیا تو اجارہ فسخ ہو گیا اگرچہ مستاجر نے مکان کو اپنی اجرت معجلہ یعنی پیشگی کے وصول کرنے کے واسطے روک لیا ہو اور اگر سپرد کر دینے پر راضی ہو پھر بسبب عیب کے بہ حکم قاضی بائع کو واپس ملا تو اجارہ عود نہ کرے گا یہ غیاثیہ میں ہے۔

ایک درزی نے ایک غلام اس واسطے اجارہ پر لیا کہ میرے ساتھ سیا کرے پھر جو مفلس یا مریض ہو کر بازار سے اٹھ گیا تو یہ ایسا عذر ہے کہ اس کو اجارہ پورا کرنے سے مانع ہے ☆

اگر مستاجر کو فسخ اجارہ کی حاجت پیش آئی اس وجہ سے کہ کمائی سے عاجز ہو گیا یا فقیر ہو گیا یا مریض ہو گیا تو اس کو اختیار نہ ہوگا کہ اجارہ فسخ کر کے کرایہ واپس کر لے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنا غلام اجارہ پر دیا تو یہ فسخ اجارہ کے واسطے کچھ عذر نہیں ہے اور اس پر عقد پورا کرنے میں کچھ ضرر نہیں ہے مگر ہاں اسی قدر ضرر ہے جو اس نے عقد اجارہ قرار دینے کے وقت خود ہی قبول کر کے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا یعنی مدت اجارہ گزرنے تک میں اس غلام میں تصرف نہ کروں گا یہ نہایہ میں ہے اگر کرایہ کی حویلی کو مالک نے اس وجہ سے فروخت کرنا چاہا کہ اس کے بالفعل فروخت کرنے میں کچھ نفع حاصل ہوتا ہے تو اس کو فسخ اجارہ کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال تک کی خدمت کے واسطے ایک غلام بعوض سو درہم اور ایک سیر شراب کے اجارہ پر لیا اور باہمی قبضہ ہو گیا پھر موجر نے بسبب اجارہ فاسد ہونے کے عقد اجارہ کو توڑنا چاہا تو اس کو اختیار ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک درزی نے ایک غلام اس واسطے اجارہ پر لیا کہ میرے ساتھ سیا کرے پھر جو مفلس یا مریض ہو کر بازار سے اٹھ گیا تو یہ ایسا عذر ہے کہ اس کو اجارہ پورا کرنے سے مانع ہے اور اگر اس نے سلائی چھوڑ کر کوئی دوسرا کام شروع کیا تو یہ ایسا عذر نہیں ہے کہ اجارہ نہ پورا کر سکے کیونکہ ممکن ہے کہ جو کام اس نے اختیار کیا ہے اس دوکان کے ایک گوشہ میں اس غلام سے سلائی کا کام لیا کرے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے اجیر مقرر کیا کہ میرا کپڑا دھو کر کندی کر دے یا سی دے یا قمیص قطع کر دے یا میرے واسطے کوئی بیت تیار کر دے یا میرے بیج سے میری زمین میں کھیتی بو دے پھر اس کی رائے میں آیا کہ یہ کام نہ کرے تو یہ عذر ہے اسی طرح اگر اس کو کنواں کھودنے کے واسطے اجارہ پر لیا ہو تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر فصد و پچھنے لگانے کے واسطے اجارہ پر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ان صورتوں میں اجیر

نے کام کرنے سے انکار کیا تو اس پر جبر کیا جائے گا اور اجارہ فسخ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کوئی زمین کرایہ پر لی پھر وہ ریتلی یا لونیا ہوگئی تو اجارہ باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر پانی کے جوش سے ذہاب ناک ہوگئی یعنی پانی رسنے لگا کہ اس میں زراعت نہیں ہو سکتی تو یہ عذر ہے اور نوازل میں لکھا ہے کہ اگر اس زمین سے پانی منقطع ہوگیا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار حاصل ہوا اور اگر زمین میں کھیتی موجود ہو تو زمین اس کے قبضہ میں اجر المثل کے عوض چھوڑ دی جائے گی یہاں تک کہ کھیتی پک جائے پس اگر اس نے پانی دیا اور سینچی تو یہ رضامندی میں داخل ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر زراعت کرنے کے واسطے کوئی زمین اجارہ پر لی پھر دوسری زمین میں زراعت کرنی چاہی تو یہ عذر نہیں ہے اور نوازل میں ہے کہ ایک گاؤں میں زمین زراعت کے واسطے لی پھر اس کی رائے میں آیا کہ یہاں چھوڑ کے دوسرے ایک گاؤں میں زراعت کرے پس اگر ان دونوں گاؤں میں شرعی سفر کی مسافت ہو تو اس کو اختیار ہے اور اگر اس سے کم مسافت ہو تو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ سفر سے کم مسافت بہت سے احکام میں ایسی ہے جیسے ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ میں اٹھ جانا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر مستاجر بیمار ہو کر زراعت کرنے سے عاجز ہوا پس اگر وہ ایسا شخص ہے کہ زراعت کا کام خود ہی کرتا ہے تو یہ عذر ہے اور اگر ایسا ہے کہ خود نہیں[1] کیا کرتا ہے تو عذر نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر خدمت کے واسطے کوئی غلام اجارہ پر لیا اور وہ غلام بیمار ہوگیا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اگر مستاجر اس پر راضی رہا تو موجر کو فسخ کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اجارہ کا غلام بھاگ گیا تو یہ عذر ہے اور اگر اس صورت میں مستاجر نے اجارہ فسخ نہ کیا یہاں تک کہ غلام پھر لوٹ کر آ گیا تو اجرت میں سے بقدر اس کے بھاگنے کے کم کر دیا جائے گا اور باقی کا حصہ عقد لازم رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر وہ غلام چور نکلا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے مگر موجر یعنی مالک غلام کو فسخ کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر اجارہ کا غلام اس کام میں جس کے واسطے اجارہ پر لیا گیا ہے نہایت ہوشیار نہ ہو تو مستاجر کو یہ امر فسخ اجارہ کے واسطے عذر نہیں ہو سکتا ہے اور اگر وہ کام خراب کرتا ہو تو مستاجر کو فسخ کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کچھ معین چوپایوں کا اجارہ اسباب لادنے کے واسطے ٹھہرایا پھر وہ سب مر گئے تو اجارہ فسخ ہوگیا بخلاف اس کے اگر چوپائے معین نہ ہوں اور موجر نے کچھ چوپائے دیئے اور وہ مر گئے تو عقد فسخ نہ ہوگا اور موجر پر واجب ہوگا کہ ان کے سوائے دوسرے چوپائے مستاجر کے واسطے لائے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کوئی معین[2] چوپایہ ٹھہرا ہے اور وہ بیمار ہوگیا تو عذر ہے اور اگر غیر معین چوپایہ دینے کے واسطے اجارہ کیا اور موجر کا چوپایہ بیمار ہوگیا تو عذر نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مستاجر سوار ہو کر چلا پھر راہ میں مر گیا تو اس پر جس قدر چلا ہے اس کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا اور باقی کا ساقطہ ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ ہشام نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ ایک عورت حج میں قربانی کے روز دسویں تاریخ بچہ جنی ہنوز اس نے طواف نہیں کیا تھا اور اونٹ والے نے اس کے ساتھ توقف کرنے سے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اجارہ ٹوٹنے کے واسطے یہ امر عذر ہے کیونکہ طواف کو چھوڑ کر عورت وہاں سے نکل نہیں سکتی ہے اور اونٹ والے کو بھی مدت نفاس ختم ہونے تک اس کے ساتھ پڑے رہنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا ہے اور اگر وہ عورت اس سے پہلے زچہ ہو چکی ہو اور اب نفاس کے ایام میں سے مثل ایام حیض کے یا اس سے بھی کم رہ گئے ہوں تو اونٹ والے پر جبر کیا جائے گا کہ اس کے ساتھ اتنے دنوں تک قیام کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک کام کے استاد کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ اس سال میں مجھے یہ کام سکھلا دے پھر چھ مہینے گزر گئے اور اس نے کچھ نہیں سکھایا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور میں نے اس کی

---

[1] بلکہ نوکروں سے کھیتی کرایہ پر کرتا ہو۔ [2] معین اس واسطے کہ جب وہ خاص ہے تو بدل کی گنجائش نہیں ہے بخلاف غیر معین کے کہ وہاں سواری مقصود ہے اور بدل بہت ممکن ہے۔

کوئی روایت کتاب میں نہیں دیکھی لیکن شیخ علی اسبیجابی نے ایسا ہی فتویٰ دیا ہے پس میں نے بھی یہی فتویٰ دیا کذا فی الصغریٰ۔ اگر کوئی چیز خرید کر دوسرے شخص کو اجارہ پر دے دی پھر اس کے عیب سے مطلع ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ بسبب عیب کے واپس کردے اور اجارہ فسخ کردے یہ محیط میں ہے اور تجرید میں لکھا ہے کہ اگر اپنے تئیں کسی کام یا صناعت میں اجارہ پر دیا پھر اس کی رائے میں آیا کہ اس کام کو نہ کرے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر اس کے افعال میں سے یہ کام نہ ہو بلکہ لوگ اس پر یہ کام کرنے سے عیب رکھتے ہوں تو اجارہ فسخ کرسکتا ہے یہ خلاصہ ومحیط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے ایسا بیت جس میں پن چکی ہے کرایہ پر لیا اور اجارہ میں ہر حق کے ساتھ جو اس کو ثابت ہے لینا بیان کر دیا تو حقوق میں پن چکی داخل نہ ہوگی ☆

اگر کسی عورت نے اپنے تئیں ایسے کام کے اجارہ میں دے دیا جس کام کا اس پر عیب رکھا جائے تو اس کے وارثوں کو اختیار ہے کہ اس کو اجارہ سے نکال لیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر پن چکی کا پانی کم ہو گیا پس اگر بہت کمی آ گئی تو اجارہ فسخ کرسکتا ہے اور اگر تھوڑی کمی ہے تو نہیں فسخ کرسکتا ہے اور قدوری نے فرمایا کہ اگر پانی میں اس قدر کمی ہوگئی کہ جس قدر پہلے پیستی تھی اس کے آدھے سے بھی کم پیستی ہے تو یہ بہت کمی میں گنا جائے گا اور واقعات ناطفی[1] میں لکھا ہے کہ اگر پن چکی کا پانی گھٹ گیا اور ایسی سست چلنے لگی کہ بہ نسبت سابق کے آدھا اناج پیستا ہے تو مستاجر کو واپس کر دینے کا اختیار ہے اور اگر اس نے واپس نہ کی بلکہ پیسے گیا تو یہ نقصان وعیب پر رضامندی ہے پھر اس کے بعد اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ رہے گا اور اگر مدت اجارہ کے اندر پن چکی کا پانی موقوف ومنقطع ہو گیا مثلاً کسی قدر اجرت معلومہ پر ایک مہینے معلوم کے واسطے پن چکی کرایہ پر لی اور مہینے کے درمیان میں پانی منقطع ہو گیا اور مستاجر اس سے کام نہ لے سکا تو اس کو خیار ہوگا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے پس اگر اس نے اجارہ فسخ نہ کیا یہاں تک کہ پھر پانی آنے لگا تو باقی مدت کا اجارہ اس کے ذمہ لازم ہوگا کیونکہ جو بسبب فسخ کا تھا وہ جاتا رہا مگر مستاجر سے بحساب اس کے اجرت کم کر دی جائے گی ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے پھر مشائخ نے امام محمدؒ کے اس قول کی تفسیر میں یعنی قولہ بحساب اس کے اجرت کم کر دی جائے گی اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ مہینے میں جس قدر دونوں پانی منقطع ہو گیا ہے اس کے حساب سے مثلاً دس روز پانی منقطع ہوا تو دس روز کے حساب سے جو کرایہ ٹھہرا ہے اس کا تہائی[2] کم کیا جائے گا اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایسا بیت جس میں پن چکی ہے کرایہ پر لیا اور اجارہ میں ہر حق کے ساتھ جو اس کو ثابت ہے لینا بیان کر دیا تو حقوق میں پن چکی داخل نہ ہوگی اور موجر کو اختیار ہوگا کہ اپنی چکی اٹھوا لے اور اگر بیت کو مع چکی اور دونوں پاٹوں کے اجارہ پر لیا تو اس کو چکی کے حقوق حاصل ہوں گے پھر اگر اس پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا تو واپس نہ کرے یہاں تک کہ سال گزر جائے پس اگر وہ بیت ایسا ہے کہ بدوں چکی کے نفع کے اس بیت سے بھی نفع ہو سکتا ہے تو اجرت دونوں پر تقسیم کر کے چکی کا حصہ اس کے ذمہ سے ساقط کیا جائے گا اور بیت کا حصہ اجرت اس کے ذمہ لازم کیا جائے گا اور اگر بیت سے کوئی فائدہ سوائے اس چکی کے فائدہ کے نہ ہو تو مستاجر کے ذمہ کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اگرچہ اس نے بیت کو واپس نہیں کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے پن چکی مع اس کے آلات وبیت کے اجارہ پر لی اور اس

---

[1] ناطفی چونکہ حلوائے ناطف فروخت کرتے تھے لہٰذا اس طرح مشہور ہوئے اور یہ کبار مشائخ اتقیاء میں سے ہیں۔ [2] کیونکہ دس دن پورے مہینہ کا تہائی ہے۔

وقت پانی برابر جاری تھا پھر وہاں پانی آنا منقطع ہو گیا تو یہ عذر ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جس وقت اس نے پن چکی اجارہ پر لی ہے اس وقت پانی منقطع ہوا اور مستاجر نے کہا کہ میں اپنی نہر کا پانی اس طرف پھیر لاؤں گا اور یہ امر بدوں کھودنے اور بدوں خرچ کے ممکن ہے تو مستاجر کے ذمہ اجرت واجب ہو گی خواہ وہ نہر کا پانی یہاں پھیر لایا اور یا نہ لایا ہو اور اگر پانی پھیر لانے کے واسطے اس نے سعی کی اور اپنی نہر میں سے ایک نہر کھود کر چکی کی نہر میں لایا اور[1] وہاں گزرا اور کہا کہ میری رائے میں آیا کہ میں اس کو کھودوں تو اس کو اجارہ چھوڑ دینے کا اختیار ہے اور اگر اس نے اجارہ نہ چھوڑا پس اگر کھود کر پانی جاری کر دیا پھر اس کی رائے میں آیا کہ یہ پانی اپنے کھیت کی طرف جاری کرے اور اجارہ چھوڑ دے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اجرت لازم آئے گی اور اگر اس وجہ سے کوئی ایسا ضرر عظیم پیدا ہوا کہ جس سے اس کی کھیتی جاتی رہنے کا خوف ہے اور اس کے مال کو سخت نقصان پہنچتا نظر آتا ہے اگر پانی نہ پہنچے تو یہ عذر قرار دیا جائے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ اجارہ ترک کر دے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے زمین اجارہ پر لی پھر اس کا پانی ٹوٹ گیا پس اگر وہ زمین نہر کے پانی یا بارش کے پانی سے سینچی جاتی تھی اور اس سال بارش نہ ہوئی تو اس کو کچھ اجرت نہ دینی پڑے گی اور اگر کوئی زمین اجارہ پر لی اور زراعت کرنے سے پہلے وہ سب پانی میں غرق ہوئی اور مدت گزر گئی تو اس کو کچھ اجرت نہ دینی پڑے گی جیسا کہ غاصب کے غصب کر لینے میں حکم[2] ہے اگر اس نے زراعت کی پھر کھیتی کو کوئی آفت پہنچی کہ جس سے کھیتی تلف ہو گئی یا بعد زراعت کرنے کے زمین غرق ہو گئی اور کچھ پیداوار نہ ہوئی تو امام محمدؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ اس پر پوری اجرت واجب ہو گی۔ اور دوسری روایت میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ واجب نہ ہو گی اگر کوئی زمین اجارہ پر لی اور اس میں کھیتی بوئی پھر اس کا پانی کم ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ موجر کو قاضی کے پاس لے جا کا نالش کر کے یہ حکم حاصل کرے کہ کھیتی کے پکنے تک اجر المثل پر زمین مستاجر کے پاس چھوڑ دے پھر اس کے بعد اگر اس نے زمین کو پانی دیا تو اجارہ نہیں توڑ سکتا ہے اور فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ اگر کھیتی تلف ہو گئی تو اس کے تلف ہونے کے بعد باقی مدت کی کچھ اجرت اس پر واجب نہ ہو گی لیکن اگر وہ قابو پائے کہ زمین میں پہلے کے مثل یا کم ضرر دینے والے بیج بو دیئے تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر کھیتی میں کوئی خلل یا نقصان آیا تو اس پر پورا پوتہ واجب ہوگا اگر چہ گنجائش[3] نہ ہو بشرطیکہ اس نے ایسے واقعہ کے وقت قاضی کے پاس مرافعہ نہ کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان اور محیط میں ہے۔

اگر پانی ٹوٹ گیا پس اگر بدوں پانی کے کھیتی ہو سکتی ہے تو اجارہ فسخ کرنے کے واسطے یہ عذر کافی نہ ہوگا اور اگر نہیں ہو سکتی ہے تو عذر ہے اور اگر اس نے اجارہ فسخ نہ کیا یہاں تک کہ مدت گزر گئی تو کچھ اجرت واجب نہ ہو گی اور اگر فسخ نہ کرنے کی صورت میں اس نے زمین کو پانی دیا تو فسخ کرنے کا حق باطل ہو گیا اور اگر اس قدر پانی میسر آیا کہ زمین کے فقط تھوڑے ٹکڑے کو کافی ہے تو اس کو اختیار[4] باقی رہے گا اور اگر اس نے اجارہ نہ توڑا تو جس قدر حصہ زمین سیراب ہو گیا ہے اسی کا حصہ اجرت واجب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اجارہ کی زمین میں سے موجر نے کوئی درخت کاٹ لیا تو مستاجر کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ درخت بھی اجارہ میں مقصود ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور فتاویٰ آہو میں ہے کہ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے موجر کو اجارہ والی زمین کے درخت بیچنے کی اجازت دے دی تو قاضی نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہ ہوگا اور بھی قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر سے کہا گیا کہ تو اجارہ کی زمین دس دینار کو خریدتا ہے اس نے کہا کہ میں نو دینار کو خریدتا ہوں پس بائع نے کہا کہ میں اس کو دس دینار کو بیچتا ہوں

---

[1] قولہ وہاں.... اسی طرح اصل میں عبارت مجمل ہے اور مقدمہ دیکھو۔ [2] یعنی غاصب نے وہ زمین غصب کر لی تو مستاجر پر پوا رنہ ہوگا۔

[3] قولہ گنجائش یعنی دوبارہ زراعت کی وسعت نہ ہو۔ [4] اختیار یعنی چاہے اجارہ توڑ دے۔

تو قاضی نے فرمایا کہ اس سے اجارہ فسخ نہ ہوگا اور بھی دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دس درہم کرایہ پر ایک گھر اجارہ پر لیا اور اس میں کچھ مدت تک رہا پھر لشکر خوارزم کے خوف سے بھاگ گیا حالانکہ مالک نے اس سے سب کرایہ پیشگی وصول کرلیا تھا پھر مالک نے وہ مکان دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا پھر پہلا کرایہ دار آیا پس آیا اس کو یہ اختیار ہے کہ دوسرے کرایہ دار کو نکال کر جتنے دنوں وہ رہا ہے اتنے دنوں کا کرایہ لے لے تو فرمایا کہ ہاں یہ اختیار ہے بشرطیکہ اس نے مکان کو بطور فسخ اجارہ کے نہ چھوڑا ہو اور کسی دوسرے کو کرایہ پر دے دینے کی اجازت بھی دی ہو اور اگر اس نے اجازت نہ دی ہو تو مکان کا مالک غاصب قرار دیا جائے گا اور سب کرایہ اسی کو ملے گا پہلے کرایہ دار کو کچھ نہ ملے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

زراعت کے واسطے کوئی زمین اجارہ پر لی پھر بڑی نہر خراب ہوگئی اور متاجر سینچنے سے عاجز ہوا تو اس کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہے ☆

ایک شخص نے ایک غلام ایک درہم ماہواری پر اجارہ پر لیا پھر غلام بیمار ہوگیا اور جیسا کام کیا کرتا تھا ویسا نہ کرسکا لیکن جیسا صحت میں کرتا تھا اس سے کم کرسکتا ہے تو متاجر کو اختیار ہے کہ اجارہ توڑ دے اور اگر نہ توڑا یہاں تک کہ مہینہ گزر گیا تو اجرت دینی پڑے گی اور اگر ایسا بیمار ہوا کہ کچھ کام نہیں کرسکتا ہے تو متاجر پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے ایک شخص کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے فلاں مقام پر کنواں کھود دے اور وہ مقام اس کو دکھلا دیا اور کنوئیں کے چکر کا اندازہ بھی دکھلا دیا اور یہ شرط لگائی کہ دس گز فی گز دو درہم کے حساب سے کھود دے پھر مزدور چند گز کھودنے پایا تھا کہ مر گیا تو جس قدر اس نے کھودا ہے اور جس قدر باقی ہے دونوں کی قیمت لگائی جائے گی پھر اجرت دونوں قیمتوں پر تقسیم کر کے جس قدر کھودی ہوئی کی قیمت کے پڑتے میں پڑے وہ مزدور کو ملے گی کیونکہ ہر گز اس کے اسفل و اعلیٰ میں شایع ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اعلیٰ کے ہر گز کی قیمت اور اسفل ہر گز کی قیمت دیکھی جائے گی کیونکہ اوپر کے گزوں میں کھدائی سستی ہوتی ہے اور نیچے کے گزوں میں کھدائی گراں ہوتی ہے اس واسطے دونوں قیمتوں کا جمع کرنا ضروری ہے تاکہ اعتدال متحقق ہو پھر جب اعلیٰ و اسفل کی قیمت ظاہر ہوگئی پس اس کا ہر گز دونوں گزوں میں سے رکھا جائے گا اور دونوں قیمتوں کے حساب سے اس کا حصہ اجرت لیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ عیون میں ہے کہ اگر کوئی زمین اجارہ پر لی اور اس میں کھیتی بوئی اور اس کے سینچنے کے واسطے پانی نہ پایا اور کھیتی خشک ہوگئی تو فرمایا کہ اگر اس نے بدوں پانی کے زمین اجارہ پر لی ہے اور جس نہر سے پانی لے کر سینچنے کی امید تھی اس کا پانی منقطع نہیں ہوا ہے تو متاجر کو پوری اجرت دینی پڑے گی اور اگر اس کا پانی منقطع ہوگیا تو متاجر کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اس نے زمین کو سینچنے کے پانی کے ساتھ اجارہ پر لیا ہے پھر پانی ٹوٹ گیا تو پانی ٹوٹنے کی وجہ سے جس دن سے کھیتی میں فساد آیا اس دن سے اجرت ساقط ہوجائے گی کذا فی الکبریٰ و ہکذا فی المحیطین زراعت کے واسطے کوئی زمین اجارہ پر لی پھر بڑی نہر خراب ہوگئی اور متاجر سینچنے سے عاجز ہوا تو اس کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اگر اس نے فسخ نہ کیا یہاں تک کہ مدت گزر گئی تو متاجر کو اجرت دینی پڑے گی بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ کسی حیلہ سے متاجر اس میں کھیتی کرسکے اور اگر کسی وجہ سے اس میں کچھ زراعت نہیں کرسکتا ہے تو اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر پانی منقطع نہ ہوا بلکہ وہ اس قدر بہا کہ وہ زراعت سے عاجز ہوگیا تو بھی اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر پہاڑی زمین اجارہ پر لی اور اس میں بیج ڈال دیئے پھر اس سال پانی نہ برسا اور کھیتی نہ جمی یہاں تک کہ پورا سال گزر گیا پھر پانی برسا اور کھیتی اگی تو ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ تمام کھیتی متاجر کی ہوگی اور اس پر زمین کا کرایہ یا نقصان دینا کچھ

واجب نہ ہوگا اور ہمارے استاد نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ کھیتی اگنے سے پہلے کا کرایہ اس پر واجب نہ ہوگا لیکن کھیتی اگنے کے بعد واجب ہوگا کہ اجر المثل پر اپنی کھیتی باقی رہنے کی درخواست کرے یہ کبریٰ میں ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر امسال پانی نہ برسا اور کھیتی نہ اگی پھر اجارہ کا سال گزرنے کے بعد کھیتی اگی تو وہ کاشتکار کی ہے اور زیادتی[1] کو صدقہ کر دے اور اگر زمین کے مالک نے کہا کہ میں کھیتی اکھاڑے ڈالتا ہوں تو اس کو اختیار ہے یہ خلاصہ میں ہے اور فتاویٰ ابواللیثؒ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دو پن چکیاں ایسی جگہ اجارہ پر لیں کہ جہاں یہ عادت جاری ہے کہ نہر کا کھدوانا موجر کے ذمہ ہوتا ہے اور ان دونوں کی نہر کے صاف کرانے کی ضرورت ہوئی اور ایسی ہوگئی تھی کہ صرف ایک پن چکی کا کام نکال سکتی تھی پس اگر وہ نہر اس لائق باقی ہے کہ اگر اس کا پانی دونوں پن چکیوں کی طرف پھیر دیا جائے تو دونوں سے ناقص کام نکل سکتا ہے تو مستاجر کو اجارہ توڑنے کا اختیار حاصل ہوگا کیونکہ اجارہ سے جو کچھ اس کا مقصود تھا اس میں خلل واقع ہوا ہے اور اگر اس نے فسخ نہ کیا تو اس پر دونوں کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ دونوں سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے اور اگر پانی صرف اس قدر رہ گیا ہے کہ دونوں کی طرف پھیرنے سے دونوں پن چکیاں کام نہیں دے سکتی ہیں پس اگر اس نے اجارہ فسخ نہ کیا تو اس پر ایک پن چکی کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر دونوں کے کرایہ میں فرق ہو تو اس پر دونوں میں زیادہ کرایہ واجب ہوگا بشرطیکہ تمام پانی زیادہ کرایہ والی پن چکی کو کافی ہوتا ہو اور اگر اجارہ ایسے مقام پر واقع ہو کہ جہاں نہر کا صاف کرانا مستاجر کے ذمہ ہے تو ہر حال میں مستاجر کو پورا کرایہ دینا پڑے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کوئی خیمہ اجارہ پر لیا اور کی میخیں ٹوٹ گئیں تو اجرت ساقط نہ ہوگی بلکہ واجب ہوگی اور اس باعث سے فسخ اجارہ کا اختیار نہ ہوگا اور اگر طنابیں ٹوٹ گئیں تو اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک جولاہا کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ مجھے یہ سوت بن دے اور یہ سوت ایسا ہے کہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے اور جولاہا سے بدوں مدت طویل کے بنتا ہو نہیں سکتا ہے تو جولاہا کو اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ ٹوٹ جانا کثرت سے واقع ہوتا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر مستاجر نے کرایہ کے گھر میں برے کام اور بدفعل کرنا شروع کئے جیسے شراب خواری و سود خواری یا زنا و لواطت وغیرہ تو اس کو نصیحت کے طور پر فہمائش کی جائے گی مگر مکان والے یا پڑوسیوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو مکان سے نکال[2] دیں اسی طرح اگر اس نے گھر کو چوروں کی بیٹھک قرار دی کہ وہاں پناہ لیں تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک دوکان کرایہ پر لی اور اس دوکان کی پشت ایک مسجد کی طرف ہے پھر چھ مہینے گزر گئے اور اس مدت میں مسجد کی طرف سے دوکان میں تین مرتبہ چوری ہوئی پس آیا مستاجر کو فسخ عقد کا اختیار ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اختیار ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک روز جنگل میں کام کرنے کے واسطے مزدور مقرر کیا مثلاً گارا بنانے وغیرہ کے واسطے اجیر کیا پھر جب مزدور جنگل کی طرف نکلا تو پانی برسنے لگا تو اس کو اجرت نہ ملے گی ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی فتویٰ دیا کرتے تھے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

شمس الائمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے ایک گاؤں میں ایک حمام اجارہ پر لیا پھر وہاں کے لوگ بھاگ کر جلاوطن ہو گئے اور اجازت کی مدت گزر گئی پس آیا اجرت واجب ہوگی فرمایا کہ اگر حمام سے اس کو کوئی آرام حاصل کرنا ممکن نہ ہوا تو اجرت واجب نہ ہوگی اور شیخ علی سغدی نے مطلقاً نہ واجب ہونے کا حکم کیا اور اگر کچھ لوگ بھاگ گئے اور کچھ رہ گئے تو دونوں شیخوں نے یہی جواب دیا کہ اجرت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کی عورت نے اس کے ساتھ کرایہ کے مکان میں رہنے سے انکار کیا تو یہ عذر[3] نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ عقد اجارہ جس شخص کے واسطے واقع ہوا ہے اگر وہ مر جائے تو عقد

---

[1] زیادتی یعنی بغیر عقد اجارہ کے اس نے یہ پیداوار پائی تو خرچہ سے زائد سب محتاجوں کو دے دے اور صدقہ میں جو شرط حلوس و مال حلال کی ہے وہ نیت نہ کرے فافھظ۔ [2] نکال...... بلکہ سلطان بطور تعزیہ کے بندوبست کرے گا۔ [3] فسخ اجارہ کا عذر۔

فسخ ہو جائے گا اور جس شخص کے واسطے اجارہ واقع نہیں ہوا ہے اس کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا اگرچہ اس نے عقد قرار دیا ہو اور مراد یہ ہے کہ اگر وکیل یا باپ یا وصی نے موکل یا طفل وصغیر کے واسطے عقد قرار دیا تو ان کے مرنے سے عقد فسخ نہ ہوگا اسی طرح اگر متولی وقف نے اجارہ کیا پھر مرگیا[1] تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ قاضی نے اگر مثلاً یتیم کا مال اجارہ پر دیا پھر مرگیا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے مستاجر نے اگر اجارہ فسخ ہونے کی یہ تاویل کر کے سکونت اختیار کی کہ جب تک کرایہ جو میں نے پیشگی دے دیا ہے وصول نہ کرلوں تب تک مجھے روکنے کا اختیار ہے تو قول مختار کے موافق اگر وہ گھر کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو تو اس پر کرایہ واجب ہوگا اور موافق قول مختار کے وقف میں بھی ایسا ہی ہے موجر کے مرنے کے بعد مستاجر مکان میں رہتا رہا تو فتویٰ کے واسطے وہی حکم مختار ہے جو کتاب میں مذکور ہے یعنی کرایہ واجب نہ ہوگا بشرطیکہ کرایہ طلب کئے جانے سے پہلے سکونت اختیار کی ہو اور اگر کرایہ طلب کئے جانے کے بعد بھی رہتا رہا تو کرایہ واجب ہوگا اور اس صورت میں خواہ مکان کرایہ پر چلانے کے لئے ہو یا نہ ہو کچھ فرق نہیں ہے صرف فرق اس بات میں ہے کہ کرایہ طلب کرنے کے بعد رہا یا پہلے اور محیط میں لکھا ہے کہ جو کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو اس میں صحیح یہ ہے کہ ہر حال[2] میں کرایہ واجب ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر عقد اجارہ میں درمیانی فضول مرگیا پس اگر مالک کی اجازت دینے سے پہلے مرا ہے تو اجارہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس کے بعد مرا ہے تو باطل نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے فضولی کا عقد اجارہ صحیح ہونے کے واسطے چار چیزوں کا قیام شرط ہے ایک عقد دوسری دونوں عاقد تیسری مالک چوتھی معقود علیہ اور اگر ثمن از قسم عروض ہو تو اس کا قائم ہونا بھی شرط ہے پس ایسی صورت میں پانچ چیزوں کا قیام شرط ہو گیا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔ موجر یا مستاجر کے مجنوں ہو جانے کی وجہ سے اجارہ باطل نہیں ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر موجر یا مستاجر نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور یہاں اس کے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم ہو گیا تو اجارہ باطل ہو جائے گا اور اگر مدت اجارہ کے اندر وہ شخص مسلمان ہو کر پھر دار الاسلام میں لوٹ آیا تو اجارہ عود کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو اپنا مکان کرایہ پر دیا پھر ایک موجر مرگیا تو ہمارے نزدیک اسی کے حصہ کا اجارہ باطل ہوگا اور باقی زندہ کا باقی رہے گا اسی طرح اگر دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک مکان کرایہ پر لیا پھر ایک مستاجر مرگیا پس اگر وارث بقائے اجارہ پر راضی ہوا اور عاقد بھی راضی ہوا تو جائز ہے یہ بدائع میں ہے دو شخصوں نے ایک شخص سے زمین کرایہ پر لی پھر ایک مستاجر مرگیا تو زندہ مستاجر کے حصہ کا اجارہ باطل نہ ہوگا بحالہ باقی رہے گا اور بلا عذر فسخ نہ ہوگا اور بحساب آدھی زمین کے جو کچھ غلہ حاصل ہو وہ مستاجر کا ہوگا اور نصف حصہ اجرت کا اس کو دینا پڑے گا اور باقی آدھی زمین کا غلہ دوسرے مستاجر کے وارثوں کو ملے گا اور ترکہ میں سے ان کو حصہ اجرت ادا کرنا پڑے گا اور اگر زمین میں کھیتی لگی ہوئی ہو تو ایک مستاجر کے مرنے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا یہاں تک کہ غلہ وارثوں کے ہاتھ آجائے اور اتنے دنوں تک وہ زمین وارثان مستاجر کے پاس اسی کرایہ پر چھوڑی جائے گی جو مستاجر میت سے قرار پایا ہے اجر المثل نہ لیا جائے گا ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے بخلاف اس کے اگر اجارہ کی مدت گزر گئی اور زمین میں کھیتی لگی ہوئی ہے تو مستاجر کے پاس بعوض اجر المثل کے چھوڑی جائے گی یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

اگر مستاجر نے اجارہ کا مال بسبب میراث یا ہبہ وغیرہ کے پایا اور اس کا مالک ہوا تو اجارہ باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مستاجر[3] سے کہا کہ یہ اجارہ کی چیز فروخت کر دے اس نے قبول کیا تو جب تک فروخت نہ کر دے تب تک اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی القنیہ اور بعض مشائخ سے منقول ہے کہ موجر نے اگر مستاجر سے کہا کہ اجارہ کی چیز فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کرے اس

---

[1] مرگیا — کیونکہ متولی نے وقف کے منافع کے لئے اجارہ کیا تھا۔ [2] ہر حال یعنی طلب کرایہ سے پہلے یا بعد۔ [3] یعنی اس کو وکیل کیا۔

نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تو بیع جائز ہے اور اگر بجائے اس کے رہن کی چیز ہو اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اور مرتہن نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تو بیع جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اجارہ طویلہ کے اندر اگر مستاجر نے اجارہ کا مل طلب کیا اور موجر نے کہا کہ ہاں اچھا یا فارسی میں کہا کہ ہلا یا ہلا بدہم یعنی ہاں یا ہاں دوں گا میں یا کہا کہ زمان[1] دہ تو ایسی صورت میں اجارہ فسخ ہو جائے گا اگر چہ اس نے ادا نہ کیا ہو قالؒ اور ایسا ہی شیخ الاسلام ظہیر الدین مرغینانیؒ نے فتویٰ دیا ہے اور اگر موجر نے کہا روا بشد تو فسخ نہ ہوگا اور اگر کہا روا باشد بدہم یعنی روا ہے دے دوں گا تو فسخ ہو جائے گا اور اگر موجر نے جواب دیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اگر مل جائے گا تو دے دوں گا تو اس سے اجارہ فسخ نہ ہوگا اور اگر اجارہ طویلہ میں بلا طلب تھوڑا مال اجارہ دے دیا تو جب تک کل مال نہ ادا کر دے تب تک اجارہ فسخ نہ ہوگا اسی کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہے اور بعضے مشائخ نے اکثر کا اعتبار کیا ہے کہ اگر اکثر مال دے دیا یا کچھ رہ گیا تو اجارہ فسخ ہوگا اور قاضی امام استادؒ نے فرمایا کہ اگر کچھ مال بطور فسخ کے دے دیا ایسے طور سے دیا کہ اجارہ کے فسخ پر دلالت کرتا ہے تو سب کا اجارہ فسخ ہو جائے گا خواہ یہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر ایسے طور سے دیا کہ جو فسخ پر دلالت نہیں کرتا ہے تو جب تک کل مال ادا نہ کرے اجارہ فسخ نہ ہوگا اور یہ بعض مشائخ کا قول ہے اور اسی پر امام ظہیر الدین نے فتویٰ دیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ اپنے کرایہ کا روپیہ لے لے اور مستاجر نے کہا کہ اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائے گا ☆

فتاویٰ بخاریہ میں ہے کہ ایک موجر سے اس کے مستاجر نے کہا کہ یہ کرایہ والا مکان میرے ہاتھ فروخت کر دے اس نے کہا کہ ہاں اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائے گا اسی طرح اگر موجر نے کہا کہ میں اس گھر کو فروخت کرتا ہوں اور مستاجر نے کہا کہ ہاں اچھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مستاجر نے موجر سے کہا کہ یہ گھر میرے ہاتھ فروخت کرتا ہے اس نے کہا بیچتا ہوں تو شیخ برہان الدین اور قاضی خان نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ فسخ ہو جائے گا اور اگر مستاجر سے کہا کہ اس گھر کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دوں اس نے کہا کہ فروخت کر دے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا یہ قنیہ میں ہے اور اگر موجر[2] نے کہا کہ مال اجارہ نقد کن یعنی کرایہ کے روپیہ پر رکھ لے مستاجر نے کہا اچھا تو فرمایا اجارہ فسخ ہو جائے گا اور اگر موجر نے کہا کہ اپنا کرایہ کا روپیہ لے لے کہ میرے پاس خرچ ہوا جاتا ہے اور مستاجر نے جواب دیا کہ تو جان تو شیخ برہان الدین نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی بدیع الدین نے کہا کہ اگر اس نے فسخ کی نیت کی تو فسخ ہوگا ورنہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ اپنے کرایہ کا روپیہ لے لے اور مستاجر نے کہا کہ اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائے گا اور اگر مستاجر کے طلب کرنے کے بعد موجر نے ایسا کہا تو بھی یہی حکم ہے اور قاضی جمال الدین نے اسی طرح فتویٰ دیا ہے اور قاضی خان نے یہ فتویٰ دیا کہ فسخ نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر مستاجر کے طلب کرنے کے بعد موجر نے ایسا کہا تو فسخ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ موجر کے ایلچی نے مستاجر سے کہا کہ تیرے موجر نے کہا ہے کہ اپنے اجارہ کا روپیہ لے لے مستاجر نے کہا کہ ہاں اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائے گا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر موجر ایک شخص ہو اور مستاجر دو آدمی ہوں اور موجر نے دونوں میں سے ایک کا حصہ کرایہ پر دے دیا تو اسی کا حصہ اجارہ فسخ ہو گیا اور اگر دو موجر ہوں اور ایک مستاجر ہو اور مستاجر نے ایک کا اجارہ فسخ کیا تو اسی کا حصہ اجارہ فسخ ہوگا دوسرے کا فسخ نہ ہوگا اسی طرح اگر ایک شخص مر گیا تو بھی یہی حکم ہوگا۔

---

[1] یعنی مہلت دے۔ [2] قولہ موجر نے...... یعنی مالک مکان نے کرایہ پھیر دینے کے طور پر مستاجر سے کہا کہ اپنا روپیہ جو کرایہ پر دیا ہے پرکھ کر لے لے تو یہ دلیل ہے کہ اگر اس نے قبول کیا تو اجارہ فسخ کیا۔

محیط میں ہے کہ اگر اس نے ایک کی طرف کنجی پھینک دی اس نے قبول کر لی تو اسی کے حصہ کا اجارہ فسخ ہوا اور اگر مستاجر نے موجر کے پاس کوئی آدمی بھیجا اس نے کہلا بھیجا کہ سیم نقد شدہ است بیانا بہ گیری یعنی روپیہ نقد جمع ہو گیا ہے آ کر لے لے پھر جب مستاجر آیا تو موجر نے کہا کہ میں نے درہم خرچ کر ڈالے تو اجارہ فسخ نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر مستاجر نے موجر سے فسخ کے وقت کہا کہ میں نے جو محدود چیز تجھ سے اجارہ پر لی تھی اس کا اجارہ فسخ کر دیا تو فسخ صحیح ہے اگر چہ اس نے حدود بیان نہ کئے اور نہ اس اجارہ کی چیز کو موجر کی طرف نسبت کر کے بیان کیا ہے اسی طرح اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ میں نے جو محدود چیز تجھے اجارہ پر دی تھی اس کا اجارہ فسخ کر دیا تو بھی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنا مکان اجارہ پر دے دیا پھر اجارہ کی مدت گزرنے سے پہلے اس کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بائع اور مشتری کے درمیان بیع جائز منعقد ہوگی حتی کہ اگر اجارہ کی مدت گزر گئی تو بیع مشتری کے ذمہ لازم ہو جائے گی اور اس کو اختیار نہ ہوگا کہ لینے سے انکار کرے لیکن اگر مدت اجارہ گزرنے سے پہلے مشتری نے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا اور بائع سے سپرد کرنا ممکن نہ ہوا اور قاضی نے دونوں میں بیع فسخ کر دی تو مدت اجارہ گزرنے پر پھر عود نہ کرے گی کہ جائز ہو جائے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر موجر نے مستاجر کی بلا اجازت اجارہ کی چیز فروخت کر دی تو بائع اور مشتری کے حق میں بیع نافذ ہو جائے گی مگر مستاجر کے حق میں نافذ نہ ہوگی اور اگر مستاجر کا حق کسی وجہ سے ساقط ہو گیا تو یہ بیع[1] کام دے گی اس کی از سر نو تجدید کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اس صورت میں اگر مستاجر نے بیع کی اجازت دے دی تو سب کے حق میں بیع نافذ ہو جائے گی لیکن جب تک مستاجر کو اس کا مال اجارہ نہ پہنچ جائے تب تک اجارہ کی چیز اس کے قبضہ سے جدا نہ کی جائے گی اگر چہ وہ بیع پر راضی ہو گیا ہے پس اس کی رضامندی فسخ اجارہ کے حق میں معتبر ہے اس کے ہاتھ سے چھین لینے کے حق میں معتبر نہیں ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز کسی شخص کے ہاتھ بدوں مستاجر کی رضامندی کے فروخت کر کے سپرد کر دی پھر مستاجر سے رضامندی حاصل کی تو مستاجر کو اس کے رد کرنے کا حق نہ رہا اور اگر موجر نے اجارہ کی زمین مستاجر کی رضامندی سے فروخت کر دی یہاں تک کہ اجارہ فسخ ہو گیا یا دونوں نے باہم اجارہ فسخ کر لیا یا اجارہ کی مدت گزر گئی اور کھیتی از قسم بقولات موجود ہے مگر ایسی ہو گئی ہے کہ بلا خلاف اس کی بیع جائز ہے یا ایسی کھیتی ہے کہ اس کی بیع میں مشائخ کا اختلاف ہے تو وہ مستاجر کی ہوگی اور اگر مستاجر نے موجر کو تمام خصومتوں اور دعووں سے بری کر دیا پھر کھیتی پختہ ہوئی اور موجر نے اس کا غلہ اٹھوا لیا پھر مستاجر نے آ کر غلہ کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور موجر پر نالش کی پس آیا دعویٰ صحیح ہے اور نالش کی سماعت ہوگی یا نہیں تو بعض نے فرمایا کہ سمعت ہوگی کیونکہ یہ غلہ بری کرنے کے بعد حاصل ہوا ہے اور اگر ایسا ادا کہ موجر نے غلہ اٹھوا لیا پھر مستاجر نے اس کو تمام دعووں اور خصومات سے بری کر دیا پھر دعویٰ کیا کہ یہ غلہ میرا ہے تو اس کے دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر موجر نے مستاجر کی اجازت سے اجارہ کی چیز فروخت کر دی یہاں تک کہ اجارہ فسخ ہو گیا پھر وہ چیز مشتری نے موجر کو کسی عیب کی وجہ سے واپس کر دی پس اگر واپسی بطریق فسخ بیع کے نہ ہو تو اجارہ عود نہ کرے گا اور کچھ اشکال نہیں لازم آتا ہے اور اگر بطریق فسخ کے واپس کر دی پس آیا اجارہ عود کرے گا یا نہیں اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا اور اس پر فتویٰ طلب کیا گیا تو قاضی امام زرنجری نے اور میرے جد شیخ الاسلام عبدالرشید بن الحسین نے یہ فتویٰ دیا کہ اجارہ پر عود کرے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک مکان رہن لیا اور اس کی دہلیز ایک سال کے واسطے اجارہ کر لی پھر قرض دار نے سال گزرنے سے پہلے قرضہ ادا کر دیا تو دہلیز کا اجارہ فسخ ہو جائے گا

[1] قولہ کام دے گی یعنی جو بیع فقط لفظ میں منعقد تھی اب وہ کارآمد ہو جائے گی یعنی از سر نو ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں۔

خواہ اس نے برضامندی ادا کیا ہو یا بہ کراہت ادا کیا ہو یہ قنیہ میں ہے اور طویل[1] اجارہ نامہ میں یوں تحریر کیا کہ دونوں میں سے ہر ایک کو مدت خیار کے اندر دوسرے کے سامنے یا پیٹھ پیچھے فسخ کا اختیار ہے تو امام علی نسفی وغیرہ نے فرمایا کہ عقد فاسد ہے کیونکہ شرط خلاف شرع ہے اور امام فضلیؒ نے ذکر کیا کہ عقد فاسد نہ ہوگا کیونکہ خیار کی مدت عقد میں داخل نہیں ہے پس ہر ایک کو فسخ کا اختیار اس حکم سے حاصل ہوا نہ بحکم خیار حاصل ہوا ہے اور ہم نے امام محمدؒ سے ایک روایت پائی جس میں مروی ہے کہ عقد فاسد نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ اجارہ فسخ کر دیا اور مال اجارہ جو پیشگی ادا کیا ہے اس میں سے کچھ وصول کیا اور باقی کی میعاد مقرر کر دی تو فرمایا کہ جائز ہے اور قاضی جمال الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اجارہ کی چیز کو فروخت کر دیا پھر جب مستاجر کو خبر پہنچی تو وہ مشتری کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے یہ چیز جو میرے پاس اجارہ میں ہے خریدی ہے مجھے اتنی مہلت دے کہ میں اپنا کرایہ پیشگی دیا ہوا وصول کرلوں تو قاضی جمال الدین نے فتویٰ دیا کہ اس سے اجارہ فسخ ہو گیا اور بیع نافذ ہوگئی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایسی زمین مثلاً جو اس پر وقف کی گئی تھی زید کو دس برس کے واسطے اجارہ پر دی پھر پانچ برس بعد مر گیا اور وہ وقف دوسرے مصرف کی طرف منتقل ہوا تو اجارہ ٹوٹ گیا اور جس قدر مال اجارہ پیشگی دیا ہوا مستاجر کا رہ گیا وہ سب میت کے ترکہ میں سے وصول کر لے یہ قنیہ میں ہے غلام ماذون نے اگر اپنی کمائی ہوئی کوئی چیز اجارہ پر دے دی پھر مولیٰ نے اس کو مجبور کر دیا تو اجارہ باطل ہو گیا اور اگر مکاتب نے اپنے تئیں کسی کو اجارہ پر دیا پھر مال کتابت ادا کرنے سے عاجز قرار دیا گیا تو اجارہ باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر غلام ماذون نے اپنے تئیں کسی کو اجارہ پر دیا پھر مولیٰ نے اس کو مجحور کر دیا یعنی تجارت وتصرفات سے منع کر دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اجارہ باطل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

بیسواں باب:

کپڑے اور متاع وزیور وخیمہ وغیرہ ایسی چیزوں کے اجارہ کے بیان میں

اگر کسی عورت نے درع چندروز معلومہ تک کسی قدر اجرت معلومہ پر پہننے کے واسطے کرایہ پر لی تو جائز ہے اور عورت کو اختیار ہوگا کہ تمام دن اور راول وآخر رات میں اس کو پہنے اس کے سوا نہیں پہنے بشرطیکہ وہ کپڑا احتیاط سے پہننے اور تجمل کے واسطے ہو اور اگر وہ کپڑا احتیاط سے پہننے اور تجمل کا نہ ہو بلکہ ثیاب بذلہ ومہنہ میں سے ہو یعنی سستا ہمیشہ معمول سے پہننے کے لائق ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ تمام رات پہنے رہے پھر اگر احتیاط اور تجمل سے پہننے کا کپڑا ہو اور عورت نے اس کو تمام رات پہنا اور وہ پھٹ گیا پس اگر رات میں پھٹا ہے تو وہ عورت ضامن ہوگی اور اگر رات میں نہیں پھٹا مثلاً دن نکلے پھٹا ہے تو ضامن نہ ہوگی اگر چہ اس نے تمام رات پہننے میں عقد اجارہ کی مخالفت کی اور عورت کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ احتیاط کے کپڑے کو دن میں پہنے ہوئے سورہے اور اگر پہنے ہوئے سوئی اور اس وجہ سے وہ کپڑا پھٹ گیا تو عورت ضامن ہوگی اور جس حال میں وہ پہنے ہوئے سوئی ہے اس ساعت کی اجرت اس پر واجب نہ ہوگی کیونکہ پہنے ہوئے سونے کی حالت میں وہ عورت غاصبہ قرار دی گئی ہے اور غاصب پر کرایہ واجب نہیں ہوتا ہے اور اس ساعت سے پہلے اور بعد کا کرایہ اس پر واجب ہوگا کیونکہ جب وہ جاگی تو اس نے مخالفت ترک کر دی اور ہنوز عقد اجارہ باقی تھا پس پھر وہ عورت امین ہوگئی اور اس قدر ساعت کا کرایہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ جو شخص ساعات کو جانتا ہے اس سے کہا جائے وہ تمام کرایہ ساعتوں پر تقسیم کر کے اس قدر ساعت کا کرایہ بتلا دے گا اور یہ سب اس وقت ہے کہ یہ کپڑا احتیاط وتجمل کا ہو اور اگر معمولی سستا ہو تو عورت کو سوتے میں

---

[1] طویل اجارہ جس کو اجارہ بخاریہ بھی کہتے ہیں اور اس کی صورت پہلے مذکور ہو چکی ہے اور وہ تمیں سال تک ہوتا ہے یا زیادہ۔

پہننے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت نے وہ کپڑا ایک درہم روز پر باہر جانے کی غرض سے کرایہ لیا اور اس کو اپنے گھر میں بھی پہنا تو کرایہ اس پر واجب ہوگا اسی طرح اگر اس نے نہ پہنا اور نہ باہر نکلی تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اس کو چوہے نے کتر دیا یا آگ سے جل کر داغ پڑ گیا یا کیڑے چاٹ گئے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے اپنی بیٹی یا باندی کو اس کے پہننے کا حکم دیا اس نے پہنا اور وہ پھٹ گیا تو عورت ضامن ہوگی چنانچہ اگر کسی اجنبی عورت کو پہنا دے تو ضامن ہوگی مگر اس عورت کو کرایہ دینا واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر اس عورت کی باندی نے اس کو بلا عورت کی اجازت کے پہن لیا تو عورت ضامن نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر عورت نے کہیں جانے کی غرض سے ایک درہم روز پر کپڑا اجارہ پر لیا اور وہ کپڑا اُن ہی میں عورت سے ضائع ہو گیا تو اس پر کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر مالک اور عورت نے اختلاف کیا یعنی مالک نے کہا کہ دن میں ضائع نہیں ہوا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ دن ہی میں ضائع ہوا ہے تو صورت حال کے موافق حکم دیا جائے گا کہ اگر جھگڑے کے وقت وہ کپڑا عورت کے ہاتھ میں ہو تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر عورت ہاتھ میں نہ ہو تو عورت ہی کا قول قبول ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ضائع ہونے کے بعد پھر مل گیا ہو اور اگر پھر نہ ملا ہو تو یہ صورت امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر نہیں فرمائی اور چاہئے کہ عورت ہی کا قول قبول ہو اور اگر وہ کپڑا عورت کے پاس سے چوری ہو گیا تو اس پر ضمان لازم آئے گی اور اگر عورت کے پہننے سے کپڑا پھٹ گیا تو بھی اس پر ضمان نہ ہوگی اگر چہ تلف ہونا اسی کے ہاتھ سے لازم آیا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک تنبو اجارہ پر لیا اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے کہ دوسرے کو اجارہ پر دے دے جیسا کہ مکان کی صورت میں حکم ہے ☆

اگر کچھ مدت معلومہ تک پہننے کے واسطے کوئی کپڑا اجارہ پر لیا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو پہنائے کیونکہ پہننے میں تفاوت ہوتا ہے اور عقد اجارہ میں عادت کے موافق پہنا مراد لیا جائے گا یعنی دن میں اور اول شب میں سوتے وقت تک اور آخر رات میں اٹھنے کے وقت اور رات میں اس کو پہن کر نہیں سو سکتا ہے اور اس نے رات میں بھی پہنا اور پھٹ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر بچ گیا یہاں تک کہ اس کے پہننے کا وقت جائز آ گیا تو ضمان سے بری ہو جائے گا اور جو کپڑا ایسا ہو کہ اس کو پہن کر رات میں سویا جاتا ہے تو اس کو رات میں پہن سکتا ہے اور کپڑے کو چادر کے طور پر اوڑھنا جائز ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا پہننا ہے مگر لنگی باندھنا نہیں جائز ہے اور اگر اس صورت میں پھٹ جائے تو ضامن ہوگا اور اگر اس کی بلا اجازت اس کے غلام نے پہنا تو غلام ضامن ہوگا کہ یہ قرضہ اس کی گردن پر چڑھے گا اگر باہر پہن کر جانے کے واسطے اجارہ پر لیا اور اس کو اپنے گھر میں پہنا یا رکھ چھوڑا اور نہ پہنا تو ضامن نہ ہوگا اور کرایہ واجب ہوگا اور اس کے برعکس صورت میں ضامن ہوگا اور اگر ہر مہینہ ایک درہم پر پہننے کے واسطے اجارہ پر لیا اور گھر میں دو برس تک رکھ چھوڑا تو اس پر ایک درہم ماہواری کے حساب سے برابر کرایہ چڑھتا رہے گا یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اگر اتنی مدت تک برابر پہنے تو ایسا کپڑا پھٹ جائے اور اگر ایک کپڑا اس شرط سے صبح سے رات تک کے واسطے کرایہ پر لیا کہ اگر مستاجر کی رائے میں آیا تو آج واپس نہ کرے گا پھر مستاجر نے اس کو دس روز تک واپس نہ کیا تو استحساناً اس پر ہر روز کی اجرت واجب ہوگی اور زیور کا حکم مثل کپڑے کے ہے اور تنبو و خیمہ و قبہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مثل کپڑے کے ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ان کا حکم مثل بیت کے ہے اور اگر کوئی قبہ اس شرط سے اجارہ پر لیا کہ اس کو اپنے بیت میں کھڑا رہے گا پھر اس کو جنگل میں کھڑا کیا تو ضامن ہوگا اور مستاجر کو یہ اختیار

نہیں ہے کہ اس کو کسی شخص کو بطور عاریت وغیرہ کے دے دے جیسے کپڑے کو نہیں دے سکتا ہے یہ امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے موافق ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک تنبو اجارہ پر لیا اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے کہ دوسرے کو اجارہ پر دے دے جیسا کہ مکان کی صورت میں حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قلت[1] ینبغی ان یکون ہذا علی قول محمدؒ اگر کوئی قبہ اس واسطے لیا کہ اپنے بیت میں کھڑا کرے گا اور ایک مہینہ تک اس میں رات کو سویا کرے گا تو جائز ہے اور اگر ان گھروں کو جن میں نصب کرے گا نام بنام بیان نہ کیا تو بھی عقد جائز ہے اور اگر کسی بیت کا نام بیان کیا پھر اس کے سوائے دوسرے بیت میں ایک مہینہ بھر نصب کیا تو جائز ہے اور اس پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر اس کو دھوپ یا میٹھ میں کھڑا کیا حالانکہ اس سے قبہ کو نقصان پہنچتا ہے پس اگر اس سے اس میں کچھ نقصان آیا تو متاجر ضامن ہوگا اور اگر قبہ نقصان سے بچ رہا تو استحساناً متاجر پر اجرت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر یہ شرط ٹھہرائی کہ اس کو ایک دار معینہ میں نصب کرے گا پھر اس کو دوسرے قبیلہ میں دوسرے دار میں نصب کیا لیکن یہ امر اسی شہر میں واقع ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کو کسی دوسرے شہر میں لے گیا یا سواد[2] شہر میں لے گیا تو اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی خواہ قبہ صحیح سالم بچ گیا ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر کوئی تنبو اس واسطے کرایہ پر لیا کہ اس کو مکہ معظمہ میں لے جائے گا تا کہ اس کو تان کر سایہ میں بیٹھے تو یہ جائز ہے اور اس کو اختیار ہوگا کہ خواہ اپنے واسطے تان کر سایہ کرے یا غیر کے واسطے کیونکہ اس کا استعمال لوگوں میں بلا تفاوت ہوتا ہے اور اگر اس نے خیمہ یا تنبو یا قبہ میں چراغ جلایا یا قندیل لٹکائی کہ مفسد ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس میں باورچی خانہ کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ اس نے ایسا فعل کیا جیسے لوگوں کی عادت نہیں ہے لیکن اگر یہ خیمہ وغیرہ ایسے کام کے واسطے رکھا گیا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کوئی تنبو اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اس کو سفر میں لے جائے گا اور آمد و رفت میں کام میں لائے گا اور ساتھ لے کر حج کرے گا اور فلاں روز شہر سے نکل کر روانہ ہوگا تو یہ جائز ہے اور اگر روانہ ہونے کا وقت بیان نہ کیا پس اگر حاجیوں کے نکلنے اور روانہ ہونے کا کوئی ایسا وقت مقررہ معلوم نہ ہو کہ جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی ہے تو اجارہ قیاساً و استحساناً فاسد ہے۔ اور اگر حاجیوں کے نکلنے کا کوئی ایسا وقت مقررہ معلوم ہو کہ جس میں تقدیم و تاخیر نہ ہوگی تو استحساناً اجارہ جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر تنبو پھٹ گیا حالانکہ اس نے کوئی سختی نہیں کی اور نہ کوئی مخالفت کی تو ضمان لازم نہ آئے گی اور اگر تنبو نہ پھٹا لیکن متاجر نے کہا کہ میں نے اس کو سایہ کرنے کے واسطے کبھی نہیں تانا حالانکہ اس کو مکہ معظمہ تک لے گیا ہے تو اس پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر اس کی طنابیں ٹوٹ گئیں یا عمود ٹوٹ گئے اور کھڑا نہ کر سکا تو اس پر کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر اس میں دونوں نے اختلاف کیا پس اس کی دو صورتیں ہیں اگر انقطاع[3] پر اتفاق کیا لیکن مقدار انقطاع میں اختلاف کیا تو اس صورت میں متاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر نفس انقطاع میں اختلاف کیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ موافق حالت موجودہ کے حکم کیا جائے گا اور اگر متاجر نے طنابیں یا عمود اپنے پاس سے بنا کر تنبو کھڑا کرتا رہا یہاں تک کہ سفر سے واپس آیا تو اس پر پوری اجرت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر اس کی میخیں ٹوٹ گئیں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ عادت یوں جاری ہے کہ میخیں متاجر کے ذمہ ہوا کرتی ہیں لیکن اگر لوہے کی میخیں ہوں تو مثل عمود کے قرار دی جائیں گی اور اگر تنبو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اس کو کبھی نصب نہ کیا باوجودیکہ نصب کرنا سب طرح ممکن تھا تو اس پر کرایہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم بنا برقول امام محمدؒ ہونا چاہئے۔ [2] سواد پرگنہ و دیہات۔ [3] انقطاع ٹوٹ جانا نصب کھڑا کرنا۔ قولہ باقی تنبوت...... یا بعد منفعت حاصل کرنے کے جل گیا ہو تو قولہ قیاس سے...... بلکہ وہ غاصب ہو گیا۔

میں ہے۔

اگر اس نے تنبو کے اندر آگ جلائی تو مثل چراغ جلانے کے ہے اگر تنبو میں اس قدر آگ جلائی جیسے عرف و عادت کے موافق لوگ تنبو کے اندر جلایا کرتے ہیں اور اس نے تنبو کو خراب کر دیا یا تنبو جل گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر عرف و عادت سے زیادہ آگ جلائی تو ضامن ہوگا پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر تنبو ایسا خراب ہو گیا کہ کام کے لائق نہیں ہر اس سے کچھ نفع نہیں حاصل ہو سکتا ہے تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اس پر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر کچھ خراب ہو گیا ہے تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور پوری اجرت دینی واجب ہوگی بشرطیکہ اس نے باقی تنبو سے انتفاع حاصل کیا ہو اور اگر اس کے فعل سے تنبو خراب نہ ہوا بچ گیا حالانکہ اس نے عادت سے زیادہ آگ جلائی تھی تو حکم قیاساً اور استحساناً دو طرح ہے قیاس سے یہ حکم ہے کہ اس پر اجرت واجب نہ ہوگی اور استحساناً واجب ہوگی اور اگر تنبو کے مالک نے بروقت عقد کے یہ شرط کر لی کہ اس میں آگ نہ جلائے اور نہ چراغ جلائے مگر متاجر نے ایسا ہی کیا کہ اس میں آگ جلائی یا چراغ جلایا تو متاجر ضامن ہوگا اور جیسا کہ آگ جلانے کی صورت میں تنبو صحیح و سالم بچ جانے کی صورت میں اس پر کرایہ واجب ہوتا تھا اسی طرح اس صورت میں بھی واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور ترکی خیمہ کوفہ میں مثلاً دس درہم ماہواری پر کرایہ پر لیا تاکہ اس میں آگ روشن کرے اور رات میں سویا کرے تو جائز ہے اور اگر آگ روشن کرنے سے خیمہ جل گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر خیمہ میں اس نے اپنے غلام یا مہمان کو رات میں سلایا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کوئی تنبو مکہ معظمہ لے جانے کے واسطے کرایہ کیا پھر اس کو کوفہ میں چھوڑ کر چلا گیا یہاں تک کہ واپس آیا تو ضامن ہوگا اور اس پر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا اور اسی کا قول معتبر ہوگا مگر یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ میں اس کو باہر نہیں لے گیا اسی طرح اگر کوفہ میں اقامت کی اور باہر نہ گیا اور نہ وہ تنبو اس کے مالک کو دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر خود سفر کو چلا گیا اور تنبو اپنے غلام کو دے گیا کہ اس کو اس کے مالک کو دے دینا مگر غلام نے نہ دیا یہاں تک کہ خود واپس آیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر متاجر نے کسی دوسرے کو دے دیا اور اس نے لاد کر تنبو کے مالک کے پاس پہنچایا اس نے قبول کرنے سے انکار کیا تو متاجر اور وہ شخص دونوں ضمان سے بری ہو گئے اور متاجر پر کرایہ واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

فرمایا کہ اگر متاجر نے تنبو کسی اجنبی کو اس واسطے دیا کہ اس کے مالک کو پہنچا دے اس نے مالک کے پاس پہنچا دیا تو دونوں بری ہو گئے اور اگر تنبو کے مالک نے لینے سے انکار کیا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر مالک کے پاس بار کر لے جانے سے پہلے وہ تنبو اس شخص کے پاس تلف ہو گیا تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تنبو کے مالک کو اختیار حاصل ہوگا چاہے متاجر سے ضمان لے یا اس اجنبی سے اور امام ابو حنیفہؒ کا قول مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول کے موافق یوں کہنا چاہئے کہ اگر متاجر کے غاصب ہو جانے سے پہلے متاجر نے اس اجنبی کو وہ تنبو دے دیا اور غاصب نہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ متاجر نے وہ خیمہ صرف اتنے عرصہ تک روک رکھا کہ جتنے عرصہ تک لوگ اپنا اسباب درست کر کے سفر کو روانہ ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اس اجنبی پر ضمان واجب نہ ہوگی اور امام اعظمؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ دوسرا مستودع ضامن نہیں ہوتا ہے صرف پہلا مستودع ضامن ہوتا ہے اور مراد یہ ہے کہ جب پہلا شخص یعنی متاجر غاصب نہ ٹھہرا تو امین ہوا اور مستودع قرار پایا اس نے دوسرے کو ودیعت دیا ہے اور دوسرا مستودع ضامن نہیں ہوتا ہے اور اگر متاجر نے لوگوں کی عادت سے زیادہ تنبو کو روک رکھا یہاں تک کہ غاصب و ضامن قرار پایا پھر اس نے اجنبی کو دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے متاجر سے ضمان لے یا اجنبی سے ضمان لے پس اگر اس نے متاجر سے ضمان لی تو متاجر مال ضمان اس

اجنبی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے اجنبی سے ضمان لی تو اجنبی نے جس قدر مال ڈانڈ بھرا ہے وہ سب متاجر سے واپس لے گا یہ محیط میں ہے اور اگر متاجر تنبو کو مکہ معظمہ لے گیا اور واپس لایا پھر موجر نے متاجر سے کہا کہ یہ تنبو میرے مکان پر واپس پہنچا دے تو متاجر پر یہ حق واجب نہیں[1] ہے اور واپس پہنچانا اس شخص پر واجب ہے جس کا یہ مال ہے اور اگر متاجر اس کو ساتھ نہ لے گیا بلکہ کوفہ میں چھوڑ گیا اور ضامن قرار پایا اور اجرت اس کے ذمہ سے ساقط ہو گئی تو اس صورت میں واپس پہنچانا متاجر کے ذمہ واجب ہے یہ مبسوط میں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر ایک بصری و ایک کوفی دو شخصوں نے کوفہ سے ایک تنبو مکہ تک جانے اور آنے کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ پر لیا اور دونوں اس کو مکہ معظمہ تک لے گئے پھر واپسی میں دونوں نے جھگڑا کیا بصرہ والے نے کہا کہ میں بصرہ جانا چاہتا ہوں اور کوفی نے کہا کہ میں کوفہ جانا چاہتا ہوں اور ہر ایک نے چاہا کہ جہاں جانا چاہتا ہے وہاں تنبو اپنے ساتھ لے جائے پس اگر بصرہ والا اس کو بصرے لے گیا اور کوفی کی بلا اجازت لے گیا تو پورے تنبو کا ضامن بصری ہوگا اور کوفی پر ضمان نہ آئے گی اور واپسی کا کرایہ دونوں سے ساقط ہو جائے گا اور اگر کوفی کی اجازت سے لے گیا تو بصری پورے تنبو کا ضامن ہے اور کوفی صرف اپنے حصہ کا ضامن ہوگا یعنی نصف کا اور کرایہ دونوں سے ساقط ہو جائے گا اور اگر کوفی اس کو کوفہ میں لایا پس اگر بصری کی بلا اجازت لایا تو بصری کے نصف حصہ کا ضامن نہ ہوگا اور اپنے حصہ کا ضامن نہ ہوگا اور اس پر واپسی کا آدھا کرایہ واجب ہوگا اور بصری پر واپسی کا کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر بصری کی اجازت سے کوفہ میں لایا تو بصری پر اس کے حصہ کی ضمان امام محمدؒ کے نزدیک لازم نہ آئے گی خواہ بصری نے اپنا حصہ اس کو عاریت دیا ہو یا ودیعت دیا ہو کہ اپنی باری کے روز اس کو کام میں لانا اور میری باری کی روز اس کی فقط حفاظت رکھنا لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بصری نے اپنا حصہ اس کو ودیعت دیا ہو تو یہی حکم ہے جو امام محمدؒ نے فرمایا ہے اور اگر عاریت دیا ہو یا کرایہ[2] پر دیا ہو تو واجب ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر بصری اپنے حصہ کا ضامن ہو اور کوفی پر ضمان واجب ہونے میں ویسا ہی کلام ہے جو بصری پر ضمان واجب ہونے میں بیان ہوا اور دونوں پر پوری اجرت واجب ہوگی اگر بصری نے اپنا حصہ کوفی کے پاس ودیعت رکھا ہو کیونکہ بصری کا اپنے پاس رکھنا مثل کوفی کے اپنے پاس رکھنے کے ہے اور اگر بصری نے اس کو عاریت دیا ہو تو بصری پر کرایہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس نے عقد اجارہ کی مخالفت کی یعنی بمنزلہ غاصب کے ہو گیا اور اگر دونوں نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور قاضی سے تمام قصہ بیان کیا اور خصومت کی تو قاضی کو اختیار ہے چاہے دونوں کی طرف تاوقتیکہ اس پر گواہ نہ لائیں التفات نہ کرے اور اگر چاہے تو دونوں کے قول کی تصدیق کرے پھر اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اس کے بعد چاہے وہ تنبو انہیں دونوں کے پاس چھوڑ دے یا اجارہ فسخ کر دے پھر اگر قاضی نے غائب کے حق میں یعنی اصل مالک کے حق میں اجارہ فسخ کرنے میں بہتری دیکھی اور اجارہ فسخ کر دیا پھر اگر بصری کا حصہ کوفی کو کرایہ پر دے دیا بشرطیکہ وہ راضی ہو تا کہ اصل مالک کو جو کوفہ میں ہے تمام کرایہ پہنچ جائے اور عین مال یعنی تنبو بھی پہنچ جائے تو جائز ہے اور یہ امر کسی دوسرے کو اجارہ پر دینے سے بہتر ہے اور ایسا اجارہ بالا جماع جائز ہے اگر چہ قاضی نے مشاع یعنی غیر منقسم چیز اجارہ پر دی ہے اور اگر بصری کے حصہ لینے پر کوفی راضی نہ ہوا تو کسی دوسرے کو کرایہ پر دے دے اگر کوئی دوسرا لینے والا موجود ہو اور یہ اجارہ جائز ہے اگر چہ غیر منقسم کا اجارہ ہے۔

اگر اس نے کوئی ایسا شخص نہ پایا جس کو بصری کا حصہ کرایہ پر دے دے تو اس حصہ کو کوفی کے پاس ودیعت رکھ دے گا بشرطیکہ

---

[1] واجب نہیں ہے اقول یہ وہاں کا عرف موافق قاعدہ ہے اور یہاں عرف اس کے برخلاف جاری ہو گیا ہے فلیتامل۔ [2] قولہ کرایہ اقول یہ بھی امام ابو یوسفؒ کی اصل پر ممکن ہے اور امام محمدؒ کی اصل پر اس کا وجود ہی نہیں ہو سکتا ہے۔

اس کو ثقہ پائے تا کہ مالک کا مال مالک کو پہنچ جائے اور اگر قاضی چاہے تو وہ تنبو انہیں دونوں کے پاس چھوڑ دے یہ محیط میں ہے مکہ تک جانے آنے کے لئے ایک تنبو کرایہ پر کیا اور اس کو مکہ معظمہ میں چھوڑ آیا تو اس پر آمد و رفت کا کرایہ واجب ہوگا اور جس دن اس نے مکہ معظمہ میں چھوڑا ہے اس روز جو کچھ تنبو کی قیمت تھی وہ مستاجر کو دینی پڑے گی اور تنبو اس مستاجر کا ہو جائے گا اور اگر دونوں نے باہم جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ مستاجر نے دوسرے سال حج کیا اور تنبو اپنے ساتھ لایا تو واپسی کا کرایہ اس کو کچھ دینا نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور حسن بن زیاد سے مذکور ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سونے کا زیور بعوض سونے کے یا چاندی کا زیور بعوض چاندی کے کرایہ پر لے تو کچھ ڈر نہیں اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایسا مکان کرایہ پر لیا کہ جس کے دروازوں وغیرہ پر سونے کے پتر ہیں یعنی سونے کے کواڑ ہیں اور اجرت میں سونا ٹھہرا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

جو اجارہ کا مال عین از قسم حیوان یا متاع یا مکان کے فاسد ہو جائے اور ایسا ہو جائے کہ اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ رہے تو کرایہ ساقط ہو جائے گا ☆

اگر کسی عورت نے کوئی زیور جو معلوم ہے بعوض اجرت معلومہ کے دن رات تک پہننے کے واسطے کرایہ پر لیا اور اس کو ایک رات دن سے زیادہ رکھ چھوڑا تو وہ عورت غاصبہ قرار دی جائے گی مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے مالک کے طلب کرنے کے بعد روک لیا ہو یا اس طور سے رکھ چھوڑا ہو کہ اس کو استعمال کرتی ہو اور اگر اس نے حفاظت کے واسطے رکھ چھوڑا تو غاصبہ نہ ہو جائے گی بشرطیکہ طلب کرنے کے بعد نہ رکھا ہو اور حفاظت کے واسطے رکھ چھوڑنے میں اور استعمال کے واسطے رکھ چھوڑنے میں فرق یہ ہے کہ اگر اس نے وہ چیز ایسی جگہ رکھی کہ جہاں استعمال کے واسطے رکھی جاتی ہے تو یہ استعمال[1] کے واسطے رکھ چھوڑنا ہے اور اگر ایسی جگہ رکھی جہاں استعمال کے واسطے نہیں ہوتی ہے تو حفاظت کے واسطے ہے پس اس بنا پر اگر خلخال کو ہاتھوں میں ڈال لیا یا کنگن کو پیروں میں ڈال یا قمیص کو عمامہ کی طرح سر پر رکھا یا عمامہ کو کندھے پر ڈال لیا تو یہ سب حفاظت کی صورتیں ہیں استعمال نہیں ہے اور اگر عورت نے وہ زیور اس روز کسی دوسرے کو پہنا دیا تو ضامن ہوگی اور اس روز سے مراد یہ ہے کہ مدت اجارہ کے اندر ایسا کیا کیونکہ زیور کے استعمال میں لانے میں لوگوں میں فرق ہے یعنی کسی کے استعمال سے کم ضرر ہوتا ہے اور کسی کے استعمال سے زیادہ ضرر ہوتا ہے اس واسطے عورت ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ سے مع تشریح ہے اور اگر عورت نے کوئی زیور مثلاً دو درہم روز پر کرایہ لیا اور اس کو ایک مہینہ تک روک رکھا پھر وہ عورت وہ زیور لے آئی تو جتنے روز تک اس نے روکا ہے اتنے روز تک کا روزانہ کرایہ دینا ہوگا اور اگر اس طور سے کرایہ قرار دیا کہ آج رات تک کے واسطے کرایہ لیتی ہوں پھر اگر میری رائے میں آیا تو ہر روز اسی کرایہ پر رہنے دوں گی پھر اس عورت نے دس روز تک واپس نہ کیا تو اجارہ اس شرط سے سوائے ایک روز کے باقی دنوں کا قیاساً فاسد ہے مگر استحساناً جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ جو اجارہ کا مال عین از قسم حیوان یا متاع یا مکان کے فاسد ہو جائے اور ایسا ہو جائے کہ اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ رہے تو کرایہ ساقط ہو جائے گا اور جس قدر مدت اس نے نفع اٹھایا ہے اس کا کرایہ دینا پڑے گا اور اگر زمان ماضی میں تمام مدت تک فاسد ہونے میں اختلاف کیا تو فی الحال جو صورت ہے اس کے موافق حکم دیا جائے گا اور صورت حال جس شخص کے قول کی شاہد ہو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر وہ چیز فی الحال صحیح سالم موجود ہو اور اس بات پر دونوں نے اتفاق کیا کہ کچھ مدت یہ چیز خراب رہی ہے مگر اس قدر مدت میں اختلاف کیا یعنی کس قدر رہے تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہی کسی قدر کرایہ دینے سے منکر ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔

---

[1] قولہ استعمال مثلاً انگوٹھی معمول کے موافق پہنی یا کنگن وغیرہ معمول کے موافق پہنے اور کہا کہ میں نے حفاظت کا قصد کیا تھا تو قول قبول نہ ہوگا۔

اکیسواں باب:

ایسے اجارہ کے بیان میں جس میں معقود علیہ سپرد کر دینا نہ پایا جائے

ایک شخص نے ایک درزی کو سینے کے واسطے کچھ کپڑا دیا اس کو درزی نے قطع کیا اور ہنوز سینے نہ پایا تھا کہ مر گیا تو ابوسلیمان جوزجانی نے فرمایا کہ اس کو قطع کرنے کی مزدوری ملے گی اور یہی صحیح ہے کذا فی الظہیر یہ وفی بعض النسخ کذا فی الذخیرہ اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الکبریٰ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ زید نے ایک ٹٹو کرایہ پر کیا کہ اس کو اپنے گھر لے جائے گا وہاں سے فلاں موضع تک اس پر سوار ہو جائے گا اور موجر نے ٹٹو اس کو دے دیا وہ اس کو اپنے گھر لایا پھر اس کی رائے جانے کی نہ ٹھہری اس نے ٹٹو واپس کر دیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حساب کر کے اپنے گھر تک لے جانے کا کرایہ اس پر واجب ہوگا اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے زید کا کپڑا با جرت سیا اور زید کے قبضہ کرنے سے پہلے خالد نے اس کو ادھیڑ ڈالا تو درزی کو کچھ مزدوری نہ ملے گی اور درزی پر دوبارہ سینے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا کیونکہ اگر پہلے عقد کے حکم سے اس پر جبر کیا جائے تو یہ عقد کام پورا ہو جانے پر ختم ہو چکا ہے اور دوسرا کوئی عقد پایا نہیں گیا اور اگر درزی نے خود ہی ادھیڑ ڈالا تو اس پر دوبارہ سینا واجب ہوگا کیونکہ درزی نے جب خود ہی کپڑے کو ادھیڑا تو اس نے اپنے کام کو میٹ دیا پس ایسا ہوا کہ گویا کچھ نہ تھا اور موزہ سینے والے کا بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح حمال نے کچھ دور تک بوجھ اٹھایا پھر لوگوں نے اسے ڈرایا اور اس نے لوٹ کر بوجھ وہیں پہنچا دیا جہاں سے اٹھایا تھا تو اس کو کچھ مزدوری نہ ملے گی ایسا ہی فتاویٰ میں مذکور ہے اور مجبور کئے جانے کا کچھ ذکر نہیں لیکن واجب ہے کہ اس پر جبر کیا جائے جیسا کہ مسئلہ سابقہ میں گزرا اور جیسا کہ کشتی کے مسئلہ میں ہے جو اس کے بعد مذکور ہوتا ہے یعنی اگر ملاح نے کسی مقام معلوم تک کشتی پر بوجھ اناج کا لاد کر پہنچا دینے کا اجارہ کیا پھر راستے میں ہوا کے تھپیڑے سے کشتی لوٹ کر وہیں آ گئی جہاں سے اجارہ ٹھہرا ہے تو ملاح کو کچھ کرایہ نہ ملے گا بشرطیکہ جو شخص کرایہ کرنے والا ہے وہ ساتھ نہ ہو کیونکہ اس صورت میں جو کچھ کام ملاح نے کیا وہ متاجر کے سپرد نہ ہوا اور اگر متاجر ساتھ موجود ہو تو اس پر ملاح کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ ساتھ ہونے سے جو کچھ کام کیا وہ متاجر کے سپرد ہو گیا اور اگر ملاح نے خود ہی کشتی کو لوٹا کر جہاں سے چلایا تھا وہیں پہنچا دیا تو اس پر جبر کیا جائے گا کہ جو مقام عقد اجارہ میں ٹھہرا ہے وہاں پہنچا دے اور اگر وہ مقام جہاں کشتی لوٹ آئی ہے ایسا ہو کہ اس میں اناج کا مالک اناج پر قبضہ نہیں کر سکتا تو ملاح پر واجب ہو گا کہ ایسے مقام پر کشتی چلا کر سپرد کرے جہاں مالک اپنے مال پر قبضہ کر سکے اور جتنی دور ملاح چلا ہے اس کی مزدوری اجر المثل کے حساب سے اس کو ملے گی۔

اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ میرا خط شہر بصرہ میں لے جا کر فلاں شخص سے اس کا جواب لائے وہ شخص مزدور گیا اور فلاں شخص مر گیا تھا پس مزدور اس خط کو واپس لایا تو شیخینؒ کے نزدیک اس کو مزدوری کچھ نہ ملے گی ☆

اگر ایسا ہوا کہ جب ہوا کے تھپیڑے سے کشتی لوٹ آئی تب متاجر نے کہا کہ مجھے تیری کشتی کی پروا نہیں ہے میں دوسری کشتی کرایہ پر کئے لیتا ہوں تو متاجر کو یہ اختیار ہے کہ اس کو ہشامؒ نے روایت کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی موضع معلوم تک جانے کے

واسطے ایک خچر کرایہ کر کے اس پر سوار ہو گیا پھر جب کچھ دور چلا تو خچر نے سرکشی کی اور اڑ گیا اس نے خچر کو لوٹ کر وہیں پہنچایا جہاں سے سوار ہوا تھا تو جس قدر دور چلا ہے اس کا کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور اگر مستاجر نے قاضی سے کہا کہ آپ خچر کے مالک کو حکم دیں کہ جہاں تک پہنچانے کے واسطے میں نے کرایہ کیا تھا وہاں تک مجھے پہنچا دے اور جو کچھ کرایہ میں نے ٹھہرالیا ہے وہ مجھ پر واجب ہوگا تو موجر کو اختیار ہے چاہے ایسا کرے ورنہ مستاجر سے کہا جائے گا کہ جہاں تک پہنچ کر تو واپس آیا ہے وہاں تک اس سے کرایہ ٹھہرا[1] لے پھر وہاں سے موجر تجھ کو موضع مشروط تک پہنچا دے ایسا ہی ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہی حکم کشتی کی صورت میں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے اجیر مقرر کیا کہ میرے عیال کو لے آئے پھر عیال میں سے بعض مر گئے اور اجیر باقی عیال کو لے آیا تو مردوں کی اجرت کاٹ کر باقی زندوں کے حساب سے اجرت ملے گی اور فقیہ ابوجعفر الہندوانی نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس کے عیال معلوم معین ہوں تا کہ جو کرایہ ٹھہرا ہے وہ سب کے مقابلہ میں قرار دیا جائے اور اگر کسی ایک کے مقابلہ میں قرار پائی تو ان میں سے بعض کا مر جانا کمی اجرت کا مستوجب نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا میرا خط فلاں شخص کے پاس لے جا کر اس سے جواب لے آئے وہ ایلچی خط لے کر وہاں گیا مگر مکتوب الیہ انتقال کر چکا تھا پس ایلچی نے خط وہیں چھوڑ دیا یا پراگندہ کر دیا اور واپس نہ لایا تو بالاتفاق اس کو جانے کی مزدوری ملے گی کیونکہ اس نے اپنے کام میں کمی نہیں کی اور بعض نے فرمایا کہ پراگندہ کر دینے کی صورت میں اجرت واجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ اگر وہ شخص خط کو وہیں چھوڑ دیتا تو مکتوب الیہ کا وارث اس کو دیکھتا اور غرض حاصل ہوتی بخلاف اس کے جب اس نے پراگندہ کر دیا تو یہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی[2] ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ میرا خط شہر بصرہ میں لے جا کر فلاں شخص سے اس کا جواب لائے وہ شخص مزدور گیا اور فلاں شخص مر گیا تھا پس مزدور اس خط کو واپس لایا تو شیخینؒ کے نزدیک اس کو مزدوری کچھ نہ ملے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو جانے کا اجر ملے گا اور اگر مزدور خط کو واپس نہ لایا بلکہ میت کے وارث یا وصی کو دے دیا تو بالاجماع اجرت ملے گی اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ مکتوب الیہ وہاں موجود نہ تھا کہیں چلا گیا تھا اور ایلچی خط وہیں چھوڑ کر لوٹ آیا تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو ہم نے ذکر کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں جانے کی مزدوری بالاتفاق واجب ہوگی اور یہ سب اس وقت ہے کہ جب مستاجر نے جواب لانے کی شرط لگائی ہو اور اگر جواب لانے کی شرط نہ لگائی ہو تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ شرط نہ لگائی اور ایلچی نے خط وہیں چھوڑ دیا تا کہ اس شخص کو پہنچ جائے اگر وہ کہیں چلا گیا ہے یا اس کے وارث کو پہنچ جائے اگر وہ مر گیا ہے تو ایلچی پوری اجرت کا مستحق ہوگا اسی طرح اگر ایلچی نے مکتوب الیہ کو خط دے دیا مگر اس نے نہ پڑھا یہاں تک کہ ایلچی بلا جواب واپس آیا تو اس کو پوری اجرت ملے گی کیونکہ جو کچھ اس کے امکان میں تھا اس نے کیا ہے اور اگر اس نے مکتوب الیہ کو نہ پایا یا پایا مگر اس کو خط نہ دیا بلکہ پھیر لایا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو جانے کی مزدوری ملے گی اور اگر وہ خط وہیں بھول گیا تو بالاجماع اس کو جانے کی مزدوری نہ ملے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر ایلچی مکتوب الیہ کے پاس بصرہ میں گیا اور خط نہ لے گیا تو بالاجماع اس کو کچھ مزدوری نہ ملے گی اور جس صورت میں کہ جواب لانے کی شرط ٹھہری ہے اگر اس نے مکتوب الیہ کو خط دیا اور جواب لایا تو اس کو پوری مزدوری ملے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی

---

[1] یعنی دوبارہ وہاں تک کی مزدوری ٹھہرالے۔ [2] قلت ہذا الانیافی دلیل وجوب الاجر وانما ہذا شئی من جرام الاجیر فلا یسقط بہ الاجر الواجب بفعلہ المشروط فافہم وسیاتی فیہ شئی مزید۔

شخص نے زید کے پاس بغداد اپنا پیغام پہنچانے کے واسطے کسی شخص کو مزدور مقرر کیا اور مزدور نے بغداد میں پہنچ کر دیکھا کہ وہ شخص مر گیا ہے یا کہیں چلا گیا ہے پس مر جانے کی صورت میں اس کے وارثوں کو پیغام پہنچا دیا یا غائب ہونے کی صورت میں ایسے شخص سے کہہ دیا جو زید کو پیغام پہنچائے یا کسی شخص کو پیغام نہ دیا اور لوٹ آیا تو بالاجماع اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی الصغریٰ۔ پھر واضح ہو کہ اجرت کا استحقاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے اس کو بھیجا ہے نہ اس شخص پر جس کے پاس بھیجا گیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ بصرہ میں فلاں شخص کے پاس یہ اناج لے جائے پس مزدور لے گیا مگر فلاں شخص کو نہ پایا یا پایا مگر اناج اس کو نہ دیا بلکہ واپس لایا تو مستاجر پر کچھ مزدوری واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کشتی کے مالک سے اس واسطے کشتی کرایہ کی کہ اس کو فلاں موضع میں لے جائے اور مثلاً دس من گیہوں لادلائے وہ شخص کشتی کو لے گیا مگر اس نے وہ گیہوں جن کے لادنے کے واسطے کشتی کرایہ پر لی تھی وہاں نہ پائے اور لوٹ آیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ خالی کشتی لے جانے کا اس پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر مستاجر نے یوں کہا کہ میں یہ کشتی تجھ سے اس شرط پر کرایہ پر لیتا ہوں کہ تو فلاں موضع سے دس من گیہوں یہاں لادلائے پھر کشتی والے نے گیہوں نہ پائے تو اس کو کچھ کرایہ نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کوفہ تک چند خچر اس واسطے کرایہ پر کئے کہ خچروں والا وہاں سے مستاجر کا اس قدر بوجھ لادلائے پھر خچروں والے نے کہا کہ میں وہاں گیا مگر میں نے وہاں کچھ بوجھ نہ پایا پس اگر مستاجر نے اس کے قول کی تصدیق کی تو اس کو جانے کا کرایہ دینا پڑے گا اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ بغداد سے ایک خچر اس واسطے کرایہ پر لیا کہ اس کو مدائن میں لے جائے اور مدائن سے اس پر اناج لادلائے پھر اس کو مدائن لے گیا اور اناج نہ پایا تو جانے کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر بغداد سے اس کو کرایہ نہ کیا بلکہ اس طور پر کرایہ کیا کہ مدائن سے اس پر اناج لادلائے گا تو ایسی صورت میں اس پر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ فلاں گڈھی میں سے دانہ و چارہ لادلائے وہ شخص وہاں گیا مگر کچھ نہ پایا تو جو مزدوری ٹھہری ہے اس کے تین حصے کئے جائیں گے یعنی آنے اور جانے اور بوجھ لانے پر مزدوری تقسیم کر کے جس قدر جانے کے حصہ میں آئے اس قدر مزدوری دینی واجب ہوگی کیونکہ اس کا جانا مستاجر ہی کے واسطے واقع ہوا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس نے گڈھی کا نام بیان[1] کر دیا ہو اور اگر نہ بیان کیا ہو تو جانے کا اجر المثل اس کو ملے گا مگر پوری اجرت مقررہ کے حساب سے جس قدر جانے کا حصہ ہوتا ہے اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک شخص نے شہر میں ایک خچر اس واسطے کرایہ پر کیا کہ چکی گھر سے آٹا لادلائے یا فلاں گاؤں سے گیہوں لادلائے پھر اس کو لے گیا مگر گیہوں پسے ہوئے نہ پائے یا گاؤں میں گیہوں نہ پائے اور شہر کو لوٹ آیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے کرایہ کرنے کے وقت بیان کیا تھا کہ میں نے تجھ سے یہ خچر اس شہر سے کرایہ کیا تا کہ فلاں چکی گھر سے آٹا لادلائے تو آدھا کرایہ واجب ہوگا اور اگر یوں بیان کیا ہے کہ میں نے تجھ سے یہ خچر ایک درہم پر کرایہ پر لیا ہے تا کہ چکی گھر سے آٹا لادلاؤں تو اس صورت[2] میں جانے کا کرایہ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ فلاں موضع میں جا کر فلاں شخص کو بلا اور کچھ اجرت ٹھہرالی پس مزدور اس موضع میں گیا مگر اس شخص کو نہ پایا تو اس کو مزدوری ملے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

---

[1] یعنی معین کر دی ہو اور اس کو معلوم ہو۔ [2] یعنی کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا۔

بائیسواں باب:

ان تصرفات کے بیان میں جس سے مستاجر کو روکا جاتا ہے اور جن سے نہیں روکا جاتا اور موجر کے تصرفات کے بیان میں

اگر کسی شخص نے کوئی دار یا بیت کرایہ پر لیا اور جس واسطے کرایہ پر لیا ہے اس کو بیان نہ کیا حتیٰ کہ اجارہ استحساناً جائز ٹھہرا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اس میں سکونت اختیار کرے یا دوسرے کو بسادے اور اس میں اپنا اسباب رکھے اور جو کچھ عمل اس کی رائے میں آئے اس میں کرے مگر وہ عمل ایسا ہو کہ عمارت کو ضرر نہ پہنچائے اور نہ کمزور کرے جیسے وضو کرنا اور کپڑے دھونا وغیرہ اور جو کام ایسا ہو کہ اس سے عمارت کو ضرر پہنچتا ہے اور کمزور ہوتی ہے جیسے چکی کا کام یا لوہاروں کا پیشہ و کندی گری وغیرہ ایسے کام بدوں مالک مکان کی رضامندی کے نہیں کرسکتا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ چکی سے مراد پن چکی اور بیل چکی[1] ہے اور جو ہاتھوں سے چلائی جاتی ہے وہ مراد نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہاتھوں کی چکی سے عمارت کو ضرر ہوتا ہو تو اس سے بھی ممانعت کی جائے گی اور اگر مضر نہ ہو تو ممانعت نہ کی جائے گی اور اسی قول کی طرف شمس الائمہؒ نے میل کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں ہے۔ مستاجر کو اختیار ہے کہ اس میں اپنی سواری کا جانور روا اونٹ و بکری باندھے اور اگر اس مکان میں مربط نہ ہو تو اس کو مربط بنا لینے کا اختیار نہیں ہے اور شرح شافی میں مذکور ہے کہ جو حکم کتاب میں مذکور ہے یہ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہے مگر ہمارے بخارا میں حویلیاں نہایت تنگ ہوتی ہیں آدمیوں کی گنجائش نہیں ہوتی تو چوپایہ سواری وغیرہ باندھنے کا کیا ذکر کیا ہے اور سواری کے جانور کو مکان کے دروازے باندھے اور اگر چوپائے نے کسی آدمی کو مارا کہ مر گیا یا کوئی دیوار ڈھا کر گرادی تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک دار کی ایک منزل کرایہ پر لی حالانکہ اس دار میں سوائے اس شخص کے اور لوگ بھی رہتے ہیں پھر اس شخص نے اپنا چوپایہ دار کے اندر داخل کیا یا اس دار کے دروازے پر کھڑا کیا اور اس نے کسی شخص کو مارا یا کوئی دیوار گرادی یا اس شخص کے مہمان نے اپنا چوپایہ دار میں داخل کیا یا دروازہ پر کھڑا کیا اور اس نے کسی رہنے والے کو مارا تو مہمان یا میزبان پر ضمان لازم نہ آئے گی لیکن جس وقت چوپایہ نے کسی شخص کو مارا ہے اگر چوپایہ کا مالک اس وقت اس پر سوار ہو تو ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور مکان کے اندر پکانے وغیرہ کی غرض سے عادت کے موافق لکڑیاں چیرنے سے منع نہ کیا جائے گا کیونکہ اس سے مکان کمزور نہیں ہوتا ہے اور اگر عادت سے زیادہ لکڑیاں چیرے کہ اس سے عمارت کمزور ہوتی ہو تو بدوں مالک کی رضامندی کے ایسا نہیں کرسکتا ہے اور اسی قیاس پر کوٹنا بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ تھوڑے کوٹنے کی ضرورت خواہ مخواہ ہوتی ہے اور یہ عادت جاری ہے کہ دار کے لوگ اپنے کپڑے اپنی اپنی منزل میں کندی کے واسطے کوٹتے ہیں اور اس قدر کوٹنے سے عمارت کمزور نہیں ہوتی ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر مستاجر نے کرایہ کے مکان میں کوئی لوہار یا کندی گر بٹھایا یا خود ہی یہ کام کیا اور کچھ عمارت گر گئی تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ لوہاری یا کندی گری کے اثر سے یہ عمارت منہدم ہوئی ہے رہنے کے باعث سے نہیں گری پس جس قدر کی اس نے ضمان ادا کردی ہے اتنی عمارت کی اجرت اس پر واجب نہ ہوگی یہ نہایہ میں ہے اور کتاب میں یہ نہ فرمایا کہ ضمان ادا نہیں کی ہے مثلاً صحن کی اجرت اس پر واجب ہوگی یا نہ ہوگی اور واجب یہ ہے کہ اجرت لازم ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر لوہاری یا کندی گری سے کچھ عمارت منہدم نہ ہوئی تو قیاس کے حکم سے اس پر اجرت واجب نہ ہوگی مگر استحساناً جو اجرت قرار پائی ہے وہ واجب ہوگی اور اگر موجر و مستاجر نے اختلاف کیا

---

[1] اور آتشی چکی بھی اسی حکم میں ہے۔

اور مستاجر نے کہا کہ میں نے لوہاری کے کام کے واسطے مکان کرایہ پر لیا تھا اور موجر نے کہا کہ تو نے رہنے ہی کے واسطے کرایہ پر لیا تھا تو موجر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر ایک نوع کے سوائے دوسری نوع کے اجارہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مستاجر کے گواہ قبول ہوں گے یہ نہایہ میں ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار ایک لوہار بٹھانے کے واسطے اجارہ پر لیا پھر اس نے چاہا کہ اس میں کندی گر بٹھائے تو اس کو اختیار ہے بشرطیکہ دونوں کے کام سے یکساں ضرر ہوتا ہو یا کندی گر کی مضرت کم ہو اور چکی کا حکم بھی اسی طور سے ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار یا منزل سکونت کے واسطے کرایہ پر لی پھر اس میں نرہا لیکن گیہوں یا جو یا چھوہارے وغیرہ از قسم طعام بھر دیئے تو مالک مکان کو اختیار نہیں ہے کہ مستاجر کو اس سے منع کرے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے ایک دار کرایہ پر لیا اور اس میں وضو وغیرہ کے پانی کے واسطے ایک چہ بچہ کھودا اور اس میں ایک آدمی ہلاک ہو گیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے مالک مکان کی اجازت دے کھودا ہے تو ضامن نہ ہوگا چنانچہ اگر خود مالک مکان کھودتا تو یہی حکم تھا اور اگر اس کی بلا اجازت کھودا ہے تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دُکان زید سے کرایہ پر لی اور اسی کے برابر دوسری دُکان عمرو سے کرایہ پر لی اور دونوں دُکانوں کے بیچ کی دیوار میں سوراخ کر لیا تا کہ اس کو آسانی و آرام ملے تو دیوار کی خرابی کا ضامن ہوگا اور دونوں دُکانوں کا پورا کرایہ دینا پڑے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے دس درہم پر ایک منزل کرایہ پر لی اور وہ شخص اس منزل کی بیت میں سے باہر ہو گیا اور اس کے اہل نے عمداً وہ بیت کسی شخص کو کرایہ پر دی یا کسی شخص کو بلا اجرت بسایا پھر وہ بیت منہدم ہو گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس ساکن کی سکونت سے منہدم ہوا یا غیر وجہ سے منہدم ہوا اور دونوں صورتوں میں مستاجر پر ضمان نہ آئے گی اور آیا اہل یا ساکن پر ضمان آئے گی یا نہیں پس اس ساکن کی سکونت کے سبب سے منہدم نہیں ہوا ہے بلکہ اور وجہ سے منہدم ہوا ہے تو کسی شخص پر ضمان نہ آئے گی یہ قول امام اعظمؒ کا دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ضمان لازم ہوگی اور مالک مکان کو اختیار ہوگا کہ چاہے اہل سے ضمان لے یا ساکن سے پس اگر اس نے اہل سے ضمان لی تو وہ لوگ اس شخص ساکن سے مال ضمان واپس نہیں لے سکتے ہیں اور اگر اس نے ساکن سے ضمان لی تو ساکن مال ضمان کو اہل سے واپس بھر لے گا اور اگر بیت اس ساکن کی سکونت کی وجہ سے منہدم ہوا ہے تو وہ ساکن بالاجماع ضامن ہوگا اور آیا جو اس نے ڈانڈ دیا ہے وہ اہل سے واپس لے سکتا ہے یا نہیں پس اس میں وہی اختلاف ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کوئی بیت کرایہ پر لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کام کے واسطے کرایہ پر لیتا ہے پھر اس میں خود رہا اور اپنے ساتھ دوسرے کو بسایا اور دوسرے کے رہنے سے مکان منہدم ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور موجر کو مستاجر کے کرایہ والے مکان میں آ جانے کے بعد یہ اختیار نہیں ہے کہ اس مکان میں اپنا چوپایہ باندھے اور اگر باندھا اور اس نے کچھ تلف کیا تو ضامن ہوگا لیکن اگر مستاجر کی اجازت سے اندر لایا تو ایسا نہیں ہے بخلاف اس کے اگر اپنا مکان عاریت دیا اور پھر مستعیر کی بلا جازت اپنا چوپایہ اس مکان میں لایا تو جائز ہے اور جو کچھ اس نے تلف کیا اس کا ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس نے پورا مکان کرایہ پر دیا ہو اور اگر مکان کا صحن کرایہ پر نہ دیا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ مکان کے اندر صحن میں اپنا چوپایہ داخل کرے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی شخص سے ایک دار ایک درہم ماہواری پر کرایہ پر لیا اور دار کے اندر ایک کنواں ہے اور موجر نے مستاجر کو حکم دیا کہ اس کنوئیں کو اگر دا گر اس کی مٹی نکلوا ڈالے اس نے نکلوائی اور مکان کے صحن میں ڈلوا دی اور اس میں ایک آدمی پھنس کر مر گیا تو مستاجر ضامن نہ ہوگا خواہ موجر نے اس کو صحن

میں مٹی ڈلوانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مستاجر نے کنواں اگر وا کر صحن میں مٹی ڈالی ہو اور اگر موجر نے ایسا کیا اور صحن میں مٹی ڈالی اور کوئی شخص مر گیا پس اگر مستاجر کی اجازت سے ایسا کیا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کی بلا اجازت ایسا کیا ہے تو ضامن ہوگا اور اسی کی نظیر اس صورت میں حکم ہے کہ جب مستاجر کے کرایہ والے مکان میں موجر نے اپنی کوئی چیز رکھی ہو اور اس سے کوئی شخص مر گیا ہو یعنی تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہوگا اور یہ سب اس صورت میں ہے جب مٹی صحن میں ڈالی گئی ہو اور اگر مٹی نکلوا کر مسلمانوں کے راستہ میں یعنی شارع عام میں ڈالی گئی ہو اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہو گیا تو مٹی ڈلوانے والا ضامن ہوگا خواہ مستاجر ہو یا موجر اور یہ محیط میں ہے وقفی گھر کے مستاجر کو یہ اختیار ہے کہ جس قدر مٹی مکان میں جھاڑ دینے سے جمع ہو گئی ہے اس کو پھینک دے بشرطیکہ اس کی کچھ قیمت نہ ہو اور اس کو اختیار ہے کہ اس میں کھونٹیاں گاڑے اور اس کی دیوار سے استنجا کرے اور اس میں چہ بچہ بنا لے لیکن اگر چہ بچہ بنانے میں کوئی کھلا ہوا نقصان ہو تو نہیں بنا سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔

ایک شخص نے کوئی زمین زراعت کے واسطے اجارہ پر لی تو اس کو زمین کا پانی یعنی جہاں سے اس کو پانی دیا جاتا ہے وہ پانی اور زمین کا راستہ[1] اس اجارہ سے ملنا ضروری ہے اگر چہ بروقت اجارہ کے شرط نہ کرنی ہو اسی طرح اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا تو بدوں شرط کئے ہوئے مکان کا راستہ اس کو ملنا ضروری ہے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ ایک سال کے واسطے ایک زمین اس شرط سے کرایہ پر لی کہ جو کچھ مستاجر کا جی چاہے گا اس میں بوئے گا تو اس کو اختیار ہوگا کہ دو فصلیں ربیع و خریف کی اس میں زراعت کرے یہ قنیہ میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک دار میں سے دو بیت کرایہ پر لئے ہر ایک نے ایک ایک بیت کرایہ پر لیا اور ہر ایک نے کوئی کام شروع کیا اور دوسرے کو اپنا بیت دیا اور اس میں دوسرے نے سکونت اختیار کی پھر دونوں میں سے ایک بیت گر گیا یا دونوں گر گئے تو دونوں میں سے کوئی شخص ضامن نہ ہوگا اور اگر ہر ایک کرایہ دار دوسرے کے بیت میں بدوں دوسرے کی اجازت کے رہا تو بالا جماع سب ائمہؒ کے نزدیک ہر ایک اس چیز کا ضامن ہوگا جو اس کے رہنے کی وجہ سے منہدم ہو گئی ہے یہ محیط میں ہے۔ دو شخصوں نے اپنے آپ کام[2] کرنے کے واسطے ایک دُکان کرایہ پر لی یعنی اس میں خود دونوں کام کرتے ہیں پھر دونوں میں سے ایک نے ایک مزدور مقرر کر کے اپنے ساتھ بٹھایا اور دوسرے شخص شریک نے منع کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اس شخص کو اختیار ہے کہ اپنے ساتھ اپنے حصہ میں جس کو چاہے بٹھلا دے بشرطیکہ اس کے شریک کو کوئی کھلا ہوا ضرر نہ پہنچتا ہو اور اگر شریک کو کوئی ضرر ظاہر پہنچتا ہو تو اس سے منع کیا جائے گا اسی طرح ایک شریک کے پاس اسباب زیادہ ہو تو بھی اس کو اختیار ہے کہ اپنے حصہ میں جس قدر چاہے رکھے بشرطیکہ اس کے شریک کو ضرر ظاہر نہ پہنچے ورنہ منع کیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے چاہا کہ بیچ دُکان میں کوئی دیوار بنائے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دو شخصوں نے ایک دُکان کرایہ پر لی اور باہم دونوں نے یہ شرط ٹھہرائی کہ ہم دونوں میں سے ایک اگلی طرف گھر میں رہے گا اور دوسرا پچھلی طرف رہے گا تو یہ امر ایسا ہے کہ اس سے کچھ لازم نہیں آتا ہے اور اگر ایسی شرط موجر کے ساتھ قرار دی تو عقد اجارہ فاسد ہو جائے گا یہ غیاثیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک دُکان وقفی جوار کوٹنے کے واسطے کرایہ پر لی تو اس کو اس کام کرنے اختیار ہے بشرطیکہ یہ امر عمارت کو مضر نہ ہو اور دار مسئلہ کے اجارہ لینے والے کو یہ اختیار نہیں کہ اس کو اصطبل بنائے یہ قنیہ میں ہے اگر مستاجر نے اجارہ کے دار میں تنور یا آگ

---

[1] اس راستہ سے مراد خاص راستہ ہے چنانچہ کتاب البیوع میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ [2] یہ شرط نہیں ہے بلکہ صرف صورت مسئلہ بیان کرنے کے واسطے ہے۔

کی بھٹی بنائی اور اس سے پڑوسیوں کے گھر یا حصہ کرایہ والے مکان کا جل گیا تو اس پر ضمان لازم نہ آئے گی خواہ اس نے مالک دار کی اجازت سے ایسا کیا ہو یا بلا اجازت ایسا کیا ہو اور اگر مستاجر نے تنور گاڑنے میں کوئی ایسا فعل کیا جو لوگ نہیں کیا کرتے ہیں مثلاً اس نے تنور رکھنے میں احتیاط نہ کی یا اس قدر آگ جلائی کہ اس قدر آگ تنوروں میں نہیں جلائی جاتی ہے تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ و ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کوئی زمین اجارہ یا مستعار لی اور اس کی نباتات کاٹ کر جلائی کہ جس سے دوسری زمین سے کچھ جل گیا تو اس پر ضمان لازم نہ آئے گی کیونکہ یہ تسبیب[1] ہے اور بنفسہ مباشرۃ فعل نہیں ہے اور تسبیب میں تاوقتیکہ تعدی نہ ہو ضمان لازم نہیں آتی ہے اور تعدی یہاں نہیں پائی گئی کیونکہ اس نے فقط اپنی ملک میں تصرف کیا ہے اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کانٹے یا بھوسا اپنی زمین میں جلایا اور اس کی چنگاریاں ہوا سے اڑ کر دوسری زمین میں پہنچیں کہ دوسری زمین کی کھیتی جل گئی اور یہ کھیتی وزمین دوسرے شخص کی ہے پس اگر یہ آگ اس پڑوس کی زمین سے اس قدر دور تھی کہ غالباً عادت کے موافق اس کے شرارات دوسری زمین میں نہیں پہنچتے ہیں تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ جو کچھ واقع ہوا یہ ہوا کی وجہ سے آگ کا فعل ہے اور اگر اس قدر فصل ہے کہ اکثر اتنے فاصلہ سے آگ کی چنگاریاں موافق عادت کے اس زمین تک پہنچتی ہیں تو ضامن ہوگا کیونکہ اس کو اپنی زمین میں آگ جلانے کا اختیار ہے مگر اس صورت میں اختیار ہے کہ ایسے طور سے جلائے کہ دوسری کی زمین کو ضرر نہ پہنچے یہ غایۃ البیان میں ہے۔

قاضی بدیع الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے اجارہ کی چیز اسے قرض خواہ کے پاس رہن کر دی تو جتنے دنوں قرض خواہ کے پاس رہے اس کا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ مستاجر پر نہیں واجب ہوگا ☆

ایک شخص نے ایک معین چوپایہ کسی قدر معلوم بوجھ لادنے کے واسطے کرایہ پر کیا پس مالک نے چاہا کہ مستاجر کے اسباب کے ساتھ اس پر اپنا بھی کچھ بوجھ لادے تو مستاجر کو اختیار ہے کہ چوپایہ کے مالک کو اس فعل سے منع کرے اور باوجود اس کے اگر مالک نے اپنا کچھ بوجھ لادا اور وہ چوپایہ منزل مقصود تک پہنچ گیا تو مستاجر پر پوری اجرت واجب ہوگی بخلاف اس کے اگر مستاجر نے کوئی گھر کرایہ پر لیا اور تھوڑے گھر میں مالک مکان نے اسباب ذاتی رہنے دیا تو اس صورت میں مستاجر کے ذمہ سے بقدر اس کے حصہ کے کرایہ ساقط ہو جائے گا یہ صغریٰ میں ہے اور شرح طحاوی میں مذکور ہے کہ مستاجر کو اختیار ہے کہ اجارہ کی چیز کو عاریت دے یا ودیعت رکھے یا اجارہ پر دے دے اور یہ مسئلہ یوں ہی مطلقاً مذکور ہے اور تاویل اس کی یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اجارہ کی چیز ایسی چیز ہو کہ لوگ اس سے یکساں نفع اٹھاتے ہیں اور اگر ایسی چیز ہو کہ لوگ اس سے مختلف طور سے نفع اٹھاتے ہیں تو مستاجر کو اختیار نہیں ہے کہ اس کو اجارہ پر یا عاریت دے دے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا تاکہ خود سوار ہو تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو اجارہ پر عاریت دے دے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اجارہ کی مدت مثلاً ایک سال گزرنے کے بعد مستاجر غائب ہو گیا اور اس نے مکان کی کنجی مالک مکان موجر کو نہ دی تو موجر کو اختیار ہے کہ بلا اجازت حاکم کے اس میں دوسری کنجی لگا کر کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دے یہ قنیہ میں ہے فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ قاضی بدیع الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے اجارہ کی چیز اپنے قرض خواہ کے پاس رہن کر دی تو جتنے دنوں قرض خواہ کے پاس رہے اس کا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ مستاجر پر نہیں واجب ہوگا کیونکہ جب اس نے رہن کر دی تو وہ چیز امانت سے نکل کر ضمان میں داخل ہو گئی اور جب ایسی صورت ہو گئی کہ اگر تلف ہو جائے تو

[1] تسبیب: برانگیختہ کرنا۔

ضمان دینی واجب ہو تو اجرت واجب نہ ہوگی اگرچہ تلف نہ ہو اور صحیح سالم سپرد کرے اگر قرض خواہ نے متاجر سے زبردستی بدوں اس کی رضامندی کے لے لی ہو تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ متاجر کو واپس کر لینے کا استحقاق حاصل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

نئیسو ان باب:

حمام اور چکی کے اجارہ لینے کے بیان میں

حمام کی اجرت لینا اور پچھنے لگانے کی اجرت لینا جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہراخلاطی میں ہے اگر چند ماہ معلوم کے واسطے اجرت معلومہ پر کوئی حمام اجارہ پر لیا تو جائز ہے اور اگر ایک حمام مردوں کا اور ایک حمام عورتوں کا ہو اور دونوں کے حدود بیان کر دیئے لیکن اس نے عقد اجارہ میں حمام کا لفظ بیان کیا تو قیاساً ایسا اجارہ جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں حماموں کا دروازہ ایک ہو اور دہلیز ایک ہو اور اگر ہر ایک حمام کا دروازہ علیحدہ ہو تو عقد جائز نہیں ہے تاوقتیکہ دُکان کا نام نہ لے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے ایک حمام مع حدود کے اجارہ پر لیا یعنی حدود بلفظ بیان کر دیئے تو بدوں لفظ حقوق کے ذکر کرنے کے اس کے توابع داخل ہو جائیں گے جیسے پانی کا کنواں اور پانی جاری ہونے کی راہ اور حمام اور گوبر پڑنے کی جگہ کیونکہ حمام سے بدوں ان چیزوں کے نفع حاصل نہیں ہوسکتا ہے اور حمام کی تعمیر چہار دیواری پوتنا اور حوض و پانی کی راہ اور کنواں اور دیگوں کی درستی یہ سب مالک حمام کے ذمہ ہے اور باوجود اس کے کہ اس کی درستی مالک حمام کے ذمہ ہوتی ہے اگر مالک حمام نے متاجر سے شرط کر دی کہ دس درہم ماہواری اس کی مرمت میں صرف کر دیا کرے اور اجازت دے دی تو جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اور متاجر اس کی طرف سے خرچ کرنے میں نائب قرار دیا جائے گا چنانچہ اگر ٹٹو کے مالک نے متاجر سے شرط کی کہ اجرت میں سے کچھ اجرت اس کے دانہ چارہ میں خرچ کر دے تو استحساناً جائز ہے یا اگر یوں کہے کہ میں نے تجھے دو مہینہ کا کرایہ حمام کی مرمت کے واسطے چھوڑ دیا تو جائز ہے اور اگر متاجر نے کہا کہ میں نے اس کی مرمت میں اس قدر خرچ کیا ہے تو بدوں حجت کے اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یا حمام کے مالک سے اس کے علم پر قسم لے یہ غیاثیہ میں ہے۔

اگر متاجر نے چاہا کہ اس بات میں میرا قول بدوں گواہوں کے مقبول ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ دس درہم مالک حمام کو دے دے پھر مالک حمام اس کو دے دے اور حکم دے کہ اس کو مرمت حمام میں صرف کرے تو اس صورت میں متاجر امین ٹھہرے گا اور دوسرا حیلہ گواہوں کے ساقط ہونے کا یہ ہے کہ مقدار مرمت کے واسطے کوئی شخص عادل مقرر کرے پس متاجر کا قول مقدار خرچ میں مقبول ہوگا کیونکہ عادل امین ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں نے اپنے درمیان کسی شخص ثالث عادل کو مقرر کیا کہ وہ وصول کر کے حمام کی مرمت میں خرچ کر دیا کرے پھر متاجر نے کہا کہ میں نے اس کو دے دیا اور مالک حمام نے تکذیب کی پس اگر مرد عادل نے تصدیق کی تو متاجر بری ہو گیا اور اگر وہ شخص عادل اجرت کا کفیل ہو تو وہ بھی مثل متاجر کے غیر موتمن یعنی غیر امین ہوگا اور اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر حمام کے کنوئیں کا پانی فاسد ہو گیا تو حمام کے مالک پر تمام پانی الچنے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا لیکن متاجر کو فسخ اجارہ کا حق حاصل ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اور حمام کا ایندھن اور راکھ مدت اجارہ گزرنے پر متاجر کی قرار دی جائے گی اور حکم دیا جائے گا کہ اس کو اٹھوا لیا جائے اور اگر متاجر نے انکار کیا کہ یہ راکھ میرے فعل سے نہیں ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ حمام کے اجارہ میں راکھ اور گوبر کا اٹھوانا اور موضع غسالہ کا خالی کرنا متاجر کے ذمہ ہے خواہ پانی نکلنے کی نہری کھلی ہوئی ہو یا پٹی ہوئی ہو اور اگر یہ امور موجر کے ذمہ شرط کئے تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر متاجر کے ذمہ شرط کئے تو اجارہ وشرط

دونوں جائز نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مستاجر کے ذمہ مالک حمام نے ہر مہینہ دس طلات کی شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مستاجر کی جہت سے چہ بچہ جس میں پانی جمع ہوتا ہے پٹ گیا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اس کو صاف کرا دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر چند ماہ معلوم کے واسطے دو حمام کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ پر لے اور دونوں پر قبضہ کرنے سے پہلے ایک حمام منہدم ہو گیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ باقی کا اجارہ ترک کر دے اور اگر دونوں پر قبضہ کے بعد ایک منہدم ہوا تو باقی حمام بعوض اس کے حصہ اجرت کے لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کوئی حمام ایک ایک سال کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ پر لیا مگر موجر نے دو مہینہ تک مستاجر کے سپرد نہ کیا پھر باقی مدت کے واسطے سپرد کیا مگر مستاجر نے لینے سے انکار کیا تو مستاجر پر جبر کیا جائے گا کہ اس پر قبضہ کرے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک حمام اجارہ پر لیا اور قبضہ سے پہلے یا بعد ایک بیت اس کا منہدم ہو گیا تو اس کو ترک کر دینے کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے سال بھر کے واسطے حمام اجارہ پر دیا پھر درمیان سال میں ہی دوسرے کو اجارہ پر دے دیا تو اجارہ ثانیہ صحیح نہیں[1] ہے لیکن اگر دوسرا مستاجر بعد انقضائے مدت کے اجارہ پر لے تو صحیح ہے کیونکہ اجارہ کو زمانہ مستقل کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر ایک حمام اور ایک غلام اجارہ پر لیا تاکہ یہ غلام اس حمام کے کاموں میں درستی کرے پھر دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد حمام گر گیا تو اس کو غلام کا اجارہ ترک کر دینے کا اختیار ہے اور اگر غلام مر گیا تو اس کو حمام کا اجارہ ترک کرنے کا اختیار ہے اور اگر اس نے غلام کو اس واسطے نہیں لیا کہ حمام کے کاموں کی درستی کرے تو اس کو ترک کرنے کا اختیار کچھ نہ ہوگا کذا فی محیط السرخسی قال المترجم ظاہر امراد یہ ہے کہ اس کو حمام یا غلام دونوں میں سے کسی کے ترک کا اختیار نہ ہوگا واللہ اعلم۔

ایک شخص نے ایک حمام بدوں اس کی دیگوں کے ایک سال کے واسطے اجارہ پر لیا اور مستاجر نے دیگیں کسی دوسرے سے اجارہ پر لیں مگر وہ دیگیں ٹوٹ گئیں اور ایک مہینہ بھی مستاجر نے حمام میں کام نہ کیا تو حمام والے کو کرایہ ملنا واجب ہے کیونکہ اس نے موافق التزام عقد کے حمام سپرد کر دیا ہے اور مستاجر کو اس سے نفع اٹھانا بھی ممکن تھا کیونکہ دوسری دیگیں کرایہ پر لے سکتا تھا بخلاف اس کے اگر یہ دیگیں حمام والے کی ہوں اور ٹوٹ جائیں تو مستاجر کو وہ نفع جو عقد اجارہ کے رو سے حاصل ہونا چاہئے حاصل نہ ہوگا تاوقتیکہ حمام والا اپنی دیگیں درست کرا کر مستاجر کے سپرد نہ کرے اور دیگوں والے کو جب سے دیگیں ٹوٹ گئیں ہیں تب سے اجرت نہ ملے گی کیونکہ مستاجر کو ان سے نفع حاصل کرنے کی قدرت نہ دی اور مستاجر پر اس کی ضمان واجب نہ ہوگی خواہ دیگیں عادت کے موافق کام میں لانے سے شکست ہوئی ہوں یا غیر عادت کے موافق کام سے شکستہ ہوئی ہوں یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص حمام میں ایک وانگ پر اس شرط سے داخل ہوا کہ حمام والا حمام گرم کرے یا ایک پیسے پر اس شرط سے داخل ہوا کہ غسل کرے تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے کیونکہ عرف و تعامل یوں جاری ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک حمام کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ پر لیا اور اس حمام کا چلن ایسا خراب ہو گیا کہ اس کا ماحصل بقدر اجرت کے بھی نہیں آتا ہے اور مستاجر نے چاہا کہ میں اجارہ توڑ کر حمام واپس کر دوں تو فرمایا کہ اگر اس نے حمامی نہیں کی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ حمام واپس کر دے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر ایک مہینہ کے واسطے ایک حمام اجارہ پر لیا اور پھر دوسرے مہینے بھی اس میں کام کیا تو دوسرے مہینہ کا کرایہ اس پر واجب نہ ہوگا اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ اس پر دوسرے مہینہ کا کرایہ بھی دے دے گی واجب ہوگا اور ایسا ہی دار کے مسئلہ میں مروی ہے اور کرخی و محمد

---

[1] قولہ صحیح نہیں ہے یعنی بالفعل قبضہ اجارہ یا بالفعل کا اجارہ صحیح نہیں ہے اور اگر اجارہ یوں ٹھہرا کہ میں نے تجھے اس سال کے گذرنے پر اجارہ دیا اور مستاجر ثانی نے قبول کیا تو صحیح ہے۔

بن سلمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے دونوں روایتوں میں اس طرح توفیق دی ہے کہ اجرت واجب نہ ہونا ایسی صورت میں ہے کہ جب حمام یا دار کرایہ پر چلنے کے واسطے نہ ہوا اور جس صورت میں کہ کرایہ پر چلنے کے واسطے رکھا گیا ہو تو کرایہ دوسرے مہینہ کا بھی واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کوئی حمام اجارہ پر لیا پھر دیکھا تو وہ شکستہ وخراب ہے تو اجارہ توڑ سکتا ہے اور جتنی مدت گزر گئی اگر اس میں اصل منفعت حاصل ہوئی تو اس قدر اجرت واجب ہوگی اور اگر کوئی حمام اجارہ پر لیا اور حمام میں موجر مع اپنے بعض دوستوں کے داخل ہوا تو اس پر اجرت واجب نہ ہوگی کیونکہ اس نے مدت اجارہ کے اندر بعض معقود علیہ یعنی کچھ منفعت حمام کی واپس لی اور کرایہ میں سے بھی کچھ ساقط نہ ہوگا کیونکہ معلوم[1] نہیں ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے مجموع النوازل میں لکھا ہے ایک شخص نے حمام اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ حمام کے چلنے کے موسم و نہ چلنے کے موسم دونوں حالتوں میں مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا تو یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے پس عقد فاسد ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک چکی اس بیت میں جس میں وہ ہے مع اس کی متاع کے دس درہم ماہواری کرایہ پر لی پھر اس نے اس میں تیس درہم ماہواری پسائی کا کام کیا پس بیس درہم نفع اٹھائے پس آیا زیادتی اس کو حلال ہے یا نہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے کوئی ایسی اصلاح کر دی ہے جس سے چکی کو نفع حاصل ہو جیسے اس کی مہر صاف کرانا یا اس کے پتھر تلانا وغیرہ یا ایسی کوئی اصلاح نہیں کی پس اگر کوئی اصلاح نہیں کی اور خود ہی اس نے پیسنے کا کام کیا تو زیادتی حلال ہے اور اگر اناج کے مالک نے اپنے آپ پیسا ہے تو زیادتی مستاجر کو حلال نہیں ہے اور اگر مستاجر نے کوئی شے اصلاح بڑھائی ہو تو زیادتی اس کو حلال ہے اگرچہ اس نے خود پیسنے کا کام نہ کیا ہو یہ محیط میں ہے اگر نہر کے کنارے کوئی مقام اس واسطے کرایہ پر لیا کہ اس پر ایک عمارت پن چکی گھر کی بنائے اور اس میں پن چکی رکھے بشرطیکہ چکی کے پاٹ اور تمام اسباب ولوہا وعمارت سب مستاجر کے ذمہ ہے تو یہ جائز ہے اور اگر نہر کا پانی منقطع ہو گیا اور پسائی نہ ہو سکی اور مستاجر نے اجارہ فسخ نہ کیا تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے گیہوں پیسنے کے واسطے ایک چکی اجارہ پر لی پھر اس میں ایسا اناج پیسا جس کے پیسنے سے مثل گیہوں کے یا اس سے کم چکی کو ضرر پہنچتا ہے تو شرط اجارہ میں مخالفت کرنے والا شمار نہ ہوگا ☆

اگر چکی کے مالک نے پانی ٹوٹ جانے کا خوف کیا کہ پانی ٹوٹنے سے اجارہ فسخ ہوگا پس اس نے چکی گھر اور چکی کے پاٹوں اور متاع کو خاصۃً اجارہ دے دیا تو جائز ہے پھر اگر پانی منقطع ہو گیا تو عذر[2] قرار دیا جائے گا اسی طرح اگر یہ شرط قرار دی کہ اگر پانی منقطع ہو جائے تو مستاجر کو خیار نہیں ہے تو ایسی شرط کا کچھ اعتبار نہیں ہے یعنی انقطاع کا عذر متحقق ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک پن چکی گھر یا ایک حمام دو شخصوں میں مشترک ہے اور ہر ایک شریک کا حصہ ایک ایک شخص نے اجارہ پر لیا پھر ایک مستاجر نے اپنے موجر کی اجازت سے حمام کی مرمت میں کچھ خرچ کیا اور چاہا کہ جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے وہ مال اس مالک سے واپس لے جس نے اس کو اجارہ نہیں دیا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اسی شخص سے لے سکتا ہے جس نے اس کو اجازت دی ہے یعنی اپنے موجر سے کیونکہ اسی کی اجازت سے اس نے خرچ کیا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا خود اس کے موجر نے خرچ کیا ہے اور اس کا موجر یعنی شریک اپنے شریک سے صرف اسی

---

[1] میں کہتا ہوں کہ علت محض سست ہے۔ [2] یعنی خاصۃً ان چیزوں کو کرایہ پر نہ دینا چاہئے کہ اجارہ فسخ نہ ہوگا بلکہ باوجود اس کے بھی اگر پانی منقطع ہوا اجارہ فسخ ہوگا۔

صورت میں بقدر اس کے حصہ کے واپس لے سکتا ہے کہ جب مرمت میں خرچ کرنا شریک کی اجازت یا قاضی کے حکم سے ہو اور قاضی پہلے اس کے شریک کو حکم کرے گا کہ اس حمام یا چکی گھر کی مرمت کرے پس اگر اس نے مرمت نہ کی تو شریک کو حکم دے گا کہ تو اس کی مرمت کرا دے اور جو کچھ حصہ تیرے شریک کے ذمہ پڑے اس سے نالش کر کے لے لے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص نے گیہوں پینے کے واسطے ایک چکی اجارہ پر لی پھر اس میں ایسا اناج پیسا جس کے پینے سے مثل گیہوں کے یا اس سے کم چکی کو ضرر پہنچتا ہے تو شرط اجارہ میں مخالفت کرنے والا شمار نہ ہوگا اور اگر ایسا اناج پیسا جس سے چکی کو گیہوں سے زیادہ ضرر پہنچتا ہے تو مخالف و غاصب قرار دیا جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے قال رضی اللہ عنہ جب میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ ایک چکی دو شخصوں میں مشترک ہے ایک شخص کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائی ہے پھر دو تہائی والے نے اپنا حصہ ایک شخص کو اجارہ پر دے دیا اور متاجر نے تمام چکی میں تصرف کیا پھر ایک تہائی والے نے چاہا کہ متاجر سے اپنا حصہ اجرت لے لے تو نہیں لے سکتا ہے کیونکہ متاجر نے اس کے حصہ کو غصب کر لیا ہے اجارہ پر نہیں لیا ہے اور تہائی حصہ والے کو یہ اختیار تھا کہ متاجر کو چکی کے انتفاع سے روکے یا اپنا حصہ اس کو اجارہ دے دے[1] کیونکہ غیر منقسم کا اجارہ صحیح نہیں ہے اور اگر حکام مسلمین سے کسی حاکم نے ایسے اجارہ کی صحت کا حکم دے دیا تو اس وقت متاجر کو اختیار ہوگا کہ دو روز خود اس چکی سے نفع حاصل کرے اور ایک روز تہائی والے کے واسطے چھوڑ دے تاکہ وہ اس روز نفع حاصل کرے اور تہائی حصہ کے شریک کو اختیار ہے کہ یوں کہے کہ جو روز میرا ہے میں اس روز چکی گھر کا دروازہ بند کر دوں گا کیونکہ اس سے چکی کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا ہے اور اگر بجائے چکی کے کوئی حمام ہو اور ایک حصہ دار نے اپنا حصہ کسی شخص کو اجارہ پر دے دیا اور کسی حاکم نے اس کی صحت کا حکم دیا تو دوسرے حصہ دار کو جس نے اجارہ نہیں دیا ہے یہ اختیار نہیں ہے کہ یوں کہے کہ میں اپنے حصہ کے روز اس حمام کا دروازہ بند کر دوں گا کیونکہ حمام کو اس سے ضرر پہنچتا ہے چکی کو ضرر نہیں ہوتا ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مدت کثیر کی باری مثلاً ایک مہینہ کی مقرر کر لیں پس دو تہائی حصہ والا حمام سے دو مہینہ نفع حاصل کرے پھر دوسرا شخص ایک مہینہ تک بند کر دے یا ایک مہینے سے زیادہ مدت تک کے واسطے اس طور سے باری مقرر کر لیں تاکہ حمام سے نفع اٹھانا ساقط نہ ہو جائے کیونکہ تھوڑی مدت میں جو ضرر حمام کو پہنچتا ہے اس کو دوسری دفعہ نہیں کرنے پاتا ہے کہ مدت گزر جاتی ہے پس حمام سے انتفاع ساقط ہو جاتا ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

ایک متاجر نے ایک شخص سے چکی اور دوسرے سے چکی کے واسطے گھر اور تیسرے سے چکی چلانے کے واسطے اونٹ کرایہ پر لیا اور سب کو ایک ہی صفقہ میں اجارہ لیا اور سب نے اس کو اجارہ دیا اور اجارہ میں ماہواری کچھ اجرت معلومہ مقرر ہوئی تو یہ جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کا کوئی بیت ایک نہر کے کنارے ہے اور پہلے اس میں ایک پن چکی تھی کہ وہ جاتی رہی پھر دوسرا شخص اپنی چکی لایا اور اس بیت میں نصب کی اور چکی کے سب ضروریات آلات بھی لایا اور دونوں نے باہم اس شرط سے شرکت کر لی کہ لوگوں سے گیہوں و جو لے کر پیسا کریں اور جو کمائی کریں وہ ہم دونوں نصفا نصف تقسیم کر لیا کریں تو یہ جائز ہے اور جو کچھ انہوں نے کمائی میں کمایا وہ دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اور بیت یا چکی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اور اگر اس نے چکی کو اجرت معلومہ پر کوئی اناج معلوم پینے کے واسطے اجارہ پر دے دیا تو تمام اجرت چکی کے مالک کو ملے گی اور مکان والے کو جو کچھ ایسے مکان کی اجرت ہوتی ہے وہ ملے گی اور اس کی ذات کی اجرت ملے گی اور یہ سب چکی کے مال پر واجب ہوگی بشرطیکہ اسی بیت میں اس نے کام کیا ہو اور فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق یہ کرایہ چکی کی اجرت مثل کے نصف سے زیادہ نہ دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص کی چکی اور بیت اور نہر اور چکی کا اسباب سب ہو پھر چکی کے اوپر کا پاٹ ٹوٹ گیا پھر ایک شخص نے آ کر مالک کی بلا اجازت اس پر ایک پاٹ نصب

---

[1] قولہ یوں ہی اصل میں مذکور ہے اور مقدمہ میں تصحیح مذکور ہے وہاں سے دیکھو۔

کر کے لوگوں کا اناج اجرت معلومہ پر پیسنا شروع کیا اور لوگوں کو کرایہ پر دینا شروع کیا تو وہ شخص اس فعل میں گنہگار ہوگا مگر اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر اس نے اوپر کا پاٹ مالک کی رضامندی سے اس شرط سے نصب کیا کہ جو کمائی ہو وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو اور ہم دونوں اپنے آپ کام کریں تو ایسی صورت میں جب یہ شخص کرایہ پر دے دے گا تو تمام اجرت اسی شخص کو ملے گی اور اگر دونوں نے پسائی کے واسطے لوگوں کا اناج لیا تو جو مزدوری ملے گی وہ اس شخص اور مالک کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک چکی گھر کا صحن دو شخصوں میں مشترک ہے اور چکی کے پاٹ خاص ایک ہی شخص کے ہیں اور اس کو ایک شخص مستاجر کو اجارہ دے دیا پھر جس شخص کا چکی کے پاٹوں میں کچھ حق نہیں ہے اس نے آدھا کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ اس کو اختیار ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ فرمایا کہ ایک شخص نے ایک نہر کے کنارے ایک گھر بنایا اور اس میں پن چکی نصب کی اور یہ سب مالک نہر کی بلا اجازت کیا پھر لوگوں کا اناج لے کر پسائی کر کے مال حاصل کیا تو تمام مال اسی کا ہوگا اور وہ شخص نہر کے مالک کی زمین غصب کرنے والا شمار ہوگا اور جو احکام غصب کے ہیں وہ معتبر رکھے جائیں گے پس جو کچھ اس کی زمین میں نقصان آیا ہے اس کی ڈانڈ لے گا جیسے زمین کے غصب میں ہوتا ہے لیکن پانی کی ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مستاجر نے چکی میں لوہا یا کوئی اور شے جڑوائی پھر اجارہ کی مدت گزر گئی اور مستاجر نے چاہا کہ جو مال میرا اس میں لگا ہے وہ لے لے پس اگر اس نے موجر کی اجازت سے اس شرط سے لگایا ہے کہ کرایہ میں سے وضع کر لے تو موجر سے لے سکتا ہے اور اگر اس کی بلا اجازت لگایا ہے تو جو چیز جڑی ہوئی نہ ہو اس کو لے سکتا ہے اور جو چیز جڑی ہوئی ہے اس کی قیمت لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

چوبیسواں باب:

اجرت اور معقود علیہ کی کفالت کے بیان میں

فرمایا کہ اجرت کی کفالت خواہ معجّل ہو یا موجل ہو جمیع اجارات اور نیز حوالہ بھی صحیح ہے خواہ کفالت کے وقت اجرت اس طرح واجب ہوگئی ہو کہ مستاجر نے منفعت اجارہ تمام حاصل کر لی ہو یا شرط تعجیل ہو خواہ واجب نہ ہوئی ہو اور تعجیل یا تاجیل میں یعنی فی الحال ادا کرنے یا معیاد پر اجرت ادا کرنے کا حکم کفیل پر ویسا ہی ہوگا جیسا اصیل پر ہے بشرطیکہ کفالت میں جس طرح اصیل پر ہے اس کے خلاف شرط نہ ٹھہری ہو اور اگر کفیل نے اجرت فی الحال ادا کر دی تو اپنے اصیل سے فی الحال نہیں لے سکتا ہے تاوقتیکہ میعاد مقررہ نہ آ جائے یہ محیط میں ہے اور کفیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب تک خود اجرت ادا نہیں کی ہے تب تک اصیل سے یعنی مستاجر سے اجرت کا مواخذہ کرے یعنی جب تک خود ادا نہ کرے تب تک مستاجر سے مواخذہ نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر موجر نے کفیل کے ساتھ دستک دی اور اس کے پیچھے پڑ گیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ اسی طرح اپنے مکفول عنہ کا دامن گیر ہو یہاں تک کہ مکفول عنہ اس کا پیچھا چھوڑا دے یا اس کی طرف سے ادا کرے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مقدار اجرت میں موجر و کفیل و مستاجر نے اختلاف کیا مثلاً کفیل نے کہا کہ ایک درہم ہے اور موجر نے کہا کہ دو درہم ہیں اور مستاجر نے کہا کہ نصف درہم ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادتی سے منکر ہے لیکن کفیل سے ایک درہم کا مواخذہ کیا جائے گا اور کفیل اپنے اصیل مستاجر سے فقط نصف درہم واپس لے سکتا ہے اور اگر سب نے اپنے اپنے عادل گواہ قائم کئے تو موجر کے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر طالب نے گواہ عادل پیش کئے تو اس کو اختیار ہے کہ پھر کفیل یا مستاجر جس سے چاہے مواخذہ کرے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر اجرت میں کوئی معین چیز مثلاً کوئی معین کپڑا اقرار پایا اور اس کی کسی شخص نے کفالت کی تو جائز ہے اور اگر وہ کپڑا مستاجر کے پاس تلف ہو گیا تو کفیل بری ہو گیا اور مستاجر پر اجر المثل دینے کا حکم کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی خیاط کو کپڑا سینے کے واسطے مقرر کیا اور شرط کر لی کہ خود ہی سیئے اور کسی شخص نے اس کی کفالت کی پس اگر نفس خیاط کے سپرد کرنے کی کفالت کی تو صحیح ہے اور اگر اسی کی سلائی کی کفالت کی تو صحیح نہیں ہے اور اگر مستاجر نے درزی پر اسی کے سینے کی شرط نہ لگائی اور کسی شخص نے سلائی کی کفالت کی تو صحیح ہے پھر واضح ہو کہ خیاطت کے مسئلہ میں جبکہ سلائی کی کفالت صحیح نہ ہو اور کفیل نے خود سی کر مستاجر کے سپرد کیا تو اس سے اپنے کام کا اجر المثل لے گا اور جس صورت میں سلائی کی کفالت صحیح ہو اور کفیل نے خود سی کر مستاجر کو دیا تو مکفول عنہ یعنی درزی سے اپنے کام کا اجر المثل چاہے جس قدر ہو لے لے گا بشرطیکہ یہ کفالت درزی کی اجازت سے ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص سے کچھ اونٹ غیر معین کسی شہر معلوم تک کچھ بار معلوم لادنے کے واسطے کرایہ کئے اور ایک شخص نے مستاجر سے بار برداری کی کفالت کر لی تو کفالت صحیح ہے اور اگر اونٹ معین اس طور سے کرایہ پر لئے اور کسی شخص نے بار برداری کی کفالت کر لی تو صحیح نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر مستاجر نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا اور ایک شخص نے کفالت کر لی کہ اگر اجارہ ٹوٹ جائے گا تو میں تیرے کرایہ کا کفیل ہوں تو کفالت جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

پچیسواں باب:

دونوں گواہوں میں اور موجر و مستاجر میں اختلاف واقع ہونے کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل:

بدل یا مبدل میں موجر و مستاجر کے درمیان یا دونوں گواہوں کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان میں

اگر دونوں نے مدت اجارہ گزرنے کے بعد جو چیز اجارہ لی تھی مدت اجارہ کے اندر سپرد کرنے میں اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہو گا اور اگر دونوں نے گواہ عادل پیش کئے تو موجر کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ یہ چیز موجر نے اول مدت یا اول مسافت میں سپرد کر دی تھی لیکن عذر عارض ہو جانے میں اختلاف کیا مثلاً مستاجر نے کہا کہ مرض یا غصب یا غلام کا بھاگ جانا وغیرہ ایسا کوئی عذر پیدا ہو گیا کہ جس سے میں انتفاع حاصل نہیں کر سکا اور موجر نے اس سے انکار کیا پس اگر خصومت کے وقت یہ سبب موجود ہو تو قطعی قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہو گا اور اگر اس وقت یہ سبب موجود نہ ہو تو موجر کا قول قبول ہو گا مگر ساتھ ہی موجر سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی اور اگر کوئی عذر پیدا ہو جانے میں دونوں نے اتفاق کیا مگر اس میں اختلاف کیا کہ کتنے دنوں تک یہ عذر مانع قائم رہا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہو گا یہ محیط میں ہے اور اگر قبضہ سے پہلے مقدار اجرت میں اختلاف کیا یا مدت اجارہ میں اختلاف کیا تو دونوں سے قسم لے کر اجارہ فسخ کر دیا جائے گا یہ تہذیب میں ہے اور اگر مدت اجارہ گزرنے میں اختلاف کیا تو مستاجر کا قول قبول ہو گا یہ قنیہ میں ہے اجارہ کے دونوں گواہوں نے اجارہ کی اجرت مسمّی میں اختلاف کیا

اور مدعی خواہ موجر ہے یا مستاجر ہے اور ایک گواہ نے موافق مدعی کے گواہی دی اور دوسرے نے اجرت اس سے کم یا زیادہ ہونے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہوگی اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم منفعت کامل حاصل کرنے سے پہلے ہے کیونکہ اس صورت میں عقد اجارہ کے حکم دینے کی ضرورت ہے اور جب دونوں نے گواہی بدل اختلاف کیا تو قاضی ایسے حکم کا قابو نہ پائے گا اور اگر منفعت کامل حاصل کرنے کے بعد ایسا واقعہ ہوا تو اس وقت مال کا حکم کرنے کی ضرورت ہے پس اس میں اختلاف ہونا چاہئے کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک گواہی میں کمتر مال کی ڈگری کی جائے گی جیسا کہ قرضہ کے دعویٰ میں ہوتا ہے کہ اگر مدعی نے چھ درہم کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے اس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے پانچ درہم کی گواہی دی تو پانچ درہم کی ڈگری ہوگی قال الشیخ رضی اللہ عنہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ یہاں بالاجماع گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ عقد معاوضہ میں اجرت بدل ہوتی ہے جیسے بیع میں ثمن ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ دونوں گواہوں میں سے ایک کی تکذیب کی ہو پس اس کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں اور اجارہ واقع ہونے پر دونوں نے اتفاق کیا اور استیفائے منفعت سے پہلے اجرت میں اختلاف کیا تو باہم قسم کھا کر اجارہ فسخ کر دیں اسی طرح اگر چوپایہ سواری کے لئے کرایہ پر لیا اور مستاجر نے کہا کہ کوفہ سے بغداد تک پانچ درہم میں ٹھہرا ہے اور چوپایہ کے مالک نے کہا کہ کوفہ سے صراط تک جو بغداد و کوفہ کے بیچ میں ہے دس درہم کو ٹھہرا ہے تو بھی دونوں سے قسم لی جائے گی اور بعد قسم کھانے کے اگر دونوں میں سے کسی نے اپنے گواہ قائم کئے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو چوپایہ کے مالک کے گواہ کرایہ کی زیادتی پر قبول ہوں گے اور مستاجر کے گواہ زیادتی مسافت پر قبول ہوں گے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے۔

پہلے امام اعظمؒ فرماتے تھے کہ بغداد تک ساڑھے بارہ درہم پر ڈگری ہوگی اور اگر دونوں نے جگہ و مقام میں اتفاق کیا مگر جنس اجرت میں اختلاف کیا تو چوپایہ کے مالک کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر اس کو بغداد تک سوار ہو کر لے گیا اور کہا کہ تو نے مجھے یہ چوپایہ عاریت دیا ہے اور اس کے مالک نے کہا کہ میں نے تجھے ڈیڑھ درہم میں کرایہ دیا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اس پر ضمان یا اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر موجر نے گواہ قائم کئے پس ایک گواہ نے ایک درہم کرایہ کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ درہم کی گواہی دی تو ایک درہم کی ڈگری کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ رنگریز نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس شخص نے کوئی کپڑا نہیں دیا ہے پھر دو گواہ قائم ہوئے ایک نے گواہی دی کہ اس نے سرخ رنگنے کے واسطے دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے زرد رنگنے کے واسطے دیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے معین دو ٹٹو بغداد تک دس درہم میں کرایہ دیئے ہیں اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کئے اور عمرو نے گواہ دیئے کہ عمرو نے ان دونوں ٹٹوؤں میں سے ایک ٹٹو معین دس درہم میں بغداد تک کے واسطے کرایہ پر دیا ہے تو امام اعظمؒ پہلے فرماتے تھے کہ دونوں ٹٹوؤں کے پندرہ درہم پر بغداد تک اجارہ دینے کا حکم دیا جائے گا بشرطیکہ دونوں کا اجر المثل یکساں ہو پھر اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ دونوں ٹٹوؤں کے دس درہم پر بغداد تک اجارہ دینے کی ڈگری کی جائے گی اور یہی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور یہ جو مذکور ہوا اس وقت ہے کہ دونوں نے جنس اجرت میں اتفاق کیا ہو اور اگر اختلاف کیا مثلاً ٹٹو کے مالک نے کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک ٹٹو ایک دینار میں بغداد تک تجھے کرایہ پر دیا ہے اور اس پر گواہ قائم کئے اور مستاجر نے کہا کہ تو نے دونوں ٹٹو دس درہم میں بغداد تک کے واسطے اجارہ دیئے ہیں تو یوں ڈگری کی جائے گی کہ اس نے دونوں ٹٹو ایک دینار اور پانچ درہم میں بغداد تک اجارہ دیئے بشرطیکہ دونوں کا اجر المثل یکساں ہو یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دو ٹٹو کرایہ پر کئے ان میں ایک ٹٹو معین مقام حیرہ تک اور دوسرا معین مقام قادسیہ تک کرایہ پر لیا پھر دونوں کو

قادسیہ کی طرف آگے بڑھا لے گیا یعنی حیرہ سے آگے بڑھ گیا پھر ایک ٹٹو مر گیا اور موجر و مستاجر نے اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ جو ٹٹو مر گیا ہے اس کو فقط حیرہ تک کے واسطے تو نے کرایہ پر لیا تھا پھر جب تو آگے لے گیا تو تو نے مخالفت کی اور تو ضامن ہوا اور مستاجر نے کہا کہ جو ٹٹو مر گیا ہے اس کو میں نے قادسیہ تک کے واسطے اجارہ پر لیا تو موجر کا قول قبول ہوگا اور مستاجر اس کی قیمت کی ضمان ادا کرے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر مستاجر نے اجارہ کا دعویٰ کیا یعنی اس نے مجھے اجارہ دیا ہے اور ٹٹو کے مالک نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے یوں گواہی دی کہ مستاجر نے بغداد تک خود سوار ہو جانے کے واسطے دس درہم میں کرایہ لیا ہے اور دوسرے گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس نے بغداد تک سوار ہونے اور یہ اسباب لادنے کے واسطے اجارہ پر لیا ہے اور مستاجر بھی اسی امر کا مدعی ہے جو دوسرے گواہ نے گواہی دی ہے تو گواہی جائز نہیں ہے اسی طرح اگر دونوں گواہوں نے بوجھ میں اختلاف کیا ایک نے ایک قسم کا بوجھ بتلایا ہے اور دوسرے نے دوسری قسم کے بوجھ کی گواہی دی تو بھی گواہی قبول نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کشتی پر ترمذ سے آمل تک سوار ہوا پھر مالک کشتی نے کہا کہ میں نے تجھے آمل تک پانچ درہم کرایہ پر سوار کیا ہے اور سوار نے ملاح سے کہا کہ تو نے مجھے دس درہم پر اس واسطے اجیر مقرر کیا تھا کہ میں آمل تک مکان کشتی کو تھام کر کھیتا چلوں گا تو دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور دونوں میں سے کسی کو اولویت نہیں ہے کہ اس کے واسطے پہلے قسم لی جائے پس قاضی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے قسم لینا شروع کرے اور اگر دونوں کے نام قرعہ ڈالے تو بہتر ہے پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو کسی کا دوسرے پر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو سوار ہونے والے کے گواہ قبول ہوں گے اور اس کے نام مالک کشتی پر دس درہم اجرت کی ڈگری کر دی جائے گی اور کشتی والے کے نام سوار پر کچھ ڈگری نہ ہوگی کیونکہ جب دونوں نے گواہ قائم کئے تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا دونوں امر واقع ہوئے پھر کشتی والے نے جو سوار ہونے والے کے ساتھ سوار کرنے کا اجارہ کیا ہے وہ باطل ہو جائے گا کیونکہ ملاح کے واسطے تو خود ہی بلا کرایہ سوار ہونا ضروری ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے ترمذ سے بلخ تک دس درہم کرایہ پر اپنے خچر پر سوار کیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میں بلخ میں فلاں شخص کو بحفاظت پہنچا دوں اور پانچ درہم اجرت ٹھہرائے ہیں تو بھی ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو کسی پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو خچر کے مالک کے گواہ مقبول ہوں گے کیونکہ مستاجر پر خچر کی حفاظت واجب ہے پس اجارہ حفاظت کے واسطے باطل ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں اگر موجر نے دو درہم پر اجارہ دینے کا دعویٰ کیا پھر ایک گواہ نے ایک درہم پر اجارہ دینے کی اور دو گواہوں نے دو درہم پر اجارہ دینے کی گواہی دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول نہ ہوں گے ☆

مستاجر نے کہا کہ میں نے قادسیہ تک کے واسطے ایک درہم میں کرایہ لیا اور موجر نے کسی اور موضع کا نام لیا حالانکہ مستاجر اس پر قادسیہ تک سوار ہوا ہے تو اس صورت میں مستاجر پر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس نے عقد اجارہ کی مخالفت کی ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر موجر نے کہا کہ میں نے تجھے اس موضع تک اپنا ٹٹو کرایہ پر دیا ہے اور سوار نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے عاریت دیا ہے اور اس موضع سے آگے بڑھا لے گیا اور ٹٹو مر گیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شخص کا ٹٹو حیرہ تک سوار ہو کر لے گیا اور ٹٹو کے مالک نے کہا کہ میں نے جبانہ تک تجھے ایک درہم میں کرایہ دیا تھا اور تو اس کو آگے لے گیا اور جو شخص سوار ہو کر لے گیا ہے اس نے

کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا تھا اور اس پر قسم کھالی تو کرایہ سے بری ہو جائے گا پھر اگر ٹٹو کے مالک نے گواہ قائم کئے کہ میں نے اس کو حیرہ تک ایک درہم میں کرایہ پر دیا تھا تو قبول نہ کئے جائیں گے اور اگر ٹٹو کے مالک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو ساحین تک ڈیڑھ درہم میں کرایہ پر دیا ہے اور ایک گواہ نے اس کے حق میں یوں ہی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے ساحین تک ایک درہم میں کرایہ پر دیا ہے تو مستاجر پر ایک درہم کی ڈگری کر دی جائے گی بشرطیکہ مستاجر سوار ہوا ہو یہ مبسوط میں ہے اور اگر ٹٹو کے مالک نے دو گواہ قائم کئے اور ان میں سے ایک گواہ نے اس کے حق میں ڈیڑھ درہم کی گواہی دی تو مستاجر پر ایک درہم کی ڈگری ہو گی اور اگر موجر نے دو درہم پر اجارہ دینے کا دعویٰ کیا پھر ایک گواہ نے ایک درہم پر اجارہ دینے کی اور دو گواہوں نے دو درہم پر اجارہ دینے کی گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک مقبول نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے ایک سال کے واسطے مکان کرایہ پر لیا ہے پھر مستاجر نے دعویٰ کیا کہ میں نے گیارہ مہینے تک ایک درہم میں کرایہ پر لیا اور ایک مہینہ تک نو درہم میں یعنی بارہ مہینہ تک اس تفصیل سے کرایہ پر لیا ہے اور موجر نے دعویٰ کیا کہ میں نے ایک سال تک دس درہم میں کرایہ پر دیا ہے اور ہر ایک نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ موجر کے گواہوں پر ڈگری کی جائے گی اور اگر ان وجوہ میں مدت اجارہ گزر جانے یا جس مقام تک کے واسطے ٹٹو وغیرہ کرایہ پر لیا ہے وہاں پہنچ جانے کے بعد اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا اور دونوں سے ہر ایک کے دعویٰ پر قسم نہ لی جائے گی یہ بالاجماع سب کے نزدیک ہے اور اگر تھوڑی مدت گزرنے پر یا تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد دونوں نے اجرت میں اختلاف کیا تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور جس وقت دونوں نے قسم کھائی اس وقت باقی مدت کا اجارہ فسخ کر دیا جائے گا اور گذشتہ مدت یا مسافت کے حصہ اجرت میں مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور بھی امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک مستاجر نے گواہ قائم کئے کہ میں نے یہ مکان اس شخص سے دو مہینہ کے واسطے دس درہم پر کرایہ پر لیا ہے اور مالک مکان نے گواہ دیئے کہ میں نے اس کو ایک مہینہ کے واسطے دس درہم پر اجارہ دیا ہے تو میں کرایہ کی بابت مالک مکان کی گواہ قبول کروں گا اور مکان کو ایک مہینہ کے واسطے دس درہم پر قرار دوں گا اور دوسرے مہینے میں مستاجر پر پانچ درہم کرایہ قرار دوں گا یہ محیط میں ہے اور جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر موجر نے کہا کہ میں نے اس مہینہ تک تجھے یہ مکان دس درہم پر کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ میں نے اس مہینہ اور دوسرے مہینہ تک پانچ درہم میں کرایہ پر لیا ہے تو پہلے مہینہ میں دس درہم واجب ہوں گے اور دوسرے مہینہ میں ڈھائی درہم واجب ہوں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے گواہ قائم کئے کہ میں نے اپنا یہ بیت نو درہم پر تین مہینہ کے واسطے بحساب تین درہم ماہواری کے کرایہ پر دیا ہے اور مستاجر نے گواہ دیئے کہ مستاجر نے چھ مہینے کے واسطے بحساب ایک درہم ماہواری کے کرایہ پر لیا ہے تو مستاجر پر تین مہینے کے واسطے نو درہم واجب ہوں گے اور پھر تین مہینہ تک تین درہم واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ہشامؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک مکان ہے کہ اس میں وہ شخص ایک مہینہ تک رہا ہے پھر دو شخصوں میں سے ہر ایک نے یہ گواہ قائم کئے کہ یہ میرا مکان ہے میں نے اس قابض کو دس درہم پر اسی مہینے کے واسطے کرایہ دیا ہے اور قابض ان دونوں کے دعویٰ سے منکر ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وہ مکان دونوں مدعیوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا اور استحساناً ہر ایک کو پانچ پانچ درہم ملیں گے اور قیاس کی دلیل سے ہر ایک کو دس درہم ملنے چاہئیں یہ محیط میں ہے نوادر ہشام میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا پھر مالک نے کہا کہ میں نے تجھے ایک درہم اجرت پر کپڑا دیا ہے اور درزی نے کہا کہ ملو نے کچھ بیان نہیں کی ہے تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ میں نے کچھ اجرت نہیں ٹھہرائی تھی اور تو نے بطور اجرت پر سینے کے کپڑا لے لیا تھا اور درزی نے کہا کہ تو نے اجرت ٹھہرائی تھی تو کپڑے کے مالک سے قسم لی جائے گی اور اس کو اجر المثل ملے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رنگریز

کوسرخ رنگنے کے واسطے کپڑا دیا اس نے عصفر سے جس طرح مستاجر نے بیان کر دیا تھا سرخ رنگ دیا پھر دونوں نے اجرت میں اختلاف کیا رنگریز نے کہا کہ میں نے ایک درہم پر کام کیا ہے اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ دو دانگ پر کام کیا ہے پس اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو رنگریز کے گواہ مقبول ہوں گے۔

اگر دونوں نے گواہ قائم نہ کئے تو میں دیکھوں گا کہ عصفر سے کپڑے کی قیمت میں کس قدر زیادتی ہوگئی پس اگر ایک درہم یا زیادہ کی ہوگئی ہے تو پہلے رنگریز سے قسم لی جائے واللہ میں نے دو دانگ میں نہیں رنگا ہے پھر اس کو ایک درہم دلا دوں گا اور اس نے زیادہ نہ کیا جائے گا اور اگر عصفر سے صرف دو دانگ یا اس سے کم زیادتی ہوئی ہے تو رنگریز کو دو دانگ دلا دوں گا مگر پہلے کپڑے کے مالک سے قسم لوں گا کہ واللہ میں نے فقط دو دانگ پر اس سے رنگایا ہے اور دو دانگ سے کمی نہ کی جائے گی اور اگر عصفر سے نصف درہم کی زیادتی ہوگئی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ پہلے رنگریز سے قسم لے کر کہ واللہ میں نے دو دانگ پر نہیں رنگا ہے پھر اس کو نصف درہم دلا دوں گا اور جو رنگ ایسا ہو کہ اس کی کچھ قیمت ہوتی ہے اس میں بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر سیاہ رنگنے کے واسطے دیا ہو تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ تو نے مجھے بلا اجارت رنگ دیا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح جو کپڑا ایسے رنگ سے رنگا جائے کہ جس سے قیمت گھٹ[1] جاتی ہے اس میں یہی حکم ہے اور جو رنگ ایسے ہیں کہ قیمت بڑھاتے ہیں ان میں اگر مالک نے کہا کہ تو نے بلا اجرت رنگ دیا ہے اور رنگریز نے کہا کہ ایک درہم کے عوض رنگا ہے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور یہ باہمی قسم اس وجہ سے نہیں ہے کہ دونوں نے عقد اجارہ کے بدل میں یعنی اجرت میں اختلاف کیا ہے بلکہ دونوں پر قسم یوں آئی کہ رنگریز نے مالک پر اپنے ایک درہم کا دعویٰ کیا اور مالک منکر ہے اس واسطے مالک پر قسم عائد ہوئی اور مالک دعویٰ کرتا ہے کہ رنگریز نے رنگ مجھے ہبہ کیا اور چونکہ اس کی مملوکہ چیز سے یہ ہبہ متصل ہوگیا اس واسطے ہبہ میں ملکیت پوری ہو گئی اور رنگریز نے اس سے انکار کیا اس واسطے اس پر بھی قسم عائد ہوئی پس دونوں پر قسم عائد ہوئی پھر کپڑے کا مالک رنگ کے عوض اس قدر ڈانڈ دے گا جس قدر اس کے کپڑے میں بوجہ رنگ کے قیمت زیادہ ہوگئی ہے مگر ایک درہم سے زیادہ نہ کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دونوں نے اصل اجرت میں اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ اے کندی کرنے والے تو نے مجھے بلا اجرت یہ کپڑا کندی کر دیا ہے اور کندی کرنے والے نے کہا کہ نہیں بلکہ اجرت پر میں نے کام کیا ہے پس اگر دونوں نے کام سے فارغ ہونے سے پہلے ایسا اختلاف کیا تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور پہلے مستاجر سے شروع کیا جائے گا اور اگر کام سے فارغ ہونے کے بعد ایسا اختلاف کیا تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ مالک نے کندی گر کو یوں ہی دے دیا کچھ اجرت بیان نہیں کی تو اس کا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے عیون المسائل میں لکھا ہے کہ اس میں تین قول ہیں اور تینوں قول بیان کر دیئے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کندی گر نے اسی کام کے واسطے کوئی دُکان کرایہ پر لی ہو تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کندی گر اور مالک ثوب نے مقدار اجرت میں اختلاف کیا پس اگر اس نے کام شروع نہ کیا ہو تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور عقد اجارہ رد کر دیں گے اور اگر کام سے فارغ ہو گیا ہو تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر

---

[1] قیمت گھٹ یہ حکم عام ہے لیکن خصوصی سیاہ رنگ میں یہ حکم کہ اس سے قیمت گھٹ جاتی ہے جیسا کہ فقیہ امامؒ سے منقول ہے اب صحیح نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں بنو امیہ کے فرعونیوں نے سرخ رنگ مثل فرعون کے اپنا شعار رکھا تھا پھر صاحبینؒ کے وقت میں بنی عباس کے یہاں سیاہ رنگ مقبول ہوا ہکذا قیل مترجم کہتا ہے کہ توفیق ٹھیک نہیں ہے اس واسطے کہ ابو حنیفہؒ کو خلیفہ عباسی نے اس وجہ سے قید کر کے مارا کہ انہوں نے حضرت امام جعفر بن محمد ﷺ بن علی بن الحسنؓ سے بیعت کی تھی پھر کہا بنو امیہ کا وقت فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

کچھ کام کیا ہو تو جس قدر کام کیا اس میں قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور باقی میں بعض کو کل پر قیاس کر کے یہ حکم دیا جائے گا کہ باہم قسم کھائیں یہ مبسوط میں ہے اور اگر اجرت کی جنس میں کہ درہم میں یا دینار میں یا صفت میں کہ جید ہیں یا ردی ہیں اختلاف کیا پس اگر کام شروع کرنے سے پہلے اختلاف کیا تو باہم قسم لی جائے گی اور اگر اجرت مال عین ہو پس اگر اس کی جنس یا مقدار میں اختلاف کیا تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور اگر اس کی صفت میں اختلاف کیا تو باہم قسم نہ لی جائے گی بلکہ مستاجر کا قول قبول ہوگا بخلاف اس کے اگر اجرت مال[1] دین ہو تو یہ حکم نہیں ہے۔

اگر دونوں نے مقدار منزل میں اختلاف کیا اور یہ اختلاف منفعت حاصل کرنے سے پہلے واقع ہوا تو مثل مال عین کی بیع کے اس میں بھی دونوں سے قسم لی جائے گی پھر بعد اس کے اگر اجرت میں اختلاف ہو تو پہلے مستاجر سے قسم لینی شروع کی جائے گی اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو پہلے موجر سے قسم لینی شروع کی جائے گی اور دونوں میں سے جو شخص قسم سے نکول کرے گا اسی پر دوسرے کا دعویٰ ثابت و لازم ہو جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے پس اگر اجرت میں اختلاف ہو تو موجر کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو مستاجر کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر موجر نے اجرت مستحقہ میں زیادتی کا دعویٰ کیا اور مستاجر نے منفعت مستحقہ میں زیادتی کا دعویٰ کیا تو باہم قسم لینے میں وہی صورت ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو ہر ایک کے گواہ اس کے دعویٰ پر مقبول ہوں گے مثلاً اگر موجر نے دس درہم ماہواری کا دعویٰ کیا اور مستاجر نے دو مہینہ تک پانچ درہم میں اجارہ لینے کا دعویٰ کیا تو دو مہینہ میں دس درہم کرایہ کی ڈگری کی جائے گی اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہ ہوں اور مستاجر کچھ منفعت حاصل کر چکا ہے تو مدت گزشتہ میں منفعت حاصل شدہ کی اجرت کی بابت مستاجر کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور باقی کی بابت دونوں سے قسم لے کر عقد فسخ کر دیا جائے گا اور اگر نوع اجرت میں اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے درہم کا اور دوسرے نے دینار کا دعویٰ کیا تو باہمی قسم اور نکول اور کسی ایک شخص کے گواہ قائم کرنے میں وہی حکم ہے جو ہم نے بیان کر دیا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو موجر کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر باوجود اس کے مدت یا مسافت میں بھی اختلاف کیا مثلاً موجر نے کہا کہ میں نے تجھے قصر نعمان تک ایک دینار میں کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ کوفہ تک دس درہم میں اجارہ لیا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو کوفہ تک ایک دینار اور پانچ درہم میں کرایہ ہونے کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں نے دو جنس میں اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ میں نے تجھے یہ ٹٹو قصر نعمان تک ایک دینار میں کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ کوفہ تک دس درہم میں دیا ہے تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور دونوں میں سے جس نے نکول کیا اسی پر دوسرے کا دعویٰ ثابت و لازم ہوگا اور جس نے گواہ قائم کئے اس کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو کوفہ تک ایک دینار و پانچ درہم میں اجارہ ہونے کا حکم دیا جائے گا بشرطیکہ قصر نعمان ٹھیک بیچ میں کوفہ و بغداد کے واقع ہو پس قصر نعمان تک بعوض ایک دینار کے موجر کے گواہوں پر اور قصر سے کوفہ تک پانچ درہم میں مستاجر کے گواہوں پر حکم دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دونوں نے اجرت و مدت دونوں میں یا اجرت و مسافت دونوں میں اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ میں نے قصر نعمان تک دس درہم میں دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ کوفہ تک پانچ درہم میں دیا ہے تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور جب دونوں نے قسم کھائی تو عقد فسخ کر دیا جائے گا اور دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم کئے تو مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو دونوں فریق گواہوں پر ڈگری ہوگی پس اجرت کی زیادتی میں موجر کے گواہوں پر اور مدت یا مسافت کی زیادتی میں مستاجر کے گواہوں پر حکم ہوگا

---

[1] مال دین مثلاً درہم یا دینار ہوں یا کوئی اناج وغیرہ مقدار صفت بیان کر کے اپنے ذمہ لیا ہو۔

اور دونوں میں سے جس نے پیشتر دعویٰ کیا اسی کے واسطے دوسرے سے پہلے قسم لینی شروع کی جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے جوتی ٹانکنے والے کو ٹانکنے کے واسطے جوتی دی اس نے کہا کہ تو نے مجھے دو درہم پر ٹانکنے کے واسطے دی ہے اور مستاجر نے کہا کہ ایک درہم پر دی ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر موچی بدوں ضرر پہنچانے کے اس کا پیوند جدا کر سکتا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اپنا پیوند جدا کرے اور اگر بدوں ضرر کے نہیں جدا کر سکتا ہے تو جس قدر اس نے زیادتی کر دی ہے اس کی اجرت دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کپڑے کے مالک درزی نے باہم اختلاف کیا کپڑے کے مالک نے کہا کہ میں نے تجھے قبا سینے کا حکم دیا تھا مگر تو نے قمیص قطع کر کے سی دی ہے اور درزی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے قمیص سینے کا حکم کیا تھا تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے قمیص لے کر درزی کو اجر المثل دے دے یا درزی سے اپنے ثابت کپڑے کی قیمت لے لے یہ ظہیریہ میں ہے اور شیخ علاؤالدین اسبیجابی نے شرح کافی میں فرمایا کہ اگر اس صورت میں دونوں نے گواہ قائم کیے تو درزی کے گواہ قبول ہوں گے یہ غایۃ البیان میں ہے اگر رنگریز اور کپڑے کے مالک نے اختلاف کیا مالک نے کہا کہ میں نے عصفر سے رنگنے کا حکم دیا ہے اور رنگریز نے کہا کہ نہیں بلکہ زعفران سے رنگنے کا حکم کیا ہے تو بالاجماع کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے ایک قفیز عصفر سے رنگنے کے واسطے کپڑا دے دیا پھر رنگریز نے کہا کہ میں نے ایک قفیز سے رنگ دیا ہے اور مالک نے کہا کہ چوتھائی قفیز سے رنگا ہے تو دوسرے رنگریزوں کو دکھایا جائے گا اگر انہوں نے کہا کہ ایسا رنگ چوتھائی قفیز سے ہو سکتا ہے تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور رنگریز کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اجارات کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حجام[1] کو اپنا دانت اکھاڑنے کا حکم دیا اس نے اکھاڑ دیا پھر دونوں نے اختلاف کیا مستاجر نے کہا کہ میں نے اس دانت کے سوائے دوسرا دانت اکھاڑنے کا حکم دیا تھا اور حجام نے کہا کہ اسی دانت کے اکھاڑنے کا حکم کیا تھا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر حجام نے وہی دانت اکھاڑا جس کے اکھاڑنے کا حکم کیا تھا مگر اس کے ساتھ متصل دوسرا دانت تھا کہ وہ بھی اکھڑ آیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر جراح کو حکم دیا کہ میرے بدن سے کچھ جدا کر دے یا پھوڑا چیر دے پھر دونوں نے اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ حکم اسی کی طرف سے پایا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے قال رضی اللہ عنہ کسی نداف[2] کو ایک کپڑا دیا کہ اس پر روئی دھن کر جمائے اور حکم دیا کہ اپنی طرف سے جس قدر جی چاہے بڑھا دے پھر نداف نے بیس سیر[3] روئی دھن کر جما کر دے دی پھر کپڑے کے مالک نے کہا کہ میں نے تجھے پندرہ سیر روئی دی تھی اور کہا تھا کہ اپنے پاس سے ڈال دینا اور تو نے فقط پانچ سیر روئی بڑھائی اور نداف نے کہا کہ تو نے مجھے دس سیر دی تھی اور کہا تھا کہ دس سیر اپنے پاس سے ڈال دے اور میں نے دس سیر بڑھا دی تو قول نداف کا قبول ہے اور قبا کے مالک پر واجب ہے کہ دس سیر روئی اس کو دے دے اور بھی اگر مامور میں اختلاف کیا اور قبا کے مالک نے کہا کہ میں نے تجھے پندرہ سیر روئی دے کر حکم دیا تھا کہ پندرہ سیر اپنے پاس سے بڑھا دے اور نداف نے کہا کہ تو نے مجھے دس سیر دے کر دس سیر بڑھانے کا حکم کیا تھا اسی کے موافق میں نے بڑھا دی ہے تو قبا کے مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس کی تصدیق کر کے دس سیر روئی دے دے یا اپنے کپڑے کی قیمت اور دس سیر روئی کے مثل روئی لے لے اور وہ کپڑا نداف کا ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک درزی کو کپڑا دیا کہ اس کی دہری روئی اور قبا سی کر لا دے اور اس کو استر و روئی دے دی اور اس نے سی کو بھر کر تیار کر دی

---

[1] حجام پچھنے لگانے والا۔ [2] نداف روئی دھنے والا جس کو دھنیا کہتے ہیں۔ [3] سیر سے کچا سیر تبریزی وغیرہ جو نہایت کم ہوتا ہے مراد لینا مناسب موقع ہے اگرچہ مثال میں چنداں ضرورت نہیں اور استاد کا ترجمہ سیر بھی بنظر عام فہمی ہے۔

اور دونوں نے کام واجرت پر اتفاق کیا مگر کپڑے کے مالک نے یہ کہا کہ یہ استر میرا نہیں ہے تو قسم سے درزی کا قول قبول ہوگا یعنی قسم کھائے کہ یہ استر اسی کا ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو وہ استر کپڑے کے مالک کو لازم ہوگا اور اس کو جائز ہوگا کہ اس کو لے کر پہنے یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر کسی دھوبی کو کپڑا دیا کہ اس کو ایک درہم میں کندی کر دے پھر دھوبی نے اس کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ تیرا کپڑا ہے اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ میرا کپڑا نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک دھوبی کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دھوبی کو مزدوری ملے گی یہ خلاصہ میں ہے اسی طرح اگر دھوبی نے دعویٰ کیا کہ میں نے وہ کپڑا مالک کو واپس کر دیا ہے تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کیونکہ ان کے نزدیک دھوبی اس صورت میں امین ہے اور اسی طرح ہر اجیر مشترک ان کے نزدیک امین ہوتا ہے اور امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے میں نے اس پر کندی کرنے کا تجھے حکم نہیں دیا تھا اور جو کپڑا تجھے کندی کے واسطے دیا ہے وہ اس کے سوائے دوسرا کپڑا ہے تو اس صورت میں مالک اس کپڑے کو لے لے گا اور اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر درزی کے ساتھ سینے وقطع کرنے کے کام میں ایسا اختلاف واقع ہو تو مالک اس کپڑے کو نہیں لے سکتا ہے مگر درزی اس کی قیمت کی ضمان دے گا اور یہ کپڑا اسی کے پاس اسی کی ملک میں چھوڑنا پڑے گا اور یہ اختیار دھوبی کے مسئلہ میں دھوبی کو حاصل نہیں ہوا اور اگر دھوبی سے ایسا اختلاف نہ ہوا بلکہ یوں ہوا کہ دھوبی نے آ کر کہا کہ میں نے تیرا کپڑا دھو کر کندی کر دیا اور تجھ پر اجرت واجب ہوئی اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا بلکہ میں نے تیرے پاس یا تیرے گھر میں یا میرے اس غلام نے تیرے پاس یا تیرے گھر میں اس پر کندی کی ہے تو کپڑے کے مالک کی تصدیق نہ ہوگی اور دھوبی کا قول قبول ہوگا۔

اسی طرح اس کام کے مشابہ جس قدر کام ہیں اگر کام کرنے والے کے پاس وہ چیز موجود ہو اور دونوں نے اختلاف کیا تو سب میں یہی حکم ہے اور اگر دونوں اس چیز پر قابض نہ ہوں یا مالک اس پر قابض ہو تو مالک کا قول قبول ہوگا پھر اگر دھوبی نے مالک سے قسم لینے کی درخواست کی تو میں اس سے اس طرح قسم نہ لوں گا کہ واللہ اس کو اس دھوبی نے نہیں دھویا ہے مگر یوں قسم لوں گا کہ واللہ مجھ پر اس کے کپڑے کی دھلائی کے اس قدر دام واجب نہیں ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر دھوبی نے اس کو کوئی کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرا ہے اس نے لے لیا حالانکہ منکر[1] ہے اور نیت کی کہ یہ میرے کپڑے کا عوض ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو جائز نہیں ہے کہ اس کو پہنے یا فروخت کرے لیکن اگر اس نے دھوبی سے کہا کہ میں اس کو اپنے کپڑے کے عوض لیتا ہوں اور دھوبی نے کہا کہ ہاں اچھا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے فتاویٰ سے منقول ہے کہ کپڑوں کے مالک نے اپنا ایلچی اپنے چاروں کپڑے لینے کے واسطے دھوبی کے پاس بھیجا پھر جب وہ لے کر آیا تو تین ہی کپڑے نکلے اور دھوبی نے کہا کہ میں نے چاروں کپڑے اس کو دے دیئے ہیں اور ایلچی نے کہا کہ مجھے یوں ہی دے دیئے تھے گن کر نہیں دیئے تھے تو اس صورت میں کپڑوں کے مالک سے دریافت کیا جائے گا پس اگر اس نے دونوں میں سے کسی شخص کی تصدیق کی تو وہی خصومت سے بری ہو جائے گا اور جس کی اس نے تکذیب کی اگر اس نے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو اس کے ذمہ دعویٰ لازم ہوگا پس اگر مالک نے دھوبی کی تصدیق کی تو چوتھے کپڑے کی اجرت واجب ہوگی اور اگر اس کی تکذیب کی اور دھوبی نے قسم کھائی تو کپڑے کے مالک پر دھوبی کے لئے اجرت کی قسم عائد ہوگی پس اگر قسم کھالی تو چوتھے کپڑے کے حصہ اجرت کی خصومت سے بری ہو جائے گا یہ حاوی میں ہے متفرقات فتاویٰ دیناری میں ہے کہ گازرے را جامہ دیم داد کہ قصارت آن کنی ہم دو روز ویکن وہی نکرد وداشت چندانکہ ہلاک شد یعنی ایک دھوبی کو کپڑا اور اس کی دھلائی کے واسطے

[1] یعنی منکر ہے کہ یہ میرا کپڑا نہیں ہے۔

مزدوری دی اور کہا کہ دو روز میں اس کو دھو کر دے دے اس نے نہ دھویا اور ڈال رکھا یہاں تک کہ تلف ہو گیا قال ضامن شو یعنی شیخ نے فرمایا کہ دھوبی ضامن ہو گا۔

اگر دونوں نے اختلاف کیا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ بداں شرط دادہ ام کہ دو روز اتمام کنی یعنی میں نے اس شرط سے دیا تھا کہ دو روز میں دھو کر تمام کر دے اور یہ مدت گزر گئی پھر کپڑا تلف ہو گیا پس تجھ پر ضمان واجب ہوئی اور دھوبی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے مطلقاً دھونے کے واسطے دیا تھا کوئی مدت معین نہیں کی تھی اور ایسا اختلاف ایک مرتبہ واقع ہوا تھا جس پر فتویٰ طلب کیا گیا تھا اور ایسی صورت میں دھوبی کا قول قبول ہونا چاہئے کیونکہ وہی شرط سے منکر ہے پھر اگر متاجر نے دھوبی سے یہ شرط ٹھہرائی کہ ایک یا دو روز میں مثلاً کام سے فراغت کر دے اور اس نے مدت مقررہ میں پورا کام نہ کیا بلکہ چند روز بعد دھو کر دیا پس آیا اجرت واجب ہو گی یا نہیں اور یہ واقعہ بھی پیش آیا تھا جس پر فتویٰ طلب کیا گیا تھا پس ایسی صورت میں اجرت واجب نہ ہونی چاہئے اس دلیل سے کہ بر تقدیر تلف ہونے کے اس پر ضمان[1] لازم آتی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی حمال کو کچھ اسباب دیا کہ اس موضع سے اٹھا کر پہنچا دے پھر دونوں نے اختلاف کیا اور اسباب کے مالک نے کہا کہ یہ میرا اسباب نہیں ہے اور حمال نے کہا کہ یہی تیرا اسباب ہے تو قسم کے ساتھ حمال کا قول قبول ہو گا کیونکہ وہ امین ہے اور متاجر پر اجرت واجب نہ ہو گی کیونکہ اس نے استیفاء منافع کا اقرار نہیں کیا لیکن اگر حمال کی تصدیق کر کے اس کو لے لے تو واجب ہو گی اسی طرح اگر اس کو گیہوں اٹھانے کے واسطے حمال مقرر کیا اور حمال نے پہنچا کر کہا کہ یہ بعینہٖ تیرے گیہوں ہیں اور گیہوں کے مالک نے کہا کہ میرے گیہوں اس سے کھرے تھے تو قیاساً مالک کا قول قبول ہو گا اور اجرت باطل ہو گی مگر استحساناً یہ ہے کہ حمال کا قول قبول ہو گا اور وہ اپنی اجرت لے لے گا اور اگر ایسا اختلاف صفت میں نہیں بلکہ دونوں مختلف میں ہو مثلاً حمال نے جو لا کر ڈالے اور مالک نے کہا کہ گیہوں تھے تو اجرت واجب نہ ہو گی تاوقتیکہ مالک اس کے قول کی تصدیق نہ کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ملاح کو چند کُر گیہوں اس واسطے دیئے کہ فی کرادرہم اجرت پر مثلاً فلاں جبہ پہنچا دے جب مقام مشروط پر دیکھا تو معاملہ گڈمڈ ہوا تو اختلافی صورت میں کس کا قول قبول کیا جائے گا؟

ایک شخص نے اسباب کی گٹھریاں ایک حمال کو دیں کہ فلاں شہر میں پہنچا کر فلاں دلال کے سپرد کر دے اس نے پہنچا کر سپرد کر کے وزن کر دیں پھر دلال نے حمال سے کہا کہ گٹھریوں کا بوجھ جو بار جامہ یا بار نامجامہ میں لکھا ہے اس سے کم نکلا اور میں بقدر کمی کے تجھے اجرت نہ دوں گا پھر اس کے بعد دونوں نے اختلاف کیا اور دلال نے کہا کہ میں نے تجھے پورا کرایہ ادا کر دیا ہے اور حمال نے کہا کہ نہیں ادا کر دیا ہے تو حمال کا قول قبول ہو گا اور ان دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے کچھ خصومت کرنے کا استحقاق نہیں ہے بلکہ یہ خصومت فقط حمال اور مالک کے درمیان ہو گی یہ خلاصہ میں ہے۔ عیون میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ملاح کو چند کُر گیہوں اس واسطے دیئے کہ فی کرادرہم اجرت پر مثلاً فلاں جگہ پہنچا دے پھر جب اس نے مقام مشروط پر پہنچائے تو مالک نے کہا کہ میرا اناج گھٹ گیا حالانکہ اس نے ملاح کو ناپ کر دیا تھا اور ملاح نے کہا کہ کم نہیں ہوا ہے تو مالک کا قول قبول ہو گا اور مالک سے کہا جائے گا کہ اس کو ناپ دے تا کہ فی کُر جو اجرت ٹھہری ہے اس کے حساب سے ملاح اپنی اجرت لے لے اور اگر اس نے ملاح سے نقصان کی ضمان طلب کی اور اجرت پہلے دے چکا تھا تو ملاح کا قول قبول ہو گا کہ اناج پورا ہے اور مالک سے کہا جائے گا کہ اس کو ناپ دے تا کہ جس قدر تیرا اناج کم ہوا ہے اس کی ضمان لے لے صاحب کتاب لکھتا ہے کہ اس مقام پر امام محمدؒ نے فرمایا کہ مالک سے کہا

[1] یعنی جب اجارہ میں عین اجارہ مال مضمون ہو جائے تو امانت سے خارج ہو جاتا ہے اور اجارہ نہیں رہتا ہے پس اجرت بھی واجب نہ ہوگی۔

جائے گا کہ ناپ دے تا کہ جس قدر اناج کم ہوا ہے اس کی ضمان لے اور اس کلام سے دو احتمال پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام محمدؒ کی مراد یہ ہے کہ ناپ دے تا کہ بقدر نقصان کے اپنے کرایہ میں سے جو ادا کر دیا ہے واپس لے اور دوسرا یہ کہ اناج ہی میں سے جس قدر کم ہو گیا ہے اس قدر واپس لے جیسا کہ ظاہر لفظ سے مفہوم ہے پس اگر پہلا احتمال مراد ہو تو یہ حکم سب ائمہ کے نزدیک بالاتفاق ہے اور اگر دوسرا احتمال مراد ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک مالک کو ملاح سے اناج کی ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے مگر درصورتیکہ اس نے کوئی خیانت یا تقصیر کی ہو تو البتہ ضمان لے سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں ہے۔

دوسری فصل:

اُجرت میں عیب پائے جانے میں موجر اور مستاجر کے اختلاف کے بیان میں

اگر موجر نے اجرت میں عیب پا کر مستاجر کو واپس کرنی چاہی پس اگر اجرت مال دین یعنی درہم یا دینار ہوں یا سوائے درہم و دینار کے کوئی کیلی یا وزنی چیز اپنے ذمہ ٹھہرائی ہو یا مال عین ہو جیسے معین کپڑا یا معین گیہوں ہوں پس اگر مستاجر نے موجر کے قول کی تصدیق کی تو موجر کو ہر حال میں واپس کر دینے کا اختیار ہے خواہ اجرت مال دین ہو یا عین ہو اور اگر مستاجر نے اس کے قول کی تکذیب کی اور کہا کہ میں نے تجھے ایسی اجرت یعنی عیب دار نہیں دی ہے پس اگر اجرت مال دین ہو پس اگر موجر نے قبضہ کرنے کے وقت کھری اجرت پر قبضہ کرنے یا استیفاء حق کا اقرار نہ کیا ہو فقط مثلاً دراہم وصول پانے کا اقرار کیا ہو تو قیاساً مستاجر کا قول قبول ہونا چاہئے اور استحساناً قسم کے ساتھ موجر کا قول قبول ہوگا اور اگر موجر نے وقت قبضہ کے کھرے درہموں پر یا اپنی اجرت پر قبضہ کرنے یا استیفاء حق کا اقرار کیا ہو تو موجر کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور نہ اس کے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی مکان کے کرایہ میں کوئی معین کپڑا دیا اور موجر نے قبضہ کر لیا پھر عیب کی وجہ سے اس کو واپس کرنے لایا اور مستاجر نے کہا کہ یہ میرا کپڑا نہیں ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور موجر نے عیب ہونے پر گواہ قائم کئے تو واپس کر سکتا ہے خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پھر اس کے رد کرنے سے عقد اجارہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ عقد سے جس کا استحقاق حاصل تھا اس کا قبضہ جاتا رہا پس مستاجر سے سکونت کی قیمت یعنی مکان کا اجر المثل لے لے گا اور اگر اس کپڑے میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے تو مکان کے اجر المثل کے حساب سے بقدر حصہ عیب[1] کے واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے ایک بیلے نے ایک شخص سے ایک بیت کرایہ پر لیا اور مدت تک اس میں خرید و فروخت کرتا رہا پھر اس کو چھوڑا اور جو کچھ اس میں برتن وغیرہ تھے اس کی بابت اختلاف کیا اور مالک بیت نے کہا کہ جس دن تو نے مجھ سے کرایہ پر لیا ہے اس وقت یہ سب میرے مکان میں موجود تھے اور بیلے نے کہا کہ نہیں میں نے خود رکھے ہیں تو قیاساً مالک بیت کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور استحساناً مستاجر کا قول مقبول ہے اور یہی حکم طحان[1] وغیرہ باقی پیشہ وروں میں ہے کہ اگر انہوں نے ایسی چیز میں اختلاف کیا جس کو عادت و رواج کے موافق مستاجر خود لا کر رکھتا ہے یا تیار کرتا ہے اور موجر نہیں کرتا ہے تو اس میں قیاس اور استحسان دو طرح سے حکم ہوگا اور اس جنس کے مسائل میں حاصل یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ جس کو عادت کے موافق مستاجر اپنی ضرورت کے واسطے تیار کرتا ہے اس کی بابت مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک مکان و مستاجر نے سوائے ان چیزوں کے جو ہم نے بیان کر دی ہیں عمارت مکان میں اختلاف کیا یا دروازہ کی نسبت یا کسی لکڑی کی نسبت جو چھت میں ڈلوائی ہے اختلاف کیا اور موجر نے

[1] یعنی تمام اجرت میں وہ کپڑا رہا مگر حصہ عیب میں نہ رہا تو مکان کا اجر المثل بمقابلہ تمام کپڑے کے قرار دے کر اس میں سے بقدر حصہ عیب کے واپس لے

کہا کہ جس وقت میں نے تجھے مکان دیا ہے اس وقت یہ چیز اس میں موجود تھی اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے بنوائی ہے تو قسم کے ساتھ مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

صحن وغیرہ مکان کی بچھی ہوئی اینٹیں پختہ اور غلق اور پرنالہ کی بابت اگر اختلاف ہو تو ظاہر یہ ہے کہ ایسی چیزیں مالک مکان بنواتا ہے اور اگر مکان کے اندر کچی اور پکی اینٹیں ڈھیر ہوں یا گچ یا دھنیاں یا کواڑ رکھے ہوں تو وہ مستاجر کی قرار دی جائیں گی اور اگر دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کئے تو جن صورتوں میں ہم نے مستاجر کا قول قبول کرنے کا حکم دیا ہے ان صورتوں میں گواہ موجر کے قبول ہوں گے اور اگر مکان میں پانی کا کنواں جگت بنا ہوا ہو یا چہ بچہ سندلایا ہوا ہو اور مستاجر نے کہا کہ میں نے اس کو تیار کرایا ہے اور میں اس کو اکھاڑلوں گا تو موجر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر عمارت مکان میں گچ یا سترہ[1] یا لکڑی لگی ہوئی ہو یا اوٹے ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اوٹوں سے مراد یہ ہے کہ عمارت مکان میں اوٹے بنے ہوئے ہوں اور اگر عمارت سے علیحدہ رکھے ہوں جیسے سیڑھی تو اس میں مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مالک مکان نے اقرار کیا کہ مستاجر نے اس پر گچ کرائی یا اس میں پختہ اینٹوں کا فرش کرایا یا اس میں دروازہ یا غلق لگایا ہے تو مستاجر کو اس کے اکھاڑ لینے کا اختیار رہوگا اور اگر اکھاڑنے سے مالک مکان کو ضرر پہنچتا ہو تو خصومت کے روز جو کچھ ان چیزوں کی قیمت ہو وہ قیمت مالک مکان پر مستاجر کو دینی واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر تنور و چولہے میں اختلاف کیا کہ کس نے بنایا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ ظاہرا[2] اسی نے اپنی ضرورت سے بنایا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مکان میں شہد کی مکی کے چھتے یا کبوتر ہوں تو یہ سب مستاجر کو ملیں گے جیسے رکھا ہوا اسباب اس کو ملتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ قال المترجم شہد کی مکھی کے چھتے میں بنا بر عرف کے کہ لوگ لا کر مکان میں رکھتے ہیں تا کہ مکھیاں شہد جمع کریں یہ حکم ہے اور عرف ہندوستان میں ایسا نہیں کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالحکم۔

اگر مستاجر مکان میں سے چلا گیا پھر جو چیزیں مکان میں ہیں ان کی نسبت اختلاف ہوا تو جو چیزیں مکان سے مرکب ہیں جیسے دروازہ اور دربند اور چبوترہ وغیرہ ان میں مالک مکان کا قول مقبول ہوگا اور جو چیزیں الگ ہیں جیسے فرش اور برتن اور رکھی ہوئی لکڑیاں وغیرہ ان میں مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے لیکن اگر دروازہ کا ایک کواڑ جڑا ہوا ہے اور دوسرا رکھا ہو یا دھنی کی نسبت اگر یہ معلوم ہو کہ یہ چھت میں سے گر پڑی ہے تو موجر ہی کا قول قبول ہو کر اسی کو ملے گی اور تنور میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر مکان میں سے کوئی بیت منہدم ہو گیا اور اس افتادہ میں اختلاف کیا پس اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اسی بیت منہدمہ کا ہے جو اس مکان سے تھا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور اگر یہ بات معلوم نہ ہوئی ہو اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک مکان نے مستاجر کو حکم دیا ہو کہ مکان میں یہ بیت اس شرط سے بنوا دے کہ کرایہ میں سے اس کا خرچہ محسوب کر لینا پھر دونوں نے اتفاق کیا کہ اسی طور پر بنوایا گیا ہے مگر خرچہ میں اختلاف کیا یعنی کس قدر خرچ ہوا ہے تو قول مالک مکان کا اور گواہ مستاجر کے قبول ہوں گے اسی طرح اگر مالک مکان نے کہا کہ تو نے بنوایا نہیں یا میری بلا اجازت بنوایا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ مالک مکان کا قول قبول ہونا ایسی صورت میں جب ہے کہ اشکال و اشتباہ پیش آئے کہ اس صناعت کے دانا کار بنوائی کے خرچہ میں مختلف ہوں بعضے کہتے ہیں کہ ایسی عمارت کی بنوائی میں اسی قدر خرچہ پڑتا ہے جس قدر مالک مکان بیان کرتا ہے اور بعضے کہتے ہوں کہ نہیں بلکہ اس قدر پڑتا ہے جس قدر مستاجر کہتا ہے حتیٰ کہ ان دونوں کے قول میں سے کسی کے قول کی صداقت ثالث کی طرف سے نہیں ہوسکتی ہے تو ایسے وقت میں دعویٰ و انکار کا اعتبار کیا جائے گا پس مستاجر دعویٰ کرتا ہے کہ بہت کچھ میں نے ادا کر دیا اور مالک

---

[1] سترہ سے مراد وہ نرکل یا چٹائی وغیرہ کا پردہ جو کھلی چھت پر آڑ کے لئے کھڑا کر دیتے ہیں۔ [2] اشارہ ہے کہ اس میں ظاہر حال عرف کا اعتبار ہے۔

مکان منکر ہے اس واسطے اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر ایسا اشکال پیش نہ آئے بلکہ اس صناعت کے دانا کار باتفاق بیان کریں کہ ایسی عمارت میں اس قدر خرچ ہوتا ہے جس قدر موجر یا مستاجر بیان کرتا ہے تو جس کے قول پر اتفاق ہو اس کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر مکان کے دروازہ کے دو کواڑوں میں سے ایک گرا پڑا ہوا اور دوسرا دروازہ معلق ہو اور گرے ہوئے میں اختلاف کیا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ یہ شناخت ہو جائے کہ یہ گرا ہوا لگے ہوئے کے جوڑ کا ہے اور اگر منقول ہو تو اس میں مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر کسی بیت کی چھت میں نقشی دھنیاں پڑی ہوں ان میں سے کوئی دھنی گر پڑی اور مکان میں پڑی رہی اور مالک مکان نے کہا کہ یہ دھنی اسی چھت کی ہے اور مستاجر نے اختلاف کر کے کہا کہ نہیں بلکہ میری ہے اور یہ ظاہر ہوا کہ اس دھنی کی تصویریں اور چھت کی دھنیوں کی تصویریں یکساں و موافق ہیں تو قسم کے ساتھ مالک مکان کا قول قبول ہوگا اگرچہ دھنی منقولہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک بڑے مکان میں سے ایک منزل کرایہ پر لی اور ایک درہم ماہواری کرایہ ٹھہرا حالانکہ اس مکان میں کوئی رہتا تھا پھر مالک مکان مستاجر کو مکان میں لایا اور مستاجر اور منزل کے درمیان تخلیہ کر کے قبضہ کرا دیا اور کہا کہ اس میں رہا کر پھر جب دوسرا مہینہ شروع ہوا تو مالک منزل نے مستاجر سے کرایہ طلب کیا پس مستاجر نے کہا کہ میں اس منزل میں رہا نہیں ہوں مجھے اس منزل میں رہنے سے فلاں شخص نے جو مکان میں رہتا ہے یا غاصب نے روکا اور مانع ہوا حالانکہ مستاجر کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور وہ ساکن اس امر کا مقر ہے یا منکر ہے تو ساکن کے قول پر التفات نہ ہوگا پس اختلاف فقط موجر و مستاجر میں رہ گیا پس اگر وقت نزاع کے مستاجر اس میں رہتا ہو تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر اس وقت مستاجر کے سوائے دوسرا شخص ساکن ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اس پر کرایہ واجب نہ ہوگا ایک شخص نے ایک درہم ماہواری پر ایک مکان کرایہ پر لیا پھر جب مہینہ شروع ہوا تو موجر نے کرایہ طلب کیا پس مستاجر نے کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا تھا یا بلا کرایہ مجھے بسایا تھا اور مالک مکان اس سے منکر ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قسم کے ساتھ رہنے والے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں کے پاس گواہ اور قائم کئے تو مالک مکان کے گواہ مقبول ہوں گے اسی طرح اگر ساکن نے کہا کہ یہ مکان تو میرا ہے تیرا اس میں کچھ حق نہیں ہے تو قسم کے ساتھ ساکن کا قول قبول ہوگا اور اگر ساکن نے کہا کہ یہ مکان فلاں شخص کا ہے اس نے مجھے اس کی پرداخت کے واسطے وکیل کیا ہے تو ساکن کا قول قبول ہوگا اور مدعی کے مقابل میں خصم قرار دیا جائے گا۔

ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک منزل اس شرط سے اجارہ پر لی کہ اس کا کرایہ یہ ہے ...... ☆

اگر مستاجر نے کہا کہ تو نے مجھے یہ مکان ہبہ کر دیا ہے پس کچھ کرایہ تجھے نہیں چاہئے اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے کرایہ پر دیا ہے تو اجرت کے بارہ میں مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو موہوب لہ کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ اس وقت ہے کہ ساکن نے کبھی اصل کرایہ کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اس نے اصل کرایہ دینے کا اقرار کیا ہو پھر ہبہ یا عاریت کا دعویٰ کیا ہو تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اس پر کرایہ واجب ہوگا لیکن اگر گواہ قائم کرے تو ایسا نہ ہوگا اور مستاجر کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ اس نے کبھی دیکھا نہ ہو پس اگر دونوں نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے اس کو دیکھا ہے اور مستاجر نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا پھر جب اس نے نہ دیکھنے کی قسم کھائی تو واپس کر دے گا لیکن اگر گواہ قائم ہوں کہ اس نے دیکھا تھا تو[1] واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک مہینہ کے واسطے ایک مکان کرایہ پر لیا پھر مستاجر نے دعویٰ کیا کہ موجر نے بعد اجارہ

---

[1] مراد یہ ہے کہ مدعی قائم کرے ورنہ مقبول نہ ہوں گے۔

کے میرے ہاتھ یہ مکان فروخت کر دیا ہے اور موجر نے انکار کیا پھر اس کے بعد مدت گزر گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ مدت گزشتہ کا اجارہ لازم ہوگا کیونکہ دونوں نے اجارہ واقع ہونے پر اتفاق کیا ہے اور بیع ثابت نہیں ہوئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک منزل اس شرط سے اجارہ پر لی کہ اس کا کرایہ یہ ہے کہ متاجر جب تک اس مکان میں رہے تب تک اس کے اور اس کے عیال کا خرچہ اٹھا دے اور کفالت کرے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر متاجر نے سکونت کی تو مثل اور اجارات فاسدہ کے اس پر اجر المثل واجب ہوگا اور اگر متاجر نے کہا کہ میں نے تیرے عیال کو نفقہ دیا ہے اور موجر نے کہا کہ نہیں دیا ہے تو موجر کا قول قبول ہوگا اور متاجر کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دس درہم پر ایک مہینہ کے واسطے ایک مکان کرایہ پر لیا اور اس میں ایک یا دو روز رہا پھر یہ مکان بدل کر دوسرے مکان میں چلا گیا تو موجر کو پورے مہینہ کا کرایہ طلب کرنے کا اختیار ہوگا پھر اگر متاجر نے کہا کہ میں نے ایک روز ہی کے واسطے کرایہ پر لیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا۔

ایک شخص نے کوئی دار یا بیت ایک مہینہ تک رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا اور مالک مکان نے اس کو کنجی دے دی پھر جب مہینہ گزر گیا تو مالک نے کرایہ طلب کیا ☆

اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو موجر کے گواہ مقبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کوئی مکان ایک مہینہ کے واسطے ایک درہم میں کرایہ پر لیا اور اس میں دو مہینہ تک رہا تو اس پر پہلے مہینے کا کرایہ واجب ہوگا دوسرے مہینے کا واجب نہ ہوگا اور اگر دوسرے مہینے میں اس کی سکونت کی وجہ سے کچھ گر گیا تو اس کا ضامن ہوگا اور اگر پہلے مہینہ کی سکونت کی وجہ سے کچھ منہدم ہوا ہو تو اس کا ضامن نہ ہوگا اور اگر منہدم ہونے میں دونوں نے اختلاف کیا اور متاجر نے کہا کہ ماہ اول کی سکونت سے منہدم ہوا ہے اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ دوسرے مہینے تیری سکونت سے ہوا ہے اور تجھ پر ضمان واجب ہے تو قسم کے ساتھ متاجر کا قول قبول ہوگا اور مالک مکان کے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر پہلے مہینے پر صرف ایک یا دو دن زیادہ ہوئے ہوں اور متاجر نے کہا کہ پہلے مہینے میں منہدم ہوا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ غاصب ہو گیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے کوئی دار یا بیت ایک مہینہ تک رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا اور مالک مکان نے اس کو کنجی دے دی پھر جب مہینہ گزر گیا تو مالک نے کرایہ طلب کیا اور متاجر نے کہا کہ میں اس مکان کو کھول نہیں سکا اور موجر نے کہا کہ تو اس کے کھولنے پر قادر ہوا اور تو نے اس میں سکونت کی ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہے تو جو کنجی اس کو دی ہے اس کو دیکھا جائے گا کہ کیا حال ہے پس اگر وہ کنجی غلق کے مناسب ہے اور اس سے دروازہ کھل سکتا ہے تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور متاجر کے اس قول کی کہ میں کھول نہ سکا تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر وہ کنجی غلق کے مناسب نہ ہو اور اس سے دروازہ کھل نہ سکتا ہو تو متاجر کا قول قبول ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مالک مکان کے گواہ مقبول ہوں گے اگرچہ وہ کنجی ایسی ہو کہ غلق کے مناسب نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

ایک شخص نے ایک سال کے واسطے مکان کرایہ پر دیا پھر جب سال گزر گیا تو متاجر سے مکان لے کر اس میں جھاڑو دے کر خود رہنا شروع کیا اور متاجر نے کہا کہ اس میں میرے درہم تھے کہ تو نے جھاڑ کر پھینک دیئے پس اگر مالک مکان نے اس کے قول کی تصدیق کی تو ضامن ہوگا اور اگر انکار کیا تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے کسی سے حمام کرایہ پر لیا پھر حمام کی دیگوں کی نسبت اختلاف کیا کہ یہ متاجر کی ہیں یا مالک حمام کی ہیں تو مالک حمام کا قول قبول ہوگا اور اگر اجارہ کی مدت گزرنے پر حمام کے اندر بہت سی راکھ و گوبر نظر آیا اور مالک حمام نے کہا کہ گوبر میرا ہے اور متاجر نے کہا کہ میرا ہے میں اس کو اٹھوالوں گا پس اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ گوبر حمام کرایہ دینے سے پیشتر مالک حمام کے پاس تھا تو متاجر کا قول قبول ہوگا

اور راکھ کی نسبت یہ حکم ہے کہ اگر یہ راکھ متاجر کے فعل سے جمع ہوئی ہے اور وہ مقر ہے تو اس پر اس کا اٹھوانا واجب ہوگا اور اگر اس نے انکار کیا کہ میرے فعل سے نہیں جمع ہوئی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی عورت نے کوئی زیور معلوم صبح سے رات تک پہننے کے واسطے اجارہ پر لیا تو جائز ہے اور اگر اس نے اس روز یہ زیور کسی دوسری عورت کو پہنایا تو ضامن ہوگی اور اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اور زیور کے مالک نے کہا کہ تو نے خود پہنا ہے اور عورت نے کہا کہ میں نے غیر کو پہنایا ہے تو ذکر فرمایا کہ زیور کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ دونوں نے اجرت میں اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے خود پہنا ہے پس تجھ پر کرایہ واجب ہے اور عورت نے کہا کہ میں نے غیر کو پہنایا ہے مجھ پر کرایہ واجب نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم مکان کا ذکر فرمایا اسی کے قیاس پر حکم ہونا چاہئے یعنی فی الحال دیکھنا چاہئے کہ اگر جھگڑے کے وقت عورت کے قبضہ میں موجود ہو تو زیور کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر غیر کے پاس موجود ہو تو عورت کی بات مقبول ہوگی اور اگر زیور تلف ہو گیا تو زیور تلف ہو گیا تو زیور کے مالک کو اختیار ہوگا کہ عورت کی بات کی تصدیق کر کے اس سے ضمان لے اور اجرت نہ ملے گی چنانچہ اگر غیر کو پہنانا بالمعائنہ ثابت ہو تو یہی حکم ہے۔

اگر مالک نے اس کی تکذیب کی تو عورت کو ضمان سے بری کر دیا پھر مالک کا قول قبول ہوگا اگر ٹٹو کے مالک اور متاجر میں سواری لینے سے پہلے اختلاف ہوا اور متاجر نے کہا کہ تو نے مجھے کوفہ سے بغداد تک دس درہم میں کرایہ دیا ہے اور مالک نے کہا کہ میں نے کوفہ سے قصر نعمان تک جو ٹھیک بیچ میں واقع ہے دس درہم پر کرایہ دیا ہے پس اگر دونوں سے کسی کے گواہ نہ ہوں تو باہمی قسم لینے کے بعد دونوں آدمی عقد پھیر لیں اور اگر دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم کئے تو اس پر حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو امام اعظمؒ پہلے فرماتے تھے کہ بغداد تک پندرہ درہم پر کرایہ ہونے کا حکم دیا جائے گا پھر اس قول سے رجوع کیا اور فرمایا کہ بغداد تک دس درہم پر حکم کیا جائے گا اور یہی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی موضع معلوم تک کوئی ٹٹو کرایہ پر کیا اور بیان نہ کیا کہ اس پر کیا لادے گا پھر اگر دونوں نے جھگڑا کیا تو اجارہ رد کر دیا جائے گا اور اگر متاجر اس پر کوئی چیز لاد لے گیا یا خود سوار ہو گیا تو استحساناً اس پر وہ کرایہ جو ٹھہرا ہے واجب ہوگا اسی طرح اگر کوئی غلام اجارہ پر لیا اور وہ کام بیان نہ کیا کہ جس کے واسطے اجارہ لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو کرایہ پر لیا اور موجر نے بدوں زین و لگام کے اس کو دیا اور کہا کہ میں نے اسے عریاں ننگی پیٹھ تجھے اجارہ پر دیا ہے زین یا لگام کے ساتھ نہیں دیا ہے اور متاجر نے کہا کہ میں نے تجھ سے مع زین و لگام کرایہ پر لیا ہے تو ٹٹو کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر معین نے تین ٹٹو بغداد سے کوفہ تک اجارہ لئے تو جائز ہے اور جب اجارہ جائز ٹھہرا پھر موجر نے بھی تینوں ٹٹو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کئے یا ہبہ یا صدقہ دیا اجارہ یا عاریت یا ودیعت دیئے پھر متاجر آیا اور اس نے وہ جانور کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں پائے اور اپنے اجارہ کے گواہ پیش کرنے چاہے پس آیا قبول ہوں گے یا نہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو موجر موجود ہوگا یا غائب ہوگا پس اگر وہ حاضر ہو تو متاجر کے گواہ قبول ہوں گے اگرچہ موجر اقرار کرتا ہو کہ میں نے اس کو اجارہ پر دیئے ہیں اور جب گواہ مقبول ہوئے اور موجر نے وہ جانور کسی کے ہاتھ فروخت کر دیئے ہیں پس اگر کسی عذر کی وجہ سے مثلاً اس پر ایسا قرضہ تھا کہ اس کی وجہ سے مقید ہوتا تھا اس نے فروخت کر کے قرضہ ادا کیا تو متاجر کو ان جانوروں کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر اس نے بلا عذر فروخت کئے ہیں تو متاجر مستحق ہے جانور اس کو دلائے جائیں گے یہاں تک کہ اس کے اجارہ کی میعاد منقضی ہو جائے اور اگر اس نے کسی کو اجارہ پر یا صدقہ میں یا ہبہ دیئے ہوں تو متاجر ان جانوروں کا مستحق ہے یہاں تک کہ اجارہ سے اپنی منفعت تمام حاصل کر لے

پھر بعد اس کے یہ تصرفات جائز ہوں گے اور ان تصرفات کے حق میں وہی حکم ہے جو بلا عذر فروخت کرنے کا حکم ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب موجر موجود حاضر ہوا اور اگر غائب ہو پس اگر جانوروں کا قابض مشتری یا متصدق علیہ یا موہوب لہ ہو تو مستاجر کے گواہ مقبول ہوں گے کیونکہ ایسا قابض مقبوضہ میں اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے پس جو شخص مقبوضہ میں کسی حق کا دعویٰ کرے گا اس کے مقابل خصم قرار دیا جائے گا پھر بعد ساعت کے اگر موجر نے جانوروں کو کسی عذر کی وجہ سے فروخت کیا ہو تو مستاجر کو جانور نہیں مل سکتے ہیں اور اگر بلا عذر فروخت کئے یا ہبہ یا صدقہ میں دیئے ہوں تو مستاجر اپنی منفعت اجارہ حاصل کرنے تک ان کا زیادہ حقدار ہے اور اگر جانوروں کا قابض کوئی مستاجر یا مستعیر یا مستودع ہو اور مستاجر مدعی نے اس کے قول کی تصدیق کی تو اس پر مستاجر مدعی کے گواہوں کی ساعت نہ ہوگی پھر کتاب میں فرمایا کہ مستاجر اپنی منفعت اجارہ حاصل کرنے تک ان جانوروں کا مستحق ہے اور یہ نہ فرمایا کہ پہلا مستاجر یا دوسرا مستاجر مستحق ہے اور اس صورت میں واجب یہ ہے کہ دوسرا مستاجر مستحق ہو بخلاف اس صورت کے کہ جب موجر خود حاضر ہو چنانچہ مذکور ہوا اور واضح ہو کہ شیخ الاسلام خواہرزادہ نے یہ مسئلہ اسی طور سے بیان کیا ہے اور اس میں دوسرے مستاجر کو پہلے مستاجر کا خصم و مدعا علیہ نہیں ٹھہرایا یعنی اس کے مقابلہ میں گواہوں کی ساعت نہ کی مگر شیخ الاسلام احمد زاہد طواویسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے ذکر کیا کہ پہلے مستاجر کے گواہ دوسرے مستاجر قابض کے مقابلہ میں مقبول ہوں گے اور دوسرے کو خصم قرار دیا اور دونوں نے مستاجر میں اور مستعیر و مستودع میں فرق کیا یعنی بمواجہہ مستعیر و مستودع کے بعد تصدیق مستاجر مدعی کے ملک کے گواہ قبول نہ ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا اور موجر نے کہا کہ ایک غلام[1] اجارہ کر لے کہ تیری اور ٹٹو کی معیت کرے گا اور کرایہ میں سے اس کا اور ٹٹو کا نفقہ دے دینا تو یہ جائز ہے پھر اگر اس نے غلام کو اس کا نفقہ اور ٹٹو کا نفقہ دیا اور اس کے پاس سے چوری گیا پس اگر ٹٹو کے مالک نے اس کی تصدیق کی و اقرار کیا تو مستاجر بری ہو گیا اور اگر دونوں نے غلام کرایہ پر لینے کے حکم یا غلام کو نفقہ دے دینے کے حکم دے دینے میں اختلاف کیا تو ٹٹو کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ مستاجر پر لازم ہوگا کہ غلام کو اجارہ پر لینے کے گواہ سنا دے اور اگر مستاجر کو اس نے غلام اجارہ لینے کے واسطے وکیل کیا اور اس کے بعد اس نے گواہ قائم کئے کہ میں نے غلام اجارہ پر لے لیا اور غلام نے اقرار کیا کہ میں نے مستاجر سے نفقہ وصول کیا تھا لیکن میرے پاس سے ضائع یا چوری ہو گیا اور موجر نے انکار کیا تو غلام کا قول قبول ہوگا کیونکہ جب غلام کا اجارہ پر لینا ثابت ہو گیا تو وہ غلام موجر کی طرف سے بقدر نفقہ کے کرایہ وصول کرنے کا وکیل ہو گیا اور جو شخص قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہوا گر اس نے کہا کہ میں نے قرضہ وصول کر لیا مگر میرے پاس تلف ہو گیا تو اسی کا قول قبول ہوتا ہے پس ایسا ہی یہاں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ٹٹو کے مالک نے اقرار کیا کہ میں نے مستاجر کو حکم دیا تھا کہ غلام کو نفقہ دے دے مگر اس نے نہیں دیا ہے اور غلام نے اقرار کیا کہ اس نے دیا ہے تو غلام کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کوئی ٹٹو آمد و رفت کے واسطے یعنی اوائی جوائی کرایہ کیا اور ٹٹو والا راستہ میں مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹے گا پس اگر اس نے کوئی شخص اجارہ پر رکھ لیا تا کہ ٹٹو کی پرداخت کرے تو جائز ہے اور اس کا کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور جو کچھ اس نے دیا ہے اس کو میت کے وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستاجر اور میت کے وارثوں میں اختلاف ہوا اور وارثوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے تجھ کو یہ ٹٹو اس شرط سے کرایہ پر دیا تھا کہ اس ٹٹو کا خرچہ سب تجھ پر پڑے اور مستاجر نے اس سے انکار کیا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں فریق نے گواہ قائم کئے تو وارثوں کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں سے بغداد تک جانے اور آنے کے واسطے ایک ٹٹو کرایہ پر لیا پھر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ہم نے تجھے یہ ٹٹو دس درہم میں کرایہ پر دیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ پندرہ درہم میں پس اگر معقود علیہ یعنی سواری حاصل کرنے

---

[1] یعنی موجر نے اس کو یہ حکم کیا۔

سے پہلے دونوں نے اختلاف کیا اور سب میں کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور مستاجران دونوں کی تکذیب کرتا ہے اور پانچ درہم پر اجارہ کا دعویٰ کرتا ہے تو دونوں سے ہر ایک کے حصہ میں باہمی قسم لی جائے گی اور اگر سب نے باہم قسم کھالی تو قاضی پورے ٹٹو کا اجارہ فسخ کر دے گا جیسا کہ مال عین کی بیع میں حکم ہے۔

اگر مستاجر نے دونوں میں سے کسی کی تصدیق کی مثلاً دس درہم پر اجارہ ہونے کا اقرار لیا تو جس کی تصدیق کی ہے اس کے حصہ میں باہمی قسم واجب نہیں ہے اور دوسرے شخص کے حصہ میں جو پندرہ درہم پر اجارہ کا دعویٰ کرتا ہے باہم قسم ہوگی پھر اگر دونوں نے قسم کھالی اور ایک موجر یا دونوں نے قاضی سے فسخ کی درخواست کی تو بالاجماع حصہ مخالف کا عقد قاضی فسخ کر دے گا اور حصہ موافق کا اجارہ پانچ درہم پر باقی رہے گا چنانچہ دونوں میں سے ایک کے مر جانے کی صورت میں ہوتا ہے اور اگر معقود علیہ میں منفعت حاصل کرنے کے بعد ایسا اختلاف ہوا تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں موجروں نے اپنے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کئے تو ہر ایک کے واسطے اس کے نصف دعویٰ کی ڈگری ہوگی پس پندرہ کے مدعی کے لئے ساڑھے سات درہم کی اور دس کے مدعی کے واسطے پانچ درہم کی ڈگری ہوگی یہ سب اس صورت میں ہے کہ بدل میں یعنی اجرت میں اختلاف کیا ہو اور اگر مقدار معقود علیہ یعنی مقدار سیر میں اختلاف کیا مثلاً ایک موجر نے کہا کہ ہم نے تجھے مدائن تک کے لئے کرایہ پر دیا ہے اور دوسرے نے بغداد تک کہا اور مقدار کرایہ پر سب نے اتفاق کیا پس اگر سوار ہو جانے سے پہلے ایسا اختلاف کیا ہو و مستاجر نے دونوں کی تکذیب کی اور جہاں تک دونوں اقرار کرتے ہیں اس سے بھی زیادہ دور تک کے مقام تک کرایہ لینے کا دعویٰ کیا تو ہر ایک کے حصہ میں باہمی قسم واجب ہوگی پس اگر سب نے قسم کھالی اور قاضی سے فسخ کی درخواست کی تو قاضی پورے ٹٹو کا اجارہ فسخ کر دے گا اور اگر مستاجر دونوں میں سے کسی کی تصدیق کرتا ہو تو جس کی تصدیق کرتا ہے اس کے حصہ میں باہمی قسم واجب نہ ہوگی فقط دوسرے کے حصہ میں واجب ہوگی پھر اگر دونوں نے قسم کھالی تو اس کے حصہ کا عقد فسخ ہوگا اور موافق کے حصہ کا عقد باقی رہے گا اور بالاجماع اس کے حصہ کا اجارہ جائز رہے گا اور یہ اس وقت ہے کہ سواری لینے سے پہلے دونوں نے باہم اختلاف کیا ہو اور اگر موجروں کی مسافت تک سوار ہو جانے کے بعد اختلاف کیا ہو تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر سب نے اپنے اپنے گواہ قائم کئے حالانکہ مستاجر دونوں کی مقدار مسافت سے زیادہ دور تک مسافت کا دعویٰ کرتا ہے تو مستاجر کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام اس واسطے اجارہ پر لیا کہ اسکا خط بغداد کو لے جائے پھر مستاجر واجیر میں اختلاف واقع ہوا پس اگر کام پورا کرنے میں اختلاف ہوا اور منکر دونوں میں سے مرسل کا قول قبول ہوگا ☆

ایک شخص نے شق محل کرایہ پر لی اور حمال نے کہا کہ تو نے عیدان محل مراد لی ہیں یعنی تیری غرض محمل سے عیدان محل تھی اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے اونٹ مراد لیا ہے پس اگر کرایہ اس لائق ہو کہ جس سے عیدان محل کرایہ پر لی جاتی ہیں تو حمال کا قول قبول ہوگا اور اگر کرایہ اس لائق ہو کہ جس سے اونٹ کرایہ پر کئے جاتے ہیں تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ محل کا اطلاق جس طرح عیدان پر ہوتا ہے ایسے ہی اونٹ پر ہوتا ہے پس اس لفظ کے بولنے سے مراد مجہول رہی پس ضرورت ہوا کہ کرایہ کے انداز سے اس لفظ کی مراد ظاہر کی جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام اس واسطے اجارہ پر لیا کہ اس کا خط بغداد کو لے جائے پھر مستاجر و اجیر میں اختلاف واقع ہوا پس اگر کام پورا کرنے میں اختلاف ہوا اور منکر دونوں میں سے مرسل یعنی بھیجنے والا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا چنانچہ بائع اگر مبیع سپرد کر دینے کا مدعی ہو اور مشتری منکر ہے تو مشتری کا قول قبول ہوتا ہے اور اگر دونوں نے اجرت ادا کرنے میں

اختلاف کیا تو غلام کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام اس واسطے اجارہ پر لیا کہ اس کا خط بغداد کو پہنچائے پھر غلام نے کہا کہ میں خط لے گیا اور جس کے پاس خط بھیجا ہے اس نے کہا کہ میرے پاس تو خط نہیں لایا ہے تو غلام پر اپنے دعویٰ کے گواہ لانے واجب ہیں کیونکہ وہ معقود علیہ پورا کر دینے کا مدعی ہے پس اگر اس نے گواہ قائم کئے کہ غلام نے مکتوب الیہ کو خط دے دیا ہے تو جو امر گواہوں سے ثابت ہوا وہ مثل خصم کے خود اقرار سے ثابت ہونے کے ہے اور غلام کی اجرت مرسل پر واجب ہوگی مرسل الیہ یعنی جس کے پاس بھیجا ہے اس پر واجب نہ ہوگی اور اگر مرسل الیہ نے دعویٰ کیا کہ میں نے غلام کو اس کی اجرت کے دس درہم دے دیئے ہیں تو اس پر ادا کر دینے کے گواہ لانے واجب ہیں چنانچہ اگر خود مرسل نے اجرت ادا کرنے کا دعویٰ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلام نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام خط لے کر بغداد میں آیا مگر مکتوب الیہ نہیں ملا تو غلام کی اجرت مرسل پر واجب ہوئی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک سواری کا چوپایہ کرایہ پر لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ چوپایہ آیا خچر ہے یا گدھا ہے پھر موجب ایک گدھا سپرد کرنے کو لایا اس وقت دونوں نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ خچر پانچ درہم کرایہ پر لیا ہے اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ گدھا پانچ درہم میں لیا ہے پس اگر سواری لینے سے پہلے ایسا اختلاف ہوا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو دونوں باہم قسم کھائیں گے اور اگر بعد سواری کے اختلاف کیا اور کسی نے گواہ قائم نہ کئے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے اور اختلاف معقود علیہ یعنی منفعت میں واقع ہوا ہے پس اگر سواری لینے سے پہلے اختلاف کیا تو موجر کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر کوفہ سے فارس تک کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا اور ملک فارس میں سے کوئی شہر خاص بیان کر دیا تو اجارہ جائز ہے پھر اجارہ تمام ہونے پر دونوں نے اختلاف کیا مستاجر نے کہا کہ میں تجھے مثلاً فارسی درہم دوں گا کیونکہ اجرت فارس میں پہنچ کر واجب ہوئی ہے حالانکہ فارس کے درہم کم ہوتے ہیں اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ تجھ پر کوفہ کے درہم واجب ہیں کیونکہ عقد کوفہ میں ہوا ہے حالانکہ کوفہ کا درہم وہاں سے بڑھتی ہوتا ہے تو مستاجر پر اس جگہ کے درہم واجب ہوں گے جہاں اجارہ ٹھہرا ہے اور جہاں کرایہ واجب الادا ہوا ہے وہاں کے درہم واجب نہ ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے کسی مزدور سے گاؤں میں کام لیا اور یہ کام بطور اجارہ فاسد کے لیا پھر دونوں نے شہر میں آ کر اجرت مثل کا جھگڑا کیا حالانکہ ایسے کام کا اجر المثل باعتبار مقام کے مختلف ہے تو جس مقام پر اجارہ لے کر کام لیا ہے وہاں کے حساب سے اجر المثل واجب ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے حیرہ تک جو ایک مقام کا نام ہے ایک جانور کرایہ پر لیا اور جانور کے مالک نے کہا کہ یہ جانور لے اور اس پر سوار ہو جا پھر جب وہ شخص حیرہ سے لوٹ آیا تو دونوں نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں اس کو حیرہ تک نہیں لے گیا پس مجھ پر کچھ کرایہ واجب نہ ہوا اور جانور کے مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تو اس کو حیرہ تک لے گیا ہے اور میرا کرایہ تجھ پر واجب ہے پس اگر مستاجر کا سفر کے واسطے نکلنا اور حیرہ کی طرف متوجہ ہونا معلوم نہ ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر نکل کر حیرہ کی طرف جانا معلوم ہو تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر صبح سے رات تک کے واسطے ایک چوپایہ سواری کا کرایہ پر لیا اور موجر نے اس کو اس کے تھان پر دکھا دیا اور کہا کہ جب تیرا جی چاہے تب سوار ہو جانا پھر جب رات ہوئی تو دونوں نے کرایہ اور سواری میں جھگڑا کیا پس اگر موجر نے مستاجر کو وہ جانور دے دیا ہو تو مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر نہ دیا ہو تو واجب نہ ہوگا اور موجر پر واجب ہوگا کہ اس امر کے گواہ لائے کہ مستاجر اس پر سوار ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے کوئی غلام اپنے ساتھ سلائی کا کام کرنے کے واسطے کسی قدر ماہواری اجرت معلومہ پر کرایہ کیا پھر درزی نے اجارہ لینے سے انکار کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے اور غلام کے مالک نے اجارہ دینے پر گواہ قائم کئے اور اس مقدمہ میں دونوں نے

ایک مہینہ تک قاضی کے پاس آمدورفت رکھی پھر مالک کے گواہوں کی عدالت ثابت ہوئی اور درزی نے انکار اجارہ سے پہلے اور بعد بھی غلام سے کام لیا ہے تو اس پر تمام مدت کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر وہ غلام حالت انکار میں سلائی کا کام لینے میں مر گیا تو متاجر پر کچھ ضمان واجب نہ ہوگی فقط اس پر کرایہ واجب ہوگا اسی طرح اگر مستاجر نے کہا کہ یہ شخص اسی مدعی کا غلام ہے مگر میں نے اس کو از روی غصب کے لے لیا ہے یعنی اجارہ پر نہیں لیا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے پن چکی اجارہ پر لی پھر اس کا ایک پتھر اور چکر ٹوٹ گیا تو یہ عذر ہے اور اس کو اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر بیت منہدم ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو دو صورتیں ہیں یا تو مدت انکسار میں اختلاف کیا یا اصل انکسار میں اختلاف کیا اور ان دونوں صورتوں میں ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ پانی منقطع ہونے کی مدت میں یا اصل پانی منقطع ہونے میں اختلاف کرنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے یہ ذخیرہ میں ہے بغداد تک ایک اونٹ کرایہ پر لیا پھر دونوں نے خروج کے وقت میں اختلاف کیا تو اصل خروج میں مستاجر کا قول قبول ہوگا ایسا ہی راہ کی تعیین میں بشرطیکہ دونوں راہیں یکساں ہوں اور اگر کوئی راہ دشوار ہو تو اس کا بیان ہو جانا ضروری ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایسی صورت کا بیان جس میں قاضی اجارہ فسخ نہ کرے گا ☆

دو آدمیوں نے بغداد[1] سے کوفہ تک اجرت معلومہ پر ایک ٹٹو کرایہ پر لیا پھر جب کوفہ میں پہنچے تو دونوں نے قاضی کے پاس نالش کی اور ایک نے دعویٰ کیا کہ ہم نے فلاں شخص سے کوفہ تک آمدورفت کے واسطے کرایہ پر لیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہم نے مکہ تک آمدورفت کے واسطے اس سے کرایہ پر لیا ہے اور دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی حکم دے گا کہ یہ ٹٹو فلاں غائب کی ملک ہے اور اس حکم کے ضمن میں اجارہ واقع ہونے کا حکم نہ دے گا اور ہر ایک کو دونوں میں سے ممانعت کر دے گا اور جہاں تک کے واسطے کرایہ کرنے کا مدعی ہے وہاں نہ جائے اور اگر دونوں نے ایک شے کا دعویٰ کیا تو قاضی دونوں کو ان کے اتفاق پر چھوڑ دے گا یعنی جس پر متفق ہوئے ہیں اسی پر رہیں اور اگر دونوں نے کرایہ کے دعویٰ پر اپنے اپنے گواہ قائم کئے اور دونوں فریق گواہوں کی عدالت ثابت ہوئی تو قاضی اس ٹٹو کو دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دے گا اور دونوں میں سے کسی کو یہ حکم نہ دے گا کہ جس مقام تک کرایہ پر لینے کا مدعی ہے وہاں جائے اور موافق اپنی رائے کے دونوں کو حکم کرے گا کہ اس ٹٹو کو نفقہ دیں بشرطیکہ قاضی کو امید ہو کہ اس کا مالک آ جائے گا اور اگر اس کے آنے کی امید نہ ہو تو اس کو نفقہ دینے کا حکم نہ دے گا بلکہ دونوں کو اس کے فروخت کرنے کا حکم کرے گا اور جب بحکم قاضی دونوں نے اس کو فروخت کیا تو اس کا ثمن دونوں کے پاس رہنے دے گا اور اگر دونوں نے قاضی کے حکم سے اس ٹٹو کو کچھ کھلایا ہو اور قاضی کے نزدیک ثابت ہو گیا تو قاضی ان کو ثمن میں سے اس قدر دے دے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر دونوں نے درخواست کی کہ جو کرایہ ہم نے ٹٹو کے مالک کو دیا ہے وہ ہم کو دیا جائے تو نہ دیا جائے گا کیونکہ اس میں قضا علی الالغائب لازم آتی ہے لیکن اس کے دام ان دونوں کے پاس موقوف رہیں گے یہاں تک کہ دونوں گواہ قائم کریں کہ ٹٹو کا مالک مر گیا اور قاضی کو یہ بھی اختیار ہے کہ ان دونوں کی نالش کی سماعت نہ کرے اور نہ ان کو نفقہ دینے اور فروخت کرنے کا حکم دے کیونکہ اس میں ایک طرح سے قضا علی الغائب ہے اور ایک وجہ سے اس میں غائب کے مال کی حفاظت ہے اسی وجہ سے قاضی مختار ہے کہ جس طرف جی چاہے توجہ کرے یہ کافی میں ہے۔ اگر دو شخصوں کے بغداد سے کوفہ تک آمدورفت کے واسطے کرایہ پر لیا اور کوز مین پہنچ کر ایک شخص کے حق میں یہ مصلحت ظاہر ہوئی کہ بغداد کو واپس نہ جائے اور فسخ اجارہ کے واسطے یہ عذر ہوا پس اگر فسخ اجارہ کے واسطے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور دونوں

[1] اصل میں لفظ رے تھا میں نے مشہور شہر بغداد سے بدل دیا۔

نے اتفاق کیا اور ایک نے دوسرے کی تصدیق کی اور دونوں نے گواہ قائم نہ کئے تو قاضی اس میں کچھ تعرض نہ کرے گا اور اگر باوجود اتفاق کے گواہ قائم کئے تو قاضی اجارہ فسخ نہ کرے گا کیونکہ اس میں قضاء علی الغائب لازم آتی ہے لیکن اگر بنظر خیر وحفاظت غائب کے چاہے تو یہ نصف جس کو ایک شخص چھوڑتا ہے اس کے شریک کو دے دے۔

کتاب میں فرمایا کہ قاضی چاہے تو جو شخص واپس جانا چاہتا ہے اس کے ہاتھ تمام ٹٹو کرایہ پر دے دے اور معنی اس کے یہی ہیں کہ آدھا اس کے پاس کرایہ پر ہے وہ رہنے دے اور یہ آدھا جس کو ایک نے چھوڑا ہے وہ بھی اس کو دے دے یا اگر قاضی چاہے تو کسی دوسرے کو کرایہ پر دے دے پس دونوں اس پر سوار ہو جائیں یا باری سے سوار ہوں جس طرح دونوں پہلے کرتے تھے اور کتاب میں یہ ذکر نہ فرمایا کہ اگر قاضی نے کوئی کرایہ لینے والا نہ پایا تو آیا اس شخص کے پاس ودیعت رکھ دے جو بغداد کو جانا چاہتا ہے اور دوسری جگہ کتاب میں لکھا ہے کہ قاضی کا جی چاہے تو ایسا کردے کہ نصف اس کے پاس کرایہ پر رہے گا اور نصف ودیعت رہے گا پس ایک روز سوار ہوگا اور دوسرے روز اتر کر چلے گا اور یہ حکم جو مذکور ہوا یہ صاحبینؒ کے موافق ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک کسی دوسرے کو نصف کا اجارہ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں عدم انقسام ہے یہ محیط میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ وہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک مکان کچھ دراہم معلومہ پر کرایہ پر دیا اور پھر ایک شخص نے گواہ پیش کر کے اپنا استحقاق ثابت کر کے اس مکان کی اپنے نام ڈگری کرائی اور کہا کہ میں نے یہ مکان اس موجر کو دیا تھا تاکہ اجرت پر دے دے پس اجرت میری ہوگی اور موجر نے کہا کہ میں نے اس شخص سے غصب کر لیا تھا اور خود ہی کرایہ پر دیا ہے پس اجرت میری ہے تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور وہ اجرت لے لے گا اور اگر موجر نے اپنے غصب کر لینے کے دعوے کے گواہ پیش کئے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر اس امر کے گواہ پیش کئے کہ مستحق نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے اس کو غصب کر لیا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے اور اجرت اسی کو دلائی جائے گی اور اگر موجر نے زمین میں کوئی عمارت تیار کر کے پھر مع عمارت کرایہ پر دے دی اور زمین کے مالک نے کہا کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ عمارت بنوا کر کرایہ پر دے دے اور موجر نے کہا کہ میں نے غصب کر کے اس میں عمارت بنوا کر کرایہ پر دے دی ہے تو فرمایا کہ تمام اجرت خالی بلاعمارت زمین کی قیمت وعمارت پر تقسیم کر کے جو حصہ فقط زمین کے پڑنے میں پڑے وہ مالک زمین کو ملے گا اور جو عمارت کے حصہ میں آئے وہ موجر کو ملے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

شیخ ابوبکرؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک سواری کا جانور کرایہ پر لیا اور سمرقند لے گیا پھر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ جانور میرا ہے اور مستاجر کے قول کی تصدیق نہ کی کہ یہ مستاجر[1] ہے اور اس پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور جانور لے لیا پس آیا موجر کو یہ اختیار ہوگا کہ جس سے اس نے خریدا ہے اس بائع سے اپنے دام واپس لے یا نہیں تو بعض نے فرمایا کہ نہیں اور اگر چوپایہ کے مدعی نے قابض پر کسی فعل کا دعویٰ کیا مثلاً یوں کہا کہ یہ جانور میری ملک ہے تو نے مجھ سے غصب کر لیا ہے تو مستاجر اس کا خصم قرار پائے گا اور اس کے مقابلہ میں مدعی کے گواہوں کی سماعت ہوگی اور بعد اثبات کے موجر کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے اپنے دام واپس لے اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے یہ دار جو تیرے قبضہ میں ہے فلاں شخص سے فلاں تاریخ یعنی تیرے اجارہ لینے سے پہلے اجارہ لیا ہے پس آیا قابض مکان اس کا خصم قرار پائے گا یعنی مدعی اپنا اجارہ لینا قابض کے مقابلہ میں ثابت کر سکتا ہے اور اس کے گواہوں کی سماعت ہوگی پس اس کی دو صورتیں ہیں اگر مدعی نے قابض پر قابض کے کسی فعل کا دعویٰ کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے یہ مکان فلاں شخص سے اجارہ لے کر قبضہ کر لیا تھا پھر تو نے مجھ سے ناحق غصب کر لیا تو مدعی کے گواہوں کی بمقابلہ قابض کے سماعت ہوگی

---

[1] مستاجر ہے بلکہ کہا کہ تو تو غاصب ہے کرایہ پر لینے والا نہیں ہے اور قولہ قابض سے مراد یہی مستاجر ہے جس نے اپنے موجر سے کرایہ پر لے کر قبضہ کیا ہے۔

اور اگر یوں کہا کہ میں نے فلاں شخص سے تیرے اجارہ لینے سے پہلے اجارہ پر لیا ہے اور اس نے تجھے سپرد کر دیا اور قابض پر کسی فعل قابض کا دعویٰ نہ کیا تو گواہوں کی سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ مستاجر نے اگر دعویٰ کیا کہ میں نے جس وقت زمین اجارہ پر لی ہے اس وقت فارغ اور خالی تھی اور موجر نے دعویٰ کیا کہ نہیں بلکہ اجارہ لینے کے وقت مشغول تھی اور اس میں کھیتی تھی تو فی الحال کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر اس وقت کھیتی موجود ہو تو موجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اس وقت مزروعہ نہ ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر دلال نے کسی شخص کی زمین فروخت کی اور مالک زمین نے کہا کہ تو نے بلا اجرت فروخت کر دی ہے اور دلال نے کہا کہ میں نے اجرت پر یہ کام کیا ہے پس اگر یہ دلال اس کام میں مشہور ہو کہ لوگوں کا مال اجرت پر فروخت کیا کرتا ہے تو مالک زمین کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اس کو اجر المثل دینا پڑے گا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر چرواہے نے کہا کہ میں نے گائے بکری وغیرہ جو جانور چرائی پر تھا اس کے مر جانے کا خوف کر کے اس کو ذبح کر دیا ہے اور مالک نے انکار کیا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور چرواہے پر گواہ دلانا چاہئے ہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔ فوائد صاحب المحیط میں ہے کہ چرواہے اور مالک میں اختلاف ہوا چرواہے نے کہا کہ میں نے بکری کو مردگی کی حالت میں ذبح کر ڈالا ہے اور مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے زندگی کی حالت میں ذبح کیا ہے تو چرواہے کا قول قبول ہوگا اور صدر النوازل میں لکھا ہے کہ اگر اجنبی نے ایسا کہا کہ میں نے مردگی کی حالت میں تیری بکری کو ذبح کر ڈالا ہے پس آیا مثل چرواہے کے ہوگا فرمایا کہ قسم سے اسی کا قول قبول ہونا چاہئے اور ایسا ہی بعضے فقہا نے فرمایا ہے کیونکہ اس کی ضمان میں شک ہے بخلاف اس کے اگر کہا کہ میں نے تیری بکری تیری اجازت سے ذبح کی ہے اور مالک نے اجازت سے انکار کیا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر چرواہے نے کہا کہ میں نے بکری کو اس وجہ سے ذبح کیا کہ وہ بیمار تھی اور مالک نے کہا کہ اس کو کچھ مرض نہ تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور چرواہا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص نے موجر کو تمام اجرت[1] دے دی پھر دو مہینہ بعد مر گیا اور وارثوں نے دس مہینے کی اجرت کا دعویٰ کیا اور مطالبہ کیا اور موجر نے کہا کہ میں نے اتنی اجرت دو ہی مہینہ کے واسطے لی تھی اور باقی دس مہینے تک اس کو رہنا مباح کر دیا تھا اور وارثوں نے کہا کہ تو نے تمام سال کے واسطے کرایہ پر دیا تھا تو موجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ اجرت کا مالک[2] ہے اور وارث لوگ اس کی ملک باطل کرنا چاہتے ہیں کذا فی القنیہ۔

چھبیسواں باب:

سواری کے جانوروں کو سواری کے واسطے کرایہ پر لینے کے بیان میں

سواری کے جانوروں کو سواری دلانے کے واسطے کرایہ پر لینا جائز ہے اور اگر سواری کو مطلق چھوڑا کسی شخص کی خصوصیت بیان نہ کی تو جس کو چاہے سوار کرے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر خود سوار ہوا یا کسی ایک شخص کو سوار کیا تو اس کو دوسرے کے سوار کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر سواری[3] لینے میں کوئی شخص خاص ہو گیا پھر مستاجر یا دوسرا شخص سوائے مخصوص کے سوار ہوا اور جانور مر گیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ جوہرنیرہ میں ہے اور اگر اس شرط سے کرایہ لیا کہ فلاں شخص کو سوار کرے گا پھر اس کے سوائے دوسرے

---

[1] یعنی ایک سال کی تمام اجرت۔ [2] قولہ مالک کیونکہ پیشگی اجرت سے مالک ہو جاتا ہے لیکن مخفی نہیں کہ اگر کسی عذر سے مستاجر سکونت نہ کرے تو اجرت واپس دینی چاہئے پس یہاں بھی وارث منکر ہیں پس تامل ضرور ہے۔ [3] یعنی عقد اجارہ میں کوئی شخص خاص متعین ہو جانے کے بعد دوسرا سوار ہوا اور جانور مر گیا تو ضامن ہوگا۔

شخص کو سوار کیا اور جانور مر گیا تو ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص سے چند اونٹ غیر معین جن کی تعداد بیان کر دی ہے کوفہ سے مکہ معظمہ تک کرایہ پر لئے تو اجارہ جائز ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے شرح میں ذکر فرمایا کہ اس مسئلہ میں یہ غرض نہیں ہے کہ لفظ اجارہ میں غیر معین اونٹ قرار پائے ہیں کیونکہ غیر معین اونٹوں کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ معقود علیہ یعنی جس چیز پر عقد واقع ہوا ہے مجہول ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ مستاجر نے کہا کہ مجھے مکہ معظمہ تک سواری پر پہنچا دے اور موجر نے اس کو قبول کیا اور اس صورت میں معقود علیہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ تک موجر اس کو پہنچا دے اور یہ امر معلوم ہے مجہول نہیں ہے بلکہ آلہ حمل معقود علیہ ہے اور آلات کا مجہول ہونا موجب فساد اجارہ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ درزی و دھوبی وغیرہ کے مسائل میں اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ہم اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے اور اس کی تفسیر وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور اس طرح معقود علیہ ایک شے معتاد ہو گئی اور اگر ایسا نہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی مقام معلوم تک کے واسطے کوئی سواری کا جانور مادہ کرایہ پر لیا پھر جب کچھ دور چلا تو مادہ جانور نے بچہ دیا اور چلنے سے ضعیف ہو گئی پس اگر مستاجر نے بعینہٖ اس کو کرایہ پر لیا ہو تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجارہ فسخ کر دے یا انتظار کرے یہاں تک کہ اس میں طاقت آ جائے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ موجر سے دوسرے جانور کا مطالبہ کرے اور اگر اس نے صرف اس مقام کے پہنچا دینے کا اجارہ قرار دیا ہو کوئی جانور معین کرایہ نہ لیا ہو تو اس کے ضعیف ہو جانے کے وقت مستاجر کو اختیار ہوگا کہ موجر سے دوسرے جانور کا مطالبہ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے ایک چوپایہ سواری کا کسی مقام معلوم تک کے لئے کرایہ کیا اور اس کو اس مقام تک نہ لے گیا مگر اس سے کام لیا تو اس پر اجرت واجب[1] نہ ہوگی اور اگر اس کو اس مقام تک لے گیا تو اجرت واجب ہوگی خواہ سوار ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور یہ حکم اس صورت کا ہے کہ جب جانور کو جہاں سے کرایہ کیا ہے وہاں سے مقام معلوم تک لے گیا ہو اور اگر وہیں ٹھہر کر انتظار کرتا رہا پس اگر اس کو روک کر ایسا انتظار کیا جیسا کہ قافلہ روانہ ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے تو اس مقام تک جانے کا کرایہ اس پر واجب ہوگا خواہ سوار ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اگر قافلہ کے نکلنے میں جس قدر انتظار کیا جاتا ہے اس سے زیادہ انتظار کرتا رہا تو اس پر اس قدر روکنے سے ضمان واجب ہوگی یعنی اگر جانور مر جائے تو ضامن ہوگا اور جب ضمان لازم آ گئی تو پھر روانہ ہو جانے سے ضمان مرتفع[2] نہ ہوگی اور جب ضمان مرتفع نہ ہوئی تو اجرت واجب نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک روز کے واسطے ایک جانور سواری کا کرایہ پر لیا اور اس دن بھر اس سے نفع اٹھایا پھر اس رات میں اس کو باندھ رکھا حالانکہ اس کا پیٹ ورم کر گیا اور وہ بیمار ہو گیا تھا اور اسی گھر میں چھوڑ دیا جہاں تھا حالانکہ یہ گھر مستاجر کے سوائے کسی دوسرے شخص کا ہے پس وہ جانور مر گیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ کا جانور مستاجر کو دے دیا تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ جانور کے ساتھ اپنا شاگرد یا غلام بھی روانہ کرے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ یہ بھی واجب ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ قال المترجم[3] المصیر فی ہذا الی العرف فاخذ بروایۃ محمدؒ للعرف فی دیارنا فافہم۔ اور صیرفیہ میں لکھا ہے کہ بار برداری کے واسطے ایک معین جانور کرایہ پر لیا پھر موجر نے اس کے سوائے دوسرے جانور پر بوجھ لاد کر پہنچا دیا تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور اس فعل میں اس نے مستاجر پر احسان کیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر فرات سے جعفی تک کرایہ کیا حالانکہ جعفی دو قبیلہ شہر کوفہ میں ہیں اور کوئی تفصیل نہ بیان کی کہ کون قبیلہ مراد ہے یا کناسہ تک کرایہ کیا اور کناسہ دو ہیں ان میں کناسہ ظاہرہ یا باطنہ کی تفصیل نہ کی تو اجارہ فاسد اور مستاجر پر

[1] نہ ہوگی بلکہ نقصان کا ضامن ہے۔ [2] مرتفع نہ ہوگی بلکہ جب مالک کو کرے تب مرتفع ہوگی۔ [3] یعنی اس معاملہ میں عرف پر مدار ہے جیسے ہمارے دیار میں امام محمدؒ کی روایت مختار ہے۔

اجر المثل واجب ہوگا اسی طرح اگر بخارا سے سہلہ تک کرایہ لیا اور سہلہ توت یا سہلہ امیر کی تفصیل نہ کی یا خنوب تک اور خنوب دو گاؤں ہیں ان میں سے کوئی گاؤں خاص بیان نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے واضح ہو کہ سہلہ ریگستان ہے اور سہلہ امیر ورب سمرقند کو کہتے ہیں کذا فی الظہیر یہ۔ خوارزم سے کچھ ٹٹو بخارا تک کرایہ لئے اور بیس دینار کرایہ ٹھہرے مگر نقدوں کی تعیین نہ کی تو نقد خوارزم معتبر ہوگا اور وہیں کا وزن معتبر ہوگا کیونکہ وہیں عقد قرار پایا ہے یہ قنیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک ٹٹو چار درہم پر کسی مقام معلوم تک جانے کے واسطے اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ آج واپس آئے گا پھر چند روز تک واپس نہ آیا یعنی ٹٹو نہ لایا تو اس پر فقط دو درہم واجب ہوں گے کیونکہ اس نے واپس آنے میں عقد کے خلاف کیا یعنی ضامن ہو گیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ملہ تک ایک اونٹ کرایہ پر لیا تو یہ عقد فقط پہنچانے پر قرار دیا جائے گا اور آمد و رفت دونوں پر نہ ہوگا اور اگر عاریت لیا ہو تو آمد و رفت دونوں پر عاریت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک جانور سو من گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ پر لیا پھر وہ جانور بیمار ہو گیا اور سوائے پچاس من گیہوں کے زیادہ لادنے کی طاقت نہ رہی پس مستاجر نے اس پر پچاس ہی من گیہوں لادے پس آیا بقدر کمی کے موجر سے کرایہ واپس لے سکتا ہے تو قاضی بدیع الدین نے فتویٰ دیا کہ واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ مستاجر اسی پر راضی ہو گیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دو چوپایہ ایک بغداد تک دوسرا حلوان تک کرایہ پر لیا پس اگر بغداد تک اور حلوان تک کے واسطے دونوں جانور علیحدہ معین ہوں تو عقد جائز ہے اور اگر غیر معین ہوں تو جائز نہیں ہے اور جس قدر اس نے سواری لی ہے اس کا اجر المثل دینا پڑے گا اور ضمان واجب نہ ہوگی بسبب اس کے کہ عقد فاسد کو جائز پر قیاس کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو ٹٹو ایک ہی صفقہ میں کرایہ لئے تو جس قدر ان سے بار برداری وغیرہ کا کام لیا ہے اس کے حساب سے اجرت مقررہ دونوں کے اجر المثل پر تقسیم کر کے لی جائے گی اسی طرح اگر دو غلام سلائی وغیرہ کے واسطے ایک صفقہ میں اجارہ لئے تو بھی یہی[1] حکم ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر پیدل لوگوں نے ایک اونٹ اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ ہم میں سے جو مریض ہو جائے یا تھک جائے اس کو سوار کر لے تو یہ فاسد ہے اور گر عقبۃ الاجیر کی شرط لگائی تو جائز ہے اور عقبۃ الاجیر کی شرط سے یہاں یہ مراد ہے کہ یوں شرط ٹھہرائی کہ ایک سوار ہو کر پھر اتر پڑے پھر دوسرا سوار ہو وہ بھی کچھ دور چل کر اتر پڑے پھر تیسرا سوار ہو علیٰ ہذا القیاس کذا فی الخلاصہ قلت وقد مر تفسیر ہا مفصلاً۔

اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اس پر سوار ہو کر فلاں شخص جو سفر کو جاتا ہے اس کی مشایعت کرے:

اگر کسی شخص نے ایک چوپایہ جبانہ تک یا مصلائے جنازہ تک کرایہ پر لیا تو جائز نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جبانہ تک کرایہ پر لینا ایسے شہر کے لوگوں کے واسطے نہیں جائز ہے کہ جہاں دو جبانہ ہوں ایک قریب ہو دوسرا بعید ہو چنانچہ امام محمدؒ کے شہروں میں ایسا ہی تھا پس معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کس جبانہ تک کرایہ پر لیا ہے اور اگر ایک ہی جبانہ ہو تو جائز ہے اور اس جبانہ کی اول حد تک اجارہ واقع ہوگا اور جنازہ میں بھی جب ہی جائز نہ ہوگا کہ جب دو یا زیادہ مصلے ہوں کہ معلوم نہ ہو کہ کس مصلے تک کرایہ پر لیا ہے اور اگر ایک ہی مصلے ہو یا زیادہ ہوں مگر معلوم ہو کہ فلاں مصلے تک کرایہ پر لیا ہے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اس پر سوار ہو کر فلاں شخص جو سفر کو جاتا ہے اس کی مشایعت کرے یعنی اس کو پہنچانے جائے یا فلاں شخص جو سفر سے آتا ہے اس سے ملاقات کرے تو نہیں جائز لیکن اگر مقام بیان کرے کہ کس مقام تک مشایعت کے واسطے یا ملاقات کے واسطے جائے گا تو جائز ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر دس درہم ماہواری پر کوئی ٹٹو اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ رات یا دن میں جس وقت کچھ ضرورت ہوگی اس پر سوار ہوں گا پس اگر کوفہ میں کوئی جانب معلوم بیان کر دی تو جائز ہے اور اگر کوئی مقام معلوم بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر

[1] یعنی اجرت مقررہ دونوں کے اجر المثل پر تقسیم کر کے ہر ایک سے جس قدر کام لیا ہے اس کے کام کے موافق اجرت میں سے حصہ لیا جائے گا۔

بغداد وغیرہ سے کسی شخص نے کوفہ تک کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا تو موجر پر واجب ہے کہ کوفہ میں پہنچ کر مستاجر کو مستاجر کے گھر تک پہنچائے یہ حکم استحساناً ہے اور قیاساً یہ امر اس پر واجب نہیں ہے اسی طرح اگر اپنا اسباب لادنے کے واسطے کرایہ پر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مستاجر نے نواح کوفہ میں پہنچ کر کسی کنارہ شہر کے اسباب اتار دیا اور کہا کہ یہی میرا مقام ہے پھر معلوم ہوا کہ اس نے خطا کی اور چوک گیا اور چاہا کہ دوبارہ اپنے گھر تک لاد کر لے جائے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر کوفہ سے جانب حیرہ روانہ ہونے کے لئے آمد و رفت کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا پس اگر کسی مقام سے واپس آئے تو اس کو چاہئے کہ مستاجر کو اس کے گھر تک کوفہ میں پہنچائے چنانچہ اگر کوفہ سے خاص حیرہ تک کے واسطے کرایہ لیا ہو تو بھی واپس آنے کے وقت یہی حکم ہے اور اگر کوفہ میں سرائے سے ایک ٹٹو کناسہ تک جانے کے واسطے اور واپس آنے کے واسطے کرایہ کیا اور چاہا کہ واپس ہو کر اپنے مکان پر اترے تو یہ اختیار نہیں ہے بلکہ جہاں سے کرایہ پر لیا ہے وہیں واپس ہو کر اتر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کوفہ سے بغداد تک اس شرط سے ٹٹو کرایہ پر لیا کہ اگر دو روز میں بغداد پہنچائے تو دس درہم اجرت ہے ورنہ ایک درہم ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلا تسمیہ یعنی دس درہم جائز ہے اور دوسرا تسمیہ فاسد ہے ☆

منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کوفہ سے بصرہ تک بیس روز میں پہنچانے کی شرط سے کوئی ٹٹو کرایہ پر لیا اور موجر نے اس کو پچیس روز میں پہنچایا تو اس حساب سے اجرت کم کر دی جائے گی اور یہ حکم امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول پر درست ہوتا ہے اور امام اعظمؒ کے قول پر اجارہ فاسد ہونا چاہئے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کوفہ سے بغداد تک اس شرط سے ٹٹو کرایہ پر لیا کہ اگر دو روز میں بغداد پہنچائے تو دس درہم اجرت ہے ورنہ ایک درہم ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک پہلا تسمیہ یعنی دس درہم جائز ہے اور دوسرا تسمیہ فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں تسمیہ صحیح ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کوفہ سے مکہ معظمہ تک حج کے لئے آمد و رفت پر ایک ٹٹو کرایہ پر لیا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ یوم الترویہ[3] و یوم عرفہ و یوم النحر و تین روز ایام تشریق اس پر سوار ہو یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر ایک ٹٹو کو دو آدمیوں نے کرایہ لیا پھر ایک آدمی راستہ میں مر گیا تو موجر پر جبر کیا جائے گا کہ جو شخص زندہ ہے اور سوار ہو کر روانہ ہونا چاہتا ہے اس کو آدھے کرایہ پر آدھا ٹٹو کرایہ دے کر سوار کر کے پہنچا دے اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو شخص مر گیا ہے اس کے مثل دوسرا شخص سوار کرے قلت اور کتاب میں ٹٹو کے بجائے اونٹ فرض کیا ہے اور ٹٹو میں سواری میں تفصیل ہوگی کہ اگر دونوں بنوبت سوار ہوتے ہیں تو نصف ٹٹو کرایہ دینے کے یہ معنی ہوں گے کہ مستاجر اپنی نوبت پر سوار ہوگا اور بلا نوبت ٹٹو خالی چلے گا بخلاف اونٹ کے کہ اس میں اپنی جگہ پر سوار رہے گا فافہم اور اگر کچھ لوگوں نے کوئی کشتی کرایہ پر لی تا کہ سوار ہوں پھر ان میں بعض مر گئے تو باقیوں کو بعوض ان کے حصہ اجرت کے سوار کرے اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو شخص مرا ہے اس کے مثل یا زیادہ دوسرا شخص سوار کر لے مگر زیادتی میں جب ہی تک زیادتی کا اختیار ہوگا کہ جب تک دوسروں کی روانگی میں جو شرط ٹھہری ہے ان کو موافق شرط کے ضرر نہ پہنچے پس اگر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہاں ٹھہر پس اگر اس نے کسی جنگل میں ٹھہرنے کو کہا تو قبول نہ کیا جائے گا اور اس پر جبر کیا جائے گا کہ یہاں سے جو آبادی قریب تر ہو وہاں تک چل کر ٹھہرے یہ غیاثیہ میں ہے۔

---

[1] کوفہ اتفاقاً واقع ہوا جہاں یہ عقد واقع ہوا ہو۔ [2] حیرہ ایک مقام عراق عرب میں قریب کوفہ کے ہے اور کناسہ بھی نام مقام ہے۔ [3] عرفہ نویں یوم النحر دسویں یا بعد تین دن ایام تشریق ہیں۔

ایک شخص نے کوفہ سے آمد و رفت کے واسطے مکہ معظمہ تک ایک اونٹ کرایہ پر لیا پھر جب وہ شخص حج کے مناسک و افعال ادا کر چکا تو مر گیا تو اس پر اس کے حساب سے اجرت واجب ہوگی کیونکہ باقی کا عقد اس کے مرنے کی وجہ سے باطل ہو گیا پس باقی کی اجرت بھی ساقط ہو گئی اور جس قدر اس نے منفعت حاصل کی ہے اس کی اجرت ترکہ میں واجب ہوگی پھر اس کا حساب بیان کیا اور فرمایا کہ دس حصوں میں سے ساڑھے پانچ حصے واجب ہوں گے اور ساڑھے چار حصے باطل ہو جائیں گے اور یہ عجیب مسئلہ ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے اس حساب کی تخریج یوں بیان فرمائی کہ کوفہ سے مکہ معظمہ تک ستائیس مرحلے ہیں یہ جانے کے ہوئے اور اسی قدر آنے کے ہوئے اور افعال حج کا ادا کرنا چھ روز میں ہوگا کہ یوم الترویہ کو منیٰ کی طرف جائے گا اور یوم عرفہ میں عرفات کو جائے گا اور یوم النحر میں طواف زیارت کے واسطے مکہ کو واپس آئے گا اور پھر تین روز رمی جمار کے واسطے چاہئے ہیں کل چھ روز ہوئے اور ہر روز ایک مرحلہ شمار کیا گیا اور ان سب کا مجموعہ ساٹھ مرحلہ ہوئے اور ان کے دس حصہ کئے گئے تو ہر چھ مرحلہ ایک دہائی ہوئی پھر جب وہ شخص ادائے مناسک کے بعد مر گیا تو تینتیس مرحلے کے بعد مرا یعنی ستائیس مکہ تک جانے کے اور چھ ادائے مناسک کے کہ مجموعہ تینتیس ہوئے اور یہ تینتیس باعتبار دہائی کے دس حصوں میں سے ساڑھے پانچ حصے ہوئے شمس الائمہؒ نے فرمایا کہ بسا اوقات مدینہ سے ہو کر گزرنا بھی شرط ہوتا ہے پس اگر یہ بھی شرط ہو تو تین مرحلے اور زیادہ کئے جائیں گے کیونکہ کوفہ سے مکہ معظمہ تک کا فاصلہ مدینہ منورہ ہو کر تیس مرحلے ہے پس اگر مدینہ ہو کر گزرنا جاتے وقت شرط کیا ہو تو مجموعہ تریسٹھ رکھے جائیں گے اور ان میں سے چھتیس جز و اس پر زیادہ ہوں گے یعنی تیس جانے کے اور چھ مرحلے ادائے مناسک کے کل چھتیس ہوئے اور اگر آتے وقت مدینہ ہو کر آنا شرط کیا ہو تو اس پر تریسٹھ جزوں میں سے تینتیس جز و واجب ہوں گے یعنی جانے کے ستائیس اور ادائے مناسک کے چھ کل تینتیس ہوئے اور اگر جانا و آنا دونوں مدینہ ہو کر شرط قرار پایا تو مجموعہ چھیاسٹھ مرحلے ہوئے اور مستاجر پر چھتیس جز و اجرت کے واجب ہوں گے کیونکہ جانے کے چھتیس مرحلے ہوئے یعنی تیس مرحلے راہ کے اور چھ مرحلے ادائے مناسک کے کل چھتیس ہوئے پس حاصل دہائی کے حساب سے یوں ہوا کہ کرایہ کے گیارہ جزوں میں سے چھ جز و اس پر واجب ہوں گے اور مرحلوں پر کرایہ تقسیم کرنے میں سہولت یا اشکال کا اعتبار نہ کیا کیونکہ اس کا ضبط ممکن نہیں ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جو شخص علم فقہ میں متجر ہوتا ہے اس سے امتحاناً[1] دریافت کیا جاتا ہے یہ قول میرے والدؒ اپنے استاد امام ظہیر الدین مرغینانیؒ سے نقل فرماتے تھے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر مستاجر نے لدے ہوئے بوجھ پر کنیسہ یا قبہ رکھنا چاہا تو اس کام کا مختار نہ ہوگا اور مختار نہیں ہے جس جنس کا بوجھ ٹھہرا ہے اسی کی جنس کا بوجھ دوسرا قرارداد سے زیادہ لاد دے اور اگر اسی قدر یا اس سے کم لاد کر لائے تو جائز ہے اور اگر موجر نے چاہا کہ جو اونٹ ٹھہرا ہے اسی کے مثل دوسرا بدل دے تو جائز ہے اور اگر بارگیر یعنی محمل ٹوٹ گئی اور مستاجر کسی اونٹ پر جس پر بوجھ وغیرہ اسباب لادا جاتا ہے روانہ ہوا تو پوری اجرت واجب ہوگی اور اگر شتربان بھاگ گیا اور مستاجر نے حاکم کے حکم سے یا جس کو حاکم نے مقرر کیا اس کے حکم سے چوپایہ کو نفقہ دیا تو جس قدر نفقہ دے گا وہ موجر سے واپس لے گا اور نفقہ دینے میں بدوں گواہ پیش کرنے کے فقط مستاجر کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سواری کا جانور اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ فلاں شخص کے ساتھ اس کی متابعت کے واسطے یعنی اس کو پہنچانے کو فلاں مقام[2] تک سوار ہو کر جائے گا حتیٰ کہ اجارہ جائز ہو گیا پھر دوسرے روز اس کو دوپہر تک باندھ رکھا پھر اس شخص کی رائے میں آیا کہ نہ نکلے پس ظہر کے وقت مستاجر نے چوپایہ واپس کیا تو کرایہ کچھ واجب نہ ہوگا اور ضمان واجب ہونے کی بابت یہ حکم ہے کہ اگر مستاجر نے اس سفر کرنے والے کے انتظار میں اس قدر روکا ہے جس قدر راہ اور لوگ انتظار میں روکتے ہیں تو

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ امتحان فقط تخریج قول امام محمدؒ ہے اگرچہ شمس الائمہؒ نے آسان تخریج فرمائی ہے۔ [2] تعیین مقام سے اجارہ جائز ہوا ہے۔

ضامن نہ ہوگا اور اگر اس سے زیادہ روکا ہے تو ضامن[1] ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے لادنے کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا تو اس کو اختیار ہے کہ بجائے بار کے سوار ہو جائے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ لیا تو باربرداری کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس صورت میں بوجھ لادا تو اجرت کا استحقاق نہ ہوگا یعنی مضمون ہو گیا اور بقالی میں لکھا ہے کہ اگر باربرداری کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا اور اس پر کسی شخص کو سوار کیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے بغداد تک ایک جانور اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ جب بغداد سے واپس ہوگا تب اجرت دے گا تو جانور کے مالک کو تاوقتیکہ مستاجر بغداد سے واپس نہ آئے کرایہ طلب کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس حکم میں اشکال ہے اس واسطے کہ بغداد سے اس کی واپسی کا وقت معلوم نہیں ہے پھر اگر میعاد مجہول ہو اور مستاجر بغداد میں مر گیا تو اس وقت موجر کو اختیار ہوگا کہ مستاجر کے وہاں تک جانے کا کرایہ مستاجر کے ترکہ میں سے وصول کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ستائیسواں باب:

اجارہ میں خلاف کرنے اور ضائع وتلف وغیرہ ہونے سے ضمان لازم آنے کے مسائل کے بیان میں

ایک شخص نے شہر[2] سے کسی مقام معلوم تک جانے کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا پھر اس پر شہر میں سوار ہوا اور وہاں نہ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر کپڑے کے اجارہ میں اس طرح خلاف کیا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص نے شہر میں ایک روز سوار ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا پھر اس کو لے کر یعنی سوار ہو کر باہر چلا گیا مگر اسی روز اس کو شہر میں واپس لایا تو ضمان سے بری ہو جائے گا یہ امام محمدؒ سے مروی ہے کذا فی التاتارخانیہ۔ ایک چوپایہ اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اس پر کسی قدر جو باندازِ معلوم یعنی بہ پیمانہ معلوم لادے پھر اسی قدر گیہوں یعنی اسی قدر پیمانہ گیہوں اس پر لادے تو اس پر درصورت چوپایہ کے ہلاک ہو جانے کے چوپایہ کی قیمت واجب ہوگی اور اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ سب ائمہ کے نزدیک بالاجماع ہے کیونکہ جس قدر پیمانہ جو ہوں اسی قدر پیمانہ اگر گیہوں لئے جائیں تو بسبب جو کے گراں ہوں گے کیونکہ گیہوں میں بہ نسبت جو کے زیادہ اندماج ہوتا ہے پس گویا اس نے پتھر یا لوہا بجائے جو کے لادا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں ضامن ہوگا پس گیہوں میں بھی ضامن ہوگا بخلاف اس کے اگر اس واسطے کرایہ پر لیا کہ اس پر دس قفیز جو لادے پھر اس پر گیارہ قفیز جو لادلایا تو اس صورت میں اس کی قیمت کے گیارہ حصے کر کے ایک حصہ قیمت کا ضامن ہوگا بشرطیکہ چوپایہ میں گیارہ قفیز جو اٹھانے کی طاقت ہو اور فقط گیارھویں حصہ کا ضامن اس وجہ سے ہوگا کہ جو چیز اس نے زیادہ لادی ہے وہ اسی جنس سے ہے جس کے لادنے کے واسطے کرایہ پر لیا تھا اور اگر گیارہ قفیز گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ پر لیا پھر اس پر گیارہ قفیز جو لادے تو استحساناً ضامن نہ ہوگا اور اگر تول کے حساب سے گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ پر لیا پھر اسی تول سے اس پر اسی قدر جو لادلایا تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ جس جگہ چوپایہ کی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہے اتنی جگہ سے یہ بوجھ تجاوز نہ کر گیا ہو یعنی موضع حمل سے زیادہ بے جگہ نہ لادا ہو اور اگر جو لادنے کے واسطے کرایہ پر لیا پھر تول سے اسی قدر گیہوں لادے تو ضامن ہوگا اور اصل اس بات میں یہ ہے کہ جو چیز بیان کر دی گئی ہے اس کو لاد کر دیکھا جائے اور جو چیز مستاجر نے از راہ مخالفت جانور کی پیٹھ پر لادی ہے اس کو لاد کر دیکھا جائے حالانکہ وزن میں دونوں یکساں ہوں پس اگر وہ چیز جس کو مستاجر نے لادا ہے جانور کی پیٹھ پر بہ نسبت مقرر شدہ چیز کے کم جگہ گھیرتی ہو تو ضامن ہوگا کیونکہ اس صورت میں جو چیز مستاجر نے لادی ہے وہ بہ نسبت مقرر شدہ کے جانور کے حق میں زیادہ

[1] یعنی جانور مرے تو قیمت دینی پڑے گی۔ [2] یعنی کوفہ سے مثلاً بغداد تک۔

مضر ہوگی چنانچہ اگر عقد میں گیہوں یا جولادنا قرار پایا اور مستاجر نے بجائے اس کے پتھر یا لوہا لادا حالانکہ وزن میں اسی قدر لادا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز جو مستاجر نے لادی ہے بہ نسبت مقرر شدہ کے زیادہ جگہ گھیرتی ہو اور وزن میں دونوں برابر ہوں تو ضامن نہ ہوگا[1] کیونکہ یہ چیز بہ نسبت مقرر شدہ کے چوپایہ کے حق میں آسان ہوگی پس ایسے خلاف سے ضامن نہ ہوگا لیکن اگر اس چیز کا لادنا لادنے کی جگہ سے تجاوز کر گیا تو ضامن ہوگا چنانچہ اگر گیہوں لادنا اجارہ میں ٹھہرا اور مستاجر نے بجائے اس کے لکڑیاں ایندھن کی یا بھوسہ یا رائی اسی قدر وزن میں لادی اس طرح کہ لادنے کی جگہ سے تجاوز کیا تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کوئی جانور کسی مقام معلوم تک کے واسطے کرایہ پر لیا اور اس کو اس مقام تک لے گیا حالانکہ نہ اس پر سوار ہوا نہ اس پر بوجھ لادا تو اُجرت واجب ہوگی ☆

اگر پیمانہ معلوم سے جو لادنے کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا پھر اس پر اس کے نصف کے برابر گیہوں لادے تو امام سرخسی نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ استحساناً ضامن نہ ہوگا اور صدر الشہید نے کتاب الاصل کی شرح مسائل العاریۃ میں فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر جو لادنے کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا پھر اس کی پیٹھ پر ایک طرف گون میں گیہوں لادے اور دوسری طرف جو لادے اور جانور مر گیا تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ نصف ضمان اور نصف اجرت اس پر واجب ہوگی یہ ینابیع میں ہے۔ اگر بجائے زطی کپڑوں کے چادریں موٹی اور طیلسان گندہ لادا یا تو ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر بوجھ لادنے کے واسطے کوئی اونٹ کرایہ پر لیا پھر اس پر اشیائے خانہ داری و اثاثہ لادا تو ضامن ہوگا اور اگر بجائے بوجھ کے اس پر کسی شخص کو سوار کر دیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ ہلکا ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے سوار ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ کیا پھر اس پر کسی دوسرے شخص کو سوار کیا پھر اس کو اتار کر خود سوار ہوا تو ضمان سے بری نہ ہو جائے گا اور اگر کوئی جانور کسی مقام معلوم تک کے واسطے کرایہ پر لیا اور اس کو اس مقام تک لے گیا حالانکہ نہ اس پر سوار ہوا نہ اس پر بوجھ لادا تو اجرت واجب ہوگی اور اگر جانور میں کوئی عذر ایسا ظاہر ہوا کہ جس کے باعث سے سوار نہ ہو سکا اور نہ بوجھ لاد سکا تو اجرت واجب نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کوئی زین ایک مہینہ تک کس کر سوار ہونے کے واسطے اجارہ لی پھر کسی دوسرے شخص کو دے دی وہ کس کر سوار ہوتا رہا تو ضامن ہوگا اور اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر کوئی اکاف یعنی پالان خر اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ ایک مہینہ تک اس پر گیہوں لاد کر لائے تو جائز ہے خواہ اس نے اپنے گیہوں لادے ہوں یا دوسرے کے گیہوں ہوں اور جوال کا بھی یہی حکم ہے یعنی خواہ اپنے گیہوں اس میں بھرے یا دوسرے کو گیہوں بھرنے کے واسطے دے دیئے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے اپنا بوجھ لادنے کے واسطے اجارہ پر لیا پھر اس پر غیر کا بوجھ لادا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کوئی محمل اپنی سواری کے واسطے کرایہ پر لی تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو سوار کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک لادو جانور اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ ایک کا دو تہائی اور دوسرے کا ایک تہائی ہے پس پہلے شخص نے اس پر سات من لادا اور دوسرے نے دس من لادا تو یہ شخص اپنے بوجھ کے سترہ حصوں میں سے چار حصہ کامل اور ایک

---

1. قولہ ضامن نہ ہوگا قال المترجم یہ مسئلہ دلیل ہے کہ ان علماء کو عقلیات کی معرفت خداداد حاصل تھی اور یہ تو یہ ہے کہ جن علوم کو لوگ عقلیات کہتے ہیں وہ داہی اور سات ہیں اور عقل ملین لازمہ ایمان ہے اسی واسطے امام نے اس کو محض خفیف توجہ پر بتلایا بیان یہ کہ مسئلہ مذکور اس بناء پر ہے جو علم جر الاثقال میں مقرر ہوا کہ جو دائرہ کہ جانب ثقل میں ہے اگر وہ دائرہ ثقل سے کلاں ہو یعنی مرکز ثقل سے قطر اغل کم ہو بہ نسبت اعلیٰ کے جیسے پھلوں کے گیلے ہوتے ہیں تو اٹھانے والے پر بوجھ ہلکا رہے گا اور اگر نیچے دور کلاں ہو اور اوپر کم ہو یعنی پیندے پر پھکر زیادہ ہو تو بوجھ بھاری پڑے گا اور اسی اصول سے استخراج کرو اور اس کو غور و تجربہ سے ٹھیک سمجھو کیونکہ یہ لطیفہ نادرہ ہے واللہ اعلم۔

تہائی حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اس کو صرف پانچ حصے کامل دو تہائی حصے کی اجازت ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر ایک جانور دس من گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ پر لیا پھر اس پر گیارہ من گیہوں لاد دے اور وہ جانور مقام مشروط پر پہنچ کر تھک کر مر گیا تو مستاجر پر پوری اجرت اور گیارہ حصہ قیمت جانور میں سے ایک حصہ کی ضمان واجب ہوگی اور اس سے زیادہ مستاجر سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی تاویل دو طور سے ہے ایک یہ ہے کہ جس قدر بوجھ مستاجر نے زیادہ کر دیا ہے اس کے اٹھانے کی طاقت جانور کو حاصل تھی اور زیادتی بوجھ پر بھی چل سکتا تھا تب یہ حکم ہے اور اگر زیادہ بوجھ کی طاقت نہ تھی تو بقیاس ایک مسئلہ کے جو آئندہ آتا ہے یہ حکم ہوگا کہ پوری قیمت ڈانڈ دے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے گیارہ من گیہوں ایک بارگی لاد دے ہوں تب یہ حکم ہے اور اگر اس نے دس من ایک دفعہ لاد دے ہوں پھر ایک من لاد دے ہوں اور جانور تھک کر مر گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ جب اس نے گیارھواں من اسی جگہ لادا ہو جہاں جانور کی پیٹھ پر دس من لدے ہوئے ہیں اور اگر اس جگہ نہ لادا بلکہ افتراک وغیرہ میں ایک من لٹکا دیا تو بقیاس مسئلہ آئندہ کے جو انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا یہ حکم ہے کہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا کذا فی المحیط۔

دانا کارلوگوں کے پاس جا کر دریافت کیا جائے گا کہ یہ بوجھ اس شخص نے زیادہ لادلیا ہے سواری سے گروائی میں کس قدر زیادہ ہے اسی حساب سے ضمان لی جائے گی

واضح ہو کہ یہ مسئلہ جو مذکور ہوا اس میں اور دوسرے مسئلہ میں فرق ہے یعنی ایک بیل دس من پینے کے واسطے اجارہ لے کر گیارہ من گیہوں پیسے اور جانور مر گیا یا ایک جریب زمین ہل چلانے کے واسطے کرایہ پر لیا اور ڈیڑھ جریب زمین ہل چلایا اور جانور تھک کر مر گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا پس ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ پسائی کا کام رفتہ رفتہ ہوتا ہے پس جب پسائی دس من پہنچی تو عقد اجارہ تمام ہو گیا پھر اس کے بعد کام لینے سے ہر طرح ضامن ہوگا پس پوری قیمت دینی پڑے گی بخلاف لدائی کے کہ لدائی ایک ہی مرتبہ ہوئی ہے پس جب اس نے زیادہ بوجھ لاد دیا اور اس میں سے تھوڑے بوجھ کی اس کو بحکم عقد اجازت بھی ہے پس ہر طرح ضامن نہ ہوا بلکہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ (قال الامام) اے (ابو حنیفہؒ) ایک شخص نے دس من گیہوں لادنے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا اور اس پر بیس من لاد دے پس اگر وہ جانور مرنے سے بچ گیا تو مستاجر پر پوری اجرت واجب ہوگی اور اگر مقام مشروط پر پہنچ کر مر گیا تو پوری اجرت اور آدھی قیمت ڈانڈ واجب ہوگی مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے دس من گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ پر لیا پھر اس پر پندرہ من گیہوں لاد لے گیا اور صحیح سالم اس کو واپس لایا مگر مالک کو واپس کرنے سے پہلے وہ جانور مر گیا پس اگر مستاجر کو معلوم تھا کہ اس قدر بوجھ لادنے کی طاقت اس جانور میں ہے تو پوری اجرت اور ایک تہائی قیمت ڈانڈ واجب ہوگی اور اگر معلوم تھا کہ نہیں طاقت رکھتا ہے تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مستاجر نے جانور کے مالک کو حکم دیا کہ اس پر بوجھ لاد دے اس نے لاد دیا حالانکہ جانتا ہے کہ اس بوجھ میں قرارداد سے زیادتی ہے یا نہیں جانتا ہے تو مستاجر ضامن نہ ہوگا اور یہ ایک حیلہ ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اور اگر دس من گیہوں لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر بیس من کی گون بھر کر موجر کو حکم دیا کہ جانور پر لاد دے اس نے لاد دیا تو مستاجر ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں نے مل کر ایک ساتھ لادا ہو تو مستاجر چوتھائی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر بیس من اس نے دو گونوں میں بھرا اور ہر ایک نے ایک ایک گون لاد دی یا پہلے مستاجر نے دس من کی گون لاد دی پھر موجر نے دوسری گون لاد دی تو بالکل مستاجر ضامن نہ ہوگا اور اگر پہلے موجر نے بحکم مستاجر ایک

گون لادی پھر مستاجر نے دوسری گون لادی تو نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی مقام معلوم تک سوار ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنے ساتھ بوجھ لاد لیا پس اگر جانور ہلاک ہو جائے و بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ حکم کتاب میں صریح مذکور ہے اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ دانا کار لوگوں کے پاس جا کر دریافت کیا جائے گا کہ یہ بوجھ اس شخص نے زیادہ لاد لیا ہے سواری سے گروائی میں کس قدر زیادہ ہے اسی حساب سے ضمان لی جائے گی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس نے سواری کی جگہ بوجھ نہ رکھا ہو بلکہ سواری کی جگہ خود سوار ہوا ہو اور بوجھ دوسری جگہ مثلاً کسی طرف لٹکا لیا ہو اور اگر سواری کی جگہ بوجھ لاد کر اس پر سوار[1] ہو گیا ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر سوار ہونے کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنے ساتھ کسی غیر کو سوار کر لیا پس اگر جانور بچ گیا تو پوری اجرت واجب ہوگی اور ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسی سواری سے جانور مر گیا حالانکہ اس نے مقام مشروط تک پہنچا دیا ہے تو مستاجر پر اجرت کامل واجب ہوگی اور نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور ضمان وصول کرنے میں مالک کو اختیار ہوگا چاہے مستاجر سے وصول کرے یا اس غیر سے وصول کرے خواہ یہ غیر مستاجر کا مستاجر ہو یعنی اس نے مستاجر سے اجارہ لیا ہو یا مستعیر ہو پس اگر مالک نے اپنے مستاجر سے ضمان لی تو مستاجر اس ضمان کو اس غیر سے کسی صورت میں واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مالک نے اس غیر سے ضمان وصول کر لی پس اگر یہ غیر مستاجر ہو تو اپنے موجر سے مال ضمان واپس لے گا اور اگر مستعیر ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور واضح ہو کہ یہ شخص غیر خواہ ہلکا ہو یا بھاری ہو کچھ فرق نہ کیا جائے گا ہر صورت میں ضمان واجب ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ آدھی قیمت کی ضمان صرف اسی صورت میں ہے کہ جب وہ جانور دونوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر دونوں سواروں کا بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو مستاجر پوری قیمت کا ضامن ہوگا پھر واضح ہو کہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں مطلقاً نصف قیمت کے ضامن ہونے کا حکم دیا اور جامع صغیر میں یوں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے قادسیہ تک ایک جانور سواری کے واسطے کرایہ پر لیا اور اپنی ردیف میں ایک غیر شخص کو سوار کیا اور جانور تھک کر مر گیا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور بھی جامع صغیر میں اس مسئلہ قادسیہ والے کے ذکر کرنے کے دور کے بعد کیا کہ انداز و گمان کا اعتبار کیا جائے گا اور قدوری میں لکھا ہے کہ مستاجر نصف قیمت کا ضامن ہوگا خواہ دوسرا شخص ہلکا ہو یا بھاری ہو اور امام زاہد فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ حاصل یہ ہے کہ انداز و گمان معتبر ہے اور اگر انداز و گمان میں اشتباہ رہے تو عدد کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر مستاجر نے اپنے ساتھ کسی ایسے نابالغ کو سوار کر لیا جو جانور سے سواری نہیں لے سکتا ہے اور نہ اس کو پھیر سکتا ہے تو جس قدر بوجھ زیادہ ہو گیا اس کے حساب سے ضامن ہوگا مگر واضح ہو کہ جب اس نے اپنے ساتھ ایسی چیز کو لاد لیا جو بوجھ یا بوجھ کے حکم میں ہے تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونا اسی صورت میں ہے کہ جب بوجھ کے رکھنے کی جگہ کے سوائے دوسری جگہ سوار ہوا ہو اور اگر موضع حمل پر سوار ہوا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا پس اس مسئلہ پر قیاس کر کے ہم کہتے ہیں کہ اگر سواری کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا پھر اس پر خود سوار ہوا اور اپنے کندھے پر دوسرے شخص کو سوار کر لیا اور جانور مر گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ اختلاف یعنی بقدر زیادتی کے یا پوری قیمت کے ضامن ہونے کا اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب وہ جانور اس قدر طاقت رکھتا ہو کہ مستاجر مع بوجھ کے اس پر سوار ہو جائے اور اگر یہ طاقت نہ رکھتا ہو تو سب صورتوں میں پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

---

[1] کتاب میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ بوجھ کی جگہ سوار نہ ہوا ہو بلکہ بوجھ رکھنے کی جگہ سوار ہوا ہو اور بوجھ کسی دوسری جگہ ہو اور اگر بوجھ کی جگہ سوار ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا انتہی اور مترجم کے نزدیک جو ترجمہ میں مذکور ہے وہی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا پھر کرایہ لینے کے وقت جس قدر کپڑے پہنے ہوئے تھا اس سے زیادہ کپڑے پہن کر سوار ہوا پس اگر یہ زیادتی ایسی ہے جیسے لوگ سوار ہونے میں پہنا کرتے ہیں یعنی لوگوں کے رواج سے خلاف نہیں ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس سے بھی زیادہ پہن لئے ہوں تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک جانور سواری کے لئے کرایہ کیا اور جب اپنے گھر تک لایا تو اس کو گھر میں اس غرض سے ہانک لے گیا کہ جو زائد لباس پہنے ہوئے ہے اس کو اتر دے پس وہ جانور گھر سے نکل کر بھاگا اور مستاجر اس کے پیچھے دوڑا مگر اس تک نہ پہنچ سکا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے حفاظت ترک نہیں کی یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر شہر میں دس روز سواری لینے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا اور اس کو باندھ رکھا اور بالکل سوار نہ ہوتو اس پر کرایہ واجب ہوگا اور کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دس روز سے زیادہ اس کو باندھ رکھا ہوتو زیادہ دنوں کا کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر جانور کو نفقہ دیا ہوتو اس نے احسان کیا یعنی جو کچھ خرچ کیا ہے اس کو مالک سے نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ ایک جانور اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ رات میں دلہن کو اس کے شوہر کے گھر پہنچایا جائے یعنی شب زفاف میں سوار کر کے شوہر کے گھر پہنچایا جائے پس اگر عروس معین ہو اور جہاں پہنچانا منظور ہے وہ جگہ بھی معین کر دی تو اجارہ جائز ہے اور اگر عروس غیر معین ہوتو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر نے ایسے اجارہ میں کسی دلہن کو سوار کر کے پہنچا دیا تو استحساناً عقد اجارہ منقلب[1] بجائز ہو جائے گا اور مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا جو دونوں کے درمیان قرار پایا ہے اور اگر دلہن والوں نے وہ جانور باندھ رکھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی پس آیا اجرت واجب ہوگی یا نہیں تو حکم یہ ہے کہ اگر شہر میں کسی عروس معین کے سوار کرنے کے واسطے کرایہ پر لیا ہوتو اجرت واجب ہوگی اور اگر خارج شہر میں کسی عروس معین کی سواری کے لئے کرایہ لیا ہوتو اجرت واجب نہ ہوگی اور آیا ایسے باندھ رکھنے سے ضامن ہو گا یا نہیں تو حکم یہ ہے کہ اگر خارج شہر میں سواری کے واسطے کرایہ کیا ہے تو ضامن ہوگا اور اگر شہر میں سواری کے واسطے اجارہ لیا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر دلہن والوں نے عروس غیر معین کے زفاف کے واسطے کرایہ پر لیا ہوتو جس وقت اس کو باندھ رکھا اجرت واجب ہوئی خواہ شہر میں سواری کے واسطے اجارہ پر لیا ہو یا باہر شہر کے۔

اگر اپنی سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا اور اس پر ایک نابالغ لڑکے کو جو جم سکتا ہے یعنی جانور کی گرفت کر سکتا ہے سوار کیا تو تمام قیمت کا ضامن ہوگا ☆

اگر عروس معین کی سواری کے واسطے کرایہ پر لیا پھر اس کے سوائے کسی دوسری دلہن کو سوار کیا تو ضامن ہو جائے گا اور کرایہ واجب نہ ہوگا خواہ جانور بچ گیا ہو یا مر گیا ہو اور اگر عروس غیر معین کی سواری کے واسطے اجارہ لیا ہوتو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک انسان کو سوار کرنے کے واسطے جانور کرایہ پر لیا پھر اس پر ایک موٹی بھاری عورت سوار کرائی تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ انسان میں عورت بھی داخل ہے اور اگر وہ عورت ایسی موٹی بھاری ہو کہ جانور اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے مگر مستاجر نے خواہ مخواہ سوار کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ سواری نہیں ہے بلکہ جانور کو دیدہ و دانستہ ضائع کرنا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اپنی سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا اور اس پر ایک نابالغ لڑکے کو جو جم سکتا ہے یعنی جانور کی گرفت کر سکتا ہے سوار کیا تو تمام قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر نہ جم سکتا ہوتو بھی یہی حکم ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر کسی عورت کے سوار کرنے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا پھر اس عورت کے بچہ ہوا اور بچہ کو بھی ساتھ سوار کیا تو بقدر بچہ کی زیادتی کے ضامن ہوگا اسی طرح اگر کرایہ کی اونٹنی نے بچہ دیا اور بچہ کو عورت کے ساتھ بٹھا دیا تو بھی بقدر بچہ کے ضامن ہوگا اگرچہ وہ بچہ مالک جانور کی ملک ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] یعنی بدلیل استحسان سے یہ اجارہ بدل کر اب جائز ہو جائے گا۔

اگر کوئی گدھا مع زین کرایہ پر لیا پھر اس پر ایسی زین ڈالی جیسی ان گدھوں پر نہیں ڈالی جاتی ہے یعنی بھاری زین تھی تو باتفاق الروایات بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور اگر دوسری زین بہ نسبت پہلی زین کے ہلکی یا برابر ہو تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر گدھے کو مع پالان کرایہ پر لیا اور پالان دور کر کے دوسرا پالان اس سے ہلکا یا برابر ڈالا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بھاری ڈالا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور اگر کوئی گدھا مع پالان کے سواری کے واسطے کرایہ پر لیا پھر پالان کو دور کر کے اس پر زین رکھی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر گدھا مع زین کے سواری کے واسطے کرایہ پر لیا پھر زین دور کر کے پالان ڈال کر سوار ہوا تو ضامن ہوگا ایسا ہی جامع صغیر میں مذکور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور جو حکم جامع صغیر میں مذکور ہے وہی اصح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ متاجر نے کل میں صورت و معنی میں خلاف کیا ہے یعنی متاجر نے صورۃ و معنی کل میں مخالفت کی پس کل کا ضامن ہوگا اور یہ خلافی حکم[1] اس صورت میں ہے کہ جب ایسے گدھے پر ایسا پالان ڈلا جاتا ہو اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اس پر بالکل پالان نہیں ڈالا جاتا ہے یا ایسا پالان نہیں ڈالا جاتا ہے تو بالاجماع پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ننگا گدھا یعنی ننگی پیٹھ گدھا کرایہ پر لیا اور اس پر زین کس کر سوار ہوا تو ضامن ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ننگی پیٹھ ایک مقام سے ایسے مقام تک کرایہ پر لیا کہ جہاں تک بدوں زین کے سوار ہو جانا ممکن نہیں ہے مثلاً ایک شہر سے دوسرے شہر تک کرایہ پر لیا تو زین کسنے سے ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر شہر ہی میں سوار ہونے کے واسطے کرایہ پر لیا مگر متاجر ایسا شخص ہے کہ شہر میں ننگی پیٹھ جانور پر سوار نہیں ہوتا ہے تو بھی ضامن نہ ہوگا اور زین کسنا ایسی صورت میں متاجر کے واسطے دلالۃ ثابت ہوگا اور اگر متاجر ایسا شخص ہو کہ شہر میں ننگی پیٹھ جانور پر سوار ہوتا ہے تو اس کے واسطے یہ اجازت دلالۃً ثابت نہ ہوگی اور وہ ضامن ہوگا پھر جب ضمان مقرر ہوئی پس آیا پوری قیمت کا ضامن ہوگا یا بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا تو اس کا حکم کتاب الاصل میں نہیں لکھا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اگر بدوں لگام کے کوئی جانور کرایہ پر لیا پھر لگام دے دی یا لگام دی ہوئی تھی اس کو اتار کر دوسری لگام ویسی ہی چڑھائی اور سوار ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ جانور بغیر لگام کے چلتا ہو اور ایسی لگام دی جیسی اس جانور کے نہیں چڑھائی جاتی ہے تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر کوفہ تک جانے کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا اور اس کو کوفہ کے آگے تک لے گیا ☆

اگر جانور کی لگام سختی سے اپنی طرف کھینچی یا اس کو مارا کہ وہ مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور شیخ اسمٰعیل زاہدؒ نے فرمایا کہ اگر سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا پھر اس کو مارا کہ وہ مر گیا پس اگر مالک کی اجازت سے اس کو مارا اور مار کی چوٹ ایسی جگہ پہنچی جہاں مارنے کی عادت ہے تو بالاجماع ضامن نہ ہوگا اور اگر غیر عادت کی جگہ پہنچی یعنی وہاں مارنے کی عادت نہیں ہے تو بالاجماع ضامن ہوگا لیکن اگر خاص اس غیر معتاد جگہ پر مارنے کی اجازت حاصل ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور اگر جانور کے چلانے میں سختی کی یعنی غیر معتاد رفتار سے ہانکا تو ضامن ہوگا یہ بالاجماع ہے کذا فی الغیاثیہ۔ اگر کوفہ تک جانے کے واسطے کوئی جانور کرایہ پر لیا اور اس کو کوفہ کے آگے لے گیا مگر اس قدر بڑھ گیا کہ لوگ ایسی زیادتی[2] سے چشم پوشی نہیں کرتے ہیں خواہ اس بڑھ جانے میں سوار ہوا ہو یا نہ ہوا پھر اس کو کوفہ میں واپس لایا تو متاجر پر کوفہ تک کا کرایہ واجب ہوگا اور جانور اس کے پاس ضمان میں رہے گا تاوقتیکہ مالک کو واپس نہ کرے چنانچہ اگر کوفہ کے راستہ میں مر جائے تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا

---

[1] یعنی اختلافی مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایسے جانور پر ایسا پالان پڑتا ہو پھر ایسا واقع ہو۔ [2] یا یہ مراد ہے کہ کرایہ لینے والا ایسی جراءت نہیں کیا کرتا ہے۔

اور کرایہ میں سے کچھ کمی نہ کی جائے گی اور یہ دوسرا قول امام اعظمؒ کا اور یہی قول صاحبینؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اجارہ کی چیز مستاجر کے پاس تلف ہوئی اور پھر کسی شخص نے مستاجر قابض پر اپنا استحقاق ثابت کر کے مستاجر سے ضمان لے لی تو مستاجر اس مال ضمان کو اپنے موجر سے واپس لے گا یہ ینابیع میں ہے۔ جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر دس قفیز گیہوں لادنے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا پھر اس کو بیس قفیز گیہوں لادنے کے لئے دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا اور دوسرے کی بار برداری میں وہ جانور تلف ہو گیا تو مالک کو دونوں میں ہر ایک سے ضمان لینے کا اختیار ہوگا پس اگر اس نے دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے مستاجر سے یہ مال ضمان واپس لے گا اور اگر اس نے پہلے مستاجر سے ضمان لی تو پہلا مستاجر اس مال کو دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اسی نے دوسرے کو دھوکا دیا تھا۔

اگر ایک شخص نے شہر ہمدان تک جانے کے واسطے کرایہ پر لیا اور بیچ راستہ میں وہ جانور مر گیا حالانکہ جس قدر راستہ باقی رہ گیا ہے وہ بہ نسبت طے کئے ہوئے کے سخت دشوار ہے تو کرایہ کی تقسیم میں آسانی و سختی کا اعتبار ہوگا اس واسطے کہ کبھی آسانی کی وجہ سے ایک کوس کا ایک درہم کرایہ ہوتا ہے اور کبھی سختی کی وجہ سے ایک کوس کا دو درہم کرایہ ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی مقام معلوم تک سوار ہو کر آمد و رفت کے واسطے ایک جانور چارہ دینے کی شرط سے کرایہ پر لیا حتیٰ کہ اجارہ فاسد قرار پایا پھر وہاں تک جا کر واپس ہوا اور اپنی ردیف میں ایک شخص کو سوار کر لیا تو جانے کا پورا اجر المثل واجب ہوگا اور واپسی کا آدھا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ واپسی کے وقت وہ شخص نصف کا غاصب ہو گیا اور نصف کا اجارہ فاسد تھا[1] اور اگر اس صورت میں جانور مر جائے تو نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اس نے موافق شرط کے چارہ دیا تو جو اجرت اس پر واجب ہوئی ہے اس میں محسوب کیا جائے گا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر ایک مقام معین تک سوار ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا پھر اس کو کسی دوسرے مقام تک سوار ہو کر لے گیا تو در صورت مر جانے کے ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا مقام بہ نسبت مقام معین کے نزدیک ہو یہ بدائع میں ہے۔ اگر ایک مقام معین تک سوار ہو جانے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا اور اس کو کسی دوسرے مقام تک سوار ہو کر لے گیا تو کچھ اجرت واجب نہ ہوگی خواہ جانور صحیح سالم رہا ہو یا مر گیا ہو اور ایسی جنس کے مسائل میں اصل یہ ٹھہری ہے کہ معقود علیہ یعنی منفعت کا حاصل کر لینا مستاجر کے ذمہ موجب اجرت ہوتا ہے بشرطیکہ معقود علیہ حاصل کرنے پر مستاجر قادر ہو اور اگر قادر نہ ہو تو موجب نہیں ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر ایک شخص نے کوئی خاص کپڑا پہننے کے واسطے کرایہ پر لیا اور اسی مستاجر نے اپنے موجر سے کوئی دوسرا کپڑا غصب کر کے لے لیا پھر مستاجر نے جو کپڑا کرایہ پر لیا تھا اس کے سوائے غصب کیا ہوا کپڑا پہنا پس اگر کرایہ والا کپڑا مستاجر کے گھر میں موجود ہو تو اس پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر مثلاً اس کو مستاجر سے کسی شخص نے چھین لیا ہو اور مستاجر اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتا ہو تو مستاجر کے ذمہ بالکل کرایہ واجب نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کچھ بار معین کسی مقام معلوم تک خاص راستہ سے لے جانے کے واسطے کوئی جانور کرایہ کیا یا کوئی گدھا اس غرض سے کرایہ پر کیا کہ اسباب ضروری لاد کر خاص راستہ سے فلاں مقام تک جائے اور جب روانہ ہوا تب ایسا راستہ اختیار کیا کہ جس میں لوگوں کی آمد و رفت ہے مگر وہ راستہ خاص جو قرار پایا ہے اس سے روانہ نہ ہوا پھر جانور مر گیا یا اسباب تلف ہو گیا تو ضمان لازم نہ آئے گی اور اگر مقام مقصود تک پہنچ گیا تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ جب دونوں راستے یکساں ہیں کوئی تفاوت نہیں تو معین کرنا بے فائدہ ہے حتیٰ کہ اگر اس نے ایسا راستہ اختیار کیا جس سے لوگوں کی آمد و رفت نہیں ہے یا خوفناک ہے تو اس صورت میں ضامن ہوگا کیونکہ اس صورت میں

---

[1] یعنی نصف فاسد کا نصف اجر المثل دے گا اور نصف مضمون ہے۔

جوراستہ معین کیا ہے اس کے معین کرنے میں فائدہ ہے اور اگر دریا کی راہ سے روانہ ہوا ہو تو اس صورت میں ضامن ہوگا کیونکہ اس میں اکثر خوف تلف ہوتا ہے اور اگر اس صورت میں منزل مقصود پر صحیح سالم پہنچ گیا تو کرایہ واجب ہوگا اور مخالفت کرنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا کیونکہ مقصود حاصل ہونے پر مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور مال بضاعت میں بھی ایسا ہی حکم ہے یہ تمرتاشی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک خچر اس غرض سے کرایہ کیا کہ اس پر اسباب لاد کر مدینہ منورہ تک جائے اور لاد کر مدینہ منورہ کو روانہ ہوا پھر راہ میں پیشاب یا پاخانہ کی غرض سے پیچھے رہ گیا یا کسی شخص سے باتیں کرنے لگا اور خچر آگے چلا گیا اور ضائع ہو گیا پس اگر اس کی آنکھ سے غائب نہیں ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کی نظر سے غائب ہوا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید نے گاؤں سے شہر جانے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا اور جانور کے مالک نے عمرو کو زید کے ساتھ کیا راستہ میں عمرو کسی کام میں مشغول ہو گیا اور زید تنہا جانور کو لے کر چلا گیا اور جانور اس کے پاس ضائع ہو گیا تو عمرو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ کسی شخص نے خاص مقام تک سوار ہو جانے کے واسطے ایک جانور کرایہ پر لیا پھر جب کچھ دور گیا تو دعویٰ کیا کہ یہ جانور میرا ہے اور اجارہ لینے سے انکار کیا اور جانور کا مالک اجارہ کا مدعی ہے پس اگر مستاجر کی سواری کی وجہ سے جانور مر گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر سواری لینے سے پہلے مر گیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایسا واقعہ ہوا کہ مسافت طے ہو جانے کے بعد مستاجر اس جانور کو مالک کو واپس کرنے کے واسطے لایا اور وہ تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا اور شیخ قدوریؒ نے فرمایا ہے کہ مستاجر پر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک انکار سے پہلے کی اجرت واجب ہوگی اور انکار کے بعد کی اجرت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک پوری اجرت واجب ہوگی یہ کبریٰ میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کرایہ کا جانور یا غلام اپنے مستاجر کے پاس بدوں تعدی[1] یا مخالفت یا جنایت کرنے کے بعد مر گیا تو اس پر ضمان لازم نہ آئے گی اور اجارہ اسی وقت سے باطل ہو جائے گا کیونکہ معقود علیہ معدوم ہو گیا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کوئی جانور اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اس پر اناج لاد کر شہر کو لے جائے پھر واپسی کے وقت اس جانور پر دو قفیز نمک مالک کی بلا اجازت لاد لیا اور جانور مر گیا تو ضامن ہوگا یہ ملتقط میں ہے۔

شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زید کو اپنا جانور اس غرض سے کرایہ پر دیا کہ زید اس پر کوئی شے معلوم لاد کر کسی مقام معلوم کو لے جائے اور خود جانور کے ساتھ نہ گیا ☆

نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک اونٹ دیا اور حکم کیا کہ اس کو کرایہ پر دے دے اور اس کے کرایہ سے میرے واسطے کوئی چیز خرید دے پھر وہ اونٹ اس کے پاس اندھا ہو گیا اس نے فروخت کر دیا اور اس کے دام وصول کر لئے وہ دام راستہ میں اس کے پاس تلف ہو گئے تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے اونٹ ایسے مقام میں فروخت کیا کہ جہاں کسی حاکم کے پاس جو اس کو فروخت کی اجازت دے نہیں پہنچ سکتا تھا تو اس پر اونٹ کی یا اس کے داموں کی ضمان لازم نہ آئے گی اور اگر ایسے مقام میں تھا کہ اس کو رکھ سکتا تھا یا ویسا ہی اندھا اونٹ مالک کو واپس کر سکتا تھا تو وہ شخص اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زید کو اپنا جانور اس غرض سے کرایہ پر دیا کہ زید اس پر کوئی شے معلوم لاد کر کسی مقام معلوم کو لے جائے اور خود جانور کے ساتھ نہ گیا لیکن خالد کو مزدور کیا کہ اس کے ساتھ جائے اور جانور کو واپس لا دے اور خالد سے کہہ دیا کہ قافلہ کے ساتھ واپس آئے پھر جب زید مقام مقصود پر پہنچ گیا اور قافلہ واپس ہوا تو خالد قافلہ کے ساتھ نہ آیا بلکہ پچھڑ رہا اور اس جانور کو چند روز تک

[1] یعنی مستاجر نے کوئی تعدی یا ظلم و سختی نہیں کی اور نہ مقصد اجارہ سے خلاف کیا اور نہ قتل وغیرہ کیا۔

اپنے ذاتی کام میں رکھا پھر دوسرے قافلہ کے ساتھ اس کو واپس لے چلا اور راستہ میں ڈانکا پڑا اور یہ جانور بھی لوٹ لیا گیا پس آیا خالد ضامن ہوگا یا نہیں تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں ضامن ہوگا کیونکہ خالد مزدور ہے اور اس نے جانور کو اپنے کام میں رکھنے سے مالک کی مخالفت کی اس لئے ضامن ہوگا اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک دوسرے قول کے موافق جب اجیر مخالفت کرتا ہے پھر اگرچہ موافقت کی طرف عود کرتا ہے تب بھی ضمان سے بری نہیں ہوتا ہے اور یہی قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا ہے اور اگر اجیر یعنی خالد نے جانور کو اپنے کام میں نہ رکھا ہو تو ضامن نہ ہوگا اگرچہ پہلے قافلے کے ساتھ واپس نہ لائے کیونکہ مالک نے اس سے یہ کہا تھا کہ قافلہ کے ساتھ واپس لائے اور یہ نہیں کہا تھا کہ اسی قافلہ کے ساتھ لائے پس اس کے حکم کا اجراء علی الاطلاق واجب ہوا اور اس کے موافق اجیر اس کو ایک قافلہ کے ساتھ واپس لاتا تھا پس ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ نسفی میں ہے۔

زید نے ایک جانور کرایہ پر لیا کہ صبح سے رات تک فلاں موضع سے گیہوں لاد کر اپنے مکان کو لادے گا اور زید نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس موضع سے گیہوں جانور پر لاد کر اپنے گھر لاتا تھا اور پھر اس موضع تک جانے کے وقت جانور پر خود سوار ہو کر جاتا تھا پھر جانور مر گیا تو زید اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی عادت لوگوں میں جاری نہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر لوگوں کی عادت ہو کہ اس موضع تک خالی جانے کے وقت سوار ہو کر جاتے ہوں تو ضامن نہ ہوگا اور فقیہ ابو اللیثؒ کے نزدیک یہی حکم مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید نے ایک گدھا ایک درہم میں کرایہ پر لیا کہ بیس کھیپ کھاد مٹی اس پر لاد کر اپنی زمین میں ڈالے گا اور اس کی زمین میں کچی اینٹیں پڑی ہیں جب کوئی کھیپ کھاد کی ڈال کر لوٹتا ہے تب ایک کھیپ اپنی اینٹیں لادلاتا ہے پس اگر وہ گدھا واپسی کی حالت میں ہلاک ہو جائے تو زید اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور کچھ اجرت نہ دینی ہوگی اور اگر صحیح سالم بچ جائے تو زید پر پوری اجرت واجب ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک گدھا زید نے کرایہ پر لیا کہ اس پر اس قدر بوجھ لاد لے جائے گا پھر جس قدر بیان کیا تھا اس پر کچھ بوجھ بڑھا کر لاد لے گیا اور جہاں کا وعدہ ٹھہرا تھا وہاں تک پہنچایا اور گدھا صحیح و سالم واپس لایا مگر مالک کو واپس دینے سے پہلے وہ گدھا ضائع ہو گیا تو جس قدر بوجھ اس نے زیادہ کر دیا تھا اس کے انداز سے گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ کبریٰ[1] میں ہے۔ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے کسی قدر اجرت معلومہ پر کھاد اٹھانے کے واسطے ایک گدھا اجارہ پر لیا حالانکہ وہ گدھا کمزور تھا اور زید نے کہا کہ یہ گدھا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ اٹھا سکتا ہے اور تو اس پر اتنا بوجھ لادنا جتنا ایسے گدھوں پر لادتے ہیں اور یہ کہہ کر اس کو بھیج دیا پھر اس کے پاؤں میں کوئی آفت پہنچی تو شیخ نے فرمایا کہ مستاجر ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ نسفی میں ہے۔

منتقی میں لکھا ہے کہ زید نے دس درہم پر ایک مہینہ تک سلائی کا کام لینے کے واسطے ایک غلام اجارہ پر لیا پھر اس کو اسی اجرت میں کچی اینٹیں ڈھالنے کے کام میں لگایا اور غلام اس کام میں تھک کر مر گیا تو زید ضامن ہوگا اور اگر اس کام میں ہلاک نہیں ہوا تھا کہ زید نے اس کو اس کام سے چھوڑا کر سلائی کے کام میں لگایا اور وہ تھک کر مر گیا تو زید ضامن نہ ہوگا اور یہ مسئلہ چوپایہ کے مسئلہ کے مشابہ نہیں ہے کہ ایک چوپایہ کسی مقام معلوم تک سوار ہو جانے کے واسطے کرایہ پر لیا اور پھر اس مقام سے تجاوز کر گیا اور اس کا حکم مذکور ہو چکا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ ابو اللیثؒ میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایک جانور بیطار کے پاس لایا اور کہا کہ اس کو دیکھ کہ اس کو کیا بیماری ہے اس نے دیکھ کر کہا کہ اس کے کان کے نیچے بیماری ہے کہ جس کو موش کہتے ہیں پس مالک نے حکم دیا کہ اس مواد کو نکال دے اس نے موافق حکم کے مواد نکالا اور چوپایہ مر گیا تو بیطار[2] پر ضمان لازم نہ آئے گی کیونکہ اس نے مالک کی اجازت سے یہ کام کیا ہے یہ محیط میں

---

[1] یعنی اگر بوجھ دو بوجھا کر دیا تو ایک تہائی قیمت کا ضامن ہوگا فافہم۔ [2] بیطار جو جانوروں کا علاج کرتے ہیں و ہذا تفسیر بالاعم معروف فافہم۔

ہے۔ایک صراف نے زید کے کچھ درہم کسی قدر اجرت لے کر پرکھنے کا اجارہ لیا اوران درہموں میں زیوف یا ستوق درہم نکلے تو زید کو صراف کچھ ضمان نہ دے گا کیونکہ اس نے زید کا کچھ حق تلف نہیں کیا ہاں کام تھوڑا دیا یعنی بعض درہم پرکھے ہیں پس اسی حساب سے اجرت واپس دے گا حتیٰ کہ اگر کل درہم زیوف پائے جائیں تو کل اجرت واپس کرے گا اور نصف زیوف ہوں تو نصف اجرت واپس دے گا اور زید ان زیوف کو جس شخص نے دیئے ہیں اس کو واپس کرے گا اور اگر دینے والے نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ درہم نہیں ہیں جو تو نے مجھ سے لئے ہیں تو قسم کے ساتھ زید کا قول قبول ہوگا کیونکہ زید ان کے سوائے دوسرے درہم لینے سے منکر ہے مگر یہ حکم اس وقت ہے کہ جب لیتے وقت زید نے اس طرح اقرار نہ کیا ہو کہ میں نے اپنا حق بھر پایا کھرے درہم وصول پائے اور اگر زید نے اس طرح اقرار کر دیا ہو پھر زیوف ہونے کی وجہ سے بعض درہم واپس کرنے چاہے اور دینے والے نے اپنے درہم ہونے سے انکار کیا تو زید کا قول قبول نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شیخ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک کاتب کسی قدر اجرت پر اس واسطے مقرر کیا کہ میرے واسطے ایک مصحف مجید لکھ کر نقطہ لگائے اور ہر دس آیت الگ کر کے وہاں نقطوں سے نشان کر دے پس کاتب نے بعض نقطوں اور بعض دس آیتوں کے نشان میں خطا کی تو فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ اگر ہر ورق میں اس نے ایسی ہی خطا کی ہے تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس سے یہ مصحف لے کر اس کو اجر المثل دے دے مگر جو اجرت قرار پائی تھی اس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائے گا یا یہ مصحف اس کو واپس کر دے اور اپنی اجرت اگر دے دی ہے تو واپس کر لے اور اگر بعضے ورقوں میں اقرار کے موافق کام کیا اور بعض میں خطا کی ہو تو جس قدر اوراق میں موافق اقرار کے کام دیا ہے ان کا حصہ اجرت مقررہ اجرت میں سے دے اور جن میں خلاف کیا ان کی اجرت اجر المثل کے حساب سے دے یہ حاوی میں ہے۔اگر زید نے ایک رنگریز کو حکم دیا کہ زعفران یا مجیٹھ سے میرا کپڑا رنگ دے اس نے دوسری جنس سے رنگا تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت اس سے لے لے یا یہ کپڑا لے کر اس کو اجر المثل دے دے مگر جو کچھ دونوں میں قرار پایا ہے اس سے اجر المثل کی مقدار زیادہ نہ ہوگی اور اگر رنگریز نے اسی جنس کا رنگ دیا ہو جیسا کہ زید نے حکم دیا ہے لیکن وصف میں خلاف حکم عمل میں لایا یعنی مثلاً زید نے چوتھائی قفیز زعفران[1] سے رنگنے کا حکم دیا تھا اور رنگریز نے ایک قفیز سے رنگا اور زید نے بھی ایک قفیز سے رنگی ہوئی ہونے کا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اور اس سے بھی سپید کپڑے کی قیمت لے لے یا یہ کپڑا لے لے اور جو کچھ اس نے رنگ میں زیادہ کیا ہے اس کی قیمت ادا کرے اور جو اجرت قرار پائی ہے وہ اجرت ادا کرے یہ ظہیریہ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے اپنی انگوٹھی مہر کن کو دی کہ اس کے نگینہ پر میرا نام نقش کر دے اس نے عمداً یا خطا سے غیر شخص کا نام نقش کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے نقاش سے اپنی انگوٹھی کی قیمت ڈانڈ لے یا انگوٹھی لے کر اس کو اجر المثل دے دے مگر اجر المثل اجرت مقررہ سے زائد نہ دیا جائے گا اسی طرح اگر کسی نجار یعنی بڑھئی کو دروازہ دیا کہ اس پر ایسے نقش کر دے اس نے دوسری طرح کے نقش کھود دے تو بھی مالک کو ایسا ہی اختیار حاصل ہوگا اور اگر کاریگر نے اس کے حکم کے موافق کام کیا مگر کچھ خلاف کیا تو ایسے خلاف کا اعتبار نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے بیت کو سرخ رنگ دے اس نے سبز رنگا تو امامؒ نے فرمایا کہ سبز رنگ کرنے سے جو زیادتی ہوئی وہ مالک ادا کرے اور رنگ کرنے والے کو کچھ اجرت نہ ملے گی مگر بیت میں جس قدر اس نے رنگ بھرا ہے اس کی قیمت کا

---

[1] تسہیلاً للتوافق۔

مستحق ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر کسی رنگ بھرنے والے کو حکم دیا کہ میرے دروازے یا دیوار میں سرخ رنگ بھر دے اس نے سبز رنگ سے نقش بھر دیئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے اس سے قیمت کی ضمان لے یا وہ چیز لے کر جس قدر رنگ اس نے دیا ہے اس کی قیمت دے دے مگر نقاش کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر کسی بخار کو حکم دیا کہ میرے بیت کی چھت بلند کر دے یعنی لکڑی کی چھت درست کر کے قائم کر دے اس نے درست کر کے اپنے موقع سے قائم کر دی پھر بدوں فعل نجار کے وہ چھت گر پڑی تو بجار کو اجرت ملے گی اور اس پر ضمان لازم نہ آئے گی اور اگر قائم کرنے سے اس کے فعل سے گر پڑی یعنی جب اس نے قائم کیا تو کوئی ایسا فعل اس سے صادر ہوا کہ چھت گر پڑی اور دھنیاں شکست ہو گئیں تو ضمان لازم نہ آئے گی مگر اجرت نہ ملے گی یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے گیہوں کی زراعت کرنے کے واسطے زمین کا اجارہ لیا پھر اس میں رطبہ بویا تو جس قدر زمین کو نقصان پہنچا ہے اس کی ضمان ادا کرے اور اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ جامع صغیر میں ہے۔

اگر درزی کو حکم دیا کہ اس کپڑے کی قمیص قطع کر دے اس نے قبا قطع کر دی یا حکم دیا کہ اس کو رومی سلائی سی دے اس نے فارسی سلائی سے سیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لے کر کپڑا درزی کے پاس چھوڑ دے یا کپڑا لے کر اس کو اجر المثل دے دے مگر جو اجرت ٹھہری ہے اس سے زیادہ اجر المثل نہ دیا جائے گا اور اگر اس نے سراویل سی دی تو مالک کا حق منقطع ہو کر ضمان لینا متعین ہو گیا اور صحیح یہ ہے کہ مالک کو اس صورت میں بھی خیار مذکور حاصل ہوگا کیونکہ درزی نے دراصل سلائی میں اس کے حکم کی موافقت کی ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو تانبا یا پیتل وغیرہ کوئی چیز ایک طشت ڈھالنے کے واسطے دی اور طشت کا وصف بیان کر دیا اس نے ایک کوزہ ڈھال دیا تو امام نے فرمایا کہ مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس سے اپنی چیز کے مثل ضمان لے اور وہ کوزہ کاریگر کا ہو جائے گا یا کوزہ لے کر اجر المثل ادا کرے جو مقدار مقررہ سے زائد نہ ہو گا یہ بدائع میں ہے۔ اگر کسی جولاہے کو کچھ سوت دیا کہ اس کا ستا[1] چوا کپڑا بن دے اس نے اس سے زیادہ یا کم کر کے بنا تو مالک کو اختیار ہوگا کیونکہ اس کی شرط کا اعتبار کیا جائے گا پس چاہے تو کپڑا چھوڑ کر اپنے سوت کے مثل جولاہے سے ضمان لے اور سوت کی مقدار مقبوضہ میں کہ کس قدر تھا جولاہے کا قول قبول ہوگا یا کپڑا لے کر اس کو اجرت دے مگر یہ اجرت مقررہ دینا زیادتی کرنے کی صورت میں ہے اور بمقابلہ زیادتی کے کچھ اجرت نہ دے گا کیونکہ اس کے بلا حکم اس نے زیادتی سے بنا ہے اور در صورت کمی کرنے کے جو کچھ اس نے بن کر تیار کیا ہے اس کا اجر المثل دیا جائے گا مگر جو اجرت ٹھہری ہے اس کے حصہ سے زیادہ نہ دیا جائے گا اور اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً مالک نے ستا چوا بننے کا حکم دیا تھا اور اس کا مکسر یعنی باہمی حاصل ضرب اٹھائیس ہوئے اور جولاہے نے مثلاً کمی کر کے ستا تیا بن دیا اور اس کا مکسر اکیس ہوئے تو چوتھائی کی کمی ہوئی پس مقدار مقررہ سے ایک چوتھائی کم کر دی جائے گی پھر جو کچھ اجر المثل واجب ہوگا وہ دیکھ کر دیا جائے گا کہ اجرت مقررہ کے تین چوتھائی حصے سے زائد نہ ہوا اور اگر دونوں نے مالک کی مقدار حکم میں اختلاف کیا یعنی اس نے کسی طرح بننے کا حکم دیا ہے ستا چوا یا ستا تیا مثلاً تو اس اختلاف میں مالک کا قول قبول ہوگا پس اگر اس نے شرط میں مخالفت کی ہو تو مالک کو اختیار حاصل ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔

---

[1] ستا چوا اور تکو پنچو وغیرہ یہ جولاہوں کی اصطلاح ہے مگر زیادہ تفصیل سے سر دست مترجم بھی ناواقف ہے۔

ایک شخص نے جولا ہے کو دو طرح کا سوت دیا ایک باریک دوسرا موٹا اور کہا کہ باریک کا ششش صدی اور موٹے کا پنج صدی بُن دے اُس نے دونوں کو کاٹ چھانٹ کر اکٹھا سی ڈالا تو اب جولاہا اُسے رکھے اور ضمان ادا کرے ☆

ایک شخص نے ریشمی سوت جولا ہے کو کپڑا بننے کے واسطے دیا اس نے ریشمی سوت تھوڑا سا نکال کر بجائے اس کے روئی کا سوت داخل کر دیا اور کپڑا بن دیا اور مالک کو جولا ہے کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو یہ کپڑا جولا ہے کا ہوا اور مالک کو اختیار ہے کہ جولا ہے سے اپنے ریشمی سوت کے مثل طلب کرے کیونکہ جب جولا ہے نے اس کا سوت دوسرے کے سوت کے ساتھ اس طرح ملا دیا کہ جدا کرنا ممکن نہیں ہے یا محنت و مشقت سے ممکن ہے تو جولاہا غاصب ٹھہرا پس اس شخص کے ریشمی سوت کی ضمان دی اور جو کپڑا بنا ہے وہ اس کا ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے جولا ہے کو دو قسم کا سوت دے کر حکم دیا کہ ایک سے باریک اور دوسرے سے موٹا کپڑا بن دے اس نے دونوں کو ملا کر دونوں سے ایک قسم کا کپڑا بن دیا تو بنا ہوا کپڑا جولا ہے کا ہوگا اور مالک کو اس کے سوت کے مثل ضمان دے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے جولا ہے کو دو قسم کا سوت دیا ایک باریک اور دوسرا موٹا تھا اور حکم دیا کہ باریک کا ششصدی اور موٹے کا پنج صدی بن دے اس نے دونوں کو ملا کر کپڑا بن دیا تو مخالفت کرنے کی وجہ سے وہ کپڑا جولاہا کا ہو گیا اور جولاہا اس کے مثل سوت ڈانڈ دے یہ خلاصہ میں ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کاشتکار سے مالک زمین نے یوں کہا کہ یہ گیہوں اور یہ اخروٹ تر ہیں ان کو میدان میں لے کر خشک ہونے کے واسطے ڈال دے تاکہ خراب نہ ہو جائیں اس نے سستی سے پڑے رہنے دیئے یہاں تک کہ خراب ہو گئے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر کاشتکار نے مالک زمین کا حکم قبول کیا اور پھر اس کے حکم کے موافق کام نہ کیا تو اخروٹ کا ضامن ہوگا گیہوں کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور بگڑے ہوئے کاشتکار کے ہو جائیں گے اور فقیہ نے فرمایا کہ اگر اس کے مثل تازہ تر دستیاب نہ ہوں تو کاشتکار پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اس کے مثل دستیاب ہو سکتے ہیں تو اس پر اس کے مثل دینا واجب ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کسی درزی کے پاس کپڑا لایا اور کہا کہ اس کو دیکھ کر اگر میری قمیص کے واسطے پورا کافی ہو تو اس کو قطع کر کے ایک درہم پر سی دے اس نے کہا کہ ہاں پھر قطع کرنے کے بعد کہا کہ تیری قمیص کے واسطے کافی نہیں ہے تو درزی اس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مالک نے کہا کہ اس کو دیکھ کہ میری قمیص کے واسطے کافی ہو جائے گا اس نے کہا کہ ہاں پس مالک نے حکم دیا کہ اس کو قطع کر دے پھر جو دیکھا تو وہ کافی نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں درزی ضامن نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر درزی سے کہا کہ اس کو دیکھ کہ آیا یہ کپڑا میری قمیص کے واسطے کافی ہے اس نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا کہ پس اس کو قطع کر دے یا کہا کہ اب اس کو قطع کر دے پھر جب قطع کیا تو کافی نہ نکلا پس اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے اور فقیہ ابوبکر بلخیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ درزی ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر درزی کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اس کو اس طرح قطع کر دے کہ پیش کلی اور آستین میں پانچ بالشت لگے اور چوڑان اس قدر رہو پھر درزی اس کو اس سے ناقص کر لایا تو فرمایا کہ اگر ایک انگل یا اس کے مثل کمی ہو تو کچھ نہیں ہے اور اگر اس سے یادہ تناقص ہو تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے کرایہ کا گدھا دروازہ پر چھوڑ دیا اور خود گدھے کی لکڑی لینے مکان میں گیا اتنی مدت میں وہ گدھا ضائع ہو گیا پس اگر مکان کے اندر جانے میں متاجر کی آنکھ سے پوشیدہ نہیں ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر پوشیدہ ہو گیا پس اگر ایسا مقام ہو کہ وہاں ایسی غفلت کرنا ضائع کر دینے میں شمار نہیں ہے جیسے کوچہ غیر نافذہ و گاؤں وغیرہ تو ضامن نہ ہو

گا اور اگر ضائع کر دینے میں شمار ہو تو ضامن ہوگا اور واضح ہو کہ باندھ کر گھر یا مسجد میں کوئی کسی چیز کے لینے کے واسطے جانا یا بدوں باندھے ہوئے جانا دونوں یکساں ہیں کہ بموجب مذہب مختار کے دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا اس کو امام سرخسی نے ذکر کیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ پر لیا اور اس کے پاس دوسرا گدھا بھی ہے اس نے ان دونوں پر بوجھ لادا اور تھوڑا راستہ قطع کیا تھا کہ اس کا ذاتی گدھا مر گیا وہ شخص اس کی پرداخت میں مشغول ہوا اتنے میں کرایہ کا گدھا چلا گیا اور ضائع ہو گیا پس اگر ایسی صورت ہو کہ اگر وہ شخص کرایہ والے گدھے کے پیچھے جاتا ہے تو اس کا گدھا یا اسباب ضائع ہوا جاتا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو ضامن ہوگا بدیں دلیل کہ اگر کوئی گائے چراگاہ سے بھاگ گئی اور چرواہے نے بخوف باقیوں کے ضائع ہو جانے کے اس کا پیچھا نہ کیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن نہیں ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ذخیرہ کی کتاب الاجارات میں یوں لکھا ہے کہ اگر مستاجر کے پاس دو گدھے ہوں اور وہ ایک گدھے کے لادنے میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ دوسرا ضائع ہو گیا پس اگر اس کی نظر سے غائب ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ کی بنا پر مسئلہ سابقہ میں بھی اگر اس کی نظر سے پوشیدہ ہو کر تلف ہو جائے تو ضامن ہونا چاہئے پس فتویٰ دینے کے وقت سوچ سمجھ کر فتویٰ دینا چاہئے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ فتویٰ الاصل میں ہے کہ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ پر لیا اور وہ راستہ میں گم ہو گیا اس نے چھوڑ دیا اور نہ ڈھونڈھا یہاں تک کہ ضائع ہو گیا تو فرمایا کہ اگر باوجود اس کی نگہبانی کے گدھا اس طرح بھاگ گیا کہ اس کو شعور نہ ہوا اور جب معلوم ہوا تب اس نے ڈھونڈھا اور نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر اس کے ڈھونڈھ پانے سے مایوس تھا اس نے نہ ڈھونڈھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مستاجر نے اس موضع کے آس پاس جہاں سے گم ہوا ہے تلاش کیا اور نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر گدھا چلا گیا حالانکہ مستاجر اس کو دیکھتا رہا اور نہ روکا تو ضامن ہوگا اور مراد یہ ہے کہ اپنی نظر سے غائب ہونے دیا اور اس مسئلہ کی بنا پر اگر مستاجر گدھے کو روٹی والے کی دکان پر لایا اور گدھا چھوڑ کر روٹی خریدنے میں مشغول ہوا اور گدھا ضائع ہو گیا پس اگر گدھا اس کی نظر سے غائب ہو کر ضائع ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر اس کی نظر سے غائب نہیں ہوا ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کرایہ کا گدھا کسی کوچہ نافذہ میں مضبوط باندھا حالانکہ مستاجر کا گھر اس کوچہ میں یا اس کے قریب نہیں ہے پس اگر اپنے سوار ہونے کے واسطے کرایہ پر لیا ہے اور وہ ضائع ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً کرایہ پر لیا کسی سوار ہونے والے کو بیان نہیں کیا ہے اور اس مقام پر چند لوگ ایسے خواب میں ہیں جو نہ مستاجر کے عیال میں ہیں اور نہ اس کے گروہ کے لوگ ہیں پس اگر لوگوں کی حفاظت میں سپرد نہیں کیا تو درصورت ضائع ہو جانے کے ضامن ہوگا اور اگر ان کی حفاظت میں سپرد کیا اور انہوں نے قبول کیا یا بعض نے قبول کیا اور وہ مقام ایسا ہے کہ وہاں جانور کے نگہبان کا سو رہنا غالباً جانور کے ضائع کر دینے میں شمار نہیں ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ مقام ایسا ہے کہ جہاں جانور کے نگہبان کے سو رہنے کو جانور کا ضائع کر دینا شمار کیا جاتا ہے تو یہ شخص ضامن ہوگا یعنی ان لوگوں کی حفاظت میں سپرد نہیں کیا ہے تو خود ضامن ہوگا اور اگر ان کی حفاظت میں سپرد کیا اور انہوں نے حفاظت کرنا قبول کیا تو جس نے حفاظت کرنا قبول کیا ہے وہ شخص ضامن ہوگا مستاجر پر ضمان لازم نہ آئے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک خچر کرایہ لیا پر اور اس کی حفاظت کے واسطے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا پھر وہ جانور مزدور کے پاس تلف ہو گیا پس اگر مستاجر نے اپنی سواری کے واسطے کرایہ پر لیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر سوار کی تعیین نہ کی ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک خچر کرایہ پر لیا اور فجر کی نماز پڑھنے کی غرض سے اس کو کھڑا کر دیا اور وہ گدھا چلا گیا یا اس کو کوئی اچکا آدمی لے گیا پس اگر مستاجر نے خچر کو جاتے ہوئے یا اچکے کو خچر

لے جاتے ہوئے دیکھا اور نماز کو نہ روکا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر راستہ میں نماز میں مشغول ہوگیا اور گدھا اس کے سامنے ہے پھر وہ ضائع ہوگیا پس اگر اس طرح ضائع ہوا کہ اس کی نظر سے غائب ہوا اور اس نے نماز توڑ کر اس کا پیچھا نہ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اس کی نظر سے بدوں غائب ہونے کے ضائع ہوگیا تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص زید نے مثلاً عمرو کو حکم دیا کہ ایک گدھا کرایہ کر کے فلاں مقام کو لے جائے اور کام پورا ہونے پر زید اس کی اجرت ادا کرے گا پھر عمرو نے ایسا ہی کیا اور راستے میں عمرو نے اس گدھے کو رباط میں داخل کیا اور وہاں چوروں نے ہجوم کیا اور غالب ہوکر گدھے کو لے گئے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وہ رباط مستاجر کی گزرگاہ پر واقع ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ کام سے فارغ ہو چکا ہے تو کرایہ اس پر واجب ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے زید کو اجارہ پر مقرر کیا اور اس کو اپنا گدھا اور پچاس دینار اس واسطے دیئے کہ فلاں موضع سے کوئی چیز تجارت کی میرے واسطے خریدے اس نے اس موضع میں جا کر خریدی پھر کسی ظالم نے قافلہ کے تمام گدھے چھین لئے پھر بعضے لوگ اس ظالم کے پیچھے پیچھے فریاد کرتے ہوئے گئے اور یہ اجیر اور بعضے لوگ نہ گئے پھر جو لوگ پیچھے پیچھے گئے تھے ان میں بعض نے اپنے گدھے واپس پائے اور جو لوگ نہیں گئے تھے ان کو نہ ملے پس اگر ایسا ہو کہ جو لوگ پیچھے پیچھے گئے تھے نہ جانے والوں کو ملامت کرتے ہوں تو یہ اجیر ضامن ہوگا اور اگر اس وجہ سے ملامت نہ کرتے ہوں کہ بڑی مشقت اٹھا کر دستیاب ہوئے ہیں تو اجیر ضامن نہ ہوگا اور اگر مستاجر نے کرایہ کے گدھے پر اسباب لادا اور گدھے والا ساتھ تھا پھر راستہ میں ڈاکو لوگ قافلہ کی طرف دوڑے اور گدھے والے نے گدھے پر سے اسباب پھینک دیا اور اپنا گدھا لے کر چلا گیا اور ڈاکوؤں نے اسباب لوٹ لیا پس اگر ایسا ہو کہ یہ معلوم ہو کہ اگر وہ نہ بھاگتا تو ڈاکو لوگ اسباب کو مع گدھے کے لے لیتے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر گدھے والے کو مع اسباب بھاگ جانا ممکن تھا پھر بھی وہ اسباب چھوڑ کر بھاگا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گدھا کسی موضع معلوم تک جانے کے واسطے کرایہ پر لیا پھر اس کو خبر دی گئی کہ اس راستہ میں چور لگتے ہیں مگر اس نے التفات نہ کیا اور اسی راہ سے گیا اور چوروں نے گدھا چھین لیا اور لے گئے تو شیخ ابوبکر فقیہ نے فرمایا کہ اگر باوجود اس خبر کے بھی لوگ اپنے جانور و اسباب اس راہ سے لے جاتے ہوں تو مستاجر ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

چند بھٹیاروں میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا گدھا ایک شخص کو کرایہ پر دیا پھر سب بھٹیاروں نے ایک بھٹیارے کو حکم دیا کہ تو اس شخص کے ساتھ جا کر ان گدھوں کی پرداخت کیا کر وہ بھٹیارا مستاجر کے ساتھ گیا پھر مستاجر نے اس بھٹیارے سے کہا کہ تو سب گدھوں کو لئے ہوئے یہاں کھڑا رہ تاکہ میں ایک گدھے کو لے جاؤں اور بورے لے لئے اور ایک گدھے کو لے گیا تو اس بھٹیارے پر کچھ ضمان لازم نہ آئے گی اگر اس نے مستاجر سے لے لینے کی قدرت نہ پائی کیونکہ ان لوگوں نے اس بھٹیارے کو ایسے جانوروں کی پرداخت کے واسطے حکم دیا جو غیر شخص کے قبضہ میں ہے۔ یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے زید سے ایک گدھا بخارا تک جانے کے واسطے کرایہ پر لیا پھر وہ گدھا راہ میں تھک گیا اور گدھے کا مالک بخارا میں ہے پس مستاجر نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے چارہ میں سے ہر روز اس گدھے کو اس قدر چارہ دیا کر اور کچھ اجرت ٹھہرا دی یہاں تک کہ گدھے کا مالک آ پہنچے پس اس شخص نے وہ گدھا لے لیا اور چند روز تک اس کو چارہ دیتا رہا پھر وہ گدھا اس کے پاس مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مستاجر نے اپنی سواری کے واسطے کرایہ پر لیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً کرایہ پر لیا سواری کو بیان نہیں کیا ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے اپنا گھوڑا عمرو کو دیا کہ میرے گاؤں میں لے جا کر میرے بیٹے کو پہنچا دے عمرو اس کو لے چلا اور ایک منزل تک ساتھ لے جا کر گھوڑا ایک رباط

میں چھوڑ دیا اور خود اپنی راہ چلا گیا پھر اس گاؤں کا ایک شخص بکر آیا اور اس رباط میں اس کا گزر ہوا اس نے گھوڑے کو پہچان کر ایک شخص خالد کو مزدور مقرر کیا کہ یہ گھوڑا اس گاؤں میں لے جائے خالد اس کو بحکم بکر لے چلا اور وہ گھوڑا راہ میں مر گیا پس اس کی ضمان کس شخص پر واجب ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ عمرو ضرور ضامن ہوگا کیونکہ اس نے گھوڑے کو چھوڑ دیا ہے اور بکر جس نے خالد کو مزدور کر کے گھوڑا روانہ کیا ہے اس کی دو حالتیں ہیں اگر اس نے گھوڑے کو نہیں پکڑا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے گھوڑے کو پکڑ کر خالد کو دیا ہے تو اس کی دو حالتیں ہیں اگر اس نے اس امر کے گواہ کر لئے کہ میں گھوڑا اس واسطے پکڑتا ہوں کہ اس کے مالک کو پہنچا دوں اور جو شخص مزدور کیا ہے وہ اس کے اہل وعیال میں سے بھی ہو تو بکر ضامن نہ ہوگا اور اگر بکر نے گواہ نہ کر لئے یا گواہ کر لئے مگر خالد اس کے عیال میں سے نہیں ہے تو ضامن ہوگا اور خالد ہر حال میں ضامن ہوگا صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جو حکم خالد مزدور کے حق میں ہے اس میں یہ اشکال ہے کہ جب بکر نے اس امر کے گواہ ٹھہرا لئے کہ میں یہ گھوڑا اس واسطے پکڑ کر روانہ کرتا ہوں کہ مالک کو پہنچا دوں اور جو اجیر مقرر کیا ہے وہ بکر کے عیال میں سے ہے تو خالد کیونکر ضامن ہوگا اور اگر بکر نے وہ گھوڑا اسی رباط میں مالک کے سگے بھتیجے کو سپرد کر دیا تو ضمان سے بری نہ ہوگا اور اگر اجیر سے ضمان لی گئی تو اجیر یہ مال ضمان اپنے مستاجر سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ کرایہ کا گدھا راہ میں بیٹھ گیا اور مستاجر اس کو چھوڑ کر چلا گیا اور گدھے کا مالک ساتھ نہ تھا پھر چور اس گدھے کو پکڑ لے گئے تو مستاجر پر ضمان لازم نہ آئے گی اسی طرح اگر گدھے کا مالک ساتھ ہو مگر مستاجر ساتھ نہ ہو اور جب گدھا بیٹھ گیا تو گدھے کا مالک اس کو مع اسباب لدا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اور چور پکڑ لے گئے تو گدھے والے پر ضمان لازم نہ آئے گی مگر مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب گدھے کے مالک کو اسباب دوسرے گدھے پر لادنا ممکن نہ ہو اور اگر یہ ممکن ہو کہ اسباب اتار کر دوسرے گدھے پر لادلائے مگر اس نے نہ لادا اور چھوڑ کر چلا آیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ پر لیا اور اپنے گدھے کے ساتھ اس کو شہر میں لے گیا وہاں سرکاری پیادے نے اس کا ذاتی گدھا زبردستی پکڑ لیا اس نے کرایہ والا گدھا چھوڑ دیا اور اپنے گدھے کے چھڑانے میں مشغول ہوا اور کرایہ والا گدھا ضائع ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ اس پیادے کو نہ پہچانتا ہو اور شیخ قاضی خان نے فرمایا کہ مطلقاً ضامن نہ ہوگا خواہ پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔
ایک شخص نے کھنڈل میں سے مٹی اٹھوانے اور نقل کرانے کے واسطے ایک گدھا کرایہ پر لیا اور مٹی اٹھوانی شروع کی پھر وہ کھنڈل جو کچھ بنا ہوا باقی تھا سب گر گیا اور گدھا اس صدمہ سے مر گیا پس اگر مستاجر کے کسی فعل سے منہدم ہوا تو مستاجر گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مستاجر کے فعل سے نہیں گرا بلکہ وہ دبلا ہوا تھا مگر مستاجر کو معلوم نہ تھا اور وہ گر گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے جلانے کے واسطے کانٹے وغیرہ لکڑیاں لادلانے کے لئے ایک گدھا کرایہ پر لیا پھر ایک تنگ راستہ پر گزرا جہاں نہر جاری تھی اور وہاں گدھے کو مارا اور وہ مع بوجھ کے نہر میں گر پڑا اور مستاجر نے جلدی سے اس کے بوجھ کی رسیاں کاٹنی شروع کیں مگر وہ گدھا مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ مقام ایسا تنگ ہو کہ اس سے بوجھ سمیت گدھے نہیں گزرتے ہیں تو مستاجر ضامن ہوگا اور اگر ایسا راستہ ہے کہ اگرچہ تنگ ہے مگر بوجھ سمیت اس راہ میں سے گدھے چلتے ہیں اور پار اتر جاتے ہیں پس اگر مستاجر نے ایسی سختی سے مارا کہ چوٹ کھا کر چوٹ کے صدمہ سے گدھا تڑپ کر نہر میں جا گرا تو ضامن ہوگا اور اگر بدوں اس کے سختی کرنے اور چوٹ کے گر گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک باغ سے جلانے کی لکڑیاں لادلانے کے واسطے ایک گدھا بکرایہ لیا اور اس پر جلانے کی لکڑیاں لادلاتا تھا اور جیسا گٹھر ایسے گدھوں پر لادا جاتا ہے ویسا ہی لادتا تھا پھر ایک دفعہ اس گدھے نے دیوار سے ٹکر کھائی اور ایک نہر میں جا پڑا اور مر گیا پس اگر مستاجر نے اس کے ہانکنے میں سختی نہیں کی بلکہ جیسا لوگ ایسے گدھے کو ایسے راستہ میں ہانکتے ہیں اسی طرح اس راہ میں ہانکا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کے برخلاف عمل میں لایا ہو تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مستاجر کسی گدھے پر لکڑیاں لاد کر شہر کو روانہ ہوا اور گدھا تنگ راہ میں کسی دیوار سے ٹکر کھا کر نہر میں گر کر مر گیا پس اگر غالباً لکڑی کا گٹھا اس راہ سے صحیح و سالم گزرتا نظر آتا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کمتر صحیح سالم گزرتا معلوم ہو تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر کسی تنگ پل سے ہو کر گزرا اور یہ معاملہ واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے کرایہ کے گدھے پر قبضہ کر کے اپنے باغ میں مع اس کی کملی کے چھوڑ دیا پھر اس کے اوپر کی کملی چوری ہوگئی اور گدھے کے بدن میں سردی اثر کر گئی اور بیمار ہو گیا اور مالک کے پاس مر گیا پس اگر وہ باغ حصین ہو یعنی اس کی چہار دیواری اس قدر بلند ہو کہ راہ گیر کی نظر باغ کے اندر نہ پڑتی ہو اور باغ کا در بند بھی ہو اور اگر اس میں سے کوئی بات نہ پائی گئی تو حصین نہ ہوگا اور گدھے کو اگر کملی موجود ہوتی تو جاڑا اثر نہ کرتا تو ایسی صورت میں مستاجر کملی اور گدھے کا ضامن نہ ہوگا اور اگر باغ میں اس قدر سردی ہو کہ باوجود کملی کے بھی گدھے کو سردی اثر کر جاتی تو مستاجر گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور کملی کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ باغ حصین نہ ہو اور باوجود کملی کے گدھے کو جاڑا اثر کرتا ہو تو ایسی صورت میں مالک کو واپس دینے کے وقت گدھے کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا مگر کملی کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے کرایہ کا گدھا کسی شخص نے غصب کر لیا اور بعد معلوم ہونے کے مستاجر اس سے لے سکتا تھا مگر مستاجر نے نہ لیا یہاں تک کہ ضائع ہو گیا تو مستاجر ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ تین آدمیوں کے درمیان ایک زمین کی کھیتی مشترک تھی انہوں نے کھیتی کاٹی پھر تینوں میں سے ایک شخص نے جا کر کھیتی اٹھانے کے واسطے ایک گدھا کرایہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے شریک کو دیا تا کہ کٹی ہوئی کھیتی کو لاد کر کھلیان میں پہنچا دے اور شریک کے پاس وہ گدھا تھک کر مر گیا اور ان لوگوں میں یہ عادت جاری تھی کہ ان میں سے ایک شخص کوئی گدھا یا بیل کرایہ کر کے خود یہ کام لیتا تھا یا اپنے شریک کو اس کام کے واسطے دے دیتا تھا تو ایسی حالت میں مستاجر ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص نے ایک ترازو کپان[1] کرایہ پر لی اور اس کے عمود میں عیب تھا اور مستاجر کو معلوم نہ تھا اس نے ترازو سے وزن کیا اور عمود ٹوٹ گیا پس اگر باوجود اس کے عیب کے ایسے ترازو سے اتنا بوجھ تولا جاتا ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ موجر نے مستاجر کو آگاہ نہ کیا ہو اور اگر اس عیب سے آگاہ کر دیا ہو تو اس نے اجازت دے دی کہ جس قدر بوجھ بدوں عیب کے تولا جاتا ہے اسی قدر بوجھ اس سے تولے پس اگر اس قدر بوجھ وزن کیا تو ضمان لازم نہ آئے گی یہ وجیز کردری میں ہے۔ شیخ فخر الدین[2] نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے کذا فی الکبریٰ۔ بیوع منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک دیگ کرایہ کو لی پھر جب کرایہ کی مدت گزر گئی تب مالک کو واپس کرنے کے واسطے لے چلا اور وہ راہ میں تلف ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر واپس نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دیگ کرایہ پر لی اور فارغ ہونے کے بعد اس کو گدھے پر لاد کر اس کے مالک کو واپس کرنے کے واسطے لے چلا اور راہ میں گدھے کا پاؤں پھسلا اور دیگ گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ گدھا اس کے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو گا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص نے پکانے کے واسطے ایک دیگ کرایہ کی اور پکانے کے بعد اس کو اٹھا کر باہر لایا تا کہ دوکان پر لے جائے اور اس کا پاؤں پھسلا اور دیگ گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن ہوگا جیسے کہ حمال کے پھسلنے کی

---

[1] کپان ایک قسم کی ایک پلہ ترازو ہوتی ہے اور دوسری طرف پتھر باندھ لیتے ہیں۔ [2] شیخ فخر الدینؒ ہوالامام قاضی خانؒ۔

صورت میں حکم ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہونا چاہئے جیسے کہ وہ شخص نہیں ہوتا ہے جس نے ایک کپڑا پہننے کے واسطے کرایہ پر لیا اور وہ کپڑا اس کے پہننے سے پھٹ گیا اور بعض نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اسی طرح پیالہ کے مسئلہ میں اگر حالت انتفاع میں مستاجر کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ایک شخص نے ایک کلہاڑی کرایہ پر لی اور اپنے اجیر کو دے دی تا کہ لکڑیاں چیر دے اجیر اس کو لے گیا اور معلوم نہیں کہ کہاں لے گیا پس اگر اس نے پہلے اجیر مقرر کر لیا تھا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے اسی واسطے کرایہ پر لی تھی کہ اس کو دے دے اور اگر اس کے برعکس واقع ہو تو ضامن ہوگا مگر مذہب مختار یہ ہے کہ مطلقاً ضامن نہ ہوگا۔ کذا فی الخلاصہ۔اصح مذہب یہ ہے کہ اگر اس نے پہلے کلہاڑی کو ایسے کام کے واسطے اجارہ پر لیا کہ جس میں لوگ یکساں استعمال کرتے ہیں باہم تفاوت نہیں ہوتا ہے تو ضامن نہ ہوگا لیکن اگر اس صورت میں وہ اجیر جو مشہور ہو تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے کام کے واسطے اجارہ پر لیا کہ جس میں لوگوں کا استعمال متفاوت ہے پس اگر خود بذاتہ کام کرنے کے واسطے اجارہ لی ہو تو دوسرے کو دے دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا اور اگر اس نے کلہاڑی اجارہ پر لی اور یہ بیان نہ کیا کہ کون شخص اس سے کام کرے گا اور خود کام کرنے سے پہلے اجیر کو دے دی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر پہلے خود کام کیا پھر اجیر کو دے دی تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔قصاب نے اپنے کام کی کلہاڑی کرایہ پر لی اس سے سرکاری پیادوں نے نکٹ[1] کے عوض چھین لی اور قصاب نے درہم دے کر اس کو نہ چھوڑایا یہاں تک کہ ضائع ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ایک شخص نے ایک بیلچہ کرایہ پر لے کر راستہ میں رکھ دیا اور منہ پھیر کر اپنے اجیر کو پکارنے لگا مگر اس جگہ سے جنبش نہیں کی پھر دیکھا کہ بیلچہ کوئی اٹھا لے گیا ہے تو فرمایا کہ اگر اس کا منہ پھیرنا زمانہ دراز تک نہیں ہوا کہ اس کے سبب سے ضائع کر دینے والا قرار دیا جائے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر موجر اس کے قول کی تکذیب کرے تو اس باب میں اسی کا قول قسم سے مقبول ہوگا اور اگر دیر تک اس نے منہ پھیرا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔اگر بیلچہ کرایہ پر لیا اور اس کو مٹی میں ڈال دیا اور اس سے اعراض کئے رہا اور وہ چوری ہو گیا پس اگر دیر تک اعراض کیا تو ضامن ہوگا اور اگر دیر تک اعراض نہیں کیا تو ضامن نہ ہوگا یہ ملتقط میں ہے۔ایک دلال نے اسباب کے مالک کے حکم سے اسباب فروخت کر کے اس کے دام بحکم مالک اپنے پاس رکھے اور وہ دام چوری ہو گئے تو بالاجماع اس پر ضمان لازم نہ آئے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔حمال اگر بوجھ اٹھا لایا اور مالک نے کہا کہ اس کو اپنے پاس رہنے دے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے اگر تلف ہو اور دھوبی و درزی وغیرہ جن کو اپنی اجرت وصول کرنے کے واسطے روک رکھنے کا حق حاصل ہے اگر مالک کے حکم سے کام کرنے کے بعد چیز کو اپنے پاس رکھا اور وہ تلف ہو گئی پس اگر اجرت وصول کر چکا ہے تو اس کا یہی حکم ہے جو ہم نے بیان کیا اور اگر نہیں وصول کر چکا ہے تو اس میں مشہور اختلاف ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر فصاد یا بیطار نے نشتر دیا اور جو جگہ عادت کے موافق نشتر کے واسطے مقرر ہے اس سے تجاوز نہ کیا تو جو کچھ بوجہ نشتر کے تلف ہوئے اس کی ضمان اس پر لازم نہ آئے گی اور اگر عادت کے موافق جو جگہ ہے اس سے تجاوز کرے تو ضامن ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب بیطار کا نشتر لگانا چوپایہ کے مالک کے حکم سے ہو اور اگر اس کی بلا اجازت ہو تو ضامن ہوگا خواہ معتاد جگہ سے تجاوز کرے یا نہ کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔اگر پچھنے لگانے والے نے پچھنے لگائے یا ختنہ کرنے والے نے ختنہ کیا اور وہ شخص اس صدمہ سے مر گیا تو ضمان لازم نہ آئے گی بخلاف دھوبی کے مسئلہ کے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جو جگہ اس کام کی ہے وہاں سے تجاوز نہ کیا ہو اور اگر تجاوز کیا اور اس نے حشفہ یعنی ذکر کا سر کاٹ ڈالا تو نوادر میں لکھا ہے کہ اگر وہ شخص اس زخم سے مر گیا تو قتل نفس کی آدھی دیت لازم آئے گی اور اگر اچھا ہو گیا تو پوری دیت واجب ہوگی اور دیات شرح الطحاوی میں لکھا ہے کہ اگر ختان نے پورا حشفہ کاٹ

---

[1] یہ نکٹ ظلم ہے چنانچہ سابق بیان ہو چکا ہے والوجہ فی ذلک ظاہر الانہم لما اخذو ایالجنایۃ والجنایۃ ظلم اخذوا عقبا میں غیر حق فلم یجب علیہ حق وسقط عنہ الضمان۔ [2] قال حکومتہ عدل اراد انہما یجعلان حکمًا فما حکموا ایۃ یجب علیہ۔

ڈالا تو اس پر قصاص لازم آئے گا اور اگر تھوڑا حشفہ کاٹ ڈالا تو قصاص لازم نہ آئے گا اور یہ بیان نہ فرمایا کہ کیا واجب ہوگا اور فتاویٰ صغریٰ کی کتاب الدیات میں لکھا ہے کہ دو شخص عادل کے حکم پر جو کچھ مقرر کریں عمل کیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کو ہاتھ یا انگلی کاٹنے یا دانت اکھاڑنے کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہے اور اگر مستاجر مر گیا تو اجیر ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر طعام ولیمہ تیار کرنے کے واسطے کوئی باورچی مقرر کیا اس نے کھانا جلا دیا یا کچا رکھا تو ضامن ہوگا اور اگر باورچی نے کچھ خراب نہ کیا بلکہ مالک مکان نے پانی کی ایک پکھال خریدی اور اونٹ والے سے کہا کہ مکان کے اندر اونٹ لے جا کر پکھال خالی کر دے اس نے اونٹ کا ہانکا اور اونٹ دیگوں پر گر پڑا اور دیگیں ٹوٹ گئیں اور کھانا خراب ہو گیا تو اونٹ والے اور باورچی دونوں پر کچھ ضمان لازم نہ آئے گی اسی طرح اگر مالک مکان کے نابالغ غلام یا لڑکے پر وہ اونٹ گر پڑا اور لڑکا کچل کر مر گیا تو بھی اونٹ والا ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر چکی کا گلا کھل گیا اور گیہوں ضائع ہو گئے تو پیسنے والا ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔

اُنہائیسواں باب:

اجیر خاص واجیر مشترک کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل:

اجیر خاص واجیر مشترک کے درمیان فرق اور دونوں کے احکام کے بیان میں

واضح ہو کہ اجیر خاص و مشترک کے درمیان فرق بیان کرنے میں مشائخ کی عبارات مختلف ہیں بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اجیر مشترک اس کو کہتے ہیں کہ جو کام سپرد کرنے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی جان کام کرنے کے لئے سپرد کرنے سے مستحق نہیں ہوتا ہے اور اجیر خاص وہ ہے کہ جو اپنی جان کام کرنے کے لئے سپرد کرنے اور مدت گزر جانے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے اور اجرت کے استحقاق کے واسطے کام تیار ہونا اس کے حق میں شرط نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اجیر مشترک وہ شخص ہے جو ہر ایک کا کام تیار کرنے کے واسطے لیتا ہے اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک ہی شخص سے لیتا ہے اور واضح ہو کہ کام کر دینے سے اجرت کا مستحق ہونا پہلی تعریف کے موافق جب ہی معلوم ہوگا کہ عقد اجارہ کام پر واقع ہو مثلاً ایک درزی کو اجیر مقرر کیا کہ میرا یہ کپڑا ایک درہم پر سی دے یعنی سی دے یہ کپڑا ایک درہم پر یا دھوبی کو مقرر کیا کہ دھو دے یہ کپڑا ایک درہم پر اور اپنے نفس کو کام کے واسطے سپرد کرنے اور مدت گزر جانے سے اجرت کا مستحق ہونا جب ہی معلوم ہوگا کہ عقد اجارہ مدت پر واقع ہو مثلاً کسی شخص کو ایک مہینہ کے لئے اجارہ پر لیا تا کہ میری خدمت کیا کرے قال المترجم وقوع اجارہ کام یا مدت پر بنا بر اختلاف عبارات ہے اور فصیح عبارات اردو میں ہمیشہ فعل مابعد مدت و عمل و اجرت کے واقع ہوتا ہے پس زبان اردو میں وقوع بدوں تصریح مشکل ہے ہاں زبان عربی میں آسان ہے وقد مرمنا الکلام مفصلا فی بعض المواضع فتذکر اور عقد اجارہ کا کام پر واقع ہونا بشرطیکہ کام معلوم ہو بدوں بیان مدت کے صحیح ہے مگر عقد اجارہ کا مدت پر واقع ہونا بدوں نوع عمل بیان کرنے کے نہیں صحیح ہے۔

اجیر مشترک کا حکم یہ ہے کہ بدوں اس کے فعل کے جو کچھ اس کے پاس تلف ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اجیر مشترک اس کا ضامن نہ ہوگا ☆

اگر کسی شخص نے کام و مدت دونوں کو عقد اجارہ میں بیان کیا مگر پہلے کام کا ذکر کیا مثلاً معدود بکریاں چرانے کے واسطے ایک

مہینہ کے لئے کسی کو ایک درہم پر اجیر مقرر کیا تو یہ اجیر اجیر مشترک قرار دیا جائے گا لیکن اگر آخر کلام میں اجیر خاص کا حکم صریح بیان کر دے تو اجیر خاص ہو جائے گا مثلاً یوں بیان کر دے کہ بشرطیکہ تو میری بکریوں کے ساتھ دوسرے کی بکریاں نہ چرائے اور اگر اس نے پہلے مدت بیان کر دی مثلاً ایک مہینہ کے واسطے بکریاں معدود چرانے کے لئے کسی کو ایک درہم پر اجیر مقرر کیا تو یہ اجیر خاص قرار دیا جائے گا لیکن اگر آخر کلام میں اجیر مشترک کا حکم صریح بیان کر دیا مثلاً یوں کہہ دیا کہ تجھ کو اختیار ہے اگر تیرا جی چاہے تو دوسرے کی بکریاں بھی میری بکریوں کے ساتھ چرانا کذا فی الذخیرہ اور اوجہ عبارت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اجیر مشترک وہ ہے کہ جس کا اجارہ کسی عمل معلوم پر مع بیان عمل واقع ہو اور اجیر خاص اس کو کہتے ہیں کہ جس کا عقد اس کے منافع پر واقع ہو اور منافع اس کے کسی طرح معلوم نہ ہوں مگر صرف مدت یا مسافت کے بیان کرنے سے یہ تبیین میں مذکور ہے۔ اجیر[1] خاص کا حکم یہ ہے کہ ایسا اجیر بالاجماع امین ہوتا ہے حتیٰ کہ جو کچھ اس کے کام سے تلف ہو اس کی ضمان اس پر واجب نہیں ہوتی ہے لیکن اگر کام میں مخالفت کرے تو ضمان ہوگی اور مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مستاجر نے اس کو کسی کام کا حکم دیا اس نے سوائے اس کے دوسرا کام کیا تو اس صورت میں اس مخالفت سے جو نتیجہ پیدا ہوا اس کا ضامن ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اجیر مشترک کا حکم یہ ہے کہ بدوں اس کے فعل کے جو کچھ اس کے پاس تلف ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اجیر مشترک اس کا ضامن نہ ہوگا اور یہی قول امام زفر و حسن بن زیاد کا ہے اور یہ قول قیاس ہے خواہ ایسے سبب سے تلف ہو کہ جس سے احتراز ممکن ہے جیسے غصب و سرقہ وغیرہ یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہے جیسے اکثر آگ لگ گئی یا ایسا ہی ڈاکہ پڑا وغیرہ ذلک اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر ایسے امر سے تلف ہو جس سے احتراز ممکن ہے تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے سبب سے تلف ہو جس سے احتراز ناممکن ہے تو ضامن نہ ہوگا کذا فی المحیط۔

بعضے مشائخ نے فتویٰ دیا کہ باہم دونوں یعنی اجیر و مستاجر صلح کر لیں تاکہ دونوں قولوں پر عمل ہو جائے اور شیخ امام ظہیر الدین مرغینانیؒ امام اعظمؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور کتاب عدہ کے مصنف نے فرمایا کہ میں نے ایک روز امام ہمام ظہیر الدینؒ سے دریافت کیا کہ مشائخ میں سے جن لوگوں نے صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے اگر اس صورت میں خصم نے صلح کرنے سے انکار کیا تو کیا اس پر صلح کے واسطے جبر کیا جائے گا فرمایا کہ پہلے میں بھی صلح کرنے کا فتویٰ دیا کرتا تھا پھر میں نے اسی وجہ سے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا اور قاضی امام فخر الدین بھی امام اعظمؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور کتاب الابانہ میں لکھا ہے کہ فقیہ ابو اللیثؒ نے اس مسئلہ میں امام اعظمؒ کا قول اختیار کیا ہے اور میں بھی اسی قول پر فتویٰ دیتا ہوں کذا فی التاتارخانیہ۔ اس زمانہ میں لوگوں کے حالات دینات بدل جانے سے صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور اس ذریعہ سے لوگوں کے مالوں کی حفاظت ہو سکتی ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ پھر واضح ہو کہ موافق مذکورہ بالا کے صاحبینؒ کے نزدیک ضمانت کا لزوم فقط ایسی صورت میں ہے کہ اجیر مشترک کو جو چیز اجارہ پر دی ہے اس نے اس چیز میں کوئی کام بنایا ہو اور اگر کوئی کام اس میں نہ بنایا ہو مثلاً غلاف بنانے کے واسطے ایک مصحف مجید دیا یا تلوار دی یا دستہ بنانے کے واسطے چھری دی پھر ان میں سے کوئی چیز جاتی رہی تو بالاجماع ضامن نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کو باجرت نقطہ لگانے کے واسطے قرآن مجید دیا اور اس کا غلاف اجیر کے پاس ضائع ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کو رومال میں لپیٹ کر رفو کرنے کے واسطے کوئی کپڑا دیا پھر اس کا رومال ضائع ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کو ترازو اس غرض سے دی کہ اس کے پلہ درست کر دے اور وہ ترازو جس خانہ میں رکھی تھی وہ ضائع ہو گیا تو بھی ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

خلاصہ و خانیہ میں ہے کہ اگر مستاجر نے عقد اجارہ میں اجیر سے ضمان لینے کی شرط ٹھہرائی پس اگر ایسے سبب سے تلف شدہ کی

---

[1] اجیر خاص نوکر خاصہ اور اجیر عام جیسے دھوبی وغیرہ۔

ضمان کی شرط لگائی جس سے احتراز ناممکن ہے جیسے موت وغیرہ تو بالاتفاق عقد اجارہ فاسد ہے اور اگر ایسے سبب سے تلف شدہ ضمان کی شرط لگائی جس سبب سے احتراز ممکن ہے جیسے سرقہ وغیرہ تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس میں بھی وہی حکم ہے مگر صاحبینؒ کے نزدیک عقد و شرط صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب صاحبینؒ کے مذہب کے موافق اجیر مشترک پر ضمان واجب ہوئی پس اگر کام بنانے سے پہلے وہ چیز تلف ہوئی ہو تو متاجر بدوں تیار ہوئی چیز کے حساب سے اس کی قیمت ڈانڈ لے گا اور اجیر کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر کام تیار ہو جانے کے بعد وہ چیز تلف ہوئی ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجیر سے بنی ہوئی چیز کی قیمت کے حساب سے لے کر اس کو مزدوری دے دے اور وہ مزدوری ضمان سے وضع کر دے یا بے بنی ہوئی چیز کے حساب سے اجیر سے ضمان لے اور متاجر پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اجیر مشترک کے پاس جو چیز اجارہ کی اس کے فعل سے تلف ہوئی مثلاً دھوبی کے دھونے میں کپڑا پھٹ گیا یا اس نے گٹی چونہ پر پھیلا دیا اور وہ جل گیا یا حمال پھسل پڑا تو ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک اجیر ضامن ہوگا کذا فی المحیط۔ خواہ اس نے شرط عقد سے مخالفت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ینابیع میں ہے پھر واضح ہو کہ جو کچھ اجیر مشترک کے ہاتھ سے نقصان ہوا اس کی ضمان اجیر کے ذمہ فقط ایسی صورت میں واجب ہوگی کہ جب محل عمل یعنی جس چیز میں کام بنانا قرار پایا ہے اجیر کے سپرد ہوا اور ایسی طرح سپرد ہو کہ اگر مشتری فرض کیا جائے تو ضمان عقد لازم لائے اور شے مضمونہ ایسی چیزوں میں سے ہو کہ جس کی ضمان بوجہ عقد کے لازم آتی ہے اور اجیر کی وسعت میں اس کا دفع کرنا بھی ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

پھر جس صورت میں موافق مذہب علمائے ثلاثہ کے اجیر مشترک پر اس کے ہاتھ کے نقصان کی وجہ سے ضمان لازم آئی تو متاجر کو اختیار ہے چاہے اپنی چیز قیمت کی ضمان بے بنی ہوئی کے حساب سے لے لے اور اس کو اجرت نہ دینی ہوگی یا بنی ہوئی چیز کی قیمت کے حساب سے ڈانڈ لے مگر اجیر کو اس کا اجر المثل دینا پڑے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور تجرید میں لکھا ہے کہ اگر چراغ سے اجیر کا گھر جل گیا تو متاجر کی چیز کا ضامن[1] ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی شخص نے زید کو اپنے کپڑے کے سینے یا دھونے کے واسطے اجیر مقرر کیا اس نے کپڑے کو اپنے قبضہ میں لیا مگر بدوں اس کے کسی فعل یا تعدی کے کپڑا اس کے پاس تلف ہو گیا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے واضح ہو کہ جو شخص مثل دھوبی و درزی کے اجیر مشترک ہوا گر کام تیار کرے تو اجارہ کی چیز بعد تیار ہونے کے مالک کو واپس کرے اور واپسی کا خرچہ بذمہ اجیر مشترک ہے کپڑے کے مالک پر نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر اجیر مشترک گائے و بکری وغیرہ کا چرواہا ہو کہ عام لوگوں کے جانور چراتا ہو تو جو جانور اس کے خلاف عادت ہانکنے یا خلاف عادت مارنے سے تلف ہوا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اجیر ان جانوروں کو پانی پلانے لے گیا وہاں پل پر جانوروں کا ازدحام ہو گیا اور بعضوں نے بعضوں کو بسبب کشمکش کے ڈھکیلا اور سب دریا میں گر کر ہلاک ہو گئے تو لوگوں کو اس کی قیمت ڈانڈ ادا کرے یہ ینابیع میں ہے۔ زید نے عمرو کو کوئی چیز کام بنانے کے واسطے اجیر مشترک کے طور پر دی اور وہ عمرو کے پاس تلف ہو گئی پھر خالد نے عمرو پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور عمرو سے اس چیز کی قیمت کی ضمان وصول کر لی تو عمرو اس مال ضمان کو زید سے نہیں لے سکتا ہے جیسا کہ عاریت میں حکم ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر اجیر مشترک نے جانوروں کو ہانکا اور بعض نے بعض کو سینگوں سے مار ڈالا یا پیروں سے روند ڈالا تو ضامن ہوگا اور اگر اجیر خاص ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر نر جانور مادہ جانور پر کودا اور اس باعث سے تلف ہوا تو ضامن[2] نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور جو شخص کاروان سرائے کی حفاظت کے واسطے مزدور مقرر ہوا ہے اگر سرائے سے کوئی شے چوری کر جائے تو اجیر ضامن نہ ہوگا کیونکہ اجیر فقط دروازہ کا نگہبان ہے اور مال اپنے اپنے مالکوں کی حفاظت میں ہے اسی طرح اگر رات میں مال چوری ہو گیا تو چوکیدار ضامن نہ ہوگا یہ ملتقط میں ہے۔ ناصری میں لکھا ہے کہ کاشتکار نے گائے چرنے کو چھوڑ دی وہ چوری ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان و تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] یعنی یہ سبب سقط ضمان نہیں ہے۔ [2] یعنی اجیر مشترک۔

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دریائے فرات کے کنارہ سے ایک مٹکا اٹھا کر فلاں مقام معلوم تک پہنچانے کے واسطے ایک حمال مقرر کیا راہ میں حمال گر کر مٹکا ٹوٹ گیا تو علماء ثلاثہ کے نزدیک مستاجر کو اختیار ہے کہ چاہے اجیر سے وہ قیمت ڈانڈ وصول کرے جو فرات کے کنارے اس کی قیمت ہے یعنی جہاں سے لایا ہے وہاں جس قیمت کو ملتا ہے وہ قیمت لے لے اور کچھ اجرت نہ دینی ہوگی یا جہاں ٹوٹا ہے وہاں کی قیمت لے لے اور حساب کر کے یہاں تک کہ جو اجرت نکلے وہ اجرت دے دے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ راہ میں مٹکا ٹوٹ جائے اور اگر مقام معلوم تک پہنچ کر اس کا پاؤں پھسلا یا سر سے چھوٹ پڑا اور ٹوٹ گیا تو حمال کو پوری اجرت ملے گی اور اس پر ضمان لازم نہ آئے گی اور یہ روایت قاضی صاعد نیشاپوری سے اس طرح جیسا ہم نے بیان کیا ہے منقول ہے اور یہ نقل امام محمدؒ کے دوسرے قول کے موافق ہے لیکن پہلے قول کے موافق یہ حکم ہے کہ اجیر پر ضمان لازم آئے گی اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ جب یہ جنایت اس کے فعل سے لازم آئی ہو اور اگر اس کے فعل سے لازم نہ آئے پس اگر ایسے سبب سے یہ نقصان لازم آیا جس سے تحرز ممکن نہیں ہے تو بالاجماع اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اس کو پوری اجرت ملے گی اور اگر ایسے سبب سے نقصان ہو جس سے احتراز ممکن تھا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضمان واجب ہوگی اور در صورت اس کے فعل سے تلف ہونے کے مالک کو ضمان لینے کا اختیار بروجہ[1] سے سابق ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر حمال کے سر پر سے اسباب چوری ہو گیا پس اگر اسباب کا مالک ساتھ نہ ہو تو بالاجماع حمال پر ضمان نہیں آتی ہے اگرچہ صاحبینؒ کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوا کرتا ہے اور اگر مالک ساتھ نہ ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اسی طرح جس رسی سے بھٹیارا حمل کو باندھتا ہے اگر بھٹیارے کے ہانکنے سے وہ رسی ٹوٹ جائے تو وہ ضامن ہے اور اگر جانور کے ہانکنے میں نہ ٹوٹی دوسری طرح ٹوٹی مثلاً جانور کھڑا ہوتا تھا اتنے میں ہوا کا جھونکا آیا اس نے بوجھ کو پیٹھ پر سے پھسلایا اور جانور بھڑکا اور رسی ٹوٹ گئی تو اس پر ضمان نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر اس نے مالک کے اسباب کی رسّی سے بوجھ لادا اور رسّی ٹوٹ گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک حمال ٹھہرایا کہ گھی کی مشک اٹھا کر پہنچائے پس مالک اور حمال دونوں نے مل کر اس غرض سے اٹھایا کہ حمال کے سر پر رکھ دے اور وہ اٹھانے میں پھٹ گئی تو حمال ضامن نہ ہوگا اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر حمال نے راستہ میں مشک اتار کر رکھ دی پھر اٹھانی چاہی اور مالک سے اٹھوانے میں مدد مانگی اور دونوں نے مل کر اس کو اٹھایا اور وہ پھٹ گئی تو حمال ضامن ہوگا کیونکہ مشک گھی کی حمال کی ضمانت میں آ چکی تھی اور اگر مالک کے مکان میں پہنچ کر حمال و مالک نے مل کر اس کو اتارنا چاہا اور دونوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر کر ناقص ہو گئی تو حمال ضامن ہوگا اور قیاس چاہتا ہے کہ حمال نصف قیمت کا ضامن ہو اور اسی کو فقیہ اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر زید نے حمال سے کہا کہ اس کا کرایہ آدھا درہم اور اس کا کرایہ ایک درہم دوں گا ان میں جو بوجھ تو چاہے اٹھا کر لے چل اس نے دونوں کو یکبارگی اٹھا لیا تو اس کو دونوں کا نصف کرایہ ملے گا اور اگر تلف ہوں تو دونوں کا ضامن ہوگا اور اگر اس نے ایک بوجھ پہلے اٹھایا ہو تو دوسرے کے اٹھانے میں متطوع یعنی مفت احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر تلف ہو جائے تو ضامن ہوگا کیونکہ اس نے بلا اجازت اٹھا لیا ہے اور اگر کسی شخص کو مردار کی کھال اٹھانے کے واسطے اجیر مقرر کیا اس نے اس کی دباغت کر دی اور وہ تلف ہو گئی یا تلف کر دی تو اس کو اجرت نہ ملے گی اور نہ اس پر ضمانت واجب ہوگی کیونکہ وہ مال نہیں ہے اور اگر عمرو کو اس واسطے مزدور کیا کہ یہ درہم اٹھا کر فلاں شخص کو پہنچا دے اس نے بیچ راہ میں اس کو خرچ کر ڈالا اور ان کے مثل فلاں شخص کو ادا کر دیئے تو عمرو کو کرایہ نہ ملے گا کیونکہ ضمان ادا کرنے سے عمرو ان درہموں کا خود مالک ہو گیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] قولہ بروجہ سابق یعنی ابتدائے مسافت کی قیمت لے اور اجرت نہ دے یا اس مقام کی قیمت لے اور اجرت دے۔

اگر کچھ بوجھ اٹھانے کے واسطے دو حمال مقرر کیے ان میں سے ایک نے تمام بوجھ اٹھا کر پہنچا دیا پس اگر دونوں حمالوں میں عقد شرکت ہوتو پوری اجرت واجب ہوگی اور وہ دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر دونوں میں عقد شرکت نہ ہوتو ایک کو نصف اجرت ملے گی اور باقی نصف کے اٹھانے میں وہ حمال مفت احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر حمال نے مقام مشروط تک پہنچا دیا پھر مالک نے کہا کہ اس کو اپنے پاس رکھ اس نے رکھا اور وہ ضائع ہوگیا تو ضامن نہ ہوگا اور اجرت کامل واجب ہوگی اور اگر حمال نے جس وقت مالک نے مانگا ہے اپنی مزدوری کے واسطے روک لیا ہوتو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ حمال کو تاوقتیکہ بوجھ سر سے اتار کر نہ رکھے مزدوری طلب کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مستاجر کے گھر پر لایا اور گھر میں لے آیا وہاں لغزش کھائی اور بوجھ گر کر ناقص ہوگیا یا سر سے اتارنے میں گر کر تلف ہوا تو ضامن[1] ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص نے اس کو توڑ ڈالا تو حمال ضامن نہ ہوگا اور اس کا کرایہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیثؒ میں لکھا ہے کہ اگر حمال نے بوجھ کو میدان میں اتارا اور باوجودیکہ اس کو وہاں سے منتقل کر سکتا تھا مگر نہ کیا یہاں تک کہ چوری یا پانی برسنے سے اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہوگا اور مراد[2] یہ ہے کہ جب چوری یا مینہ کا غالب احتمال ہو کذا فی الفصول العمادیہ۔ ایک شخص نے باردان اٹھانے کے واسطے ایک مزدور مقرر کیا کہ فلاں مقام تک پہنچائے راہ میں وہ باردان خود ہی پھٹ گیا اور جو کچھ اس میں تھا باہر نکل پڑا تو شیخ ابو بکرؒ نے فرمایا کہ مثل ایسے حمال کے جس کی رسی ٹوٹ جائے اور وہ ضامن ہوتا ہے یہ بھی ضامن ہوگا اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول کے قیاس پر ضامن نہ ہوگا شیخ فخرالدینؒ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں یہ کبریٰ میں ہے۔ منتقی میں لکھا ہے کہ اگر حمال اس کو اپنی گردن پر اٹھائے ہو اور اس نے لغزش کھائی اور جو کچھ اس میں تھا وہ بہہ گیا حالانکہ مالک اس کے ساتھ ہے تو حمال ضامن ہے۔

شیخ ابو حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا ایک مسئلہ اور اُن کا فقیہانہ فیصلہ ☆

اگر لوگوں نے حمال پر اژدھام کیا یہاں تک کہ کشمکش میں وہ ظرف ٹوٹ گیا تو بالاجماع حمال ضامن نہ ہوگا اور اگر خود ہی حمال نے اژدھام کیا یعنی ہجوم میں گھس گیا یہاں تک کہ ظرف ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے ٹوٹنے کے وقت[3] کی قیمت کی ضمان لے مگر اس میں بقدر اس کی اجرت کے جہاں تک لایا ہے حساب کر کے وضع کر دے یا جہاں سے لادا ہے وہاں کی قیمت لے لے اور صورت میں کچھ اجرت نہ دینی پڑے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک بھاڑے والا ایک گاؤں سے دوشاب لاد کر شہر میں لاتا تھا پھر وہ راہ میں اتر کر مشک بھری ہوئی رکھ دی اور سو رہا اور کتے نے آ کر مشک پھاڑ ڈالی اور دوشاب ضائع ہوگیا پس اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے یتیمیہ میں لکھا ہے کہ شیخ ابو حکیمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ترکمان کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ یہ دوشاب مرو سے بلخ تک پہنچائے اس نے منظور کیا پھر جب بیچ راہ میں پہنچا تو وہاں ایک پل نظر آیا اور اس میں پتھر پڑا ہوا تھا پھر جب اس پل سے عبور کا قصد کیا تو اونٹ کا پاؤں رپٹا اور اس کے گرنے سے دوشاب تلف ہوگیا حالانکہ اس پل سے باوجود اس پتھر کے لوگ آمد و رفت رکھتے تھے پس آیا یہ ترکمان ضامن ہوگا یا نہیں تو شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ جو ترکمان اونٹ چلاتا تھا اس پر ضمان واجب ہے اور یہی مسئلہ شیخ یوسف بن احمد سے دریافت کیا گیا انہوں نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر جانور بھڑک کر بھاگا اور اسباب اس کے اوپر سے گر کر تلف ہوا تو بھاڑے والا ضامن نہ ہوگا اور اگر مالک اسباب کے ہانکنے یا ناتھ پکڑ کر چلانے سے جانور پھسل پڑا تو بھاڑے والا ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر بھاڑے والے اور مالک دونوں کے ہانکنے سے ایسا ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے

[1] ضامن ہوگا یہ روایت سابق کی مخالف ہے کیونکہ مستاجر کے مقام پر پہنچنے سے کام اس کے سپرد ہو چکا ہے۔ [2] مثلاً وہاں جنگل میں چور رہتے ہوں۔
[3] وقت یعنی جہاں ٹوٹا ہے وہاں کیا قیمت ہے۔

اور اگر اسباب کا مالک جانور پر سوار ہوا اور اس کا اسباب دوسرے جانور پر لدا ہوا اور مالک ان کے ساتھ چلتا ہو تو بھاڑے والا ضامن نہ ہوگا اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اگر جانور پر اسباب لادا اور مالک اسباب اس جانور پر سوار ہوا اور جانور کی لغزش سے اسباب تلف ہوا تو بھاڑے والا ضامن نہ ہوگا اور اگر سوار نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ پاؤں پیدل چلتا ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بھٹیارا ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔

اگر اسباب بسبب حرارت آفتاب یا بردوت باران کے خراب ہو گیا تو امام کے نزدیک بھٹیارا ضامن نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اسی طرح اگر جانور کی پیٹھ پر سے مال چوری ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس کی پیٹھ پر کوئی غلام سوار ہوا اور جانور کے مالک نے جانور ہانکا اور جانور لغزش کھا کر گر پڑا اور غلام مر گیا تو جانور کا مالک غلام کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ غلام اس کی ضمان و قبضہ میں نہیں ہے بلکہ خود اپنے قابو میں ہے بخلاف اسباب کے اور اگر غلام ایسا بچہ ہو کہ خود ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا ہے تو ضامن ہوگا جیسا کہ کپڑے یا جانو کی تلف میں کہ اگر اس کے ہانکنے سے تلف ہو تو ضامن ہوتا ہے کذا فی الوجیز الکردری اور صحیح حکم اس صورت میں یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں یعنی غلام بالغ ہو یا ایسا بچہ ہو کچھ فرق نہیں ہے اور عقد اجارہ میں مثل مرد آزاد کے غلام کا بھی ضامن نہ ہوگا یہ تمرتاشی میں لکھا ہے۔ قلت اور صریح امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ کرایہ کے جانور پر اسباب کے ساتھ مالک اسباب کا کوئی غلام نابالغ سوار ہوا اور جانور کو اس کی سواری کی شرط سے کرایہ پر لیا ہو پھر جانور نے لغزش کھائی اور غلام مع اسباب گر کر ضائع ہوا تو جانور کا مالک غلام کا ضامن نہ ہوگا اور اسباب کا ضامن ہوگا اگرچہ غلام کی ہلاکت بھٹیارے کے فعل سے ہوئی ہے پھر واضح ہو کہ اسباب کا ضامن بھی جب ہی ہوگا کہ غلام ایسا نادان ہو کہ اس سے اسباب کی حفاظت نہ ہو سکتی ہو ورنہ اگر غلام اسباب کی حفاظت کرنے کے لائق ہو تو جانور کا مالک اسباب کا بھی ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے زید کو مقرر کیا کہ اپنے جانور پر میرا شیرہ انگور فلاں مقام تک کرایہ پر پہنچا دے اس نے پہنچا دیا اور جب اتارنے کا قصد کیا تو ایک طرف کی گون پکڑ لی اور دوسری طرف کی گون پھینک دی مگر پھینکنے سے اس کی مشک جن میں شیرہ انگور تھا پھٹ گئی تو شیخ نے فرمایا کہ مشک اور شیرہ انگور کے نقصان کا ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ فتاویٰ فضلی میں لکھا ہے کہ زید نے کچھ بوجھ عمرو کو دیا کہ اس کو لاد کر فلاں مقام تک پہنچائے اور شرط کر لی کہ رات میں روانہ ہوا کرے اور زید خود بھی ساتھ ہوا پھر مع اسباب کے جانور ضائع ہو گیا پس اگر عمرو نے جانور کی حفاظت چھوڑ دینے سے خود ضائع کر دیا تو بلا خلاف[1] ضامن ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا بلکہ جانور خود ضائع ہوا تو عمرو پر الزام نہیں ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا بخلاف قول صاحبینؒ کے کہ ان کے نزدیک ضامن ہوگا مگر لازم یہ تھا کہ بلا خلاف ضامن نہ ہوتا درحالیکہ زید اس کے ساتھ چلتا تھا لیکن اس جنس کے دلائل اور شروط مرغینانی میں اس مقام پر بالاجماع ضامن ہونے کی روایت صریحہ مذکور ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر موج کے تھپیڑے سے یا ہوا کے جھونکے یا پہاڑ کی ٹکر سے جو کچھ غرق ہو گیا ملاح اس کا ضامن نہ ہوگا اور اگر ملاح کے کھینچنے یا کسی یا کسی اس کے فعل سے کچھ غرق ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر کشتی ٹوٹ کر غرق ہو گئی پس اگر ملاح کا قصور ہے کہ اس کے فعل سے ایسا ہوا تو ضامن ہوگا ورنہ نہیں اور اگر مالک اسباب یا اس کا وکیل کشتی میں موجود ہو تو ملاح فقط تعدی کی صورت میں ضامن ہوگا ان صورتوں میں ضامن نہ ہوگا کیونکہ اسباب اس کے قبضہ میں ہے ملاح کے پاس مضمون نہیں ہے اور اگر دو کشتیاں ہوں کہ ایک میں خود سوار ہو اور اسباب دوسری میں ہو تو بھی ملاح سوائے تعدی کی صورت کے

[1] یعنی بالاتفاق ضامن ہوگا۔

ضامن نہ ہوگا چنانچہ دو جانوروں کی صورت میں سفر خشکی میں یہی حکم ہے اسی طرح اگر مالک اسباب فریضہ نماز یا کسی دوسری ضرورت سے باہر آیا مگر اسباب اس کی نظر سے غائب نہیں ہوا تو بھی ملاح بدوں تعدی کرنے کے کسی صورت میں ضامن نہ ہوگا اور اگر کشتی کسی مقام تک پہنچ گئی پھر اس کو ہوا کے جھونکے یا موج کے تھپیڑے نے لوٹا دیا یا خشکی میں جانور راہ میں سے لوٹ پڑا پس اگر مالک اسباب کشتی میں یا جانور پر سوار ہوا تو اجرت واجب ہوگی اور جانور والے سے لوٹ لے چلنے کا مطالبہ نہ کرے گا لیکن اگر کشتی کو ہوا کا جھونکا کسی ایسی جگہ بہالے جائے جہاں مالک اسباب اپنے اسباب پر قبضہ نہیں کر سکتا ہے تو ملاح باجرت لوٹا لے جانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر مالک اسباب یا اس کا وکیل اس اسباب کے ساتھ موجود نہ ہوئے تو پہلی اجرت پر لوٹا لے جانے کے واسطے ملاح مجبور کیا جائے گا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر ملاح نے بضرورت کچھ آگ کشتی میں رکھ لی اور اس کے باعث سے کشتی جل گئی تو ملاح اسباب کا ضامن نہ ہوگا اگرچہ مالک اسباب کشتی میں موجود نہ ہو یہ تمرتاشی میں لکھا ہے۔

ایک کشتی میں کچھ عیب تھا اس کو ایک شخص نے کرایہ پر لیا کہ یہ اسباب اس پر لاد کر پہنچا دے پھر ملاح نے اس کشتی میں دوسرے شخص کا کچھ اسباب بھی بدوں پہلے مستاجر کی رضامندی کے داخل کر دیا حالانکہ کشتی اس قدر بوجھ کو بخوبی اٹھا سکتی تھی مگر جل کر کشتی غرق ہوگئی اور مستاجر کشتی کے ساتھ موجود ہے تو ملاح ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ شیخ علی بن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کشتی آدمیوں اور اسباب سے خوب بھری ہوئی ہے زمین سے لگی ہوئی ہے کہ اس کے غرق ہو جانے کا سب کو خوف ہے پھر بعضے آدمی اس میں سے نکلے اور دوسری کشتی کرایہ پر کر لی اس میں کچھ لوگ سوار ہیے اور کچھ اسباب نکال کر لاد دیا اور کئی بار ایسا کیا یہاں تک کہ پہلی کشتی ہلکی ہوگئی اور چل نکلی اور اجرت میں کسی قدر دیناروں پر سب نے اتفاق کیا پس آیا یہ اجرت انہیں لوگوں پر پڑے گی جنہوں نے عقد اجارہ کیا ہے یا سب آدمیوں اور اسباب پر پڑے گی اور جو کچھ ان لوگوں نے کیا اس پر اسباب والے راضی تھے تو فرمایا کہ اجرت انہیں لوگوں پر واجب ہوگی جنہوں نے عقد اجارہ قرار دیا ہے اور باہم موافقت کرنا بہتر ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر بہت سی کشتیاں ہوں اور اسباب کا مالک یا اس کا وکیل کسی ایک کشتی میں موجود ہو تو جس کشتی میں مالک اسباب یا اس کا وکیل ہے اگر اس میں سے کچھ جاتا رہے تو ملاح اس کا ضامن نہ ہوگا اور ماسوائے اس کے ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ سب امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اسی مقام پر فرمایا کہ جب کشتیاں بہت ہوں تو ایسی صورت میں امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول بھی ہے یعنی اگر بہت کشتیاں اس طرح چلتی ہوں کہ سب ساتھ ہی روانہ ہوتی ہوں اور ساتھ ہی لنگر کرتی ہوں تو ملاح پر کسی کشتی کے اسباب جانے سے ضمان لازم نہ آئے گی اگرچہ باہم کشتیاں آگے پیچھے چلتی ہوں اسی طرح حمال کا حال ہے کہ اگر اس پر اسباب لدا ہو اور مالک اسباب اونٹ پر سوار چلتا ہو تو حمال ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک ملاح نے لوگوں کے اسباب سے کشتی بھر کر رات میں کنارے باندھ دی پھر اس میں سوراخ ظاہر ہوئے جن کی راہ سے پانی بھر گیا اور کشتی غرق ہوگئی اور اسباب سب تلف ہوگیا تو ملاح ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ عادت کے موافق اس طرح کشتی چھوڑ دی جاتی ہو اور اگر مالک اسباب نے ملاح سے کہا کہ یہاں اس کنارے کشتی کو باندھ دے اس نے وہاں لنگر نہ کیا چلا گیا یہاں تک کہ موج سے غرق ہوگئی تو ملاح ضامن ہوگا بشرطیکہ جب مالک نے کہا تھا اس حالت میں کشتیوں کے باندھ دیئے جانے کا دستور ہو یہ قنیہ میں ہے۔ ایک جولاہا اپنے خسر کے ساتھ ایک مکان میں رہا کرتا تھا پھر ایک مکان کرایہ پر لے کر مع اسباب وہاں اٹھ گیا اور سوت وہیں

چھوڑ دیا وہ ضائع ہو گیا پس اگر سوت کو جہاں تھا وہاں سے دوسرے مکان میں نہیں لے گیا اور نہ اپنے خسر کو ودیعت دیا تو ضامن[1] نہ ہوگا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر حال میں ضامن ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کپڑا بننے کے واسطے دوسرے کو سوت دے دیا اس نے دوسرے جولاہے کو بننے کے واسطے دے دیا اس کے ہاتھ سے چوری ہو گیا پس اگر دوسرا جولاہا پہلے کا اجیر ہو تو دونوں میں سے کوئی ضامن نہ ہوگا اور اگر دوسرا جولاہا اجنبی ہو تو پہلا جولاہا ضامن ہوگا اور دوسرا ضامن نہ ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلی صورت میں مطلقاً ضامن ہوگا اور اجنبی ہونے کی صورت میں مالک کو اختیار ہے چاہے پہلے سے ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے یہ خلاصہ میں ہے اور جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ سنار وغیرہ نے اگر دوسرے کو ڈھالنے کے واسطے دے دیا تو ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے زید کا سوت کپڑا بننے کے واسطے لیا اور اپنے استاد کے گھر میں رکھ دیا وہاں سے غائب ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

ایک جولاہے نے جہاں کپڑا بنتا تھا یعنی کارگاہ میں سوت چھوڑ دیا وہاں سے چوری ہو گیا پس اگر کارگاہ کا گھر حصین ہو کہ اس میں اس قسم کے اسباب رکھے جاتے ہوں تو جولاہا ضامن نہ ہوگا اور اگر اس میں اس قسم کے اسباب نہ رکھے جاتے ہوں پس اگر سوت کے مالک اس گھر میں رکھنے سے راضی ہوں تو بھی ضامن نہ ہوگا اور اگر راضی نہ ہوں تو ضامن ہوگا اور جولاہے پر کارگاہ میں رات کو رہنا واجب نہیں ہے بلکہ اگر اس نے قفل بند کر دیا اور رات میں وہاں سے چلا گیا تو ضامن نہیں ہے اور اگر کارگاہ میں سے ایک دو مرتبہ چوری ہو گئی ہو تو دو ایک مرتبہ چوری ہونے سے وہ مکان محفوظ و حصین ہونے سے خارج نہیں ہو سکتا ہے یعنی اگر حصین کے معنی پائے جاتے ہوں تو ایک دو مرتبہ چوری ہونے سے یہ نہ کیا جائے گا کہ حصین نہیں ہے لیکن اگر بہت مرتبہ چوری ہو جائے تو حصین نہ رہے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک جولاہے نے ایسے زمانہ میں کہ چوروں کا ہر طرف غل تھا اور غلبہ تھا کپڑے کو بارگاہ میں چھوڑ کر دروازہ بند کر کے راہ میں دوسری جگہ جا کر سویا اور کپڑا چوری ہو گیا پس اگر ایسے وقت میں ایسے مکان میں کپڑا اس طرح چھوڑ دیا جاتا ہو تو جولاہا ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک جولاہے نے کپڑا بن کر اپنے مکان میں رکھ لیا مالک کو واپس نہ کیا اور چوری ہو گیا تو آیا جولاہا ضامن ہوگا یا نہیں پس جو امام فقیہ یہ فرماتے ہیں کہ واپسی کی مشقت و خرچہ اجیر مشترک کے ذمہ ہوتا ہے ان کے قول کے موافق اگر جولاہا واپس کر سکتا تھا اور واپس نہ کیا تو ضامن ہوگا اور جو امام فقیہ یہ فرماتے ہیں کہ مالک کے ذمہ ہے ان کے قول کے موافق ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک جولاہے نے کپڑا بن کر باہر نکالا اور مالک سے کہا کہ میں کپڑا تیار کر کے لاتا ہوں آ کر لے جا اس نے جواب دیا کہ آج تیرے پاس رہے گا میں کل کے روز آ کر لے جاؤں گا رات کو چور لے گئے تو جولاہا ضامن نہ ہوگا کیونکہ مالک کے اس کہنے سے کہ آج تیرے پاس رہے گا وہ جولاہا مستودع ہو گیا اور اگر مالک نے یوں نہ کہا ہو کہ آج تیرے پاس رہے اور کام تمام ہو جانے کے بعد چوری ہو گیا تو بعض نے فرمایا کہ اگر جولاہے سے واپس کرنا ممکن تھا اور اس نے واپس نہ کیا تو ضامن ہوگا مگر چاہئے یہ ہے کہ اگر اس نے بعوض اجرت کے روک رکھا ہو تو ضامن نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس پر واپس کرنا واجب نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص نے ایک جولاہے کو کچھ کپڑا ایسا کہ کچھ اس میں سے بنا ہوا تھا اور کچھ بغیر بنا ہوا تھا دیا یہ کپڑا جولاہے کے پاس سے

---

[1] ضامن نہ ہوگا اقول صحیح یہ ہے کہ اگر وہاں لے گیا یا اپنے خسر کو ودیعت دیا تو تلف ہونے سے سوت کے مالک کا ضامن نہ ہوگا اور اگر چھوڑ گیا یا ودیعت نہ دیا تو ضامن ہوگا واللہ اعلم۔

چوری ہوگیا تو نوازل میں لکھا ہے کہ جس امام کے نزدیک اجیر مشترک ہر ایسی چیز کا ضامن ہوتا ہے جو اس کے پاس سے بدوں اس کے فعل کے تلف ہوئی ہو اس کے قول پر جولاہا تمام کپڑے کا ضامن ہوگا کیونکہ بنا ہوا اور بے بنا ہوا بسبب اتصال کے ایک چیز کے حکم میں ہے اور باقی کا بنا جانا بنے ہوئے کی قیمت بڑھاتا ہے پس جولاہا تمام کپڑے کے حق میں اجیر مشترک ہوگیا پس کل کپڑے کا ضامن ہوگا اور یہ چند مسائل ہیں کہ جن میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے قول پر مشائخ نے فتویٰ دیا ہے ایک تو یہی مسئلہ ہے جو مذکور ہوا ہے اور ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے درزی کو کپڑا دیا اس نے اس میں سے ایک قمیص تیار کر کے دے دی اور ایک ٹکڑا بچ رہا تھا وہ چوری ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ درزی ضامن ہوگا اور ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے موزہ دوز کو چمڑا دیا اس نے موزہ تیار کر کے دے دیا اور کچھ چمڑا بچ رہا تھا وہ چوری ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ موزہ دوز ضامن ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر جولاہے کو ایسا کپڑا دیا جس میں سے کچھ بنا ہوا اور کچھ بغیر بنا ہوا ہے تاکہ جولاہا باقی کو بن دے وہ چوری ہوگیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ ضامن نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بے بنے ہوئے کا ضامن ہوگا بنے ہوئے کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ بنا ہوا اس کے پاس ودیعت ہے مگر امام محمدؒ کے نزدیک اس کا بھی ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ جولاہے کو سوت دے کر شرط کر لی کہ دو روز میں بن دے اس نے بن دیا اس کے بعد کپڑا تلف ہوگیا تو موافق مذہب مختار شیخ الاسلام اوزجندی کے ضامن ہوگا اور اگر دھوبی کو دیا تو ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

شیخ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک دھوبی نے دُکان میں لکڑی پر کپڑا رکھ کر اپنی بہن کے لڑکے کو حفاظت کے واسطے بٹھلا دیا اور کسی اچکے نے وہ کپڑا اُچک لیا ☆

اگر زید نے عمرو کو سلائی کے کام کے واسطے ایک مہینہ تک مقرر کیا تو یہ شخص اجیر خاص ہے پھر اگر عمرو کو اس مہینے میں کسی روز کوئی خاص کپڑا سینے کے واسطے بعوض ایک درہم کے اجیر مقرر کیا تو یہ عقد بھی جائز ہوا اور عمرو کی ماہواری تنخواہ میں سے اس روز کی اجرت یعنی ایک درہم وضع کر لیا جائے گا یہ غیاثیہ میں ہے۔ درزی کپڑا لے کر مالک کے پاس لایا مالک نے اس کے ہاتھ سے کھینچا اس کے کھینچنے سے پھٹ گیا تو درزی ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں کی کھینچا کھینچی میں پھٹا ہو تو درزی نصف نقصان خرق کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ شیخ ابو القاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک دھوبی نے دُکان میں لکڑی پر کپڑا رکھ کر اپنی بہن کے لڑکے کو حفاظت کے واسطے بٹھلا دیا اور کسی اچکے نے وہ کپڑا اُچک لیا پس شیخ نے فرمایا کہ اگر بیت اسفل اس طرح ہو کہ داخل ہونے والے کی آنکھ سے کپڑے کا مقام پوشیدہ ہوتا ہے پس اگر اس لڑکے کو اس کی ماں یا باپ نے دھوبی کے ساتھ کر دیا ہو یا ماموں نے اس کے والدین کے انتقال کے وقت اپنے ساتھ کر لیا ہو تو دھوبی ضامن ہوگا اور اگر لڑکا ایسی جگہ ہو کہ باوجود اس جگہ ہونے کے اس کو دیکھتا ہو پس اگر وہ لڑکا موافق مذکورہ بالا کے دھوبی کے ساتھ ہو تو دونوں میں سے کسی پر ضمان لازم نہ آئے گی اور اگر اس طور سے اس کے عیال میں نہ ہو تو دھوبی ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ ایک دھوبی نے لوگوں کے کپڑے اپنے اجیر کو دیئے کہ گھاٹ پر حفاظت سے دھوپ دے کر چھانٹ کر لے آئے وہاں اجیر سو گیا اور جب لایا تب پانچ کپڑے اس میں سے ضائع ہوئے تھے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کیونکر ضائع ہوئے اور کب ضائع ہوئے تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی خواب کی حالت میں گم ہوئے ہیں تو ضمان دھوبی پر واجب ہوگی اجیر پر لازم نہ ہوگی اور اگر یہ معلوم ہو کہ اجیر کی خواب کی حالت میں گم ہوئے ہیں تو اجیر ضامن ہے کہ اس نے حفاظت واجبہ کو ترک کیا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دونوں صورتوں میں دھوبی سے ضمان لے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ دھوبی سے ضمان لینے کا قول جو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہے کہ فقیہ ابو جعفر اجیر مشترک کے مسئلہ میں صاحبینؒ کا قول اختیار

کرتے تھے ورنہ امام اعظمؒ کے قول کے موافق دھوبی ضامن نہ ہوگا اور ہم اسی کو لیتے ہیں ہمارے استادؒ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الکبریٰ۔

دو دھوبی شرکت میں لوگوں کا کپڑا لیا کرتے تھے پس ایک دھوبی کام چھوڑ کر دوسرے کو کپڑے دے کر چلا گیا اور اس میں سے کچھ ضائع ہو گیا تو دوسرے کو دینے سے درصورت ضائع ہونے کے ضامن نہ ہوگا کیونکہ وہ دونوں شریک تھے تو ایک کا لینا مثل دوسرے کے لینے کے ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک دھوبی نے دھلائی کا کپڑا العوض اپنے قرضہ کے ایک شخص کے پاس رہن کیا پھر چھوڑ آیا حالانکہ مرتہن کے پاس کپڑے میں کچھ نجاست لگ گئی تھی پھر جب کپڑے کے مالک نے اس کو دیکھا تو دھوبی سے کہا کہ اس کو پاک کر دے اس نے انکار کیا اور باہم دونوں میں جھگڑا ہوا اس نے کپڑا دھوبی کے پاس چھوڑ دیا اور دھوبی کے پاس تلف ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر نجاست سے کپڑے کی قیمت میں کچھ نقصان نہیں آیا تو دھوبی پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر قیمت میں نقصان آیا ہو تو بقدر نقصان کے دھوبی ضامن ہوگا اور کپڑا اس کے پاس امانت[1] میں تلف ہوا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ریختہ کپڑا دھوبی کو دیا اس نے خم پر چڑھا دیا وہ جل گیا اور دھوبی کو اس کا حال معلوم نہ ہوا تو دھوبی ضامن ہوگا کیونکہ اس کے فعل سے تلف ہوا ہے اور نادانستگی عذر نہیں ہو سکتی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک دھوبی نے دھلائی کا کپڑا خشک کیا اور دھوپ دی وہ جل گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر اس کو نچوڑا اور وہ پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دھوبی کے اجیر نے ایسا کیا مگر اس نے عمداً انگاڑ ڈالنے کا قصد نہیں کیا تو اجیر ضامن نہ ہوگا بلکہ استاد یعنی دھوبی ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر دھوبی اپنی دُکان میں چراغ لے گیا اور اس سے کوئی کپڑا جل گیا مگر دھوبی کا قصور فعلی نہیں ہے یعنی اس کے فعل سے نہیں جلا تو دھوبی ضامن ہوگا کیونکہ فی الجملہ اس سے احتراز ممکن تھا ہاں ایسی صورت میں ضامن نہیں ہوتا ہے کہ جب ایسی آگ لگ جائے جس کا بجھانا ممکن نہ ہو اور یہ صاحبینؒ کے قول کے موافق ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک جو بدوں اس کے فعل کے تلف ہوا اس کا ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

دھوبی کے شاگرد یا اجیر خاص نے اگر دھوبی کے حکم سے دُکان میں چراغ روشن کرنے کے لئے آگ پہنچائی اور اس میں سے کوئی شرارہ اڑ کر دھلائی کے کپڑوں میں لگ گیا یا چراغ کا تیل کسی دھلائی کے کپڑے کو لگ گیا تو اجیر ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے دھوبی کے حکم سے آگ وہاں پہنچائی ہے بلکہ دھوبی ضامن ہوگا اور اجیر کا فعل مثل دھوبی کے فعل کے قرار دیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ دھوبی کے خود فعل سے دھوبی ضامن ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اجیر مشترک کے شاگرد کے ہاتھ سے اگر چراغ گر گیا اور اس سے دھلائی کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا جل گیا تو اس کی ضمان اجیر مشترک پر لازم[2] ہوگی اور اگر دھلائی کا کپڑا نہ ہو تو اجیر ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ دھوبی نے دُکان کا چراغ گل کر دیا اور ڈیوٹ وہیں چھوڑ دی اس میں کچھ شرارہ رہ گیا تھا وہ کسی شخص کے کپڑے پر گر پڑا اور کپڑا جلا دیا تو دھوبی ضامن نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور تجرید میں لکھا ہے کہ دھوبی وغیرہ تمام کاریگروں کے شاگردوں یا اجیر پر ضمان لازم نہیں آتی ہے مگر وہی جس میں عدوان ثابت ہو ہاں استاد یعنی کاریگر سے ضمان لی جائے گی اور وہ مال ضمان اپنے شاگرد یا اجیر سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ دھوبی کے اجیر نے اگر اس کی دُکان میں کوئی کپڑا روندا پس اگر ایسا کپڑا ہو جو روندا جاتا ہے یعنی بچھونا ہو سکتا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو مثلاً باریک کپڑا ہو تو ضامن ہوگا خواہ دھلائی کے کپڑوں میں سے ہو یا ان کے سوائے ہو یہ صغریٰ میں ہے۔ اگر اجیر مشترک کے شرط ٹھہرا لی کہ اگر تلف ہو جائے گا تو تو

---

[1] امانت ...... حتیٰ کہ تلف کرے تو ضامن ہوگا۔ [2] لازم ہوگی اور وہ اس کو شاگرد سے واپس بھی نہیں لے سکتا ہے۔

ضامن ہے تو بعض نے کہا کہ بالاجماع ضامن ہوگا مگر فتویٰ دیا گیا ہے کہ ایسی شرط کا کچھ اثر نہیں ہے شرط کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر استاد کے گھر میں اس کی اجازت سے کوئی چیز اٹھالایا اور وہ کسی کپڑے پر گر پڑی وہ پھٹ گیا پس اگر دھلائی کے کپڑوں میں سے ہو تو استاد ضامن ہوگا تلمیذ ضامن نہ ہوگا اور اگر دھلائی میں سے نہ ہو تو اجیر ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر اجیر اپنے استاد کی خدمت میں کوئی شے اٹھالایا اور وہ گر کر خراب ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر استاد کے پاس کسی ودیعت کی چیز پر گری اور اس کو خراب کر دیا تو اس کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر اس نے لغزش کھائی اور ودیعت کی چیز پر گری تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچھانے کے واسطے کوئی فرش مستعار لیا ہو یا تکیہ ہو اس پر ایسا معاملہ واقع ہونے سے مالک مکان یا اجیر دونوں میں سے کسی پر ضمان لازم نہیں آتی ہے یہ مبسوط میں ہے اور عادت کے موافق دھوبی کے کندی کرنے سے جو کچھ تلف ہو یا ناند میں چونہ سے یا دھوپ دینے سے کچھ جل جائے تو دھوبی اس کا ضامن ہے اور مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دھوبی سے تیار کپڑے کے حساب سے قیمت لے کر اس کو اجرت دے دے یا بے بنے ہوئے کپڑے کی قیمت ڈانڈ لے لے اور کچھ اجرت نہ دے اور اگر مالک سے دھوبی نے کہا کہ یہ کپڑا کوٹنے و کندی کرنے کو برداشت نہیں کر سکتا ہے یا کسی شخص نے شیشہ گر سے کہا کہ یہ شیشہ تراش دے اس نے کہا کہ تراشنے میں ایسا شیشہ کمتر سالم بچتا ہے اس نے کہا کہ اگر پھٹ گیا یا ٹوٹ گیا تو تجھ پر کچھ الزام نہیں ہے پس دھوبی نے کندی کی یا شیشہ گر نے تراش دیا پھر کپڑا پھٹ گیا یا شیشہ ٹوٹ گیا پس اگر غالباً ایسی چیز صحیح سالم نہیں رہتی ہے تو مالک اس سے ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وہ راضی ہو چکا ہے اور اگر بسا اوقات صحیح سالم رہتی ہو تو ضمان[1] لے سکتا ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔

چھری (اپنے کارخانے میں) تیز کر رہا تھا کہ لوٹا ٹوٹ کر کسی کو لگا اور موت ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا ☆

اگر کندی کرنے والے نے دھوبی کے اجیر کے ہاتھ سے کندی کرنے کے وقت کندی پلٹ کر کسی دوسرے کپڑے پر جا پڑی اور وہ پھٹ گیا پس اگر اس لکڑی پر جس پر کندی کی جاتی ہے چوٹ پڑنے سے پہلے لوٹ کر کسی کپڑے پر جا پڑی اور وہ کپڑا دھلائی کے کپڑوں میں سے ہے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے مگر دھوبی پر ضمان واجب ہوگی اور اگر وہ کپڑا دھلائی کے کپڑوں میں سے نہیں ہے تو اجیر ضامن ہوگا اور اگر اس لکڑی پر جس پر کندی کی جاتی ہے چوٹ پڑنے کے بعد ٹوٹ کر کسی کپڑے پر جا پڑی ہو تو ظاہر الروایت میں بلا تفصیل میں لکھا ہے کہ اجیر ضامن نہ ہوگا کوئی تفصیل بیان نہیں ہے کہ دھلائی کا کپڑا خراب ہوا یا دوسرا کپڑا خراب ہوا اور فقیہ ابوبکر بلخیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو تفصیل ابتداءً منقلب ہو جانے میں مذکور ہے وہی اس صورت میں بھی ہونی چاہئے کذا فی الذخیرہ اور والوالجیہ میں لکھا ہے کہ اگر کندی اس کے ہاتھ سے لوٹ کر چھوٹی اور کسی شخص پر جا پڑی اور اس کو قتل کیا تو اس کی ضمان اجیر پر ہوگی دھوبی پر نہ ہوگی یوں ہی کتاب میں لکھا ہے اور شیخ معروف بخواہرزادہ نے یہ صورت پہلی وجہ میں بیان فرمائی ہے یعنی جبکہ لکڑی پر چوٹ پڑنے سے پہلے چھوٹ کر کہیں جا پڑی ہو اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ کندی کی چوٹ اس لکڑی پر جس پر کندی کی جاتی ہے واقع ہونے کے بعد کندی نے چھوٹ کر کسی شخص کو قتل کیا ہو تو لکھا ہے بعض کے قول کے موافق یہی حکم ہے لیکن ظاہر الروایۃ کے موافق ضامن نہ ہوگا مگر واضح ہو کہ یہ تفصیل ٹھیک نہیں ہے صحیح وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کندی گری کی چیزوں میں سے کوئی چیز جس پر کندی کی جاتی ہے یا جس سے کندی کی جاتی ہے شاگرد کے ہاتھ سے ٹوٹ گئی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسی چیز نہ ہو جس سے کندی کی جاتی ہے یا جس پر کی جاتی ہے تو شاگرد ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قولہ لے ظاہر یہ کہ اس صورت میں بھی ضامن نہ ہوگا کیونکہ صریح راضی ہو چکا اور دھوبی و شیشہ گر کو توڑنے میں کچھ فائدہ نہ تھا فافہم۔

اگر کسی شخص نے چند لوگوں کو اپنے گھر میں بلایا وہ لوگ اس کے فرش پر چلے آئے وہ پھٹ گیا یا تکیہ دے کر بیٹھے جس سے وہ پھٹ گیا یا مہمان تلوار ڈالے ہوئے تھا جب بیٹھا تو اس تلوار سے بچھونا یا تکیہ پھٹ گیا تو اس پر ضمان واجب نہیں ہے اور اگر صاحب خانہ کا کوئی برتن پیروں کے نیچے چور کر دیا یا ایسے کپڑے کو روندا جس کے مثل روندا نہیں جاتا ہے اور بچھایا نہیں جاتا ہے تو ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دھوبی نے کپڑے خشک کرنے کے واسطے ایک رسی پر لٹکا دیئے اور اس طرف سے کوئی شخص بوجھ لدے ہوئے جانور لے کر گذرا اور اس طرح ہانکا کہ کپڑوں پر صدمہ پہنچایا اور وہ پھٹ گئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک دھوبی ضامن نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور جو شخص جانور ہانکتا ہے وہ اس نقصان کا ضامن ہے کذافی الذخیرہ۔ اگر دھوبی نے کپڑے کے مالک سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کندی کرنے میں مدد کرے اور دونوں نے کندی کی چوٹ لگائی اور کپڑا پھٹ گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کی چوٹ سے پھٹ گیا ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نصف کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے کذافی الغیاثیہ اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ فتویٰ اس پر ہے کہ وہ نصف کا ضامن نہ ہوگا یہ کبریٰ میں ہے اور واضح ہو کہ مالک کے مدد کرنے کی صورت میں اگر کپڑا نہ پھٹا تو آیا اجرت میں سے بھی بقدر مالک کے کام کے کم کر دیا جائے گا پس صاحب محیط نے کتاب الفوائد میں لکھا ہے کہ کم کیا جائے گا اسی طرح اگر درزی کے پاس آ کر مالک نے درزی کے قبضہ میں کچھ کپڑا مل کر سلایا یا جولاہے کے پاس جا کر کچھ مدد کر کے بنایا تو بھی بقدر کام کے حصہ اجرت ساقط کر دیا جائے گا اور یہی صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں اگر دھوبی نے درحالیکہ مالک نے اپنا کپڑا لے لینا چاہا تھا بغرض اپنی مزدوری وصول کرنے کے کپڑا تھام لیا اور مالک نے اس کو کھینچا اور وہ پھٹ گیا تو دھوبی پر نصف نقصان خرق کی ضمان واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

دو شریک دھوبیوں میں سے ایک شخص کے ہاتھ سے کچھ نقصان ہوا تو اس کی ضمان دونوں دھوبیوں پر لازم ہوگی یعنی مالک کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے اپنے کپڑے کی پوری قیمت ڈانڈ بھرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک دھوبی نے کسی باعث سے کپڑے کی ضمان داخل کر دی پھر وہ کپڑا ظاہر ہوا تو شیخ ابو نصیرؒ نے فرمایا کہ دھوبی اس کا مالک[1] نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے کتاب العدۃ کے ابواب الاجارات میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے دھوبی کو ایک کپڑا دیا اور شرط لگائی کہ اس کو دھو دے اور ہاتھ سے نہ رکھنا جب تک کہ تو اس کام سے فارغ نہ ہو جائے یا یہ شرط لگائی کہ آج یا کل میں دھو کر دے دے اس نے ایسا نہ کیا اور مالک نے بار ہا اس سے مطالبہ کیا اس نے نہ دیا یہاں تک کہ چوری ہو گیا تو ضامن[2] نہ ہوگا اور ائمہ بخارا سے فتویٰ طلب کیا گیا کہ ایک دھوبی سے شرط لگائی کہ آج دھو کر دے دے اس نے نہ دیا پھر دوسرے روز کپڑا تلف ہو گیا پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہاں ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے زید نے اپنا کپڑا درزی یا دھوبی کو دیا اور خالد کو وکیل کیا کہ اس کو وصول کرے جب اس نے طلب کیا تو درزی یا دھوبی نے وکیل کو دوسرا کپڑا دے دیا تو زید کو یہ کپڑا لے لینا لازم نہ ہوگا اور خالد وکیل بھی ضامن نہ ہوگا اگر وکیل کے پاس تلف ہو جائے اور زید کو اختیار ہے کہ اپنے کپڑے کے واسطے اجیر مشترک کا دامن گیر ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جو کپڑا اجیر مشترک نے دیا ہے وہ اجیر مشترک کا ہو اور اگر دوسرے شخص مثلاً عمرو کا ہو تو عمرو کو اختیار ہے کہ درصورت تلف ہونے کے چاہے اجیر سے ضمان لے یا وکیل سے پس اگر اس نے اجیر سے ضمان لی تو اجیر مال ضمان کو خالد سے وصول نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس نے وکیل سے ضمان لی تو وکیل نے جس قدر ڈانڈ بھرا ہے

---

[1] مالک نہ ہوگا بلکہ ضمان واپس لے اور کپڑا دے دے۔ [2] ضامن نہ ہوگا قول اسی طرح کتاب میں مذکور ہے کہ ضامن نہیں ہوگا اور سابق میں ظاہر ہوا کہ ضمان ہے تو شاید یہاں دو روایتیں مختلف ہیں یا یہ فرق کہ شرط مفید ہو یا غیر مفید ہو فافہم۔

اس کو اجیر مشترک سے وصول کرے گا کیونکہ اس نے اس کو دھوکا دیا تھا یہ ذخیرہ میں نوازل سے ہے دھوبی نے اگر مالک کو کسی دوسرے شخص کا کپڑا دیا اس نے اس گمان سے کہ میرا ہے قبضہ کر لیا تو درصورت تلف ہونے کے ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر دھوبی نے مالک کو کسی دوسرے کا تھان خطا سے حوالہ کیا اس نے لے کر قطع کر کے سلا لیا تو اصل مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اس نے قطع کرانے والے سے ضمان لی تو مال ضمان کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر دھوبی سے ضمان لی تو دھوبی ڈانڈ کا مال اس قطع کرنے والے سے وصول کرے گا اور یہ اپنا کپڑا دھوبی سے وصول کر لے اسی طرح اگر دھوبی نے اپنا ذاتی کپڑا کسی شخص کو کپڑوں میں ملا کر دے دیا اور معلوم نہ ہوا اور اس شخص نے قطع کرا لیا تو یہ شخص دھوبی کو اس کی قیمت کی ضمان ادا کرے اسی طرح ہر مستودع جو مودع کو اپنی ذاتی چیز بایں گمان کہ یہ چیز مودع کی ہے ودیعت کے ساتھ دے دے تو اس کا یہی حکم ہے اور اگر دھوبی نے کہا کہ یہ تیرا کپڑا ہے تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے اور یہی حکم ہر اجیر مشترک میں ہے ہاں اب یہ رہا کہ اس کو نفع اٹھانا روا ہے یا نہیں ہے پس اگر اپنے کپڑے کے عوض لیا ہے تو روا ہے ورنہ نہیں اور نہ اس پر اجرت واجب ہوگی اگر اس نے انکار کیا ہو کہ میرا کپڑا نہیں ہے اسی طرح اگر دھوبی وغیرہ نے کہا کہ میں نے تیرا کپڑا تجھے دے دیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک بدون حجت و گواہ کے تصدیق نہ ہوگی یہ غیاثیہ میں ہے۔ قلت[1] یجب ان یفتی فی هذا الزمان بقولهما صیانة لا موال المسلمین فافهم اگر مالک کے حکم سے دھوبی نے کپڑا روک رکھا اور وہ تلف ہو گیا پس اگر اجرت نہیں لے چکا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا بخلاف قول صاحبینؒ کے اور اگر پا چکا ہے پھر تلف ہوا تو بالا جماع امانت میں تلف ہوا اور امام اعظمؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ دھوبی کو روک رکھنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے روک رکھا اور تلف ہوا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے شاگرد پیشہ کے ہاتھ ایک کپڑا دھوبی کے پاس دھونے کو روانہ کیا پھر دھوبی سے کہہ دیا کہ جب تو اس کو درست کر چکے تو میرے شاگرد پیشہ کو نہ دینا پھر جب دھوبی درست کر چکا تو اس نے شاگرد کو دے دیا اور شاگرد اس کو لے کر بھاگ گیا پس آیا دھوبی ضامن ہوگا تو فرمایا کہ اگر شاگرد نے کپڑا دینے کے وقت یہ نہیں کہا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کا ہے اس نے میرے ہاتھ تیرے پاس بھیجا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر یہ کہا ہو پس اگر دھوبی نے اس کے قول کی تصدیق کی ہو تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

صاحب المحیط نے اجارات میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دھوبی کو اپنا کپڑا دیا پھر اس کے پاس لینے آیا اس نے کہا کہ میں نے تیرا کپڑا ایک شخص کو اس کے کپڑے کے دھوکے میں دے دیا تو دھوبی ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ہمارے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا اور اس کی یہ صورت ہوئی کہ رات کے وقت چند چور ایک دھوبی کے دروازہ پر آئے اور سب کے سب کسی گوشہ میں چھپ رہے مگر ایک چور اس کے دروازہ پر گیا اور آواز دی کہ میں دیہات کا رہنے والا ہوں اس وقت میں بہت پیاسا ہوں ایک ذرا سا پانی مجھے پلا دے اس نے ترس کھا کر دروازہ کھول دیا اور پانی لایا اور چور اس کی چوکھٹ پر بیٹھ کر پانی پینے لگا اتنے میں سب چور آ گئے اور اس کے مکان میں گھس پڑے اور دھوبی کو مع اس کے عیال کے گرفتار کر لیا اور تمام لوگوں کے کپڑے جو اس کے یہاں تھے باندھ لے گئے پس آیا دھوبی اس صورت میں ضامن ہے یا نہیں تو ائمہ نے بالاتفاق فتویٰ دیا کہ یہ سرقہ غالب نہیں ہے اور ضمان لازم ہوگی اور اس مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کیا وہ یہ ہے جو شرح قدوری میں ہم نے بیان کیا ہے یعنی اگر چراغ کی آگ سے دھوبی کی دکان جل گئی تو یہ حرق غالب نہیں ہے اس وجہ سے کہ اگر ابتدا سے اس کا علم ہو تو احتراز ممکن ہے اور حرق غالب وہ ہوتا ہے کہ باوجود ابتدائے علم کے

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں کے مالوں کی حفاظت کی نظر سے صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ہونا چاہئے۔

اس کا انسداد ممکن نہ ہو پس سرقہ غالب وہ کہ اگر ابتدا سے علم ہو تو اس کا تدارک ممکن نہ ہو اور یہ سرقہ جو واقع ہوا غالب نہیں ہے کیونکہ اگر ابتدا سے علم ہوتو انسداد ممکن ہے کہ دروازہ نہ کھولے یہ ذخیرہ میں ہے۔

خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر دھوبی سے یہ شرط لگائی کہ اس طرح دھوئے کہ پھٹنے نہ پائے تو یہ شرط صحیح ہے اس لئے کہ یہ دھوبی کے امکان میں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ دھوبی نے اگر دھلائی کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا پہنا پھر اس کو اتار دیا پھر اس کے بعد[1] ضائع ہوا تو ضامن نہ ہوگا اسی طور سے موزہ دوز نے اگر موزہ منعل کرنے کے واسطے لیا اور پہن لیا اور جب تک پہنے رہا تب تک ضامن ہے پھر اگر اتار دیا پھر ضائع ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص حمام میں گیا اور اپنے کپڑے حمام والے کو سپرد کر دیئے اور اس کو اجارہ پر مقرر کیا کہ اس کی حفاظت کرے اور شرط کر لی کہ اگر تلف ہوئے تو ضامن ہوگا تو فقیہ ابو بکر بلخی فرماتے تھے کہ حمامی بالاجماع ضامن ہوگا اور فرماتے تھے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اجیر مشترک صرف ایسی صورت میں ضامن نہیں ہوتا ہے کہ جب اس سے درصورت تلف ہونے کے ضمان کی شرط نہ لگائے اور اگر شرط لگائے تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابو جعفرؒ ضمان کی شرط لگانا اور نہ لگانا برابر جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ ضمان لازم نہ ہوگی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور ہم یہی فتویٰ دیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص حمال میں گیا اور اپنے کپڑے حفاظت کے واسطے حمام والے کو سپرد کر دیئے وہ ضائع ہو گئے تو بالاجماع ضامن نہ ہوگا کیونکہ حمامی مستودع تھا اس واسطے کہ پوری اجرت حمام سے انتفاع کے مقابلہ میں تھی لیکن اگر شرط کر لی کہ اجرت بمقابلہ حفاظت کے ہے تو یہ حکم نہیں ہے کہ اگر کہا کہ کپڑوں کی حفاظت اور حمام سے نفع اٹھانے کے مقابلہ میں اجرت ہے تو اس وقت میں حکم اختلافی ہوگا اور اگر ایسے شخص کو دیا جو اجرت پر حفاظت کرتا ہے جیسے ثیابی تو حکم میں اختلاف ہے کذا فی الصغریٰ۔ ایک شخص حمام میں گیا اور حمامی سے پوچھا کہ اپنے کپڑے کہاں رکھوں اس نے کسی مقام کا اشارہ کیا اس نے وہیں رکھ دیئے اور حمام میں گھس گیا اور حمام سے ایک شخص دوسرا نکلا وہ ان کپڑوں کو اٹھا لے گیا اور حمامی نے منع نہ کیا اور گمان کیا کہ یہ اسی کے کپڑے ہیں تو حمام والا ضامن ہوگا یہ قول شیخ محمد بن سلمہ و ابو نصر الدبوسی کا ہے اور شیخ ابو القاسم فرماتے تھے کہ ضامن نہ ہوگا اور قول اول اصح ہے یہ محیط میں ہے حمام کا ثیابی[2] سو گیا اور کپڑے چوری ہو گئے اگر بیٹھے بیٹھے سویا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کروٹ سے یا چت سویا ہو تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

قلت عند الاعظم هل يضمن بحيثية الاجير ام المستودع تامل فيه ثیابی اگر حمام میں سے باہر چلا آیا اور کوئی کپڑا ضائع ہوا پس اگر ثیابی نے اس کو ضائع کرنے کے طور پر چھوڑ دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر نائی یا حمامی یا اپنے عیال میں سے کسی کے سپرد کیا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے حمامی کے سامنے کپڑے اتارے اور اس کے پاس چھوڑ کر حمام میں چلا گیا اور زبان سے کچھ نہ کہا پھر حمام سے نکلا تو نہ پائے پس اگر حمامی کے پاس کوئی ثیابی نہ ہو تو حمامی ویسا ضامن ہوگا جیسا کہ مستودع ضامن ہوتا ہے کیونکہ اس کے سامنے رکھ دینا استحفاظ ہے ایسا ہی محمد بن سلمہ نے فرمایا ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ دیا جائے کذا فی الفتاویٰ العتابیہ اور اگر حمامی کے یہاں ثیابی ہو مگر اس وقت حاضر نہ تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حاضر ہو تو حمامی ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے آ کر اپنے کپڑے ایک شخص کے پاس رکھ دیئے کہ جو وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے نہ قبول کئے اور نہ انکار کیا کہ میرے پاس مت رکھ تو درصورت تلف ہو جانے کے وہ شخص ضامن ہوگا کیونکہ عرفاً یہ معاملہ استحفاظ ہے یہ حاوی

[1] قولہ بعد اور اگر استعمال کی حالت میں تلف ہو تو ضامن ہے اور یہی حکم سب صورتوں میں ہے کیونکہ استعمال میں غاصب ہے پھر اتارنے سے غاصب نہ رہا۔ [2] ثیابی کپڑے بچانے والا و قولہ قلت یعنی امامؒ کے قول پر آیا اجیر کی طرح ضامن ہوگا یا مستودع مخالف کی طرح تامل فیہ۔

میں ہے ایک عورت زنانہ حمام میں نہانے گئی اور اپنے کپڑے جس مقام پر برہنہ ہوتے ہیں اتار کر داخل ہوئی اور حمامیہ یعنی جو عورت حمام[1] کی مالک تھی وہ ان کپڑوں کو دیکھ رہی تھی پھر وہ حمامیہ عورت کے پیچھے پیچھے حمام میں اس واسطے پانی لینے گئی کہ اپنی دختر کے بچہ کو نہلا دے اور اس کی بیٹی اور بچہ حمام کی دہلیز پر تھی کہ وہاں سے اپنی ماں کو دیکھتی تھی پھر اس عورت کے کپڑے گم ہو گئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر عورت کے کپڑے حمامیہ واس کی بیٹی دونوں کی آنکھ سے غائب ہو گئے ہوں تو حمامیہ ضامن ہو گی ورنہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید حمام سے نکلا اور ثیابی سے کہا کہ میرے کپڑوں کی تھیلی میں درہم تھے وہ ضائع ہو گئے پس اگر ثیابی نے اقرار نہیں کیا ہے تو اس پر ضمان نہیں اور اگر اقرار کیا پس اگر ان کو اس طرح چھوڑ گیا ہے کہ ضائع ہو جائیں تو ضامن ہو گا اور اگر اس نے تضییع نہیں کی تو اس کا حکم ہم نے دھوبی کے مسئلہ میں ذکر فرمایا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ چرواہا اگر اجیر خاص ہو اور بکریوں میں سے کوئی بکری مر گئی حتیٰ کہ ضامن نہ ہوا تو اجرت میں سے اس کے حساب سے کچھ کم نہ کیا جائے گا مگر موجر کو یہ اختیار ہو گا کہ بجائے اس کے دوسری بکریاں چرانے کے واسطے اس کو مکلف کرے اور اگر ان بکریوں میں سے چرانے یا پانی پلانے میں کچھ بکریاں مر گئیں تو اجیر خاص ضامن نہ ہو گا یہ سب اجیر خاص ہونے کی صورت میں ہے اور اگر اجیر مشترک ہو تو جس قدر بکریاں مر جائیں بالاجماع ان کا ضامن نہ ہو گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ بکریوں کا مرنا دونوں کی باہمی تصدیق یا گواہی سے ثابت ہو اور اگر اختلاف ہوا کہ چرواہے نے مرنے کا دعویٰ کیا اور مالک نے انکار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک چرواہے کا قول قبول ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک بکریوں کے مالک کا قول مقبول ہو گا اور اگر چرواہا بکریوں کو چراگاہ کی طرف لے چلا اور راہ میں کوئی بکری مر گئی مگر اس کے ہانکنے میں نہیں مری بلکہ اور وجہ سے مثلاً پہاڑ پر چڑھی یا کسی بلند مقام پر چڑھ کر وہاں سے گر کر مر گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اجیر پر ضمان نہ ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک ضمان لازم ہو گی اسی طرح اگر کسی نہر پر ان کو پانی پلانے لایا اور کوئی بکری ڈوب گئی تو بھی یہی اختلافی حکم ہے اسی طرح اگر اس میں سے بھیڑیا لے گیا یا چور لے گیا تو بھی اختلاف ہے اور اگر اس کے ہانکنے سے مری مثلاً اسے تیز ہانکا اور لغزش کھا کر اس کا پاؤں ٹوٹ گیا یا گر پڑی اور گردن ٹوٹ گئی تو تینوں اماموں کے نزدیک بالاتفاق چرواہا ضامن ہو گا یہ محیط میں ہے۔

اگر بھیڑیئے نے کوئی بکری کھالی حالانکہ چرواہا وہیں تھا پس اگر ایک سے زیادہ کئی بھیڑیئے ہوں تو ضامن نہ ہو گا کیونکہ یہ مثل سرقہ غالبہ کے ہے اور اگر ایک بھیڑیا ہو تو ضامن ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر گائے کے چرواہے نے گائے کو ہانکا اور انہوں نے ہانکنے میں[2] باہم ایک دوسرے کے سینگ مارے اور بعض نے بعض کو مار ڈالا پس اگر اجیر کسی شخص کا اجیر خاص ہو تو ضامن نہ ہو گا اور اگر چند لوگوں کا چرواہا اجیر مشترک ہو تو ضامن ہو گا اسی طرح اگر چرواہا ایک شخص کا اجیر خاص ہو مگر گائیں چند لوگوں کی ہوں تو بھی جو گائے اس کے ہانکنے میں تلف ہوئی اس کا ضامن ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ چرواہے نے اگر کسی بکری کو مارا اور اس کی آنکھ پھوٹ گئی یا پاؤں ٹوٹ گیا یا اس کے جسم سے کچھ تلف ہو گیا تو ضامن ہو گا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظمؒ کے قول پر ہے اور صاحبینؒ کے قول کے قیاس پر اگر بکری کو موضع معتاد پر عادت کے موافق مارا ہے تو ضامن نہ ہونا چاہئے اور بعض نے کہا کہ چاہئے کہ یہ لحاظ کیا جائے کہ ایسی چیز سے مارے جس سے بکریوں کو مارتے ہیں اور یہ بالاجماع ہے کذا فی الظہیریہ پس اگر بکری کو لاٹھی سے مارا تو سب کے نزدیک ضامن ہو گا اور واضح ہو کہ چرواہے کو اختیار ہے کہ خود چرواہے یا اس کا شاگرد یا اجیر یا اہل وعیال میں سے کوئی چرواہے اور اگر چرواہے نے سوائے ان لوگوں کے کسی غیر کو حفاظت کے واسطے دے دیں تو درصورت ضائع ہونے کے ضامن ہو گا یہ

---

[1] یعنی جس کے قبضہ میں حمام تھا۔ [2] یعنی جلدی میں جبکہ باہم ایک نے دوسرے کو سینگوں سے ہنایا۔

غیاثیہ میں ہے۔

چرواہے کو اختیار ہے کہ بکریاں اپنے غلام یا اجیر یا بالغ بیٹے کے ہاتھ جو اس کے عیال میں ہے روانہ کرے پس اگر واپسی میں راہ میں کوئی بکری مرگئی پس اگر چرواہا اجیر مشترک ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہر حال میں اس پر ضمان واجب نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر ایسی وجہ سے تلف ہوئی کہ جس سے احتراز ممکن تھا تو ضامن ہوگا چنانچہ اگر خود واپس لاتا اور ایسے سبب سے تلف ہو جاتی تو ضامن ہوتا اور اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو ہر حال میں اس پر ضمان نہیں ہے چنانچہ اگر خود واپس لاتا اور اس کے ساتھ میں تلف ہوتی تو ضامن نہ ہوتا اور امام زاہد شیخ احمد طواویسی نے فرمایا کہ اجیر مشترک کو یہ بھی اختیار ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ واپس کرے جو اس کے عیال میں نہیں ہے اور اجیر خاص کو یہ اختیار نہیں ہے اور حاکم مہرویہ نے دونوں کو یکساں قرار دیا اور فرمایا کہ دونوں کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے مشترک چرواہے نے اگر سب کی بکریاں باہم خلط کر دیں پس اگر جدا کرنے پر قادر ہے مثلاً ہر ایک کی بکریاں پہچانتا ہے تو اس پر ضمان لازم نہ ہوگی اور ہر ایک کی بکریوں کی تعیین کے بارہ میں اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر جدا کرنا ممکن نہیں ہے مثلاً کہتا ہے کہ میں ہر ایک کی بکریاں نہیں پہچانتا ہوں تو بکریوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مقدار قیمت میں چرواہے کا قول قبول ہوگا اور بکریوں کی قیمت وہ معتبر رکھی جائے گی جو خلط ملط کرنے کے روز تھی اور یہ حکم بر اصل امام اعظمؒ کچھ مشکل نہیں ہے اور صاحبینؒ کے قول کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ خلط ملط کرنے کے روز کی قیمت صاحبینؒ کے نزدیک بھی لی جائے گی اور یہی صحیح ہے اور اگر بعض لوگوں نے دعویٰ کیا کہ یہ چند بکریاں ہماری ہیں تو چرواہے سے قسم لی جائے گی کہ یہ بکریاں اس کی نہیں ہیں کیونکہ چرواہے پر ایسے امر کا دعویٰ کیا گیا ہو کہ اگر اس کا اقرار کر لے تو اس کے ذمہ لازم ہو جائے پس جب اس نے انکار کیا تو قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر نکول[1] کیا تو مدعی کو ان کی قیمت ادا کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بکریاں ایک شخص کے گلہ میں خلط کر دیں اور ایک مدت تک مخلوط رہیں اور بکریوں کے مالک نے گمان کیا کہ وہ شخص بلا اجازت حفاظت کرتا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اجرت پر حفاظت کرنے میں مشہور ہو تو اسی کا قول قبول ہوگا اور بکریوں والے پر اس کی حفاظت کرنے کی اجرت واجب ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے اگر چرواہے کو خوف ہوا کہ یہ بکری مر جائے گی اس نے ذبح کر دی تو استحساناً بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی زندگی سے ناامیدی ہو اور اگر اس کی زندگی کی امید ہو تو صدر الشہید نے اپنے واقعات کے باب اول شرکت میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی بکری جس کی زندگی کی امید نہیں ہے ذبح کر دی تو ضامن ہوگا اور چرواہا ضامن نہ ہوگا پس اجنبی اور چرواہے میں فرق کیا اور فقیہ ابو اللیثؒ نے دونوں کو یکساں کر دیا اور کہا کہ جس طرح چرواہا ضامن نہیں ہوتا ہے اسی طرح اجنبی بھی ضامن نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دیکھا کہ زید کی بکری گر پڑی اور اس کے مر جانے کا خوف ہوا اس نے ذبح کر ڈالی تو استحساناً ضامن نہ ہوگا اور فتویٰ کے واسطے یہ مختار ہے کہ ضامن ہوگا اور اگر چرواہے و مالک میں اختلاف ہوا مالک نے کہا کہ تو نے اس کی زندگی کی حالت میں ذبح کیا ہے اور چرواہے نے کہا کہ نہیں بلکہ مردگی کی حالت میں ذبح کیا ہے تو چرواہے کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مالک نے کہا کہ اس کو ذبح کر ڈال بشرطیکہ اس کے پیٹ میں بچہ نہ ہو نے چرواہے نے کہا کہ یقیناً جانتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں بچہ نہیں ہے پھر جب ذبح کیا تو بچہ نکلا تو چرواہا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

---

[1] نکول: قسم کھانے سے انکار کرنا۔

اگر کوئی گائے بیمار ہوئی اور چرواہے کو اس کے مرنے کا خوف ہوا اس نے ذبح کر دی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر نہ ذبح کی یہاں تک کہ مرگئی تو بھی ضامن نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر بکریوں کے مالک نے چاہا کہ اس قدر بکریاں بڑھادے جن کو چرواہا سنبھال سکتا ہے تو اس کو یہ اختیار ہے اور اگر بکریوں کے مالک نے آدھی بکریاں فروخت کر دیں پس اگر چرواہے کو ایک ماہ کے واسطے اس شرط سے مقرر کیا ہو کہ میری بکریوں کی چرواہی کرے تو اس کی اجرت مقررہ کچھ کم نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایک مہینہ تک خاص ان بکریوں کے چروانے کے واسطے مقرر کیا ہو تو قیاساً اس کو ان بکریوں میں زیادہ کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن استحساناً فرمایا کہ جس قدر سنبھال سکتا ہے اتنی بڑھادے لیکن سوائے اس کام کے کسی دوسرے کام کی تکلیف نہیں دے سکتا ہے اور فرمایا کہ اگر بکریوں کے بچے پیدا ہوں تو بکریوں کے ساتھ بچوں کا چرانا چرواہے پر واجب ہوگا یہی حکم قیاساً و استحساناً دونوں طرح ہے اور اگر مستاجر نے ایک مہینہ کے واسطے اجیر نہیں کیا بلکہ کچھ معدود بکریاں اس شرط سے اس کو دیں کہ ایک درہم ماہواری پر چرائے تو مستاجر کو ایک بکری بھی زیادہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر کچھ بکریاں ان میں سے فروخت کر دیں تو اجرت میں سے اسی حساب سے کمی کر دی جائے گی اور اگر بچے پیدا ہوئے تو بکریوں کے ساتھ ان کا چرانا اجیر پر واجب نہ ہوگا مگر بروقت تقرری کے اگر شرط کر دے کہ بکریوں کے بچے[1] لے اور بکریوں کے ساتھ چروائے تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز فرمایا ہے اور سب صورتوں میں بکریوں کے مانند اونٹ وگائے و گھوڑے و گدھے و خچروں کا یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور چرواہے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدوں مالک کی اجازت کے کسی جانور مادہ پر نر پھنداد ے اور گابھن کرادے اور اگر اس نے ایسا کیا اور کچھ نقصان ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر چرواہے نے ایسا نہ کیا بلکہ گلہ میں سے کوئی نر خود ہی کسی مادہ پر پھاند پڑا اور وہ مادہ مرگئی تو چرواہا ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم بالاجماع ہے بشرطیکہ چرواہا اجیر خاص ہو اور اگر اجیر مشترک ہو تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے مگر صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور اگر گلہ میں سے کوئی جانور وحشت کھا کر بھاگ گیا اور چرواہے نے بدیں خیال کہ باقی جانور ضائع نہ ہو جائیں اس وحشی کا پیچھا نہ کیا تو اس کو گنجائش ہے اور اس بھگوڑے کی ضمان لازم نہ آئے گی اور یہ بالاجماع بشرطیکہ اجیر خاص ہو اور امام اعظمؒ کے نزدیک اگر اجیر مشترک ہو تو بھی یہی حکم ہے اگرچہ اس نے بھگوڑے کا پیچھا کرنا اور اس کی حفاظت کرنی چھوڑ دی اور مرد امین ترک حفاظت سے ضامن ہوا کرتا ہے پر یہاں ضامن نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ مرد امین ترک حفاظت سے ایسی صورت میں ضامن ہوتا ہے کہ بلا عذر ترک حفاظت کرے اور یہاں عذر موجود ہے کہ باقی ضائع نہ ہو جائیں اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اس لئے کہ جس سے احتراز ممکن تھا ایسی صورت میں ترک حفاظت ثابت ہوئی اور میں نے کتاب کے بعض نسخ میں یوں لکھا دیکھا کہ جو جانور وحشت سے بھاگ گیا اس کا ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ اس کو ایسا شخص بھی دستیاب نہ ہوا ہو جو بھگوڑے کا پیچھا کرے یا پہنچ کر اس کے مالک کو اس معاملہ کی خبر کرے اور اگر اس نے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا کہ اس بھگوڑے کو پکڑ لائے تو اس نے احسان کیا یعنی یہ اجرت مالک پر ادا کرنی واجب نہ ہوگی اور اگر گائے بکریاں کئی فرقہ ہو گئیں اور سب کی اتباع پر قادر نہ ہوا اس نے ایک فرقہ کا پیچھا کیا اور باقیوں کی حفاظت چھوڑ دی تو اس کو گنجائش ہے اور اس پر ضمان لازم نہ آئے گی کیونکہ اس نے بعض کا پیچھا کرنا بعذر ترک کیا ہے مگر صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا کیونکہ یہ ایسا عذر ہے کہ جس سے فی الجملہ احتراز ممکن ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مگر اس نے بھگوڑے جانور کے پکڑ لانے کے واسطے کسی شخص کو باجرت مقرر کیا تو اس نے مفت احسان کیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے چرواہا مقرر کیا اور چراگاہ کا مقام خاص نہ کیا پس اگر اجیر مشترک ہے اور اس نے کسی مقام پر جہاں اس کا جی

---

[1] قولہ بچے لے یعنی مادیاں گابھن کرائے تا کہ ان کے بچہ حاصل ہوں اور یہ فقط باجازت جائز ہے ورنہ مادہ تلف ہونے میں ضامن ہوگا۔

چاہا گلہ چرایا اور کوئی جانور ڈوب کر یا درندہ کے گزند وغیرہ سے ہلاک ہو گیا اور مالک نے کہا کہ میں نے تیرے ذمہ شرط یہ کر دی تھی کہ میری بکریاں اس مقام کے سوائے دوسرے مقام پر چرانا اور چرواہے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اسی مقام کو بیان کیا تھا تو بالاجماع مالک کا قول قبول ہوگا اور چرواہے کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو ایسے اختلاف کی صورت میں مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر چرواہے نے گواہ سنائے تو بالاجماع اس پر ضمان لازم نہ آئے گی یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ اگر مالک نے کسی خاص مقام پر چرانے کا حکم دیا اور چرواہے نے اس سے مخالفت کی اور کوئی جانور مر گیا تو چرواہا ضامن ہوگا اور اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر بکریاں صحیح سالم بچ رہیں تو قیاساً اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی مگر استحساناً اجرت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ شیخ نجم الائمہ حلیمی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے گھوڑے چرواہے کو سپرد کئے کہ مدت معلومہ تک ان کی حفاظت کرے اور چرواہے کو چرانے و حفاظت کرنے کی اجرت دے دی پھر چرواہا کسی اپنے کام میں مشغول ہو گیا اور گھوڑے چھوڑ دیئے اور وہ ضائع ہو گئے پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ اگر ایسا اشتغال[1] گھوڑے کے چراہوں میں متعارف ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ دوغلی مادیوں کے چرواہے نے اگر کمند پھینکی اور گھوڑی کی گردن میں جا پڑی اور اس نے کھینچی اور وہ مر گئی تو ضامن ہوگا اور اگر مالک کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہ ہوگا ایسا ہی کتاب الاصل میں مذکور ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ چرواہا اجیر خاص ہو اور اگر اجیر مشترک ہو تو ضامن ہوگا اور عامہ مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ ہر صورت میں اجیر پر ضمان نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور ولوالجیہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر بکریوں کے مالک نے چرواہے سے کہا کہ میں نے تجھے سو بکریاں دی تھیں اس نے کہا کہ نہیں بلکہ نوے بکریاں تھیں تو چرواہے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مالک کے گواہ مقبول ہوں گے ☆

اگر چرواہے سے شرط ٹھہرائی کہ جو جانور تیرے فعل سے تلف ہوگا اس کا تو ضامن ہوگا تو جائز ہے اور اس سے عقد اجارہ فاسد نہ ہوگا اور اگر بعد عقد کے یہ شرط لگائی تو شرط صحیح نہ ہوئی اور عقد فاسد نہ ہوا یہی صحیح ہے اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور اگر لوگوں نے چرواہے سے یہ شرط ٹھہرائی کہ جو جانور ان میں سے مر جائے گا اس کا تو ضامن ہوگا پس اگر عقد اجارہ میں ایسی شرط لگائی ہو تو عقد فاسد ہوگا یہی صحیح و فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر چرواہا اجیر مشترک ہو کہ پہاڑوں میں بکریاں چراتا ہو اور مالک نے شرط ٹھہرائی کہ جو مر جائے اس کی جسمی نشانی لا کر دکھائے ورنہ ضامن ہوگا تو ایسی شرط معتبر نہیں ہے پھر امام اعظمؒ کے نزدیک چرواہے کا قول قبول ہوگا اگرچہ جسمی نشانی نہ لائے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اگرچہ جسمی نشانی لائے لیکن اگر مر جانے پر گواہ قائم کرے تو بری ہوگا اور ان بکریوں میں سے جب تک کہ مالک موجود نہ ہو تب تک مصدق کی سماعت نہ کی جائے گی کہ چرواہے سے صدقہ لے اور اگر مصدق نے چرواہے سے زکوٰۃ لے لی تو چرواہا ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اگر بکریوں کے مالک نے چرواہے سے کہا کہ میں نے تجھے سو بکریاں دی تھیں اس نے کہا کہ نہیں بلکہ نوے بکریاں تھیں تو چرواہے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مالک کے گواہ مقبول ہوں گے اور چرواہے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بکریاں کا دودھ پئے پلائے یا کھائے۔ کذا فی المحیط اور تجنیس خواہرزادہ میں لکھا ہے اور فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] اشتغال یعنی رواج ہو کہ چرواہے اس کام میں مشغول ہوا کرتے ہیں تو اس چرواہے نے بھی حسب دستور کام کیا پس ضامن نہ ہوگا۔

اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ کسی غیر کی بکریاں اجرت پر چرائے اور اگر چرانے پر اس نے غیر شخص کی نوکری کر لی اور چند مہینے گزر گئے اور پہلے شخص کو معلوم نہ ہوا تو اس کی اجرت دونوں میں سے ہر ایک پر پوری پوری واجب ہوگی اور سب حلال ہوگی اس میں سے کچھ صدقہ نہ کرے لیکن چرواہا گنہگار[1] ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور ولوالجیہ میں لکھا ہے کہ بخلاف اس کے اگر کسی شخص کو ایک روز کے لئے کھیت کاٹنے یا خدمت کے واسطے مقرر کیا اس نے پہر دو پہر کام کیا پھر کسی دوسرے کی خدمت کی تو پوری اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور فرمایا کہ اگر اجیر نے مہینہ میں ایک روز یا دو روز معطل بیکار چھوڑ دیئے یا بیمار ہو گیا تو اجرت میں سے اسی حساب سے وضع کر لیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر چرواہے سے شرط لگائی کہ اس قدر جبن و مسکہ میرا ہے اور باقی سب تیرا ہے تو یہ سب شرطیں فاسد ہیں اور چرواہے نے جو کچھ اس میں سے لیا ہو اس کا وہ ضامن ہوگا اور چرواہے کو اجر المثل ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر چرواہے نے زید کی بکریاں خالد کے قبضہ میں دے دیں اس نے سب مار ڈالیں اور چرواہے نے اس کا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہے کہ چرواہے سے ضمان لے اور خالد سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اگر خالد نے یہ اقرار نہ کیا ہو کہ جو بکریاں میرے قبضہ میں آئی تھیں وہ زید کی ملک تھیں اور نہ زید اس امر کے گواہ قائم کر سکتا ہے اور اگر زید نے گواہ قائم کئے کہ جو بکریاں فی الحال مقبوضہ خالد ہیں وہ میری ملک ہیں یا خالد نے خود اس امر کا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہے کہ اگر خالد کے پاس وہ بکریاں بعینہ موجود ہوں تو واپس لے لے اور اگر مستہلک ہوں تو مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے چرواہے سے اس کی ضمان لے یا خالد سے یہ محیط میں ہے اگر چرواہے نے خالد کو دیتے وقت یہ اقرار کیا ہو کہ یہ خالد کی ہیں تو پھر چرواہے کا قول خالد کے حق میں مقبول نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک گاؤں والوں نے ایک چرواہا مقرر کیا کہ ان کی گائے گورو چراتا تھا اور ان لوگوں کے چراگاہ مقرر تھے جس میں گھنے بکثرت درخت تھے کہ جن کی وجہ سے چرواہا ہر ایک گائے بیل پر نظر نہیں رکھ سکتا تھا اور ایک گائے ضائع ہوگئی تو چرواہا ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

گڈریا یعنی گائے بیل چرانے والے نے کہا کہ میں نے یہ گائے اس گاؤں میں داخل کر دی تھی حالانکہ اس کے مالک نے اس کو گاؤں میں نہ پایا پھر چند روز بعد پایا مگر مر گئی تھی ☆

جو شخص حفاظت کے واسطے اجیر مقرر ہوا ہے وہ حفاظت چھوڑ دینے سے ضامن ہوگا اور ترک حفاظت اس طور سے ہوتی ہے کہ ضائع ہو جانے تک اس کی نظر سے چیز غائب رہی ہو یہ غیاثیہ میں ہے۔ عین الائمہ کرابیسی اور شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ اگر چرواہے نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ بیل کہاں چلا گیا تو ہمارے زمانہ میں تضیع کا اقرار ہے یعنی خود ضائع کر دینے کا اقرار ہے یہ قنیہ میں ہے۔ جامع الاصغر میں ہے کہ شیخ الدبوسیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گڈریا چراگاہ میں چرانے لے جاتا اور واپسی پر ہر گائے اس کے مالک کے کوچہ میں چھوڑ دیتا اور مالک کے سپرد نہیں کرتا تھا اور بکریاں چرانے والا بھی ایسا ہی کرتا تھا پس اگر گائے یا بکری مالک کے گھر پہنچے سے پہلے ضائع ہو جائے تو کیا وہ ضامن ہوگا تو شیخ نے فرمایا کہ ضمان لازم نہیں ہے اور شیخ بکر بن محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایسا فعل اس کی طرف سے مخالفت میں شمار نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے گڈریا یعنی گائے بیل چرانے والے نے کہا کہ میں نے یہ گائے اس گاؤں میں داخل کر دی تھی حالانکہ اس کے مالک نے اس کو گاؤں میں نہ پایا پھر چند روز بعد پایا مگر مر گئی تھی پس اگر اس گاؤں کے لوگ

---

[1] قولہ گنہگار ہوگا اقول یہ مسئلہ صریح دلیل ہے کہ کسی عقد اجارہ کے صحیح ہونے یا اجرت واجب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کام حلال ہو فافہم اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر پکی قبر بنانے کے لئے مزدور کیا تو اجرت واجب ہوگی اگرچہ معمار کو ایسے خلاف سنت کام میں شرکت جائز نہ تھی۔

اتنے ہی پر راضی تھے کہ چرواہا گاؤں میں داخل کر دے ہر ایک کے مکان پر نہ پہنچائے تو چرواہے کا قول قبول ہوگا کہ میں نے یہ گائے گاؤں میں پہنچا دی تھی پس اگر اس نے اس قول پر قسم کھانے سے انکار کیا تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر چرواہے نے ہرہوں کو اس جگہ پہنچا دیا جہاں رات کو رہتے ہیں یعنی لکڑیاں اور بانسوں سے گھیر کر ایک احاطہ سا بنا لیتے ہیں اس میں رہتے ہیں پھر وہاں سے کوئی جانور نکل گیا اور ضائع ہوا تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر شرط ٹھہر گئی ہو کہ ہر ایک کا بیل اس کے مالک کو پہنچایا کرے تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر ہرہے چرانے والے نے لوگوں سے یہ شرط کر لی کہ جب میں ہرہوں کو گاؤں کے فلاں مقام تک پہنچا دوں تو میں بری ہوں تو شرط جائز ہے اور یہاں تک پہنچانے سے وہ بری ہوگا پھر اگر کسی شخص کا بیل مرگیا اور اس نے بجائے اس کے دوسرا بیل وہیں پہنچا دیا جہاں سب ہرہے جمع رہتے ہیں اور چرواہا ان کو لے گیا تو یہ بیل بھی اسی شرط سابق سے اس کے پاس رہے گا یعنی اگر اس نے گاؤں کے اس مقام تک پہنچا دیا تو بری ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور لوگوں کو اس کے ساتھ مشارطت نہیں چاہئے اور اگر کسی شخص نے اپنا بیل یا گائے وہاں بھیج دی اور اس نے جو شرط چرواہے اور اہل قریہ کے درمیان ہے نہیں سنی ہے تو جب تک چرواہا اس کا جانور اس کو واپس نہ کرے بری نہ ہوگا اور اگر اس نے شرط سنی ہے تو استحساناً شرط جائز ہے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ جو منتقیٰ میں مذکور ہے اس پر فتویٰ ہے یہ کبریٰ میں ہے۔ ایک عورت نے ایک شخص کے ہاتھ اپنا بیل ایک چرواہے کے پاس بھیج دیا پھر چرواہے کے پاس وہ ایلچی آیا اور کہا کہ یہ بیل میرا ہے اور لے گیا پھر وہ بیل مرگیا پس اگر عورت نے گواہ قائم کئے تو چرواہے سے ضمان لے سکتا ہے اور چرواہا اس ایلچی سے نہیں لے سکتا ہے بشرطیکہ چرواہے نے باوجود اس علم کے کہ یہ بیل عورت کا ہے ایلچی کو دے دیا ہو اور اگر یہ نہیں جانتا تھا تو ایلچی سے واپس لے گا یعنی مال ضمان یہ محیط میں ہے فوائد صاحب المحیط میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنا بیل ایک شخص کے ہاتھ ایک چرواہے کے پاس بھیجا اس نے لا کر چرواہے سے کہا کہ فلاں شخص نے یہ بیل تیرے پاس بھیجا ہے اس نے جواب دیا کہ تو اس کو لے جا میں نہیں لیتا ہوں وہ لے گیا اور بیل مرگیا تو چرواہا ضامن ہوگا کیونکہ جب ایلچی نے چرواہے کے پاس پہنچایا تو رسالت تمام ہوگئی پس چرواہا امین قرار پایا[1] اور مستودع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اجنبی کے پاس ودیعت کھے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک گاؤں کے لوگوں نے اپنے اپنے گدھے ایک چرواہے کو دیئے مگر آپس میں کہا کہ ہم اس چرواہے کو پہچانتے نہیں ہیں یہ سمجھ کر ایک آدمی اس کے ساتھ گیا راہ میں چرواہے نے اس آدمی سے کہا کہ تو ان گدھوں کے ساتھ رہ تا کہ میں یہ گدھا لے جا کر اس پر یہ چیز لادلاؤں یہ کہہ کر وہ گدھا لے کر معلوم نہیں کہاں چلا گیا تو وہ شخص جو ساتھ کیا گیا تھا ضامن نہ ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔

گلہ میں سے ایک بکری ایک برتن بیچنے والے کی دُکان میں گھس پڑی اور چرواہا دُکان پر اس کو ہانکنے گیا اور ہانکنے میں گھڑے برتن پھوٹ گئے تو ضمان بھرے گا ☆

ہرہے چرانے والا باقورہ میں سے غائب ہوگیا اور باقورہ ایک شخص کی کھیتی میں گھس پڑا اور کھیتی خراب کر دی تو بقار ضامن نہ ہوگا ہاں اگر بقار نے باقورہ کو کسی شخص کی کھیتی میں ڈال دیا یا گاؤں سے باہر ہانک کر ساتھ لے چلا تھا کہ گلہ کسی شخص کی کھیتی میں جا پڑا یا

[1] قولہ امین قرار پایا اقول یہ مشکل ہے اس واسطے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ودیعت میں مستودع معمول کرنا شرط نہ ہو بلکہ کرنا معتبر نہ ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔

اس کے ہانکنے میں کسی شخص کا مال تلف کر دیا تو بقارہ ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ گلہ میں سے ایک بکری ایک برتن بیچنے والے کی دُکان میں گھس پڑی اور چرواہا دُکان پر اس کو ہانکنے گیا اور ہانکنے میں گھڑے برتن پھوٹ گئے تو چرواہا ضامن ہوگا کیونکہ اس کے ہانکنے میں ٹوٹے ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک گاؤں کے لوگ اپنے چار پائے نوبت بنوبت چراتے ہیں پھر ایک شخص کی نوبت میں ایک بیل کھو گیا تو شیخ ابراہیم بن یوسف نے فرمایا کہ جو شخص اجیر مشترک کو ضامن کہتا ہے اس کے موافق یہ شخص ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس امر پر فتویٰ ہے کہ جو شے اجیر مشترک کی حرکت سے ضائع ہو اس کا ضامن ہوتا ہے اس کے سوائے ضامن نہیں ہوتا ہے یہ کبریٰ میں ہے قلت تعلیل بارد۔ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گاؤں کے لوگوں نے باہم اتفاق کر لیا کہ ہر روز ایک آدمی ہم میں سے چوپایہ گلہ کی حفاظت کیا کرے پھر ایک روز ایک شخص کی باری تھی اس نے زید کو گلہ کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کر لیا اجیر گلہ کو جنگل میں لایا اور اپنے گھر میں کھانا کھانے کے واسطے گھس گیا ان میں سے کچھ جانور ضائع ہوئے تو کون ضامن ہوگا شیخ نے فرمایا کہ اگر اجیر کے غائب ہونے کی حالت میں ضائع ہوئے تو اجیر ضامن ہے کیونکہ اس نے نگہبانی چھوڑ دی اور اگر اس کے واپس آنے کے بعد ضائع ہوئے تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ واپس آنے سے اس نے مخالفت سے وفاق کی طرف رجوع کر لیا ہے پس ضمان سے نکل گیا اور جس شخص کی باری تھی وہ کسی حال میں ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ نسفی میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب ہر ایک نے اپنی ذاتی حفاظت کی شرط نہ کر لی ہو اور اگر یہ شرط کر لی ہو کہ خود حفاظت کرے تو دوسرے کو دے دینے سے ضامن ہوگا اور اجیر مشترک اس مسئلہ میں جبھی ضامن ہوگا کہ گلہ کے ساتھ اپنے عیال میں سے کسی کو نہ چھوڑ جائے اور اگر کسی کو عیال میں محافظ چھوڑا ہو تو وہ بھی کسی حال میں ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک چرواہا اجرت پر چرایا کرتا تھا اس نے گلہ ایک شخص کے پاس حفاظت کے واسطے چھوڑ دیا اور خود گاؤں میں اس غرض سے گیا کہ جو جانور پیچھے چھوٹ گئے ہیں ان کو ہانک لائے یا کسی حاجت ذاتی کے واسطے گیا اتنے میں جو جانور باہر تھے ان میں سے بعضے تلف ہوئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر محافظ اس کے عیال میں سے نہ ہو تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا یہ فتویٰ قاضی خان میں ہے۔

بقار نے اگر گائے بیل کا گلہ کسی اجنبی کے پاس حفاظت کے واسطے چھوڑ دیا تو کیا ضامن ہوگا فرمایا کہ تھوڑی دیر تک جیسے پیشاب کرنے لگا یا کھانا کھانے لگا یا وضو کرنے لگا اتنی دیر تک چھوڑ دیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس قدر عفو ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ بقار نے گلہ کو ایک لڑکے کی حفاظت پر چھوڑ دیا اور پانی پلانے کے وقت ایک گائے کسی آفت کی وجہ سے تلف ہوگئی پس اگر لڑکے سے حفاظت ہوسکتی تھی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر نہیں ہوسکتی تھی تو گویا اس نے بلا محافظ چھوڑا پس ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے گائے بیل کا گلہ ایک پل پر گزرا اور ایک بیل کا پاؤں ایک سوراخ میں جا پڑا اور ٹوٹ گیا یا کوئی گائے پانی میں گر کر غرق ہوگئی اور تلف ہوگئی تو بقار ضامن ہوگا اگرچہ اس کے ہانکنے سے ایسا نہیں ہوا بشرطیکہ اس سے حفاظت ممکن[1] ہو یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک بقار نے گلہ دوسرے شخص کی حفاظت میں چھوڑ دیا اور ایک گائے تلف ہوگئی کہ اس کو ایک بھیڑیا کھا گیا تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ اپنے عیال میں سے کسی کے ہاتھ حفاظت پر چھوڑ دیا ہو ایک بقار نے گلہ کو ویسے ہی ضائع چھوڑ دیا اور خود گھر کو چلا گیا اور وہاں سے اپنی بیوی کو حفاظت کے واسطے بھیج دیا اس نے شام تک حفاظت کی پھر معلوم ہوا کہ ایک گائے نہیں ہے اور یہ نہیں معلوم کہ کس وقت غائب ہوگئی تو بقار ضامن ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر بازار کی حفاظت کے واسطے ایک چوکیدار اجارہ پر لیا اور بازاریوں سے چوکیدار کی اجرت حسب حصہ

---

[1] ممکن یعنی بظاہر اسباب ایسی صورت وہاں نظر آتی تھی کہ جس سے ٹانگ نہ ٹوٹے یا گائے پانی میں نہ گرے اور اگر فقط یہی طریقہ تھا جو وہ عمل میں لایا ہے تو ضامن نہ ہوگا۔

وصول کر لی تو آیا چوکیدار کے حق میں یہ چوکیداری کا مال حلال ہے پس اگر ان کے رئیس نے چوکیدار کو اجارہ پر مقرر کیا ہو تو اس کا عقد اجارہ سب کے حق میں نافذ ہوگا اگر چہ مکروہ جانتے ہوں یہ ظہیریہ میں ہے۔

فصل ثانی:

متفرقات کے بیان میں

نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے صیقل گر کو اپنی تلوار مع نیام صیقل کرنے کے واسطے دے دی اور وہ چوری ہوگئی تو نیام کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے میرے دادا شیخ الاسلام برہان الدین کے فوائد میں ہے کہ مصحف مجید ایک وراق کو جلد سازی کے واسطے دیا اس نے ساتھ لے کر سفر کیا اور چوروں نے اس کو چھین لیا پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہاں اور میرے چچا نظام الدین نے فرمایا کہ میں نے ظاہر فقہ پر اعتماد کر کے کہ جب مستودع مال ودیعت کو لے کر سفر کرتا ہے تو ضامن نہیں ہوتا ہے یہ حکم دیا کہ ضامن نہ ہوگا اور یہ نہ کہا جائے کہ یہ مستودع تو باجرت مستودع ہے پس ضامن ہوگا کیونکہ یہ اجرت بمقابلہ حفاظت نہیں ہے لیکن شیخ نے اچھی فقاہت کی طرف اشارہ کیا کہ ضامن ہونا واجب ہے کیونکہ جب ودیعت بلا اجرت ہوتی ہے تو اس وجہ سے ضامن نہیں ہوتا ہے کہ اس صورت میں کوئی عقد نہیں ٹھہرا ہوتا ہے کہ جس سے حفاظت کے واسطے کوئی جگہ متعین ہو جائے اور جو ودیعت باجرت ہوتی ہے اس میں حفاظت کی جگہ متعین ہو جاتی ہے اور اس مسئلہ میں اس نے حفاظت کے واسطے صریح حکم نہیں دیا مگر اجارہ کی ضمن میں ضمناً حکم کیا ہے اور اجارہ میں مکان عقد معتبر ہوگا پس جو اس کے ضمن میں ہو اس میں بھی یہی ہوگا اس واسطے ضامن[1] ہونا چاہئے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے سنار کو سونا دیا کہ اس کا منسوج کنگن تیار کر دے اس کو منسوج کا م بنانا نہیں آتا تھا اس واسطے اس نے سونا گلا بڑھا کر دوسرے کو بنانے کے واسطے دے دیا اس کے پاس سے چوری ہوگیا پس اگر دوسرا کاری گر پہلے کاری گر کا تلمیذ یا اجیر نہ تھا اور مالک کے حکم سے بھی پہلے نے اس کو نہیں دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے اور یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک فقط پہلا ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے بیان کیا کہ کام بنانے کے بعد اس کے پاس سے چوری ہوگیا ہے تو ضامن نہ ہوگا مگر کام کرنے تک اس کا قبضہ[2] ضمان ہے یہ کبریٰ میں ہے۔

اگر دھوبی و درزی و جولاہا وغیرہ اجیر مشترک ہو تو کام بنا کر واپس کرنا اجیر کے ذمہ ہے بخلاف اس کے اگر غلام یا چوپایہ وغیرہ کسی شخص سے اجرت پر لیا اور مستاجر کام سے فارغ ہوا تو واپس لینا غلام یا جانور کے مالک کے ذمہ ہے یہ محیط میں ہے یتیم[3] بان اجیر مشترک ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر یتیم سے کوئی چیز ضائع ہو جائے تو صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ حجرہ کی خارج سے ضائع ہو اور اگر داخل حجرہ سے ضائع ہو مثلاً چور نے سیندھ لگا کر چرا لیا تو اصح قول کے موافق ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نخاسی اجیر مشترک ہوتا ہے کہ اگر باندی یا غلام بدوں اس کے فعل کے اس کے پاس سے ضائع ہو جائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اسی طرح دلال بھی اجیر مشترک ہوتا ہے چنانچہ اگر دلال نے کسی شخص کو دکھلانے کے واسطے دکان دار کا کپڑا دے دیا تا کہ خریدے وہ شخص کپڑا لے کر بھاگ گیا اور دلال نے اس کو نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر دلال کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا اس سے ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے چوری ہوگیا تھا اور دلال نے یہ سنتے ہی دکاندار کو جس سے لیا تھا حوالہ کر دیا تو دلال ضمان سے بری

[1] قولہ ضامن ہونا...... اور نسخہ موجودہ اصل میں ہے کہ (ضامن نہ ہوگا) میرے نزدیک غلط ہے۔ [2] قولہ قبضہ ضمان یعنی جب تک کام بنانے میں فارغ ہونے سے پہلے اس کے قبضہ میں ہے تب تک اس کے قبضہ میں ضمان کے طور پر ہے حتیٰ کہ ضامن ہوگا اگر تلف ہو۔ [3] یتیم بان جو شخص حفاظت کے لئے مقرر ہو۔

ہو گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ایک شخص نے رنگریز کو کچھ ابریشم دیا کہ اس کو مثلاً ایک درہم میں ایسا رنگ دے پھر رنگریز سے کہا کہ میرا ابریشم نہ رنگنا بلکہ مجھے واپس کر دے اس نے واپس نہ کیا پھر وہ تلف ہو گیا تو رنگریز ضامن نہ ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ کحال نے اگر کسی شخص کی آنکھ میں دوا ڈالی اور اس کی بینائی جاتی رہی تو ضامن نہ ہو گا جیسے ختان[1] ضامن نہیں ہوتا ہے لیکن اگر کحال نے غلط کام کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر عمداً اس نے غلط کیا ہے تو ضامن ہے پس اگر دو شخصوں نے یہ کہا کہ اس کو اس کام کی لیاقت نہیں ہے اور یہ نقصان اسی کی بدلیاقتی سے واقع ہوا اور دو آدمیوں نے کہا کہ اس کو لیاقت ہے تو کحال ضامن نہ ہو گا اور اگر کحال کی طرف ایک شخص ہو اور اس کے مخالف دو شخص ہوں تو ضامن ہو گا اور جنایات مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے کحال سے یہ شرط لگائی کہ دوا کر بدیں شرط کہ بینائی جاتی نہ رہے پھر بینائی جاتی رہی تو ضامن نہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے۔

انیسواں باب:

اجارہ میں وکیل مقرر کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے زید کو وکیل کیا کہ فلاں مکان معین اتنے کرایہ پر میرے واسطے اجارہ لے اس نے ایسا ہی کیا تو مالک مکان کرایہ کا مطالبہ وکیل سے کرے گا اور وکیل موکل سے طالب ہو گا اور وکیل کو اختیار ہے کہ اپنے موکل سے اجرت طلب کرے اگرچہ ہنوز مالک مکان نے وکیل سے مطالبہ نہ کیا ہو اور اگر مالک مکان نے وکیل کو کرایہ ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے کرایہ کا مطالبہ کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور اجارہ فاسد میں وکیل ضامن نہ ہو گا اور اجر المثل مستاجر کے ذمہ واجب ہو گا اور اگر اجارہ طویلہ ہو تو فسخ اجارہ کے وقت وکیل سے مال اجارہ کا مطالبہ کیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اجارہ کے وکیل نے اگر کرایہ والا مکان مستاجر سے خود کرایہ پر لیا تو نہیں جائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ شخص موجر و مستاجر دونوں ہو جاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ علماء نے پہلے ایسا فتویٰ دیا تھا پھر منقول ہے کہ انہوں نے اس سے رجوع کر کے جواز کا فتویٰ دیا یہ جواہر اخلاطی میں ہے موکل نے اگر موجر سے اجارہ فسخ کیا تو فسخ ہو جائے گا اور آیا موکل کو وکیل سے مال اجارہ واپس لینے کا اختیار ہے یا نہیں تو قاضی امام بدیع الدین نے فرمایا کہ نہیں ہے کیونکہ یہ فسخ اس کے حق میں ظاہر نہیں ہوا اور یتیمیہ میں لکھا ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کی زمین خالد کو کرایہ پر دے دی اور عمرو نے سن کر کہا کہ میں اس عقد کی اجازت نہیں دیتا ہوں پھر چند روز بعد کہا کہ میں نے اجازت دے دی تو آیا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر اس نے رد کر دیا تو پھر اجازت نہیں دے سکتا ہے شیخ کہتے ہیں کہ یہ سوال کا جواب نہیں ہے اور جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ قول عقد کا رد کر دینا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔اگر ایک شخص اس واسطے وکیل تھا کہ فلاں گھر دس درہم پر کرایہ لے اس نے پندرہ درہم پر کرایہ لے کر موکل کو دے دیا اور کہا کہ میں فقط دس درہم پر کرایہ لیا ہے تو موکل پر کرایہ واجب نہ ہو گا اور وکیل پر مالک کا کرایہ واجب ہو گا اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ تعاطی سے اجارہ منعقد نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

---

[1] ختنہ کرنے والا۔

اجارہ طویلہ مرسومہ بخارا کے بیان میں

اجارہ طویلہ جس کا بخارا کے لوگوں میں معمول ہے یوں ہے کہ وہ لوگ اپنا گھر یا زمین مثلاً پیہم تیس برس کے واسطے اجارہ دیتے ہیں مگر ہر آخر سال میں سے تین روز کا استثناء کرتے ہیں اور انتیس سال میں ہر سال کا کرایہ کچھ قلیل رکھتے ہیں اور باقی سب کرایہ اخیر سال اجارہ کے مقابلہ میں قرار دیتے ہیں اور مشائخ نے اس کے جواز میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے کیونکہ یہ ایک اجارہ ہے کہ جس میں تین روز سے زیادہ شرط خیار ہے کہ جس سے اجارہ فاسد ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ بالاتفاق جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ استثناء درحقیقت شرط خیار نہیں ہے بلکہ ہر سال کے آخر میں ان ایام کو اجارہ سے مستثنیٰ کر لیا ہے کہ ان ایام میں حکم اجارہ ثابت نہیں اور نہ یہ اجارہ میں داخل ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر جن مشائخ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے ان میں اختلاف ہے کہ اجارہ ایک ہی عقد شمار ہوگا یا عقود مختلفہ شمار ہوں گے بعضوں نے کہا کہ عقود مختلفہ شمار ہوں گے تاکہ ایک ہی عقد میں مدت خیار کا تین روز سے بڑھ جانا لازم نہ آئے کہ جس سے امام اعظمؒ کے نزدیک عقد فاسد ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہم اس کو ایک ہی عقد شمار کریں گے کیونکہ اگر عقود مختلفہ شمار کریں تو سوائے ایک عقد اول کے باقی عقود مضافہ ہوں گے اور اجارہ مضافہ میں بہ تعجیل[1] و بالشرط مال اجارہ کا مالک نہیں ہوتا ہے حالانکہ غرض ایسے اجارہ سے فی الحال ملکیت اجرت ہے کذا فی المحیط اور اس خلاف کا ثمرہ ایسی صورت میں ظاہر ہوگا کہ مثلاً ایک یتیم[2] کا مکان تین برس کے واسطے اجارہ دیا تو پہلے دوسرے برس کی اجرت اس کے اجر المثل سے کم ہوگی اور اگر یتیم کے واسطے اجارہ لیا تو تیسرے برس کی اجرت اس کے اجر المثل سے بڑھ جائے گی پس تیسرے سال میں اجارہ فاسد ہوگا پس جس کے نزدیک یہ عقد ایک ہی ہے اس کے نزدیک گذشتہ سال کا اجارہ بھی فاسد ہوا اور جس کے نزدیک عقود مختلفہ ہیں اس کے نزدیک فساد متعدی نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اجارہ طویلہ میں اگر ایام فسخ ہر سال کے آخر میں قرار دیئے اور اجارہ بیچ مہینہ میں واقع ہوا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سال کا اعتبار دنوں پر ہوگا ☆

امام صدر الشہید نے فرمایا کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ بہ تعجیل بالشرط تعجیل اجرت کے مالک ہونے کے حق میں تو یہ عقد مثل عقد واحد کے شمار کیا جائے اور باقی احکام میں مثل عقود مختلفہ کے شمار ہوگا اور نابالغ کے مکان کے اجارہ دینے میں یہ حیلہ ہے کہ تمام مال اجارہ بمقابلہ اخیر سال کے قرار دیا جائے اور پہلے سالوں کا کرایہ اجر المثل کے برابر یا اس سے زیادہ قرار دیا جائے پھر نابالغ کا باپ متاجر کو سالہائے متقدمہ کا کرایہ معاف کر دے اور معاف کرنا امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک سوائے قول امام ابو یوسفؒ کے صحیح ہے اور اگر یہی منظور ہو کہ اس قدر اختلاف سے بھی بچ جائے تو کسی حاکم سے حکم لے لے پس اتفاقاً جائز ہو جائے گا اور اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے واسطے کوئی مکان یا زمین اجارہ پر لی اور مال اجارہ مثلاً ہزار درہم ہیں اور اس مکان کا اجر المثل سو درہم سالانہ ہے تو بیس برس میں سے اول کے دس برس کے مقابلہ میں کچھ تھوڑا سا مال قرار دے پھر پچھلے دس برس کے مقابلہ میں ہزار درہم کچھ کم قرار دے تو اجارہ جائز و مقصود حاصل ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ہزار درہم دس برس کے اجر المثل سے اس قدر زائد ہو کہ لوگ اس قدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو یہ اجارہ جائز نہ ہوگا اور واضح ہو کہ اجارہ طویلہ جس طرح عقار و اراضی میں جائز ہے ایسے چوپاؤں و مملوکوں وغیرہ ہر شے

---

[1] قولہ تعجیل ...... یعنی اجرت پیشگی خود دے دی یا اجارہ میں پیشگی دینے کی شرط کر لی یعنی دونوں طرح ملکیت اجرت نہ ہوگی۔ [2] قولہ یتیم کا مکان واضح ہو کہ یتیم کا مکان اجر المثل سے کم پر کرایہ دینا یا اس کے لئے اجر المثل سے زیادہ پر لینا یتیم کے حق میں جائز ہے لہٰذا اگر یتیم کا مکان

میں کہ جس سے باوجود بقاء عین شے کے انتفاع ممکن ہے جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور فتاویٰ فضلی میں لکھا ہے کہ ملک نابالغ کا اجارہ طویلہ ناجائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

امام محمدؒ نے کتاب الشروط میں فرمایا کہ دو شخصوں نے زید کو دس برس کے واسطے مکان اجارہ پر دیا اور زید کو یہ خوف ہوا کہ مجھے نکال باہر نہ کریں سو اس نے وثاقت کر لینی چاہی تو حیلہ یہ ہے کہ پہلے مہینوں کا ایک درہم ماہواری کرایہ مقرر کرے اور اخیر مہینہ بعوض باقی کرایہ کے قرار دے پس جب اخیر مہینہ پر سب کرایہ ہوگا تو اس کو مکان سے باہر نہ کریں گے اور اسی مسئلہ سے اہل بخارا نے اجارہ طویلہ موسومہ بہ بخارا نکالا ہے کہ اگلے برسوں کا کرایہ بہت تھوڑا مقرر کرتے ہیں اور باقی سب کرایہ اخیر سال کے مقابلہ میں قرار دیتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ والوالجیہ میں لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے دس برس کے واسطے یہ مکان کرایہ پر دیا سوائے تین روز کے آخر ہر سال سے کہ وہ مستثنیٰ ہیں تو یہ جائز ہے اور اگر اس نے یوں کہا کہ اس شرط سے کہ مجھے آخر ہر سال میں تین روز تک خیار ہے تو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اجارہ طویلہ میں اگر ایام فسخ ہر سال کے آخر میں قرار دیئے اور اجارہ بیچ مہینہ میں واقع ہوا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک سال کا اعتبار دنوں پر ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلا اور پچھلا مہینہ دونوں سے شمار ہوگا اور باقی بیچ کے مہینہ چاند سے لئے جائیں گے اور اگر موافق امام اعظمؒ کے سال کا اعتبار دونوں سے لیا اور دونوں میں سے کوئی آخر سال کو نہیں جانتا ہے تو حیلہ یہ ہے کہ موجر اجارہ کی چیز سال تمام ہونے سے پہلے بدوں مستاجر کی اجازت کے فروخت کر دے تاکہ جب ایام فسخ آئیں تو فسخ ہو جائے اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ فسخ مضاف کر دے کہ وقت فسخ کے فسخ ہو جائے اور بعضے مشائخ نے اس حرج و دقت کے دفعیہ کے واسطے صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے مزارعت پر اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں پھر زمین کے مالک نے کسی دوسرے شخص کو زمین اجارہ طویلہ پر دے دی اور کاشتکار کی رضامندی سے ایسا نہیں کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ مزارعت میں جب بیج کاشتکار کی طرف سے ہوتا ہے تو کاشتکار زمین کا مستاجر ہو جاتا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا اس نے ایک کو اجارہ دی پھر دوسرے کو اجارہ پر دے دی پس دوسرا اجارہ جائز نہ ہوگا اور اگر کاشتکار راضی ہو گیا تو پہلا اجارہ فسخ اور دوسرا نافذ ہو جائے گا بخلاف اس کے اگر کسی کو اجارہ پر دی پھر دوسرے کو اجارہ دی پھر پہلا شخص راضی ہوا تو اجارہ ثانیہ پہلے مستاجر پر نافذ ہوگا بشرطیکہ اول کے قبضہ کے بعد ایسا ہوا اور اس مقام پر اجارہ کاشتکار کے حق میں نافذ نہ ہوگا کیونکہ مزارعت مع اجارہ ہونے میں مقصود مختلف ہو جاتا ہے پس دوسرا اجارہ پہلے شخص پر نافذ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا گھر باجارہ طویلہ اتنی اجرت پر دے دے اس نے کہا کہ میں نے اجارہ دے دیا پھر مالک مکان نے کاتب سے کہا کہ کرایہ نامہ لکھ دے اس نے موافق رسم کے لکھ دیا اور سوائے اس کے دونوں کے درمیان کوئی امر دیگر واقع نہیں ہوا اور مستاجر نے مال اجارہ موجر کو دے دیا تو اس حرکت سے دونوں کے درمیان اجارہ منعقد نہ ہوگا اور گھر میں رہنے سے مستاجر پر مال اجارہ واجب نہ ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی وقف کو متولی سے باجارہ طویلہ اجارہ لیا پس اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی تھی کہ ایک سال سے زیادہ اجارہ دیا جائے تو اس کی شرط لامحالہ جائز ہے اور اگر اس نے یہ شرط کر دی ہو کہ ایک سال سے زیادہ نہ دیا جائے تو اس کی شرط لامحالہ جائز ہے اور اگر اس نے یہ شرط کر دی ہو کہ ایک سال سے زیادہ نہ دیا جائے تو بھی اس کی شرط کی مراعات واجب ہوگی اور ایک سال سے زیادہ اجارہ جائز ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا لیکن اگر ایک سال سے زیادہ اجارہ دینے میں فقیروں کا نفع متصور ہو تو ایسی صورت میں ایک سال سے

زیادہ اجارہ پر دے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے کوئی شرط نہ لگائی ہو تو ایک جماعت مشائخ سے منقول ہے کہ ایک سال سے زیادہ اجارہ جائز نہیں ہے اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ میرے نزدیک تین سال تک جائز اور اس سے زیادہ نہیں جائز ہے اور صدر الشہید حسام الدینؒ فرماتے تھے کہ زمین وقف کے اجارہ میں تین سال تک جواز کا فتویٰ دیتا ہوں لیکن اگر کوئی مصلحت عدم جواز کی ہو تو عدم جواز کا فتویٰ دوں گا اور سوائے زمین کے ایک سال سے زیادہ میں عدم جواز کا فتویٰ ہے لیکن اگر کوئی مصلحت جواز کی ہو تو جواز ہوگا اور یہ امر باختلاف زمانہ[1] وموضع کے مختلف ہوگا اگر وقف کو ایسے طور پر اجارہ دیا کہ جائز ہے پھر اس کی اجرت ارزاں ہوگئی تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اور اگر اس کا اجر المثل بڑھ گیا حالانکہ مدت گزر چکی ہے تو فتاویٰ اہل سمرقند میں مذکور ہے کہ عقد فسخ نہ ہوگا اور شرح طحاوی میں مذکور ہے کہ عقد فسخ ہوگا اور از سرنو زیادتی کے موافق عقد قرار دیا جائے گا اور گذشتہ کا کرایہ وقت فسخ تک اس حساب سے واجب ہوگا جو قرار پایا ہے اور اگر زمین کی ایسی حالت ہو کہ اس کا اجارہ فسخ نہ ہو سکتا ہو جیسے کہ اس میں کھیتی موجود ہو اور ہنوز کاٹنے کے لائق نہیں ہے تو جس وقت اجر المثل بڑھا ہے تب تک مقررہ کے حساب سے واجب ہوگا اور جب سے بڑھا ہے تب سے آخر سال تک اجر المثل کے حساب سے دینا ہوگا اور اجرت کا زیادہ ہونا اس طور سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سب کے نزدیک بڑھا ہوا ہو یعنی کسی خاص زمین کے زیادہ ہونے سے زیادت کا حکم نہ دیا جائے گا یہ سب طحاوی نے کتاب المزارعۃ میں ذکر کیا ہے لیکن املاک میں یوں لکھا ہے کہ عقد فسخ نہ ہوگا خواہ اجر المثل ارزاں ہو جائے یا گراں ہو جائے اس میں روایت متفق ہیں یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے زمین وقف باجارہ طویلہ سو برس تک ایک شخص کو اجارہ دی ☆

ایک شخص نے ایسی حویلی جو اس کے باپ نے اپنی اولاد کے واسطے نسلاً بعد نسل موبد وقف کر دی تھی کسی شخص کو کرایہ پر دے دی اور اجارہ طویلہ قرار پایا اور موجر کے حکم سے مستاجر نے اس کی عمارت میں روپیہ لگایا پس اگر موجر کو وہاں کوئی ولایت حاصل نہ ہو یعنی مثلاً متولی وقف نہ ہو تو غاصب قرار دیا جائے گا اور مستاجر پر اس کا کرایہ مقررہ واجب ہوگا کہ اس کو لے کر صدقہ کر دے اور مستاجر نے جو کچھ عمارت میں صرف کیا ہے اس کو نہ موجر سے لے سکتا ہے اور نہ کسی اور سے لے سکتا ہے کیونکہ ظاہر ہوا کہ اس نے مفت احسان کی راہ سے خرچ کیا ہے اور اگر موجر متولی وقف ہو تو مستاجر پر اجر مقررہ واجب ہوگا بشرطیکہ اجر المثل کے برابر یا زیادہ ہو اور مستاجر نے جو کچھ عمارت میں لگایا ہے وہ حویلی کے کرایہ میں سے وضع کر لے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے زمین وقف باجارہ طویلہ سو برس تک ایک شخص کو اجارہ پر دی اور دونوں نے اقرار کیا ہے کہ ہم نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کے واسطے یہ عقد قرار دیا ہے اور ایک حاکم نے اس کی صحت کا حکم دے دیا پس جب کسی حاکم نے باوجود طویل مدت کے اس کی صحت کا حکم دے دیا تو اجارہ صحیح ہے اور چونکہ دونوں نے اقرار کیا کہ عقد ایک شخص غیر معین کے واسطے واقع ہوا ہے تو دونوں میں سے کسی کے مرنے سے عقد فسخ نہ ہوگا اور مال اجارہ اس کے واسطے حلال ہوگا ایسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے اور اس میں کچھ خلاف نہیں ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی گھر یا زمین بالمقطع[2] مدت قصیرہ مثلاً ایک سال کے واسطے اجارہ پر دی پھر زید نے اس کو خالد کے ہاتھ اجارہ طویلہ مرسوم پر دیا تو مدت قصیرہ کی اجارہ کے اندر اجارہ طویلہ بلاشبہ ناجائز ہے اور اس مدت کے ماسوائے میں یہ حکم ہے کہ جس شخص نے اجارہ طویلہ مرسومہ کو عقد واحد قرار دیا ہے اس کے نزدیک ناجائز ہے اور جس نے عقود متفرقہ قرار دیا ہے اس کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

زید نے انگور کا باغ اجارہ طویلہ پر لے کر قبضہ کر لیا اور عمرو کو بالمقطع ہر شش ماہی تک بعوض معلوم اجارہ دیا پھر عمرو نے اس کو

---

[1] زمانہ وموضع یعنی جہاں جس وقت میں فرق ہو حکم مختلف ہوگا۔ [2] بالمقطع کٹائی پر مثلاً سو روپیہ بدوں اس کے کہ ماہواری کا حساب ہو اور مدت قصیرہ بمقابلہ اجارہ طویلہ ہے جس کی مدت پچیس سال و زیادہ ہوتی ہے۔

دیکھا تو درخت بسبب سردی کے سوختہ پائے اور زید کو نہ پایا کہ اس کو واپس کر دے یہاں تک کہ فسخ کے دن قریب آئے اور زید بھی آ گیا اس نے اجارہ فسخ کر کے مال بالمقطع طلب کیا اور عمرو نے انکار کیا اور یہی علت پیش کی کہ درخت سوختہ تھے تو عمرو کے قول کی سماعت کی جائے گی اور مال بالمقطع اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ اس نے باغ میں اس طرح عمل دخل نہ کیا ہو کہ جس سے رضامندی ثابت ہوتی ہے اور اگر بروقت دیکھنے کے زید موجود ہو اور باجود امکان واپسی کے عمرو نے اس کو واپس نہ دیا تو مال مقطع ساقط نہ ہوگا اور علی ہذا القیاس اگر کسی شخص نے اپنا گھر اجارہ دیا اور مستاجر نے عیب دار پا کر واپس کرنا چاہا پس اگر واپس نہ کر سکا مثلاً موجر غائب تھا تو جس وقت موجر حاضر ہو اس وقت واپس کر سکتا ہے اور اجرت واجب نہ ہوگی بشرطیکہ مستاجر نے مکان میں کوئی ایسا عمل نہ کیا ہو جو رضامندی پر دلیل ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے باجارہ طویلہ کوئی چیز اجارہ دے کر وہ چیز فروخت کر دی پھر خیار کی مدت آئی پس آیا بیع نافذ ہو جائے گی تو اس میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ نافذ ہو جائے گی اور یہ ایسا ہے کہ مثلاً کوئی چیز باجارہ [1]مضافہ دی پھر وقت اضافت سے پہلے فروخت کر دی کہ اس میں بھی یہی حکم ہے مگر شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ میرے نزدیک بیع نافذ نہ ہوگی اور ظاہر الروایت کے موافق بیع نافذ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید نے ایک گھر باجارہ طویلہ پانچ دینار میں کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کر کے گھر مستاجر کے قبضہ میں دے دیا پھر مستاجر کی بلا رضامندی پانچ دینار میں اس کو فروخت کیا اور دام وصول کر لئے پھر مر گیا اور سوائے اس گھر کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو مستاجر اس کا زیادہ حقدار ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اپنے کرایہ وصول کرنے تک مکان اپنے قبضہ میں روک لے کیونکہ موت کی وجہ سے اجارہ باطل ہوا بیع باطل نہیں ہوئی پس وہ گھر مشتری کی ملک باقی رہا لیکن مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے اجرت ادا کر کے مکان پر قبضہ کر لے یا بیع چھوڑ دے اور اگر مکان کی بیع جائز ہوئی اور کرایہ کے باطل میں دس روپیہ ہیں اور دام پانچ روپیہ ہیں تو بھی مستاجر کو باقی پانچ روپیہ کے واسطے روک رکھنے کا استحقاق حاصل ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے زید نے عمرو کو باجارہ طویلہ ایک مکان کرایہ پر دیا اور سو دینار اجرت ٹھہرے حالانکہ مکان کی قیمت پچاس دینار ہیں پھر زید مر گیا اور اجارہ فسخ ہو گیا اور سوائے اس مکان کے اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا پھر زید کے وارث نے عمرو کو بعوض ان دیناروں کے جو زید پر آتے ہیں یہ مکان باجارہ طویلہ کرایہ پر دے دیا پھر وارث اور مستاجر کے درمیان یہ اجارہ فسخ ہو گیا تو عمرو وارث سے سو دینار نہیں لے سکتا ہے لیکن ترکہ میں اگر زید نے یہ مکان پچاس دینار قیمت کا چھوڑا تھا تو بقدر پچاس دینار کے مطالبہ کر سکتا ہے نہ سو دینار کا یہ ذخیرہ میں ہے۔

فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے زید کو ایک مکان باجارہ طویلہ کرایہ پر دیا پھر دوسرے کو باجارہ طویلہ کرایہ دیا تو جائز نہیں ہے اور بعد فسخ اول کے منقلب ہو کر جائز نہ ہو جائے گا اور اس حکم میں اشکال ہے اور اس مسئلہ میں دو روایتیں ہونی چاہئے ہیں کیونکہ اجارہ طویلہ میں بعض معقود علیہ مضاف ہوتا ہے اور جو اجارہ مضاف ہو اس میں وقت مضاف الیہ آنے سے پہلے اجارہ فسخ ہونے کی صحت میں دو روایتیں ہیں اور یہ اجارہ پہلے اجارہ کے فسخ کی دلیل ہے جیسے بیع میں ہوتا ہے پس واجب ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہوں یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے باجارہ طویلہ ایک مکان کرایہ پر لیا پھر موجر نے برضائے مستاجر اس کی عمارت گرا کر ازسرنو بنوا دی تو یہ سبب بقائے اصل کے اجارہ باقی رہے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور جس نے باجارہ طویلہ اجارہ لیا ہے اگر اس نے دوسری کو

---

[1] اجارہ مضافہ وہ اجارہ جس کی نسبت کسی وقت آئندہ کے جانب ہو مثلاً جب محرم آئندہ کا چاند دیکھا جائے اس وقت سے میں نے تجھے کرایہ دی حالانکہ اس وقت سے پہلے فروخت کر دی۔

اجارہ دیا تو اجارہ ثانیہ میں ایام مستثنیٰ کو کہ مثلاً دسویں و گیارھویں و بارھویں فلاں مہینے کی ہے بیان کرے اور صریح استثناء کرے تا کہ عقد ثانی میں ایام داخلہ وغیرہ داخلہ میں تمیز ہو جائے ایسا ہی حاکم شہید سمرقندی نے کتاب الشروط میں بیان فرمایا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اجارہ ثانیہ کے واسطے علیحدہ یادداشت تحریر کرے اور اگر پہلی یادداشت کی پشت پر فقط یوں لکھ دے کہ اس یادداشت کے ایام مستثنیٰ کے سوائے تو عقد ثانی کے جواز کے واسطے کافی ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے کوئی چیز باجارہ طویلہ صحیحہ بعوض دیناروں کے کرایہ پر لی اور وہ دینار بعد بیان وصف کے ذمہ کر لئے پھر بجائے دیناروں کے درہم دیئے پھر دونوں نے عقد اجارہ فسخ کیا تو موجر سے دیناروں کا مطالبہ ہوگا نہ درہموں کا اور اگر عقد فاسد ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو موجر سے درہموں کا مطالبہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر اجارہ طویلہ کے اندر زمین یا باغ انگور میں موجر نے پودے لگانے چاہے تو متاجر کو منع کرنے کا اختیار ہے کیونکہ موجر کو ملک الید والتصرف حاصل نہیں ہے اور اگر موجر نے درخت کٹائے یا شاخیں چھٹوائیں تو منع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس کا اعتبار بیع کا ہے کہ حق ثمن میں ظاہر ہے نہ حق شجر میں اور اگر متاجر نے اس میں سے جلانے کی لکڑیاں جمع کیں تو نہیں جمع کر سکتا ہے حالانکہ اس کی بیع میں ہے یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے زمین باجارہ طویلہ لی اور درخت خریدے تا کہ استیجار صحیح ہو پھر درختوں میں پھل آئے پھر دونوں نے عقد فسخ کر لیا تو تمام پھل متاجر کی ملک ہیں اور اگر درخت قطع کر دیا پھر فسخ کیا تو پھل موجر کے ہوں گے اور اگر متاجر نے ان کو تلف کر دیا تو اس پر ان کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ جواز اجارہ کے واسطے یہ بیع ضروری ہے پس احکام بیع قطع کے اس پر جاری نہ ہوں گے اور اگر مدت اجارہ کے اندر موجر نے درخت تلف کر دیئے تو صحیح یہ ہے کہ موجر پر ضمان واجب نہ ہوگی مگر متاجر کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے فسخ کر دے کیونکہ یہ عیب پیدا ہو گیا ہے اور اگر موت اجارہ کے اندر متاجر نے قطع کر دیئے تو شیخ برہان الدین صاحب المحیط قاضی خان و قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ نقصان کا ضامن نہ ہوگا لیکن موجر کو خیار حاصل ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔

اگر اجارہ طویلہ میں موجر مر گیا حالانکہ موجر کے ذمہ بہت سے قرضہ واجب الادا ہیں ☆

ایک شخص نے باغ انگور باجارہ طویلہ کرایہ پر لیا اور بطور معاملت کے موجر کو دیا پس اگر اجارہ طویلہ بطریق درختوں کی بیع کے ہو یعنی درخت بیع کر لئے ہوں تو معاملت جائز ہے اور اگر اجارہ بطور معاملت کے ہو تو مالک کو معاملت[1] پر دینا نہیں جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر کسی شخص نے ایسا باغ انگور اجارہ پر لیا جس کو نہیں دیکھا ہے اور مالک باغ نے درخت پہلے سے بیع کر دیئے تھے حتیٰ کہ اجارہ صحیح ہوا تو متاجر کو باغ کا خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر متاجر نے باغ میں مالکانہ کوئی تصرف کیا تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے انگور کے پھل اس باغ میں سے کھائے تو اس سے خیار رویت باطل نہیں ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر اجارہ طویلہ میں موجر مر گیا حالانکہ موجر کے ذمہ بہت سے قرضہ واجب الادا ہیں تو شے اجارہ کے ثمن کا استحقاق متاجر کو سب قرض خواہوں سے زیادہ حاصل ہے یعنی پہلے وہ شے فروخت ہو کر اس کے داموں سے متاجر کا کرایہ دیا جائے گا پھر دوسرے قرض خواہوں کو ملے گا جیسے شے مرہونہ میں مرتہن باقی قرض خواہوں سے ثمن رہن کا زیادہ مستحق ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اجارہ طویلہ اگر کسی وجہ سے فاسد ہو تو متاجر پر اجر المثل واجب ہوگا مگر مقدار مقررہ متعینہ[2] سے زیادہ نہ دیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر اجارہ طویلہ میں متاجر نے اجرت موجر کو ہبہ کر دی اور ہنوز اجارہ فسخ نہیں ہوا ہے تو صحیح نہیں ہے کیونکہ تعجیل کی شرط کی وجہ سے تمام

---

[1] یعنی درختوں کو بٹائی پر لیا ہو تو پھر بٹائی پر موجر کو دینا روا نہیں ہے۔ [2] مثلاً سو درہم پر ٹھیکہ ٹھہرا اور اجر المثل دو سو درہم ہیں تو فقط سو درہم ملیں گے۔

اجرت موبرش ملک ہوگی پس باوجود ملک موجر کے اس کی مملوکہ چیز کومستاجر نے اسے ہبہ کیا اس واسطے صحیح نہیں ہے یہ صغریٰ میں ہے۔
ایک شخص نے ایک کشتی بنانے والے کو مزدور مقرر کیا کہ اس قدر اجرت پر بارہ بالشت کی کشتی اس لکڑی کی تیار کردے اور کشتی ساز نے کہا کہ تیری لکڑی اس کام کے لائق نہیں ہے مگر تو مجھے اجازت دے کہ میں اس میں ایک بالشت کم یا زیادہ کردوں اس نے زیادہ کر دینے کا حکم دیا اور کشتی ساز نے تیرہ بالشت کی کشتی بنائی تو زیادتی کے مقابلہ میں اجرت کا مستحق ہوگا[1] یہ قنیہ میں ہے۔
اجارہ طویلہ کے مستاجر نے اگر کسی دوسرے کو اجارہ کی چیز اجرت پر دے دی یا مزارعت پر بایں شرط دے دی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں پھر مستاجر اول نے اپنے موجر سے عقد فسخ کر لیا پس کیا اجارہ ثانیہ بھی فسخ ہو جائے گا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اجارہ ثانیہ خواہ اجارہ ہو یا مزارعت مشروطہ[2] وہ بھی فسخ ہو جائے گی خواہ ہر دو اجارہ کے ایام فسخ ایک ہی قرار پائے ہوں یا مختلف ہوں مثلاً ایام خیار پہلے اجارہ میں تین روز آخر سال میں انہیں سے اور دوسرے اجارہ میں بھی ایسے ہی ہوں یا اس کے برخلاف ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اکتیسواں باب:

کوئی کام کاریگر سے بنوائے یا کسی کام کے ٹھیکہ کے بیان میں

استصناع استحساناً جائز ہے یعنی سنار وغیرہ سے مثلاً کوئی شے بنوائی اور اجارہ کر لیا تو جائز ہے کیونکہ ہر زمانہ میں بلا انکار لوگوں کا تعامل و تعارف چلا آیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور استصناع کے یہ معنی ہیں کہ مال عین و عمل دونوں کاریگر کی طرف سے ہوں یعنی مثلاً سنار اور اس کا کنگن بنانا دونوں سنار کی طرف سے ہوں اور اگر مال عین مثلاً سونا بنوانے والے نے اپنے پاس سے دیا سونا کاریگر نے نہ لگایا تو یہ اجارہ ہوگا استصناع نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور تجنیس شیخ الاسلام خواہرزادہ میں مذکور ہے کہ استصناع کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز خرید کرے اور بائع سے درخواست کرے کہ اس چیز میں یہ کام بنائے مثلاً چمڑا خرید کرے اور بائع کو حکم دے کہ اس کے موزے بنائے اور موزوں کا انداز ساخت بیان کرے تو یہ ساخت ناجائز ہے اور ہر ایسی چیزیں جس کی استصناع کی عادت جاری ہے یہی حکم جیسے پیتل و تانبے ولکڑی کے برتن و دیگیں وغیرہ وٹوپیاں وغیرہ گر ان کا انداز و ساخت بیان کردے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور استصناع بھی بیع ہے یہی اصح ہے اور جس نے چیز بنوائی ہے اس کو بروقت دیکھنے کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا اور کاریگر کو اختیار نہیں ہے یہی امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ پھر اگر بنوانے والے نے چیز پسند کر لی تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور کاریگر کو اختیار ہے کہ بنوانے والے کی پسند سے پہلے اس کو فروخت کردے کذا فی التہذیب۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر زید نے کسی جولاہے سے روئی کا کپڑا بنوایا اور اس کا طول و عرض وجنس ورقعہ بیان کر دیا اور سوت جولاہے کی طرف سے ٹھہرا حتیٰ کہ استصناع قرار پایا تو قیاساً یہ جائز ہے لیکن امام محمدؒ نے استحساناً حکم دیا کہ نہیں جائز ہے اور اگر اس صورت میں کوئی میعاد مقرر کر دی تو بیع سلم ہو جائے گی اور یہ مسئلہ کتاب الاجارات میں بدوں ذکر اختلاف مذکور ہے۔

جن چیزوں میں استصناع کا معاملہ لوگوں میں عادۃً جاری نہیں ہے ان میں میعاد لگانے سے بالا جماع

[1] قولہ ہوگا والظاہر انہ لا یستحق یعنی مستحق نہ ہوگا کما دل علیہ المسائل فی المتفرقات۔ [2] مزارعت مشروطہ یعنی اجارہ میں مزارعت شرط کی گئی ہو۔

سلم ہو جاتی ہے☆

شرح شیخ الاسلام کتاب البیوع میں کہ جن چیزوں میں لوگوں کے درمیان استصناع کی عادت جاری ہے اگر ان میں مدت مقرر ہو جائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع سلم ہو جاتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ہوتی ہے اور جن چیزوں میں ایسا معمول نہیں ہے ان میں مدت لگانے سے بالاجماع سلم ہو جاتی ہے اور قدوری میں ہے کہ اگر استصناع میں میعاد مقرر کی تو وہ بمنزلہ سلم کے ہے کہ اس میں مجلس عقد میں بدل پر قبضہ ہو جانا ضروری ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں میں کسی کو خیار نہ رہے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ سلم نہیں ہے اور جن چیزوں میں لوگوں کا تعامل ہے اور جن میں نہیں ہے اس کی کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے اور کتاب الاجارات میں بلا ذکر خلاف بیان کرنا اس قول کا موئد ہے جو شیخ الاسلام نے شرح کتاب البیوع میں فرمایا کہ جن چیزوں میں استصناع کا معاملہ لوگوں میں عادۃً جاری نہیں ہے ان میں میعاد لگانے سے بالاجماع سلم ہو جاتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دوسرا ابریشم دیا اور کہا کہ دوسرے اپنے پاس سے اس میں ملا کر کپڑا تیار کر دے اور اپنی بنائی لے کر جو بڑھے وہ دونوں میں نصفا نصف نفع سے تقسیم ہو پس اگر جولا ہے نے خلط نہ کیا اور ہر ایک کو علیحدہ بنا تو ابریشم والے سے اپنی بنائی لے لے گا اور باقی سب ثمن ابریشم والے کو ملے گا اور اگر اس نے خلط کر کے سب بن دیا تو سب دونوں میں موافق شرط کے نصفا نصف مشترک ہو گا اور اجر المثل واجب نہ ہو گا کیونکہ اس نے محل مشترک میں کام کیا ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک جولا ہے کو کچھ سوت دیا کہ اس کو بن دے اور کہا کہ اس میں ایک رطل اپنے پاس سے بڑھا دے اور کہہ دیا کہ اپنے سوت میں سے مجھے اس شرط سے قرض دے کہ میں اس کے مثل تجھے دے دوں گا اور حکم دیا کہ اس صفت کا کپڑا اس قدر اجرت معلومہ پر بن دے تو یہ استحساناً جائز ہے خواہ قرض لینا عقد اجارہ میں مشروط ہو یا نہ ہو اور اگر کہا کہ ایک رطل میرے واسطے اس شرط سے بڑھا دے کہ تیرے سوت کے مثل میں تجھے دے دوں گا تو جائز ہے اور یہ قرض قرار دیا جائے گا اور کہا کہ میرے واسطے سوت اس میں بڑھائے اور یہ کہہ کر خاموش رہا تو بھی جائز ہے اور یہ قرض ہو گا پھر اگر قرض لینا عقد اجارہ میں مشروط نہ ہو تو اجارہ قیاساً و استحساناً جائز ہے اور اگر مشروط ہو تو مسئلہ میں حکم بقیاس و باستحسان ہے چنانچہ استحسان بیان کر دیا جائے گا یعنی جائز ہے پھر اگر جولا ہے اور مالک میں اختلاف ہوا حالانکہ جولاہا کام سے فارغ ہو چکا ہے پس مالک نے کہا کہ تو نے اس میں کچھ نہیں بڑھایا ہے اور جولا ہے نے کہا کہ میں نے اس میں بڑھا دیا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ کپڑا موجود نہیں ہے مثلاً اس کے مالک نے وزن معلوم کرنے سے پہلے اس کو فروخت کر دیا ہے تو علمی قسم سے مالک کا قول قبول ہو گا واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ جولا ہے نے میرے واسطے سوت بڑھا دیا ہے اور جولا ہے پر واجب ہے کہ اپنے گواہ لائے پھر اگر کپڑے کے مالک نے قسم سے انکار کیا تو جو کچھ جولا ہے نے دعویٰ کیا ہے وہ ثابت ہو جائے گا اور رب الثوب پر لازم ہو گا اور اگر کپڑے کے مالک نے قسم کھالی تو جولا ہے کے دعویٰ سے بری ہو گیا اور اگر وہ کپڑا بعینہٖ موجود ہو تو عنقریب اس صورت کا حکم بیان ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر کپڑے کے مالک نے جولا ہے سے یوں کہا کہ اپنے سوت میں سے ایک رطل بڑھا دے اس شرط سے کہ میں تیرے سوت کے دام اور بنوائی میں اس قدر دوں گا تو قیاساً یہ جائز نہیں ہے مگر استحساناً جائز ہے اور جب یہ صورت استحساناً جائز ٹھہری پس اگر کام سے فارغ ہونے کے بعد دونوں نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے اس میں کچھ نہیں بڑھایا ہے اور جولا ہے نے کہا کہ جس قدر تو نے بڑھانے کا حکم کیا تھا میں نے وہ بھی بڑھا دیا ہے پس اگر وہ کپڑا موجود نہ رہا ہو تو مذکور ہے کہ کپڑے کے مالک سے اس

---

[1] سوت دیا اور سیر بھر بڑھانے کو کہا تو اس صورت میں دو سیر کی مزدوری نہیں بلکہ سیر بھر کے حساب سے لگائی جائے گی۔

کے علم پر قسم لے کر اسی کا قول قبول ہوگا پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو جولا ہے کا دعویٰ یعنی اس کے حکم کے موافق بڑھا دینا ثابت ہو جائے گا اور جو اس نے مقرر کیا وہ سب جولا ہے کو ملے گا اس میں سے کچھ تو بمقابلہ سوت کے دام کے اور کچھ بمقابلہ کام کی مزدوری کے ہوگا اور اگر قسم کھا لی تو بڑھا ثابت نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے ذکر فرمایا کہ جو مقدار اس نے بیان کی ہے اس میں سے سوت کے دام وضع کر کے باقی دام بنائی میں اس کو دیئے جائیں گے اور اس کے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ جو مقدار اجرت بمقابلہ کام وزیادتی کے بیان کی ہے اس کو اجر المثل عمل وسوت کی قیمت جس کو مالک نے قبول کیا ہے تقسیم کریں مگر مثل عمل[1] اتنی مقدار میں جو اس نے حکم دیا تھا اس واسطے کہ جولا ہے نے مقدار مسمّٰی کو بمقابلہ سوت وڈیڑھ سیر سوت تننے کے مقبول کیا ہے اس واسطے کہ ایک سیر سوت اس کو مستاجر نے دیا اور نصف سیر اس سے خریدا ہے پس اس کی قیمت کم کر دی جائے گی اور جو کچھ کام کے پڑتے میں پڑے وہ بنائی اس کے ذمہ لازم ہوگی چنانچہ اگر مقدار مسمّٰی تین درہم ہوں کہ بمقابلہ سوت وکام کے ٹھہرے ہوں اور سوت کی قیمت ایک درہم ہو اور اجر المثل اس کام کا جس کے تیار کرنے کا حکم دیا ہے دو درہم ہوں تو مسمّٰی میں سے ایک درہم کم کر دیا جائے گا جو سوت کی قیمت ہے پھر جو کچھ مسمّٰی یعنی دو درہم وہ معمول وغیرہ معمول پر تقسیم ہوگا یعنی ڈیڑھ سیر کے مقابلہ میں اس نے قبول کیا اور ثابت یہ ہوا کہ اس نے ایک سیر سوت بنا ہے تو باقی ان دونوں پر تقسیم ہوگا پس زیادتی یعنی مقدار غیر معمولہ کا حصہ اجرت کم کر دیا جائے گا اور معمول سے غیر معمول زیادت کا حصہ کیونکر معلوم کیا جائے اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ باعتبار وزن کے معلوم کرلیا جائے مثلاً اگر دیا ہوا سوت ایک سیر ہو اور زیادتی آدھ سیر کی ہو تو باقی یعنی سوت کے دام نکالنے کے بعد مسمّٰی میں سے جو باقی رہا یعنی دو درہم وہ ان دونوں پر تین حصہ ہو کر دو حصہ بمقابلہ معمولہ کے اور ایک حصہ بمقابلہ غیر معمولہ کے قرار دے کر دو درہم میں سے اس کی ایک تہائی کم کی جائے گی اور بعضوں نے فرمایا کہ کام کی سختی وآسانی باعتبار کپڑے کی چھوٹائی بڑائی کے نہ معتبر ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ جو موجود ہے اس سے ساقط کی مقدار باعتبار کام کی سہولیت وسختی کے بسبب کپڑے کی چھوٹائی وبڑائی کے معلوم کی جائے گی اور یہ اس وجہ سے کہ کبھی کپڑے کی بڑائی کی وجہ سے جولا ہے پر کام آسان ہوتا ہے اور بسبب چھوٹائی کے دشوار ہو جاتا ہے کیونکہ جب چھوٹا ہوگا تو وصل وکام دقیق کا بار بار محتاج ہوگا اور جب بڑا ہوگا تو ایک ہی بار اس کی ضرورت ہوگی اور یہ تفاوت اس کام کے کاریگروں میں معتبر ہے کہ چھوٹائی میں زیادہ اجرت پڑتی ہے اور بڑائی میں کم پس اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

جب ان دونوں کا اعتبار ضروری ہوا تو جو کچھ مقدار مسمّٰی سے بچ رہا ہے یعنی دو درہم وہ ڈیڑھ سیر کے کام اور ایک سیر کے کام کے اجر المثل پر تقسیم ہوگا پس اگر ڈیڑھ سیر کا اجر المثل ڈھائی درہم ہوں اور ایک سیر کا دو درہم ہوں تو بمقابلہ زیادتی کے نصف درہم پڑا پس دو درہم میں سے نصف درہم کم کر دیا جائے گا یہی غیر معمولہ کا حصہ اجرت ہے لیکن اگر طویل وقصیر میں ایک یا دو ہاتھ کا فرق ہو تو اجرت کی زیادتی ونقصان کے بارہ میں اتنے فرق کا کچھ اعتبار نہیں ہے پھر آیا اجر المثل واجب ہوگا یا مسمّٰی واجب ہوگا پس بعض مشائخ کے قول پر جو حصہ اجرت مقدار مسمّٰی میں سے پڑتے میں پڑتا ہے اس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائے گا اور بعضوں کے قول پر اگر مستاجر عیب پر راضی ہوا تو اس پر مسمّٰی واجب ہوگا اور اگر راضی نہ ہوا ہو تو اجر المثل واجب ہوگا مگر حصہ مسمّٰی سے زیادہ نہ کیا جائے گا جیسا کہ ہم نے مسائل متقدمہ میں بیان کیا ہے اور امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں اجرت کو مطلقاً بیان فرمایا مسمّٰی کا لفظ نہیں کہا ہے تو مثل مسئلہ اولیٰ کے اس کی تخریج واجب ہے اور اگر کپڑا بعینہ موجود ہو پس اگر اس سوت کی مقدار جو مالک نے دیا ہے معلوم نہ ہوئی ہو تو سب صورتوں میں

---

[1] دقیق آٹا اور بمعنی دقت۔

وہی حکم ہوگا جو درصورت موجود نہ ہونے کے اول سے آخر تک بیان ہوا ہے مگر فرق ایک صورت میں ہے کہ اگر مالک نے قسم کھالی او۔ زیادتی ثابت نہ ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ جولا ہے کے پاس وہ کپڑا چھوڑ دے اور اپنے سوت کے مثل سوت اس سے ڈانڈ بھر لے اور اگر درصورت کپڑا موجود ہونے کے اس سوت کی مقدار جو مالک نے دیا ہے معلوم ہوتی ہو پس اگر باہمی تصدیق کی کہ وہ ایک سیر تھا تو کپڑے کا وزن کیا جائے گا اور دونوں سے کسی کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا پس اگر تول میں ایک سیر نکلا تو زیادتی کرنا بالیقین ثابت نہ ہوا پس مالک کا قول بلاقسم معتبر ہوگا اور اگر تول میں دو سیر نکلا تو جولا ہے کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ مالک یہ دعویٰ نہ کرے کہ یہ زیادتی آٹے یعنی مانڈی کی وجہ سے ہے اور اگر اس نے یہ دعویٰ کیا تو جولوگ اس فن کے مبصر ہیں ان کو دکھایا جائے گا پس اگر انہوں نے کہا کہ مانڈی سے کبھی اس قدر بڑھ جاتا ہے تو قسم کے ساتھ مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر انہوں نے کہا کہ مانڈی سے اس قدر نہیں بڑھتا ہے تو ظاہر حال جولاہا کا شاہد ہے پس قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص کو تل دیئے کہ اس کی بھوسی اور رب منفسخ کر دے اور تجھ کو ایک درہم دوں گا تو یہ فاسد ہے اور اگر تاجروں کے نزدیک تفسخ کی مقدار معلوم ہو تو جائز ہے بخلاف اس کے اگر رنگریز کو کپڑا دیا کہ رنگ دے تو جائز ہے اگرچہ عصفر کی مقدار بیان نہ کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر لوہار کو کوئی چیز معلوم بنانے کے واسطے لوہا دیا اور اجرت ٹھہرادی پھر لوہار اس کو موافق حکم کے بنالایا تو مالک کو خیار نہ ہوگا بلکہ قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر لوہار نے حکم سے مخالفت کر کے کچھ تفاوت کیا پس اگر من حیث الجنس تفاوت کیا مثلاً بسولا بنانے کے واسطے حکم کیا اور لوہار نے بیلچہ بنادیا تو بیلچہ لوہار کا اور لوہار اس کے لوہے کے مثل لوہا ضمان دے اور لوہے کے مالک کو کچھ اختیار نہ ہوگا اور اگر من حیث الوصف خلاف کیا مثلاً بسولا نجاروں کے کام کا بنانے کے لئے حکم کیا اس نے لکڑی چیرنے کی کلہاڑی بنائی تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے لوہے کے مثل لوہا ضمان لے اور کلہاڑی لوہار کے پاس چھوڑ دے اور کچھ اجرت نہ دے یا کلہاڑی لے کر اس کو مزدوری دے دے اور یہی حکم ہر صانع میں ہے کہ اگر کوئی چیز معین بنانے کے واسطے اس کو مقرر کیا مثلاً موزہ دوز کو چمڑا دے دیا کہ اس کے موزے بنائے اور اس نے مخالفت کی تو بنابر مخالفت کے اسی طور سے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین بتشریح شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زین ساز کو بعض چیزیں زین کے کام کی اپنے پاس سے دے کر کہا کہ ان چیزوں سے اور جو چیزیں اور چاہئے ہوں اپنے پاس سے ملا کر زین تیار کر دے اور شرط کرتا ہوں کہ تجھے تیرے کام کی مزدوری اور جو چیزیں تو نے لگائیں ان کی قیمت دے دوں گا اور زین ساز نے ایسا ہی کیا اور ایک جماعت نے کہا کہ اس کے کام کی مزدوری مع قیمت اشیاء تمیں درہم ہیں وہ شخص راضی ہو گیا اور دونوں اہل معاملہ اتنے پر متفق ہوئے پس اس شخص نے پانچ درہم زین ساز کو ادا کر دیئے پھر بادشاہی بعضے سپاہی و ترک زبردستی زین چھین لے گئے اور اس کو اس طرح چھپا دیا کہ اس پر قابو نہیں چل سکتا ہے پس کیا اس شخص کو اختیار ہے کہ زین ساز سے زین کی قیمت کی ضمان لے تو شیخ نے فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس نے دیا ہے وہ پھیر لے کیونکہ کام اس کے سپرد نہیں ہوا اور بعضی چیزیں اس کے سپرد ہو گئی ہیں اور فرمایا کہ باوجود اس کے جب زین بنانے سے فارغ ہوا اور بعض آلات بعض سے متصل ہو گئے اور دونوں کا اتفاق و باہمی رضامندی ہو گئی کہ اس کام پر یہ مال دے دے تو فرمایا کہ مثل ابتدائی بیع کے ہے پس جائز ہے یہ فتاویٰ نسفی میں ہے۔

ایک شخص نے ایک موزہ خریدا اور بائع سے کہا کہ اپنے پاس سے اس میں نعل لگائے اور یہ جائز ہے ☆

اگر ایک شخص زید نے چمڑا موزہ دوز کو جوڑا موزہ کی قدر اجرت معلومہ پر تیار کرنے کے واسطے دیا اور مقدار و صفت بیان کر دی اس شرط سے کہ موزہ دوز اس میں نعل لگائے اور اپنے ہی پاس سے استر دے اور نعل و استر کا وصف بیان کر دیا تو قیاساً جائز نہیں اور استحساناً جائز ہے اور قیاساً ایسا ہے کہ گویا ایک درزی کو جبہ سینے کے واسطے کپڑا دیا بایں شرط کہ اپنے پاس سے استر دے کر بھر وادے اور کچھ اجرت معلوم ٹھہرا لی تو یہ نہیں جائز ہے اور امام محمدؒ نے جبہ کا مسئلہ کتاب الاصل میں یوں ہی ذکر فرمایا ہے جیسا ہم نے بیان کیا اور منتقی میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ نے ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے درزی کو ابرہ دے کر کہا کہ اس میں اپنے پاس سے استر دے کر میرے لئے تیار کر دے تو یہ جائز ہے اور اس کا قیاس اس صورت مسئلہ پر کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک موزہ خریدا اور بائع سے کہا کہ اپنے پاس سے اس میں نعل لگائے اور یہ جائز ہے پس اس مسئلہ میں دو روایتیں ہو گئیں یعنی ایک میں جائز اور دوسری میں ناجائز ہے اور اگر استر اپنے پاس سے دے کر کہا کہ اس میں ابرہ اپنے پاس سے دے کر تیار کر دے تو یہ باتفاق الروایات فاسد ہے پھر امام محمدؒ نے اس تصرف کو جائز رکھا اگرچہ چمڑے کے مالک نے نعل و استر کو نہ دیکھا ہو مگر یہ نعل و استر اس موزے کے لائق ہو اسی طرح اگر کسی شخص نے موزہ دوز سے کہا کہ چار قطع چمڑے کے میرے موزوں پر لگا کر بعوض اتنی اجرت کے مکعب کر دے حالانکہ اس نے چمڑے کے ٹکڑے نہیں دیکھے ہیں تو یہ بھی استحساناً جائز ہے اسی طرح پھٹے ہوئے موزے پر پیوند لگانا بھی جائز ہے اگرچہ اس شخص نے پیوند دیکھے نہ ہوں مگر نوادر ابن سماعہ میں نعل اور وکعب کے قطعات اور پیوند کے ٹکڑے دکھلانا عقد اجارہ جائز ہونے کے واسطے شرط گردانا ہے پس اس مسئلہ میں دو روایتیں ہو گئیں یعنی ایک روایت میں بدوں دکھلانے کے عقد جائز ہے اور دوسری میں نہیں جائز ہے اور جب یہ اجارہ استحساناً جائز ہوا اور موزہ دوز نے کام تیار کیا پس اگر اس کا کام اچھا اور قریب قریب اس شخص کے بیان کے ہو کہ اس میں کچھ فساد نہ ہو تو چمڑے کے مالک پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو قبول کرے اور اس کو خیار حاصل نہ ہوگا کہ چاہے لے یا نہ لے پس خواہ مخواہ قبول کر لینے کے واسطے قریب قریب حکم کے تیار ہونا معتبر رکھا ہے ہر طرح حقیقۃً موافق حکم کے ہونا شرط نہیں کیا ہے اور چمڑے کے مالک کو خیار دیت حاصل نہ ہوگا نہ کام میں اور نہ نعلوں میں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ قریب قریب حکم کے اچھا کام ہو اور اگر اس نے بگاڑ دیا مثلاً کسی صفت میں خلاف کیا تو ذکر فرمایا ہے کہ چمڑے کے مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے موزہ اسی کے پاس چھوڑ کر اس سے اپنے چمڑے کی قیمت لے لے یا موزہ لے کر اس کی اجرت دے دے پس اگر اس نے موزہ چھوڑ کر چمڑے کی قیمت لے لی تو کچھ اجرت نہ دے گا اور اگر موزہ لے کر اجرت دی تو پہلے اس کو فقط موزہ سینے کی اجرت مثل دے گا پھر نعل سے جو اس میں زیادتی ہو گئی ہے اس کی قیمت دے گا۔

نعل سے جو زیادتی ہو گئی ہے اس کی شناخت کا یہ طریقہ ہے کہ ایک بار موزہ کو بلا نعل سلا ہوا انکوائے کہ اس کی قیمت کیا ہے پھر اس کو مع نعل انکوائے پس اگر غیر منعل کی قیمت دس درہم ہوں اور منعل کی قیمت بارہ درہم ہوں تو معلوم ہو گیا ہے کہ نعل سے دو درہم کی زیادتی ہوئی پھر دیکھا جائے گا کہ فقط موزہ کی سلائی کیا ہے پس اگر تین درہم مثلاً ہوں تو اس کے ساتھ یہ زیادتی نعل کی یعنی دو درہم ملا کر پانچ درہم رکھے جائیں گے پھر اجرت مسمی سے اس کا مقابلہ کیا جائے گا پس اگر یہ پانچ درہم اجرت مسمیٰ کے برابر یا کم ہوں تو موزہ دوز کو یہی دیئے جائیں گے اور اگر اجرت مسمیٰ اس سے کم ہو مثلاً چار ہی درہم ہوں تو پانچ درہم میں سے ایک درہم کر کے چار درہم اس کو دیئے جائیں گے اور جب یوں اعتبار کیا گیا کہ نعل سے اس میں از روئے قیمت کیا زیادتی ہوئی تو نعل دوزی کی اجرت مثل کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس مسئلہ اور دوسرے مسئلہ میں جو بیان کیا جاتا ہے فرق کیا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے سلا ہوا موزہ ایک موزہ دوز کو اپنے پاس سے نعل لگانے کے واسطے دیا اور اجرت معلوم ٹھہرا دی حتیٰ کہ بسبب تعامل کے استحساناً اجارہ جائز

ہوا اس نے ایسا نعل لگایا کہ وہ خراب ہے اس موزہ کے لائق نہیں ہے اور موزہ بگڑ گیا اور مثل مسئلہ مذکورہ بالا کے اس صورت میں بھی مالک کو خیار حاصل ہوا اور مالک نے موزہ لے لینا اختیار کیا تو مالک اس کو اس کے کام کا اجر المثل اور جدا نعل کی قیمت غیر دوختہ عطا کرے گا مگر مقدار مسمّٰی سے دونوں داموں میں زیادہ نہ دے گا اور مسئلہ مذکورہ میں اجر المثل کے ساتھ نعل سے جو زیادتی ہوئی اس کی قیمت دینے کا حکم کیا اور نا دوختہ نعل واستر کی قیمت دینے کا حکم نہ کیا حالانکہ دونوں جگہ موزہ دوز کا کام وعین مال مالک کے موزہ کے ساتھ متصل ہے مگر ایک جگہ تو یوں کہا کہ نعل سے جو زیادتی ہوئی اس کی قیمت دے اور دوسری جگہ فرمایا کہ نا دوختہ نعل کی قیمت دے اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے فرمایا کہ دونوں مسئلوں میں جو اس مسئلہ میں مذکور ہے فرق ہے اور مسئلہ مذکورہ میں اگر اس مسئلہ کے موافق مالک نے چاہا کہ موزہ دوز کو موزہ و نعل واستر کی سلائی کا اجر المثل دے کر نعل واستر کی قیمت نا دوختہ کے حساب سے دے دے تو جائز ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ مذکورہ میں نعل واستر سے جو زیادتی ہوئی اس کی قیمت دینی ممکن ہے اور اس مسئلہ میں نعل سے جو زیادتی ہوئی اس کی قیمت کا واجب کرنا ممکن نہیں ہے پھر امام محمدؒ نے دونوں مسئلوں میں فرمایا کہ مقدار مسمّٰی سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائے گا اس میں بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ علی الخصوص بمقابلہ کام کے جو مقدار مسمّٰی ہے اس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائے گا لیکن جو بمقابلہ نعل کے خاص ہے وہ خواہ کسی قدر ہو سب دینا واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ نعل وعمل دونوں کے مقابلہ میں مقدار مسمّٰی سے زیادہ اجر المثل نہ دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اسی طرح اگر کسی ٹوپی بنانے والے کو ایک ٹکڑا دیا کہ اس کی ٹوپی اپنے پاس سے استر لگا کر تیار کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے جو ہم بیان کر دیا ہے پھر اگر غیر جید بنا کر لایا تو اس کو خیار نہ ہوگا لیکن اگر شرط کر دی ہو کہ جید ہی بنا دے تو اس صورت میں خیار حاصل ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے موزہ دوز سے دو موزے سلوائے اور کچھ چیز اپنے پاس سے نہیں دی وہ بنا لایا اور مستصنع[1] نے کہا کہ اس میں ویسا چمڑا نہیں ہے جیسا میں نے بیان کیا اور نہ ویسی سلائی اور نہ مقدار ہے اور موزہ دوز نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے ایسے ہی بنانے کا حکم دیا تھا اور موزہ دوز نے چاہا کہ اس شخص سے قسم لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے بخلاف رنگریز کے اگر اس نے کپڑے کے مالک سے کہا کہ تو نے ایسا ہی رنگنے کا حکم دیا تھا اور قسم لینی چاہی تو اس کو اختیار ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی موزہ دوز کو چمڑا دے کر کہا کہ اس کے موزے قطع کر کے سی دے اور چار درہم مزدوری دوں گا اس نے کسی دوسرے شخص کو دو درہم پر سینے کے واسطے دے دیئے پس اگر اس کو اپنے پاس سے دام ادا کئے یا خود کچھ کام کر دیا ہے تو یہ زیادتی اس کے حق میں حلال ہے ورنہ اس کو صدقہ کر دے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے موزہ دوز سے کہا کہ اپنے پاس سے اس موزہ میں نعل لگائے اور اجرت ٹھہرا دی اس نے ایسے نعل جیسے ایسے موزوں میں لگائے جاتے ہیں لگائے تو مالک کو لینے پڑیں گے اگرچہ بہت عمدہ نہ ہوں اور مالک کو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر جید نعل لگانے کی شرط کر لی ہو اور موزہ دوز ایسے نعل لگا لایا کہ اس کو جید کہہ سکتے ہیں تو مالک اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر موزہ دوز سے شرط کر لی کہ جید نعل لگائے اس نے غیر جید لگائی تو مالک کو اختیار ہے چاہے اپنے موزے کی قیمت لے لے یا موزے لے کر اس کے کام کی مزدوری بحساب اجر المثل اور جو زیادتی ہوئی ہے اس کی قیمت دے دے مگر مقدار مسمّٰی سے زیادہ نہ دی جائے گی یہ بدائع میں ہے موزہ دوز نے زید کے کہنے کے موافق سب طرح موزہ تیار کر دیا اس میں باہم اتفاق ہے مگر اجرت میں اختلاف کیا کہ موزہ دوز نے کہا کہ تو نے مجھے ایک درہم دینے کو کہا تھا اور مالک نے کہا کہ دو دانگ دینے ٹھہرائے تھے اور دونوں

---

[1] مستصنع وہ شخص جس نے کوئی چیز کاریگر سے بنوائی ہو۔

نے گواہ قائم کیے تو موزہ دوز کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر کسی نے گواہ قائم نہ کیے تو کیا حکم ہے اور واجب اس صورت میں یہ ہے کہ نادوختہ موزہ کی قیمت کے موافق حکم ہو اور جس کے قول کی شاہد نعل کی قیمت ہو اسی کا قول قبول ہو جیسا کہ انگریزی کی صورت میں ہوتا ہے پس اگر نعل کی قیمت ایک درہم ہو جیسا کہ موزہ دوز مدعی ہے تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر نعل کی قیمت دو دانگ ہو جیسا کہ مالک مدعی ہے تو قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا اور باہم قسم نہ لی جائے گی اور اگر نعل کی قیمت دونوں میں سے کسی کے قول کی شاہد نہ ہو مثلاً نصف درہم ہو تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی یہ سب اس صورت میں ہے کہ اجرت کی مقدار میں اختلاف ہو اور اگر نفس اجرت میں اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے مجھے بلا اجرت سی دیا ہے اور موزہ دوز نے کہا کہ میں نے تجھے باجرت بنادیا ہے تو دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی پس اگر دونوں نے قسم کھا لی اور دونوں میں سے کسی کا دعویٰ ثابت نہ ہوا تو مذکور ہے کہ نعل سے جو زیادتی ہوگئی ہے اس کی قیمت مالک نعل ادا کرے گا اور فرمایا کہ اگر اس نے پورا موزہ سب اپنے پاس سے بنایا یہاں تک کہ یہ عقد استصناع قرار پایا پھر قبضہ سے پہلے مقدار اجرت میں اختلاف کیا تو موزہ دوز کا قول قبول ہوگا اور دونوں سے باہم قسم نہ لی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

زید نے نجار سے کہا کہ میرے واسطے ایک بیت تیار کر دے اور جب تو فارغ ہوگا تو جو کچھ انداز نے والے اندازہ کریں گے وہ میں تجھے دے دوں گا اور دونوں اس پر راضی ہوئے اور نجار نے تیار کیا اور باتفاق دونوں کے ایک شخص نے اندازہ کیا مگر نجار نے اس سے انکار کیا تو اس کو اجر المثل ملے گا اور شیخ ابو حامد حمیر الوبری نے فرمایا کہ وہ شخص بمنزلے مقوم کے ہے نہ بمنزلہ حکم کے پس جو اس نے اندازہ کیا ہے وہ نجار پر لازم نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دس درہم چاندی سنار کو دی اور کہا کہ اس میں دو درہم اپنے پاس سے بڑھا کر کنگن بنا دے اور وہ دو درہم مجھ پر قرض رہیں گے اور تیری اجرت ایک درہم ہے اور سنار اس کو تیار کر کے لایا اور کہا کہ میں نے اس میں دو درہم چاندی بڑھا دی اور مالک نے کہا کہ تو نے اس میں کچھ نہیں بڑھایا ہے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی پس اگر دونوں نے قسم کھا لی تو سنار کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے کنگن اس کو دے کر پانچ دانگ[1] درہم دس درہم کی اجرت لے لے یا دس درہم چاندی واپس کر کے کنگن اپنے پاس رکھے اور دونوں سے قسم لینا اس واسطے ہے کہ سنار اس شخص پر دو درہم قرض کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ شخص منکر ہے اور وہ شخص سنیار پر کنگن کے استحقاق کا بدوں کسی عوض کے دعویٰ کرتا ہے اور سنار منکر ہے پس دونوں میں سے ہر ایک سے قسم لی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید نے ایک شخص کو جو سونا چڑھاتا ہے ایک مصحف مجید دیا کہ اس پر اپنے پاس سے سونا چڑھائے اور سونا چڑھانے والے نے زید کو نمونہ دس آیتیں و پانچ آیتیں اور شروع آیات و اوائل سورہ کا دکھلا دیا اور زید نے حکم دیا کہ باجرت معلومہ اسی طور سے سونا چڑھائے تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اشیاء کی مقدار مجہول ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط سے خریدا کہ بائع اس کو سی دے اور دس درہم ٹھہرائے تو فاسد ہے اور اگر کسی موچی کے پاس تسمہ اور جوتا لایا کہ اس قدر اجرت پر اس کو ٹانک دے تو یہ جائز ہے اور اگر موچی سے کہا کہ اپنے پاس سے تسمے لگائے اور موچی نے تسمے دکھلا دیئے اور وہ راضی ہوگیا پھر ٹانک دیئے تو استحساناً جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر رنگریز کو ایک کپڑا دیا کہ اس کو اپنے پاس سے عصفر سے رنگ دے اس نے موافق کہنے کے عصفر سے رنگا مگر صفت میں خلاف کیا کہ جس سے کپڑے میں کچھ عیب آ گیا پس بہت گہرا رنگ کر دیا یا اس قدر کم کیا جس سے کپڑا عیب دار ہوگیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے کپڑا اس کے پاس چھوڑ کر اپنے سپید کپڑے کی قیمت ضمان لے یا کپڑا لے کر اس کو اس کے کام کا اجر المثل دے دے

---

[1] یعنی پانچ دانگ ایک درہم میں سے اور درہم چھ دانگ کا ہوتا ہے۔

مگر مقدار مسمیٰ سے اجرالمثل زائد نہ دیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر درزی سے ٹھہرایا کہ قمیص کی آستین اپنے پاس سے ڈال دے تو یہ فاسد ہے کہ اس میں عرف جاری نہیں ہے اسی طرح اگر معمار سے ٹھہرایا کہ پختہ اینٹ اور چونا کچھ اپنے پاس سے لگائے تو بھی یہی حکم ہے اور جو شے اس جنس کے غیر معین کاریگر کے ذمہ شرط کرے تو عقد فاسد ہے اور اگر کاریگر نے کام تیار کیا تو وہ شے اس کے مالک کو دی جائے گی اور کاریگر کو اس کے کام کی اجرت مثل ملے گی اور جو زیادہ کیا ہوگا اس کی قیمت ملے گی یہ مبسوط میں ہے۔

بیسواں باب:

متفرقات کے بیان میں

اگر زید نے خالد سے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا یہ گھر ایک روز اس قدر اجرت پر دیا اور باقی تمام سال تک مفت دیا اور خالد نے اس میں سکونت اختیار کی تو خالد پر ایک روز کا اجرالمثل واجب ہوگا اور باقی سال بھر کا کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ ذخیرہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے کام کے واسطے بیلچہ کرایہ پر لیا اور موجر نے کہا کہ میں کرایہ نہیں چاہتا ہوں بلکہ تو بیلچہ کا قبضہ لکڑی کا بنوا دے پھر اجرت کا مطالبہ کیا۔ (قال ان كان لما طلب له قيمة) تو اجرالمثل واجب ہوگا ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے کسی محلّہ میں ایک مکان مدت معلومہ تک کے لئے کرایہ پر لیا پھر محلّہ میں کوئی نائبہ[1] آئی کہ جس سے لوگ بھاگ گئے اور آفت کے خوف سے مستاجر بھی اس مکان سے منتفع نہ ہو سکا تو مشائخ نے فرمایا کہ کرایہ واجب نہ ہوگا اور میرے والد بھی یہی فتویٰ دیتے تھے یہ ظہیریہ میں ہے۔ درزی اگر سلائی سے فارغ ہوا اور اپنے بیٹے کے ہاتھ اس نے کپڑا سلا ہوا مالک کے پاس بھیجا حالانکہ اس کا بیٹا بالغ نہ تھا پھر کسی اچکے نے راہ میں اس کے ہاتھ سے کپڑا اُچک لیا پس اگر وہ لڑکا عاقل ضابط ہو کہ کپڑے کی حفاظت کر سکتا ہو تو درزی ضامن نہ ہوگا اور اگر ضابط نہ ہو اور حفاظت نہ کر سکتا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک درزی کو ایک کپڑا دیا کہ اس کا جبہ یا قبا تیار کر دے اور کچھ اجرت اس سے نہیں ٹھہرائی پھر جب درزی نے کام تیار کر دیا تو مالک نے اس کو اجرت مثل سے زیادہ دام دیئے تو فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ زیادتی ائمہ کے نزدیک بالاجماع جائز ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ کبریٰ میں ہے۔

اگر حمال سے کہا کہ یہ چیز میرے گھر پہنچا دے یا درزی سے کہا کہ اس کو سی دے پس اگر درزی یا حمال مشہور ہو کہ ہر ایک اپنا اپنا کام باجرت کرتا ہے تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے درزی سے کہا کہ اس کو اجرت پر سی دے اس نے کہا کہ میں اجرت نہیں چاہتا ہوں تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اگر کسی درزی کو کپڑا دیا کہ اس کے سی دے اس نے سی دیا اور اجرت کچھ نہیں ٹھہری ہے یعنی اجرت کی شرط نہیں ہوئی ہے تو اس کو اجرت ملے گی لیکن اگر درزی نے کہا ہو کہ میں تجھ سے اجرت نہیں چاہتا ہوں تو مستحق نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص زید نے خالد کو کچھ درہم یا دینار قرض دیئے اور چاہا کہ خالد کے مکان میں بلا اجرت رہا کرے تو چاہئے کہ خالد کا مکان کچھ مدت معلومہ کے واسطے بشرط اجرت معجلہ کرایہ پر لے یعنی اجرت دی الحال دے دینا ٹھہرائے پھر اس اجرت کے عوض خالد کے ہاتھ کوئی ہلکی سی چیز فروخت کر دے تا کہ اجرت کا معاوضہ[2] ہو جائے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ قرض خواہ نے اپنے قرض دار سے کہا کہ اس زمین کو بطور مرابحہ کے گوڑ دے اس نے گوڑ دی تو اس کو اجرالمثل ملے گا یہ قنیہ میں

---

[1] قولہ نائبہ یعنی سلطان وغیرہ کی طرف مثلاً اس محلّے والوں پر ایک لاکھ روپیہ تاوان جبریہ داخل کرنے کا حکم ہوا یا مانند اس کے۔

[2] قال المترجم هذه حلية ولا ارى ذلك خيرا والله اعلم۔

ہے۔ زید نے خالد سے کچھ درہم قرض لئے اور اپنا گدھا خالد کو دیا کہ اس کو اپنے کام میں لائے اور خالد ہی کے پاس رہے یہاں تک کہ اس کا قرضہ ادا کر دے پس خالد نے اس کو چراگاہ چرنے کے واسطے بھیجا وہاں بھیڑیئے نے اس کو پھاڑ ڈالا تو خالد اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے خالد سے کچھ درہم قرض لئے اور کہا کہ میری اس دُکان میں رہا کر پس اگر میں تجھے تیرے درہم واپس نہ دوں تو دُکان کے کرایہ کا مطالبہ نہ کروں گا اور اجرت واجبہ تجھے ہبہ ہوگی پس خالد نے اس کو درہم دے دیئے اور دُکان میں مدت تک رہا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اجرت چھوڑ دینا اس نے مال لینے کے ساتھ ہی بیان کیا ہو تو خالد پر اجرت واجب ہوگی یعنی اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اجرت چھوڑ دینے کا ذکر قرض لینے سے پہلے یا اس کے بعد کیا ہو تو خالد پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور دُکان اس کے پاس عاریۃً قرار دی جائے گی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المضمرات اور امام فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ کبریٰ میں لکھا ہے زید نے خالد کو کچھ درہم قرض دیئے پھر زید نے خالد کو ترازو کا باٹ دو درہم ماہواری پر کرایہ پر دیا تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اگر ترازو کے باٹ کی کچھ قیمت نہ ہو اور نہ عادت کے موافق ترازو کا باٹ کرایہ پر لیا جاتا ہو تو مستاجر کے ذمہ کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر قرض دینے والے کو کسی قیمتی مال کی نگہبانی کے واسطے اجرت پر مقرر کیا اور مال کی قیمت اجارہ سے زائد ہے جیسے چھوری یا کنگھی یا چمچہ وغیرہ اور ماہواری کچھ کرایہ ٹھہرالیا تو اس میں ائمہ متاخرین نے اختلاف کیا ہے پس بعض نے فرمایا کہ بلا کراہت جائز ہے اور انہیں میں سے امام محمد بن سلمہ اور امام حسام الدین علیا بادی صاحب کامل وابوالفتح محمد بن علی اور صاحب ہدایہ ہیں اور اس کے جائز ہونے پر بڑے بڑے اماموں کا قول ہے۔

اگر قرض دینے والے نے وہ شے قبالہ قرض میں داخل کر کے دونوں کی ایک ساتھ حفاظت کی تو اجرت واجب ہوگی اور فتویٰ میں یہ ہے کہ اگر مال عین کو قبالہ کے ساتھ حفاظت سے رکھا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی کیونکہ قرض دینے والا قبالہ کو اپنے واسطے نگاہ رکھتا ہے کسی غیر شخص کے واسطے اس کی حفاظت نہیں کرتا ہے اور غیر چیز یہاں اس کی تبعیت میں حفاظت سے رہی اور میں نے استاد کا فتویٰ اس مسئلہ میں بنا بر اسی روایت کے دیکھا ہے یعنی اجرت واجب نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر قرض لینے والے نے قرض دہندہ کو قبالہ دے کر اس کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ قبالہ کی حفاظت قرض خواہ کے حق کے بھلے چنگے ثابت رہنے کے واسطے ہے اور اگر چھوری مثلاً تلف ہوگئی اور سال کے بعد دونوں نے اختلاف کیا اور قرض دہندہ نے کہا کہ سال کے بعد تلف ہوئی ہے اور قرض دار نے کہا کہ ایک سال سے تلف ہوگئی ہے تو مستاجر مستقرض کا قول قبول ہوگا اس لئے کہ وہی کرایہ کی زیادتی سے منکر ہے اور اگر اجیر نے وہ چھوری اپنی عورت کو یا ایسے شخص کو جو عیال میں ہے حفاظت کے واسطے دے دی تو کرایہ واجب ہوگا اور اگر کسی اجنبی کو دے دی تو کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر اس شرط سے اجیر مقرر کیا کہ خواہ خود حفاظت کرے یا جس کو چاہے حفاظت کے واسطے دے دے تو شرط جائز ہے اور دوسرا وکیل بالحفظ ہوگا اور اگر مستاجر نے اجیر کو اجازت دے دی کہ اس چھوری کو اپنے کام میں لائے اور وہ اپنے کام میں لایا تو جب تک اپنے کام میں لایا ہے اس زمانہ تک کا کرایہ کچھ واجب نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے پانچ سو دینار قرض لئے اور اس قدر کی دستاویز اقراری لکھ دی اور قرض دینے والے کو موافق معہود کے کسی قدر ماہواری پر اجیر مقرر کیا اور یہ سب کام مستقرض نے وصول کرنے سے پہلے کئے پھر مقرض نے اس کو فقط ساڑھے چار سو دینار دیئے اور اس پر کئی مہینے گزر گئے اور مقرض نے وصول کرنے سے پہلے کئے پھر مقرض نے اس کو فقط ساڑھے چار سو دینار دیئے

اور اس پر کئی مہینے گزر گئے اور مقرض ان سب باتوں کا مقر ہے تو جو اجرت ٹھہری ہے وہ پوری پوری واجب ہوگی اس میں سے بقدر حصہ پچاس دینار کے جو نہیں دیئے ہیں کمی نہ کی جائے گی بخلاف اس کے اگر قرض لینے والے نے کچھ مال قرض ادا کر دیا اور اس کے بعد کچھ مدت گزر گئی تو پھر قرض دینے والے کو اس مدت کی جو کچھ مال ادا کرنے کے بعد گزری ہے پورے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا مستقرض و مقرض دونوں نے دستاویز لکھنے والے کی دُکان پر بیٹھ کر کسی مال عین کی حفاظت کے واسطے کسی قدر ماہواری پر اجارہ موسومہ قرار دیا اور مستقرض نے کاتب سے قرض کی دستاویز مع بدل اجارہ کے تحریر کرنے کو کہا اور مقرض نے وہ مال عین کاتب کے سامنے مستقرض سے اپنے قبضہ میں لینے کے بعد کاتب کی حفاظت میں اس غرض سے چھوڑ دیا کہ اس کی ماہیت و وصف دستاویز میں اچھی طرح لکھ دے اور اس پر چھ مہینے گزر گئے اور کاتب نے چند ماہ تک دستاویز نہ لکھی حالانکہ وہ مال عین اس کے پاس رہا پس آیا اس مدت کی حفاظت کا کرایہ واجب ہوگا یا نہیں تو بعضے اماموں نے فرمایا کہ واجب ہوگا کیونکہ اجیر یعنی مقرض کے ذمہ مطلقاً حفاظت کی شرط تھی پس اس کو اختیار ہے کہ جس پر اس کو اعتماد ہو اس کے ہاتھ میں حفاظت سے رکھے اور اس صورت میں اس نے اس کاتب پر اعتماد کیا ہے کہ اس کے پاس چھوڑ دی اور کیونکر ایسا نہ ہوگا حالانکہ مستاجر کو خود معلوم ہے اور وہ راضی ہے مقرض نے مال عین جس کی حفاظت کے واسطے خود اجیر مقرر ہوا تھا ایسے شخص کو دے دیا جو اس کے عیال میں نہیں ہے اور اس کو حفاظت کرنے کا حکم کیا اس نے ایک زمانہ تک حفاظت کی تو مستقرض مستاجر پر اس مدت کی اجرت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر دو شخصوں کو اپنے گھر ایک لکڑی اٹھا لے چلنے کے واسطے ایک درہم پر مزدور مقرر کیا پھر ایک شخص اُٹھا کر لایا تو اس میں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے ☆

دو شخصوں نے ایک شخص سے قرض لے کر اس کو مال عین کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا پھر دونوں مستاجروں میں سے ایک نے انتقال کیا تو اس کے حصہ کا اجارہ باطل ہوا اور زندہ کے حصہ کا باقی رہا یہ وجیز کردری میں ہے اگر مستقرض نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ مقرض کو چھوری کی حفاظت کے واسطے ماہواری پر اجیر مقرر کر لے اور یہ نہ کہا کہ اس قدر ماہواری پر اجیر کر لے اس نے ایک درہم ماہواری پر مقرر کیا تو یہ عقد حق موکل میں نافذ نہ ہوگا تاوقتیکہ اجرت معین نہ کرے یا تعمیم کے ساتھ حکم کرے کہ جس اجرت پر جی چاہے مقرر کر دے اور اگر اس کو ایک سال تک اپنی چھوری کی حفاظت کے واسطے بیس دینار ماہواری پر مقرر کیا تو مدت گزرنے سے پہلے اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہے اگر چہ اس کو ضرر لاحق ہو مگر ایسا کہ اس کے مقابلہ میں حفاظت کی منفعت موجود ہے جیسے درزی یا دھوبی یا پینے والے کا اجارہ پر مقرر کرنا بخلاف کاتب کے اجیر مقرر کرنے کے کہ درصورت اس شخص کے حاضر ہو جانے کے جس کے پاس خط بھیجنا چاہتا تھا یعنی مکتوب الیہ کے حاضر ہو جانے کے فسخ کا اختیار ہے اور اگر اس کو کچھ درہم ماہواری پر چھوری کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جس روز چاند ہوا اس روز مقرض کے سامنے یعنی حضور میں فسخ کا اختیار ہے اور اگر اس نے دو یا تین شخصوں کو چھوری کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا اور ایک شخص نے اس کی حفاظت کی تو مستاجر پر پورا کرایہ واجب ہوگا بشرطیکہ اس کام کے قبول کرنے میں یہ لوگ باہم شریک ہوں ورنہ فقط اس شخص کے حصہ کی مزدوری واجب ہوگی جیسا کہ اس دوسرے مسئلہ میں حکم ہے کہ اگر دو شخصوں کو اپنے گھر ایک لکڑی اٹھا لے چلنے کے واسطے ایک درہم پر مزدور مقرر کیا پھر ایک شخص اٹھا کر لایا تو اس میں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ قنیہ میں ہے۔

---

[۱] قولہ وہ یعنی دس درہم ماہواری کی چیز اگر وکیل نے گیارہ درہم پر لی تو غبن فاحش ہے۔

قال رضی اللہ عنہ اجارہ میں عین فاحش دہ یازدہ کا ہوتا ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر وصی یا متولی نے صغیر یا وقف کے لئے قرض لیا اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرایا پس آیا اس کا التزام مال وقف یا مال صغیر کی جانب متعدی ہوگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر قرض لینے کی ضرورت ہو تو متعدی ہوگا چنانچہ اگر کچھ مال کسی ظالم کو مال وقف یا مال صغیر میں سے اس غرض سے دیا کہ تمام مال وقف یا مال صغیر اس ظالم کے پنجہ سے چھوٹ رہے تو اس صورت میں بسبب ضرورت کے یہ مال جو دیا ہے مال وقف یا مال صغیر میں محسوب ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ زید نے عمرو کو کچھ مال دیا اور حکم کیا کہ یہ مال خالد کو بطور قرض دے دے اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرائے پس وکیل یعنی عمرو نے وہ مال خالد کو دے دیا اس نے عمرو کو کسی مال عین کی حفاظت کے واسطے جو دیا ہے چھ درہم ماہواری پر اجیر مقرر کیا پھر عمرو نے انتقال کیا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا کیونکہ جس کے واسطے عقد اجارہ تھا یعنی زید موکل وہ باقی ہے اور یہ اس واسطے کہ درحقیقت زید نے عقد اجارہ کے واسطے عمرو کو وکیل کیا اور اجارہ کی توکیل یہاں قبول عمل کی توکیل ہے یعنی حفاظت قبول کرنے کی اور قبول اعمال کے واسطے وکیل مقرر کرنا صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ خالد سے قرض لے اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرا لے بشرطیکہ موکل ہر عہدہ سے جو لازم آئے خارج ہے اس نے ایسا ہی کیا تو اجرت اور استقراض وکیل کے ذمہ قرار دیا جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ زید نے عمرو سے ایک مکان سو دینار کرایہ پر لیا اور ہنوز اس میں سکونت اختیار نہیں کی تھی کہ مالک مکان نے اس کو حکم کیا کہ دس درہم خالد کو کرایہ میں سے اس شرط سے دے دے کہ عمرو کا خالد پر قرضہ ہے پھر دونوں میں اجارہ ٹوٹ گیا مثلاً ایک مر گیا تو مستاجر کو مستقرض سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے پھر اگر زید نے خالد کو جیا کرایہ واجب تھا اس سے کھوٹے درہم دیئے ہوں تو عمرو سے ویسے ہی درہم لے سکتا ہے جیسے اس کو دیئے ہیں اور اگر اس نے کرایہ مکان سے کھرے درہم دیئے ہوں تو عمرو سے فقط اس قسم کے درہم واپس لے سکتا ہے جیسے درہم دینے کا اس نے حکم کیا ہے مگر عمرو کو خالد سے ان درہموں کے لینے کا اختیار ہے جیسے اس نے مستاجر سے وصول کئے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر موجر کا مستاجر پر کچھ مال قرض یا اس کے مثل کسی وجہ سے واجب ہوا اور مستاجر نے موجر سے کہا کہ جو میں نے کرایہ دیا ہے اس میں سے یہ مال محسوب کر لے یا فارسی میں کہا کہ (فرورواز مال اجارہ) اس نے کہا کہ (فرورختم) یعنی میں نے محسوب کیا تو بقدر اس مال کے اجارہ فسخ ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر موجر کے مستاجر پر دینار قرض ہوں اور کرایہ میں درہم دیئے ہوں اور دونوں نے اس طور سے قصاص کر لیا یعنی بدلا کر دیا تو اگرچہ جنس مختلف ہے مگر بسبب باہمی رضامندی کے جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ایسی زمین جو کسی مسجد کے واسطے وقف ہے اجارہ شرعیہ لی اور اس کو آباد کیا اور اس میں زراعت کی اور اس کو مال اجارہ سے زیادہ مال حاصل ہوا پس اگر اجارہ کا مال مقررہ وقت عقد کے اس زمین کے اجر المثل کے برابر ہو تو اس شخص کو زیادتی حلال ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

ایک قرض دار نے اپنے قرض خواہ کے پاس مال لایا تا کہ اجارہ معہودہ فسخ کرے اور مقرض نے روپوشی اختیار کی یا کفالت بالنفس اس شرط سے کی کہ اگر کل کے روز اس کو تجھ سے نہ ملائے تو مجھ پر ہزار درہم واجب ہوں گے پس اس کو لایا اور مکفول لہ روپوش ہو گیا یا یوں قسم کھائی کہ اگر آج ہزار درہم نہ ادا کرے تو اس کی عورت کو طلاق ہے پس لایا اور قرض خواہ روپوش ہو گیا تو اگر قاضی کو اس کی سرکشی و ضرر رسانی کا قصد معلوم ہوا تو اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے مال اس کے سپرد کرا دے اور اجارہ فسخ ہو جائے گا اور کفیل بالمال نہ رہے گا اور نہ اس کی عورت کو طلاق ہوگی اور اگر اس کا یہ قصد معلوم نہ ہو تو وکیل مقرر نہ کرے گا اور اگر باوجود اس کے قاضی نے غائب کی طرف سے وکیل مقرر کر کے اس کو مال دلوا دیا تو احکام مذکورہ ثابت ہو جائیں گے اور حکم قضا نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

نوادرابن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی روایت ☆

ایک شخص کی دُکان کے سامنے شارع عام میں کچھ میدان ہے اس نے ایک درہم ماہواری پر ایک میوہ فروش کو اجارہ دے دیا تو جو کچھ اجرت وصول کرے گا وہ اسی شخص کو ملے گی کیونکہ وہ شخص غاصب ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ وہاں کوئی عمارت یا دُکان ہو کیونکہ اس سے غاصب قرار پائے گا اور بدوں اس کے غاصب نہ ہوگا اور میرے نزدیک پہلا ہی حکم صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر نے زمین اجارہ میں کوئی عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر مدت اجارہ منقضی ہوگئی پس آیا ان چیزوں کے دور کر دینے کے واسطے مستاجر کو حکم کیا جائے گا فرمایا کہ ان کے دور کرنے کے واسطے اس کو حکم دیا جائے گا خواہ ان کی قیمت قلیل ہو یا کثیر ہو بشرطیکہ مالک زمین ان چیزوں کو بقیمت نہ لے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اس نے باجازت مالک ایسا فعل کیا ہو فرمایا کہ اگرچہ اس نے اجازت دے دی ہو اور کتاب الشرب میں ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین میں کسی شخص کی آمد و رفت پر راضی ہو یا اس کا پانی اپنی زمین میں ہو کر بہنے کی اجازت دے دی اور مطلقاً یہ اجازت دے دی پھر اس کی رائے میں آیا کہ اس سے ممانعت کر دے تو ممانعت کر سکتا ہے کیونکہ یہ اجازت کوئی امر لازمی نہیں ہے یہ فتاویٰ نسفی میں ہے۔ نوادرابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دس درہم کرایہ میں ایک زمین اس شرط سے لی کہ دس جریب ہے اس میں کھیتی بوئی پھر اس کو پندرہ جریب یا سات ہی جریب پایا تو فرمایا کہ اس کو وہی کرایہ ملے گا جو قرار پایا ہے اور اگر وقت عقد کے یہ کہا ہو کہ دس جریب فی جریب ایک درہم کرایہ میں تو اس صورت میں ہر جریب بحساب ایک درہم کے محسوب کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

زید نے کچھ زمین ایک بڑے گاؤں میں سے جس کے حصے متفرق ہیں عمرو کو کرایہ پر دی اور اس کی کاریز کا پانی کم ہو گیا اور اس میں ایک زائد خرچ کی ضرورت ہوئی اور ارباب کاریز سے نفقہ طلب کیا پس اس کرایہ والی زمین کا خرچہ مستاجر پر ہوگا یا موجر پر تو فرمایا کہ موجر پر اپنی ملک و زمین میں خرچہ واجب نہ ہوگا اور مستاجر پر بھی اس کی غیر ملک و موجر کی زمین کے واسطے خرچہ لازم نہ ہوگا اور اگر وہ گاؤں تنہا منفرد ہو اور زید نے عمرو کو کرایہ پر دے دیا اور اس کی کاریز کا پانی کم ہو گیا اور عمرو نے زید سے کاریز کا خرچہ طلب کیا کہ اس کو صاف و درست کرا کے پانی کی آمد بڑھائے تو زید پر خواہ مخواہ خرچہ دینا لازم نہیں ہے مگر ہاں نقصان پر لحاظ کیا جائے گا پس اگر نقصان کثیر ہو کہ کسی قدر زمین سے جس پر اجارہ واقع ہو چکا ہے بالکل پانی منقطع ہو گیا تو جس قدر زمین سے پانی منقطع ہوا ہے اس کا اجارہ موافق اس روایت کے جس پر امام قدوری نے اعتماد کیا ہے فسخ ہو جائے گا اور اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ جس زمین سے پانی منقطع ہو اس کا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اور باقی زمین میں مستاجر کو خیار حاصل ہوگا چاہے بعوض اس کے حصہ اجرت کے اجارہ پر رہنے دے یا فسخ کر دے اور اگر نقصان قلیل ہو کہ پانی سب زمین میں پہنچتا ہو مگر سیراب نہ کرتا ہو اور کافی نہ ہو اور اس سے ضرر فاحش لاحق ہوا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجارہ فسخ کر کے زمین واپس کر دے یا اجارہ سابقہ کو بعوض اجرت مسمّیٰ کے تمام کرے اور یہ جواب اس مسئلہ میں وہ ہے کہ ہمارے پیشوا استاد شیخ الاسلام قاضی ابو المعالی نور اللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا ہے اور ہم کو اس کی وصیت کر دی ہے اور کتاب میں ذکر نہیں کیا اور اگر گاؤں اجارہ دیا اور اس کی کاریز کا پانی شبانہ روز میں بیس جریب کو سیراب کرتا ہے پھر کم ہو کر بیس سے دس ہو گیا تو دس جریب کا اجارہ فسخ ہو جائے گا یعنی نصف کا اور ہمارے استادؒ کے قول کے موافق باقی میں اس کو خیار حاصل ہوگا ایسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔

ایک شخص زید نے ایک زمین جو کسی مسجد کی ضرورت کے واسطے وقف تھی اس کے متولی سے کچھ درہموں معلومہ پر ایک سال کے واسطے اجارہ پر لی پھر زید نے وہ زمین عمرو کو مزارعت بالنصف یعنی آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دے دی کہ بیج زید کی طرف سے ہیں پھر جب کھیتی کاٹی تو اہل مسجد نے کہا کہ جس شخص نے تجھے زمین اجارہ دی تھی وہ متولی نہ تھا اور اجارہ صحیح نہیں ہوا اور گاؤں کے رواج کے موافق تہائی غلہ مسجد کے واسطے ہم لیں گے اور جبراً اس سے لے لیا پھر اگر مستاجر نے موجر کے متولی ہونے کے گواہ قائم کئے تو جو کچھ اہل مسجد نے وصول کر لیا ہے وہ واپس لے کر باقی غلہ کے ساتھ اپنے اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط کے تقسیم کرے گا اور اس پر اجرت مسمی واجب ہوگی اور اگر اس سے اس قسم کے گواہ قائم نہ ہو سکے کہ موجر متولی تھا تو اس پر اجر المثل واجب ہوگا اور جو اہل مسجد نے وصول کر لیا ہے اس کو واپس لے گا اور کاشتکار کے ساتھ شرط کے موافق باہم تقسیم کر لے گا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ شرف الائمہ مکی اور قاضی عبد الجبار نے فرمایا کہ ایک شخص نے زمین وقف اجارہ پر لی اور اس میں عمارت بنائی اور درخت لگائے پھر اجارہ کی مدت گزر گئی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اس کو اجر المثل پر سنچوائے بشرطیکہ اس میں کچھ ضرر نہ ہو پھر دونوں سے دریافت کیا گیا کہ اگر موقوف علیہ سوائے درختوں کے اکھاڑ ڈالنے کے کسی بات پر راضی نہ ہوا آیا یہ اختیار ہے تو دونوں نے فرمایا کہ نہیں یہ قنیہ میں ہے۔

ایک گاؤں میں کچھ زمین فی سبیل اللہ ہے کہ اس کو گاؤں والوں نے چند سال معلومہ کے واسطے اجارہ لیا پس اگر اس میں گاؤں کے حق میں کوئی مصلحت ہو تو اس زمین میں ان کا تصرف جائز ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ مکہ معظمہ کی زمین کا اجارہ لینا مکروہ ہے کیونکہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے زمین مکہ کا کرایہ کھایا اس نے گویا سود کھایا یہ کافی کی کتاب الکراہیۃ والاستحسان میں ہے زید نے عمرو سے جو زمین اجارہ پر لی وہ اس کی ملک سے زائد تھی حالانکہ صرف عمرو کی ملک کی زمین غیر مشترک اجارہ پر لی تھی پس اگر زائد زمین کا مالک راضی نہ ہوا اور اس نے عقد فسخ کیا تو اس کے حق کا اجارہ فسخ ہو جائے گا اور اگر مالک نے کچھ تعرض نہ کیا مگر موجر یعنی عمرو نے حاکم کے پاس اس امر کا اقرار کر دیا تو مستاجر کو بقدر زیادت کے عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اگر موجر نے یہ اقرار نہ کیا اور نہ مالک نے کچھ دعویٰ کیا اور نہ مستاجر سے انتفاع حاصل کرنے میں کچھ تعرض و ممانعت کی تو مستاجر کو بمقدار زائد کے اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اگر چہ اس کو معلوم ہو کہ یہ زمین دوسرے کی ملک ہے سلطانی وکیل نے اگر کوئی گاؤں کسی شخص کو شرعی اجارہ پر اجارہ دیا اور مستاجر نے اس میں کھیتی بوئی پھر کسی شخص نے اجارہ میں بڑھا دیا اور وکیل نے دوسرے کو اجارہ دے دیا تو اس گاؤں کا غلہ و اناج وغیرہ خریدنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ سب پہلے مستاجر کی ملک ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ تہائی بٹائی کے کاشتکار نے کئی مرتبہ زمین گوڑی پھر فالیز[1] لگانے کے واسطے مالک زمین کو اجارہ پر دے دی تو عقد سابقہ کی وجہ سے اس کو تہائی اجرت ملے گی اگر چہ فقط گوڑنے سے کسی چیز کا مستحق نہ تھا یہ قنیہ میں ہے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص زید نے عمرو کو اپنا غلام اجارہ دے کر سپرد کر دیا پھر بلا عذر اس کو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو مستاجر کو مشتری سے اس کی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے پس مستاجر اس حکم میں راہن کے مثل نہیں ہے اس کے برخلاف ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر دس اونٹ کسی غلام معین یا غیر معین کے عوض مکہ تک کرایہ پر لئے پس اگر غلام معین ہے تو اجارہ جائز ہے اور اگر غیر معین ہے تو فاسد ہے ☆

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ زید نے عمرو سے ایک مکان بعوض اپنے غلام کے ایک سال کے واسطے اجارہ لیا اور اس میں سکونت اختیار کی پھر اس سے غلام کا اجارہ توڑ لیا تو غلام واپس لے اور اس مکان کا اجر المثل عمرو کو دے دے۔ اگر کرایہ کا

---

[1] فالیز خربوزہ و تربوز وغیرہ ترکاریوں کی باڑی۔

مکان زید نے کرایہ دار سے غصب کرلیا پھر چھوڑ دیا پھر مستاجر نے چاہا کہ باقی مدت کے واسطے اس پر قبضہ نہ کرے یا موجر نے چاہا کہ قبضہ نہ دے تو مستاجر ایسا انکار نہیں کر سکتا ہے اور نہ موجر کو ایسا اختیار ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب سال کے اندر اجارہ لینے کے واسطے کوئی وقت مرغوب نہ ہو کہ اس وقت میں اس مکان کے اجارہ لینے کی کسی وجہ سے خواہش ہوتا کہ جو وقت خواہش کا تھا وہ نکل گیا اور اس وقت مستاجر کو وہ مکان نہ ملا تو ایسی صورت میں باقی سال کے واسطے مستاجر کو خیار دیا جائے گا کہ چاہے قبول کرے یا نہ کرے اصل میں لکھا ہے کہ اگر دس اونٹ کسی غلام معین یا غیر معین کے عوض مکہ تک کرایہ پر لئے پس اگر غلام معین ہے تو اجارہ جائز ہے اور اگر غیر معین ہے تو فاسد ہے پھر اگر غلام معین ہو اور اجارہ جائز ٹھہرا اور مستاجر نے اونٹوں سے اپنا نفع حاصل کر لیا پھر موجر کو غلام سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مستاجر کے پاس مر گیا تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا اور اگر غلام غیر معین ہو اور اجارہ فاسد ہو تو درصورت انتفاع حاصل کر لینے کے مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ غلام مر جائے یا نہ مر جائے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام کے مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو اس واسطے اجارہ لیا کہ غلام کو روٹی پکانا یا سینا سکھلا دے اور ایک درہم ایک مہینہ کی اجرت ٹھہرائی تو یہ اجارہ جائز ہے اور اگر اس نے کام سکھلا دیا تو اس کو اجرت ملے گی اور اگر مہینہ کے اندر یا اس کے بعد بائع کے پاس وہ غلام مر گیا تو بائع کا مال گیا اور اس طور پر اجارہ کرنے سے مشتری کا قبضہ ثابت نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی کپڑا خریدا اور اس کے دھونے یا سینے کے واسطے بائع کو اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہے اور اگر کپڑا تلف ہوا پس اگر قطع کرنے یا دھونے میں برباد ہوا تو مشتری قابض ہو گیا اور مشتری کا مال تلف ہوا اور نہ بائع کا مال گیا اور اگر مشتری نے بائع کو بیع کی حفاظت کے واسطے کسی قدر اجرت پر مقرر کیا تو اجارہ باطل ہے کیونکہ جب تک مشتری کے سپرد کرے تب تک اس کی حفاظت بائع کے ذمہ خود لازم ہے یہ قنیہ میں ہے۔

زید نے عمرو کا گھر جو کرایہ پر چلانے کے واسطے تھا خالد کے پاس رہن کیا اور مرتہن نے اس میں سکونت اختیار کی تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ خالد کرایہ کا التزام کر کے اس میں نہیں رہا ہے چنانچہ اگر خود مالک نے رہن کیا اور مرتہن نے اس میں سکونت اختیار کی تو بھی کرایہ واجب نہیں ہوتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ راہن نے مرتہن کو حفاظت رہن کے واسطے اجارہ لیا تو نہیں جائز ہے اور اگر مستودع[1] کو حفظ ودیعت کے واسطے اجارہ پر لیا تو جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے شیخ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک مکان ماہواری پر کرایہ لیا اور خود باہر چلا گیا مگر اپنی بیوی و اسباب اس میں چھوڑ گیا پھر موجر نے چاہا کہ اس عورت کو نکال دے اور اجارہ فسخ کر دے تو شیخ نے فرمایا کہ موجر ایسا نہیں کر سکتا ہے تاوقتیکہ مستاجر نہ ہو اور صورت فسخ کی یہ ہے کہ درمیان مہینے میں کسی دوسرے کو اجارہ دے دے پھر جب یہ مہینہ پورا ہو جائے گا تو پہلے کا اجارہ ٹوٹ جائے گا اور مکان دوسرے شخص کے اجارہ میں آ جائے گا پھر اس عورت کو نکال دے اور اس سے کہے کہ یہ مکان خالی کر کے دوسرے کرایہ دار کے سپرد کرے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار میں سے کوئی حویلی کسی قدر دراہم معلومہ کرایہ پر لی پھر مستاجر نے اپنی عورت کو طلاق دے دی اور خود شہر سے چلا گیا پس آیا مالک کو عورت کے نکال دینے کی کوئی راہ ہے فرمایا کہ نہیں اور جب تک چاند نہ آئے عورت کو حویلی میں سے نہیں نکال سکتا ہے پھر جب چاند نکلا حالانکہ اس کا شوہر اس وقت تک غائب ہے پس آیا مالک مکان کو اختیار ہے کہ عورت کو نکال دے اور اجارہ فسخ کر دے تو واجب ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہو یعنی امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول پر نہیں اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی حویلی ایک درہم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ پر لی کہ خود اس میں رہے گا دوسرے کو نہ بسائے گا پھر اس نے ایک یا دو عورت سے نکاح کیا تو اس کو اختیار ہے کہ ان دونوں کو اس میں بسائے اور مالک مکان انکار نہیں کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ اول ہے تا دلیل یہ ہے اس حویلی میں چہ بچہ[2] یا وضو کا کنواں نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔

---

[1] مستودع جس کے پاس ودیعت رکھی ہے۔ [2] یعنی جس میں وضو کا پانی بھرتا ہے یعنی دھوون۔

زید نے ایک عورت سے جو کرایہ کے مکان میں رہتی ہے نکاح کیا اور سال بھر اس کے ساتھ اس مکان میں رہا اور عورت نے زید کو خبر دی تھی کہ میرے پاس یہ مکان کرایہ پر ہے یا نہیں خبر کی تھی پھر مکان والے نے کرایہ طلب کیا تو یہ کرایہ عورت پر واجب ہو گا مرد پر واجب نہ ہوگا اور اگر زید نے اس عورت سے کہہ دیا ہو کہ مجھ پر تیرے نفقہ کے ساتھ مکان کا اس قدر کرایہ بھی ہے اور مالک مکان کو اس کی ضمان دے دی تو یہ کرایہ مرد ہی پر رہا اگر عورت کے سامنے فقط اس کرایہ دینے کے گواہ کر دیئے مگر مالک مکان کو ضمان نہ دی پھر اس عورت کو کرایہ نہ دیا تو اس کو اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک عورت اپنی بہن کے گھر میں بغیر اس کی رضامندی کے دو برس تک رہی اور اس کی بہن اس سے کرایہ مکان کا تقاضا کیا کرتی تھی تو عورت پر اجرالمثل واجب ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ کتاب الاصل میں فرمایا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دُکان کرایہ پر لی اور ایک درہم ماہواری کرایہ ٹھہرایا اور دونوں نے باہم یہ شرط قرار دی کہ ہم میں سے ایک شخص اس سرے پر رہے اور ایک شخص اگلی طرف رہے اور یہ شرط اصل اجارہ میں نہیں ٹھہرائی فرمایا کہ اجارہ جائز ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اس شرط سے پھر جائے پھر کتابؒ میں مذکور ہے کہ اگر دونوں نے عقد اجارہ میں ایسی شرط نہیں لگائی تو اجارہ فاسد نہ ہوگا اور یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر اصل اجارہ میں یہ شرط لگائی تو آیا اجارہ فاسد ہوگا یا نہیں اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اجارہ فاسد ہو جائے گا اور کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اجارہ فاسد نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک حویلی دو شخصوں میں جن میں سے ایک حاضر دوسرا غائب ہے پہلے مشترک تھی پھر تقسیم ہوگئی تو جو شخص حاضر ہے اس کو فقط اپنے حصہ میں سکونت کا اختیار ہے سب حویلی میں نہیں رہ سکتا ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ اس کے خراب ہو جانے اور گر جانے کا خوف ہو تو سب کو کرایہ پر دے دے اور اس کی اجرت اپنے پاس امانت رکھے اور اگر تقسیم نہ ہوئی ہو تو شریک حاضر بقدر اپنے حصہ کے مسکن بنا سکتا ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر گر جانے وخراب ہو جانے کا خوف ہو تو سب میں سکونت اختیار کر سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک مکان جو کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہے وہ تین شخصوں کو میراث میں پہنچا ان میں سے ایک بدوں باقی دونوں کی اجازت کے اس میں رہا تو اس پر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے کاروان سرائے کا ایک حجرہ کچھ مدت معلومہ کے واسطے کرایہ پر لے کر اس میں اپنا اسباب رکھ کر مقفل کر دیا اور خود کہیں چلا گیا پھر کاروان سرائے کا متوالی آیا اور اس نے بلا کنجی وقفل کھول کر اس میں سے اسباب نکال کر دس روز تک کسی دوسری جگہ رکھا پھر اٹھا کر اسی حجرہ میں رکھ کر قفل دے دیا اور اسی طور سے مدت گزر گئی تو جس وقت سے اسباب باہر نکالا اس وقت سے کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ یتیمہ میں لکھا ہے کہ شیخ ابوذر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ پر لیا اس میں سے مدت تک ایک غاصب جس کا نکال دینا ممکن تھا رہا کیا تو فرمایا کہ جتنی مدت تک غصب رہا ہے اس کا کرایہ واجب نہ ہوگا اور میں نے شیخ ابوالفضل کرمانی سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پیتل غصب کر کے ایک قمقمہ بنانے والے کو کچھ اجرت پر قمقمہ بنانے کے لئے دیا اور وہ شخص کاریگر یہ جانتا ہے کہ یہ شخص غاصب ہے پس آیا اس کی اجرت اس شخص پر واجب ہوگی فرمایا کہ ہاں پھر میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پیتل غصب کر کے اس کا قمقمہ بنوایا پھر مالک آیا تو اس قمقمہ کو لے سکتا ہے فرمایا کہ نہیں لے سکتا ہے پھر میں نے کہا کہ اگر چاندی کا پتر جو کان سے نکلا ہے کسی نے غصب کر کے اس کے کنگن بنوائے اور مالک آیا تو فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مفت لے سکتا ہے۔

شیخ علی بن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ زید کی دُکان ہے اور وہ دُکان عمرو کے قبضہ میں ہے پھر چند لوگوں نے زید سے کہا کہ یہ دُکان ہم کو کرایہ پر دے دے اس نے کہا کہ میں تم کو کرایہ پر نہیں دے سکتا ہوں کہ آج اس میں میرا حق نہیں ہے کیونکہ میں نے اس

(۱) بعد ازاں صحیح ہے۔

قابض کو کرایہ پر دے دی ہے اور اجارہ کی مدت میں کچھ روز باقی رہ گئے ہیں پھر ان لوگوں نے بہت خوشامد کی اور کہا کہ ہم کو کرایہ پر دے دے ہم قابض کو اس میں سے نکال دیں گے اس نے ان لوگوں کو کرایہ پر دے دی پس آیا اس کا یہ اقرار کہ مدت میں سے کچھ روز رہے ہیں صحیح ہے اور بعد اس اقرار کے ان لوگوں کو اجارہ دینا صحیح ہے تو شیخ نے فرمایا کہ جتنے دن پہلے اجارہ میں سے باقی رہے ہیں اتنے دنوں تک نہیں(۱) صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ غاصب نے مکان غصب ایک شخص کو کرایہ پر دے کر اس کا کرایہ مالک کو دے دیا تو اس کو لینا حلال ہے کیونکہ اجرت لے لینا اجارہ پر دے دینا ہے قال الشیخ رضی اللہ عنہ پس اجرت کا لے لینا بلا تفصیل اجارہ قرار دیا اور امام قدوری نے فرمایا کہ اگر منفعت حاصل کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دے دی ہو تو اجرت مالک کی ہوگی اور اگر بعد کو اجازت دی تو عاقد کی ہوگی یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص مکان وقف میں خود مع اپنے اہل و اولاد و خدام کے رہا تو اس پر اجر المثل واجب ہوگا اور اگر ایسا مکان جو کرایہ پر چلنے کے واسطے یتیم کا ہے یا کسی یتیم کے واسطے وقف ہے غصب کیا اور کچھ مدت معلومہ کے واسطے کسی قدر اجرت مقررہ پر اجارہ دے دیا اور مستاجر اس میں رہا تو اجر مسمّی اس پر واجب ہوگا اجر المثل واجب نہ ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ آیا مالک کو غاصب پر کچھ دینا لازم آتا ہے تو شیخ نے لکھ بھیجا کہ نہیں لیکن جو کچھ اس نے وصول کیا ہے وہ سب مالک کو واپس کر دے کہ یہ اولیٰ ہے پھر دریافت کیا گیا کہ جو اجرت مقرر ہوئی ہے وہ مالک کی ہے یا عاقد[۱] کی فرمایا کہ عاقد کی ہے مگر اس کے حق میں حلال نہیں ہے بلکہ مالک کو دے دے کہ یہ اولیٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اس کو صدقہ کر دے یہ قنیہ میں ہے۔

مشاطہ کو عروس وغیرہ کی تزئین و آرائش کے واسطے ملازمت پر رکھنے کے مسائل ☆

ایک مشاطہ کو عروس کی آراستگی و تزئین کے واسطے مقرر کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کو اجرت حلال نہیں ہے لیکن اگر بطور ہدیہ کے بلا شرط و تقاضا دے جائے تو ہوسکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اجارہ جائز ہونا چاہئے بشرطیکہ موقت ہو یعنی وقت مقرر ہو یا کام معلوم ہو اور اس نے صورتیں و تمثال[۲] عروس کے چہرہ پر نہ بنائی ہوں تو اجرت اس کو حلال ہوگی اس واسطے کہ عروس کا آراستہ کرنا مباح ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ کبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک شہر کے لوگوں کو عمال کا خرچہ دینا بہت گراں معلوم ہوا انہوں نے ایک شخص کو کچھ اجرت معلومہ پر اجیر مقرر کیا کہ سلطان کے شہر میں جا کر سلطان کے روبرو اس امر کی فریاد کرے تا کہ سلطان اس ظلم میں تخفیف کر دے کہ ہر غنی و فقیر سے اجرت لی جاتی ہے تو اس مقام پر مذکور ہے کہ ایسی حالت ظاہر ہو کہ یہ شخص سلطان کے شہر میں جا کر ایک یا دو روز میں اصلاح کام سے فارغ ہو جائے گا تو اجارہ جائز ہے اور اگر حالت سے یہ معلوم ہو کہ اس کام کی اصلاح میں کچھ مدت گزرے گی تو بدوں وقت مقرر کرنے کے اجارہ جائز نہ ہوگا پس اگر کوئی وقت مقرر کیا تو اجارہ جائز ہوا اور کل اجرت اس کو ملے گی اور اگر وقت مقرر نہ کیا یوں ہی بھیج دیا تو اس کو اجر المثل ملے گا اور یہ اجرت ان سب لوگوں پر بقدر ہر ایک کے کام و نفع کے تقسیم ہوگی یعنی اس کے جانے سے جس کا جس قدر نفع ہوا اسی قدر اجرت دے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ یہ حکم ایک طرح کی توسیع و استحسان ہے ورنہ حکم کتاب کے موافق یہ اجارہ بدوں میعاد مقرر کرنے کے جائز نہیں ہے اور اسی پر فتاویٰ دیا جائے ایسا ہی امام سرخسی نے ادب القاضی کے باب الرشوۃ میں ذکر کیا ہے کہ وقت مقرر کرنا ضروری ہے اگرچہ اصلاح کار کی مدت ایک یا دو روز ہوں یہ مضمرات میں ہے۔ ایک پانی کا چشمہ ایک گاؤں والوں کا ہے ان میں سے بعضے گاؤں والوں نے ایک شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ پہاڑ کو کاٹ کے پتھروں کو توڑ کے چشمہ صاف کر دے تا کہ پانی بڑھ جائے تو یہ زیادتی سب گاؤں والوں کا حق ہوگا اسی طرح اگر اس چشمہ کے حریم میں کوئی دوسرا چشمہ کھودا

[۱] عاقد جس نے ایجاب و قبول سے عقد ٹھہرایا وہ اصل مالک نہیں۔ [۲] تمثال مورتیں لیکن یہاں تصویر مراد ہے۔

☆ مشاطہ (۱) وہ عورت جو عورتوں کو بناؤ سنگار کرائے۔ (۲) وہ عورت جو شادی کرائے جمع مشاطگاں دوسرے معنی میں بضم اول و تخفیف دوم ہے (حافظ)

یا اسی چشمہ کو چوڑا کر دیا یا اس کا نچاؤ زیادہ کرا دیا کہ جس سے پانی زیادہ آنے لگا تو سب گاؤں والوں کا استحقاق ہے فقط مستاجر ہی کا نہیں ہے اور اگر بعض گاؤں والوں نے اس چشمہ کے حریم کو چھوڑ کر دوسری جگہ کوئی چشمہ کھود نکالا تو اس کا پانی فقط مستاجر کا ہوگا کذافی الصغریٰ اور اجرت فقط مستاجر پر واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔

اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زیادتی گاؤں والوں کی نہر میں جاری کرے لیکن ان کی سب کی رضامندی سے جاری کر سکتا ہے اور اگر راضی نہ ہوں تو جو زمین مردہ پڑی ہے یا اپنی ذاتی زمین میں دوسری نہر کھودے گا یہ صغریٰ میں ہے۔ زید نے عمرو سے ایک بیلچہ دس روز کے واسطے کسی قدر روزانہ اجرت پر کرایہ لیا پھر زید نے وہ بیلچہ ان دونوں میں سے پانچ روز تک عمرو کے پاس ودیعت رکھا تو زید پر پورے دس روز کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ مستودع کا قبضہ بعینہٖ مودع کا قبضہ شمار ہوتا ہے اور اگر بجائے ودیعت کے مالک کو عاریۃ دیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو مدت عاریت کے کرایہ واجب ہونے میں دو روایتیں ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے معمار کو ایک دیوار بنانے کے لئے جس کا مقام دکھلا دیا اور اس کا طول و عرض و اونچائی سب بیان کر دی مزدور مقرر کیا اور یہ شرط قرار دی کہ ہر ہزار اینٹ بعوض اس قدر اجرت کے اور اس قدر گچ بعوض اس اجرت کے تیار کرے پھر مزدور نے نیو وغیرہ بنائی تھی کہ اتنے میں مر گیا اور ہزار اینٹیں مع گچ کے جس قدر قرار پایا تھا داخل کر چکا تھا تو جو اجرت ٹھہری تھی وہ بنے ہوئے حصہ دیوار اور بے بنے حصہ پر تقسیم ہو کر جو تیار ہوئی ہے اس کے پرتے میں جو اجرت آئی ہو اس قدر دے دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ پر لیا اور اس میں ایک دیوار ایسی مٹی سے بنوائی جو اس مکان میں پڑی ہوئی تھی مگر بلا اجازت مالک یہ کام کیا پھر جب اس مکان کو چھوڑا تو دیوار توڑنے کا قصد کیا پس اگر اس نے مکان کی مٹی سے کچی اینٹیں بنوا کر دیوار بنوائی ہو تو اس کو اختیار ہے کہ توڑ دے اور اس پر واجب ہوگا کہ مالک مکان کو مٹی کی قیمت دے دے اور اگر اس نے مٹی میں پانی دے کر بنوائی ہے تو نہیں توڑ سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ محیط میں شمس الائمہ اوز جندی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے مزدور سے کہا کہ یہ کھنڈل میرا درست کر دے تجھے دس درہم دوں گا اس نے بنانا شروع کیا اس حالت میں کھنڈل میں سے کچھ اور عمارت گر گئی اس نے سب درست کیا تو مزدور کو سوائے دس درہم کے زیادہ نہ ملیں گے یہ قنیہ میں ہے۔

جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زید کو ایک منارہ جس کا طول پچاس گز اور عرض دس گز ہے بنانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور اس نے تھوڑا سا بنایا تھا کہ وہ گر گیا تو اس کے حساب سے اجرت واجب ہوگی اور اگر ایک شخص کو دس گز کا کنواں کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اس نے پانچ گز کھود کر کہا کہ اب مجھ سے باقی نہیں کھدتا ہے حالانکہ اس کو کوئی عذر پیش نہیں آیا تو فرمایا کہ میں باقی کھودنے کے واسطے اس کو قید کروں گا اور اگر کسی شخص کو کچھ مال دیا کہ اس قدر اجرت پر فلاں شہر میں جا کر فلاں شخص کو پہنچا دے پھر ایلچی نے آ کر کہا کہ میں نے دے دیا اور مرسل نے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی زمین غصب کر کے خالد ایک شخص معین کو اجارہ دے دی اور زید کو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ سال میں سے کچھ دن گزر گئے پھر بعد معلوم ہونے کے اس نے عقد اجارہ کی اجازت دے دی تو گزشتہ کا کرایہ غاصب کا اور باقی ایام اجارہ کا کرایہ وقت اجازت سے مالک کا ہوگا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی یہاں تک کہ تمام مدت اجارہ کی گزر گئی تو سب کرایہ غاصب کا ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ قدوری میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے دو مکان کرایہ پر لئے پھر ایک مکان منہدم ہو گیا یا اس کو کسی نے غصب کر لیا یا ایسی ہی کوئی وجہ واقع ہوئی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ دوسرے کو چھوڑ دے یہ محیط میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک شے معین کا دعویٰ کیا ایک نے اجارہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے خرید کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اجارہ کا اقرار

کر دیا اور مدعی خرید نے اس سے خرید نے پر قسم لینی چاہی تو قسم لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے اجارہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے ایک کے واسطے اجارہ دینے کا اقرار کیا اور دوسرے نے اس سے قسم طلب کی تو قسم نہیں لے سکتا ہے یہ صغریٰ میں ہے۔

شیخ علی بن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے امام کی سکونت کے واسطے ایک مکان وقف کیا پس آیا اس کو اختیار ہے کہ کسی کو کرایہ پر دے دے فرمایا کہ نہیں اختیار ہے اور میرے والدؒ سے بھی دریافت کیا گیا انہوں نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر عمرو نے زید کو ایک غلام دیا کہ تیرا جی چاہے بعوض ہزار درہم خرید کے اس کو اپنے قبضہ میں کرنے یا اس قدر کرایہ پر ایک سال تک اجارہ میں لے لے زید نے قبضہ کر لیا اور بعد کام لینے کے اس کے پاس مر گیا تو اجارہ میں قرار دیا جائے گا پس اگر زید نے کہا کہ میں نے خرید کے طور پر قبضہ کیا تھا پس اگر اس کی قیمت مثل اجرت کے یا زیادہ ہو تو اس کا قول قبول ہوگا اور اگر اجرت زیادہ ہو تو قبول نہ ہوگا اور اگر اس نے کام نہ لیا ہو اور وہ مر گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کوئی چیز خریدی اور قبضہ سے پہلے کسی شخص کو اجارہ پر دے دی تو جائز نہیں ہے جیسے فروخت کرنا ناجائز ہے اور یہ حکم مال منقول[1] میں ہے اور اگر غیر منقولہ از قسم عقار ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس میں ویسا ہی اختلاف ہے جیسا اس کی بیع میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اجارہ بالاجماع نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے دُکان میں ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ کام کے لائق نہ رہی اور مالک نے آدھی درست کرا دی اور آدھی درست نہ کرایہ یہاں تک کہ سال پورا ہو گیا تو اس پر پوری دُکان کا کرایہ واجب ہوگا تاوقتیکہ عیب کی وجہ سے دُکان واپس نہ کرے یعنی چاہئے کہ عیب کی وجہ سے اجارہ فسخ کر دے تاکہ کرایہ واجب نہ ہو اور یہ اختیار نہیں ہے کہ آدھی واپس کرے اور آدھی واپس نہ کرے یہ قنیہ میں ہے۔ زید نے عمرو کو ایک گوسالہ دیا کہ اس کی پرورش کرے جب بڑا ہو جائے تب اس کو فروخت کرے جو دام بڑھتی ملیں گے وہ ہم دونوں میں مشترک ہوں گے تو وہ گوسالہ اپنے مالک کا رہے گا اور عمرو کو فقط اس کی حفاظت کی اجرت ملے گی دُکان کا کرایہ دار مفلس ہو کر کہیں روپوش ہو گیا تو اس کے اقربا کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دُکان اس کے مالک کو واپس کر کے اجارہ فسخ کر دیں اور اگر عقد اجارہ باقی رہا اور متاجر غائب رہا یہاں تک کہ اجارہ کی مدت گزر گئی پس اگر متاجر اور اس کے اسباب کے تصرف و تعلق میں ہو تو تمامی اجرت واجب ہوگی یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

فتاویٰ آہو میں مندرج قاضی بدیع الدینؒ سے مروی ایک مسئلہ ☆

زید نے عمرو کو مزدور مقرر کیا کہ یہ لٹھا معین کر مینہ سے بخارا تک ٹھیل پر لاد کر پہنچائے وہ پانی پر لایا تو بعض نے فرمایا کہ اس کو اجر المثل ملے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ زید نے خالد سے کچھ اونٹ اس شرط سے کرایہ پر ٹھہرائے کہ ہر اونٹ پر سو رطل بوجھ لادے گا پھر حمال اپنے اونٹ لایا اور زید نے اس کو حکم کیا کہ یہ گٹھر لادے اور خالد کو خبر دار کر چکا تھا کہ ہر گٹھر سو رطل سے زیادہ نہیں ہے پس جہاں تک لانا ٹھہرا تھا وہاں تک لایا اور حال یہ گزرا کہ راہ میں بعضے اونٹ ہلاک ہو گئے تو زید پر ضمان لازم نہ ہوگی اور اگر دو شخصوں نے زید سے ایک مہینہ کے واسطے ایک مکان کرایہ پر لیا پھر مہینہ کے بعد خالد کی طرف سے گواہی دی کہ یہ مکان خالد کا ہے تو گواہی قبول ہوگی زید نے ایک پیسنے والے کو مقرر کیا کہ ایک درہم پر پیسے اس نے پیس کر گوندھ کر روٹی پکا کر کھالی تو زید کو اختیار ہے کہ چاہے اس سے آٹے کی ضمان لے مگر پیسنے والے کو اجرت دے یا گیہوں اس سے ضمان لے اور اس صورت میں اس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی دو شخصوں نے ایک چیز کرایہ پر لی اور ایک نے دوسرے کو دے دی کہ اس کو حفاظت سے رکھے تو دینے والے پر کچھ ضمان لازم نہ آئے گی بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم نہ ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ زید نے خالد کا اناج اس شرط سے مزدوری پر لیا کہ اس مقام سے

[1] منقول جو مال قابل نقل ہو اور غیر منقول جیسے مکان و زمین اور اس کو عقار بھی کہتے ہیں اور جیسے درخت وغیرہ۔

فلاں مقام تک بارہ درہم کرایہ پر آج ہی پہنچا دوں گا پھر اس نے دیر میں پہنچایا تو جس قدر اجرت قرار پائی ہے وہ خالد کے ذمہ واجب نہ ہوگی بلکہ اجر المثل واجب ہوگا اور چاہئے کہ یہ حکم امام اعظمؒ کے قول پر ہو ورنہ صاحبینؒ کے نزدیک یہ اجارہ جائز ہے پس اجر مسمّی واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ قاضی بدیع الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ اجارہ والے باغ میں کانٹے ہیں پس آیا مستاجر کو اختیار ہے کہ پھلوں کی طرح ان کو لے لے فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ادیب وختنہ کرنے والے کی اجرت لڑکے کے مال میں واجب ہوتی ہے بشرطیکہ کچھ مال ہو ورنہ اس کے باپ پر واجب ہو گی اور قابلہ کی اجرت بیوی شوہر میں سے جو اس کو بلائے اس پر واجب ہوگی اور شوہر پر قابلہ باجارہ مقرر کرنے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور قاضی کے قید خانہ کے داروغہ کی اجرت قیدی پر لازم نہ ہوگی اور ظہیر تمرتاشی نے فرمایا کہ بعض نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں داروغہ محبس کی اجرت قرض خواہ پر واجب ہونی چاہئے کیونکہ اسی کے واسطے کام کرتا ہے یہ قنیہ میں ہے قاضی بدیع الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ مالک زمین نے اپنے بیج سے یا زمین کے پیداوار بیج سے اسی زمین میں فالیز[1] لگائی پس آیا مستاجر کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس زمین میں پیدا ہوا اس میں سے حصہ لے فرمایا کہ نہیں اور اگر اس نے حصہ لے لیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس سے واپس لے لے اگر بعینہٖ قائم ہو یا اس کی قیمت لے لے اگر تلف ہو گیا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید نے ایک شخص کو مزدور کیا کہ اس مقام سے فلاں مقام تک یہ بوجھ اتنے کرایہ پر لے چلے پھر جب وہ آدھا راستہ چلا تو حمال کی رائے میں آیا کہ کسی دوسرے کام کو جائے اس نے بوجھ مستاجر کے پاس وہیں چھوڑ دیا اور اپنا نصف کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ اس کو یہ اختیار ہے بشرطیکہ باقی آدھا راستہ سختی و آسانی میں طے کئے ہوئے راستہ کے مثل ہو ایسا ہی فتاویٰ میں مذکور ہے اور ہم نے وصل الاصطناع میں ذکر کر دیا ہے کہ کرایہ تقسیم کرنے میں مرحلوں کا اعتبار ہے سختی و آسانی کا اعتبار نہیں ہے پس فتویٰ دینے کے وقت خوب تامل کرنا چاہئے یہ محیط میں ہے۔ مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام اوزجندیؒ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ رات میں مطمورہ[2] میں آگ روشن کرے اس نے ایسا ہی کیا اور کچھ رات رہے سو گیا پس مطمورہ اور جو کچھ اس میں تھا سب جل گیا پس آیا اجیر ضامن ہوگا فرمایا کہ نہیں پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مزدور نے دوبارہ بدوں حکم زید کے روشن کی ہو آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید نے عمرو کو دس من تانبا دیا اور چالیس درہم پر مزدور کیا کہ کوٹ دے پس بعد کوٹنے کے وہ نو من رہ گیا پس آیا دس من کی اجرت واجب ہوگی یا نو من کی فرمایا کہ زید پر چالیس درہم واجب ہوں گے جیسی کہ اس نے شرط کی ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک معلم نے لڑکوں سے چٹائی دیوریہ وغیرہ مکتب کے کام کی چیزوں کی قیمت طلب کی وہ لوگ کچھ درہم لائے اور معلم نے اپنے ذاتی درہموں میں ملائے ☆

مجموع النوازل میں ہے کہ ایک شخص بازار میں فروخت کرتا تھا اس نے کسی بازاری سے اپنے مال فروخت کرانے پر استعانت طلب کی اس نے مدد کی پھر اجرت مانگی تو اس باب میں اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے اگر ان کی عادت یہ ہو کہ باجرت مدد کرتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہیں واجب ہوگی اور دلالوں نے جو مقدار اشیاء پر باہمی وضعات مقرر کر رکھی ہے یہ محض ظلم وسرکشی ہے ان کو سوائے اجر المثل کے کچھ حلال نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو مقرر کیا کہ اس میدان میں میرے واسطے روبیت علیحدہ علیحدہ چھت کے یا ایک ہی چھت کے تیار کر دے اور اس کا طول وعرض وغیرہ جو ضروری ہے بیان کر دیا تو فتاویٰ ابواللیث

[1] فالیز معرب پالیز خربوزہ وغیرہ کی باڑی۔ [2] مطمورہ سرد برفستانی ملکوں میں کوٹھری کو اوپر سے مٹی وغیرہ سے تودہ کرتے ہیں اور اندر الاؤ کے آگ جلاتے ہیں۔

میں لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے مگر جائز ہونا چاہئے بشرطیکہ مستاجر کے اسباب سے تیار ہو کیونکہ اس طرح تعامل جاری ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے اپنا مکان عمرو کو ایک درہم ماہواری کرایہ پر دیا پھر خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خالد کرایہ عمرو سے وصول کرتا رہا اور اس طرح ایک زمانہ گزر گیا اور خالد نے زید سے وعدہ کیا تھا کہ جب تو میرے دام واپس کر دے گا تو میں تجھے مکان واپس کر دوں گا اور جو کرایہ میں نے وصول کیا ہوگا وہ محسوب کر دوں گا پھر بائع درہم لے کر آیا اور چاہا کہ کرایہ کے درہم محسوب کرے تو شیخ نے فرمایا کہ جب مشتری نے کرایہ دار سے کرایہ طلب کیا تو یہ بمنزلہ اجارہ کے ہوا اور اجارہ مشتری کی طرف سے از سر نو قائم ہو گیا پس جو کچھ مشتری نے کرایہ لیا ہے وہ سب مشتری کا ہوا اور بائع کا اس میں کچھ نہیں ہے نہ تھوڑا نہ بہت اور یہ جو مشتری نے وعدہ کر لیا ہے کہ وضع کر دوں گا یہ محض وعدہ ہے اگر اس نے پورا نہ کیا تو اس پر حکماً کچھ لازم نہیں آتا ہے اور اگر بیع میں یہ شرط ٹھہری ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

شمس الائمہ اوزجندیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک بیمار باندی ایک طبیب کو دی کہ اپنے پاس سے اس کا علاج کر دے پھر صحت کے باعث سے جو کچھ اس کی قیمت بڑھ جائے گی وہ زیادتی سب تیری ہے اس نے ایسا ہی کیا اور باندی اچھی ہو گئی تو طبیب کا حق مالک پر یہ ہے کہ اس کے کام کا اجر المثل دے اور دواؤں کے دام و خوراک کا خرچ دے اور اس کے سوائے اس کا کچھ حق نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے بیمار باندی ایک طبیب کو دی کہ اس کا معالجہ کر دے اگر اچھی ہو جائے گی تو بسبب صحت کے جو اس کی قیمت بڑھ جائے گی وہ ہم دونوں میں مشترک ہوگی اس نے علاج کیا اور وہ اچھی ہو گئی تو طبیب کو اجر المثل و خوراک و دواؤں کا خرچ اور کپڑے کا خرچ دینا واجب ہے اور اجر المثل وصول کرنے کے واسطے باندی کو نہیں روک سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے ایک معلم نے لڑکوں سے چٹائی دیور یہ وغیرہ مکتب کے کام کی چیزوں کی قیمت طلب کی وہ لوگ کچھ درہم لائے اور معلم نے اپنے ذاتی درہموں میں ملائے یا کچھ ان میں سے اپنی ذاتی ضرورت میں صرف کئے یا چٹائی خریدی پھر چند روز ان کے استعمال کے بعد اپنے گھر میں اٹھا کر ڈال لیں تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ نابالغ لڑکے نے اگر معلم کو کھانے کی کوئی چیز دی تو اصح قول کے موافق معلم کو اس کا کھانا حلال ہے یہ وجیز کردری میں شیخ کرخیؒ نے فرمایا کہ ہمارے سب اصحاب کے نزدیک معلم اور ایسے استاد نے جس کے پاس کوئی صنعت سکھلانے کو لڑکا سپرد کیا جاتا ہے اگر بدوں باپ یا وصی کی اجازت کے مارا اور وہ مر گیا تو دونوں ضامن ہوں گے اور اگر باپ یا وصی کی اجازت سے مارا تو ضامن نہ ہوں گے مگر یہ حکم اس وقت ہے عادت کے موافق اس کو مارا ہو کہ ایسی مار معلم مارتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ خلاف عادت مارا ہو تو ہر حال میں ضامن ہوں گے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔

نوازل میں لکھا ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس ایک نابالغ لڑکا اجیر ہے پس اگر اس نے کوئی بیہودہ حرکت دیکھی تو کیا اس کو مارے تاکہ ادب سیکھے فرمایا کہ نہیں لیکن اگر اس کے باپ نے اجازت دے دی ہو تو ایسا کر سکتا ہے اور خلف بن ایوب سے مذکور ہے کہ انہوں نے اپنا لڑکا بازار میں کسی کے پاس سپرد کیا اس نے لڑکے کی کوئی بیہودہ حرکت دیکھی اور خلف سے شکایت کی اور کہا کہ اس کی تادیب کروں فرمایا کہ ہاں پھر فرمایا کہ اس کو تادیب کرنے کا اختیار ہے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ تادیب نہیں کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا غلام یا بیٹا کسی جولاہا کو دیا اور جولاہے کو اجیر مقرر کیا کہ اس لڑکے کو بنا سکھلائے اور جولاہے نے چاہا کہ دوسرے جولاہے کے سپرد کرے تاکہ وہ اس کو سکھلائے تو بعضوں نے کہا کہ اس کو یہ اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں اختیار ہے اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے ایک دستاویز نویس کی ضرورت ہے اس

سے کسی اور شخص نے کہا کہ مجھے تو کچھ دے کہ مجھے دستاویز نویس ملتا ہے اس نے دے دی مگر اس شخص نے خود ہی دستاویز لکھ دی تو اس کو یہ اجرت لینا حلال نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔

ایسے شخص کے سہو کے بارے میں جو قبالہ نویس (تمسک اور بیعنامہ لکھنے والا) ہو☆

دستاویز نویس کے حق میں بعض نے فرمایا کہ اگر اس نے زمین کے قبالہ کی سب حدود میں یا بعض میں غلطی کی پس اگر اس کو درست نہ کر دیا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اور اگر درست کر دیا تو لکھوانے والے کو خیار ہوگا اگر پسند کرے تو کاتب کو اجر المثل دے دے یہ محیط میں ہے۔ ایک کاتب کو حکم دیا اس نے بیعنامہ لکھا مگر علماء نے فتویٰ دیا کہ یہ بیع صحیح نہیں ہوئی تو لکھوانے والے پر کچھ نہیں واجب ہوگا یہ قنیہ میں ہے مفتی کو فتویٰ لکھنے پر اجرت بقدر جواب لینا جائز ہے خواہ اس شہر میں دوسرا مفتی ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ جواب لکھنا اس کے ذمہ واجب نہیں ہے کیونکہ واجب[1] یا تو زبان سے کہنا یا لکھ دینا ہے اور بعضوں نے یوں بیان فرمایا کہ اگر حکم دیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی تحریر کرے تو جائز ہے اور یہی حال مفتی کا ہے بشرطیکہ اس شہر میں دوسرا مفتی موجود ہو یہ فتاویٰ الغرائب میں ہے اور سجلات و محاضر و وثائق لکھنے پر قاضی کو اجرت لینا جائز ہے اور اسی قدر اجرت لے گا جس قدر دوسرے کے واسطے لینا خود تجویز کرے یہ ملتقط میں ہے اور شیخ الاسلام ابوالحسن السغدیؒ سے کاتبوں کی مقدار اجرت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ اگر ہزار درہم مال کا وثیقہ[2] یعنی وثاقت نامہ تحریر کرے تو اس کی اجرت پانچ درہم ہے اور اگر دو ہزار تک پہنچ جائے تو دس درہم ہیں ایسے ہی دس ہزار درہم تک یہی حکم چلا جائے گا کہ دس ہزار میں پچاس درہم واجب ہوں گے پھر اگر دس ہزار سے زیادہ ہو تو ہر ہزار میں ایک درہم پچاس پر بڑھایا جائے گا اور اگر ہزار سے کم کا وثاقت نامہ ہو پس اگر اس کو وہی مشقت پیش آئے جو ہزار کے وثاقت نامہ میں ہے تو اس میں پانچ درہم اور اگر اس سے دوچند مشقت ہو تو دس درہم اور اگر اس سے نصف مشقت ہو تو ڈھائی درہم الحاصل زیادت و نقصان مشقت کے اعتبار سے کمی و بیشی معتبر ہوگی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایسا ہی امام اجل استاد سید ابوشجاع بلخی نے ہم سے بیان فرمایا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شاید یہ امام اعظمؒ یا بعض اصحاب متقدمینؒ سے مروی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

کاتب قاضی اور قسام قاضی کی اجرت کا یہ حکم ہے کہ اگر قاضی کی رائے میں آیا کہ یہ اجرت خصوم کے ذمہ ڈالی جائے تو ایسا کرے اور قاضی نے بیت المال سے دینا تجویز کیا حالانکہ بیت المال میں گنجائش ہے تو ایسا کرے اور جس صحیفہ میں مدعی کا دعویٰ اور گواہوں کی گواہی تحریر کرتا ہے اس کی اجرت کو اگر قاضی نے مدعی سے لینا تجویز کیا تو مدعی سے لے سکتا ہے ورنہ بیت المال میں سے لے اور بعض مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ سجل کی اجرت کس شخص پر ہے فرمایا کہ مدعی پر اور شیخ برہان الدین نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر ہے اور امام فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ جو شخص کاتب کو اجیر کرے اس پر ہے اور اگر کسی نے کاتب کو اجیر نہ کیا تو جو شخص سجل لے اس پر واجب ہے اور پیادوں کی اجرت سوان لوگوں پر واجب ہوگی جن کے واسطے کام کریں یعنی مدعیوں پر واجب ہوگی لیکن شہر میں کام کرنے پر نصف درہم سے ایک درہم تک اور اگر دیہات میں بھیجے گئے تو ہر فرسخ کے واسطے تین درہم یا چار درہم سے زیادہ نہیں لے سکتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ شخص کی اجرت بیت المال پر واجب ہوگی اور بعض نے کہا کہ متمرد پر واجب ہوگی جیسے چور کا حکم ہے کہ اگر اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو جلاد کی اجرت اور تیل کے دام جس سے اس کا ہاتھ تلا جائے گا چور پر واجب ہے کیونکہ وہی اس کا باعث ہوا ہے اور اگر قاضی نے مدعا علیہ کے ساتھ کوئی شخص ہر وقت ملازمت کے طور پر مال برآمد کرنے کے واسطے مقرر کیا جس کو موکل کہتے ہیں تو اس کا خرچہ مدعا علیہ پر واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ مدعی پر واجب ہوگا اور یہی اصح ہے اور جو شخص گواہوں کا تزکیہ کرے اس کی اجرت مدعی پر واجب ہوگا اور یہی اصح ہے اور جو شخص گواہوں کا تزکیہ کرے اس کی اجرت مدعی پر واجب ہے ایسے ہی جو شخص تعدیل

---

[1] قولہ واجب یعنی بالتعیین کہنا یا لکھنا واجب ہے علی الخصوص لکھ دینا واجب نہیں ہے۔ [2] وثیقہ دستاویز و تمسک۔

کے واسطے بھیجا جائے اس کا بھی یہی حکم ہے اور میں نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہے کہ قاضی نے اگر کوئی شخص مدعا علیہ کے پاس نشان دہی اور آگاہی کے واسطے مدعی کے ساتھ بھیجا اور وہ نشان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوا اور اس نے انکار کیا اور مدعی نے اس امر کے گواہ کر لئے جنہوں نے قاضی کے سامنے اثبات کیا تو قاضی اس کے پاس دوبارہ جو پیادہ روانہ کرے گا اس کی اجرت مدعا علیہ پر واجب ہو گی اور پھر مدعی پر کچھ واجب نہ ہو گا پس حاصل یہ ہے کہ ابتدا میں چپراسی کی اجرت مدعی پر ہو گی پھر اگر مدعا علیہ کے انکار کی وجہ سے دوبارہ ضرورت ہوئی تو مدعا علیہ پر واجب ہو گی اور یہ حکم استحساناً معلوم ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کی تنبیہ کے واسطے اس استحسان کی طرف میلان کیا ہے ورنہ قیاساً مثل ابتدائی حالت کے آخر میں بھی مدعی پر واجب ہونا چاہئے کیونکہ دونوں حالتوں میں اسی کا نفع ہے اور جو شخص صاحب المجلس والجلواز کہلاتا ہے کہ جس کو قاضی نے اس واسطے مقرر کیا ہے کہ لوگوں کو قاضی کے سامنے ادب کے ساتھ اٹھاتا بٹھاتا ہے اور بے ادبی کرنے سے جھڑکتا ہے تو وہ شخص مدعی سے کچھ لے لے گا یہ فتاویٰ الغرائب میں ہے۔ اور قسام کی اجرت عدد[1] رؤس کے موافق ہر بالغ و نابالغ پر یکساں ہے اور شیخ ظہیر الدین مرغینانی اور شرف الائمہ مکی نے فرمایا کہ قاضی نے اگر بذات خود ترکہ تقسیم کیا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی اگرچہ بیت المال سے جو اس کا روزینہ ہے وہ کافی نہ ہو اور محیط و شرح ابی ذر میں لکھا ہے کہ قاضی کو اجرت ملے گی جبکہ بیت المال کا روزینہ اس کے واسطے کافی نہ ہو لیکن مستحب یہ ہے کہ نہ لے اور ہمارے استادؒ نے فرمایا کہ امام ظہیر الدین و شرف الائمہ کا قول اس زمانہ کے لحاظ سے حسن ہے کہ قاضیوں کی نیت فاسد ہو گئی ہے اگر ان کے واسطے یہ حکم دیا جائے کہ لے لیں تو کبھی وہ لوگ اجر المثل پر قناعت[2] نہ کریں گے یہ قنیہ میں ہے۔

زید نے کھیتی کے کام میں دو مزدور خالد و عمرو مقرر کئے اور ہر ایک کو دو دو بیل معین کر کے دے دیئے کہ وہ زراعت کا کام کرتے ہیں پھر دونوں میں سے ایک نے اپنے دو بیل معین چھوڑ کے دوسرے کے بیلوں سے کام لیا اور بیل مر گیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور آیا دے دینے والا بھی ضامن ہو گا تو بعض نے فرمایا کہ ضامن ہو گا اور یہی اصح ہے اور یہی ظاہر الروایت کا حکم ہے اور اسی پر شمس الائمہ سرخسی فتویٰ دیتے تھے اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اناج کی کچھ گٹھریاں ودیعت رکھیں اور عمرو نے گونوں کو خالی کر کے اس میں اپنا اناج بھر دیا پھر زید نے اس سے اپنی گٹھریاں طلب کیں تاکہ مکہ کو لے جائے اس نے اپنے ذاتی اناج کی گٹھریاں اس کو دے دیں اور آگاہ نہ کیا وہ ان کو لاد کر مکہ میں لایا تو مستودع کو اختیار ہے کہ اس سے اپنا اناج لے لے اور اس پر کچھ کرایہ واجب نہ ہو گا یہ محیط میں ہے۔ وقف کے متولی یا یتیم کے وصی نے اگر مال وقف یا مال یتیم کو اجر المثل سے کم اجرت پر جو اس قدر کم ہے کہ ایسے خسارہ کو لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں اجارہ دے دیا تو شیخ امام اجل محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ ہمارے بعض علماء کے نزدیک اجر المثل واجب ہو گا خواہ کسی قدر ہو اور اسی پر فتویٰ ہے وصی نے اگر یتیم کے مال میں سے بارگاہ قاضی میں کسی مقدمہ میں جو یتیم پر دائر تھا یا یتیم نے دائر کیا تھا کچھ خرچ کیا تو شیخ امام ابو الفضلؒ نے فرمایا کہ جس قدر مال وصی نے بطور اجارہ کے دیا ہے اس میں سے بقدر اجر المثل کے ضامن نہ ہو گا اور جو اس نے بطور رشوت کے دیا ہے اس کا ضامن ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے جو شخص وقف یا یتیم کے مکان میں اپنے اہل و عیال و تابعداروں سمیت رہا تو اجر المثل اس شخص پر جس کے توابع ہیں واجب ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے۔

---

[1] عدد رؤس سے یہ مطلب ہے کہ جس قدر آدمی میں سب کا عدد شمار کر کے مساوی حصہ ہو گا اور موافق حصہ ملکیت کے نہیں ہے جیسے کتاب الشرب کے نہر اکھارنے میں ہوتا ہے۔ [2] قولہ قناعت یعنی جو ایسے کام کی مزدوری ہوتی ہے اسی پر قانع نہیں بلکہ زیادہ بطریق بیوی ظلم لینا شروع کریں گے۔

ایک مریض نے اپنا مکان اجر المثل سے کم پر کرایہ دیا تو اجارہ اس کے تمام مال سے قرار دیا جائے گا فقط تہائی سے معتبر ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دُکان جو فقیروں پر وقف بھی کرایہ پر لی اور چاہا کہ اس پر ایک غرفہ اپنے مال سے اپنے نفع کے واسطے بنائے مگر دُکان کے کرایہ میں اجرت مقررہ سے زیادہ کچھ نہ بڑھائے تو اس کو غرفہ بنانے کی اجازت نہ دی جائے گی لیکن اگر اجرت بڑھائے تو صرف اس قدر عمارت بنانے کی اجازت دی جائے گی کہ جس سے قدیمی عمارت کو ضرر نہ پہنچے اور اگر ایسا ہو کہ یہ دُکان اکثر اوقات خالی رہتی ہو اور اس مستاجر نے فقط اسی غرفہ کی خواہش سے اس کو کرایہ پر لیا ہو تو بدوں کرایہ کے زیادہ کرنے کے اس کو غرفہ بنانے کی اجازت دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ مسجد کے اوقاف میں سے زید نے ایک وقفی حجرہ اجارہ پر لیا اور اس میں کلہاڑی سے لکڑیاں چیرنی چروع کیں حالانکہ پڑوسی لوگ اس سے راضی نہیں ہیں مگر متولی راضی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس فعل سے مثل کندی کرنے والوں ولوہاروں کے فعل کے کھلا ضرر حجرہ کو پہنچتا ہو اور متولی کو کوئی دوسرا شخص جو اس کرایہ پر حجرہ کو لے لے ملتا ہو تو متولی پر واجب ہے کہ اس کو اس فعل سے منع کرے اور اگر باز نہ رہے تو حجرہ سے نکال[1] دے یعنی مجبور کرے کہ نکل جائے اور اگر متولی کو کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اتنے کرایہ پر حجرہ کو لے لے تو متولی کو اختیار ہے کہ حجرہ اس کے قبضہ میں چھوڑ دے لیکن اگر اس سے عمارت وقف کے گر جانے کا خوف ہو تو ایسا نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دس درہم ماہواری پر ایک گدھا کرایہ کیا اور اس کو مع اپنے زین کے بیس درہم ماہواری پر کرایہ پر دے دیا تو حصہ زین کا کرایہ اس کو حلال ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے سومن تازہ چھوہارے دوسرے شہر میں پہنچانے کی غرض سے جانور کرایہ پر کیا اور راستہ میں چھوہارے خشک ہو کر پچاس من رہ گئے پس اگر مستاجر نے جانور کو کرایہ کیا ہے تو اجرت میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور اگر سومن چھوہارے پہنچانے کا اجارہ کیا ہے تو بقدر نقصان کے اجرت میں سے کمی کر دی جائے گی یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص زید نے تین خروار تیل عمرو کو صابون بنانے کے واسطے دیا اور کہا کہ صابون پکانے کا قلیہ[2] اور دیگر ضروریات اپنے پاس سے لگائے اس شرط سے کہ سو درہم دوں گا عمرو نے ایسا ہی کیا تو صابون زید کو ملے گا اور عمرو کا اجر المثل اور جو چیزیں اس نے صرف کی ہیں ان کی قیمت زید پر واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی کار معلوم کے واسطے ایک مہینہ تک کوئی غلام اجارہ لیا پھر ایک روز اس سے کہا کہ یہ خط فلاں مقام پر پہنچائے اور تجھ کو دو درہم دوں گا تو اس کو دونوں اجرتیں نہ ملیں گی لیکن دوسرا اجارہ گویا اتنی مدت تک جتنے میں یہ کام کرے گا پہلے اجارہ کا فاسخ یعنی توڑنے والا ہے اور اس مدت کے دو درہم غلام کو ملیں گے پھر جب خط پہنچا کر واپس آیا پہلا اجارہ عود کرے گا اور جتنے روز تک خط پہنچانے میں پہلے اجارہ کا کام نہیں کیا اتنے دنوں کی اجرت وضع ہو جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

تین آدمی کسی کام میں اجیر ہوئے اور سب باہمی شریک تھے پھر ایک بیمار ہو گیا اور دونوں باقیوں نے کام پورا کیا تو سب کو برابر اجرت تقسیم ہوگی اور بیمار کے کام پورا کرنے میں دونوں متطوع شمار ہوں گے ☆

زید نے ایک چکی گھر اجارہ پر لیا اور خالد کو اجارہ پر دے دیا پھر اس میں سے کچھ منہدم ہو گیا پس زید نے خالد سے کہا کہ اپنے خرچہ سے اس کی تعمیر کرا دے اس نے خرچ کر کے بنوایا پس آیا زید سے واپس لے سکتا ہے یا نہیں تو یہ حکم ہے کہ اگر خالد کو معلوم تھا کہ زید مستاجر ہے مالک نہیں ہے تو زید سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے یہ گمان کیا تھا کہ مالک ہے تو اس میں دو روایتیں ہیں ایک

[1] قولہ نکال دے و فی الاصل فان لم یقنع اخرجہ من الحجرۃ فی یدہ الا اذا قاف انتھی وھذا تصحیف المصحح فانظر المقدمہ۔ [2] قلیہ ہندی میں سجی کہلاتی ہے بلحاظ اختلاف زبان دیار وامصار ہندی ترجمہ ترک کیا۔

روایت میں جب تک واپس لینے کی شرط نہ لگائی ہو تب تک واپس نہیں لے سکتا ہے اور دیگر روایت میں بدوں شرط کے واپس لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے شیخ ابوالقاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک احاطہ میں زید کا حجرہ اور خالد کا اصطبل ہے اور بسا اوقات خالد دروازہ بند کر دیتا ہے اور زید نے اس کو منع کرنا چاہا پس آیا منع کر سکتا ہے فرمایا کہ خالد کو اختیار ہے جس وقت اس محلہ کے لوگ اپنے اپنے دروازے بند کرتے ہیں اس وقت بند کر دے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک مقام دباغت کا کام کرنے کے واسطے اجارہ پر لیا اور پڑوسی اس کو اس سے منع کرتے ہیں فرمایا کہ یہ عام[1] ضرر ہے اس کو باز رکھیں یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے تین آدمی کسی کام میں اجیر ہوئے اور سب باہمی شریک تھے پھر ایک بیمار ہو گیا اور دونوں باقیوں نے کام پورا کیا تو سب کو برابر اجرت تقسیم ہو گی اور بیمار کے کام پورا کرنے میں دونوں متطوع شمار ہوں گے یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو چکی اجارہ پر دی اور اسی موجر نے اسی مستاجر کے پاس گیہوں بھیجے کہ ان کا آٹا پیس دے اس نے ایسا ہی کیا تو اجرت واجب نہ ہو گی اور اگر یوں کہا ہو کہ اسی چکی میں پیس دے تو اجرت واجب ہو گی کذافی التاتارخانیہ۔

زید کا کچھ کرایہ ایام گزشتہ کا اپنے مستاجر عمرو سے بابت اپنی دُکان کے واجب الوصول تھا اور زید نے تقاضا کیا مگر عمرو دینے میں درنگ کرتا تھا پس زید نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا قاضی نے دُکان پر مہر لگا دی پس جتنے دنوں اس پر مہر رہی اس کا کرایہ واجب[2] ہو گا یا نہیں تو حکم یہ ہے کہ واجب نہ ہو گا کیونکہ عمرو قاضی کی مہر کو نہیں توڑ سکتا ہے پس انتفاع حاصل کرنے سے باز رکھا گیا اس لئے کرایہ بھی ساقط ہو گا دفیہ نظر اور اس حکم میں اعتراض ہے اور صحیح یہ حکم ہے کہ کرایہ واجب ہو گا ایک جولا ہے نے کوچ کرایہ پر لی اور روزانہ کچھ اجرت ٹھہری اور یہ جولاہا وقف کے کرگرو میں کام کرتا تھا اور چونکہ کرایہ نہیں دیا تھا اس جہت سے متولی وقف اس کوچ کو گرو لے گیا اور چند روز اس کے پاس رہی تو اتنے دنوں کا کرایہ واجب ہو گا یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ اگر جولا ہے کو متولی کے ساتھ مقابلہ کرنے اور چھین لینے کی طاقت تھی تو واجب ہو گا ورنہ نہیں دفیہ نظر اور اس میں اعتراض ہے صحیح حکم یہ ہے کہ واجب ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے زراعت کے واسطے کوئی زمین اجارہ پر لی اور کھیتی بوئی پھر کسی آفت سے وہ کھیتی جڑ پیڑ سے نابود ہو گئی تو ایام گزشتہ کا کرایہ واجب ہو گا اور آفت کے بعد باقی مدت کا کرایہ واجب نہ ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید نے زمین عمرو کو اجارہ پر دی پھر خالد کے ہاتھ فروخت کر دی اور خالد نے ثمن عمرو کو بوجہ مال اجارہ کے دے دیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر زید حاضر ہے تو خالد متطوع[3] شمار ہو گا اور اگر حاضر نہیں ہے تو متطوع نہ ہو گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

غاصب نے اگر غصب کا غلام یا گھر کسی کو کرایہ پر دے دیا اور مغصوب[4] منہ نے جس کی چیز غصب کی ہے یہ کہا کہ میں نے تجھے اجارہ دینے کے واسطے حکم کیا تھا غاصب نے کہا کہ نہیں حکم کیا تھا تو مغصوب منہ کا قول قبول ہو گا اور اگر غاصب نے اجارہ دیا پھر مدت گزرنے پر مغصوب منہ نے دعویٰ کیا کہ میں نے انقضائے مدت سے پہلے اجارہ کی اجازت دے دی تھی تو بدوں گواہوں کے اس کا قول قبول نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کوئی مکان غصب کیا پھر اس کو اجارہ دیا پھر مالک سے خرید لیا تو اجارہ سابقہ باقی رہے گا اور اگر از سر نو تجدید[5] کر لی تو افضل ہے غاصب نے اگر کسی کو غصب کی چیز اجارہ پر دے دی پھر مستاجر نے وہ چیز غاصب کو

---

[1] یہ مسئلہ دلیل ہے کہ چمڑے والوں کی بدبو سے اذیت کا دعویٰ پہنچتا ہے۔ [2] کیونکہ صاحب مکان کی طرف سے کوئی عذر نہیں بلکہ مستاجر کی سزا ہے تو کرایہ ساقط نہ ہو گا۔ [3] متطوع جو خوشی سے نیکی کرے بدوں شرط ضمان کے۔ [4] یعنی مدت اجارہ کے اندر یہ کہا۔ [5] یعنی بعد خرید کے اجارہ سے نیا معاملہ کر لیا۔

اجارہ پر دی اور اجرت لے لی تو غاصب کو اختیار ہے کہ اس سے اجرت واپس لے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ بھاگے ہوئے غلام کو اگر کسی شخص نے پکڑ کر زید کو اجارہ دیا تو اس کی اجرت عاقد کو ملے گی مگر صدقہ کر دے اور اگر عاقد نے اجرت مع غلام اس کے مالک کے سپرد کی اور کہا کہ یہ تیرے غلام کی اجرت ہے تو استحساناً سب مولیٰ کو حلال ہے مگر قیاساً یہ حکم نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے کچھ درخت خرید کر قطع کرائے اور کوئی زمین اجارہ پر لی تاکہ بریدہ درخت اس میں ڈلوائے بعد خشک ہونے کے کام آئیں اور جو زمین کرایہ پر لی ہے اس کا راستہ عمرو کی زمین میں ہو کر جاتا ہے پس درختوں کے خریدار نے چاہا کہ بریدہ درخت لدوا کر اسی راہ سے اجارہ والی زمین میں لے جائے اور عمرو نے ممانعت کرنی چاہی تو عمرو کو ممانعت کا اختیار نہیں[1] ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے زید سے کوئی غلام یا اسباب خرید کر کچھ مدت معلومہ کے واسطے بعد قبضہ کے بائع یعنی زید کو کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ دیا پھر وہ غلام یا اسباب کسی مستحق نے باثبات استحقاق لے لیا پس آیا مشتری کو ایام گزشتہ کے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے تو بعض نے فرمایا کہ مطالبہ نہیں کرنا چاہئے کذا فی الذخیرہ۔

---

[1] قولہ نہیں ہے یہ اس وقت کہ وہ گاڑی کا راستہ ہو اور اگر آدمی کی پگڈنڈی تھی تو منع کا اختیار ہوگا۔

کتاب المکاتب

اس کتاب میں نو ابواب ہیں

باب اوّل:

کتابت کی تفسیر' رکن' شروط واحکام کے بیان میں

کتابت کی تفسیر شرعی ☆

کتابت کی تفسیر شرعی یوں بیان فرمائی ہے کہ ہو تحریر المملوک یداً فی الحال ورقبۃ فی المال کذا فی التبیین یعنی مملوک کو خواہ باندی ہو یا غلام فی الحال اپنی زیردستی[1] سے اور فی المال مملوکیت سے آزاد کر دینے کو کتابت کہتے ہیں۔

رکن کتابت ☆

اور کتابت کا رکن یہ ہے کہ مولیٰ کی طرف سے ایجاب ہو اور مکاتب کی طرف سے قبول ہو اور ایجاب ایسے الفاظ سے جو مکاتبت پر دلالت کرتے ہیں جیسے مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھے اس قدر درہموں پر مکاتب کیا خواہ اس قول کے ساتھ کوئی تعلیق ہو اس طرح کہ اگر تو مجھے ادا کر دے گا تو تو آزاد ہے یا کوئی تعلیق نہ ہو اسی طرح اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو ہزار درہم پر یوں آزاد ہے کہ ماہواری اس قدر رقسط وار مجھے سب ادا کر دے اس نے قبول کیا یا یوں کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درہم پورے ماہواری اس قدر کر کے ادا کر دیئے تو تو آزاد ہے اس نے قبول کیا یا کہا کہ میں نے تجھ پر ہزار درہم رکھے کہ ان کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس قدر ماہواری سے ادا کر دے اور جب تو نے ادا کر دیئے تو تو آزاد ہے اور اگر عاجز رہا تو مملوک رہا اس نے قبول کیا یا اور اسی معنی کے الفاظ بیان کئے تو سب کتابت ہیں کیونکہ عقود میں اعتبار معانی کا ہوتا ہے نہ الفاظ کا اور قبول کی یہ صورت ہے کہ مکاتب کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا ایسے ہی الفاظ بیان کرے پھر جب ایجاب وقبول پایا گیا تو کتابت کا رکن تمام ہو گیا پھر رکن کی حاجت ایسے مملوکوں میں ہے جس کے حق میں حکم عقد مقصوداً ثابت ہو نہ ایسے مملوکوں میں جس میں تبعاً ثابت ہو جیسے وہ لڑکا جو حالت کتابت میں باندی سے پیدا ہو یا اپنے والدین یا بیٹے کو خرید کیا تو ان میں حاجت نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب ادا کر دیئے مجھے تو نے ہزار درہم ماہواری سو درہم کر کے تو تو آزاد ہے تو روایت ابی حفص کے موافق یہ مکاتب نہیں ہے اس واسطے کہ ایک ہی بار ادا کرنے کا اعتبار ہے اور یہی اصح ہے یہ تبیین میں ہے۔

شرائط کتابت ☆

واضح ہو کہ کتابت کے شرائط چند قسم ہیں بعضی شرطیں مولیٰ کی طرف راجع ہیں اور بعضی مکاتب کی طرف اور بعضی بدل کتابت کی جانب اور بعضی نفس رکن کی جانب راجع ہیں پھر بعضے شرائط انعقاد ہیں اور بعضی شرط نفاذ اور بعضی شرط صحت ہیں اب ہر ایک کا بیان

[1] قولہ زیردستی یعنی جو کچھ وہ کمائے وہ بشرط وفاء عہد اسی کی ملک ہو جائے اور میں نے شرط اس واسطے لگائی کہ اگر وہ پھر رقیق ہوا تو مال مولیٰ کا ہوگا۔

یوں ہے کہ جو شرطیں مولیٰ کی طرف راجع ہیں از انجملہ عقل چاہئے اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس جو لڑکا لایعقل ہو یا شخص مجنون ہو اس کا مکاتب کرنا نہیں صحیح ہے از انجملہ بلوغ شرط ہے اور یہ نفاذ کی شرط ہے پس جو لڑکا نابالغ کہ سمجھ دار ہو اس کا عقد کتابت نافذ نہ ہوگا اگرچہ وہ لڑکا آزاد ہو اور اپنے ولی یا وصی کی طرف سے اس کو تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہو از انجملہ ملک و ولایت شرط ہے اور یہ بھی شرط نفاذ ہے پس اگر کسی فضولی نے مکاتب کیا یعنی اجنبی شخص نے زید کا غلام ہزار درہم پر مکاتب کر دیا تو یہ عقد نافذ نہ ہوگا کیونکہ فضولی کو نہ ملک حاصل ہے نہ ولایت اور اگر وکیل نے ایسا کیا تو عقد نافذ ہوگا کیونکہ وہ مولیٰ کا نائب ہے اسی طرح باپ و وصی کی طرف سے بھی استحساناً یہی حکم ہے از انجملہ رضامندی شرط ہے اور یہ شرائط صحت میں سے ہے پس اگر زید سے زبردستی اس کا غلام مکاتب کرایا گیا یا اس نے مسخرہ پن یا خطا سے مکاتب کیا تو صحیح نہیں ہے اور واضح ہو کہ حریت یعنی مولیٰ کا آزاد ہونا جواز مکاتب کے واسطے شرط نہیں ہے پس مکاتب کا مکاتب کرنا جائز ہے اور ایسے ہی اسلام بھی شرط نہیں ہے پس ذمی کا اپنے غلام کافر کو مکاتب کرنا جائز ہے یا ذمی نے کسی مسلمان غلام کو خرید کر کے مکاتب کر دیا تو بھی جائز ہے۔

مرتد نے اگر اپنے مملوک کو مکاتب کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک موقوف رہے گا یعنی اگر وہ مرتد حالت ارتداد پر قتل کیا گیا یا مر گیا یا دارالحرب میں جاملا تو عقد باطل ہو گیا اور اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کا عقد کتاب نافذ ہوتا ہے اور جو شرطیں مکاتب کی طرف راجع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ مکاتب عاقل ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے اور جو بدل کتابت کی طرف راجع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت مال ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس خون یا مردار پر مکاتبت منعقد نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر ادا کر دے تو آزاد نہ ہوگا لیکن اگر مولیٰ نے یوں شرط لگائی کہ اگر تو مجھے یہ مردار ادا کر دے تو تو آزاد ہے اس نے لا دکر دے دی تو بسبب شرط[1] کے آزاد ہو جائے گا اور مولیٰ اس سے اس کی قیمت نہیں لے سکتا ہے از انجملہ مال متقوم ہو اور یہ شرائط صحت میں سے ہے پس اگر مسلمان نے اپنے مسلمان یا ذمی غلام کو شراب یا سور پر مکاتب کیا یا کسی ذمی نے اپنے مسلمان غلام کو شراب یا سور پر مکاتب کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر غلام نے یہ مال ادا کر دیا تو آزاد ہو جائے گا مگر اس پر اپنی ذات کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی اگر ذمی نے اپنے غلام کافر کو شراب یا سور پر مکاتب کیا تو جائز ہے اور اگر ذمی کا کوئی غلام کافر ہو اور اس نے اس غلام کو شراب پر مکاتب کیا پھر دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو کتابت پوری اور غلام پر شراب کی قیمت واجب ہوگی از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت کی نوع و مقدار معلوم ہو خواہ صفت معلوم ہو یا نہ ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس اگر بدل کتابت کی نوع یا مقدار مجہول ہوگی تو کتابت منعقد نہ ہوگی اور اگر نوع و مقدار معلوم ہو اور صفت مجہول ہو تو کتابت جائز ہوگی اور اصل اس مقام پر یہ ہے کہ جب بدل کتابت کا مجہول ہونا حد سے تجاوز کرے تو کتابت جائز نہ ہوگی ورنہ جائز ہوگی از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت مولیٰ کی ملک نہ ہو اور یہ شرط انعقاد ہے پس اگر اموال مولیٰ میں سے کسی مال عین پر مکاتب کیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر وقت عقد کے کچھ کمائی غلام کے پاس موجود ہے اس پر کتابت قرار دی تو بھی جائز نہیں[2] ہے اور بدل کتابت کا دین ہونا جواز کتابت کی شرط ہے اور جو شروط نفس رکن کی طرف راجع ہیں پس شرائط صحت میں سے ایک یہ ہے کہ شرط فاسد سے خالی ہو اور شرط فاسد وہ ہے کہ جو مقتضائے عقد کے مخالف اور نفس عقد میں داخل ہو اور اگر وہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف نہ ہو تو شرط و عقد دونوں جائز ہوں گے اور اگر مقتضائے عقد کے مخالف ہوگی مگر نفس عقد میں داخل نہ ہوگی تو شرط باطل ہو جائے گی اور عقد صحیح رہے گا یہ بدائع میں ہے۔

---

[1] قولہ بسبب شرط کے یعنی یہ اعتاق معلق بالشرط ہوا جیسے غلام سے کہا کہ اگر تو اس گھر میں گھسا تو تو آزاد ہے اور عقد کتابت نہیں ہوا۔ [2] کیونکہ وہ مولیٰ کی ملک ہے۔

حکم کتابت ☆

کتابت کا حکم یہ ہے کہ غلام آزادانہ تصرف کہ جس سے بسبب مملوکیت کے اس کو ممانعت تھی اس ممانعت سے بری ہو جاتا ہے اور فی الحال اس کو اپنے امور میں دست قدرت حاصل ہوتی ہے حتیٰ کہ جو کچھ اس نے کمایا وہ بالخصوص غلام کا ہوگا اور اگر مولیٰ نے اس کے ساتھ خواہ اس پر یا اس کے مال پر کوئی جنایت کی تو مولیٰ پر ضمان واجب ہوگی اور وقت ادا کر دینے کے حقیقۃً آزادی ثابت ہو گی اور مولیٰ کو اس عقد کے ذریعہ سے بدل کتابت کے مطالبہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور وقت ادا کر دینے کے حقیقۃً بدل کا مالک ہو جاتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ کتابت اگر فی الحال ادا کر دینے پر قرار پائے تو کتابت عقد سے فارغ ہوتے ہی مولیٰ کو بدل کتابت کے مطالبہ کا اختیار ہوگا اور اگر میعاد قرار پائی ہو کہ قسط کر کے ادا کرے تو جس وقت قسط کی میعاد آئے اس وقت مطالبہ کرے گا یہ محیط میں ہے۔ مکاتب کی کمائی کا مولیٰ مالک نہیں ہوتا ہے اور نہ اس سے خدمت لے سکتا ہے اور نہ اس کا صدقہ فطر مولیٰ پر واجب ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مولیٰ نے مکاتبہ باندی کے ساتھ وطی کی تو عقر واجب ہوگا یہ ہدایہ میں ہے کفایہ شمس الائمہ بیہقی میں لکھا ہے کہ اگر مولیٰ نے عمداً مکاتب کو قتل کیا تو قصاص واجب نہ ہوگا اور اگر مکاتب نے مولیٰ کو قتل کیا تو قصاص واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اور نکاح اور عدت میں مکاتبہ باندی کے احکام مثل مملوکہ باندی کے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ کتابت مستحب ہے مگر ایسے غلام کے حق میں جس کے حال سے بہتری معلوم ہو یعنی معلوم کرے کہ یہ غلام امین ہے اور تجارت کے کام میں ہوشیار ہے اور کمائی کر سکتا ہے اور بدل کتابت فی الحال ہو یا میعادی ہو قسط وار ہو یا یکمشت اور یہ سب ہمارے مذہب میں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بعضوں نے فرمایا کہ بہتری سے یہ مراد ہے کہ اس کے حال سے معلوم کرے کہ آزادی کے بعد مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچائے گا اور اگر دیکھے کہ ضرر پہنچا دے گا تو افضل یہ ہے کہ اس کو مکاتب نہ کرے اور اگر کر دیا تو جائز ہے یہ تبیین میں ہے اور غلام و باندی اور صغیر و کبیر میں کچھ فرق نہیں ہے جبکہ اس کو خرید و فروخت کی عقل ہو یہ کافی میں ہے اور جو چیزیں نکاح میں مہر ہو سکتی ہیں وہ کتابت کا عوض ہو سکتی ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

غلام کے ذمہ سے بدل کتابت میں سے کچھ کم دینا اور چھوڑ دینا خواہ مخواہ واجب نہیں ہے بلکہ مندوب ہے ☆

بدوں تمام مال کتابت ادا کرنے کے آزاد نہ ہوگا اور جب سب ادا کر دیا تو آزاد ہو گیا اگرچہ مولیٰ نے یوں نہ کہا ہو کہ جب تو تمام بدل کتابت ادا کر دے گا تو تو آزاد ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور غلام کے ذمہ سے بدل کتابت میں سے کچھ کم دینا اور چھوڑ دینا خواہ مخواہ واجب نہیں ہے بلکہ مندوب ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اور اگر بدل کتابت کے عوض ایسی کوئی شے رہن کر لی جس سے بدل ادا کر سکتا ہے یعنی بدل کتابت کی ادائی اس سے ہو سکتی ہے اور وہ چیز مالک کے پاس تلف ہو گئی تو غلام آزاد ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے واضح ہو کہ کتابت دو طرح پر ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ اس کے نفس کو مکاتب کرے مال کو کتابت میں داخل نہ کرے دوسرے یہ کہ جان و مال دونوں کو مکاتب کرے اور دونوں صورتیں جائز ہیں اور پہلی صورت کی یہ مثال ہے کہ میں نے تجھے ہزار درہم پر مکاتب کیا پس اس صورت میں جو مال اس سے پہلے کی کمائی کا غلام کے پاس ہو وہ سب مولیٰ کا ہوگا اور اس کے بعد جو کچھ کمائے وہ سب غلام کا ہوگا مگر جب اس نے اس کمائی سے بدل کتابت ادا کر دیا تو جو باقی رہا وہ سب غلام کے سپرد ہوگا اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ میں نے تیری جان و مال کو ہزار درہم پر مکاتب کیا تو جو کچھ اس وقت مکاتب کے پاس موجود ہے اور جو آئندہ کمائے سب اسی کا ہوگا خواہ اس کا مال جو فی الحال موجود ہے وہ بدل کتابت سے کم ہو یا زیادہ ہو اور مولیٰ کو اس مال سے سوائے بدل کتابت کے کچھ نہ ملے گا اور غلام کا مال وہ ہے جو اس نے تجارت سے کمایا یا اس کو کسی نے ہبہ کیا یا صدقہ دیا۔ اگر دونوں نے غلام کے مال میں

اختلاف کیا یعنی مولیٰ نے اپنا حق بیان کیا اور غلام نے اپنا تو مکاتب کا قول قبول ہوگا مگر جنایات کے عوض جو ارش[1] دستیاب ہو یا عقر ملے تو دونوں مولیٰ کی ملک ہوں گے یہ مضمرات میں ہے اور کتابت میں شرط خیار جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

المتصلات:

اگر مکاتب نے ہزار درہم کتابت ادا کر دیئے پھر مولیٰ کے پاس سے یہ درہم استحقاق میں لے لئے گئے تو مکاتب آزاد ہو گیا اور مولیٰ بجائے ان کے ہزار درہم مکاتب سے لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے مجنون یا صغیر غلام کو مکاتب کیا تو عقد منعقد نہ ہوگا اور اگر اس کی طرف سے بدل عقد کتابت عمرو نے زید کو ادا کر دیا اور زید نے قبول کیا تو آزاد نہ ہوگا اور عمرو مختار ہے کہ اپنا بدل کتابت زید سے واپس کرے کیونکہ اس نے آزادی کے عوض دیا اور آزادی حاصل نہ ہوئی اور اگر نابالغ کی طرف سے عمرو نے ایجاب کتابت کو قبول کیا اور مولیٰ بھی راضی ہوا تو بھی عقد کتابت منعقد نہ ہوگا اور آیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ ایجاب وقبول اجنبی کا موقوف ہے کہ جب غلام بالغ ہو تو اجازت دے پس امام قدوری نے فرمایا کہ نہیں موقوف ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اجنبی کے عقد کا اجارہ پر موقوف ہونا اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس کا اجازت دینے والا وقت عقد کے موجود ہو اور یہاں موجود نہیں ہے کیونکہ نابالغ اہل اجازت سے نہیں ہے بخلاف اس کے اگر غلام بالغ ہو مگر غائب ہو اور عمرو نے اس کی طرف سے کتابت کو قبول کر لیا اور زید راضی ہوا تو غلام کی اجازت پر موقوف ہوگا اور صورت مذکورہ بالا میں اگر عمرو نے نابالغ غلام کی طرف سے قبول کر کے مولیٰ کو بدل کتابت ادا کر دیا تو اصل میں مذکور ہے کہ استحساناً آزاد ہو جائے گا اور جس نے قبول کیا یعنی عمرو کو اپنا مال واپس لینے کا اختیار نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے کل بدل ادا کر دیا ہو اور اگر اس نے کچھ ادا کیا ہو تو قیاساً و استحساناً واپس لے سکتا ہے لیکن اگر اسی عرصہ میں غلام نے بالغ ہو کر اجازت دے دی تو پھر نہیں واپس کر سکتا ہے یہ بدائع میں ہے۔

دوسرا باب:

کتابتِ فاسدہ کے بیان میں

کتابت فاسدہ میں مولیٰ کو اختیار ہے کہ بلا رضامندی غلام کے اس کو رفیق کر دے اور کتابت کو فسخ کر دے اور کتابت صحیحہ میں بدوں غلام کی رضامندی کے فسخ نہیں کر سکتا ہے اور غلام کو اختیار ہے کہ کتابت فاسدہ اور جائزہ دونوں میں بدوں مالک کی رضامندی کے فسخ کر دے یہ شرح طحاوی میں ہے اور والوالجیہ میں لکھا ہے کہ کتابت فاسدہ میں جو چیز مولیٰ کو اس کی زندگی میں ادا کرنے سے آزاد ہوتا تھا اگر اس کی موت کے بعد وارثوں کو ادا کرے تو آزاد ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص غیر کے مال عین پر خواہ از قسم کیلی ہو یا وزنی یا عروض میں سے ہو اپنے غلام کو مکاتب کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں اور اظہر روایت یہ ہے کہ عقد فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو ہزار درہم اور ایک سال تک خدمت کرنے یا کسی مملوک[2] پر مکاتب کیا تو جائز ہے اور اگر ایک ہزار درہم و ہمیشہ خدمت کرنے پر مکاتب کیا تو فاسد ہے اور غلام اپنی قیمت ادا کرنے پر آزاد ہو جائے گا خدمت نہ لی جائے گی پھر اگر وہ ہزار درہم دے کر آزاد ہوا اور یہی اس کی مقدار قیمت ہے تو مولیٰ کو اس سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر مقدار قیمت اس سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے اس سے لے لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ کتابت فاسدہ میں جو چیز بدل قرار پائی ہے اگر قیمت اسی جنس سے ہو پس اگر مقررہ سے کم ہو تو بدل کم نہ کیا جائے گا اور اگر قیمت زائد ہو تو بدل مقررہ میں زیادتی

---

[1] ارش جرمانہ زخم عقر جرمانہ وطی ناجائز۔ [2] یعنی وہ مکاتب اپنے مولیٰ کو کوئی غلام یا باندی بھی دے۔

کر دی جائے گی یہ شرح وقایہ میں ہے اگر گیہوں یا جو پر مکاتب کیا اور مقدار معلوم بیان کر دی پس اگر صفت بھی مثل جید یا وسط یا ردی بیان کر دی تو اسی صفت پر عقد قرار دیا جائے گا اور اگر کوئی صفت بیان نہ کی ہو تو درمیانی قسم قرار دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اپنے غلام کو ایسے مال معین پر جو غلام کے قبضہ میں ہے اور اس کی کمائی کا ہے اس طور سے کہ مثلاً زید نے اس کو تجارت کی اجازت دی تھی اس نے یہ مال کمایا ہے مکاتب کیا تو اس کی دو روایتیں ہیں ایک روایت میں جائز ہے کیونکہ اس نے ایسے بدل معلوم پر مکاتب کیا جس کے سپرد کرنے پر غلام قادر ہے اور ایک روایت میں جائز ہے کیونکہ اس نے اپنے مال پر مکاتب کیا اور اگر اس نے چند درہموں پر جو غلام کے ہاتھ میں تھے مکاتب کیا تو بالاتفاق الروایات جائز ہے کیونکہ معاوضات میں درہم متعین نہیں ہوتے ہیں یہ تبیین میں ہے۔ اگر بدل کتابت غلام نے دیا اور وہ عقد میں متعین نہ تھا کہ خاص یہی چیز ادا کرے بلکہ از قبیل درہم و دینار تھا اور وہ بعد اثبات استحقاق کے مولیٰ سے لے لیا گیا تو غلام پر اس کے مثل واجب ہوگا اور اگر مال عین کوئی اسباب یا حیوان معین تھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مولیٰ اس سے اس کی قیمت لے گا مثل نہ لے گا یہ تاتارخانیہ میں تجرید سے منقول ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام ایک باندی پر مکاتب کیا اور غلام نے دے دی اور زید نے اس سے وطی کی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا پھر اس باندی پر استحقاق ثابت ہوا تو فرمایا کہ مستحق وہ باندی زید سے لے گا اور اس کا عقر اور بچہ کی قیمت لے لے گا پھر زید مکاتب سے بچہ کی قیمت واپس لے سکتا ہے عقر نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے اپنا غلام ایک کپڑے یا چوپایہ یا حیوان یا دار پر مکاتب کیا تو کتابت منعقد نہ ہوگی حتیٰ کہ ادا کرنے سے غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ کپڑے و دار و حیوان کی نوع مجہول ہے اور اگر ہروی کپڑے یا غلام یا باندی یا گھوڑے پر مکاتب کیا تو جائز ہے اور ہر چیز میں سے درمیانی قرار دیا جائے گا اور اگر ان صورتوں میں غلام درمیانی چیز کی قیمت لایا تو مولیٰ پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو قبول کرے یہ بدائع میں ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک درمیانی وہ ہے کہ جس کی قیمت چالیس درہم ہوں اور صاحبینؒ کے نزدیک ارزانی و گرانی نرخ پر ہے اور درمیانی چیز کی قیمت لگانے میں غلام مکاتب کی قیمت پر نظر نہ کی جائے گی کذا فی الذخیرہ اور کافی کے باب المہر میں لکھا ہے کہ صاحبینؒ ہی کا قول صحیح ہے انتہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو اس کی قیمت پر مکاتب کیا تو کتابت فاسد ہے پر اگر اس نے اپنی قیمت ادا کر دی تو آزاد ہو جائے گا اور سوائے اس کے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا پھر واضح ہو کہ قیمت کا اندازہ یعنی یہی قیمت ہے جو اس نے ادا کی ہے دونوں کی باہمی تصدیق سے ثابت ہوگی اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قیمت آنکنے والوں کے قول پر لحاظ کیا جائے گا پس اگر دو شخص ایک قیمت پر متفق ہوئے تو وہی قیمت قرار دی جائے گی اور اگر اختلاف ہوا ایک نے مثلاً ہزار درہم اندازے اور دوسرے نے ایک ہزار دس درہم اندازے تو جب تک بڑھی ہوئی انتہائے قیمت نہ ادا کرے تب تک آزاد نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تجھے مکاتب کیا اور مال عوض سے سکوت کیا تو ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک کتابت اصلا منعقد نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر اس نے ایک خادم[۱] سپید رنگ پر مکاتب کیا پھر اس نے اس عوض سے دو خادم ابیض یا دو حبشی سیاہ پر ہاتھوں ہاتھ صلح کر لی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو موتی یا یاقوت پر مکاتب کیا تو انعقاد نہ ہوگا اور اگر اپنے حکم پر کہ جو میں کہہ دوں یا اس کے حکم پر کہ جس قدر تو کہہ دے مکاتب کیا تو انعقاد نہ ہوگا کیونکہ نوع و مقدار مجہول ہونے سے بھی یہاں زیادہ جہالت ہے یہ بدائع

[۱] یعنی غلام و باندی جو گورے رنگ کی ہو۔

میں ہے۔ اگر زید نے ایک غلام یا باندی پر اپنا غلام مکاتب کیا اور مکاتب نے یہ خادم دے دیا اور آزاد ہو گیا پھر زید نے خادم میں کھلا ہوا عیب پایا تو مکاتب کو واپس کر کے ایک خادم اس کے مثل لے لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی کو اس شرط سے ہزار درہم پر مکاتب کیا کہ جو بچہ تو جنے وہ میرا ہے یا یہ کہ بعد آزادی کے میری خدمت کرے تو کتابت فاسد ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو ایک مکان پر جس کا نام لے لیا اور اس کا وصف بیان کر دیا یا کسی زمین پر اسی طور سے مکاتب کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ مکان یا زمین کسی عقد میں بطور دین کے ذمہ ثابت نہیں ہوتے ہیں پس اگر اس نے معین نہ کیا ہو تو مجہول چیز پر عقد ہوگا اور اگر معین کیا تو ایسی چیز ذمہ رکھی جو ذمہ دین نہیں ہوتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر باندی کو ہزار درہم پر مکاتب کیا اس شرط سے کہ جب تک وہ مکاتب رہے گی اس سے وطی کرے گا یا ایک بار اس سے وطی کرے گا تو کتابت فاسد ہے پھر اگر اس نے ہزار درہم دے دیئے تو عامہ علماء کے نزدیک آزاد ہو جائے گی پھر جب دے کر آزاد ہو گئی تو اس کی قیمت دیکھی جائے گی اگر اس کی قیمت ہزار درہم ہوں تو نہ مولیٰ کا اس پر کچھ چاہئے اور نہ اس کا مولیٰ پر کچھ چاہئے ہے اور اگر قیمت اس کی زائد ہو تو جس قدر ہزار سے زائد ہے اس قدر مولیٰ اس سے لے لے گا اور اگر ہزار دے کم ہو تو ہمارے اصحاب ثلاثہ نے فرمایا کہ باندی مکاتبہ بقدر کمی کے اپنے مولیٰ سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر مولیٰ نے اس سے وطی کی پھر اس نے بدل کتابت ادا کر دیا تو مولیٰ پر اس کا عقر ادا کرنا واجب ہوگا اور اگر زید نے اپنی حاملہ باندی کو مکاتب کیا تو جو اس کے پیٹ میں ہے وہ بھی کتابت میں داخل ہوا خواہ صریح ذکر کرے یا نہ کرے اور اگر اس کے پیٹ کا بچہ مستثنیٰ کیا تو کتابت جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنے غلام کو درہموں پر مکاتب کیا تو یہ فاسد ہے لیکن اگر اس نے تین درہم دے دیئے تو آزاد ہو جائے گا اور اس پر اپنی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی کذا فی السراجیہ۔ قال المترجم یہ حکم زبان عربیت سے متعلق ہے اگر یوں کہا کہ کاتبتك علی دراہم تو کمتر جمع تین درہم ہیں پس علی اصل الامام الاعظمؒ تین درہم متقین ہوں گے اور زبان اردو کے موافق چاہئے کہ دو درہم ادا کرنے پر بھی یہی حکم ہو کیونکہ کمتر جمع دو ہے اگر باندی کو ہزار درہم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ یہ ہزار درہم قسط وار ادا کرے بشرطیکہ اگر ایک قسط بھی ٹل گئی تو علاوہ قسط کے اس پر سو درہم واجب ہوں گے تو کتابت فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ہزار درہم پر قسط وار کر کے ادا کرنے پر مکاتب کیا اور شرط لگائی کہ اگر کسی قسط سے عاجز ہوا تو ہزار درہم پر مکاتب ہو جائے گا تو یہ کتابت فاسد ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دوسری کتابت فاسد ہوگی پہلی کتابت امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں جائز ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر زید نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور ہزار درہم بدل ٹھہرائے اور شرط کی کہ مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مواخذہ کرے گا پھر زید نے ایک کو وہ مال کتابت ہبہ کیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر اس غلام نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہزار درہم کتابت کے دونوں پر قرضہ قرار پائیں گے جیسے کہ سابق میں تھے اور وہ دونوں آزاد ہو جائیں گے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر زید نے اپنی باندی کو ہزار درہم پر بوعدہ عطا، یا کھیتی کٹنے یا روندے جانے وغیرہ وعدہ پر جس کی میعاد معلوم نہیں ہے مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے پس اگر عطا میں تاخیر واقع ہوئی تو بدل کتابت دینا اسی وقت واجب ہوگا جس وقت عطیہ نکالا جاتا تھا اور باندی کو اختیار ہے کہ اس سے پہلے مال ادا کر کے آزاد ہو جائے یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام کو ہزار درہم پر مکاتب کیا اور یہی اس کی قیمت ہے اس شرط سے کہ اگر غلام اس قدر درہم ادا کر کے آزاد ہو گیا تو اس پر دوسرے ہزار درہم واجب الادا ہوں گے تو جائز ہے اور یوں ہی رکھا جائے گا جیسا کہ اس نے کہا ہے یعنی جس وقت ہزار درہم دے دیئے تو آزاد ہو جائے گا اور بعد آزادی کے اس پر دوسرے

ہزار درہم واجب ہوں گے یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ میں نے تجھے ان ہزار درہم پر مکاتب کیا حالانکہ یہ ہزار درہم اس باندی کے نہیں غیر شخص کے ہیں تو مکاتبت جائز ہے اور جب باندی نے ان ہزار درہم کے سوائے دوسرے ہزار درہم اپنے ملک کے ادا کر دیئے تو آزاد ہو جائے گی اسی طرح اگر باندی نے کہا کہ مجھے ہزار درہم پر مکاتب کر دے اس شرط سے کہ میں یہ ہزار درہم فلاں شخص کے مال سے تجھے دوں گی تو عقد کتابت جائز ہے اور یہ شرط لغو ہے اور اگر باندی کو مکاتب کیا اور عقد کتابت میں اپنے یا اس کے لئے خیار کی شرط لگائی تو جائز ہے پھر اگر اس کے کوئی بچہ پیدا ہوا پھر صاحب خیار نے اپنا خیار ساقط کر دیا تو بچہ بھی اس باندی کے ساتھ مکاتب ہو گا اور اگر خیار ساقط کرنے سے پہلے وہ شخص جس کو خیار تھا خواہ مولیٰ یا باندی نے انتقال کیا تو صاحب خیار کے مرنے سے مثل بیع کے خیار ساقط ہو جائے گا اور بچہ اس مال کے واسطے جو باندی پر واجب ہوا سعی[1] کرے گا اور اگر اپنا خیار ساقط کرنے سے پہلے مولیٰ نے نصف باندی آزاد کر دی تو یہ امر اس کی طرف سے عقد کتابت کا فسخ ہے چنانچہ سب باندی آزاد کرنے میں یہی حکم ہے اور جب کتابت فسخ ہوئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک باندی نصف قیمت کے واسطے سعی کرے گی۔

اسی طرح اگر مالک نے اس کے بچہ کو آزاد کر دیا تو یہ بھی عقد کتابت کا فسخ ہے اور اگر خیار باندی کا ہو تو بچہ مولیٰ کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جائے گا اور باندی کے ذمہ سے بدل کتابت میں کچھ مال بھی بسبب بچہ کے آزاد ہو جانے کے کم نہ ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے تین روز کی شرط خیار کے ساتھ اپنی باندی کو مکاتب کیا اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اس بچہ کو فروخت کر دیا یا ہبہ کر کے سپرد کیا یا آزاد کر دیا تو اس کے تصرفات سب جائز اور کتابت باطل ہو گئی یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک حربی نے دارالحرب میں اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا دونوں ذمی ہو گئے تو یہ امر کتابت جائز رکھا جائے گا اور اگر دونوں امان لے کر آئے حالانکہ بحالہ غلام اس کے قبضہ میں ہے اس نے کتابت میں یہاں نالش کی تو قاضی اس کو باطل کر دے گا چنانچہ دارالحرب کے عتق و تدبیر کو باطل کر دیتا ہے جبکہ وہ امان لے کر آتے ہیں اور اگر حربی غلام کو مکاتب کیا پھر غلام مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ گیا تو آزاد ہو گیا اور کتابت باطل ہو گئی ایک مسلمان تاجر نے دارالحرب میں اپنے غلام کو مکاتب یا آزاد یا مدبر کیا تو استحساناً جائز ہے اسی طرح اگر غلام کافر ہو کہ اس کو دارالاسلام میں خرید اہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلام کافر ہو کہ اس کو دارالحرب میں خرید اہو اور مکاتب کیا اس نے بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پھر مسلمان ہو گیا تو استحساناً اس کو مسلمان پر جائز رکھوں گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنے ایسے غلام کو جو سینا یا رنگنا جانتا ہے بعوض ایسے ہی غلام کے جو یہ کام جانتا ہو مکاتب کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ یہ عقد صحیح نہ ہو اور استحساناً صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنی باندی کو بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا پھر اس نے مال کتابت ادا کیا تو اس کا بچہ اس کے ساتھ آزاد ہو جائے گا اور اگر ادا کرنے سے پہلے مر گئی تو اس کے بچہ پر کچھ سعایت لازم نہیں آتی ہے اور اگر اس کی ماں کے مال کتابت کے واسطے اس سے سعی کرائی اور اس نے سعایت کر کے ادا کر دیا تو قیاساً یہ غلام آزاد نہ ہو گا اور استحساناً یہ لڑکا مع اس کی ماں کے حالت زندگی پر اعتبار کر کے آزاد ہو جائیں گے یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنے غلام کو ہزار درہم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مکاتب یہ مال میرے قرض خواہ کو ادا کر دے تو کتابت جائز ہے اسی طرح اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مکاتب یہ مال اپنے مولیٰ کی طرف سے فلاں شخص کو ضمان دے تو بھی کتابت جائز ہے اور فرمایا کہ ضمان[2] بھی جائز ہے اور یہ استحسان ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی باندی کو مکاتب کیا حالانکہ اس باندی پر قرضہ ہے پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اور اس نے

---

[1] قولہ سعی کرے گا جبکہ باندی مر گئی ہو۔ [2] قولہ ضمان بھی...... حالانکہ غلام کی کفالت جائز نہیں ہوتی ہے مگر اس صورت میں استحساناً جائز ہے۔

کتابت کا مال ادا کر دیا پھر قرض خواہ لوگ حاضر ہوئے تو ان کو اختیار ہے کہ کتابت کا مال مالک سے واپس لیں اور اس سے باندی کی قیمت کی ضمان لیں اور جو قرضہ رہ جائے اس کو خواہ باندی سے وصول کریں یا بچہ سے لیکن بچہ سے اس کی قیمت سے زیادہ نہیں لے سکتا ہیں اور یہ بھی قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ چاہیں اپنا قرضہ سب باندی سے وصول کریں اور ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مولیٰ سے بچہ کی قیمت کی ضمان لیں اور اگر وہ باندی ادائے کتابت کے بعد مر گئی تو بچہ پر بچہ کی قیمت اور مال قرض میں سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ شہر سے باہر نہ چلا جائے تو شرط باطل اور کتابت جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے زید کو اپنے غلام آزاد کرنے کا وکیل کیا اس نے مکاتب کر دیا تو صحیح نہیں ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

ایک شخص نے دو تاجر غلاموں کو جن پر قرض تھا ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا پھر دونوں میں سے ایک غائب ہو گیا پھر قرض خواہوں نے قرض لینا چاہا تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو غلام حاضر ہے اس کو کتابت فسخ کر کے رقیق بنائیں لیکن اس قرضہ کے واسطے جو اس پر آتا ہے سعی کرا دیں گے اور جو اس نے مال کتابت ادا کیا ہے قرض خواہ اس کے لینے کے حقدار ہیں یعنی مولیٰ سے لے لیں گے مگر یہ اختیار ان کو نہیں ہے کہ مولیٰ سے دونوں کی ضمان لیں یہ مبسوط میں ہے اور بھی مبسوط کے باب کتابتہ المرتد میں لکھا ہے کہ اگر کسی مرتد نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر خود دارالحرب والوں میں جاملا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا پس اگر غلام نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور قاضی نے اس کو رقیق کر دیا ہو تو کتابت باطل ہو گئی ورنہ غلام اپنے عقد کتابت پر رہے گا انتہی اور بھی مبسوط کے باب الایجوز من الکتابتہ میں ہے۔ کہ اگر کسی نے اپنی باندی کو مردار پر مکاتب کیا اور اس کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر مالک نے باندی کو آزاد کر دیا تو اس کے ساتھ اس کا بچہ آزاد نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر ہزار درہم پر کتابت فاسدہ کے طور پر مکاتب کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا پھر مالک نے باندی کو آزاد کر دیا تو اس کے ساتھ اس کا بچہ آزاد ہو جائے گا۔

انتھی قلت ان العقد فی الوجہ الاول باطل و فی الثانی فاسد وھو الفرق بینھما

تیسرا باب:

جو افعال مکاتب کر سکتا ہے اور جو نہیں کر سکتا ہے ان کے بیان میں

مکاتب کے واسطے سفر' خرید و فروخت (قلیل و کثیر) جیسے مسائل ☆

جن تبرعات کی عادت جاری ہے ان کے سوائے باقی تبرعات سے منع کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور مکاتب کے واسطے خرید و فروخت و سفر جائز ہے کذا فی الکافی اور اس کو اختیار ہے کہ قلیل و کثیر ثمن پر فروخت کر لے اور جس جنس پر چاہے فروخت کرے اور نقد و ادھار فروخت کرے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قلیل ثمن پر فروخت کر سکتا ہے مگر صرف اسی قدر کمی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں اور ہر جنس سے نہیں فروخت کر سکتا ہے درہم و دینار سے فروخت کر سکتا ہے اور نقد فروخت کر سکتا ہے ادھار نہیں فروخت کر سکتا ہے اور مکاتب کو اختیار ہے کہ اپنے مولیٰ کے ساتھ خرید فروخت کرے لیکن یہ نہیں جائز ہے کہ جو چیز اس نے اپنے مولیٰ سے خریدی ہے اس کو کسی کے ہاتھ مرابحہ سے فروخت کرے لیکن اگر واقعی حال بیان کر دے تو جائز ہے اور یہی حکم مولیٰ کے حق میں ہے یعنی مولیٰ نے جو چیز اس سے خریدی اس کو بدوں واقعی بیان کے کسی کے ہاتھ مرابحہ سے نہیں فروخت کر سکتا ہے اور یہ نہیں

جائز ہے کہ مولیٰ کے ہاتھ ایک درہم میں دو[1] درہم فروخت کرے کیونکہ عقد کتابت سے وہ غلام اپنی کمائی کا خود حق دار ہو گیا پس مثل اجنبی کے ہو گیا اسی طرح مولیٰ کو بھی اس طور سے فروخت کرنا وخرید کرنا نہیں جائز ہے اور جائز ہے کہ جو چیز اس نے فروخت کی اور اس میں عیب کا دعویٰ کیا گیا تو اس کے ثمن میں سے گھٹائے یا جو اس نے خریدی ہے اس کے دام بڑھائے مگر یہ اختیار نہیں ہے کہ جو اس نے فروخت کی اس کے داموں میں سے بلا عیب کچھ گھٹائے اور اگر اس نے ایسا کیا تو جائز نہ ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ جو چیز اس نے خریدی ہے اس کو بسبب عیب کے واپس کر دے خواہ کسی اجنبی سے خریدی ہو یا مولیٰ سے خریدی ہو یہ بدائع میں ہے۔ اور مکاتب نے اگر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا یا قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر مکاتب کو اہل حرب قید کر لے گئے اور اس نے قرضہ لیا تو یہ قرضہ حکماً ایسا ہی ہے کہ اس نے دارالاسلام میں لیا اور اگر مکاتب مرتد ہو گیا حالانکہ اس پر قرضہ ہے اور حالت ردت میں اس نے قرضہ لیا جو اس کے اقرار ہی سے ثابت ہے پھر حالت ردت پر مقتول ہوا تو یہ بمنزلہ مرض کے قرضہ کے قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی کمائی سے پہلے حالت اسلام کا قرضہ دیا جائے گا پھر باقی میں سے حالت ردت کا قرضہ یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے پھر بعد ادائے قرض و مال کتابت کے جو کچھ باقی رہے گا وہ اس کے مسلمان وارثوں کو دیا جائے گا اور اگر اس کے بیٹے نے جو حالت کتابت میں پیدا ہوا تھا سعی کر کے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پھر اس کے باپ کے قرض خواہ حاضر ہوئے تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مولیٰ نے جو کچھ لیا ہے اس کو واپس لیں لیکن اس کے بیٹے سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کریں گے اور دامنگیر ہوں گے یہ مبسوط میں ہے اور مولیٰ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مکاتب کی باندی سے نکاح کرے اور اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ کی بیوی کو خریدا تو مولیٰ کا نکاح باقی رہے گا یہ کافی میں ہے اور اگر مکاتب نے کچھ رہن کیا یا رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اجارہ پر لیا تو یہ جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور مکاتب کو یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے لڑکے یا لڑکی کو بیاہ دے مگر اپنی باندی یا مکاتبہ کو بیاہ دے سکتا ہے یہ بدائع میں ہے اور اپنے غلام کو نہیں بیاہ سکتا ہے اور نہ اس کے واسطے وکیل کر سکتا ہے پھر اگر خود آزاد ہوا اور اجازت دے دی تو نکاح سابق جائز نہ ہو جائے گا کیونکہ اجازت ایک عقد باطل کے ساتھ لاحق ہوئی ہے اور اگر بعد آزادی کے اس نے کہا کہ میں نے اس وکالت کی اجازت دے دی تو یہ ابتدائی توکیل ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر مکاتب نے اپنی باندی کو اپنے غلام سے بیاہ دیا تو موافق ظاہر الروایۃ کے ناجائز ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ۔

مکاتبہ کے خیار عتق حاصل ہونے سے متعلق ☆

مکاتبہ نے اگر مالک کی اجازت سے اپنا نکاح کسی مرد سے کیا پھر آزاد ہوئی تو اس کو خیار عتق حاصل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اس نے بدوں مولیٰ کی اجازت کے نکاح کر لیا اور دونوں میں تفریق نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ آزاد ہو گئی تو نکاح جائز اور باندی کو خیار حاصل نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکاتب نے اگر اپنی کمائی سے کوئی غلام مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے اس کو ہمارے علماء نے لیا ہے پھر جب مکاتب کا مکاتب کرنا جائز ٹھہرا پس اگر مکاتب ثانی نے مال ادا کر دیا تو آزاد ہو جائے گا اور اس کی آزادی کے وقت دیکھا جائے گا کہ پہلا مکاتب آزاد ہے یا مکاتب ہے پس اگر مکاتب ہو تو دوسرے مکاتب آزاد شدہ کی ولاء مکاتب اول کے مولیٰ کے لئے ثابت ہوگی اور اگر آزاد ہو گیا ہو تو ولاء اسی کے واسطے ہوگی اس کے مولیٰ کے واسطے نہ ہوگی پھر جس

[1] یعنی یہ ہر چند سود ہے مگر غلام و مولیٰ میں سود و ربوا نہیں ہوتا ہے چنانچہ باب الربو میں بیان ہو گیا مگر یہاں مکاتب بعض مملوکہ نہیں رہا اس واسطے اس حکم میں مثل اجنبی کے ہے پس ربوا محقق ہوگا والوجہ فی الکتاب۔

صورت میں دوسرے مکاتب کی ولاء پہلے مکاتب کے مولیٰ کے لئے ثابت ہوئی ہے پھر اگر پہلے مکاتب نے مال ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو دوسرے کی ولاء جو مالک کو مل چکی ہے متحول ہو کر پہلے مکاتب آزاد شدہ کو نہ ملے گی اور اگر پہلا مکاتب ادائے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا اور ہنوز دوسرے نے مال ادا نہیں کیا ہے تو وہ اپنی کتابت پر باقی رہے گا اور درصورت مکاتب باقی رہنے کے درحقیقت وہ اصل مولیٰ کا مملوک[1] ہو گا حتیٰ کہ اگر اصل مالک نے اس کو آزاد کر دیا تو حقیقۃً عتق نافذ ہو جائے گا اور اگر مکاتب اول عاجز نہ ہوا مگر ادائے کتابت سے پہلے مر گیا اور ہنوز دوسرے نے کتابت کا مال نہیں دیا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر پہلے نے انتقال کیا اور سوائے اس مال کے جو مکاتب ثانی پر کتابت کا مال چھوڑا ہے اور بہت سا مال چھوڑا جس سے اس کا بدل کتابت ادا ہو سکتا ہے تو اس صورت میں اس کا عقد کتابت فسخ نہ ہو گا اور اس کے ترکہ میں سے اس کا بدل کتابت ادا کر کے اس کی آزادی کا حکم اس کی زندگی کے آخر جزو میں ثابت کیا جائے گا اور جو باقی رہا وہ اس کے آزاد وارثوں کو جب فرائض تقسیم ہو گا بشرطیکہ آزاد وارث موجود ہوں ورنہ اس کے مولیٰ کو ملے گا اور جو اس نے مکاتب ثانی پر چھوڑا ہے وہ اسی طرح رہے گا یہاں تک کہ وہ اپنا بدل کتابت ادا کر دے کہ وہ اس کے وارثان آزاد کو ملے گا اور جب دوسرا آزاد ہو گیا تو اس کی ولاء پہلے مکاتب کو ملے گی حتیٰ کہ اس کی اولاد کے مذکر لوگ اس کے وارث[2] ہوں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر پہلا مکاتب مر گیا اور اس نے کچھ مال سوائے اس مال کے جو مکاتب ثانی پر چھوڑا ہے نہ چھوڑا تو لامحالہ یا تو دوسرے مکاتب کا بدل کتابت پہلے مکاتب سے کم ہو گا اور اس صورت میں پہلے کی کتابت فسخ ہو گی اور وہ غلام قرار دیا جائے گا اور دوسرا مکاتب اپنے عقد کتابت پر رہے گا مگر مال کتابت مولائے اول کو دے کر آزاد ہو گا یا دوسرے کا مال کتابت پہلے کے برابر ہو گا یا اس سے زیادہ ہو گا اور ایسی صورت میں یا تو دوسرے مکاتب کے ادا کرنے کا وقت پہلے کے مرنے کے وقت پر آ گیا ہو تو پہلے مکاتب کا عقد کتابت فسخ نہ ہو گا پس دوسرا مکاتب اپنے بدل کتابت میں بقدر کتابت اول کے ادا کر دے گا اور اس کی حریت کا حکم فی الحال دیا جائے گا اور پہلے کی حریت کا حکم اس کی زندگی کے آخر جزو میں ثابت کیا جائے گا۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں اگر دونوں مکاتبوں نے ایک ساتھ مال کتابت ادا کیا تو دونوں کی ولاء اصل مولیٰ کو ملے گی ☆

دوسرے کی مکاتب میں سے جو مال باقی رہا وہ پہلے مکاتب کے وارثوں کو بشرط آزادی دیا جائے گا اور دوسرے مکاتب کی ولاء پہلے کے وارثوں کو ملے گی مولیٰ کو نہ ملے گی اور اگر دوسرے مکاتب کی کتابت ادا کرنے کا وقت پہلے مکاتب کی موت کے وقت نہیں آیا پس اگر مولیٰ نے قاضی سے اس کی کتابت فسخ کر دینے کی درخواست نہ کی یہاں تک کہ دوسرے مکاتب کے ادا کرنے کا وقت آ گیا تو اس کا حکم وہی ہے جو پہلے کی موت کے وقت دوسرے کے ادا کرنے کا وقت آ جانے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر مولیٰ نے پہلے کی کتابت فسخ کرنے کی درخواست کی تو قاضی اس کی کتابت فسخ کر دے گا کذا فی المحیط۔ اگر دونوں مکاتبوں نے ایک ساتھ مال کتابت ادا کیا تو دونوں کی ولاء اصل مولیٰ کو ملے گی یہ بدائع میں ہے نوادر ابن سماعہؒ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر پہلا مکاتب مر گیا اور اس قدر مال چھوڑ گیا کہ جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہے مگر یہ مال لوگوں پر قرضہ ہے نقد موجود نہیں ہے پھر ہنوز قرضہ برآمد نہ ہوا تھا کہ دوسرے مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو گیا اور اس کی ولاء اصل مولیٰ کو

---

[1] یعنی امام اعظمؒ کے موافق من وجہ مملوک ہو گا۔ [2] یعنی درصورتیکہ مکاتب ثانی کے وارث احرار موجود ہوں۔

ملے گی پھر اگر اس کے بعد قرضہ وصول ہو کر پہلے مکاتب کا مال ادا کیا گیا تو دوسرے کی ولاء پہلے مکاتب کی طرف متحول نہ ہوگی اور ولاء و میراث میں جس روز مال کتابت ادا کیا جاتا ہے اسی روز کا اعتبار ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک مکاتب نے اپنا غلام مکاتب کیا پھر پہلا مکاتب ایک آزاد بیٹا چھوڑ کر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا سوائے اس کے کہ جو دوسرے مکاتب پر مال کتابت ہے پھر دوسرا مکاتب بھی ایسا بیٹا جو حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے چھوڑ کر مر گیا تو اس لڑکے پر واجب ہے کہ جو مال اس کے باپ پر آتا ہے اس کے واسطے سعی کرے اور اصل مولیٰ کو پہلے مکاتب کی طرف سے ادا کرے اور جو بچے وہ پہلے مکاتب کے بیٹے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث ملے گا اور دوسرے مکاتب کے بیٹے کی ولاء پہلے مکاتب کے بیٹے کو ملے گی ایک مکاتب نے اپنی بیوی کو خریدا اور اس وقت تک اس کے مکاتب سے کوئی اولاد نہ تھی پھر اس عورت کو مکاتب کر دیا تو یہ جائز ہے اور جو بچہ بعد کتابت کے پیدا ہو وہ اس کے ساتھ کتابت میں شامل ہوگا کیونکہ بچہ اس کا جزو ہے پھر اگر غلام مکاتب اس قدر مال کہ جس سے مال کتابت ادا ہو جائے چھوڑ کر مر گیا تو یہ باندی مکاتبہ مع اولاد کے آزاد ہو جائے گی اور جو مال باقی بچے گا وہ اس کی اولاد کو میراث ملے گا اور اگر اس نے کتابت ادا کر دینے کے واسطے کافی مال نہیں چھوڑا تو عورت اور اس کے بچے کو خیار ہے کہ چاہیں اس قدر مال کے واسطے جو غلام کی کتابت میں باقی ہے سعی کر کے حاصل کریں اور مولیٰ کو دے دیں تاکہ غلام کے آزاد ہونے سے خود آزاد ہو جائیں یا جو مال باندی کے ذمہ باقی ہے اس کی تحصیل کے واسطے سعی کریں اور جو ان میں سے کم ہو اس کے واسطے سعی کریں گے اور اگر مکاتب نے اپنی بیوی کو مکاتب کیا اور ہنوز اس سے کوئی اولاد نہ تھی پھر بعد کتابت کے اس کے بچہ ہوا پھر باندی مر گئی اور اس قدر نہ چھوڑا کہ مال کتابت ادا ہو جائے تو لڑکے کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس قدر مال کے واسطے جو اس کی ماں کے ذمہ باقی تھا سعی کر کے ادا کر دے تاکہ اس کی آزادی سے آزاد ہو جائے یا اپنے نفس کا عاجز قرار دے تو اس کا وہی حال ہوگا جو اس کے باپ کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور مکاتب کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی اولاد یا والدین کو مکاتب کرے اور اصل یہ ہے کہ جس شخص کے فروخت کر دینے کا اس کو اختیار نہیں ہے اس کے مکاتب کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے لیکن ام ولد کو مکاتب کر سکتا ہے یہ بدائع میں ہے۔

آدمی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ام ولد کو بیع کرے کیونکہ باجماع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسی بیع باطل ہے ☆

ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا پھر اس سے وطی کی اور اس سے حمل رہا پس اگر چاہے تو کتابت کو باقی رکھے اور مکاتب سے اپنا عقر لے لے یا اپنے تئیں عاجز کر دے تو بمنزلہ اس کی ام ولد کے ہو جائیں گی کہ اس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے چنانچہ اگر اپنی کسی باندی کو ام ولد بنائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوئی اور اس کو غلام کے مولیٰ نے آزاد کیا تو جائز نہیں ہے چنانچہ اگر مکاتب کی کمائی کی کوئی باندی مولیٰ نے آزاد کی تو جائز نہیں ہوتی ہے بخلاف اس کے کہ اگر باندی کے بچہ کو جو مکاتب کے نطفہ سے ہے آزاد کیا تو جائز ہے کیونکہ اولاد مکاتب کی کتابت میں داخل ہے پس اس کی آزادی کے ساتھ آزاد ہوگا پس مولیٰ کا مملوک ہوا لیکن باندی اس غلام مکاتب کی ام ولد ہے کہ اس سے وطی کر سکتا ہے اور قیمت لے سکتا ہے پس مولیٰ کی مملوکہ نہ ہوئی اور اگر باندی مکاتبہ کا بچہ مر گیا تو بھی مکاتب کو اپنی مکاتبہ باندی ام ولد کو فروخت کر دینے کا اختیار نہ ہو قال المترجم عفا اللہ عنہ یہ حکم اس بنا پر ہے کہ آدمی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ام ولد کو بیع کرے کیونکہ باجماع صحابہؓ ایسی بیع باطل ہے اگرچہ جواز کے قائل بنا بر ینکہ اجماع متاخر سے اختلاف متقدم رفع نہیں ہوتا اس میں کلام کرتے ہیں والاول مختار الحنفیۃ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا پھر مولیٰ نے اس کو ام ولد بنایا تو مولیٰ پر واجب ہوگا کہ باندی کو اس کا عقر ادا

کرے اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ بمنزلہ ماں کے مکاتب ہوگا پھر اگر وہ باندی ادائے کتابت سے عاجز ہوئی تو مولیٰ اس بچہ کو استحساناً یہ قیمت لے لے گا اور باندی مکاتب کی مملوک رہے گی بمنزلہ مغرور[1] کے قرار دی جائے گی اور اگر مکاتب نے خود ہی اس باندی سے وطی کی پھر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا پس اگر وطی سے اس کے بچہ نہیں پیدا ہوا تو اپنی کتابت پر باقی رہے گی اور اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے اپنی مکاتبت کو توڑ دے اور خود اور اس کا بچہ پہلے غلام کی کتابت کے واسطے سعی کرے یا اپنی مکاتبت کو پورا کرے اور اگر غلام نے اس قدر مال چھوڑا جس سے اس کا مال کتابت بخوبی ادا ہو سکتا ہے تو اسکی مکاتبت کا مال ادا کر کے اس کے اور اس کے بیٹے کی آزادی کا حکم دیا جائے گا اور باندی کی کتابت باطل[2] ہو جائے گی اور اگر مکاتبہ باندی عاجز ہوئی اور مولیٰ بچہ کے نسب کا مدعی ہے اور مکاتب اول مر چکا ہے تو بچہ آزاد ہوگا اور مولیٰ پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور بچہ کی قیمت سے مکاتب اول کا مال کتابت پورا ادا ہو سکتا ہو تو مکاتب کی آزادی کا بھی حکم دیا جائے گا پس یہ باندی عاجزہ مکاتب اول کے وارثوں کی مملوکہ ہوگی بشرطیکہ سوائے مولیٰ کے اس کا کوئی وارث ہو اور اگر نہ ہوگا تو ولاء کی وجہ سے مولیٰ کو ملے گی اور مولیٰ کی ام ولد قرار پائی گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو جائز ہے پھر اگر غلام نے کچھ ادھار لیا تو اس کے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر قرض خواہوں نے آکر غلام کو طلب کیا تو غلام قرضہ کے عوض فروخت کیا جائے گا لیکن اگر مولیٰ نے اس کی قیمت دے دی تو فروخت نہ کیا جائے گا اور پھر اگر مکاتب نے اس کا قرضہ ادا کیا کہ جس سے وہ فروخت نہ کیا گیا تو کہا جائے گا جو قرضہ مکاتب نے ادا کیا ہے اگر وہ اس کی قیمت کے برابر ہے تو بلاشبہ سب اماموں کے نزدیک جائز ہے اور اگر وہ قرضہ اس کی قیمت سے زیادہ ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر صرف اس قدر زیادتی ہے کہ لوگ اپنے اندازہ میں اپنا خسارہ برداشت کر لیتے ہیں تو بھی بلا خلاف جائز ہے اور اگر اس قدر زیادتی ہو کہ لوگ اندازہ میں اتنا خسارہ گوارا نہیں کرتے ہیں تو کتاب الاصل میں اشارہ فرمایا کہ جائز ہے پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب الاصل میں ہے سب کے نزدیک بالاجماع ہے اور بعض نے کہا کہ یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مکاتب کے واسطے یہ جائز نہیں ہے کہ صدقہ دے مگر تھوڑی سی چیز دے سکتا ہے حتیٰ کہ ایک درہم کسی فقیر کو نہیں دے سکتا ہے اور نہ اس کو ایک کپڑا پہنا سکتا ہے اسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ مکاتب ہدیہ بھیجے مگر ہاں تھوڑی سی کھانے کی چیز بھیج سکتا ہے اور مکاتب کو اختیار ہے کہ دعوت طعام میں بلائے اور اجارہ اعارہ وایداع کا اختیار رکھتا ہے یہ بدائع میں ہے۔

قرض نہیں دے سکتا ہے اور اگر قرض دے دیا تو مستقرض کو اس کا کھانا حلال نہیں ہے لیکن اگر قرض مضمون ہو یعنی ضمان مستقرض پر لازم آئے تو جائز ہے اور مستقرض اس میں تصرف کر سکتا ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اور مکاتب کی وصیت یعنی وصی ہونا جائز نہیں ہے اور نہ مال یا نفس کی کفالت جائز ہے خواہ باجازت مولیٰ ہو یا بلا اجازت ہو اور اگر مکاتب خریدنے کے واسطے وکیل ہوا تو جائز ہے اگرچہ بائع کی ضمان اس پر لازم آئے کیونکہ وکالت ضروریات تجارت میں سے ہے اور اگر مکاتب نے مال ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو کفالت اس کے ذمہ لازم ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت مکاتب نے کفالت کی ہے اس وقت نابالغ ہو تو اس کے واسطے ماخوذ نہ ہوگا اگرچہ آزاد ہو جائے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اور مکاتب نے اپنے مولیٰ کی طرف سے کفالت کر لی تو جائز ہے اور آیا حوالہ جائز ہے یا نہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اگر مکاتب پر کسی شخص کا قرض ہو اور قرض خواہ پر کسی تیسرے کا قرض ہو پس مکاتب کے قرض خواہ نے اپنے قرض خواہ کو مکاتب پر حوالہ کر دیا تو یہ جائز ہے اور اگر ایسا ہو کہ زید پر عمرو کا قرض ہو اور عمرو نے زید کو اس مکاتب پر حوالہ کیا اور مکاتب نے قبول کیا حالانکہ مکاتب پر عمرو کا کچھ قرض نہیں ہے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تبرع ہے یہ بدائع میں

---

[1] مغرور کی تفسیر باب ثبوت النسب ہوئی۔ میں مذکور [2] یعنی وہ آزاد ہوگی بسبب موت کے اور مکاتبت باطل ہوگی۔

ہے اگر اس نے کچھ مال فروخت کیا پھر اقالہ کر لیا تو جائز ہے اور مکاتب کو اختیار ہے کہ مضاربت پر مال دے اور مولیٰ سے مضاربت پر لے اور اپنے نفس کو اجارہ پر دے اور مال بضاعت لے اور دے اگر چہ شخص غیر کی اعانت ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مکاتب کو اختیار ہے کہ اپنے غلام و مملوک کو مکاتب کرے اور یہ استحسان ہے پھر اگر بعد کتابت کے آزاد کیا تو جائز و نافذ نہیں ہے جیسا کہ قبل کتابت کے ناجائز تھا اسی طرح اگر نصف مال کتابت یا کل مال اپنے مکاتب کو ہبہ کیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مکاتب نے بعوض مال کے اپنا غلام آزاد کیا یا نصف غلام کو غلام ہی کے ہاتھ کسی قدر مال پر فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ شرح جامع صغیر مصنفہ قاضی خان میں ہے اور مکاتب کے واسطے کسی آزاد سے شرکت مفاوضہ[1] کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر آزاد سے شرکت عنان اختیار کرے تو جائز ہے پھر اس کے بعد اگر مکاتب عاجز ہوا تو دونوں کی شرکت منقطع ہو جائے گی اور فرمایا کہ جو چیز مولیٰ نے خریدی اس میں مکاتب کو شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور ایسے ہی جو مکاتب نے خریدی اس میں مولیٰ کو استحقاق شفعہ ہوتا ہے اور اگر شرکت عنان کے بعد مکاتب آزاد ہوا تو شرکت بحالہ باقی رہے گی اور اگر کسی غیر کے ساتھ شرکت مفاوضہ کی خواہ باجازت مالک یا بلا جازت پھر اس کے بعد آزاد ہو گیا تو یہ شرکت صحیح نہ ہو جائے گی اور اگر مکاتب نے کوئی مکان اس شرط سے خریدا کہ مکاتب کو تین روز تک خیار ہے پھر عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا تو اس کا خیار منقطع ہو گیا اور اگر بائع نے خیار اپنے واسطے شرط کیا ہو تو وہ مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد بھی اپنے خیار پر رہے گا جیسا کہ اس کے مرنے کے بعد اپنے خیار پر رہتا ہے اور اگر مشتری مکاتب نے اپنے واسطے خیار کی شرط ٹھہرائی اور اس کو پہلو میں کوئی دوسرا مکان فروخت ہوا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ شفعہ میں یہ مکان لے لے اور شفعہ میں لینا خیار ساقط کر دینا قرار دیا جائے گا اور اگر مکاتب نے شفعہ میں وہ مکان نہ لیا یہاں تک کہ مشتری نے بائع کو واپس کیا تو دوسرے مکان میں ان دونوں میں سے کسی کو شفعہ نہیں پہنچتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

چوتھا باب:

مکاتب کے اپنے قریب یا زوجہ وغیرہ کے خرید نے[2] کے بیان میں

اگر مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو اس کی کتابت میں داخل ہو جائے گا اور اس کی آزادی پر آزاد اور اس کے رقیق ہونے پر رقیق ہوگا اور مکاتب اس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے اسی طرح جس بسی اولادی قرابت دار کا مالک ہو اس کا یہی حکم ہے جیسے دادا و دادی و پوتا و پوتی وغیرہ یہ اصل کی روایت ہے اور اگر مکاتب نے ان کو خرید لیا تو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر عاجز ہوا تو اس کو واپس کرنے کا استحقاق حاصل ہوگا اور اگر مولیٰ نے مکاتب کو فروخت کیا یا مکاتب مر گیا تو واپس کرنے کا استحقاق مولیٰ کو حاصل ہوگا کذا فی المضمرات اور اگر مکاتب نے اس قدر مال نہ چھوڑا جس سے مال کتابت ادا ہو جائے اور ایک بیٹا چھوڑا جو کتابت میں پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا اپنے باپ کی کتابت کے مال کے لئے سعی کرے گا اور جس طرح قسط وار ٹھہرا ہے بسعایت ادا کرے گا اور جب اس نے ادا کر دیا تو ہم اس کے باپ کے آزاد ہونے کا قبل موت کے حکم دیں گے اور یہ لڑکا بھی آزاد ہوگا اور اگر حالت کتابت میں خریدا ہوا لڑکا چھوڑا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرا جی چاہے تو مال کتابت فی الحال ادا کر دے یا رقیق کیا جائے گا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ۔ مکاتب کے والدین مکاتب کے مرتے ہی یا رقیق کرادا لئے جائیں گے اور بدل کتابت فی الحال یا میعاد ٹھہرا کر ادا نہ کریں[3] گے یہ تبیین میں ہے۔ اگر مکاتبہ باندی کے حالت کتابت میں اولاد ہوئی اور

---

[1] شرکت مفاوضہ و شرکت عنان کے وسطے کتاب الشرکۃ دیکھو۔ [2] قریب نسبی رشتہ دار جس سے رحم کا میل ہو۔ [3] قولہ نہ کریں گے یعنی والدین کو مثل فرزند کے اختیار نہ دیا جائے گا۔

پھر باندی نے اپنا دوسرا بچہ خریدا پھر مرگئی تو حالت کتابت کی اولاد قسط وار مال کتابت کے واسطے سعایت کرے گی اور جو مال خریدے ہوئے بچہ نے کھایا ہوا اس کو حالت کتابت کی اولاد اس سے لے کر اپنی ماں کی کتابت ادا کریں گے اور جو باقی رہا وہ دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اور کتابت والوں کو اختیار ہے کہ خریدے ہوئے کو بحکم قاضی اجارہ پر دے دیں یہ تاتارخانیہ ولوالجیہ سے منقول ہے۔

اگر مکاتب نے اپنی دختر خریدی حالانکہ وہ اس کے مولیٰ کی بیوی ہے تو مولیٰ کا نکاح فاسد ہو گیا اور اگر اس کی قرابت دار ہو تو آزاد ہو جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر مکاتب اپنے مولیٰ کے باپ یا بیٹے کا مالک ہو وہ آزاد نہ ہو جائے گا کیونکہ مولیٰ نے اگر مکاتب کا غلام آزاد کیا تو عتق نافذ نہیں ہوتا ہے اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ مولیٰ ان کا مالک نہیں ہوتا ہے اس واسطے مولیٰ کی طرف سے آزاد نہ ہوں گے اور نہ مکاتب کو ان کی بیع ممنوع ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مولیٰ نے مکاتبہ باندی کے ایسے بچہ کو جو حالت کتابت میں پیدا ہوا یا خریدا ہوا ہے آزاد کیا تو استحساناً اس کا عتق نافذ ہوگا کیونکہ وہ مکاتبہ کا جزو ہے اور مکاتبہ کا رقبہ ہر طرح مولیٰ کا مملوک ہے چنانچہ آزاد کرنے سے آزاد ہو جاتی ہے پس ایسے ہی اس کی اولاد کا حکم ہے بخلاف اس کی کمائی کے غلام وغیرہ کے کہ وہ مملوک مولیٰ نہیں ہوتا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مکاتب نے سوائے والدین و اپنی اولاد کے بھائی یا بہن یا کسی ذی رحم محرم کو مثل چچا و پھوپھی وغیرہ کے خرید کیا تو استحساناً اس کے ساتھ مکاتب نہ ہو جائیں گے اور مکاتب ان کو فروخت کر سکتا ہے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر اس نے اپنے چچا کے بیٹے کو خریدا تو بالاجماع اس کے ساتھ مکاتب نہ ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے مگر واضح ہو کہ مکاتب نے جس وقت مال کتابت ادا کیا اگر اس وقت یہ لوگ قرابتی اس کی ملک میں موجود ہوں تو سعایت اس کی طرف سے آزاد ہو جائیں گے یہ تاتارخانیہ میں ینابیع سے منقول ہے۔

مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا تو اس سے وطی کرنا حلال ہے پھر اگر اس کے بچہ ہوا تو بچہ اپنے باپ کی کتابت میں تبعاً داخل ہوا ☆

اگر مکاتب نے ایسی بیوی خریدی جس سے مکاتب کی کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے تو اس کو فروخت کر سکتا ہے اور اگر اس سے کوئی اولاد ہوئی ہے پس اگر مع اولاد اس کا مالک ہوا تو بالاجماع اس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر بدوں اولاد کے مالک ہوا تو اختلاف ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں فروخت کر سکتا ہے کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اگر مکاتب نے اپنی بیوی کو خریدا اور اس کے ساتھ مکاتب سے اس کی اولاد ہے تو اولاد مکاتب کی کتابت میں داخل ہو جائے گی اور بیوی اپنی اولاد کی کتابت میں داخل ہو جائے گی پھر اگر مکاتب مر گیا تو دونوں پر سعایت لازم نہ آئے گی لیکن اگر ان دونوں نے جو مال مکاتب پر وقت موت کے واجب الاداتھا ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے اپنی بیوی کو خریدا اور بعد خرید کے اس سے وطی کی اور اس کے بچہ پیدا ہوا پھر مکاتب مر گیا اور اس قدر نہ چھوڑا کہ جس سے اس کا مال کتابت ادا ہو تو یہ بچہ اپنی ماں کے مہر کے واسطے جو باپ پر قرض ہے سعی کرے گا اور جو بچہ حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے وہ اپنے باپ کے سب قرضوں کے واسطے سعی کرے گا یہ محیط میں ہے۔ مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا تو اس سے وطی کرنا حلال ہے پھر اگر اس کے بچہ ہوا تو بچہ اپنے باپ کی کتابت میں تبعاً داخل ہوا اور اس کی تبعیت میں اس کی ماں اس کی کتابت میں داخل ہوگی پھر اگر مکاتب مر گیا اور اس قدر مال نہ چھوڑا کہ ادائے کتابت کے واسطے کافی ہو تو وہ عورت دو مہینے وہ پانچ روز عدت وفات میں بیٹھے گی اور بیٹا بجائے باپ کے قائم ہو کر قسط وار کتابت کے واسطے سعی کرے گا اور ماں و بیٹے دونوں ادا کرنے سے آزاد ہو جائیں گے اور وہ عورت تین حیض عدت میں رہے گی اور اگر اس عرصہ میں پہلی عدت میں سے کچھ باقی رہا ہو تو دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا اور پہلی عدت میں

بالخصوص استحداد کرے گی اور اگر ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ گیا تو بدل کتابت ادا کیا جائے گا اور مکاتب کی زندگی کے آخر جزو میں ان سب کی آزادی کا حکم دیا جائے گا اور عورت کا نکاح فاسد ہونا ظاہر ہوگا اور اس پر دو عدتیں واجب ہوں گی ایک عدت نکاح کے دو حیض واجب ہوں گے کیونکہ باندی ہونے کی حالت میں آخر جز و زندگی میں فرقت واقع ہوئی اور دوسری عدت استیلاد کی جو بسبب موت مولیٰ کے تین حیض واجب ہوئے اور دونوں عدتیں متداخل ہو جائیں گی اور اگر مکاتب سے اولاد نہیں ہوئی تو باندی اس کی عورت باقی رہے گی آزاد نہ ہوگی۔

ایک مکاتب کے اپنی بیوی کو جو باندی ہے دو طلاق دیں پھر اس کا مالک ہوا تو اس کے حق میں حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے کیونکہ باندی کی طلاق کامل دو طلاق ہیں یہ کافی میں ہے۔ اگر باندی نے مکاتب کی حالت ملک میں جو بچہ پیدا ہوا تھا وہ مکاتب کی زندگی میں مر گیا پھر مکاتب مرا پس اگر باندی نے بدل کتابت اس کے مرنے کے وقت[1] کا ادا کیا تو آزاد ہو جائے گی ورنہ رقیق کر دی جائے گی اور بدل کتابت کے واسطے فروخت کی جائے گی اور باندی پر سعایت واجب نہیں ہے یہ مضمرات میں ہے مکاتبہ نے اگر اپنے شوہر کو خریدا تو اس کا نکاح باطل نہ ہوگا اور مکاتب کو اختیار ہے کہ اسی نکاح پر اس سے وطی کرے کیونکہ وہ باندی مکاتبہ درحقیقت اس کی ذات کی مالک نہیں ہوئی یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ مکاتب ذمی نے ایک مسلمان باندی خریدی پس اگر اس کو ام ولد بنایا تو اپنے حال پر رہے گی اور اگر مکاتب ادا کر کے آزاد ہو گیا تو باندی کی ملک اس کو پوری حاصل ہوگئی اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی پس سعی کر کے اپنی قیمت ادا کرے گی اور اگر مکاتب عاجز ہو کر پھر رقیق قرار دیا گیا تو مکاتب کے مولیٰ پر جبر کیا جائے گا کہ باندی کو فروخت کر دے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مکاتب نے ایک باندی خرید کر ایک حیض سے اس کا استبراء کرالیا پھر آزاد ہوا تو مکاتب آزاد شدہ کو اسی قدر حیض پر اس کے ساتھ وطی کرنی جائز ہے اور اگر عاجز ہو کر مکاتب مع باندی کے رقیق کئے گئے تو مولیٰ پر باندی کا استبراء واجب ہے اور اگر مکاتب نے اپنی بیٹی یا ماں کو خرید کیا تو بعد عاجز ہونے کے مولیٰ پر استبراء ان دونوں کا واجب نہیں ہے اور قبل عجز کے جو حیض مکاتب کے پاس ان دونوں کو آ گیا ہے وہی کافی شمار ہوگا اور اگر اپنی بہن کو خریدا پھر مکاتب عاجز ہوا تو مولیٰ پر اس کا استبراء واجب ہے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے کیونکہ بہن مکاتب کے ساتھ مکاتبہ نہیں ہوتی ہے بخلاف ماں و دختر کے کہ عاجز ہونے کے بعد مولیٰ پر استبراء واجب نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے نصف غلام مکاتب کیا پھر مولیٰ نے مکاتب سے کوئی چیز خریدی تو آدھی چیز کی خرید جائز ہوگی اور اگر ایسے مکاتب نے مولیٰ سے کوئی غلام خریدا تو استحساناً پورے غلام کی خریداری جائز ہے جیسے غیر شخص سے جائز ہے اور قیاساً فقط آدھے غلام کی خریداری جائز ہے اور ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہیں کذا فی المبسوط۔

پانچواں باب:

مولیٰ سے مکاتبہ باندی کے بچہ ہونے اور مولیٰ کا اپنی ام ولد و مدبر کو مکاتب کرنے اور اس کی مکاتبت اور تدابیر اور مولیٰ و اجنبی کے واسطے مکاتب کے اقرار قرض و مکاتبت مریض کے بیان میں

ایک مکاتبہ اپنے مولیٰ سے بچہ جنی تو وہ اس کی ام ولد ہوگی خواہ اپنی کتابت پوری کرے یا عاجز ہو جائے اور اس کے بچہ کا

[1] قولہ وقت کا اس کی موت کے وقت جس قدر بدل کتابت خواہ پورا یا تھوڑا باقی تھا ادا کیا۔

نسب دعوت نسب سے ثابت ہوگا مگر باندی مکاتبہ کی تصدیق کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ وہ اپنی ذات سے مولیٰ کی مملوک ہے اور اگر اس نے کتابت پوری کر دی تو اپنا عقر مولیٰ سے لے لے گی اور اگر مولیٰ مرگیا تو ام ولد ہونے کی وجہ سے وہ آزاد ہو جائے گی اور مال کتابت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ باندی مرگئی اور کتابت ادا کرنے کے لائق مال چھوڑا تو اس کی کتابت ادا کر دی جائے گی اور جو باقی رہا وہ اس کے بچہ کو میراث ملے گا کیونکہ اس کی زندگی کے آخر جزو میں اس کی آزادی ثابت ہوئی ہے اور اگر اس نے ادائے کتابت کے واسطے کافی مال نہ چھوڑا ہو تو اس بچہ پر سعایت لازم نہیں آتی ہے کیونکہ یہ بچہ خود آزاد ہے اور اگر پھر اس باندی سے دوسرا بچہ ہوا تو بدوں دعوت نسب کے مولیٰ سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ مولیٰ پر اس سے وطی کرنا حرام ہے اور ام ولد کے بچہ کا نسب بدوں دعوت کے جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ جب مولیٰ پر اس کے ساتھ وطی کرنا حلال ہو اور اگر حرام ہو تو ثابت و لازم نہیں ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر مکاتبہ ام ولد عاجز ہوگئی اور اس کے بعد اتنی مدت کے اندر کہ جس میں نطفہ قرار پا کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے اس کے کوئی بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب بلا دعوت ثابت ہوگا لیکن اگر مولیٰ نے صریح نفی کی اور انکار کیا کہ میرا نطفہ نہیں ہے تو جیسے اور ام ولد باندیوں کے بچہ میں ایسی صورت میں نسب ثابت نہیں ہوتا ہے ویسے ہی اس میں بھی ثابت نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے دوسرے بچہ کے نسب کا دعویٰ نہ کیا اور ام ولد بغیر وفا[1] مرگئی تو بچہ اس کے بدل کتابت کے واسطے سعی کرے گا کیونکہ اپنی ماں کی تبعیت میں یہ بھی مکاتب ہے اور اگر اس کے بعد مولیٰ بھی مرگیا تو یہ بچہ آزاد ہو جائے گا اور اس کے ذمہ سے سعایت ساقط ہو جائے گی یہ تبیین میں ہے۔

اگر مکاتبہ کے مولیٰ سے اولاد ہوئی پھر مولیٰ نے اقرار کر دیا کہ یہ باندی فلاں شخص کی مملوک ہے تو اس کے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ باندی اس کے قول کی تصدیق کرے یہ مبسوط میں ہے اگر مولیٰ نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مولیٰ مرگیا تو وہ بسبب ام ولد ہونے کے آزاد ہو جائے گی اور بدل کتابت اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور اولاد اور کمائی سب اس کو دے دی جائے گی اور اگر مولیٰ کے مرنے سے پہلے اس نے بدل کتابت ادا کر دیا تو کتابت سے آزاد ہو جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ام ولد کو مکاتب کیا اور کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ دن بعد اس کے لڑکا پیدا ہوا اور قبل اقرار نسب کے مولیٰ نے انتقال کیا تو مولیٰ کے ساتھ نسب لازم نہ ہوگا اور اگر کتابت سے چھ مہینے سے کم مدت میں بچہ ہوا تو مولیٰ کے نسب سے ثابت النسب ہوگا کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ قبل کتابت کے یہ نطفہ قرار پایا ہے اور وہ آزاد ہوگا اور اس کی ماں بھی بسبب مرجانے مولیٰ کے آزاد ہوگی اور اگر مولیٰ زندہ رہا اور اس نے نسب کا دعویٰ کیا تو وہ بچہ اس کا بیٹا قرار پائے گا اگرچہ کتابت سے دو برس سے زیادہ دنوں بعد پیدا ہوا ہو اور اگر باندی نے اپنی مکاتبت کی حالت میں کوئی جنایت کی تو اس کے واسطے سعی کرے گی اور اگر اس پر کسی شخص نے ظلم و جرم کیا تو اس کا جرمانہ مکاتبہ کو ملے گا اور اگر مرگئی اور ایسا بچہ چھوڑا جو حالت کتابت میں مولیٰ کے سوائے دوسرے شخص سے پیدا ہوا ہے تو وہ لڑکا اس مال کے واسطے جو اس کی ماں پر واجب ہے سعی کرے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک نصرانی نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا اس نے کچھ بدل کتابت ادا کیا پھر مسلمان ہوگئی پھر عاجز ہوگئی اور قاضی نے اس کو رقیق کر دیا اور اس پر قیمت ادا کرنے کا حکم کیا گیا اس باعث سے کہ بسبب ام ولد ہونے کے اس پر بیع کی ڈگری نہیں ہوسکتی ہے تو اس قیمت میں جو کچھ مولیٰ نے اس سے لے لیا ہے وہ محسوب نہ کیا جائے گا اسی طرح اگر اس نے مسلمان ہونے کے بعد کچھ ادا کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر اپنی ام ولد یا باندی کو ہزار درہم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ میں ایک اوسط درجہ کا مملوک واپس دوں گا تو امام اعظمؒ و

---

[1] یعنی ادائے کتابت کے لائق کافی مال نہ چھوڑا۔

امام محمدؒ کے نزدیک کتابت باطل ہے اگر نصرانی کی ام ولد مسلمان ہوگئی اور اس نے قیمت سے زیادہ پر اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر ام ولد نے اپنے تئیں عاجز کیا اور رقیق کی گئی تو اپنی قیمت کے واسطے سعی کرے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے اپنی مدبرہ باندی کو مکاتب کیا تو جائز کیونکہ مثل ام ولد کے وہ بھی اس کی ملک میں ہے اور اگر مولیٰ مر گیا اور کچھ مال سوائے اس کے نہ چھوڑا تو اس کو خیار دیا جائے گا کہ چاہے اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرے یا تمام کتابت کے واسطے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر مولیٰ نے انتقال کیا اور یہ مدبرہ اس کے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتی ہو تو آزاد ہو جائے گی اور بالاجماع اس کے ذمہ سے سعایت ساقط ہوگی اور یہ مضمرات میں ہے۔ اگر اپنی مدبرہ کو مکاتب کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا پھر مر گئی تو جو کچھ اس پر واجب ہے اس کی ادا کے واسطے بچہ سعی کرے گا اور اگر دو لڑکے اس کے موجود ہیں اور ایک نے اپنی ماں کا تمام مال کتابت ادا کر دیا تو دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر دو مدبروں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر دونوں مر گئے اور ایک نے ایک لڑکا چھوڑا جو حالت کتابت میں اس کی باندی سے پیدا ہوا ہے تو اس لڑکے پر واجب ہوگا کہ سعی کر کے تمام مال کتابت ادا کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ کر دیا تو صحیح ہے اور باندی کو خیار ہوگا کہ چاہے کتابت پوری کر دے یا اپنے تئیں عاجز کر کے مدبرہ ہو جائے پس اگر اس نے کتابت تمام کرنا اختیار کیا اور مولیٰ مر گیا اور سوائے اس باندی کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو باندی کو اختیار ہوگا کہ چاہے دو تہائی مال کتابت میں سعی کرے یا دو تہائی قیمت میں اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے جو کم ہوگا اس کے ادا کرنے میں سعی کرے گی اور اس صورت میں خلاف فقط خیار میں ہے یعنی امام کے نزدیک اس کو یہ خیار ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ہے مگر مقدار میں اتفاق ہے یعنی تہائی مال کتابت یا تہائی قیمت اس میں اتفاق ہے کذا فی الہدایہ مع الزیادۃ اور نوازل میں ہے کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا غلام مملوک اپنے تین روز کے خیار پر مکاتب کیا پھر اس کو مدبر کر دیا تو آیا مدبر کرنا کتابت کا نقض ہے فرمایا کہ کتابت کا نقض ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے مکاتب کو مدبر کرتا ہے اور مدبر کو مکاتب کرتا ہے سو اس نے کوئی ایسا فعل نہیں کیا جو کتابت کا مانع ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر دو غلاموں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور ہزار درہم کتابت کے ٹھہرے اور ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کا کفیل ہے پھر مولیٰ نے ایک کو مدبر کر دیا پھر مولیٰ نے انتقال کیا اور بہت مال چھوڑا تو تہائی ترکہ کے حساب سے مدبر آزاد ہو جائے گا اور مکاتبت میں سے اس کا حصہ مال اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس کے ادا کرنے کی ضرورت اس کو نہ رہی چنانچہ اگر زندگی میں مولیٰ اس کو آزاد کرتا تو یہی حکم تھا اور دوسرے غلام کے حصے کے واسطے وارثوں کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہیں مواخذہ کریں پھر اگر مدبر نے اس قدر حصہ ادا کیا تو دوسرے مکاتب سے واپس لے گا چنانچہ اگر اپنے آزاد ہونے سے پہلے ادا کر دیتا تو بھی یہی حکم تھا اور اگر ان دونوں کے سوائے مولیٰ نے اور کچھ مال نہ چھوڑا تو تہائی ترکہ کے حساب سے مدبر کا حصہ آزاد ہوگا اور جو کچھ اس پر باقی رہا اس کو سعی کر کے ادا کرے گا پس اگر ہر ایک کی قیمت تین سو درہم ہوں اور دونوں کی کتابت ہزار درہم ہے تو مکاتبت میں سے جو حصہ مدبر پر واجب ہوتا ہے وہ باطل ہوا اور اس کی قیمت تین سو درہم معتبر رہی کیونکہ یہی اقل ہے اور مولیٰ کے حق کے واسطے یہی متیقن ہے پس دریافت ہوا کہ مولیٰ نے جو مال چھوڑا وہ یہ ہے کہ تین سو درہم قیمت کا مدبر اور پانچ سو درہم دوسرے غلام کا حصہ کتابت یہ سب آٹھ سو درہم ہوئے اور اس کی تہائی دو سو چھیاسٹھ و دو تہائی درہم ہوئی یہ تو مدبر میں سے بسبب تدبیر کے آزاد ہوا اور باقی یعنی تینتیس درہم ایک تہائی درہم کے واسطے سعی کرے گا پھر مدبر سے اس قدر مال کا جو مکاتب پر ہے بسبب اس کی کفالت

کے مواخذہ کیا جا سکتا ہے اور جو مدبر پر باقی رہا ہے اس کے واسطے مکاتب سے مواخذہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ مدبر کتابت سے نکل گیا اور اب اس پر مال تدبیر کے بقیہ کے واسطے سعی واجب ہے اور ظاہر ہے کہ مکاتب نے اس کی کفالت نہیں کی تھی اور اگر دونوں کی قیمت دو ہزار درہم یعنی ہر ایک کی ہزار درہم ہو اور مال کتابت ہزار درہم ہوں اور مدبر نے یہ اختیار کیا کہ مال کتابت کے واسطے سعی کرے گا تو اس کو یہ اختیار ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ امر اس کے حق میں نافع ہو مثلاً بدل کتابت قسط وار آہستہ آہستہ ادا کرنا ٹھہرے ہوئے پس اس صورت میں اس کے ذمہ سے اس کا ایک تہائی مال کتابت اس وجہ سے ساقط ہوگا کہ وہ مدبر تھا اور مولیٰ کی وصیت اس کے حق میں صرف اسی قدر مال کی صحیح ہوگی جس قدر مولیٰ کا حق رہا یعنی تہائی مال سے وصیت جاری ہوگی اسی واسطے تہائی مال کتابت ساقط ہوگا اور دو تہائی مال کتابت دونوں پر رہے گا جو وارثوں کا حق ہے کہ اس کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہیں گرفتار کریں پھر اگر مدبر نے سب ادا کر دیا تو دوسرے سے اس مقدار کی تین چوتھائی یعنی بقدر اس کے حصہ کے واپس لے گا اور یہ پانچ سو درہم ہوئے اور اگر مکاتب نے سب دے دیا تو مدبر سے اس کی چوتھائی یعنی باقی جو اس کے ذمہ واجب تھا واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک مکاتبہ باندی نے ایک لڑکی جنی اور پھر لڑکی کے لڑکی پیدا ہوئی پھر مولیٰ نے بیچ والی کو آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نواسی بھی آزاد ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اخیر والی یعنی نواسی آزاد نہ ہوگی یہ کافی میں ہے مکاتبہ باندی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بالغ ہو کر مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملی پھر گرفتار ہوئی تو مکاتبہ ساتھ نہ رکھی جائے گی اور نہ حصہ ہوگا بلکہ قید کی جائے گی تاکہ تو بہ کرے یا قید میں مرے چنانچہ اگر اس کی ماں ایسا کرتی تو بھی یہی حکم تھا پھر اگر اس کی ماں مر گئی اور اس قدر مال نہ چھوڑا جس سے مال کتابت ادا ہو اور لے کے قاضی اس مرتدہ کو قید سے نکال کر جو کچھ اس کی ماں پر تھا اس کے واسطے سعی کرائے گا مکاتبہ باندی کے لڑکا پیدا ہوا پھر اس لڑکے نے اپنی ماں کو قتل کیا تو اس کا مقتول ہونا بمنزلہ موت کے ہے کہ بوجہ قتل کے لڑکے پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اس باندی نے کسی انسان کو قتل کیا پھر ہنوز اس پر حکم قاضی جاری نہیں ہوا تھا کہ وہ مر گئی تو اس کا بیٹا اس کے جرمانہ اور کتابت دونوں کے واسطے سعی کرے گا پھر اگر لڑکا عاجز ہو گیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر قاضی نے ولی مقتول کے واسطے لڑکے پر قیمت[1] کی ڈگری کر دی ہے تو یہ لڑکے پر بمنزلہ قرض کے قرار دیا جائے گا اور اس کے واسطے وہ لڑکا فروخت کیا جائے گا اور اگر قاضی نے ولی مقتول کے واسطے کچھ حکم نہیں دیا ہے تو عاجز ہو جانے پر جرم کا جرمانہ باطل ہو جائے گا چنانچہ اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے اس کی ماں اپنی زندگی میں عاجز ہو جاتی پھر مر جاتی تو بھی اس کے حق میں یہی حکم تھا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے اپنے مرض الموت میں ہزار درہم پر اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اس کی قیمت بھی ہزار درہم ہیں ☆

ایک مریض نے ہزار درہم قسط وار ادا کرنے کی شرط سے اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اس کی قیمت ہزار درہم ہے اور اس مریض کے تہائی مال سے غلام نہیں نکلتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد غلام کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تہائی سے زائد جو کچھ قیمت میں سے رہا اس کو فی الحال بہ تعجیل ادا کر دے یا عاجز ہونا چاہے کہ رقیق کیا جائے یہ محیط میں ہے۔ اگر مریض نے دو ہزار درہم پر اپنے غلام کو ایک سال میں ادا کرنے کے وعدہ پر مکاتب کیا اور اس کی قیمت ایک ہزار ہے پھر مرا اور سوائے اس کے مریض کا کچھ مال نہیں ہے اور وارثوں نے زائد کی اجازت نہ دی تو وہ غلام دو ہزار کی دو تہائی فی الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر رہے گا یا رقیق کر دیا جائے گا یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہزار کی دو تہائی فی الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر دے اور اگر

[1] قولہ قیمت یعنی مملوکہ قاتلہ کی حالت حیات میں جو قیمت تھی اس قدر ادا کرنے کا حکم اس کے فرزند کو اس جہت سے دیا گیا کہ قاتلہ کی موت سے قصاص ساقط ہو گیا ہے یعنی ولی الجنایت کو قاتلہ مذکورہ نہیں دی جا سکتی ہے۔

ہزار درہم پر ایک سال کے ادا کرنے کے وعدہ پر مکاتب کیا اور قیمت اس کی دو ہزار درہم ہیں اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو دو تہائی قیمت فی الحال ادا کرے یا رقیق کر دیا جائے گا اور یہ بالاجماع ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اپنی صحت میں ہزار درہم پر مکاتب کیا اور اس کی قیمت پانچ سو درہم ہیں پھر اپنے مرض میں اس کو آزاد کر دیا پھر مر گیا اور کچھ وصول نہیں پایا تھا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرے گا اسی طرح اگر غلام کو جو اس پر مال کتابت آتا تھا سب اپنے مرض میں اس کو ہبہ کر دیا تو وہ آزاد ہوگا اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک اگر اپنی صحت میں اس کو مکاتب کیا پھر مرض میں آزاد کیا تو غلام کو اختیار ہوگا کہ چاہے اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرے یا جو کچھ مال کتابت اس پر واجب ہے اس کی دو تہائی کے واسطے سعی کرے اور اگر مولیٰ نے سب اس سے وصول کیا مگر پانچ سو درہم نہیں وصول پائے ہیں پھر اپنے مرض میں آزاد کیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور جو کچھ اس نے اس سے پہلے ادا کیا ہے وہ محسوب نہ کیا جائے گا اور یہ صاحبینؒ کا قول ہے اور اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک بھی اگر اس نے کتابت فسخ کر کے دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرنا اختیار کیا تو یہی حکم ہے اور اگر غلام نے سب ادا کیا مگر سو درہم رہ گئے پھر مرض میں اس کو آزاد کیا یا باقی اس کو ہبہ کیا تو سو درہم کی دو تہائی کے واسطے سعی کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے مرض الموت میں ہزار درہم پر اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اس کی قیمت بھی ہزار درہم ہیں اور سوائے اس کے مریض کا کچھ مال نہیں ہے پھر اپنے مرض میں زید نے ہزار درہم کا جو اس کے پاس تھے یہ اقرار کیا کہ یہ درہم اسی مکاتب کے ہیں کہ بعد کتابت کے اس نے میرے پاس ودیعت رکھے ہیں اور یہ درہم بدل کتابت کی جنس سے ہیں پھر مر گیا تو تہائی[1] مال سے اس کا اقرار جائز ہوگا اور مراد یہ ہے کہ جس عقد کتابت حالت مرض میں واقع ہو تو ایسا ہوگا اور اگر کتابت حالت صحت میں واقع ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو تمام مال سے اس کا اقرار معتبر ہو گا اور اگر بدل کتابت سے کھرے ہزار درہم کا اقرار کیا اور کتابت حالت صحت میں واقع ہوئی ہو تو تمام مال سے اس کا اقرار معتبر ہو گا۔

اگر مریض نے مرض میں اپنے غلام کو مکاتب کیا اور سوائے اس کے اس کا کچھ مال نہیں ہے اور وارثوں نے اس کی زندگی میں کتابت کی اجازت دے دی تو ان لوگوں کو اختیار ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اجازت سے انکار کریں ☆

پھر اگر مکاتب نے کہا کہ میں کھرے درہم واپس کر کے جس قسم کے تیرے حق میں چاہئے ہیں ویسے دے دوں گا تو یہ اختیار اس کو نہ ہوگا اور اگر مریض نے ہزار درہم کھوٹے مقبوضہ کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ میرے مکاتب کی ودیعت ہیں اور بدل کتابت کے درہم کھرے قرار پائے ہیں تو اس کا اقرار صحیح نہ ہوگا بشرطیکہ اس پر حالت صحت کا قرضہ ہو اور یہ ہزار درہم قرض خواہوں صحت کو تقسیم ہوں گے اور مکاتب سے جو کچھ اس پر آتا ہے اس کا مواخذہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مریض نے مرض میں اپنے غلام کو مکاتب کیا اور سوائے اس کے اس کا کچھ مال نہیں ہے اور وارثوں نے اس کی زندگی میں کتابت کی اجازت دے دی تو ان لوگوں کو اختیار ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اجازت سے انکار کریں جیسے باقی وصیتوں میں اختیار ہوتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک مکاتب نے اپنی صحت میں اپنے مولیٰ کے واسطے ہزار درہم کا اقرار کیا اور مولیٰ اس کو ہزار درہم پر مکاتب کر چکا تھا اور مکاتب نے اپنی صحت میں ایک شخص اجنبی کے لئے ہزار درہم کا بھی اقرار کیا پھر مکاتب بیمار ہوا اور اس کے پاس ہزار درہم موجود تھے سو اس نے مولیٰ کو کتابت میں دے دیئے پھر اس مرض میں مر گیا اور سوائے ان ہزار درہم کے اور کچھ نہ چھوڑا تو مولیٰ و اجنبی کے درمیان

[1] قولہ تہائی یعنی ترکہ کی ایک تہائی متعلقہ حق میت سے اقرار صحیح ہے نہ تمام مال سے۔

تین حصے ہو کر تقسیم ہوں گے اس میں سے دو حصے مولیٰ کو اور ایک حصہ اجنبی کو ملے گا اور اگر مکاتب نے یہ ہزار درہم موجودہ اپنے مولیٰ کو حالت صحت کے اقراری قرضہ میں دیئے پھر مر گیا تو ان درہموں کا اجنبی ہی حقدار ہے اور مولیٰ کا قرضہ و کتابت باطل ہو جائے گا اسی طرح اگر غلام نے قرضہ میں نہ دیئے یوں ہی چھوڑ کر مر گیا تو بھی اجنبی کو ملیں گے اور اگر مکاتب نے کوئی بیٹا جو حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے چھوڑا تو یہ ہزار درہم اجنبی کو ملیں گے مگر مولیٰ اپنے قرضہ و کتابت کے واسطے اس لڑکے کا دامنگیر ہوگا کیونکہ وہ اپنے باپ کے قائم مقام ہے اور اگر مکاتب نے اپنی زندگی میں یہ ہزار درہم مولیٰ کو قرضہ اقراری میں دے دیئے پھر مر گیا اور حالت کتابت کی پیدائش کا لڑکا چھوڑا تو بھی اجنبی ان ہزار درہم متروکہ کا مستحق ہے اور مولیٰ اپنا قرضہ و کتابت اس کے لڑکے سے لے گا اور اگر لڑکے نے قرضہ و کتابت جو باپ پر واجب الادا تھا ادا کر دیا تو بھی جو حکم اجنبی کے واسطے ہزار درہم دینے کا ہو چکا وہ منقوض نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اپنے غلام کو اس قدر مال پر مکاتب کیا کہ جتنے پر ایسے غلام مکاتب ہوتے ہیں پھر اقرار کیا کہ میں نے مال کتابت وصول پایا پس اگر اس پر اس قدر قرضہ ہو کہ اس کے تمام مال کو محیط ہو اس کے اقرار کی کچھ تصدیق نہ کی جائے گی لیکن غلام آزاد ہو جائے گا اور مال کتابت کا مواخذہ اس سے کیا جائے گا چنانچہ اگر اس کو آزاد کر دے تو بھی یہی حکم ہوتا ہے اور اگر اس پر قرضہ نہ ہو اور یہ غلام اس کے تہائی مال سے نکلتا ہے تو آزاد ہو جائے گا اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اس غلام کے سوائے اس کا کچھ مال نہ ہو تو غلام پر واجب ہوگا کہ وارثوں کو اپنے مال کتابت کی دو تہائی کمائی کر کے ادا کرے لیکن اگر اس کی قیمت کم ہو تو دو تہائی قیمت کمائی کرے اسی طرح اگر اس نے صحت میں اقرار کیا کہ اپنی صحت میں میں نے اس کو مکاتب کیا پھر اپنے مرض میں اقرار کیا کہ میں نے مال کتابت سب وصول پایا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی بخلاف اس کے اگر اپنے مرض میں مکاتب کیا ہو تو تصدیق نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ایک مکاتب کا اپنے مولیٰ پر حالت صحت کا قرضہ ہے پھر اپنے مرض میں اقرار کیا کہ میں اپنا قرضہ جو مولیٰ پر تھا وصول پایا اور غلام پر حالت صحت کے قرضے ہیں پھر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اس کے مرض کے اقرار کی تصدیق نہ کی جائے گی ایک شخص نے ہزار درہم پر صحت میں اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مکاتب نے حالت مرض میں ایک شخص اجنبی کے واسطے ہزار درہم کا اقرار کیا پھر مکاتب مر گیا اور سوائے ہزار درہم کے کچھ مال نہ چھوڑا تو ان ہزار درہم کا اجنبی مستحق ہے مولیٰ مستحق نہیں ہے اگر چہ مولیٰ کا قرضہ حالت صحت کا ہے اجنبی کا حالت مرض کا ہے بخلاف اس کے کہ اگر صحت کا قرضہ بھی کسی اجنبی کا ہو تو اس صورت میں حالت صحت کا قرضہ ادا کرنا مقدم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک مکاتب نے اپنی موت کے وقت یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنے فلاں غلام کو مکاتب کیا تھا اور اس سے مال کتابت وصول پایا تو اقرار نہیں جائز ہے اسی طرح اگر حالت مرض میں غلام کو اس کی قیمت سے کم پر مکاتب[1] کیا تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درہم پر مکاتب کیا اور مولیٰ نے اس کو ہزار درہم قرض دیئے اور اس حالت میں مکاتب تھا پھر مکاتب مر گیا اور ہزار درہم ترکہ چھوڑا اور اس ماتب کی اولاد آزاد عورت آزادہ سے موجود ہے قاضی ان ہزار درہم کو کتابت میں ہونے کے واسطے حکم دے گا اور مولیٰ کو اختیار نہیں ہے کہ اس کو قرضہ میں قرار دے اور اگر اس کی اولاد کسی آزاد باندی سے جو دوسرے شخص کی آزاد کردہ ہے موجود ہو تو باپ اولاد کی ولاء اپنے مولیٰ کی طرف سمیٹ لائے گا اور اگر مکاتب نے ہزار سے زیادہ

---

[1] قولہ مکاتب کیا اقول ہکذا فی الاصل اور شاید یہ مراد ہو کہ مکاتب کرنے کا اقرار لیا ... فافہم۔

مال چھوڑا تو مولیٰ کتابت سے زیادہ ایک ہزار تک اپنے قرضہ میں لے لے گا پھر اگر قرض سے بھی کچھ فاضل رہا تو وارثوں کو ملے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

چھٹا باب:

اجنبی کا کسی غلام کی طرف سے عقد کتابت قرار دینے کے بیان میں

زید نے عمرو سے کہا کہ اپنے فلاں غلام کو ہزار درہم پر اس شرط سے مکاتب کر دے کہ اگر میں نے ہزار درہم ادا کر دیئے تو غلام آزاد ہے عمرو نے اسی شرط سے مکاتب کیا اور زید نے قبول کیا پھر ہزار درہم ادا کئے تو بدوں غلام کے قبول کرنے و اجازت دینے کے شرط پائی جانے کے باعث سے غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر غلام کو خبر پہنچی اور اس نے قبول کیا تو مکاتب ہو جائے گا اور اگر غلام نے کہا میں نہیں قبول کرتا ہوں پھر زید نے مال ادا کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ عقد کتابت اس کے رد کرنے سے رد ہو گیا اور اگر زید ضامن ہوا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر زید نے یہ نہ کہا کہ اس شرط سے کہ اگر میں ادا کر دوں تو غلام آزاد ہے مگر ادا کر دیئے تو قیاساً غلام آزاد نہ ہوگا و استحساناً ہے ادا ہوگا اور جب زید بدل کتابت ادا کر چکا تو غلام سے بعد آزادی کے واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس نے احسان کی راہ سے ایسا کیا ہے یہ تبیین میں ہے اور آیا اجنبی کو مولیٰ سے واپس لینے کا اختیار ہے یا نہیں سو اگر بحکم ضمان دیا ہے تو واپس لے سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ یوں کہے کہ اپنے غلام کو ہزار درہم پر مکاتب کر دے اس شرط سے کہ میں ضامن[1] ہوں تو اس صورت میں واپس لے گا کیونکہ اس کی ضمان باطل ہے اس وجہ سے کہ اس نے غیر واجب کی ضمان کر لی ہے اور اگر اس نے بغیر ضمان ادا کیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وہ متبرع ہے اور اگر اس نے تھوڑا ادا کیا تو واپس لے سکتا ہے خواہ بضمان ادا کیا ہو یا بغیر ضمان۔ لیکن اگر کچھ مال غلام کی اجازت کے بعد ادا کیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں ایک اور بات حاصل ہو گئی وہ یہ ہے کہ کسی قدر مال کتابت سے غلام بری الذمہ ہو گیا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ غلام کی اجازت سے پہلے مولیٰ سے واپس لینے کا قصد کیا ہو اور اگر غلام کی اجازت کے بعد ایسا قصد کیا پس اگر بحکم ضمان دیا ہے تو واپس لے سکتا ہے اور اگر بغیر ضمان دیا ہے تو نہیں خواہ سب ادا کیا ہو یا تھوڑا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

اگر مرد آزاد نے زید کے غلام کی طرف سے کتابت قبول کر کے اس کے ذمہ ڈالی اس شرط سے کہ میں اس کی طرف سے کتابت کا ضامن ہوں تو جائز نہیں ہے کیونکہ آزاد مرد کے قبول کرنے سے بدل کتابت غلام پر واجب نہیں ہوا اور نہ یہ ممکن ہے کہ آزاد کے قبول کرنے سے ابتداء بدل کتابت آزاد پر واجب کیا جائے اسی طرح اگر یہ غلام اس مرد آزاد کا بیٹا ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو بھی باپ کو یہ ولایت نہیں حاصل ہے کہ بیٹے کے ذمہ مال لازم کرے بلکہ باپ و اجنبی اس امر میں یکساں ہیں اسی طرح اگر باپ غلام و اس کا بیٹا نابالغ دونوں ایک شخص کے مملوک ہوں اور باپ نے بیٹے کے ذمہ کتابت لازم کی تو بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر دونوں صورتوں میں باپ نے بیٹے کی طرف سے مال ادا کر دیا تو وہ استحساناً آزاد ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام حاضر و غائب دونوں کو مکاتب کیا اور حاضر نے عقد کتابت قبول کیا تو استحساناً دونوں کی طرف سے صحیح ہے اور جس نے دونوں میں سے ادا کیا اس کے ادا کرنے سے دونوں آزاد ہو جائیں گے اور مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور جس نے ادا کیا وہ دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مولیٰ نے حاضر کو بدل کتابت ہبہ کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر غائب کو ہبہ کیا تو آزاد نہ ہوں گے کیونکہ اس پر کچھ واجب نہ تھا پس ہبہ صحیح نہیں ہوا اور اگر غلام غائب نے عقد قبول کیا تو لغو[2] ہے اور عقد کتابت حاضر کو لازم ہوگا جیسا کہ غائب کے

---

[1] یعنی مال کتابت کا ضامن ہوں۔ [2] یعنی اس کے قبول کرنے اور نہ کرنے سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

عدم قبول کی صورت میں حکم تھا اور مولیٰ کو غائب سے کچھ بدل کے مواخذہ کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اس نے کسی چیز کا التزام اپنے ذمہ نہیں لیا ہے بلکہ عقد کتابت میں وہ بالتبع داخل ہے جیسے مکاتب کے بچہ کا حکم ہے اور اگر مولیٰ نے غلام کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا اور حصہ مکاتبت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور جب اس کا حصہ مکاتبت باطل ہوا تو حاضر جب تک اپنا حصہ مکاتبت نہ ادا کرلے آزاد نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے حاضر کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا اور اس کا حصہ کتابت باطل ہو جائے گا اور غائب اپنا حصہ کتابت فی الحال ادا کرے ورنہ رقیق کر دیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر غائب مر گیا تو حاضر کے ذمہ سے کچھ کم نہ ہوگا اور اگر حاضر مر گیا تو مولیٰ کو غائب سے کچھ بدل کے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا لیکن اگر غائب نے کہا کہ میں سب بدل کتابت ادا کئے دیتا ہوں اور سب دینے کو لایا اور مولیٰ نے کہا کہ میں نہیں لیتا ہوں تو قیاساً اس کو نہ لینے کا اختیار ہے اور استحساناً انکار نہیں کر سکتا ہے اور غائب کے ادا کر دینے کے بعد دونوں آزاد[1] ہو جائیں گے لیکن غائب کے واسطے ادا کرنے کی میعاد ثابت[2] نہ ہوگی اور اگر دونوں زندہ ہوں اور مولیٰ نے غائب کو فروخت کرنا چاہا تو استحساناً ایسا نہیں کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی اور اس کے دو نابالغ لڑکوں کو مکاتب کیا تو صحیح ہے اور جس نے مال ادا کیا وہ دوسروں سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہ استحسان ہے اور جس نے مال کتابت دیا تو مولیٰ پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو قبول کرے اور عقد کتابت قبول کرنے یا رد کرنے میں اولاد کا اعتبار نہیں ہے اور اگر اس نے باندی کو آزاد کر دیا تو اولاد پر بقدر ان کے حصہ کے بدل کتابت باقی رہے گا کہ اس کو فی الحال ادا کریں مگر مولیٰ باندی سے بدل کا مطالبہ کرے گا نہ اولاد سے اور اگر مولیٰ نے اولاد کو آزاد کر دیا تو باندی کے ذمہ سے اولاد کی کتابت کا حصہ ساقط ہوا اور اس کا حصہ اس کے ذمہ موافق قسط قرارداد کے باقی رہا اور اگر ان لوگوں نے کچھ مال کمایا تو مولیٰ اس میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور نہ ان کو فروخت کر سکتا ہے اور اگر اولاد کو قرضہ معاف کر دیا یا ہبہ کیا تو نہیں صحیح ہے اور اگر باندی کو معاف یا ہبہ کیا تو صحیح ہے اور باندی کے ساتھ اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی یہ تبیین میں ہے۔ اگر ایک غلام کو اس کی جان و اس کی اولاد صغار مکاتب کر دی ہو تو جائز ہے پس اگر اولاد کے بالغ ہونے کے بعد یا پہلے مکاتب عاجز ہوا اور رقیق کر دیا گیا تو اس سے اولاد بھی رقیق ہو جائے گی اور اگر اولاد نے بالغ ہو کر کہا کہ ہم مال کتابت کے واسطے سعی کریں گے تو ان کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا اسی طرح اگر باپ کے عاجز ہونے کے وقت اولاد بالغ ہوں تو بھی یہی حکم ہے۔

اگر کسی شخص کے دودھ پیتے ہوئے غلام کی طرف سے ایجاب کتابت کیا اور دوسرے اجنبی نے قبول کیا اور مولیٰ راضی ہوا تو یہ عقد جائز نہیں ☆

اگر باپ مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اس کی اولاد قسط مقررہ کے حساب سے مکاتبت ادا کرنے میں سعی کرے گی اور اگر وقت موت کے ایسی نابالغ ہو کہ سعی نہیں کر سکتی ہے تو سب رقیق کر دیئے جائیں گے اور اگر سعی کر سکتے ہوں اور بعض نے سعی کر کے مال ادا کر دیا تو دوسروں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس کے بعد باپ کا کچھ مال ظاہر ہوا تو سب وارثوں کو میراث میں تقسیم ہوگا اور جس لڑکے نے مال ادا کیا ہے وہ اس میں سے بقدر کتابت کے نہیں لے سکتا ہے اور مولیٰ کو اختیار ہے کہ اولاد میں سے جس سے چاہے تمام مال کتابت کا مواخذہ کرے اس وجہ سے نہیں کہ یہ مال اس کے ذمہ قرضہ ہے بلکہ اس اعتبار سے کہ اولاد میں سے ہر ایک باپ کے قائم مقام ہے اور جو امر باپ کے حقوق میں سے ہے اس کا اس میں قبول کرنا مثل باپ کے حق اولاد میں صحیح ہے پس مولیٰ کو اختیار ہے کہ ہر ایک کو جو اس رتبہ پر ہے تمام مال کے واسطے گرفتار کرے اور ہر ایک کا یہ اعتبار ہوگا کہ گویا اس کے ساتھ کوئی اور نہیں

[1] چنانچہ حکم ہوگا کہ حاضر آزاد ہو کر مرا ہے اور وہ اس کی میراث اس کے وارثوں کی ہے۔ [2] یعنی چاہے تو فی الحال ادا کرے۔

ہے اسی واسطے اگر کوئی ان میں سے مرجائے تو باقیوں کے ذمہ سے اس کے حصہ کے موافق مال کتابت کم نہ ہوگا جیسا کہ ابتدا سے اگر معدوم ہوتا تو یہی حکم تھا اور اگر مولیٰ نے اس میں سے کسی کو آزاد کیا تو باقیوں کے ذمہ سے بقدر قیمت آزادشدہ کے مال ساقط ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی باندی ہو کہ جس کو مولیٰ نے ام ولد بنایا تو وہ اپنا عقر مولیٰ سے لے لے گی اور ویسے ہی مکاتبہ باقی رہے گی اور اپنے نفس کو کتابت سے عاجز نہیں کر سکتی ہے اس وجہ سے کہ اس کے اور بھائی بہن عقد کتابت میں ہیں آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر وہ لوگ مال ادا کریں تو یہ بھی آزاد ہو جائے گی اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت غلام کو مکاتب کیا ہے اس وقت اس کی اولاد بالغ ہو اور بدوں ان کے حکم کے مکاتب کو اور ان کو عقد کتابت میں داخل کیا اور غلام نے بدل ادا کر دیا تو وہ لوگ بھی آزاد ہو جائیں گے اور مکاتب ان سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دودھ پیتے ہوئے غلام کی طرف سے ایجاب کتابت کیا اور دوسرے اجنبی نے قبول کیا اور مولیٰ راضی ہوا تو یہ عقد جائز نہیں ہے اور اگر باوجود عدم جواز کے اجنبی نے مال کتابت دے دیا تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا یہ حکم استحساناً ہے کذا فی محیط السرخسی۔ دو شخصوں میں سے ہر ایک کا ایک غلام ہے اور دونوں نے دونوں غلاموں کو ہزار درہم پر ایک ہی عقد میں مکاتب کیا کہ اگر دونوں ادا کریں تو دونوں آزاد اور اگر عاجز ہو جائیں تو دونوں رقیق ہوں گے فرمایا کہ ہر ایک غلام بعوض اپنے حصہ کتابت کے مکاتب ہوگا کہ اگر اس قدر اپنے مولیٰ کو ادا کر دے تو آزاد ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

ساتواں باب:

غلام مشترک کے مکاتب کرنے کے بیان میں

ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہے عمرو نے زید کو اجازت دی کہ اپنا حصہ مکاتب کر کے ہزار درہم وصول کر لے اس نے مکاتب کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کتابت صرف اسی کے حصہ میں نافذ ہوگی کیونکہ کتابت امام کے نزدیک متجزی ہوتی ہے اور عمرو کو فسخ کا اختیار نہ ہوگا پس اگر غلام نے ہزار درہم دے دیئے تو صرف زید کا حصہ آزاد ہوا اور وہ عمرو کو کچھ ضمان نہ دے گا کیونکہ عمرو کی اجازت سے ایسا ہوا ہے لیکن غلام اس کے حصہ کے واسطے سعی کرے گا اور اگر غلام نے ہزار درہم یا کچھ کم ادا کئے تو عمرو کو اختیار نہیں ہے کہ اس میں سے نصف لے لے کیونکہ اس نے زید کو یہ اجازت دی کہ بدل وصول کر لے تو گویا مکاتب کو اجازت دی کہ اس کو ادا کر دے اور ادا کرنے کی اجازت یہ مکاتب پر احسان ہے کہ کمائی میں جو میرا حق ہے وہ از راہ احسان معاف کیا اور یہ احسان بعد زید کے قبضہ کرنے کے تمام ہو گیا پس جو کچھ زید نے لیا ہے سب اس کے قبضہ میں دیا جائے گا لیکن اگر عمرو نے ادا کر دینے سے پہلے غلام کو منع کر دیا تو ممانعت صحیح ہے کیونکہ ہنوز یہ احسان تمام نہیں ہوا اور اگر عمرو نے حالت مرض میں اجازت دی اور غلام نے بعد کتابت کے جو کمایا وہ ادا کیا تو عمرو کے تمام مال سے یہ اجازت و احسان صحیح رکھا جائے گا اور اگر قبل کتابت کمایا ہوا اور عمرو نے مرض میں کتابت اور وصول کی اجازت دی تو تہائی مال سے یہ احسان نافذ رکھا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک کتابت متجزی نہیں ہوتی ہے پس حصہ زید کی کتابت کی اجازت دینا زید کو کل غلام کی کتابت کی اجازت ہے پس جب زید نے اس کو مکاتب کیا تو دونوں مکاتب ہو گیا اور بدل کتابت دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اور اگر زید نے کچھ وصول کیا تو دونوں کو برابر تقسیم ہو کر ملے گا خواہ عاجز ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور اگر عمرو کی بلا اجازت زید نے مکاتب کیا تو بالاتفاق عمرو کو فسخ کتابت کا استحقاق حاصل ہے اور اگر اس نے فسخ نہ کیا یہاں تک کہ غلام نے بدل کتابت ادا کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زید کا حصہ آزاد ہو جائے گا۔

عمرو کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ زید نے بدل کتابت وصول کیا اس میں سے آدھا لے لے کیونکہ درحقیقت یہ مال ایک غلام مشترک کی کمائی ہے پھر دیکھا جائے گا کہ اگر زید نے پورا غلام ہزار درہم پر مکاتب کیا ہے تو جس قدر شریک نے زید سے لے لیا اس کو مکاتب سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر صرف اپنا حصہ نصف مکاتب کیا ہے تو جس قدر شریک نے لے لیا ہے اس قدر غلام سے واپس لے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر مکاتب نے بدل کتابت ادا کیا تو کل آزاد ہو جائے گا پھر زید اپنے شریک کو مکاتب کی نصف قیمت ڈانڈ بھرے گا بشرطیکہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہوگا تو غلام نصف قیمت کے واسطے سعی کرے گا چنانچہ اگر ایک شریک نے غلام مشترک کو بلاعوض آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہوتا ہے اور عمرو کو یہ بھی اختیار ہے کہ جو کچھ کمائی غلام کے پاس مال کتابت ادا کریں گے بعد رہے اس میں سے نصف لے لے اور اگر دونوں میں سے زید نے کل غلام یا اپنا حصہ ہزار درہم پر مکاتب کیا پھر عمرو نے کل یا اپنا حصہ سو دینار پر مکاتب کیا تو وہ غلام دونوں کا مکاتب ہو گیا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس وجہ سے صحیح ہوا کہ امام کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہے پس ہر ایک کا عقد کتابت اس کے حصہ میں نافذ ہوا اور صاحبینؒ کے نزدیک اس وجہ سے صحیح ہے کہ پہلے شخص زید نے جب اپنا حصہ مکاتب کیا تو عمرو کو فسخ کا اختیار تھا جب عمرو نے اس کو مکاتب کیا تو اپنی نصف کی کتابت اولیٰ فسخ کر دی اور دونوں میں سے جس نے اپنے حصہ کی بدل کتابت میں سے کچھ وصول کیا اس میں دوسرا شریک اس کا شریک نہیں ہوسکتا ہے اور ہر ایک کے حصہ عتق کا تعلق تمام اس بدل کے ساتھ ہوگا جو اس کے حصہ کے مقابل مقرر ہوا ہے پھر اگر اس نے دونوں کو بدل کتابت معاً ادا کیا تو بالاتفاق اس کی ولاء دونوں کو ملے گی اور اگر کسی کو پہلے ادا کیا تو ایسا ہو گیا کہ غلام دو شخصوں کا مکاتب تھا کہ اس کو ایک نے آزاد کر دیا پس اس کا نصف امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا اور دوسرے کا نصف ویسا ہی کتابت میں باقی رہے گا اور ضمان یا سعایت لازم نہ آئے گی لیکن اگر مکاتب عاجز ہو جائے تو جس نے بدل وصول پایا ہے وہ شریک کو اس کے حصہ کی ضمان دے گا بشرطیکہ خوشحال ہو ورنہ مکاتب اس کے حصہ کے واسطے سعی کرے گا یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خوشحالی کی صورت میں جس نے بدل وصول پایا ہے وہ شریک کے حصہ کی قیمت اور اس کی بدل کتابت میں سے جو کم ہو وہ ضمان دے گا اور درصورت تنگدست ہونے کے غلام بھی جو مقدار ان دونوں میں سے کم ہوگی اس کو سعی کر کے ادا کرے گا یہ کافی میں ہے۔

ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے ایک شخص بیمار ہوا اور دوسرے نے باجازت مریض اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے ☆

اگر دو شخصوں نے اپنے غلام کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اس نے ایک کا حصہ کتابت ادا کیا تو اس کا حصہ آزاد نہ ہوگا جب تک کہ پوری مکاتبت دونوں کو ادا نہ کرے اور اگر ایک نے اس کو آزاد کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر اپنا حصہ مکاتبت اس کو ہبہ کیا یا بری کیا تو آزاد ہو گیا اسی طرح اگر شریک نے وصول کرنے والے کو جو اس نے وصول کیا ہے اپنی رضامندی سے سپرد کیا یا شریک کی اجازت سے وصول کرنے والے نے وصول کیا ہو تو بھی نصف غلام آزاد ہو گیا پھر مکاتب کو بعد ایک شریک کے آزاد کرنے کے اختیار ہے چاہے اپنے تئیں عاجز کر دے پس امام اعظمؒ کے نزدیک اس صورت میں شریک کو اختیار ہوگا کہ آدھے کی قیمت کے واسطے سعی کرائے یا ضمان لے یا آزاد کرے بشرطیکہ شریک اس کا خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو چاہے آزاد کر دے یا سعی کرائے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شریک نصف قیمت کی ضمان دے گا اگر خوشحال ہے یا غلام نصف قیمت کے واسطے سعی کرے گا اگر تنگدست ہے جیسا کہ امام ابو یوسفؒ کا مذہب غلام مشترک میں ہے وہی یہاں بھی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نصف قیمت و باقی کتابت میں سے جو کم ہو شریک اس کا ضامن ہوگا یا غلام اس کے واسطے سعی کرے گا اگر شریک تنگدست ہے اور اگر غلام نے مکاتبت پوری کرنی چاہی پھر بہت

سامال چھوڑ کر مر گیا تو جس مولیٰ نے آزاد نہیں کیا ہے وہ اس مال سے اپنی مکاتبت وصول کر لے گا جیسا کہ حالت زندگی میں اس سے مطالبہ کرتا تھا پھر جو باقی رہا وہ اس کے وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا اور اگر دو شخصوں نے اپنے مشترک دو غلاموں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا پس اگر دونوں نے ادا کیا تو آزاد ہو جائیں گے اور اگر عاجز ہو گئے تو رقیق کئے جائیں گے اور اس صورت میں دونوں میں سے ہر ایک دونوں کا مشترک مکاتب ہوتا ہے اور بدل کتابت اسی قدر ہوتا ہے جو اس کے حصہ میں آئے اور اس کی شناخت اس طرح ہے کہ مال کتابت دونوں کی قیمت پر تقسیم کیا جائے جو ہر ایک کے حصہ میں آئے وہی اس کا حصہ کتابت ہے پس اگر اس نے اس قدر حصہ کتابت دونوں کو ادا کیا تو آزاد ہو جائے گا بخلاف اس کے کہ اگر دونوں غلام ایک شخص کے ہوں تو یہ حکم نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

دو شخصوں نے مشترک غلام کو ایک ہزار پر مکاتب کیا پس ایک شخص نے چھ سو درہم وصول کئے اور دوسرے نے چار سو درہم سے بری کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکاتب آزاد ہو جائے گا اور جو کچھ قابض نے وصول پایا وہ اس کے اور بری کنندہ کے درمیان چھ حصوں[1] میں تقسیم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے ایک شخص بیمار[2] ہوا اور دوسرے نے باجازت مریض اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور وارث مریض بعد موت کے کتابت فسخ نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر اس کو وصول کرنے کی اجازت دی اور اس نے کچھ بدل کتابت وصول کیا تو وارث کو بعد موت مریض کے یہ اختیار نہیں ہے کہ اس سے کچھ لے لے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک باندی مشترک کو دونوں نے مکاتب کیا پھر ایک نے اس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا اور اس نے نسب کا دعویٰ کیا پھر دوسرے نے وطی کی اور بچہ ہوا اور اس نے نسب کا دعویٰ کیا پھر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی تو یہ باندی پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور چونکہ اس نے مشترک باندی سے وطی کی ہے اس لئے نصف قیمت و نصف عقر کا ضامن ہوگا اور دوسرا شخص پہلے کو پورا عقر اور بچہ کی قیمت ڈانڈ دے گا اور بچہ اس کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور دونوں میں سے جس نے مکاتبہ کو اس کا عقر دے دیا تو جائز ہے اور جب وہ باندی عاجز ہوگئی تو یہی عقر اپنے مولیٰ کو دے دے گی اور یہ سب امام اعظمؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ باندی پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور دوسرے کی وطی جائز نہیں ہے کیونکہ جب پہلے شخص نے بچہ کا دعویٰ کیا تو پوری باندی اس کی ام ولد ہوئی کیونکہ ام ولد ہونے میں بالاجماع تکمیل[3] سے واجب ہے جہاں تک ممکن ہو اور یہاں فسخ کتابت کر کے تکمیل ممکن ہے کیونکہ کتابت قابل فسخ ہے پس جہاں تک ضرر نہ پہنچے وہاں تک کتابت فسخ ہوگی اور ماقی میں[4] باقی رہے گی جہاں تک ممکن ہو پس جب پوری باندی اس کی ام ولد ہوگئی تو دوسرے کا نسب بچہ سے ثابت نہ ہوگا اور نہ قیمت دے کر اس کی طرف سے آزاد ہوگا مگر ہاں اس قدر رہوگا کہ شبہہ کے سبب سے دوسرے شخص کو حد نہ ماری جائے گی اور پورا عقر واجب ہوگا اور جب کتابت باقی رہی اور پوری باندی پہلے شخص کی مکاتبہ ہوگئی تو بعض نے فرمایا کہ باندی پر نصف بدل کتابت واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ کل بدل واجب ہوگا کذا فی الہدایہ اور یہی جمہور مشائخ کا مذہب ہے کذا فی الکافی۔

پہلا شخص اپنے شریک کو امام ابو یوسفؒ کے قیاس قول پر باندی کی نصف قیمت مکاتبہ ہونے کے حساب سے دے گا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور امام محمدؒ کے قول کے موافق نصف قیمت و نصف بدل میں سے جو کم ہو وہ دے گا اور اگر دوسرے نے اس

---

[1] یعنی پانچ سو قابض کو اور سو درہم بری کنندہ کو ملیں گے۔ [2] جس بیماری سے آخر وہ مر گیا۔ [3] قولہ تکمیل واجب ہے یعنی ام ولد ٹھہرانا اور پوری ام ولد ٹھہرانا جہاں تک ممکن ہو سکے واجب ہے مگر آنکہ آزاد ہو جانے سے غیر ممکن ہو جائے۔ [4] حاصل یہ کہ وہ باندی پہلے شخص کی ام ولد مگر مکاتبہ ہوگی کیونکہ محض ام ولد ہونے سے اس کے حق میں ضرر ہے۔

سے وطی نہیں کی بلکہ اس کو مدبرہ کر دیا پھر وہ عاجز ہو گئی تو مدبر کرنا باطل ہو گیا اور وہ پہلے شخص کی ام ولد ہو گی اور وہ اپنے شریک کو اس کا نصف عقر اور نصف قیمت دے گا اور بچہ پہلے شخص کا بیٹا ہو گا اور یہ بالاجماع ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ ایک باندی دو شخصوں کے درمیان مشترک مکاتب ہے اس نے ایک لڑکی جنی اور اس لڑکی سے ایک شریک نے وطی کی اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو فرمایا کہ بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہو گا لیکن اس کی ماں اپنے حال پر رہے گی کہ اس کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ اپنے تئیں کتابت سے نکال کر اس شخص کی ام ولد بنائے اور اس شخص پر واجب ہو گا کہ اس کا عقر ادا کرے اور یہ عقر اس کی ماں کو ملے گا جیسے کہ اس کی کمائی مکاتبہ کو ملتی تھی اور یہ لڑکی اپنی ماں کی تابع ہو گی یعنی کتابت میں اسی کی تابع ہو گی اگر مکاتبہ عاجز ہو گئی تو یہ باندی یعنی اس کی بیٹی البتہ اس شخص کی ام ولد ہو جائے گی جس سے اولاد جنی ہے کیونکہ اس کے حصہ شریک میں ام ولد ہونے کا وصف ظاہر نہ ہونے کا مانع جو کچھ تھا وہ اس کی ماں کے عاجز ہونے سے مرتفع ہو گیا اور ام ولد اسی وقت سے شمار ہو گی جب سے حاملہ ہوئی تھی اسی واسطے یہ حکم ہے کہ اپنے شریک کو وہ نصف قیمت ڈانڈ بھر جو نطفہ قرار پانے کے وقت اس کی قیمت تھی اور اگر مکاتبہ عاجز نہ ہوئی بلکہ یہ صورت واقع ہوئی کہ مکاتبہ کی بیٹی کے شریک سے حاملہ ہو جانے کے بعد اس حاملہ کو دوسرے شریک نے آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گی کیونکہ جب تک اس کی کتابت باقی ہے تب تک بیٹی کا حصہ شریک کی ملک ہے پس اس کا عتق نافذ ہو جائے گا اور باندی پر سعایت لازم نہ آئے گی اور اس کا بچہ بھی آزاد ہو گا اور اس پر سعایت واجب نہ ہو گی یہ بھی امام اعظمؒ کا قول ہے اور مکاتبہ باندی اپنے حال پر رہے گی یعنی اگر مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائے گی ورنہ عاجز ہونے کی صورت میں مشترک باندی قرار پائے گی ایک باندی مشترکہ کو دونوں نے مکاتب کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور ایک مالک نے بچہ کو آزاد کر دیا تو اس شریک کا حصہ جس قدر اس بچہ میں ہے وہ آزاد ہو جائے گا اور بچہ اپنے حال پر رہے گا تا آنکہ اس کی ماں یا تو عاجز ہو جائے یا آزاد ہو جائے پھر اگر آزاد ہوئی تو اسی کے ساتھ آزاد ہو جائے گا اور اگر عاجز ہو گئی تو تابع ہو جانا جاتا رہا اور یہ بچہ خود مستقل ہو گیا اور حال یہ گذرا کہ اس مشترک کو دونوں مالکوں میں سے ایک نے آزاد کیا ہے پس اس کا حکم وہی ہے جو ایسے غلام مشترک کا حکم مذکور ہوا ہے جس کو ایک مالک آزاد کر دے یعنی دوسرے شریک کو خیار ہے کہ خواہ ضمان لے یا سعی کرائے یا آزاد کرے۔

پس اگر شریک نے ضمان لینا اختیار کیا تو جس وقت اس نے آزاد کیا ہے اس وقت کی قیمت کے حساب سے ضمان دے گا نہ یہ کہ اس کی ماں کے عاجز قرار دیئے جانے کے وقت کی قیمت کے حساب سے ضمان لے دو شخصوں کی مشترک مکاتبہ کے لڑکی ہوئی اور دونوں نے لڑکی سے وطی کی اور وہ حاملہ ہو کر دونوں سے بچہ جنی پھر دونوں مر گئے تو یہ لڑکی آزاد ہو گئی کیونکہ یہ دونوں کی ام ولد تھی پس دونوں کے مر جانے سے آزاد ہوئی چنانچہ اگر دونوں اس کو آزاد کر دیتے تو بھی یہی حکم تھا اور مکاتب باندی یعنی لڑکی کی ماں وہ دونوں کی کتابت میں رہی اور اگر خود مکاتبہ ان دونوں سے بچہ جنتی پھر دونوں مر جاتے تو یہ مکاتبہ بوجہ استیلاد کے یعنی ام ولد ہونے کے آزاد ہو جاتی اور اس کا بچہ بھی آزاد ہو جاتا اور اگر حاملہ ہو کر پھر اس کے بعد دونوں سے بچہ جنی تو پہلا بچہ مملوک ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں کے مشترک مکاتب کو دونوں میں سے ایک نے آزاد کر دیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ دوسرے شریک کو اس سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے خوشحال ہو یا تنگدست ہو کیونکہ دوسرے شریک کا حصہ بحالہ کتابت میں باقی ہے اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک عتق متجزی ہوتا ہے پھر اگر غلام نے مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء دونوں میں مشترک ہو گی اور اگر عاجز ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ دو شخصوں میں ایک غلام مشترک تھا کہ اس کو ایک نے آزاد کر دیا اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا اور پوری ولاء

اسی آزاد کرنے والے کو ملے گی اور اگر دونوں میں سے کسی نے اس کو آزاد نہ کیا بلکہ ایک نے اس کو مدبر کر دیا تو اس کا حصہ مدبر ہو جائے گا اور بحالہ کتابت پر رہے گا کیونکہ کتابت اور تدبیر میں منافات نہیں[1] ہے پھر اگر سب مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء دونوں کو ثابت ہوگی اور اگر عاجز ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ ایک مشترک غلام کر دو مالکوں میں سے ایک نے مدبر کر دیا تو اس کا حصہ مدبر ہو جائے گا اور شریک کو پانچ طرح[2] کا اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ مدبر کنندہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو چار طرح کا خیار حاصل ہو گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے۔

اگر یہ صورت نہ ہوئی بلکہ یہ صورت تھی کہ بجائے غلام کے ایک باندی تھی اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں میں سے ایک نے نسب کا دعویٰ کیا تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور اس کا حصہ کنیزاس کی ام ولد ہوگا پھر مکاتبہ کو خیار ہوگا کہ چاہے عقد کتابت پورا کرے یا اپنے تئیں عاجز کر دے اور پوری باندی اس کی ام ولد نہ ہو جائے گی پھر اگر باندی نے کتابت پوری کرنے کا قصد کیا تو وطی کنندہ سے اپنا عقر لے کر اس سے ادائے معاوضہ کتابت میں مدد پائے گی اور اگر اس نے اپنے آپ کو عاجز کر دیا اور رقیق کر دی گئی تو وہ باندی وطی کنندہ کی ام ولد ہوگی اور اپنے شریک کو نصف قیمت بحساب مکاتبہ ہونے کے ضمان دے گا اور نصف عقر دے گا اور بچہ کی قیمت میں سے کچھ نہ دے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی مکاتب کر دی پھر دولڑکے چھوڑ کر مر گیا ان میں سے ایک لڑکے نے اس کو ام ولد بنایا تو وہ باندی مختار ہوگی چاہے اپنے تئیں عاجز کر دے تو وطی کرنے والے کی ام ولد ہو جائے گی اور وہ شخص اپنے شریک کو اس کی نصف قیمت و نصف عقر ضمان دے گا اور اگر چاہے تو اپنی کتابت پوری کرے اور وطی کنندہ سے اپنا عقر وصول کر لے اور اگر دو شخصوں نے اپنی مشترک باندی کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا پھر دونوں میں سے ایک شخص مرتد[3] ہو گیا پھر باندی نے مال کتابت دونوں کو ادا کر دیا پھر وہ مرتد حالت ردت میں قتل کیا گیا تو فرمایا کہ مکاتبہ آزاد نہ ہوگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک مرتد کو ادا کرنا کچھ نہیں ہے اور وارث لوگ شریک سے جس قدر اس نے لیا ہے اس کا نصف وصول کر لیں گے چنانچہ اگر فقط اس نے اپنا حصہ وصول کیا ہوتا تو بھی یہی حکم تھا اور اسی واسطے شریک کا حصہ بھی آزاد نہیں ہوگا پھر باقی نصف کے واسطے اس مکاتبہ سے سعی کرا دیں گے پس اگر عاجز ہوگئی تو رقیق کر دی جائے گی اور اس کا حکم بمنزلہ ایسی مکاتبہ کے ہو گیا کہ جس نے آدھا بدل کتابت اپنے دو مولاؤں کو ادا کیا پھر عاجز ہوگئی اور اگر مرتد نے اس کو حالت ردت میں مکاتب کیا تو بدل کتابت پر اس کا قبضہ کرنا جائز نہیں ہے۔

پھر اگر مرتد دارالحرب میں جاملا اور مکاتبہ نے تمام بدل کتابت دوسرے شریک کو ادا کیا تو آزاد نہ ہوگی اور اگر اس نے دوسرے شریک اور مرتد کے وارثوں کو ادا کیا تو آزاد ہو جائے گی بشرطیکہ مرتد کے دارالحرب میں جاملنے کا حکم قاضی نے دے دیا ہو اور یہ حکم مثل اس عورت کے ہے کہ وہ شخص مر گیا اور مکاتبہ نے زندہ شریک اور مردہ کے وارثوں کو بدل کتابت ادا کیا یعنی اس صورت میں بھی آزاد ہو جاتی ہے اور اگر دونوں میں سے ایک شریک کے مرتد ہو جانے کے بعد مکاتبہ عاجز ہوگئی اور دونوں نے اس کو رقیق کر دیا پھر وہ مرتد اپنی حالت ردت میں قتل کیا گیا تو یہ باندی اپنے عقد کتابت پر رہے گی اور اگر دونوں شریک ایک ساتھ مرتد ہو گئے پھر مکاتبہ عاجز ہوگئی اور دونوں نے اس کو رقیق کر دیا پھر اگر دونوں مسلمان ہو گئے تو وہ باندی دونوں کی مملوک مشترک ہوگی اور اگر دونوں حالت ردت میں مقتول ہوئے تو وہ باندی اپنی کتابت پر رہے گی اگر دو شخصوں کی مشترک مکاتبہ باندی ہو پھر اس سے ایک لڑکی پیدا

---

[1] یعنی مدبر بھی مکاتب ہو سکتا ہے۔ [2] قولہ پانچ طرح...... اس کا بیان عنقریب گزر چکا ہے۔ [3] یعنی اسلام سے پھر گیا نعوذ باللہ چنانچہ اگر توبہ کر کے ایمان نہ لائے تو قتل کیا جائے۔

ہوئی پھر ایک شریک نے لڑکی سے وطی کی اور اس کے پیٹ رہا اور دوسرے نے اس کی ماں سے وطی کی اور پیٹ رہا اور دونوں نے عاجز ہونا اختیار کیا تو دونوں کو یہ اختیار حاصل ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ماں کو یہ اختیار ہے کہ اپنے تئیں عاجز قرار دے کیونکہ اس کو دو جہت سے حریت حاصل ہوتی ہے اور اولاد کو اس خیار میں سے کچھ حاصل نہیں ہے اور اگر ماں نے یہ اختیار کیا کہ کتابت پوری کرے تو دونوں اپنے اپنے وطی کرنے والے سے اپنا اپنا عقر لے لیں گی اور بیٹی کا عقر اس کی ماں کو بمنزلہ بیٹی کی کمائی کے ملے گا اور اگر ماں نے عاجز ہونا اختیار کیا تو ہر ایک اپنے وطی کرنے والے کی ام ولد ہوگی اور وہ شخص اپنے شریک کو اس کا نصف عقر ادا کرے گا امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شریک نے مشترک غلام میں سے اپنا حصہ بدوں اجازت شریک کے مکاتب کیا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اس کو رد کر دے مگر بدوں حکم قاضی نہیں رد کر سکتا ہے لیکن اگر غلام اور اس کا مکاتب کرنے والا دونوں رد کتابت پر راضی ہوں تو رد کر سکتا ہے اور یہ بھی امام اعظمؒ کا قول ہے کذا فی المبسوط۔

آٹھواں باب:

مکاتب کے عاجز ہونے اور مکاتب اور مولیٰ کے مر جانے کے بیان میں اور مولیٰ وغیرہ کے مکاتب کو قتل کرنے یا مکاتب کے مولیٰ وغیرہ کو قتل کرنے کے بیان میں

اگر مکاتب کوئی قسط ادا کرنے سے عاجز ہوا تو حاکم اس کے احوال پر غور فرمائے گا کہ اگر اس کا کچھ قرضہ وصول ہو جانے والا ہو یا کہیں سے مال اس کے پاس آنے والا ہو تو حاکم اس غلام کے عاجز ہو جانے کا حکم نہ کرے گا اور دو تین روز تک انتظار کرے گا اور یہی مدت عذر کے دفعیہ کے واسطے قرار پائی ہے پس اس مدت سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتا ہے اور اگر کوئی امید نہ ہو اور مولیٰ نے درخواست کی کہ اس کی کتابت فسخ کر دی جائے تو حاکم اس کی کتابت فسخ کر کے عاجز قرار دے گا یہ امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر مکاتب نے کوئی قسط وقت پر ادا نہ کی اور اس کے مولیٰ نے غلام کی رضامندی سے سوائے سلطان کے دوسرے کے پاس پیش کیا اس نے عقد رد کر دیا تو یہ جائز ہے اور اگر غلام کی رضامندی نہ ہو تو فسخ کے واسطے قاضی کا حکم ہونا ضروری ہے یہ کافی میں ہے اور اقالہ سے کتابت فسخ ہو جاتی ہے اسی طرح بدوں مولیٰ کی رضامندی کے صرف غلام کے فسخ کرنے سے فسخ ہو جاتی ہے مثلاً غلام کہے کہ میں نے کتابت فسخ کر دی یا مثل اس کے تو فسخ ہوگی خواہ کتابت صحیح ہو یا فاسد ہو اور مولیٰ بدوں غلام کی رضامندی کے فسخ کا مختار نہیں ہے اور موت سے فسخ ہوتی ہے یا نہیں سو واضح ہو کہ مولیٰ کے مرنے سے بالاجماع فسخ نہیں ہوتی ہے کیونکہ اگر غلام کی کمائی موجود ہو تو مولیٰ کے وارثوں کو دے کر آزاد ہو جائے گا اور اگر موجود نہ ہوگی تو کمائی کر کے ادا کر کے آزاد ہو جائے گا اور اگر کمائی کر کے ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو رقیق کر دیا جائے گا چنانچہ مولیٰ کی زندگی میں بھی یہی حکم تھا۔

اگر مولیٰ کے انتقال کے بعد مکاتب نے کل مال کتابت یا باقی مال کتابت وارثوں کو ادا کیا اور آزاد ہو گیا تو اس کی ولاء مولیٰ کے عصبات میں سے جو مذکر ہیں ان کو ملے گی اور اگر مولیٰ کے مرنے کے بعد مکاتب عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا پھر وارثوں نے اس کو ازسرنو مکاتب کیا اور مکاتب ان کو مال کتابت دے کر آزاد ہو گیا تو اس کی ولاء ان وارثوں کو بقدر حصہ میراث کے ملے گی رہا مکاتب کے مر جانے کا حکم سو دیکھا جائے گا کہ اگر مکاتب نے اس قدر مال چھوڑا کہ جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہے تو ہمارے نزدیک

کتابت فسخ نہ ہوگی اور اگر اس قدر مال نہیں چھوڑا تو بالا جماع فسخ ہو جائے گی رہا مولیٰ کے مرتد ہو جانے کا حکم سو یہ ہے کہ مولیٰ کے مرتد ہونے سے کتابت فسخ نہیں ہوتی ہے مثلاً کسی مسلمان نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مولیٰ مرتد ہو گیا تو کتابت فسخ نہ ہوگی اس واسطے کہ درحقیقت اگر مولیٰ مر جائے تو کتابت فسخ نہیں ہوتی ہے تو حکماً مر جانے سے یعنی مرتد ہو جانے سے بدرجہ اولیٰ فسخ نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر مکاتب ایسے حال سے مرا کہ نہ اس نے ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا اور نہ کوئی اولاد چھوڑی تو ایسی حالت میں عقد کتابت کے باقی رہنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شیخ ابوبکر اسکافؒ نے فرمایا کہ کتابت فسخ ہو جائے گی حتیٰ کہ اگر کسی شخص غیر نے احسان کی راہ سے مکاتب کی طرف سے مال کتابت ادا کرنا چاہا تو قبول نہ کیا جائے گا اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ جب تک مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم قاضی کی طرف سے جاری نہ ہو تب تک کتابت فسخ نہ ہوگی اور ایسا حاکم ہونے سے پہلے اگر کسی شخص نے احساناً اس کی طرف سے مال کتابت ادا کیا تو قبول کیا جائے گا اور جائز ہے اور یہ حکم دیا جائے گا کہ اپنی زندگی کے اجزا میں سے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا یہ تبیین میں ہے۔

اگر مکاتب مر گیا اور آزاد عورت سے اپنا ایک لڑکا چھوڑا اور بقدر ادائے کتابت کے قرضہ اپنا چھوڑا اور لڑکے نے کوئی جنایت کی اور اس کی دیت کی ڈگری اس کی ماں کی مددگار برادری پر ہوگئی تو یہ ڈگری مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم نہ ہوگا اور اگر ماں کے موالی اور باپ کے موالی نے اس کی ولاء میں جھگڑا کیا اور ماں کے موالی کے نام اس کی ولاء کی ڈگری ہوگئی تو یہ حکم البتہ مکاتب کے عجز کا حکم قرار دیا جائے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کوئی مکاتب ادائے کتابت کے واسطے مال کافی چھوڑ کر مر گیا اور اس پر قرض بھی ہے اور اس نے کچھ وصیتیں کی ہیں مثلاً کسی اپنے مملوک کو مدبر وغیرہ کیا ہے اور اس نے ایک آزاد لڑکا چھوڑا اور ایک لڑکا حالت کتابت میں اس کی باندی سے پیدا ہوا ہے تو ایسے مکاتب کے ترکہ میں سے پہلے غروں کا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر اگر مولیٰ کا کچھ قرض ہو تو وہ قرض دیا جائے گا پھر اگر مال باقی رہے تو مال کتابت ادا کیا جائے گا پس اگر یہ سب ادا ہو جائے تو اس کے آزاد کرنے کا حکم دیا جائے گا اور جو کچھ مال پھر بھی باقی رہے وہ اس کی اولاد میں میراث تقسیم ہوگا اور جو کچھ مکاتب نے وصیتیں کی تھیں وہ باطل ہو جائیں گی کیونکہ یہ وصایا احسانات ہیں اگر مکاتب مر گیا اور ہزار درہم ترکہ چھوڑا اور مولیٰ کے اس پر ہزار درہم قرض کے اور بدل کتابت آتا ہے تو استحساناً بدل کتابت پہلے ادا کیا جائے گا اور قیاساً پہلے قرضہ ادا کیا جائے گا اور اگر اس نے کچھ مال نہ چھوڑا مگر ہاں کسی شخص پر اپنا قرضہ چھوڑا پھر ایسے لڑکے سے جو حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے مال کتابت کے واسطے سعی کرائی گئی اور مکاتب کے ذمہ سوائے اس قرضہ کے کوئی قرضہ نہیں ہے اور لڑکا سعی کر کے ادا کرنے سے عاجز ہوا اور جو کچھ مکاتب کا قرضہ غیر شخص پر آتا ہے اس کے وصول ہونے سے بھی مایوسی ہے تو وہ پھر رقیق کر دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مکاتب مر گیا حالانکہ اس پر قرضہ ہے اور جنایت اور بدل کتابت ہے اور ایسی عورت کا مہر ہے جس سے اس نے بدوں اجازت مولیٰ کے نکاح کیا تھا تو پہلے قرضہ ادا کیا جائے پھر جنایت کے مقابلہ میں جو دیت واجب ہو وہ ادا کی جائے پھر بدل کتابت ادا کیا جائے پھر مہر دیا جائے یعنی جو سب سے اقویٰ ہے وہ پہلے دیا جائے پھر اسی لحاظ سے ہر ایک ادا کیا جائے اسی طرح اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو بلکہ ایسی اولاد چھوڑی جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہے تو جس طور سے ہم نے بیان کیا کہ درصورت مال چھوڑنے کے اقویٰ کے لحاظ سے ادا کرنا شروع کیا جائے اسی طرح یہ اولاد ہر حق کو اقویٰ کے لحاظ سے سعی کر کے پہلے ادا کرے کیونکہ ایسی اولاد جو مال ادا کرے وہ مثل مال کے ہے جس سے حق ادا ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک مکاتب نے اپنے لڑکے کو خریدا پھر مر گیا اور

ادائے کتابت کے واسطے دانی مال چھوڑا تو کتابت ادا کر کے باقی مال اس کے بیٹے کو میراث ملے گا اسی طرح اگر وہ غلام اور اس کا بیٹا دونوں ایک ہی عقد کتابت میں مکاتب ہوں تو ایسی صورت میں اس کا بیٹا وارث ہوگا اور اگر مکاتب مر گیا اور اس نے مال چھوڑا اور ایک لڑکا چھوڑا جو اس کے ساتھ مکاتب کیا گیا تھا یا حالت کتابت میں پیدا ہوا تھا اور ایک وصی چھوڑا تو وصی اس مال سے بدل کتابت ادا کرے اور قاضی کی طرف سے یہ حکم ہوگا کہ وہ غلام مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا ہے اور اس کی اولاد وارث ہوگی اور وصی کو عروض کے فروخت کا اختیار ہے مگر عقار درہم و دینار فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے آزاد لڑکا مر گیا تو اس آزاد اولاد سے جو اولاد ہو وہ وارث نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔

اگر از قسم صدقات کچھ مال مکاتب نے مولیٰ کو ادا کیا پھر پورا بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو یہ صدقات مولیٰ کو حلال ہیں اور اگر مولیٰ کو ادا کرنے سے پہلے عاجز ہو رقیق ہو گیا تو یہ صدقات مولیٰ کو حلال ہیں اور اگر مولیٰ کو ادا کرنے سے پہلے عاجز ہو گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک یہ صدقات[1] مولیٰ کو حلال ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال نہیں ہیں مگر صحیح روایت یہ ہے کہ بالاجماع حلال ہیں یہ تبیین میں ہے۔ ایک غلام نے جنایت کی یعنی کسی کو قتل کیا پھر اس کے مالک نے اس کو مکاتب کر دیا حالانکہ مالک کو اس جنایت کی خبر نہیں ہے پھر وہ غلام عاجز ہوا تو مولیٰ اولیاء مقتول کو غلام دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اسی طرح اگر کسی مکاتب نے جنایت کی اور ہنوز اس کے حق میں کچھ حکم قاضی جاری نہیں ہوا تھا کہ وہ عاجز ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے کہ مولیٰ اس غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے اور اگر حالت کتابت میں قبل عاجز ہونے کے مکاتب پر دیت کی ڈگری ہو گئی پھر عاجز ہو گیا تو یہ مال اس پر قرضہ دیا جائے گا اور غلام اس کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور یہی دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ جامع صغیر میں ہے۔ اگر ایک مکاتب نے قتل عمد سے جس کا اس نے خود اقرار کر لیا تھا صلح کر لی مگر مال صلح ادا کرنے سے پہلے عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا تو حق مولیٰ میں یہ صلح فاسد ہوگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک فی الحال غلام اس کے مواخذہ میں گرفتار نہیں ہو سکتا ہے ہاں بعد آزاد ہونے کے بدل صلح کا اس سے مواخذہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک فی الحال مواخذہ ہوگا اور اگر کسی مکاتب نے اقرار کیا کہ میں نے اس آزاد عورت یا باندی یا لڑکی کے ساتھ اپنی انگلی سے افتضاض کیا یعنی اس کی پیشاب گاہ اور دبر کو چیر کر ایک کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ جرم کا اقرار ہے جب تک مکاتب ہے تب تک اس سے مواخذہ کیا جائے گا پھر جب عاجز ہو گیا تو اس سے مواخذہ نہ کیا جائے گا ایک مسلمان آدمی مرتد ہو گیا نعوذ باللہ منہ اور اس کا ایک غلام تھا اس کو اس کے بیٹے نے مکاتب کر دیا پھر مرتد قتل کیا گیا تو عقد کتابت باطل ہوگا ایک مکاتب مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تو اس کے بارہ میں توقف کیا جائے گا پس اگر مر گیا تو اس کے مال سے بدل کتابت ادا کر کے باقی اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اگر مسلمان ہو کر واپس آیا تو اس کا مال اس کے سپرد کیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ پر یا مولیٰ کے کسی مملوک محض پر کوئی جنایت کی تو یہ جنایت معتبر ہوگی ☆

اگر مکاتب کے غلام نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب کو حکم دیا جائے گا کہ اس غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دیت میں دے اور اگر اس کے غلام نے کسی شخص کو عمداً قتل کر ڈالا تو جیسا آزاد آدمی کو اپنی ملک میں اختیار ہوتا ہے ویسا ہی مکاتب کو اختیار ہے کہ اولیاء مقتول سے کسی قدر مال پر صلح کر لے تاکہ اس کا غلام اس کے پاس سالم بچ رہے اور مکاتب سے کچھ مواخذہ اس فعل کی بابت نہ

---

[1] قولہ صدقات غلام کو محتاج دیکھ کر لوگوں نے زکوٰۃ و خیرات دی اس نے لے کر مولیٰ کو عوض کتابت میں دی پھر غلام عاجز ہو گیا تو گویا یہ سب مولیٰ کا مال ہوا پھر کیا مولیٰ کو یہ خیرات حلال ہے یا نہیں۔

ہوگا اگرچہ پھر وہ عاجز ہو جائے اور اگر اس کی باندی نے خطا سے کوئی جنایت کی اور مکاتب نے اس باندی کو فروخت کیا یا اس کے ساتھ وطی کی اور اس سے اولاد ہوئی حالانکہ مکاتب اس کی جنایت سے آگاہ تھا تو مکاتب کے یہ افعال یوں قرار دیئے جائیں گے کہ اس نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا اور اس پر فدیہ واجب ہوگا اور اگر مکاتب کو اس کے کسی غلام نے عمداً قتل کیا تو غلام کا اپنے مالک کو عمداً قتل کرنا مثل غیر شخص کے عمداً قتل کرنے کے قرار دیا جائے گا یعنی اس پر قصاص واجب ہوگا جیسا کہ آزاد آدمی کو اس کے غلام کے قتل کرنے کی صورت میں غلام سے قصاص لیا جاتا ہے واضح ہو کہ اگر مکاتب عمداً مقتول ہوا تو اس کی تین صورتیں ہیں کہ اگر اس نے ادائے کتابت کے واسطے وافی مال نہ چھوڑا تو اس کا قصاص لینا اس کے مولیٰ کا حق واجب ہے اور اگر ادائے کتابت کے واسطے وافی مال چھوڑا اور سوائے مولیٰ کے اس کا کوئی دوسرا وارث بھی ہے تو قاتل پر قصاص واجب نہ ہوگا کیونکہ اشتباہ ہے کہ مستوفی قصاص کون شخص ہے اسی طرح اگر دونوں نے اتفاق کیا تو بھی ان کو استیفاء قصاص کا اختیار نہ ہوگا اور اگر سوائے مولیٰ کے اس کا کوئی وارث نہ ہو تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق قاتل پر مولیٰ کا قصاص واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ پر یا مولیٰ کے کسی مملوک محض پر کوئی جنایت کی تو یہ جنایت معتبر ہوگی اور ایسا ہی اگر مولیٰ نے اپنے مکاتب یا اس کے مملوک محض پر کوئی جنایت کی تو بھی اس کا اعتبار کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مکاتب نے شارع عام پر ایک کنواں کھودا اور اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا تو جو قیمت مکاتب کی کنواں کھودنے کے روز تھی وہ قیمت سعی کر کے ادا کرے ☆

اگر مکاتب کے غلام نے کچھ مال تلف کر دیا تو یہ مال اس کی گردن پر قرضہ رہے گا کہ اس کی وجہ سے فروخت کیا جائے گا اور اگر اس کے غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب آزاد ہو گیا تو مکاتب کو بعد آزادی کے وہی اختیار باقی رہے گا جو اس صورت میں ہوتا ہے یعنی یہ غلام دے دے یا اس کا فدیہ دے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو یہ اختیار اس کے مولیٰ کو حاصل ہو جائے گا اور اگر کوئی غلام اور اس کی بیوی دونوں ایک ہی کتابت میں مکاتب ہوں پھر اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوا اور اس کو مولیٰ نے مار ڈالا حالانکہ اس بچہ کی قیمت مال کتابت سے زیادہ تھی تو مولیٰ پر واجب ہوگا کہ یہ قیمت تین برس میں ادا کرے اور اگر مال کتابت ادا کرنے کا وقت درمیان میں آ گیا تو مکاتبوں سے مقاصہ کر کے عوض کر لے پھر مولیٰ پر واجب ہوگا کہ بڑھتی قیمت بچہ کی ماں کو ادا کرے اور ماں نے بچہ کے باپ کی طرف سے جو ادا کیا ہے اس کو واپس لے سکتی ہے اور اگر ادائے کتابت کا وقت درمیان میں نہ آیا تو مولیٰ اس بچہ کی قیمت اس کی ماں کو ادا کرے اور اگر وہ بچہ بھی ان دونوں کے ساتھ مکاتب ہو اور مولیٰ نے اس کو قتل کر ڈالا پھر قیمت ادا کرنے کا وقت آ گیا تو اس قیمت میں سے بقدر کتابت کے بدلا کر لے خواہ ادائے کتابت کا وقت آ گیا ہو یا نہ آیا ہو پھر مولیٰ بڑھتی قیمت اور ماں و باپ اپنا حصہ کتابت کا مال اس لڑکے کے وارثوں کو ادا کریں پھر یہ سب مال اس لڑکے کے وارثوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم فرائض کے موافق تقسیم ہوگا اور اس کے ماں و باپ بھی اس میں سے اپنا حصہ میراث پائیں گے اور اگر مکاتب نے خطا سے کوئی جرم قتل کیا تو اس کی قیمت اور جرمانہ میں سے جو کم ہو اس کے واسطے سعی کر کے ادا کرنے کا حکم کیا جائے گا پھر اگر ایک مرتبہ ایسے حکم ہو جانے کے بعد اس نے دوسرا جرم کیا تو دوبارہ بھی یہ حکم ہوگا کہ اس کی قیمت اور جرمانہ میں سے جو کم ہے اس کو سعی کر کے ادا کرے اور اگر پہلے مرتبہ کے جرم کی بابت حکم ہونے سے پہلے اس نے دوسرا جرم کیا تو ہمارے نزدیک فقط ایک ہی قیمت اس پر ادا کرنی واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے شارع عام پر ایک کنواں کھودا اور اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا تو جو قیمت مکاتب کی کنواں کھودنے کے روز تھی وہ قیمت سعی کر کے ادا کرے پھر اگر اس میں کوئی دوسرا شخص گر کر مر گیا تو مکاتب پر ایک قیمت سے زیادہ ادا کرنے کا حکم نہ ہوگا خواہ حاکم نے پہلے

جرم کی بابت حکم کر دیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بدائع میں ہے۔

اگر مکاتب کے مکان وغیرہ کی جھکی ہوئی دیوار جس پر گواہ ہو چکے ہوں کسی شخص پر گر گئی اور وہ مر گیا تو مکاتب پر واجب ہو گا کہ سعی کر کے اپنی قیمت ادا کرے اور اگر مکاتب کے گھر میں کوئی شخص مقتول پایا گیا ہے تو جس روز وہ شخص مقتول پایا گیا ہے اس روز جو کچھ مکاتب کی قیمت اندازہ کی جائے وہ قیمت مکاتب کو ادا کرنی واجب ہو گی لیکن اگر مکاتب کی قیمت مقدار دیت سے زائد ہو تو ایسی صورت میں دیت دس درہم کم کر دیئے جائیں گے اور اگر مکاتب نے کوئی جرم کیا پھر ادائے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو دیکھا جائے کہ اگر عاجز ہونے سے پہلے اس کے واسطے یہ حکم ہو چکا ہے کہ سعی کر کے جرمانہ ادا کرے تو یہ جرمانہ اس کی گردن پر قرضہ ہو گا کہ اس کی بابت فروخت کیا جائے گا اور اگر ایسا حکم نہیں ہوا ہے تو اس کے مولیٰ کو اختیار ہو گا کہ چاہے غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور اگر مکاتب پر کسی شخص نے جنایت کی تو اس شخص پر مملوک کی دیت واجب ہو گی اور اگر مکاتب نے عمداً کسی شخص کو قتل کیا تو اس پر قصاص واجب ہو گا اور اگر کسی شخص نے مکاتب کے فرزند یا غلام کو قتل کیا تو قاتل پر قصاص نہیں آتا ہے مگر قیمت واجب ہو گی کیونکہ ایجاب قصاص متعذر ہے اور یہ مال مکاتب کے واسطے اور کمائیوں کے مثل قرار دیا جائے گا اور اگر اس نے قاتل کو عفو کیا تو عفو باطل ہے اور اگر مولیٰ نے اپنے مکاتب کو خطا سے یا عمداً قتل کیا تو قصاص نہیں آتا ہے اور مکاتب کا اقرار جب تک مکاتب ہے تب تک جائز ہے اور جب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو اقراری مال اس کے سر سے درد ہو جائے گا خواہ اس اقرار پر حکم قاضی ہو چکا ہو یا نہ ہوا ہو اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور کتاب الجنایات میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جس اقرار پر حکم کا حکم ہو چکا ہے خاصۃً اس کا مواخذہ کیا جائے گا اور جس قدر مال مکاتب نے عاجز ہونے سے پہلے ادا کیا ہے وہ بالاجماع واپس نہیں لیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مکاتب کے ذمہ حدود و خالصہ یا غیر خالصہ کا جرم ثابت ہو تو مکاتب اس جرم میں ماخوذ ہو گا جیسے زنا یا چوری و شراب خواری و تہمت وغیرہ اس واسطے کہ جب محض مملوک ان جرموں کے سبب سے ماخوذ ہوتا ہے تو مکاتب بدرجہ اولیٰ ماخوذ ہو گا اور اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ کی چیز چرائی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اسی طرح مولیٰ کے فرزند یا بیوی یا مولیٰ کے کسی ذی رحم محرم کی چیز چرانے سے بھی اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر ان لوگوں میں سے کسی شخص نے مکاتب کی چیز چرائی تو ان میں سے بھی کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر کسی اجنبی شخص نے مکاتب کی چیز چرائی تو مکاتب کی نالش پر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ بدائع میں ہے۔ اگر مکاتب نے زید کی چیز چرائی پھر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا اور اسی زید نے اس کو اس کے مالک سے خرید اتو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر مکاتب نے عمرو کی چیز چرائی حالانکہ عمرو کا اس پر قرضہ آتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا اور عمرو نے جس کا قرض آتا ہے اس نے اپنا قرضہ طلب کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ اس کے قرضہ کے واسطے یہ غلام فروخت کیا جائے حالانکہ مولیٰ نے اس کے فدیہ دینے سے انکار کیا تو قیاساً اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر زید کے ایک مکاتب نے زید کے دوسرے مکاتب کی چیز چرائی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا جیسا کہ زید کے چرانے میں حکم تھا اسی طرح اگر مکاتب نے ایسے مشترک غلام کی چیز جو مکاتب کے مولیٰ اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک تھا اور مکاتب کے مولیٰ نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تھا چرائی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ کے مضارب کے پاس سے مضاربت کے مال میں سے چرایا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اسی طرح اگر مکاتب نے کسی شخص کا مال چرایا حالانکہ مکاتب کے مولیٰ کا اس شخص پر اسی قدر قرض ہے جس قدر مکاتب نے چرایا ہے تو بھی مکاتب کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مکاتب کا مولیٰ مر گیا تو مکاتب سے کہا جائے گا کہ کتابت کا مال قسط وار اپنے مولیٰ کے وارثوں کو ادا کر دے پھر اگر ان

لوگوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا تو آزاد ہو جائے گا اور اس کے سر سے مال کتابت ساقط ہو جائے گا اور اگر ایک وارث نے آزاد کیا تو اس کا عتق نافذ نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر مکاتب ایک آزاد فرزند چھوڑ کر مر گیا پھر ایک شخص کچھ ودیعت لایا اور کہا کہ یہ ودیعت مکاتب کی ہے تو اس میں سے مال کتابت ادا کیا جائے گا پھر واضح ہو کہ اس شخص نے مکاتب کے واسطے ودیعت کا اقرار کیا یہ اقرار اس شخص کے حق میں صحیح ہے مگر مکاتب کی ولاء اپنی طرف کھینچ لے جانے کے حق میں اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور شیخ نے فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مولیٰ نے خود یوں اقرار کیا کہ میرے پاس یہ مال مکاتب کی ودیعت یا مال کتابت کے قدر مجھ پر مکاتب کا قرضہ آتا ہے یا میں نے اپنی کتابت کو مکاتب کی زندگی میں پھر پایا تو کیا اس صورت میں بچہ کی ولاء اپنی طرف لے جانے کے واسطے مولیٰ کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے یعنی نہیں ہوتی ہے پس ایسا ہی غیر شخص کا حال ہے اور اسی سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اگر مکاتب کے مر جانے کے بعد کسی شخص نے اس کی طرف سے قرضہ ادا کیا اور از راہ احسان ادا کیا تو مکاتب کے آزاد کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر مکاتب نے کوئی ام ولد چھوڑی اور اس کے ساتھ کوئی بچہ نہیں ہے تو مال کتابت کے واسطے فروخت کی جائے گی اور اگر اس کے ساتھ بچہ ہو تو جس میعاد پر کتابت ادا کرنا قرار پایا ہے اس میعاد تک سعی کر کے ادا کرے گی خواہ اس کا بچہ نابالغ ہو یا بالغ ہوا اور اگر مکاتب نے کچھ مال بھی چھوڑا تو ادائے کتابت میعاد مقررہ تک نہ رکھی جائے گی بلکہ اس کے ادا کرنے کا وقت فی الحال ہو جائے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ ام ولد کے ساتھ بچہ ہونے کی حالت میں جو حکم ہے وہی سب طرح نہ ہونے کی حالت میں بھی ہے کہ میعاد مقررہ تک سعی کر کے ادا کرے گی اور اگر حالت کتابت کے پیدا ہوئے دو فرزند چھوڑ کر مکاتب مر گیا حالانکہ اس پر کچھ قرضہ اور مال کتابت باقی ہے تو دونوں فرزند اس سب مال کے واسطے سعی کریں گے اور دونوں میں سے جس نے جو کچھ ادا کیا وہ دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور دونوں میں سے جس کو مولیٰ نے آزاد کیا وہ آزاد ہو جائے گا چنانچہ مکاتب کی زندگی میں بھی یہی حکم تھا اور دوسرے پر واجب ہوگا کہ تمام مال کتابت جو باپ پر باقی ہے سعی کر کے ادا کرے اور قرض خواہوں کو اختیار ہوگا کہ اپنے قرضہ کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہیں گرفتار کریں اور جولڑکا جو کچھ ادا کرے وہ دوسرے بھائی سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے دو غلام ایک ہی کتابت میں مکاتب کئے پھر ایک غلام عاجز ہوا اور مولیٰ نے خود ہی یا قاضی کے سامنے پیش کر کے اس کو رقیق کر لیا حالانکہ قاضی کو یہ بات نہیں معلوم ہے کہ اسی کتابت میں دوسرا غلام بھی اس کے ساتھ مکاتب ہے تو یہ تردید یعنی رقیق کر لینا صحیح نہیں ہے اور اگر ایک مکاتب حالت عجز میں مر گیا تو عقد کتابت فسخ نہ ہوگا اور اگر یہ غلام جو بسبب عاجز ہونے کے رقیق کیا گیا ہے کہیں غائب ہو گیا اور دوسرا آیا اور اس سے مولیٰ نے ایک قسط یا دو قسطوں کے واسطے سعی کرائی اور وہ عاجز ہوا اور مولیٰ نے چاہا کہ اس کو رقیق کر دے یا قاضی کے حکم سے رقیق کرائے تو یہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر دو شخصوں نے ایک غلام کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا پھر ایک مولیٰ غائب ہو گیا اور دوسرا مولیٰ مکاتب کو قاضی کے سامنے لایا کہ اس کو رقیق کر دے حالانکہ وہ عاجز ہوا تھا تو قاضی اس کو رقیق نہ کرے گا تاوقتیکہ دونوں مولیٰ ایک ساتھ جمع نہ ہوں اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کا علیحدہ ایک ایک غلام ہے اور دونوں نے دونوں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا پھر ایک غلام عاجز ہو گیا تو اس کے مولیٰ کو فسخ کتابت کا اختیار ہے اگرچہ دوسرے مکاتب کا مولیٰ غائب ہو یہ محیط میں ہے اور اگر ایک ہی شخص مولیٰ ہو مگر چند وارث چھوڑ کر مر گیا اور بعض وارثوں نے اس کو بحکم قاضی رقیق کر دیا تو صحیح ہے لیکن اگر بدوں حکم قاضی کے اس کو رقیق کیا تو صحیح نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب ہی حالت کتابت کے پیدا ہوئے دو فرزند چھوڑ کر مر گیا تو ایک فرزند کی غیبت میں مولیٰ کو دوسرے کے رقیق کر دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ یا غیر شخص سے کوئی غلام خریدا اور اس میں عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا حالانکہ اس نے کسی غیر شخص سے وہ غلام خریدا ہے اور مولیٰ نے اس میں عیب پایا تو بسبب عیب کے مولیٰ کو واپس کرنے کا اختیار ہے اگر مکاتب نے کوئی غلام خرید کر اپنے مولیٰ کے ہاتھ فروخت کیا پھر عاجز ہو گیا اور مولیٰ نے اس میں کوئی عیب پایا تو اپنے غلام کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ اپنے غلام کے بائع کو واپس دے سکتا ہے اسی طرح اگر بعد عاجز ہونے کے مکاتب مر گیا پھر مولیٰ نے اس میں عیب پایا تو بھی واپس نہیں کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کوئی مکاتب ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑ کر مر گیا پھر اس کو کسی شخص نے قذف[1] کیا تو اس کے قاذف کو حد نہ ماری جائے گی مکاتب نے اگر اپنے مولیٰ کی بیٹی سے نکاح کیا پھر مولیٰ مر گیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا پس اگر مکاتب اس کے بعد مر گیا اور ادائے کتابت کے لائق مال کافی چھوڑا تو نکاح باطل نہ ہوگا اور اگر اس قدر نہ چھوڑا تو باطل[2] ہو جائے گا پس اگر ایسی صورت اس لڑکی کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے واقع ہوئی تو عدت واجب نہ ہوگی اور نہ مہر واجب ہوگا اور اگر دخول کے بعد واقع ہوئی تو تین حیض کی عدت اور مہر واجب ہوگا اگرچہ اس لڑکی کے ساتھ دوسرا وارث موجود ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مکاتب کا غلام مر گیا تو اس پر جنازہ کی نماز پڑھانے کا مکاتب زیادہ حق دار ہے لیکن اگر مکاتب کے ساتھ مکاتب کا مولیٰ موجود ہو تو مکاتب کو چاہئے کہ اپنے مولیٰ کو نماز کے واسطے امام کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

نواں باب:

متفرقات کے بیان میں

مکاتب اپنے مولیٰ کے قرضہ کتابت کے واسطے قید نہ ہوگا اور ماسوائے قرضہ کتابت کے دوسرے قرضہ کے واسطے مقید ہونے میں دو قول[3] ہیں یہ سراجیہ میں ہے یتیمیہ میں لکھا ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر اپنے بائع سے کہا کہ تو اس کو بیس دینار پر مکاتب کر چکا تھا اس نے انکار کیا پس آیا یہ غلام مشتری کی طرف سے مکاتب ہو جائے گا یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک کافر غلام ایک مسلمان اور ایک ذمی کے درمیان مشترک تھا پھر ذمی نے اپنا حصہ اپنے شریک کی اجازت سے شراب کے معاوضہ پر مکاتب کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ کتابت جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور نصرانی نے جو چیز اس سے لی ہے یعنی شراب اس کی ضمان مسلمان کو نہ دے گا خواہ مسلمان کی اجازت سے اس نے مکاتب کیا ہو بلا اجازت مکاتب کیا ہو اور اگر دونوں نے اس کو شراب پر ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا تو دونوں میں سے کسی کے حصہ کی کتابت صحیح نہیں ہے اور اگر غلام نے دونوں کو شراب ادا کر دی تو آزاد ہو جائے گا کیونکہ شرط پائی گئی اور اس پر واجب ہوگا کہ ذمی کو اس کے حصہ کی نصف شراب اور مسلمان کو اپنی ذات کی نصف قیمت ادا کرے اور اگر دو ذمیوں نے اپنے غلام کو شراب پر مکاتب کیا پھر ایک مسلمان ہو گیا تو دونوں کو اس کے مسلمان ہونے کے روز کی شراب کی قیمت چاہئے ہوگی پھر اگر ایک نے اپنا حصہ قیمت وصول کیا تو حصہ مقبوضہ دونوں میں مشترک ہوگا جیسا کہ مسلمان ہونے سے پہلے دونوں میں سے کسی کے اپنا حصہ شراب وصول کرنے کی صورت میں حکم تھا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنا فقط نصف غلام مکاتب کیا تو فقط نصف غلام مکاتب ہو جائے گا پھر اگر غلام نے شہر سے باہر جانا چاہا تو اس

---

[1] قولہ قذف یعنی زنا کی تہمت لگائی۔ [2] قولہ باطل ہو جائے گا کیونکہ اب ظاہر ہوا کہ وہ اس لڑکی کا مملوک تھا نہ آزاد تو نکاح باطل ہے پس میراث وغیرہ جاری نہ ہوگی۔ [3] قولہ دو قول ایک یہ کہ ولی قید کرا سکتا ہے دوم یہ کہ نہیں۔

کو منع نہیں کر سکتا ہے اور اگر چاہا کہ ایک روز اس سے خدمت لے اور ایک روز اس کو خالی چھوڑ دے تو قیاساً اس کو اختیار ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ اس سے کچھ تعرض نہیں کر سکتا ہے یہاں تک کہ وہ مال ادا کرے یا عاجز ہو جائے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے آدھی باندی مکاتب کر دی پھر اس باندی نے قرضہ لیا تو تمام قرضہ کے واسطے سعی کرے گی پھر اگر وہ ادائے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق ہو گئی تو تمام قرضہ اس کی تمام گردن پر رکھا جائے گا یعنی فقط نصف باندی اس قرضہ کے استحقاق میں ماخوذ نہ ہو گی بلکہ کل باندی ماخوذ ہو گی اور فروخت کی جائے گی اسی طرح اگر دو شخصوں میں ایک باندی مشترک ہو اور ایک شریک نے دوسرے کی اجازت سے اس کو مکاتب کیا پھر اس نے قرضہ لیا پھر عاجز ہو گئی تو یہ قرضہ اس کی پوری گردن پر ہو گا کہ اس کی وجہ سے فروخت کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ نوادر ابراہیم میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو کا غلام بدوں حکم عمرو کے ہزار درہم پر مکاتب کیا پھر پانچ سو درہم اس میں سے کم کر دیئے پھر مولیٰ کو خبر پہنچی اور اس نے اجازت دے دی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کی کتابت پانچ سو درہم پر ہو گی اور اگر زید نے اس کو یہ ہزار درہم ہبہ[1] کیے ہوں پھر مولیٰ کو خبر پہنچی اور اس نے اجازت دے دی ہو تو ہبہ باطل ہے اور ہزار درہم پر کتابت صحیح رہے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ مجھے تین روز تک اختیار ہے پھر وہ باندی اس مدت خیار میں بچہ جنی اور مر گئی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا خیار و عقد کتابت باقی رہے گا اور اس کو اجازت دینے کا اختیار ہو گا اور اگر اس نے اجازت دے دی تو اس کا بیٹا اپنی ماں کے اقساط کتابت ادا کرنے میں سعی کرے گا اور جب سب ادا کر دے تو یہ حکم ہو گا کہ اس کی ماں اپنی زندگی کے آخر جزو میں آزاد ہو کر مری ہے اور اس کا یہ بچہ آزاد ہو گیا ہے اور یہ حکم استحسان ہے کذا فی الکافی۔

دو غلام ایک ہی کتابت میں مکاتب کرنا ☆

اگر اپنے غلام کو اس کی ذات و اس کی نابالغ اولاد پر بادائے کتابت آزاد ہونے پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ تین روز مجھے اختیار ہے پھر بعضی اولاد مر گئی پھر مولیٰ نے کتابت کی اجازت دے دی تو بدل میں سے کچھ کم نہ ہو گا اسی طرح اگر اپنے دو غلاموں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اس شرط سے کہ مجھے اختیار ہے پھر مدت خیار میں ایک غلام مر گیا پھر اس نے عقد کتابت کی اجازت دی تو جائز ہے اور بدل کتابت میں سے کچھ کم نہ ہو گا اور اگر اپنی باندی کو باندی کی شرط خیار پر مکاتب کیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اس کے بچہ کو آزاد کر دیا تو وہ باندی اپنے خیار پر باقی رہے گی اور اگر اس نے اجازت دے دی تو عقد کتابت نافذ ہو گا لیکن بدل کتابت میں سے کچھ کم نہ ہو گا اور اگر اس صورت میں خیار مولیٰ کا ہو اور اس نے باندی کو آزاد کر دیا تو اس کے ساتھ بچہ آزاد نہ ہو گا بخلاف اس کے اگر خیار باندی کا ہو اور مولیٰ نے باندی کو آزاد کر دیا تو اس کے ساتھ اس کا بچہ آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ دو غلام ایک ہی کتابت میں مکاتب کئے گئے ان دونوں نے ایک باندی خریدی اس کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے ایک ساتھ اس کے نسب کا دعویٰ کیا پھر دونوں ادائے کتابت کے لائق کافی مال چھوڑ کر ایک ساتھ مر گئے یا آگے پیچھے مرے اور دونوں کا مال کتابت ادا کیا گیا تو وہ لڑکا دونوں کا وارث ہو گا اور اگر دونوں کا عقد کتابت متفرق ہو اور ایک[2] ساتھ مال کتابت ادا کیا گیا تو دونوں میں سے کسی کا وارث نہ ہو گا ایک مجہول النسب نے اپنا غلام مکاتب کیا اور مکاتب نے ایک باندی خرید کر اس کو مکاتب کیا پھر مجہول النسب نے اپنی ذات پر اقرار کیا کہ میں اس باندی مکاتبہ کا مکاتب مملوک ہوں اور اس مکاتبہ نے اس کے قول کی تصدیق کی تو اس کا اقرار صحیح ہے اور یہ مجہول النسب مع اپنے مکاتب کے اس مکاتبہ کی ملک ہوا اور ان دونوں کی کتابت باقی رہی اور ہر ایک کا آزاد ہونا اپنے مولیٰ کو مال کتابت ادا

---

[1] قولہ یعنی مال کتابت کے ہزار درہم۔ [2] قولہ ایک ساتھ ورنہ جس کی کتابت پہلے ادا ہو اس کا بیٹا اور وارث ہو جائے گا۔

کرنے پر رہا پس اگر دونوں نے ایک ساتھ ادا کیا یا دونوں کا وقت ادا ایک ساتھ آیا اور بدلا واقع ہوا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور کسی کو دوسرے کی ولاء نہ ملے گی اور اگر کسی نے پہلے ادا کیا تو اس کو دوسرے کی ولاء ملے گی اور اس پر دوسرے کی ولاء کا حق نہ ہوگا اور اگر دونوں ساتھ ہی عاجز ہو گئے تو وہ مکاتبہ باندی آزاد ہو کر دونوں کی مالک ہوگی اور اگر کوئی پہلے عاجز ہوا تو دوسرا آزاد ہو کر دونوں کا مالک ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اگر ایک شخص اپنے مکاتب سے مال کتابت بغیر وصول کئے چھوڑ کر مر گیا اور اس کے وارثوں میں مرد وعورت موجود ہیں پھر اس کا مکاتب ادائے کتابت کے لائق مال کافی چھوڑ کر مر گیا تو اس مال سے پہلے اس کی کتابت ادا کی جائے گی اور یہ مال اس کے تمام وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا پھر جو مال بعد ادائے کتابت کے باقی رہا وہ مولیٰ کے فقط مذکر وارثوں میں تقسیم ہوگا بشرطیکہ سوائے وارثان مولیٰ کے مکاتب کا کوئی وارث موجود نہ ہو اسی طرح اگر مکاتب پہلے نہیں مرا بلکہ ان وارثان مولیٰ کو مال کتابت ادا کر کے مرایا انہوں نے مکاتب کو کتابت کا مال ہبہ کر دیا یا اس کو آزاد کر دیا پھر مکاتب مر گیا تو ایسی صورت میں بھی اس کی میراث وارثان مولیٰ میں سے فقط مذکروں کو ملے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے زید کے مکاتب کی باندی کے بچہ ہوا اور یہ باندی مکاتب کی ملک میں حاملہ ہوئی ہے اور زید نے اس کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور مکاتب نے اس کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا چنانچہ کسی اجنبی کی باندی کے بچہ کا اس طرح دعویٰ کرنے اور اجنبی کی تصدیق کرنے میں یہی حکم تھا اور مولیٰ پر باندی کا عقر اور بچہ کی قیمت واجب ہوگی پس وہ بچہ بقیمت آزاد اور مولیٰ سے ثابت النسب ہوگا مگر اس کی ماں مولیٰ کی ام ولد نہ ہو جائے گی اور اگر مکاتب نے مولیٰ کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر مولیٰ کبھی اس کا مالک ہو گیا تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ موجب موجود اور مانع یعنی حق مکاتب معدوم ہو گیا اور مولیٰ کو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ قال المترجم۔ وهنا اوراج عبارة فی النسخة قال وقدا درجنا هكما وجدنا وهي اور اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ کی بیوی کو خرید کیا تو اس کا نکاح باقی رہا فهذا يقتضي تاويلا ولكن لم تخالف الاصل فی الابتداء مبثل ذلك فكذالك فی الانتهاء لاحيه فافهم اور اگر مکاتب کے مالک ہونے سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا پس اگر مکاتب نے دعویٰ مولیٰ کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہ ہوگا اور نہ عقر واجب ہوگا ایسے ہی اگر مکاتب نے کوئی غلام خرید ا اور مولیٰ نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور مکاتب نے اس کی تصدیق کی تو نسب ثابت مگر آزاد نہ ہوگا۔

مکاتبہ کے نکاح میں شبہ اور تصدیق شبہ کا طریق کار ☆

مکاتب کی مکاتبہ باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اس کے مولیٰ نے اس باندی کے حمل کا بعد مکاتبہ ہونے کے دعویٰ کیا پس اگر اس مکاتبہ نے مولیٰ کی تصدیق کی تو بچہ کا نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا اور اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ بحکم نکاح فاسد اس سے بچہ پیدا ہوا ہے اور قبل مکاتبہ کے عاجز ہونے کے بچہ آزاد نہ ہوگا اور بعد عاجز ہونے کے جو قیمت عاجز ہونے کے روز تھی اس قیمت پر آزاد ہوگا خواہ مکاتب مولیٰ کے دعویٰ کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور اگر مکاتبہ وقت کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور مکاتب کے مولیٰ نے دعویٰ کیا اور مکاتب نے تصدیق کی تو روز پیدائش کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اس کا عقر مکاتب کو ملے گا اور اگر مکاتبہ نے مولیٰ کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا اگرچہ مکاتب تصدیق کرے لیکن اگر بچہ نے بعد بلوغ کے مولیٰ کی تصدیق کی یا باوجود تصدیق مکاتب کے وہ باندی مکاتبہ ادائے کتابت سے عاجز ہوگئی تو نسب ثابت ہوگا ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا اور خود مال ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر اس کی مکاتبہ وقت کتابت سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی اور مولیٰ نے اس کا دعویٰ کیا اور مکاتب نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور روز ولادت کی قیمت پر بچہ آزاد ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو بچہ آزاد نہ ہوگا کیونکہ غرور نہیں پایا جاتا ہے

لیکن اگر وہ مکاتبہ عاجز ہو جائے تو اس صورت میں بقیمت وہ بچہ آزاد ہوگا اور اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ میں مکاتبہ بچہ جنی اور چھ مہینے سے کم میں مکاتب آزاد ہوا تو اس کا حکم وہی ہے جو مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے بچہ پیدا ہونے کا حکم تھا اور اگر مکاتب کے آزاد ہونے سے چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے زعم کیا کہ بعد آزادی کے وطی واقع ہونے سے بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اگرچہ مکاتب اس کے قول کی تصدیق کرے اور مولیٰ اس کا زانی قرار دیا جائے گا کیونکہ حق الملک موجود نہیں ہے اور نہ تاویل ہو سکتی ہے پس مثل اجنبی کے ہو گیا اور اگر مولیٰ نے اقرار کیا کہ میں نے اس مکاتبہ سے بعد آزادی مکاتب کے نکاح کیا ہے پس اگر مکاتبہ نے اس کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہ ہوگا کیونکہ نکاح میں شبہہ ہے اور وہ بچہ اپنی ماں کی تبعیت میں مکاتب ہوگا پھر اگر اس کی ماں عاجز ہو گئی تو دونوں رقیق قرار دیئے جائیں گے اور اگر مکاتبہ نے مولیٰ کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا لیکن اگر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی حالانکہ مکاتب تصدیق کرتا ہے تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے زعم کیا کہ مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے باندی سے وطی واقع ہونے سے بچہ پیدا ہوا ہے پس اگر دونوں نے اس کی تصدیق کی تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہ ہوگا اور اگر مکاتبہ عاجز ہو گئی تو مولیٰ اس بچہ کو بقیمت آزاد کر کے لے لے گا اور اگر اس مکاتبہ نے مال ادا کیا تو خود مع بچہ کے آزاد ہو جائے گی۔

ایک مکاتب وایک آزاد کے درمیان ایک مشترکہ باندی کا مسئلہ ☆

اسی طرح اگر مکاتبہ نے تصدیق اور مکاتب آزاد نے تکذیب کی تو نسب ثابت اور بچہ رقیق ہوگا اگرچہ وہ مکاتبہ عاجز ہو جائے اگر مکاتب آزاد نے مولیٰ کی تصدیق کی کہ مکاتبہ کے ساتھ اس کی وطی میرے آزاد ہونے سے پہلے واقع ہوئی ہے مگر مکاتبہ نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر مکاتبہ کے عاجز ہو جانے کے بعد ثابت ہو جائے گا اور اس کے عاجز ہونے کے دن کی قیمت پر آزاد ہوگا اور وہ مکاتب کی باندی ہو جائے گی مکاتب کی مکاتبہ ایک باندی کی مالک ہوئی اور اس باندی سے بچہ ہوا اور مکاتب کے مولیٰ نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور مکاتبہ نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہ ہوگا پھر اگر مکاتبہ عاجز ہو گئی درصورتیکہ اس مکاتبہ کی باندی وقت ملک سے چھ مہینے میں بچہ جنی ہے تو وہ بچہ عاجز ہونے کے روز کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی ہے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مکاتب اپنی مکاتبہ کے عاجز ہونے سے پہلے آزاد ہو گیا یا وفاء کتابت کے لائق کافی مال چھوڑ کر مر گیا اور کتابت ادا کر دی گئی پھر اس کی مکاتبہ عاجز ہوئی تو اس صورت میں وہی حکم ہے جو ہم نے درصورت عدم آزادی مکاتب کے ذکر کیا ہے اور اگر وہ باندی مکاتبہ کی ملک میں آنے سے چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو بچہ آزاد ہوگا ورنہ آزاد نہ ہوگا اور اگر مکاتبہ سے پہلے مکاتب عاجز ہو گیا یا حالت عجز میں مر گیا یعنی ادائے کتابت کے لائق مال نہ چھوڑا تو مولیٰ کا دعویٰ نسب مثل اپنی باندی کے بچہ کے دعویٰ نسب کے ہے اور اس کا حکم گزر چکا ہے کذافی الکافی۔ ایک مکاتب وایک آزاد کے درمیان ایک باندی مشترک تھی اس کے بچہ ہوا اور مکاتب نے نسب کا دعویٰ کیا تو وہ بچہ اس کا فرزند اور باندی اس کی ام ولد قرار دی جائے گی اور اس کا نصف عقر مولیٰ کو اور نصف قیمت آزاد کو ضمان دے گا اور یہ قیمت اس روز کی قیمت کے حساب سے دے گا جس دن وہ باندی مشترکہ مکاتب سے حاملہ ہوئی ہے اور بچہ کی قیمت کچھ نہیں دے گا پھر اگر بعد ضمان دینے کے وہ مکاتب عاجز ہو گیا تو یہ باندی اور اس کا بچہ دونوں مولیٰ کے مملوک ہو جائیں گے اور اگر آزاد سے کچھ خصومت نہ واقع ہوئی اور نہ ضمان دی یہاں تک کہ مکاتب عاجز ہو گیا تو آدھی باندی اور آدھا بچہ اس کے آزاد شریک کا ہوگا مگر اس پر آدھا عقر واجب ہوگا اور اگر آزاد و مکاتب کے درمیان مکاتبہ باندی ہو اور مکاتب نے اس کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو جائز ہے اور وہ مکاتبہ مختار ہوگی کہ چاہے عقد کتابت پورا کر دے اور مکاتب سے اپنے ساتھ وطی کرنے کا عقر لے لے یا اپنے تئیں عاجز

کرے اور مکاتب اپنے شریک آزاد کو اس کی نصف قیمت و نصف عقر دے گا اور اگر دونوں نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس آزاد کا دعویٰ صحیح رکھا جائے گا پھر اگر باندی مکاتبہ نے اختیار کیا کہ عقد کتابت پورا کرے پھر وہ آزاد مر گیا تو اس کے ذمہ سے آدھا بدل کتابت یعنی آزاد کا حصہ ساقط ہوگا اور باقی نصف یعنی حصہ مکاتب اور نصف قیمت میں سے جو کم ہو اس کو سعی کر کے ادا کرے گی اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آدھی قیمت کے واسطے سعی کرے گی اور اگر اس نے عاجز ہونا اختیار کیا پس اگر معتق تنگدست ہو تو اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کرے اور اگر خوش حال ہو تو اس کی نصف قیمت مکاتب کو ضمان دے گا پھر جس قدر اس نے ضمان دیا وہ اس باندی سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔

کیا ماں کے آزاد ہوتے ہی بچہ بھی آزاد ہو جائے گا؟

اگر مکاتب نے اس سے پہلے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر آزاد نے اس سے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر دونوں نے ایک ساتھ دونوں بچوں کا دعویٰ کیا اور سوائے ان دونوں کے قول کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے تو ہر ایک کو اس کا بچہ بلا قیمت دیا جائے اور ہر ایک شخص اس مکاتبہ کو اس کا عقر ادا کرے اور اس کو اختیار ہے چاہے عاجز ہو جائے یا کتابت پوری کرے پھر اگر اس نے عاجز ہونا اختیار کیا تو خاصۃً آزاد کی ام ولد قرار دی جائے گی اور وہ آزاد مکاتب کو اس کی نصف قیمت ادا کرے اور مکاتب کا بچہ مکاتب سے ثابت النسب ہوگا مگر مکاتب پر واجب ہوگا کہ آزاد کو اس بچہ کی نصف قیمت دے دے اور اگر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی اور اس کے ساتھ مکاتب بھی عاجز ہوا تو مکاتب والا بچہ مکاتب کے مولیٰ اور اس آزاد کے درمیان مشترک رقیق ہوگا اور اگر مکاتب نے آزاد کی وطی کے بعد وطی کی تو وہ باندی مکاتبہ آزاد کی ام ولد ہوگی اور مکاتب والا بچہ بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا کہ اس کا نسب مکاتب سے ثابت نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک استحساناً یہ حکم ہے کہ اس کا نسب مکاتب سے ثابت اور وہ آزاد کے نزدیک بمنزلہ[1] اپنی ماں کے ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور اس کا بیٹا آزاد ہے یا علیحدہ کتابت سے مکاتب ہے تو بدوں بیٹے کی تصدیق کے مکاتب کے نسب اس کی باندی کے بچہ سے ثابت نہ ہوگا پھر اگر مکاتب آزاد ہو کر کبھی[2] ایک روز بھی اس باندی و بچہ کا مالک ہوا تو یہ لڑکا اس سے ثابت النسب ہو جائے گا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر حالت کتابت میں مکاتب کے کوئی بیٹا ہوا یا مکاتب نے اس کو خرید کیا پھر اس بیٹے کی باندی سے بچہ ہوا اور مکاتب نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح ہے اور وہ باندی مکاتب کی ام ولد ہوگی اور مکاتب اس کے مہر و قیمت کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط کے باب ثبوت النسب میں ہے اور جو حمل پیٹ میں ہے اس کا مکاتب کرنا صحیح و جائز نہیں ہے اگر چہ ماں اس کی طرف سے قبول کرے اسی طرح اگر کوئی آزاد و متولی ہو کہ اس کی طرف سے عقد کتابت قبول کرے و ضامن ہو تو بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر مولیٰ نے یوں کہا کہ اے آزاد اگر تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو یہ جو پیٹ میں ہے آزاد ہے اس نے ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا بشرطیکہ چھ مہینے سے کم میں وضع حمل ہوتا کہ وقت تعلیق کے اس کے پیٹ میں ہونے کا یقین ہو پھر صاحب مال اپنا مال بھر لے گا اگر مکاتب نے کچھ ہبہ یا صدقہ کیا تو باطل ہے پھر اگر ادا کر کے آزاد ہو گیا تو ہبہ و صدقہ جس کو دیا تھا اس سے واپس کیا جائے گا اور اگر موہوب لہ یا متصدق علیہ نے تلف کر دیا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے ایسا مال تلف کیا جس میں اس کا کچھ حق نہ تھا پس حالت کتابت میں مکاتب اس سے وصول کر سکتا ہے اور بعد آزادی کے بھی مکاتب وصول کرے گا اور اگر عاجز ہو گیا تو مولیٰ بطریق اولیٰ اس سے وصول کرے کیونکہ مکاتب کی کمائی خالص مولیٰ کی ہوگی یہ مبسوط

[1] قولہ بمنزلہ یعنی اس کی ماں ام ولد ہے تو جب وہ آزاد ہوگی تو بچہ بھی آزاد ہوگا اور اس کو ایک حق آزاد حاصل ہو چکا ہے۔ [2] کبھی ایک روز کسی زمانے میں عمر بھر میں ایک ساعت ہی مالک ہو۔

میں ہے۔

امام محمدؒ نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے کہ دو مکاتبوں میں ایک باندی مشترک کے بچہ ہوا اور دونوں نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ دونوں کے ساتھ مکاتب ہوگا اور ان کی کتابت میں داخل ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے ہوگی کہ اس کی بیع مثل آزاد کی ام ولد کے ممتنع ہوگی پھر اگر ایک نے اپنا بدل کتابت ادا کر دیا تو شرط پائی جانے سے وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کے ساتھ اس کی تبعیت میں اس کا حصہ فرزند بھی آزاد ہوگا اور باقی دوسرے کا حصہ فرزند اس کے ساتھ مکاتب باقی رہے گا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور فرزند کی بابت ضمان نہ ہوگی مگر امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے قیاس کے موافق اگر ایک مکاتب نے اپنا بدل ادا کر دیا تو اس کے ساتھ اس کا حصہ فرزند اور باقی حصہ فرزند بھی آزاد ہو جائے گا اور بچہ کی بابت ضمان نہ آئے گی اور نہ بچہ پر سعایت واجب ہوگی اور کل باندی اس آزاد شدہ کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر واجب ہوگا کہ دوسرے مکاتب کو اس کے حصہ کی قیمت ادا کرے خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور اگر ایسا ہو کہ ایک مکاتب کے بدل کتابت ادا کرنے کے بعد دوسرا عاجز ہو جائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد شدہ کا حصہ فرزند اس کی تبعیت میں آزاد ہوگا اور تمام باندی آزاد شدہ کی ام ولد ہوگی اور آزاد شدہ پر واجب ہوگا کہ عاجز شدہ کے مولیٰ کو باندی کی نصف قیمت ادا کرے خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اس پر بچہ کی بابت کچھ ضمان لازم نہ آئے گی لیکن وہ بچہ عاجز شدہ کے مولیٰ کو نصف قیمت سعی کر کے ادا کرے گا اور اگر ایسا ہوا کہ ایک مکاتب کے بدل کتابت ادا کرنے کے بعد دوسرے مکاتب نے بھی اپنا بدل ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو یہ صورت امام محمدؒ نے ذکر نہیں فرمائی اور امام اعظمؒ کے قول کے موافق یہ حکم ہے کہ وہ بچہ دونوں مکاتبوں کی تبعیت میں آزاد ہوگا اور صاحبینؒ کے قول کے موافق ایک کے ادا کرنے وقت تمام بچہ اس کے ساتھ آزاد ہو جائے گا بسبب اس کے کہ اعتاق متجزی نہیں ہوتا ہے اور ضمان یا سعایت لازم نہ آئے گی اور تمام باندی اسی کی ام ولد ہو جائے گی اور پھر دوسرے کے ادا کرنے کے بعد یہ حکم متغیر نہ ہوگا اور اگر دونوں نے کچھ ادا نہ کیا یہاں تک کہ ایک عاجز ہو گیا تو صاحبینؒ کے نزدیک جو مکاتب عاجز نہیں ہوا ہے اس کے ساتھ وہ بچہ مکاتب رہے گا اور دونوں کا فرزند رہے گا جیسا کہ سابق میں تھا اور جو مکاتب عاجز نہیں ہوا ہے وہ عاجز شدہ کے مولیٰ کو بچہ کی نصف قیمت دے گا خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اس صورت میں امام محمدؒ نے اس کی ماں یعنی باندی کا کچھ حکم ذکر نہیں فرمایا اور صاحبینؒ کے قول کے موافق چاہئے کہ جو عاجز نہیں ہوا ہے اس کی ام ولد ہو جائے اور امام اعظمؒ کے قول پر چاہئے کہ جو عاجز نہیں ہوا ہے اس کے ساتھ آدھا بچہ مکاتب رہے اور آدھا مکاتب عاجز شدہ کے مولیٰ کا رقیق مملوک ہو جائے اب رہا حکم باندی کا سو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول پر جو عاجز نہیں ہوا ہے پوری باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی۔

مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا ☆

علی رازی وکرخی نے ذکر فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول پر واجب ہے کہ آدھی باندی مکاتب غیر عاجز کی ام ولد اور آدھی مکاتب عاجز شدہ کے مولیٰ کی مملوکہ رقیقہ ہو جائے اور اگر دونوں میں سے نہ کسی نے ادا کیا اور نہ عاجز ہوا لیکن ایک مکاتب ادائے کتابت سے زائد دائی مال چھوڑ کر مر گیا تو اس کا مولیٰ اس کے ترکہ میں سے اپنا بدل کتابت وصول کرے گا اور قاضی یہ حکم دے گا کہ یہ مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا ہے پھر امام اعظمؒ کے نزدیک آدھا فرزند اپنے باپ کی تبعیت میں آزاد ہوگا اور باقی آدھا دوسرے باپ کی تبعیت میں مکاتب رہے گا پھر اگر دوسرے نے مال ادا کر دیا تو پورا فرزند آزاد ہو جائے گا اور پہلے[1] باپ کا وارث نہ ہوگا یہ امام

[1] یعنی پہلے ازادشدہ کا وارث نہ ہوگا کیونکہ وہ ابھی تک رقیق کا داغ رکھتا تھا اور رقیت سے میراث نہیں ملتی ہے۔

اعظمؒ کے نزدیک ہے اور اگر دوسرے نے ادا نہ کیا بلکہ عاجز ہو گیا تو یہ فرزند اپنی نصف قیمت سعایت کر کے عاجز شدہ کے مولیٰ کو دے گا اور بعد دینے کے اس کی آزادی کا حکم دیا جائے گا اب رہی باندی سو اس کی نسبت یہ حکم ہے کہ نصف باندی اس مکاتب کی جس نے ادائے کتابت کے لائق مال وانی مع زائد چھوڑا ہے ام ولد ہو جائے گی یعنی اس کی حالت حیات وحریت میں اس کی ام ولد ہو گی یعنی آخر جزو اجزائے حیات میں ایسا ہو گا پس اس کے آزاد مرنے سے نصف باندی ام ولد بھی آزاد ہو جائے گی چنانچہ ام ولد مرد آزاد میں یہی حکم ہے رہا دوسرے مکاتب کا حصہ سو اس کا حصہ کنیز رقیق نہ رکھا جائے گا بلکہ وہ باندی مکاتب زندہ کو اپنی نصف قیمت سعی کر کے ادا کر دے پھر تمام باندی آزاد ہونے کا حکم ہو گا اور یہ سب قیاس قول امام اعظمؒ ہے اور بر قیاس قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ یہ حکم ہے کہ جب ہم نے یہ حکم دیا کہ مکاتب میت اپنی حیات کے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا ہے تو ہم یہ حکم دیں گے کہ پورا فرزند آزاد ہو گیا مگر ہاں جب دوسرا مکاتب ادا نہ کر سکے اور عاجز ہو جائے تب البتہ یہ بچہ اپنی نصف قیمت سعایت کر کے عاجز شدہ کے مولیٰ کو ادا کرے گا اور یہ فرزند مکاتب میت کے مال سے کچھ میراث نہ پائے گا یہ محیط میں ہے۔

زید و عمرو کے درمیان ایک باندی مشترک ہے اس کو زید نے تجارت کی اجازت دی اور اس نے کچھ قرض لیا پھر عمرو نے اپنا حصہ باجازت زید مکاتب کر دیا اور قرض خواہوں نے اس کتابت کی اجازت سے انکار کیا تو قرض خواہوں کو ایسا اختیار ہے اور اگر راضی ہو جائیں تو عقد کتابت جائز ہے اور اگر قرض خواہ حاضر نہ ہوئے یہاں تک کہ عمرو نے مال کتابت وصول کر لیا تو اس کا حصہ بہ سبب وجود شرط کے آزاد ہو جائے گا اور قرض خواہ لوگ عمرو سے آدھا اس مال کا جو اس نے وصول کیا ہے لے لیں گے کیونکہ عمرو نے باندی کی کمائی سے لیا ہے اور اس میں سے نصف کمائی زید کی ہے اور وہ ان کے قرضہ میں پھنسی ہوئی ہے پھر عمرو یہ مال جو اس نے قرض خواہوں کو دے دیا ہے اس مکاتبہ سے واپس لے گا ایک باندی جس کو تجارت کی اجازت ہے اس پر قرضہ ہے اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اس فرزند کو مکاتب کر دیا تو قرض خواہوں کو عقد کتابت رد کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ باندی ادائی قرض کے لائق مال نہ رکھتی ہو اور اگر باندی کی اتنی مالیت ہو کہ اس سے قرضہ ادا ہو سکتا ہے تو کتابت جائز ہو گی اور اگر مولیٰ نے اس فرزند کو آزاد کر دیا تو قرض خواہ مولیٰ سے اس کی قیمت کی ضمان لے سکتے ہیں بشرطیکہ فقط باندی کی قیمت ادائے قرض کے واسطے کافی نہ ہو پھر اگر مولیٰ تنگدست ہو تو قرض خواہ لوگ اس فرزند سے اس کی قیمت اور باقی قرض[1] میں سے جو کم ہو اس قدر کے واسطے سعی کرا سکتے ہیں اگر ایک شخص نے باندی کو مکاتب کیا اور اس پر قرضہ ہے اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور وہ بڑا ہوا اور اس نے خرید و فروخت کی اور اس کے ذمہ قرضہ ہو گیا پھر پہلے قرض خواہوں نے آ کر کتابت رد کر دی تو کتابت رد ہو جائے گی کیونکہ ان کا حق باندی کی مالیت میں ثابت ہے اور باندی اپنے قرضہ میں فروخت کی جائے گی اور فرزند خاصۃً اپنے قرض خواہوں کے قرضہ میں فروخت ہو گا اپنی ماں کے قرضہ میں فروخت نہ ہو گا اسی طرح اگر اس نے باندی کو مکاتب نہ کیا بلکہ فرزند کو تجارت کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنے دو غلام نابالغ کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور دونوں اس امر[2] کو سمجھتے ہیں تو دونوں اس باب میں بمنزلہ بالغوں کے قرار پائیں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی کتابت میں ہزار درہم پر مکاتب کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے بایں شرط کہ اگر دونوں نے ادا کر دیا تو دونوں آزاد اور اگر دونوں عاجز ہوئے تو دونوں رقیق کئے جائیں گے تو یہ عقد استحساناً جائز ہے پھر اگر ایک نے پورے ہزار درہم دے دیئے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے پھر جس نے ادا کیا ہے وہ

[1] یعنی باندی کی قیمت منہا کر کے جو باقی رہے۔ [2] اس کو یعنی کتابت کے معنی۔

دوسرے سے بقدر دوسرے کے حصہ کے اس سے واپس لے گا حتیٰ کہ اگر دونوں کی قیمت مساوی ہو تو نصف مال دوسرے سے واپس لے گا اسی طرح اگر ایک نے کچھ مال ادا کیا تو دوسرے سے اس کا نصف لے سکتا ہے خواہ یہ قلیل ہو کثیر ہو اور مولیٰ کو اختیار ہے کہ تمام مال کے واسطے دونوں میں جس کو چاہے گرفتار کرے اور اگر ایک مر گیا تو دوسرے زندہ کے ذمہ سے کچھ مال ساقط نہ ہوگا اور اگر اس نے تنہا ادا کر دیا تو دونوں کی آزادی کا حکم دیا جائے گا اور اگر مولیٰ نے ایک کو آزاد کر دیا تو اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور اگر دو باندیوں کو مکاتب کیا اور ایک کے بچہ پیدا ہوا اور اس بچہ کو مولیٰ نے آزاد کر دیا تو دونوں باندیوں کے ذمہ سے کچھ مال ساقط نہ ہوگا اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور دوسری یہ ہے کہ دونوں کو ہزار درہم پر ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور اس سے زیادہ کوئی شرط نہیں ٹھہرائی پس اس صورت میں اگر ایک نے اپنا حصہ مال ادا کیا تو آزاد ہو جائے گی اور تیسری یہ صورت ہے کہ مولیٰ نے باوجود کتابت کے یہ بھی کہا کہ اگر دونوں ادا کریں تو دونوں آزاد اور اگر دونوں عاجز ہوں تو دونوں رقیق کر دی جائیں گی مگر یہ ذکر نہ کیا کہ ہر ایک دوسرے کی کفیل ہے پس اس صورت میں جب تک کل مال مولیٰ کو نہ پہنچ جائے تب تک کوئی آزاد نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مولیٰ نے اقرار کیا کہ میں نے مکاتب سے تمام بدل کتابت بھر پایا ہے تو مکاتب اور اس کی اولاد آزاد ہو جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک شخص نے اپنے غلام اور اس کی[1] بیوی کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کر دیا اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اور وہ قتل کیا گیا تو اس کی قیمت ماں کو ملے گی نہ باپ کو اور اگر مولیٰ نے اس کو قتل کیا تو اس پر قیمت واجب ہوگی اور مال کتابت میں معاوضہ ہو جائے گی بشرطیکہ ادائے کتابت کا وقت آ گیا ہو یا نہ آیا ہو لیکن وہ باندی راضی[2] ہو گئی ہو پھر وہ باندی اپنے خاوند مکاتب سے وقت ادائے کتابت پر بقدر اس کے حصہ کے واپس لے گی اور اگر فرزند کی قیمت میں مال کتابت سے زیادتی ہو تو یہ زیادتی اور جو کچھ فرزند نے ذاتی مال چھوڑا ہو سب اس کی ماں کو ملے گا باپ کو نہ ملے گا اسی طرح اگر باندی کے لڑکی پیدا ہوئی اور بالغ ہو کر ایک لڑکی جنی اور یہ لڑکی قتل کی گئی تو اس کی قیمت اس کی نانی کو ملے گی اس کی کتابت میں داخل ہوگی اور اگر نانی مر گئی اور دونوں بیٹی و نواسی اور شوہر باقی رہا تو بیٹی و نواسی پر وہی سعایت جو نانی پر واجب تھی واجب ہوگی اور اگر بیٹی یا نواسی نے ادا کیا تو دوسری سے کچھ واپس نہیں لے سکتی ہے لیکن نانی کے شوہر سے بقدر اس کے حصہ کے واپس لے گی جیسے اس کی نانی اپنی زندگی میں درصورت ادائے بدل کتابت کے واپس لے سکتی تھی پھر یہ حصہ اسی کو ملے گا جس نے ادا کیا ہے دوسری کو نہ ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مولیٰ نے مکاتب کو آزاد کر دیا تو آزاد ہوگا اور مال کتابت اس کے سر سے ساقط ہوگا اسی طرح اگر اس کو مال کتابت سے بری کیا یا ہبہ کر دیا تو آزاد ہو جائے گا خواہ اس نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ پھر اگر مکاتب نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو مال کتابت عود کرے گا مگر مکاتب آزاد رہے گا اس واسطے کہ قرضہ کا ہبہ رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے مگر عتق جب ثابت ہو جائے تو فسخ کا احتمال نہیں رکھتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اس شرط سے مکاتب کیا کہ میری خدمت کرے اور کچھ مدت مقرر نہ کی تو جائز نہیں ☆

اگر غلام کو ہزار درہم پر دو برس بعد کسی وقت خاص پر ادا کرنے کی شرط پر مکاتب کیا اور مکاتب نے قبل وقت کے ادا کرنا چاہا تو مولیٰ پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو قبول کرے اور اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ میری خدمت کرے اور کچھ مدت مقرر نہ کی تو جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک مہینہ خدمت کرنے پر مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً جائز نہیں ہے اسی طرح اگر اس طور

---

[1] یہ ایسی صورت میں ہے کہ غلام کی بیوی مولیٰ کی باندی ہو۔ [2] راضی ہو گئی کہ وقت پر بدلا ہو جائے۔

سے مکاتب کیا کہ میرے واسطے ایک کنواں کھود ے اور کنوئیں کا طول وعرض و مقام بتلا دیا یا میرے واسطے ایک مکان تیار کر دے اور اس کی اینٹیں اور گچ اور جو چیزیں اس کی عمارت میں چاہئے ہیں دکھلا دے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو ہم نے خدمت کی صورت میں بیان کیا اور اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ ایک شخص کی ایک مہینہ تک خدمت کر دے تو قیاساً جائز ہے یہ مبسوط میں ہے امام اعظمؒ کے نزدیک کتابت متجزی[1] ہوتی ہے پس اگر نصف غلام مکاتب کیا تو جائز ہے اس کی آدھی کمائی مولیٰ کی اور آدھی خود اس کی ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر آدھی باندی مکاتب کی اور اس کے بچہ پیدا ہو کر کمائی کے لائق ہوا تو وہ بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا کہ اس کی آدھی کمائی مولیٰ کی اور آدھی کمائی اس کی ماں کی ہوگی پھر اگر اس کی ماں نے مال کتابت ادا کر دیا تو آدھی آزاد ہو جائے گی اور اس کے ساتھ آدھا فرزند بھی آزاد ہو جائے گا اور ہر ایک اپنی آدھی قیمت سعی کر کے مولیٰ کو ادا کر دے گا پھر اس کے بعد جو کچھ وہ فرزند کمائے وہ خود اسی کا ہوگا نہ اس کی ماں کا اور نہ مولیٰ کا اور اگر اس کی ماں نے کچھ ادا نہ کیا یہاں تک کہ مر گئی تو اس کا فرزند مال کتابت کے واسطے سعی کرے گا پس اگر سعی کر کے ادا کیا تو حکم دیا جائے گا کہ اس کی ماں آخر جزو حیات میں نصف آزاد ہو کر مری اور نصف فرزند بھی آزاد ہے جیسا کہ ماں کی زندگی میں ادا کرنے کا حکم تھا پھر اس کے بعد وہ فرزند اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کرے گا اپنی ماں کی نصف قیمت کے واسطے سعایت نہ کرے گا اور اگر غلام کو قسط وار مال معین ادا کرنے پر مکاتب کیا پھر اس سے اس طور پر صلح کی کہ اس میں سے تھوڑا مال دے دے اور باقی ساقط کیا تو جائز ہے اور اگر مقدار صلح پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ افتراق از عین بدیں ہے اور اگر کسی عرض[2] وغیرہ پر بمیعاد ادا کرنے پر صلح کی تو جائز نہیں ہے کیونکہ افتراق از دین بدین لازم آتا ہے اور اگر ہزار درہم قسط وار ادا کرنے پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ ہر قسط کے ساتھ مجھے ایک کپڑا دے جس کی جنس بیان کر دی یا ہر قسط کے ساتھ مجھے دس درہم دے تو یہ بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اصل میعاد اور مقدار میعاد میں اتفاق کیا مگر قسط میں اختلاف ہوا ☆

اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مکاتب و مولیٰ میں اختلاف ہوا مثلاً مکاتب نے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درہم پر مکاتب کیا اور مولیٰ نے کہا کہ میں نے دو ہزار درہم پر تجھے مکاتب کیا ہے یا جنس مال میں اختلاف کیا مثلاً درہم و دینار میں تو امام اعظمؒ پہلے فرماتے تھے کہ دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے پھر امام نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ قسم سے غلام مکاتب کا قول مقبول ہوگا اور مولیٰ پر گواہ پیش کرنے واجب ہیں پس اگر قاضی نے قسم سے غلام کا قول قبول کر کے اس کے ذمہ ہزار درہم لازم کئے پھر مولیٰ نے اس امر کے گواہ دیئے کہ اس نے دو ہزار پر مکاتب کیا ہے تو مکاتب کے ذمہ دو ہزار درہم لازم ہوں گے کیونکہ گواہ قائم ہونے پر قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر مولیٰ نے گواہ قائم نہ کئے یہاں تک کہ غلام ہزار درہم دے کر بحکم قاضی آزاد ہو گیا پھر مولیٰ نے دو ہزار درہم پر مکاتب کرنے کے گواہ پیش کئے تو قیاساً جب تک دو ہزار پورے نہ ادا کرے تب تک آزاد نہ ہوگا اور استحساناً وہ آزاد ہے اس پر اور ایک ہزار درہم واجب الادا ہوں گے اور اگر ایک شخص نے غلام مکاتب کیا پھر معقود علیہ میں اختلاف ہوا کہ مکاتب نے کہا کہ تو نے مجھے میری جان و مال کو ہزار درہم پر مکاتب کیا اور مولیٰ نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے فقط تیری جان کو نہ مال کو ہزار درہم پر مکاتب کیا ہے تو بالاجماع مولیٰ کا قول مقبول ہوگا اور یہاں بالاجماع دونوں سے باہم قسم نہ لی جائے گی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مکاتب کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ میں نے تجھے مکاتب کیا اور جس دن مکاتب کیا اس

---

[1] متجزی یعنی ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ [2] عرض یعنی اسباب معین۔

دن یہ مال تیرے پاس موجود تھا اور یہ مال میرا ہے اور مکاتب نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ مال میں نے بعد کتابت کے پایا ہے تو مکاتب کا قول قبول ہوگا اور مولیٰ پر گواہ لانا واجب نہیں پھر اگر دونوں نے گواہ دیئے تو مولیٰ کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر اصل تقرر میعاد میں یا مقدار میعاد میں اختلاف کیا تو مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور اگر اصل میعاد اور مقدار میعاد میں اتفاق کیا مگر قسط میں اختلاف ہوا تو غلام کا قول قبول ہوگا اور اگر غلام نے دعویٰ کیا کہ مجھے اس نے ہزرار درہم پر مکاتب کیا اور ماہواری سو درہم ٹھہرائے ہیں اور مولیٰ نے کہا کہ نہیں ماہواری دوسو درہم ٹھہرائے ہیں تو مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور اگر مولیٰ و مکاتبہ میں بچہ کی باب اختلاف ہوا اور مکاتبہ نے کہا کہ میں بعد مکاتبہ ہونے کے یہ بچہ جنی ہوں اور مولیٰ نے کہا کہ قبل مکاتبہ ہونے کے تو یہ بچہ جنی ہے پس اگر وہ بچہ مولیٰ کے قبضہ میں ہو تو مولیٰ کا قول اور اگر مکاتبہ کے قبضہ میں ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ کب جنی ہے تو مکاتبہ کا قول قبول ہوگا دونوں صورتوں میں قبضہ کا اعتبار کر کے حکم ہوگا اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں یہ صورت ذکر نہیں فرمائی کہ اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو کیا حکم ہے اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مکاتبہ کے گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر فریقین (ہی) کے پاس گواہ ہوں تو گواہی کی کیا صورت ہوگی؟

اگر دونوں میں سے ایک نے عقد کتابت میں فساد واقع ہونے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر کا قول قبول ہوگا کیونکہ عقد پر ان کا اتفاق کرنا صحت عقد کے اسباب پر اتفاق ہے اور اگر دونوں نے گواہ دیئے تو مدعی فساد کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر ذمی نے اپنے مسلمان غلام کو مکاتب کیا پھر مقدار بدل میں اختلاف کیا اور ذمی نے نصرانی گواہ پیش کئے تو نامقبول ہوں گے ایک حربی امن لے کر دارالاسلام میں آیا اور ذمی غلام خرید کر مکاتب کیا پھر مقدار کتابت میں اختلاف کیا اور حربی نے اپنے ساتھ کے حربی لوگ جو امان لے کر آئے تھے گواہ دیئے تو غلام ذمی پر ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب کے کوئی فرزند اس کی باندی سے پیدا ہوا تو مکاتب کے ساتھ مکاتب ہوگا اور اس کی کمائی مکاتب کی ہوگی اسی طرح اگر مکاتبہ کے بچہ پیدا ہوا تو اس کی کتابت میں داخل ہوگا اور اگر یہ بچہ قتل کیا گیا تو اس کی قیمت ماں کو ملے گی باپ کو نہ ملے گی بخلاف اس کے اگر ماں و باپ نے قبول کتابت اپنی ذات سے اور اپنی اولاد نابالغ سے کیا پھر بچہ مقتول ہوا تو اس کی قیمت دونوں میں مشترک ہوگی فقط ماں کو نہ ملے گی یہ تبیین میں ہے۔

مکاتب کا باکرہ سے بدفعلی کرنا اُس پر حد واجب کرنے کا سبب بنتا ہے ☆

ایک مکاتب نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے ایک عورت سے جو اپنے تئیں آزاد قرار دیتی ہے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر وہ عورت مملوکہ ثابت ہو کر اس کے مستحق[1] کے پاس گئی تو اس عورت کی اولاد سب مملوک ہوں گی کہ ان کو بقیمت نہیں لے سکتا ہے اور ایسا ہی غلام ماذون بھی ہے اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ جامع صغیر میں ہے۔ اگر مکاتب نے ایک عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ وہ آزاد ہے پھر یہ ظاہر ہوا کہ باندی ہے اس کو اس کے مولیٰ نے نکاح کی اجازت نہیں دی ہے تو نکاح فاسد ہوگا اور بعد آزاد ہونے کے اس[2] سے عقر کا مواخذہ کیا جائے گا لیکن اگر باکرہ ہو اور مکاتب نے اس کی فرج و دبر کو چیر[3] کر ملا دیا تو فی الحال ماخوذ ہوگا کیونکہ یہ جرم کی ضمان ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر مکاتب نے کسی باکرہ سے جماع کیا کہ اس کا سوراخ فرج و

---

[1] مستحق یعنی یہ عورت اپنے مالک حقدار کو دی گئی۔ [2] اس سے یعنی مکاتب سے۔ [3] چیر کر یعنی وطی سے یہ حالت ہوگئی کہ فرج مقعد کی درمیانی جھلی پھٹ گئی۔

دبر ایک ہو گیا تو اس پر حد واجب ہو گی کیونکہ محض زنا پایا گیا اور مکاتب احکام شریعت بجالانے پر مامور ہے۔

مکاتبہ کا مطاوعت کرنے یا نہ کرنے کی صورتوں میں مسئلہ پر اس کا اثر ☆

اگر اس میں کچھ شبہ پیدا ہو گیا اور اس باکرہ نے اس کی مطاوعت[1] بھی نہیں کی تو مکاتب پر مہر واجب ہو گا لیکن اگر باکرہ نے مطاوعت کی ہو تو وہ خود ہی اپنے حق کی تاخیر کرنے پر راضی ہوئی پس آزاد ہو جانے تک تاخیر کی جائے گی اور مطاوعت نہ کرنے کی صورت میں اپنے حق کی تاخیر پر راضی نہ شمار کی جائے گی پس مکاتب کے ذمہ عقر[2] فی الحال لازم ہو گا جیسے اس کے ساتھ کچھ جرم کرنے کی صورت میں فی الحال جرمانہ کے واسطے ماخوذ ہوتا ہے اور اگر مکاتب نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا ہے اس نے تصدیق کی تو مکاتب پر فقط مہر واجب ہو گا مگر جب آزاد ہو جائے کیونکہ عورت نے اپنی تاخیر حق پر اقرار ثابت کیا کذا فی المبسوط۔

---

[1] مطاوعت: (مُ۔طا۔وَ۔عت) [ع۔ا۔مؤنث] اطاعت کرنا' فرمانبرداری کرنا۔ (حافظ)

[2] عقر: عقر کے لفظی معنی بانجھ پن کے ہیں۔ (حافظ)

کتاب الولاء

شرعی تعریف ☆

شرح میں ولاء ایسی قرابت کو کہتے ہیں جو بسبب عتق یا موالات کے حاصل ہو کذا فی غایۃ البیان۔

اقسام ولاء ☆

ولاء کی دو قسمیں ہیں ایک ولاء عتاقہ اور اس کو ولاء نعمہ کہتے ہیں دوسری ولاء موالاۃ کذا فی الہدایہ اور اس میں تین ابواب ہیں۔

باب اوّل:

ولاء عتاقہ کے احکام میں اور اس میں دو فصلیں ہیں:

فصل اوّل:

اس کے سبب و شرائط و صفت و حکم میں

سببِ ولاء ☆

اس کے ثبوت کا سبب عتق ہے کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ خواہ یہ عتق اس کے فعل سے حاصل ہو جیسے آزاد کر دینا یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہے جیسے قرابت دار کا خریدنا اور ہبہ صدقہ و وصیت میں قبول کرنا یا بدوں اس کے فعل کے حاصل ہوا ہو مثلاً اپنی قرابت دار کا وارث ہوا اور خواہ اس کو بوجہ اللہ تعالیٰ آزاد کیا ہو یا بوجہ الشیطان آزاد کیا ہو اور خواہ اس کو خیرات[(1)] آزاد کیا ہو یا اس پر شرعاً واجب ہوا ہو کہ بردہ آزاد کرے مثلاً کفارہ قتل و ظہار و ایلاء و نذر و قسم میں آزاد کیا اور خواہ بغیر بدل آزاد کیا ہو یا بالعوض مال کے آزاد کیا ہو اور خواہ اعتاق منجز[1] ہو یا معلق[2] بشرط ہو یا مضاف[3] بوقت ہو اور خواہ اعتاق صریح ہو یا جو قائم مقام صریح کے ہے یا بکنایہ ہو یا جو قائم مقام کنائی کے ہے اور جو عتق تدبیر یا استیلاد سے حاصل ہو وہ بھی ایسا ہی ہے اور خواہ معتق یعنی آزاد شدہ مذکر ہو یا مونث ہو کیونکہ اعتاق دونوں میں پایا جاتا ہے اور کواہ آزاد کنندہ اور آزاد شدہ دونوں مسلمان ہوں یا دونوں کافر ہوں یا ایک مسلمان و دوسرا کافر ہو علی ہذا اگر مولیٰ نے کسی شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام میری زندگی میں یا بعد میری وفات کے آزاد کر دے تو اس کی ولاء حکم دہندہ یعنی مولیٰ کو ملے گی اور اگر کسی شخص سے کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے ہزار درہم پر آزاد کر دے اور اس نے آزاد کر دیا تو اس کی ولاء اس حکم دہندہ کو ملے گی کیونکہ استحساناً عتق اسی کی طرف سے واقع ہوا اور اگر یوں کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے آزاد کر دے اور عوض ذکر نہ کیا

---

1 قولہ اعتاق منجز جیسے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ 2 قولہ معلق بشرط جیسے کہا کہ اگر تو یہ کپڑا سی دے تو تو آزاد ہے۔ 3 قولہ مضاف بوقت جیسے کہا کہ جب شروع مہینے کا دن آئے تو تو آزاد ہے۔ (1) قولہ خیرات یعنی محض بنظر ثواب حاصل کرنے کے۔

اور اس نے آزاد کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کی ولاء مامور یعنی غلام کے مولیٰ کو ملے گی اور اگر کہا کہ اپنا غلام آزاد کر دے اس نے آزاد کر دیا تو اس کی ولاء اس کے مولیٰ کو ملے گی اس حکم دہندہ کو نہ ملے گی اور اگر کہا کہ اپنے غلام کو ہزار درہم پر آزاد کر دے اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے آزاد کر دے تو یہ عتق غلام کے قبول پر موقوف رہے گا بشرطیکہ قبول کی اہلیت رکھتا ہو پس اگر اس نے اپنے آگاہ ہونے کی مجلس میں قبول کیا تو آزاد ہو جائے گا اور اس کے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو یا ذمی نے مسلمان کو آزاد کیا تو آزاد شدہ کی ولاء دونوں صورتوں میں آزاد کنندہ کو ملے گی لیکن اتنی بات ہے کہ اس کا وارث نہ ہوگا کیونکہ وارث ہونے کی شرط یعنی اتحاد ملت معدوم ہے حتیٰ کہ اگر ذمی معتق کی موت سے پہلے مسلمان ہو جائے پھر معتق مر جائے تو اس کا وارث ہوگا اسی طرح اگر اس ذمی کے جس نے غلام مسلم کو آزاد کیا ہے مسلمان عصبات ہوں مثلاً اس کا چچا مسلمان ہو یا چچازاد بھائی مسلمان ہو تو وہ وارث ولاء ہوگا اور ذمی اس صورت میں بمنزلہ میت کے قرار دیا جائے گا اور اگر اس کے عصبات میں کوئی مسلمان نہ ہو تو اس کے معتق کا مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

اگر ایک مسلمان و ذمی کے درمیان ایک مسلمان غلام مشترک ہو اور دونوں نے اس کو آزاد کر دیا پھر وہ غلام آزاد مر گیا تو اس کی آدھی ولاء مسلمان کو ملے گی اور آدھی ولاء اس ذمی کے مسلمان عصبات میں سے اقرب عصبہ کو ملے گی بشرطیکہ اس کے عصبات میں سے کوئی مسلمان ہو اور اگر کوئی مسلمان نہ ہو تو بیت المال میں داخل کر دی جائے گی ولاء عتاقہ کے شرائط میں سے بعضے ولاء العتاقہ[1] اور ولاء ولد العتاقہ دونوں کو شامل ہیں اور بعضے ولاء ولد العتاقہ کے ساتھ مخصوص ہیں پس جو شرط دونوں کو بالعموم شامل ہے وہ یہ ہے کہ غلام آزاد شدہ یا اس کی اولاد کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو اور اگر عصبہ نسبی موجود ہوگا تو آزاد کنندہ وارث نہ ہوگا اور جو شرائط ولاء ولد العتاقہ کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی ماں آزاد کردہ شدہ ہو پس اگر مملوکہ ہوگی تو اس فرزند پر کسی شخص کی ولاء جب تک ماں اس کی مملوکہ ہے نہیں پہنچتی ہے خواہ باپ آزاد ہو یا مملوک ہو اور ایک یہ ہے کہ اس کی ماں اصلی آزاد نہ ہو اور اگر اصلی آزاد ہوگی تو اس کی اولاد پر کسی کو ولاء کا استحقاق نہ ہوگا اگرچہ اس کی اولاد کا باپ آزاد شدہ ہو اور اگر اس کی ماں اور باپ دونوں آزاد شدہ ہوں تو اولاد اپنی ماں کے تابع ہوگی یعنی اولاد کی ولاء ماں کے مولیٰ کو ملے گی اور ایک یہ ہے کہ اولاد کا باپ عربی نہ ہو پس اگر باپ عربی ہوگا اور ماں کسی قوم کی باندی آزاد شدہ ہوگی تو اولاد اپنے باپ کی تابع ہوگی اور اس پر کسی شخص کی ولاء نہ پہنچے گی اور ایک یہ ہے کہ اس کے باپ کا مولیٰ عربی نہ ہو اور اگر ہوگا تو اس پر کسی شخص کی ولاء نہ پہنچے گی کیونکہ اس کا حکم عربی کا حکم ہے۔

جس کو آزاد کیا گیا ہے اُس کی ولاء سے آزاد کرنے والے کی میراث پانے کا بیان ☆

ایک یہ کہ اولاد آزاد شدہ نہ ہو اور اگر ہوگی تو اس کی ولاء نہ باپ کے مولیٰ کو ملے گی اور نہ ماں کے مولیٰ کو ملے گی بلکہ جس نے اس کو آزاد کیا ہے اسی کو ملے گی اس ولاء کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ جب ایسی ولاء ثابت ہو اور اس کے شرائط موجود ہوں تو اس ولاء سے میراث پانا بطور تعصیب[2] کے ہوتا ہے اور آزاد کنندہ اپنے آزاد شدہ کے آخری عصبات میں شمار کیا جاتا ہے اور ذوی الارحام و اصحاب فرائض پر باقی مال کے یعنی میں مقدم ہوتا ہے یعنی اصحاب فرائض سے جو مال باقی رہا وہ درصورت عدم عصبات آزاد شدہ کے

---

[1] قولہ ولاء العتاقہ یعنی جس کو آزاد کیا اس کی ولاء سے آزاد کرنے والے کی میراث ملنا اور دوم اس آزاد شدہ کے بچہ کی ولاء اس کے مولیٰ کو ملنا۔ [2] قولہ تعصیب اس سے یہ مراد ہے کہ مولیٰ آزاد کنندہ کے وارثوں میں سے جو لوگ فرضی حصہ دار ہیں ان کو ولاء سے نہیں ملے گا اور جو عصبہ ہیں کہ فرضی وارثوں کو ان کا حصہ دے کر باقی سب کے مالک ہوتے ہیں جیسے بیٹا تو عصبات میں سے بھی جو سب سے اقرب عصبہ ہو وہ وارث بطور ولاء ہوگا اور تمام بیان کتاب الفرائض میں ہے۔

اسی کوملتا ہے حتیٰ کہ آزادشدہ کا کوئی وارث ہی نہ ہو یا ذوی الارحام موجود ہوں تو کل ولاء اس آزادکنندہ کو ملے گی اور اگر اس کے وارثوں میں اصحاب فرائض موجود ہوں تو پہلے اصحاب فرائض کا حصہ دیا جائے گا پھر اگر کچھ باقی بچا تو اس معتق کو ملے گا ورنہ کچھ نہ ملے گا اور یہ نہ ہوگا کہ بچا ہوا مال پھر اصحاب فرائض کو دے دیا جائے اگر اصحاب فرائض ایسے لوگ ہوں کہ باقی مال ان پر رد کیا جا سکتا ہو اور یہ عامہ علماء کا قول ہے۔اور ایک یہ ہے کہ یہ ولاء آزادکنندہ سے میراث نہیں ملتی ہے اور نہ اس کی راہ بطور میراث کے رکھی گئی ہے صرف اس ولاء کا استحقاق عصبات معتق کو حاصل ہوتا ہے اور ان عصبات میں سے بھی جو مذکر ہیں وہی ولاء پاتے ہیں مونث نہیں پاتے ہیں اور نہ اصحاب فرائض کوملتی ہے اور ایک یہ ہے کہ یہ ولاء لازمی ہوتی ہے حتیٰ کہ آزادکنندہ اس کے باطل کر دینے پر قادر نہیں ہے پس اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو سائبۃ آزاد کیا یعنی آزاد کیا اور شرط لگائی کہ یہ سائبۃ آزاد ہے یعنی اس پر کسی کی ولاء نہیں ہے تو شرط باطل ہے اور اس کی ولاء اس معتق کو ملے گی یہ عامہ علماء کے نزدیک ہے اور اس ولاء کے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ معتق یعنی آزادکنندہ اپنی آزادکردہ کے مال کا اور اس کی اولاد کے مال کا وارث ہوتا ہے بشرطیکہ شروط میراث متحقق ہوں اور ایک یہ ہے کہ نصرت وحفظ میں قصور پائے جانے سے معتق اس کا عاقلہ ومددگار شمار ہوتا ہے اور ایک یہ ہے کہ معتق کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ آخر عصبات میں سے ہے یہ بدائع میں ہے۔

فصل ثانی:

مستحقین ولاء اور اس کے ملحقات کے بیان میں

اگر مسلمان نے ایک غلام کافر کو مکاتب کیا پھر اس مکاتب نے ایک مسلمان باندی کو مکاتب کیا پھر کافر کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو اس کی ولاء اس کے مولیٰ کو ملے گی اگرچہ مکاتب کافر تھا لیکن مولیٰ وارث نہ ہوگا اور نہ آزادشدہ کا عاقلہ جنایت ہوگا پھر اگر باندی مسلمان کتابت ادا کر کے آزاد ہوئی تو اس کی ولاء اس کے مولیٰ کافر کو ملے گی پھر اگر مری تو اس کی میراث مسلمان مولیٰ کو جس نے کافر کو آزاد کیا ہے ملے گی اور اگر اس نے کوئی جنایت کی تو اس باندی کی جنایت کا عاقلہ وہی ہوگا جو مسلمان مولیٰ کا عاقلہ ہے یعنی مسلمان مولیٰ کی مددگار برادری اس کی عاقلہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے بنی تغلب کے ایک نصرانی نے اپنے مسلمان غلام کو آزاد کر دیا پھر غلام مر گیا تو غلام کی میراث اس کے آزادکنندہ کے عصبات میں سے اقرب عصبہ کو ملے گی بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اور اس کا عاقلہ اس کے معتق کا قبیلہ ہوگا اگرچہ معتق کافر ہے یہ محیط میں ہے۔ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا اور ہزار درہم فی الحال بدل کتابت ادا کرنے ٹھہرے پھر غلام نے اپنی باندی کو دو ہزار درہم پر مکاتب کیا پھر اپنے مولیٰ کو ان دو ہزار درہم کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور کہا کہ اس میں سے ایک ہزار درہم اپنے مکاتب کے مال میں جو غلام پر چاہئے ہے لے لے اور مولیٰ نے ایسا ہی کیا تو باندی کی ولاء مولیٰ کو ملے گی چنانچہ اگر مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے خود باندی مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو جاتی تو اس کی ولاء مولیٰ مکاتب کو ملتی اگر غلام ماذون نے باجازت مولیٰ کے ایک غلام مکاتب کیا پھر مولیٰ نے غلام ماذون کو آزاد کر دیا پھر وہ مکاتب کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو اس کی ولاء مولیٰ کو ملے گی ماذون آزادشدہ کو نہ ملے گی اور یہ حکم بخلاف مکاتب کے مکاتب کے ہے کہ اگر پہلے مکاتب کے مال ادا کر کے آزاد ہو جانے کے بعد دوسرے مکاتب نے مال ادا کیا تو اس کی پہلے مکاتب کو ملے گی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا مکاتب پہلے مکاتب کی طرف سے مکاتب ہے بایں اعتبار کہ مکاتب اول کو اپنی کمائی میں حق الملک حاصل ہے اور جب اس نے مال اپنا ادا کر

دیا اور آزاد ہو گیا تو یہ ملک تحقیقاً ثابت ہو گئی۔

نابالغ کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ بعوضِ مال غلام کو آزاد کر سکے ☆

نابالغ[1] کو یہ اختیار ہے کہ اپنے باپ یا وصی کی اجازت سے اپنے غلام کو مکاتب کر دے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ مال کے عوض اس کو آزاد کر دے اور جب اس کے مکاتب نے مال کتابت لڑکے کو ادا کیا تو اس کی ولاء لڑکے کو ملے گی کیونکہ اسی کی ملک میں آزاد ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مردہ باپ کے واسطے ایک غلام آزاد کیا تو اس کا ثواب اس کے باپ کی روح کو اور ولاء بیٹے کو ملے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک حربی مستامن ایک مسلمان غلام خرید کر دارالحرب میں لے گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ آزاد حر ہے اور امام کے نزدیک اس کی ولاء اس کے خرید نے والے حربی کو نہ ملے گی اور امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے نزدیک اگر حربی نے اس کو آزاد کیا تو اس کی ولاء حربی کو ملے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک حربی نے دارالحرب میں اپنے غلام غربی کو آزاد کیا تو اس سے یہ غلام آزاد اس کا آزاد شدہ نہ ہو جائے گا اور نہ یہ حربی اس کا مولیٰ ہو گا حتیٰ کہ اگر دونوں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آئے تو اس کی ولاء حربی کو نہ ملے گی اور یہ امام اعظمؒ وامام محمدؒ کا قول ہے اس واسطے کہ طرفین کے نزدیک حربی بکلام[2] اعتاق آزاد نہیں کرتا ہے بلکہ بہ طریق تخلیہ آزاد کرتا ہے اور جو آزادی بطریق تخلیہ ثابت ہو اس سے ولاء واجب نہیں ہوتی ہے اور اگر مسلمان اپنا غلام مسلمان یا ذمی دارالحرب میں آزاد کیا تو اس کی ولاء مسلمان مولیٰ کو ملے گی کیونکہ مسلمان مولیٰ کا اعتاق بالاجماع جائز ہے اور اگر اپنے غلام حربی کو دارالحرب میں آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مسلمان اس کا مولیٰ نہ ہو گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا مولیٰ ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر وہ غلام دارالحرب میں مسلمان ہو کر مولیٰ کے ساتھ حالت اسلام میں دارالاسلام میں آیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مولیٰ کو اس کی ولاء نہ ملے گی اور غلام کو آزاد کو اختیار ہے کہ جس کے ساتھ چاہے موالاۃ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مولیٰ کو اس کی ولاء ملے گی اور مولیٰ اس کا وارث ہو گا درحالیکہ دونوں حالت اسلام میں نکل کر دارالاسلام میں آئے ہوں اگر غلام آزاد شدہ مقید ہوا تو اس کی ولاء اس شخص کو ملے گی جس نے قید کیا ہے یہ بالاتفاق ہے اور اس حکم سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی حربی امان لے کر دارالاسلام میں آیا اور اس نے ایک غلام خرید کر کے آزاد کر دیا پھر دارالحرب کو لوٹ گیا اور وہاں سے مقید ہو کر آیا اور اس کو اس کے آزاد کردہ غلام نے خرید کر آزاد کر دیا تو ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کا مولیٰ ہو گا حتیٰ کہ دونوں میں سے جو آزاد شدہ پہلے مر گیا اور نسبی عصبات میں سے کوئی نہ چھوڑا تو وارث کے اسباب وشرط پائی جانے کی وجہ سے دوسرا اس کا وارث ہو گا اسی طرح اگر ذمی نے اپنے غلام ذمی کو آزاد کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا پھر اس کا آزاد کرنے والا ذمی عہد توڑ کر دارالحرب کو بھاگ گیا اور وہاں سے قید ہو کر آیا اور مسلمان ہو گیا پھر اس کو اسی کے آزاد کردہ غلام نے خرید کر آزاد کر دیا تو ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کا مولیٰ ہو گا۔

اسی طرح اگر عورت نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا پھر عورت مرتد ہو کر دارالحرب میں بھاگ گئی پھر قید ہوئی پھر اس کے غلام آزاد کردہ شدہ نے خرید کر کے اس کو آزاد کر دیا تو ہر ایک عورت وغلام سے دوسرے کے مولیٰ ہوں گے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا پھر اس کا ایک آزاد کردہ غلام جس کو اس نے اپنے مرتد ہونے سے پہلے آزاد کیا تھا مر گیا اور اس مرتید کے وارثوں میں سے مذکر لوگ سوائے مونث کے اس کے وارث ہوئے پھر یہ شخص مرتد دوبارہ دارالاسلام میں لوٹ آیا تو جو کچھ اپنا ذاتی مال اپنے وارثوں کے پاس پائے وہ لے اور جس قدر اپنے آزاد کردہ شدہ کا مال ان کے پاس پائے وہ نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر وقت انتقال غلام آزاد شدہ کے دارالاسلام میں موجود ہو تو بھی یہی حکم ہے قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت نے اپنی حالت ردت میں یا

---

[1] اور نابالغ کو عاقل کے ساتھ مقید کرنے کی ضرورت ہے مگر چونکہ اذن ولی یا وصی کا شرط کیا اس وجہ سے ضرورت نہ رہی۔ [2] قولہ بکلام یعنی حربی ایسے کلام سے آزاد نہیں کرتا جس سے ولاء ثابت ہو بلکہ سانڈ کی طرح سے خود مختار چھوڑ دیتا ہے۔

اس سے پہلے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا پھر دار الحرب میں چلی گئی پھر قید ہو کر آئی اور اس کو ہمدان کے ایک شخص نے خرید کر کے آزاد کر دیا تو اس غلام کی عاقلہ بنو اسد ہوں گے یہ امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول تھا اور عورت اس کی وارث ہو گی بشرطیکہ اس کا کوئی وارث نہ ہو پھر یعقوبؒ یعنی امام ابو یوسفؒ نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ اس کی عاقلہ ہمدان ہوں گے اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے ذمی نے ایک غلام کو آزاد کیا پھر آزاد غلام مسلمان ہو گیا پھر ذمی نے اپنا عہد توڑ دیا اور دار الحرب میں چلا گیا تو غلام آزاد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی اور سے موالات کرے کیونکہ اس کے آزاد کنندہ کے واسطے اس کی ولاء ثابت ہے اگر چہ وہ حربی ہو گیا کیونکہ اس کا حربی ہونا مثل اس کے مر جانے کے ہے اور اگر اس نے کوئی جنایت کی تو بیت المال اس کی عاقلہ نہ ہو گا اور یہ جنایت خاصۃ اسی مال پر رہے گی کیونکہ ولاء اس کی ایک شخص کی طرف منسوب ہے اور بیت المال ایسے شخص کی عاقلہ ہوتا ہے جس کا مسلمانوں میں سے کوئی برادری والا اور وارث نہ ہو یہ مبسوط میں ہے۔

حاصل کلام اس باب کا یہ ہے کہ جب آزادی بالقصد ثابت ہو تو ولاء منتقل نہ ہو گی ☆

اگر زید کے غلام نے عمرو کی باندی سے نکاح کیا پھر عمرو نے باندی کو آزاد کر دیا اور وہ زید کے غلام سے حاملہ تھی تو باندی آزاد اور اس کے ساتھ اس کا حمل بھی آزاد ہو جائے گا اور اس کے حمل کی ولاء عمرو کو ملے گی کہ اس سے کبھی منتقل نہ ہو گی اسی طرح اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی یا دو بچہ جنی کہ ایک چھ مہینے سے کم میں ہوا کیونکہ اس صورت میں دونوں بچے جڑواں ہوں گے کہ ان کو علوق ساتھ ہی ہوا ہے پس اس صورت میں بھی وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر وہ باندی آزادی سے چھ مہینے سے زیادہ کے بعد بچہ جنی تو اس کی ولاء بھی عمرو کو ملے گی اگر باپ آزاد کیا گیا تو باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لے جائے گا اور ماں کے مولیٰ یعنی عمرو سے منتقل ہو جائے گی بخلاف اس کے اگر موت یا طلاق سے عدت میں بیٹھی ہوئی باندی آزاد کی گئی پھر دو برس سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ ماں کے مولاؤں کی طرف بولاء منسوب ہو گا یعنی اس کی ولاء ماں کے مولیٰ کو ملے گی اگر چہ باپ آزاد کیا جائے کیونکہ یہ متعذر ہے کہ بعد موت و طلاق بائن کے اس کے نطفہ کا قرار پانا منسوب[1] کیا جائے کیونکہ وطی حرام ہے یا طلاق رجعی کے بعد منسوب ہو کہ شک سے مراجع ہوا جاتا ہے پس لامحالہ بحالت نکاح اس کا علوق قرار دیا گیا پس وہ لڑکا وقت اعتاق کے موجود ہو گا پس بالقصد آزاد کیا گیا کہ کذا فی الہدایہ اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ جب آزادی بالقصد ثابت ہو تو ولاء منتقل نہ ہو گی اور جب بطریق تبعیت ثابت ہو تو منتقل ہو جائے گی یہ کافی میں ہے۔ ایک عورت نے ایک غلام خرید کر کے اس کو آزاد کر دیا پھر اس غلام آزاد نے ایک غلام خریدا پھر اس دوسرے غلام نے کسی قوم کی آزاد باندی سے نکاح کیا اور اس سے اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کی ولاء ان کی ماں کے مولیٰ کو ملے گی پھر اگر غلام آزاد نے اپنے اس غلام کو آزاد کر دیا تو بعد آزادی کے یہ غلام اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے گا پھر اس کا آزاد کرنے والا یعنی غلام آزاد اپنی طرف کھینچ لے جائے گا پھر اس سے اس کی آزاد کرنے والی عورت اپنی طرف کھینچ لے گی پس باپ تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچتا ہے اور آیا دادا بھی اپنے پوتوں کی ولاء اپنی طرف کھینچ سکتا ہے یا نہیں سو ظاہر الروایۃ کے موافق نہیں کھینچ سکتا ہے خواہ باپ زندہ ہو یا مر گیا ہو اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کلونا مے ایک غلام نے ایک قوم کی آزاد کی ہوئی باندی چنبیلی نامی کے ساتھ نکاح کیا اور اس سے خیرو ایک لڑکا پیدا ہوا اور کلو کا باپ بدھو زندہ موجود ہے پھر اس کے بعد بدھو آزاد ہو گیا اور کلو ویسا ہی غلام باقی رہا پھر کلو مر گیا پھر خیرو مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو اس کی میراث اس کی ماں چنبیلی کے مولیٰ کو ملے گی اور اگر اس نے کوئی جنایت کی ہو تو ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک اس کی عاقلہ ماں کے موالی ہوں گے اور دادا اپنے پوتے کی ولاء اپنے موالی کی طرف نہیں لے جا سکتا

---

[1] قولہ منسوب یعنی کہا جائے کہ بعد موت و بائن ہونے کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ وطی حرام ہے۔

ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر غلام نے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی تو اس کی اولاد کی ولاء ماں کے موالی کی طرف منسوب ہو گی خواہ ماں معتقہ ہو یا موالیہ ہو پھر جب باپ آزاد کیا جائے تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک عورت آزاد نے ایک غلام سے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی اور اولاد میں سے کسی نے جنایت کی تو اس کی عاقلہ ماں کے موالی ہوں گے پھر اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے گا پھر کیا ماں کے موالی نے جو کچھ عاقلہ ہو کر دیا ہے وہ باپ کے موالی سے واپس لے سکتے ہیں یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں واپس لے سکتے ہیں یہ جامع صغیر میں ہے۔ ایک آزاد عجمی نے ایک آزاد باندی سے نکاح کیا اور اس عجمی کو کسی نے آزاد نہیں کیا ہے پھر اس سے اولاد ہوئی تو ان کی ولاء ماں کے موالی کو ملے گی اسی طرح اگر باپ نے کسی شخص سے موالاۃ کر لی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے کذا فی الکافی۔ اگر دونوں بیوی و مرد آزاد شدہ ہوں یا باپ آزاد شدہ و ماں باندی یا باپ عربی اور ماں آزاد شدہ ہو تو بالاجماع اولاد اپنے باپ کی تابع ہو گی اسی طرح اگر دونوں عربی یا دونوں عجمی یا ایک عربی دوسرا عجمی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ ایک نبطی[1] کافر نے کسی قوم کی آزاد شدہ باندی سے نکاح کیا پھر نبطی نے مسلمان ہو کر کسی شخص سے موالاۃ پیدا کی اور اس سے عقد موالات کر لیا پھر باندی سے اولاد ہوئی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان کی ولاء ماں کے موالی کو ملے گی اسی طرح اگر باپ نے کسی سے موالاۃ نہ کی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ان کے موالی ماں کی قوم ہو گی یہ جامع صغیر میں ہے۔ اگر مولیٰ نے باپ اور بیٹا چھوڑا پھر اس کا آزاد کیا ہوا غلام مر گیا تو اس کی میراث خاصۃً مولیٰ کے بیٹے کو ملے گی یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اسی طرح اگر بھائی اور دادا ہو تو دادا کو ملے گی بھائی کو نہ ملے گی یہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس واسطے کہ امام کے نزدیک عصوبت میں دادا اقرب ہے اسی طرح آزاد کنندہ عورت کی بیٹی کو اس کے آزاد شدہ کی ولاء ملے گی اور وہی وارث ہو گا بھائی اس عورت کا وارث نہ ہو گا اور اگر آزاد شدہ نے کوئی جنایت کی تو اس کی عاقلہ بھائی ہے کذا فی الکافی۔

عورتوں کے واسطے کوئی ولاء نہیں (ماسوا مستثنیات کے) ☆

ایک شخص نے ایک باندی آزاد کر دی پھر دونوں غرق ہو گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کون شخص غرق ہوا ہے تو مولیٰ کو اس کی میراث میں سے کچھ نہ ملے گا لیکن اس کی میراث مولیٰ کے اقرب عصبہ کو ملے گی بشرطیکہ اس کا کوئی وارث موجود نہ ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام آزاد کیا پھر زید دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا پھر ایک بیٹا اپنا فرزند چھوڑ کر مر گیا پھر اس کا غلام آزاد مرا تو اس کی ولاء زید کے صلبی بیٹے کو ملے گی کیونکہ زید کا وہی اقرب عصبہ نسبی ہے اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ اعتبار اس عصبہ کا ہے جو آزاد شدہ کی موت کے روز موجود ہو نہ اس عصبہ کا جو آزاد کنندہ کی موت کے روز موجود ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں بیٹے مر گئے اور ایک نے ایک بیٹا اور دوسرے نے دو بیٹے چھوڑے پھر غلام آزاد مرا تو اس کی میراث ان سب میں تقسیم ہو گی کیونکہ آزاد شدہ کی ولاء بعد موت زید کے میراث نہیں ہوئی کہ اس کے دونوں بیٹوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو جاتی بلکہ دو بحالہ باقی تھی پھر جب غلام آزاد مرا تو زید کے اقرار عصبہ اس کے وارث ہونے چاہئے ہیں اور یہ تینوں پوتے زید کے ساتھ یکساں قرب رکھتے ہیں پس سب وارث ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ عورتوں کے واسطے کوئی ولاء نہیں ہے لیکن ان کے آزاد کردہ کی ولاء یا ان کے آزاد کردہ نے جس کو آزاد کیا اس کی ولاء یا ان کے مکاتب کی ولاء یا ان کے مکاتب نے جس کو مکاتب کیا اس کی ولاء یا ان کے مدبر کی ولاء یا ان کے مدبر نے جس کو مدبر

---

[1] قولہ نبطی شام کے دہقان لوگ اور عموماً گنوار۔

کیا اس کی ولاء یا ان کا آزاد کیا ہوا اگر کسی شخص کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے یا ان کے آزاد کئے ہوئے آزاد کیا ہوا کسی کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے تو یہ سب ولاء البتہ عورتوں کو ملتی ہے پس آزاد کردہ کی ولاء کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے کلو اپنے غلام کو آزاد کیا پھر خود زندہ رہی اور کلو لاوارث مر گیا تو کلو کی میراث دلائی ہندہ کو ملے گی اور اگر کلو آزاد اپنے غلام خیرو کو آزاد کر کے مر گیا پھر خیرو بھی مر گیا اور ہندہ موجود ہے تو خیرو کی ولاء بھی ہندہ کو ملے گی اور مکاتب کی ولاء کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درہم پر مکاتب کیا اس نے قبول کیا پس اگر یہ غلام ہزار درہم دے کر آزاد ہو جائے تو اس کی ولاء ہندہ کو ملے گی اور اگر اس مکاتب نے اپنے غلام خیرو کو مکاتب کیا تو بعد آزادی کے خیرو کی ولاء بھی ہندہ کو ملے گی بشرطیکہ کلو زندہ نہ ہو[1] اور مدبر کی ولاء کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو کو مدبر کیا یعنی یوں کہا کہ تو میرے پیچھے آزاد ہے یا میری موت کے بعد یا جب میں مر جاؤں یا اس کے مثل کوئی لفظ کہا پھر نعوذ باللہ یہ عورت مرتد ہو گئی اور دارالحرب میں بھاگ گئی اور قاضی نے اس کے دارالحرب میں پہنچ جانے کا حکم دے دیا اور اس کا غلام مدبر آزاد ہو گیا پھر ہندہ دارالاسلام میں واپس آئی پھر مدبر مر گیا تو کلو مدبر کی ولاء ہندہ کو ملے گی اور اگر کلو نے بعد آزاد ہونے کے ایک خیرو غلام خرید کر کے مدبر کر دیا پھر مر گیا پھر ہندہ اپنے مدبر کی موت سے پہلے یا بعد دارالاسلام میں واپس آئی پھر خیرو مر گیا تو اس کی ولاء بھی ہندہ کو ملے گی اور آزاد شدہ کی ولاء کھینچ لانے کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو کو عمرو کی آزاد کی ہوئی باندی سے بیاہ دیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو لڑکے کا نسب کلو سے ثابت ہوگا اور اپنی ماں کی تبعیت میں بچہ آزاد ہوگا اور اس کی ولاء ماں کے موالی کو ملے گی کہ وہی اس کی طرف سے عاقلہ اور وارث ہوں گے پھر اگر ہندہ نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے گا اور اس سے ہندہ کو ملے گی حتیٰ کہ اگر کلو مر گیا پھر اس کا بیٹا مر گیا اور ہندہ باقی رہی تو اس کی میراث ہندہ کو ملے گی اور عمرو سے منتقل ہو جائے گی اور اگر ہندہ نے ایک غلام آزاد کیا پھر شوہر و بیٹا اور بیٹی چھوڑ کر مر گئی پھر غلام مر گیا تو اس کی ولاء خاصۃً[2] بیٹے کو ملے گی خواہ ہندہ نے کچھ مال لے کر غلام آزاد کیا ہو یا بلا مال آزاد کیا ہو یہ مبسوط میں ہے۔

آزاد کردہ کے آزاد کئے ہوئے کی ولا کو منتقل کر ڈالنے کی مثال ☆

عورت کے آزاد کردہ کے آزاد کئے ہوئے کی ولاء کھینچ لانے کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے ایک غلام کلو آزاد کیا پھر کلو نے ایک غلام خیرو کر کے اس کو عمرو کی آزاد شدہ باندی سے بیاہ دیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کی ولاء باندی کے مولیٰ کو ملے گی پھر اگر کلو نے اپنے خیرو غلام کو آزاد کر دیا تو خیرو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے گا پھر خیرو سے کلو کو اور کلو سے ہندہ کو ملے گی یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک ماں باپ کی سگی دو بہنوں نے اپنے باپ کو خریدا پھر باپ مر گیا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑا تو بیٹیوں کو دو تہائی بسبب فرائض نسبی ملے گا اور باقی بھی انہیں کو ملے گا اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور اگر ایک ہی بہن نے باپ کو خریدا پھر باپ مر گیا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑا فقط یہی دو بیٹیاں چھوڑیں تو دونوں کو وہ تہائی بہ قرابت نسبی ملے گا اور باقی ایک تہائی بسبب ولاء کے خاصۃً اسی کو ملے گا جس نے باپ کو خریدا ہے اور اگر دونوں بہنوں نے اپنے باپ کو خریدا اور ایک نے باپ کے ساتھ علاتی بھائی یعنی فقط باپ کی طرف سے جو بھائی ہے اس کو خریدا پھر باپ مر گیا تو یہ مال دونوں بیٹیوں اور بھائیوں کے درمیان چار حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ ملے گا کیونکہ باپ آزاد مرا اور ایک آزاد بیٹا اور دو آزاد بیٹیاں چھوڑیں تو ان لوگوں کو میراث باعتبار قرابت کے ملے گی اور اس میں ولاء کا کچھ اعتبار نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد بیٹا مر گیا تو اس کی دونوں بہنوں کو بقرابت نسبی دو تہائی ملے گا اور باقی ایک تہائی

---

[1] یا کلو کی آزادی سے پہلے خیرو آزاد ہوا ہو واضح ہو کہ جہاں یہ حکم ہے کہ ولاء معتق بھی آزاد کرنے والے کو ملے گی اس سے یہ مراد ہے کہ جب اس کا کوئی وارث نہ ہو اور شرائط میراث متحقق ہوں تب ملے گی۔ [2] بیٹے یعنی پسر کو جو مذکر عصبہ اقرب ہے۔

میں سے آدھا خاصۃً اس کو ملے گا جس نے بھائی کو باپ کے ساتھ خریدا ہے کیونکہ اس کو بھائی کی آدھی ولاء چاہئے کہ بھائی اپنے باپ کے ساتھ اسی کے خریدنے سے آزاد ہوا ہے پھر جو باقی رہا وہ دونوں کو برابر تقسیم ہوگا کیونکہ دونوں اپنے باپ کی ولاء میں مشترک ہیں پس باپ کا حصہ دونوں مشترک مساوی رہا اور یہ حصہ تمام مال کا چھٹا حصہ ہے۔

مسئلہ کی تخریج بارہ سے ہوگی اس میں سے دونوں بہنوں کو دو تہائی یعنی ہر ایک کو چار سہام ملیں گے اور باقی کا آدھا یعنی دو سہم خاص اس کو ملیں گے جس نے بھائی کو باپ کے ساتھ خریدا ہے اور یہ حصہ ولاء ہے اور باقی دونوں کو مساوی تقسیم ہوگا پس جس نے بھائی کو بھی خریدا تھا اس کو سات سہام ملے اور دوسری کو پانچ سہام ملے کذا فی البدائع اور اگر دونوں بیٹیوں کے خریدنے اور آزاد ہو جانے کے بعد باپ نے ایک غلام آزاد کیا پھر باپ مر گیا پھر باپ کا آزاد کیا ہوا غلام مر گیا اور دونوں بیٹیوں میں سے جنہوں نے باپ کو خریدا تھا ایک بیٹی باقی رہی تو سب میراث اسی بیٹی کو ملے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر بنی ہمدان کی عورت نے بنی اسد کے ایک شخص سے نکاح کیا اور ایک لڑکا پیدا ہوا پھر عورت نے ایک غلام آزاد کیا تو اس کی ولاء اسی عورت کو ملے گی اور اس کا لڑکا اپنے باپ کا جو بنی اسد میں سے ہے تابع ہوگا پھر اگر عورت مر گئی پھر اس کا آزاد غلام مرا تو اس کی میراث اس کی بیٹی اسدی کو ملے گی اور اگر غلام آزاد شدہ نے کوئی جنایت کی تو اس کی عاقلہ بنی ہمدان ہوں گے پس میراث تو بنی اسد کو پہنچتی ہے اور جنایت کے مددگار برادری بنی ہمدان ہوتے ہیں یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر آزاد کی ہوئی باندی یا غلام مر گیا اور اپنے مولیٰ کے عصبہ کا عصبہ چھوڑا تو عصبہ کا عصبہ اس کا وارث نہ ہو گا بخلاف مولیٰ کے عصبہ کے کہ وہ وارث ہوتا ہے اگر ایک عورت نے اپنا غلام کلو آزاد کیا پھر مر گئی اور ایک بیٹا عبداللہ اور اپنا شوہر جو اس لڑکے کا باپ ہے یعنی عبدالرحمٰن چھوڑا پھر کلو مر گیا تو کلو کی میراث عبداللہ کو ملے گی یہی عورت کا عصبہ ہے اور اگر عبداللہ مر گیا اور باپ جو عورت کا شوہر ہے چھوڑا پھر کلو مر گیا تو عورت کے شوہر کو کلو کی میراث نہ ملے گی اور یہ شوہر اپنے بیٹے کا عصبہ ہے اور بیٹا عورت کا عصبہ ہے پس یہ شوہر عورت کے عصبہ کا عصبہ ہوا مگر بااین ہمہ وارث نہ ہوگا۔ اگر زید نے غلام آزاد کیا جس کا نام کلو ہے پھر کلو نے خیرو غلام آزاد کیا پھر خیرو نے بدھو غلام آزاد کیا پھر بدھو مر گیا اور زید کا عصبہ چھوڑا تو عصبہ اس کا وارث ہوگا اگرچہ یہ ظاہر یہ صورت عصبہ کے عصبہ کے وارث[1] ہونے کی ہے لیکن بالمعنی ایسا نہیں کیونکہ زید نے اس بدھو کی ولاء کو اپنی طرف کھینچا پس اس کا عصبہ وارث ہوگا کیونکہ یہی عصبہ قائم مقام زید کے ہے اور اس وجہ سے وارث نہیں ہوگا کہ یہ آزاد کنندہ کے عصبہ کا عصبہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر زید مر گیا اور کچھ مال چھوڑا اور اس کا کوئی وارث موجود ظاہر نہیں ہے پھر عمرو نے دعویٰ کیا کہ میں بولاء زید کا وارث ہوں اور عمرو کے لئے دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت یعنی زید اس کا مولیٰ ہے اور یہ شخص اس کا وارث ہے تو قاضی فقط اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا جب تک کہ مولیٰ کے معنی دریافت نہ کرے کیونکہ مولیٰ فقط لفظ مشترک ہے کہ آزاد شدہ غلام کو بھی کہتے ہیں اور آزاد کنندہ کو بھی مولیٰ بولتے ہیں اسی طرح اگر یوں گواہی دی کہ وہ اس کا مولیٰ العتاقہ ہے تو بھی دریافت کرے گا کیونکہ مولی العتاقہ جس طرح اعلیٰ کو شامل ہے اسی طرح اسفل کو بھی شامل ہے حالانکہ اعلیٰ وارث ہوتا ہے اسفل نہیں وارث ہوتا ہے اور اگر گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اس مدعی نے اس میت کو آزاد کیا تھا درحالیکہ اس کا مالک تھا اور اب یہ اس کا وارث ہے اور اس کے سوائے ہم اس کا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اس مدعی کے نام اس کے میراث کی ڈگری ہوگی اور اگر گواہوں نے یوں بیان کیا کہ میت کا اقرار تھا کہ میں اس مدعی کی ملک ہوں اور اس مدعی نے اس کو آزاد کیا تو بھی قاضی ان کی گواہی قبول کر کے مدعی کے نام اس کی میراث کی

---

[1] قولہ وارث یعنی بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ عصبہ کا عصبہ وارث ہوا حالانکہ باطن یہ نہیں ہے۔

ڈگری کرے گا اور اگر دو گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اس مدعی کے باپ نے اس میت کے باپ کو آزاد کیا درحالیکہ اس کا مالک تھا پھر آزاد کنندہ مر گیا اور اپنا یہ بیٹا مدعی چھوڑا پھر وہ آزاد کردہ شدہ مرا اور اس نے اپنا بیٹا چھوڑا اور یہ بیٹا یہی ہے جو اب مرا ہے اور یہ بیٹا آزاد عورت سے پیدا ہوا تھا تو قاضی اس گواہی پر مدعی کے نام میراث کی ڈگری کرے گا اور اگر یہ بیٹا کسی شخص کی باندی سے پیدا ہوا ہو اور اس کو باندی کے مولیٰ نے آزاد کر دیا ہو تو اس کی میراث باندی کے مولیٰ کو ملے گی اور اگر گواہوں نے بطور مذکور گواہی دی لیکن یہ بھی کہا کہ ہم نے اس مدعی کے باپ کو نہیں پایا یعنی ہم اس کے وقت میں نہ تھے لیکن ہم نے معلوم کیا ہے کہ اس کے باپ نے میت کے باپ کو آزاد کیا ہے تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا کیونکہ یہ گواہی ولاء کے باب میں سنی سنائی ہے اور ولاء کے مقدمہ میں سنی سنائی گواہی امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک مقبول نہیں ہوتی ہے۔

اگر زید مر گیا اور عمرو نے اس کی میراث کا دعویٰ کیا ہے اور دو گواہ پیش کئے جنہوں نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی نے زید کی ماں کو آزاد کیا اور اس باندی سے اس کے بعد خالد کے غلام سے یہ زید پیدا ہوا اور اس کا باپ حالت مملوکیت میں یعنی غلام مرا ہے اور زید مر گیا اور ہم اس میت کا کوئی وارث سوائے اس کی ماں کے آزاد کرنے والے کے نہیں جانتے ہیں تو قاضی ایسی گواہی قبول کر کے عمرو کے نام میراث کی ڈگری کرے گا پھر اگر خالد آیا اور اس نے دو گواہ پیش کئے جنہوں نے یہ گواہی دی کہ میں نے زید کے انتقال سے پہلے زید کے باپ کو اپنی ملک کی حالت میں آزاد کر دیا ہے اور ہم زید کا کوئی وارث سوائے خالد کے نہیں جانتے ہیں تو قاضی زید کی ولاء کی ڈگری خالد کے نام کر دے گا اور خالد[1] زید کے باپ کو بعد آزادی ماں کے آزاد کرنے کے سبب سے اس کے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے گا اور یہ ظاہر ہوگا کہ قاضی نے پہلے جو کچھ فیصلہ کیا تھا اس میں خطا واقع ہوئی یعنی زید کی ماں کے مولیٰ کے نام میراث کی ڈگری خطا تھی یہ محیط میں ہے۔ اگر زید و عمرو نے خالد میت کی ولاء عتق کا دعویٰ کر کے ہر ایک نے اپنے دعویٰ پر گواہ دیئے تو دونوں کے نام اس کی میراث کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کے دعویٰ میں عتق کا وقت بیان ہوا ہے تو جس نے آزادی کا وقت سابق بیان کیا اس کے نام ڈگری ہوگی کیونکہ اس نے آزادی ایسے وقت ثابت کی کہ اس وقت دوسرا مدعی اس کا منازع[2] نہیں ہے اور اگر ایسی صورت ولاء موالاۃ میں واقع ہو تو آخر وقت کے مدعی کے نام ڈگری ہوگی کیونکہ ولاء موالات ٹوٹ سکتی ہے پس دوسرے کے ساتھ موالات کر لینا پہلے شخص کے موالات کا نقض ہوگا لیکن اگر پچھلے وقت کے مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ پہلے وقت کے مدعی نے اس میت کی طرف سے عقل ادا کیا ہے یعنی جرم کے عوض دیت دی ہے تو ایسی صورت میں پہلے وقت کے مدعی کی ڈگری ہوگی کیونکہ موالات اب محتمل نقض نہیں رہی پس ولاء العتاقہ کے مشابہ ہوگئی۔

اگر ایک مدعی نے گواہ دیئے کہ اس نے اس کو اپنی حالت ملک میں آزاد کیا اور ہم اس کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے مدعی کے نام میراث و ولاء کی ڈگری کر دی پھر دوسرے شخص نے ایسے ہی دعویٰ کے گواہ پیش کئے تو یہ گواہ قبول نہ ہوں گے لیکن اگر گواہ یوں گواہی دیں کہ دوسرے مدعی نے پہلے سے قبل اس کے آزاد کرنے کے خرید کر کے اپنی ملک میں آزاد کر دیا تو البتہ پہلے نام کی ڈگری باطل ہو جائے گی یہ بدائع میں ہے۔ زید مر گیا اور عمرو نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ خالد نے زید کو اپنی ملک میں آزاد کیا تھا اور میرے[3] باپ کا اور اس میت کا کوئی وارث سوائے میرے نہیں ہے اور اپنے بھائی کے دو بیٹے اس امر کے گواہ لایا تو

---

[1] قولہ خالد زید یعنی جب ثبوت ہوا کہ زید کی ماں آزاد تھی اور باپ غلام تھا تو گو زید کی ولاء اس کی ماں کے مولیٰ یعنی عمرو کی ہوئی پھر جب خالد نے اس کی ماں کے آزادی کے بعد اس کے باپ کو آزاد کیا تو ولاء منتقل ہو کر خالد کو مل گئی پس زید کے باپ کو آزاد کرنے کے سبب سے خالد اس کی ولاء اپنی طرف کھینچ لایا۔

[2] منازع یعنی جھگڑالو اور مزاحم۔ [3] قولہ میرے باپ — اس میت کا وارث میرے باپ کی طرف سے ہوا ہے میرے کوئی اور نہیں ہے۔

فرمایا کہ دونوں کی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ دونوں اپنے دادا کے واسطے گواہی دیتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ زید مر گیا اور عمرو کے قبضہ میں اپنا بہت سا مال چھوڑا پھر خالد نے آ کر دعویٰ کیا کہ میں نے زید کو اپنی ملک میں آزاد کیا تھا اور میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اس پر گواہ قائم کئے اور عمرو نے بھی اسی دعویٰ پر گواہ دیئے تو دونوں میں نصفا نصف مال کی ڈگری ہو جائے گی کیونکہ ہر ایک دونوں میں سے بذریعہ اپنے گواہوں کے اپنی ولاء ثابت کرتا ہے اس لئے کہ یہی امر اس دعویٰ سے مقصود ہے اور مال کا استحقاق سو وہ اس ثبوت پر مبنی ہے اور ولاء ایسی چیز نہیں ہے کہ اس پر قبضہ وارد ہو پس یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک مدعی قابض قرار دیا جائے اور دوسرا خارج کیا جائے بلکہ دونوں خارج قرار دیئے جائیں گے پس مال کی ڈگری دونوں کے نام نصفا نصف ہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر زید دو لڑکے اور لڑکیاں چھوڑ کر مر گیا اور عمرو نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ خالد نے اس میت کو آزاد کیا ہے اور وہ اس کا مالک تھا اور میت کے دونوں بیٹوں نے اس کی گواہی دی اور بکر نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ نے اس کو آزاد کیا تھا درحالیکہ وہ اس کا مالک تھا اور میت کی دختر اس دعویٰ کی مقر رہوئی تو عمرو کے نام ولاء کی ڈگری ہو گی اور اگر بکر کے واسطے ایک لڑکے اور دو لڑکیوں نے گواہی دی تو دونوں کے نام نصفا نصف ولاء کی ڈگری ہو گی۔

اگر ایک آزاد شدہ نے ایک شخص عربی پر دعویٰ کیا کہ میں اس کا مولیٰ ہوں اور اس نے میرے باپ کو آزاد کیا ہے اور مدعی اپنے باپ کے دو بیٹے یعنی اپنے دو بھائی لایا جنہوں نے اس امر کے گواہ دیئے اور وہ شخص حربی منکر ہے تو اس کے دونوں بھائیوں کی گواہی مقبول نہ ہو گی کیونکہ وہ دونوں اپنے باپ اور اپنے واسطے گواہی دیتے ہیں کیونکہ اس میں دونوں کا نفع ہے اس لئے کہ جب ان کے باپ کی ولاء اس شخص عربی سے ثابت ہو گی تو ان کی ولاء بھی اس شخص عربی سے ثابت ہو گی اور اگر دو اجنبیوں نے ایسی گواہی دی تو مقبول ہو گی اور اگر اس صورت میں عربی نے ولاء کا دعویٰ کیا اور اس مولیٰ نے انکار کیا اور اس کے دو بھائیوں نے گواہی دی تو ان کی گواہی قبول ہو گی اگر ایک شخص مر گیا اور ایک شخص نے اس کا مال لے لیا اور دعویٰ کیا کہ میں ہی اس کا وارث ہوں میرے سوائے کوئی اس کا وارث نہیں ہے تو فرمایا کہ میں اس کے قبضہ سے مال نہیں نکالوں گا اور نہ بیت المال میں رکھوں گا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک مسلمان نے دو گواہ مسلمان پیش کئے کہ میں نے اس میت کو اپنی ملک میں آزاد کیا ہے اور یہ مسلمان مرا ہے میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک ذمی نے دو مسلمان گواہ پیش کئے کہ میں نے اس کو آزاد کیا ہے درحالیکہ میں اس کا مالک تھا اور یہ کافر مرا ہے میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو مسلمان مدعی کو آدھی میراث ملے گی اور باقی آدھی میراث ذمی کے اقرب عصبات میں جو مسلمان ہو اس کو ملے گی اور اگر کوئی عصبہ مسلمان نہ ہو گا تو میں اس کو بیت المال میں داخل کروں گا اگر ذمی کے گواہ نصرانی[1] ہوں گے تو ماں کی گواہی مسلمان پر ناجائز ہو گی اور میت کی ولاء اور تمام میراث کی ڈگری مسلمان مدعی کے نام ہو گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر طرفین کے گواہ ذمی لوگ ہوں تو میت کی ولاء و میراث کی ڈگری مسلمان مدعی کے نام ہو گی اور میت کے مسلمان مرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر مسلمان و ذمی نے ایک زندہ آدمی کی ولاء میں جھگڑا کیا اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو اپنی ملک میں آزاد کیا ہے اور تاریخ عتق بیان کی اور ایک شخص کی تاریخ عتق دوسرے سے سابق ہے اور ہر ایک نے اس دعویٰ پر مسلمان گواہ قائم کئے تو جس کی تاریخ سابق ہے اس کے نام کی ڈگری ہو گی اور اگر ذمی کے گواہ ذمی لوگ ہوں اور شخص آزاد شدہ کافر ہو تو مسلمان کے گواہوں پر مسلمان کے نام کی ڈگری ہو گی اگرچہ ذمی سابق التاریخ ہو یہ محیط میں ہے ایک ذمی کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس نے

---

[1] نصرانی کی قید اتفاقی ہے کہ گواہ کافر ہوں خواہ نصرانی ہوں یا کوئی اور ہوں تو بھی قبول نہ ہوں گے۔

غلام کو آزاد کر دیا پھر ایک مسلمان نے دو مسلمان گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے اور ذمی نے دو گواہ مسلمان پیش کئے کہ میں نے اس کو درحالت اپنی ملک کے آزاد کر دیا ہے تو میں اس کے حق کو نافذ کروں گا اور اس کی ولاء ذمی کو ملے گی چنانچہ دونوں مدعیوں کے مسلمان ہونے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے اور اگر ذمی کے گواہ کافر ہوں تو مسلمان کے نام ڈگری کروں گا اور اگر مسلمان نے دو گواہ مسلمان اس امر کے پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے کہ میں نے اس کو مدبر کر دیا ہے یا باندی کی صورت میں دعویٰ کر کے گواہ دیئے کہ میری باندی ہے میں نے اس کو ام ولد بنایا ہے اور ذمی نے دو مسلمان گواہ اپنی ملک و آزاد کرنے کے قائم کئے تو ذمی کے گواہوں پر اس کے نام ڈگری ہوگی۔ اگر کسی ذمی کے پاس ایک باندی ہو کہ ذمی سے اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری باندی ہے مجھ سے اس ذمی نے غصب کر لی ہے اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کئے اور قابض یعنی ذمی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ یہ میری باندی ہے اور میری ملک میں اس سے بچہ پیدا ہوا ہے تو میں باندی اور اس کے بچہ کی ڈگری مدعی کے نام کروں گا اسی طرح اگر مدعی نے یوں دعویٰ کیا کہ یہ میری باندی ہے میں نے اس کو اس قابض کو اجارہ پر یا عاریتہ دی یا ہبہ کر کے سپرد کر دی تھی تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ یہ میری باندی ہے میری ملک میں بچہ جنی ہے تو قابض کے نام ڈگری کروں گا اسی طرح اگر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ میری باندی ہے میں نے اس کو آزاد کر دیا ہے اور مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ میری باندی ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے تو آزاد کنندہ کے گواہ مقبول ہوں گے کیونکہ ان سے باندی کی حریت ثابت ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ حریت پر گواہ قائم ہونے کے بعد پھر اس سے بسبب ملک کے وطی کی جائے۔

زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر زید نے گواہی دی کہ عمرو نے قبل بیع کرنے کے اس کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہوگا ☆

اگر دونوں میں سے ہر ایک کے گواہوں نے باوجود اس گواہی کے یہ بھی گواہی دی کہ دوسرے نے اس کو غصب کر لیا ہے تو بھی آزاد کنندہ کے گواہ مقبول ہوں گے اور وہی باندی کی ولاء کا مستحق ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر زید نے گواہی[1] دی کہ عمرو نے قبل بیع کرنے کے اس کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہوگا اور اس کی ولاء موقوف رہے گی درصورتیکہ بائع اس سے منکر ہو پھر اگر اس کے بعد عمرو نے زید کے قول کی تصدیق کی تو ولاء اس کے واسطے لازم ہوگی اور زید کو ثمن واپس کر دے گا اسی طرح اگر عمرو کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں نے زید کے قول کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم استحسان ہے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بائع اس کو مدبر کر چکا تھا تو یہ موقوف رہے گا پھر اگر اس کے بعد بائع مر گیا تو غلام آزاد ہو جائے گا پس اگر بائع کے وارثوں نے مشتری کے قول کی تصدیق کی تو ان کی تصدیق دوبارہ لزوم ولاء اور رد ثمن کے استحساناً معتبر ہوگی۔ ایک غلام دو شخصوں کے درمیان مشترک ہے اور ہر ایک نے دونوں میں سے دوسرے پر اس کے آزاد کر دینے کی گواہی دی تو وہ غلام سعایت کرنے پر مملوکیت سے آزادی کی طرف نکل آئے گا اور دونوں کے واسطے سعی کرے گا خواہ دونوں خوشحال ہوں یا تنگدست ہوں یا ایک خوشحال ہو اور دوسرا تنگدست ہو اور اس کی ولاء دونوں میں مشترک ہوگی اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے قول کے موافق وہ غلام آزاد ہوگا اور اس کی ولاء دونوں میں موقوف رہے گی۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اور دونوں میں سے ہر ایک نے یہ اقرار کیا کہ یہ باندی دوسرے سے بچہ جنی ہے حالانکہ دوسرا اس سے منکر ہے تو وہ باندی ام ولد موقوف رہے گی اگر پھر دونوں میں سے کوئی مر گیا تو آزاد ہو جائے گی اور اس کی ولاء موقوف رہے گی اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ زید کی باندی ہے اور معروف ہے کہ یہ اس

[1] قولہ گواہی یعنی زید مشتری نے مع دوسرے گواہوں کے غلام کے لئے یہ گواہی دی اور وہ مدعی ہے۔

کی باندی ہے اس باندی کے عمرو سے ایک بچہ ہوا پس زید نے کہا کہ میں نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزار درہم میں فروخت کر دی تھی اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تھا تو بچہ آزاد ہوگا اور اس کی ولاء موقوف رہے گی اس واسطے کہ زید اس کی ولاء کو اپنی ذات سے دور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اصلی آزاد ہے کہ اپنے باپ کی ملک میں اس کا نطفہ قرار پایا ہے اور باندی بمنزلہ ام ولد کے موقوف رہے گی اور دونوں میں سے کوئی شخص اس سے وطی نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس سے خدمت لے سکتا ہے اور نہ اس کو مزدوری پر دے سکتا ہے اور اس کی ولاء موقوف رہے گی کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک اس کو اپنی ذات سے دور کرتا ہے اور زید اس باندی کا عقر عمرو سے بجائے ثمن لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میرے باپ خالد نے اپنے غلام کو حالت مرض یا صحت میں آزاد کر دیا ہے اور اس کا وارث سوائے میرے کوئی نہیں ہے تو قیاساً اس کی ولاء موقوف رہے گی اور زید کی اپنے باپ پر اس اقرار کی تصدیق نہ کی جائے گی مگر استحساناً اس کی ولاء زید کو ملے گی موقوف نہ رہے گی اور امام محمدؒ نے کتاب الولاء میں یہ نہیں ذکر فرمایا کہ آیا خالد کی مددگار برادری اس غلام کی طرف سے عاقلہ ہوگی یعنی اس کے جرم کی دیت ادا کرے گی یا نہیں اور مشائخؒ نے اس کے جواب میں تفصیل فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر زید اور اس کے باپ کا عصبہ ایک ہی ہوں مثلاً زید اور اس کے باپ کو ایک ہی شخص نے آزاد کیا ہو اور دونوں کی قوم ایک ہی قبیلہ ہو تو زید کے باپ کی برادری اس کی عاقلہ ہوگی اور اگر دونوں کے عصبات جدا جدا ہوں مثلاً باپ کو ایک شخص نے اور بیٹے کو دوسرے شخص نے آزاد کیا ہو تو اس غلام کی عاقلہ مددگار برادری نہ ہوگی اور عقل اس کی موقوف رہے گی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس عقر یعنی زید کے ساتھ دوسرا وارث نہ ہو اور اگر دوسرا وارث موجود ہو اور اس نے زید کے اقرار کی تکذیب کی تو اس کو اختیار ہوگا کہ بقدر اپنے حصہ کے غلام سے سعی کرا دے پھر امام اعظمؒ کے نزدیک اس وارث کے حصہ کی ولاء جس نے سعی کرائی ہے اسی کو ملے گی اور باقی آدھے حصہ کی ولاء میت کو ملے گی جیسا کہ اگر سب اسی مقر کا ہوتا اور وہ اقرار کرتا کہ میرے باپ نے اس کو آزاد کیا ہے تو یہی حکم تھا مگر صاحبینؒ کے نزدیک نصف حصہ میت اور نصف حصہ وارث مستغنی کی ولاء موقوف رہے گی اور جہاں جہاں ولاء موقوف ہونے کا حکم ہے وہاں اگر آزاد شدہ مر جائے تو اس کی میراث بیت المال میں داخل کی جائے گی مگر اس کی عاقلہ خود وہی ہوگا بیت المال اس کی طرف سے عاقلہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر تین لڑکیوں نے اپنے باپ کو خریدا پھر ایک لڑکی مر گئی اور اس نے اپنی ماں کا مولیٰ چھوڑا پھر باپ مر گیا تو دونوں بیٹیوں کو باپ کا دو تہائی مال بحسب فرائض ملے گا اور ایک تہائی باقی میں سے دو تہائی بحسب ولاء ملے گا اور جو لڑکی مر گئی ہے اس کے لئے ایک تہائی کا تہائی رہا وہ باپ کی طرف عود کرے گا اس میں سے ایک تہائی کی تہائی کا دو تہائی ان دونوں بیٹیوں کو ملے گا اور تہائی کی تہائی کا ایک تہائی ان کی ماں کے مولیٰ کو ملے گا پس ایسے حصے تقسیم کرنے کے حساب لگانے کے واسطے ایسے عدد کی ضرورت ہے جس کی تہائی کا تہائی تین ہو اور کم سے کم ایسا عدد ستائیس ہے پس ستائیس حصے کر کے اس میں سے چھبیس حصے دونوں بیٹیوں کو اور ایک حصہ دختر متوفی کی ماں کے مولیٰ کو ملے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

دوسرا باب:

ولاءموالاۃ کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل:

اس کے ثبوت کے سبب وشرائط، حکم، صفت سبب وصفت حکم کے بیان میں

واضح ہو کہ ولاء موالات کے ثبوت کا سبب ایجاب وقبول ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جو شخص کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا وہ اسی شخص سے یا کسی دوسرے سے یہ کہے کہ انت مولائی یعنی تو میرا مولیٰ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرا وارث ہے اور اگر کوئی جنایت کروں تو تو میری طرف سے عقل ادا کرے پس دوسرا شخص کہے کہ میں نے قبول کیا یا یوں کہے کہ والیتک یعنی میں نے تیرے ساتھ موالات کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا خواہ یہ الفاظ اسی شخص سے کہے جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے یا کسی دوسرے شخص سے کہے اور یہ عامہ علماء کا قول ہے حتیٰ کہ اگر زید ایک شخص عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور خالد سے موالات کی تو زید خالد ہی کا مولیٰ ہو گا یہ عامہ علماء کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے ولاء موالات کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ دونوں کی طرف سے عقد موالات واقع ہو اب رہا بلوغ سو بالغ ہونا ایجاب کرنے والے کی طرف سے شرط ہے پس نابالغ کی طرف سے ایجاب منعقد نہ ہوگا اگرچہ یہ نابالغ عاقل ہو پس اگر نابالغ لڑکے نے جو عاقل ہے مسلمان ہو کر کسی شخص سے موالات کا ایجاب کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ اس کا کافر باپ اجازت دے دے کیونکہ کافر باپ کو اپنے مسلمان بیٹے پر کچھ بھی استحقاق ولایت نہیں ہے پس اس کی اجازت وعدم اجازت دونوں یکساں ہیں اسی واسطے باقی عقود مثل بیع وغیرہ کے کافر باپ کی اجازت سے جائز نہیں ہوتے ہیں اور رہا بالغ ہونا قبول والے کی طرف سے سو اس عقد کے نفاذ کی شرط ہے مثلاً کسی بالغ نے اگر نابالغ کے ساتھ موالات کی اور نابالغ نے اس کو قبول کیا تو انعقاد ہو جائے گا مگر نافذ نہ ہوگا بلکہ نابالغ کے باپ یا وصی کی اجازت پر موقوف رہے گا پس اگر باپ یا وصی نے اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گا اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک غلام سے موالات کی اور غلام نے قبول کیا تو بھی غلام کے مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے اگر مولیٰ نے اجازت دے دی تو عقد جائز ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ غلام کی صورت میں اگر مولیٰ نے اجازت دے دی تو عقد ولاء غلام کے مولیٰ کے ساتھ منعقد ہوگا اور نابالغ کی صورت میں اگر اس کے باپ یا وصی نے اجازت دی تو عقد موالات یا بالغ کے ساتھ منعقد ہوگا اور اگر کسی شخص نے مکاتب سے موالات کی تو جائز ہے اور یہ ولاء مکاتب کے مولیٰ کے ساتھ ہوگی کیونکہ مکاتب کا قول کرنا صحیح ہے مگر ولاء اس کے مولیٰ کے ساتھ ہوگی کیونکہ یہ مکاتب ولاء کی اہلیت نہیں رکھتا ہے۔

(ومنها[1] ان یکون للعاقد وارث وھوان لایکون من وارث بقویه فان کان لم یصح العقد) اور اگر عاقد کا زوج یا زوجہ ہو تو عقد صحیح ہے اور ان دونوں کا حصہ دے کر باقی مولیٰ کو ملے گا اور ایک یہ ہے کہ عاقد اہل عرب سے نہ ہو حتیٰ کہ اگر کسی عربی نے کسی غیر قبیلہ کے آدمی سے موالات کی تو موالات نہ ہوگی لیکن اسی گروہ کی طرف منسوب ہوگا اور وہ لوگ اس کے عاقلہ قرار پائیں گے

---

[1] قولہ ومنہا..... اصل میں یوں ہی موجود ہے اور شاید صحیح عبارت کا یہ مطلب ہو کہ وارث ہونے کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ عاقد کوئی وارث نہ ہو یا عاقد اس کا وارث ہو یا یہاں اس سے زیادہ قریب وارث بھی نہ ہو اور نہ عقد صحیح نہ ہوگا فتامل فیہ۔

اسی طرح اگر کسی عورت عربیہ نے غیر قبیلہ کے آدمی سے موالات کی تو بھی یہی حکم ہے اور ایک یہ ہے کہ عاقد اہل عرب کے موالی میں سے نہ ہو کیونکہ اہل عرب کا مولیٰ انہیں میں سے قرار دیا جاتا ہے پس اس کا حکم بھی وہی ہے جو اہل عرب کا حکم ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک یہ شرط ہے کہ وہ شخص عاقد آزاد کردہ شدہ نہ ہو یعنی دوسرے نے اس کو آزاد نہ کیا ہو ورنہ آزاد کنندہ اس کا مولیٰ ووارث ہوگا اور ایک یہ ہے کہ کسی شخص نے عاقد کی طرف سے پہلے عقل ادا نہ کیا ہو ورنہ وہی مولیٰ رہے گا اور ایک یہ شرط ہے کہ عقد میں میراث ودیت جرم ادا کرنا شرط کریں یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر دونوں نے میراث کی شرط کی تو یوں ہی رکھا جائے گا اور ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کا وارث ہوگا اور یہ شرط نہیں ہے کہ عاقد نے جس سے عقد کیا ہے اس کے ہاتھ پر مسلمان بھی ہوا ہو اب رہا یہ امر کہ عاقد مجہول النسب ہو سو یہ امر عقد کے صحیح ہونے کی شرط ہے یہ کافی میں ہے۔ اب رہا یہ کہ عاقد کا مسلمان ہونا سو اسلام اس عقد کے واسطے شرط نہیں ہے پس ایک ذمی کا دوسرے ذمی سے یا مسلمان سے یا مسلمان کا ذمی سے موالات کرنا صحیح ہے اسی طرح مذکر ہونا بھی شرط نہیں ہے پس عورت کا مرد سے یا مرد کا عورت سے موالات کرنا صحیح ہے اسی طرح دارالاسلام بھی شرط نہیں ہے پس اگر حربی نے مسلمان ہو کر دارالحرب یا دارالاسلام میں کسی مسلمان سے موالات کر لی تو موالات صحیح ہے یہ بدائع میں ہے۔

اس عقد کا حکم یہ ہے کہ اگر عاقد مر گیا تو دوسرے کو جس کے واسطے میراث شرط کر دی تھی میراث ملے گی اور اگر اس نے کوئی جرم کیا تو یہ شخص اس کی طرف سے دیت دے گا اور اس عقد میں اس کی وہ نابالغ اولاد جو بعد عقد کے پیدا ہوئی ہے داخل ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اس عقد کی صفت یہ ہے کہ یہ عقد جائز غیر لازم ہوتا ہے یعنی لزوم نہیں ہو جاتا ہے اور حکم کی صفت یہ ہے کہ جو ولاء اس عقد کے ذریعہ سے ثابت ہوئی ہے وہ بذریعہ بیع یا ہبہ یا وصیت یا صدقہ کے محتمل تملیک[1] نہیں ہوتی ہے یعنی حق ولاء کو کوئی شخص فروخت کر کے دوسرے کو نہیں دے سکتا ہے کیونکہ یہ مال نہیں ہے حتیٰ کہ اگر زید نے ولاء موالات یا ولاء اعتاقہ کو بعوض ایک غلام کے عمرو کے ہاتھ فروخت کر کے غلام پر قبضہ کر لیا اور آزاد کیا تو عتق باطل ہوگا اور اگر مولیٰ اسفل نے اپنی ولاء دوسرے کے ہاتھ فروخت یا اس کو ہبہ کر دی تو بیع یا ہبہ کچھ نہ ہوگا لیکن اس سے پہلے کی ولاء کا نقض اور اس دوسرے کے ساتھ ولاء ثابت ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر زید[2] نے عمرو سے موالات کی تو مولیٰ یعنی زید کو اختیار ہے کہ عمرو کی ولاء چھوڑ کر خالد کے ساتھ موالات کر لے تاوقتیکہ عمرو نے زید کی طرف سے عقل یعنی جرمانہ دیت ادا نہ کیا ہو اس واسطے کہ یہ عقد لازم نہیں ہوتا ہے جیسے وصیت مگر نقض عقد عمرو کی حضوری میں ہوگا اسی طرح اعلیٰ کو اختیار ہے کہ اسفل کی ولاء سے برائت کر لے مگر اسفل کا حضور ضروری ہے اور اگر اسفل نے کسی دوسرے شخص سے موالات کر لی تو پہلے عقد کا نقض ہو جائے گا اگرچہ پہلا مولائے اعلیٰ حاضر نہ ہو اور اگر پہلے مولائے اعلیٰ نے اس کی طرف سے جرمانہ دیت ادا کیا ہو تو اسفل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کے ساتھ موالات کر کے اپنی ولاء اول سے منتقل کرے اسی طرح اس کے بیٹے کو بھی اختیار نہیں کہ جب مولیٰ اعلیٰ نے اس کے باپ کی طرف سے دیت ادا کی ہو پھر اس کی ولاء سے اپنی ولاء کو منتقل کرے اسی طرح اگر مولیٰ اسفل کے بیٹے کی طرف سے دیت ادا کی ہو تو باپ و بیٹے دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ اس سے اپنی ولاء منتقل کریں کیونکہ حکم ولاء میں باپ و بیٹے دونوں بمنزلہ ایک شخص کے ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ تملیک یعنی ان وجوہ سے دوسرے کی ملک میں دینے کے قابل نہیں ہے۔ [2] زید نے عمرو سے موالاۃ کی تو زید مولائے اسفل کہلاتا ہے اور عمرو مولائے اعلیٰ کہلاتا ہے۔

فصل دوم:

مستحقین ولاء اور اس کے ملحقات کے بیان میں

اگر زید نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر عمرو کے ساتھ موالات کی پھر زید کے ایک لڑکا ایسی عورت سے پیدا ہوا جو خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس سے موالات کر چکی تھی تو لڑکے کی ولاء باپ کے مولیٰ یعنی عمرو کو ملے گی اسی طرح اگر یہ عورت حالت حمل میں خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہو اور اس سے عقد موالات کر لیا ہو پھر لڑکا پیدا ہوا تو بھی یہی حکم ہے کہ لڑکے کی ولاء لڑکے کے باپ کے ولی کو ملے گی اور یہ حکم بخلاف ولاء العتاقہ کے ہے کہ درصورت ولاء عتاقہ کے اگر وہ عورت آزاد ہوئی پھر اس کے بعد بچہ جنی تو بچہ کی ولاء ماں[1] کے مولیٰ کو ملے گی اور اگر زید و اس کی عورت سے اولاد ہوئی اور وہ اولاد و نابالغ موجود ہے پھر زید نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس سے موالات کر لی پھر زید کی بیوی نے خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس سے موالات کر لی تو اولاد کی ولاء بالاجماع باپ کے مولیٰ کو ملے گی اگر ذمیوں میں سے ایک عورت نے جس کے پاس اس کا ایک نابالغ بچہ ہے کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس سے موالات کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی ولاء اور اس کے بچہ کی ولاء اس مولیٰ کو ملے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت کی ولاء مولا کو ملے گی اور اس کے بعد بچہ کی ولاء نہ ملے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید نے خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس سے موالات کر لی اور زید کے بالغ بیٹے نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر عمرو سے موالات کر لی تو ہر ایک کی ولاء اس کے مولیٰ کو ملے گی اور اگر بیٹا فقط مسلمان ہو گیا تو اس کی ولاء موقوف رہے گی اور باپ کے مولیٰ کو نہ ملے گی اور باپ نے جو عقد موالات اپنے واسطے کیا ہے وہ بیٹے پر جاری نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص ذمی مسلمان ہو گیا اور کسی سے اس نے موالات نہیں کی پھر اس کے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا تو یہ اس کا مولیٰ ہو گا اور اگر ایک ذمی ایک حربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو حربی اس کا مولیٰ نہ ہوگا اگرچہ اس کے بعد وہ حربی مسلمان ہو جائے تو یہ مبسوط میں ہے۔ ایک حربی امان لے کر دارالاسلام میں آیا اور یہاں ایک شخص زید کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس سے موالات کر لی پھر اس کا باپ امان لے کر آیا اور خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس سے موالات کر لی تو ہر ایک کی ولاء اس کے مولیٰ کو جس سے موالات کی ہے ملے گی اور یہ نہ ہوگا کہ باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے اور اگر ایک حربی امان لے کر دارالاسلام میں آیا اور زید کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس سے موالات کر لی پھر اس حربی کا باپ قید ہو کر دارالاسلام میں آیا اور یہاں آزاد کیا گیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے گا حتیٰ کہ بیٹے کی ولاء باپ کے آزاد کنندہ کو ملے گی اور اگر کسی حربی نے دارالحرب میں مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر وہیں یا دارالاسلام میں اس کے ساتھ موالات کر لی تو جائز ہے پھر اس کا بیٹا قید ہو کر آیا اور آزاد کیا گیا تو وہ اپنے باپ کی ولاء اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا ہے اور اگر اس کا باپ قید ہو کر آیا اور آزاد کیا گیا تو اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائے گا اور اگر ایک ذمی نے اپنا غلام آزاد کیا پھر ذمی عہد توڑ کر دارالحرب میں بھاگ گیا پھر گرفتار ہو کر آیا اور ایک شخص کا غلام بنا اور اس کے آزاد کردہ غلام نے چاہا کہ میں کسی شخص سے موالات کر لوں تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے پھر اگر اس کا مولیٰ کبھی آزاد ہو جائے گا تو اپنے آزاد کردہ کا وارث ہوگا اگر وہ مر جائے اور اگر اس نے بعد اس کے کوئی جنایت کی تو اس کا جرمانہ خود ہی ادا کرے گا اس کا مولیٰ اس کی طرف سے آزاد کرے گا ایسا ہی عامہ روایات میں مذکور ہے اور بعض روایات میں آیا کہ مولیٰ اس کا وارث ہوگا اور اس کی جنایت کی دیت دے گا اور یہی صحیح ہے۔

---

[1] قولہ ان کے مولیٰ ..... یہ اس صورت میں ہے کہ باپ غلام ہو ورنہ باپ کے مولیٰ کو ملے گی۔

محیط میں ہے۔ اگر عرب کے کسی نصرانی نے اپنے قبیلہ کے سوائے کسی دوسرے قبیلہ کے آمی کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اس کے ساتھ موالات کر لی تو اس کا مولیٰ نہ ہو گا لیکن اپنے گروہ کی طرف منسوب ہو گا اور وہی لوگ اس کے عاقلہ و وارث ہوں گے اور یہی حکم عورت کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک کافر نے حالت کفر میں ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر مسلمان ہو کر ایک شخص نے جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے موالات کر لی تو اس کی ولاء اسی کو ملے گی جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے اس کو نہ ملے گی جس کے ساتھ قبل اسلام کے موالات کی تھی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

تیسرا باب:

متفرقات کے بیان میں

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں عمرو بن خالد کا فوق یا تحت میں سے مولی العتاقہ ہوں اور عمرو بن خالد نے تصدیق کی تو عمرو بن خالد اس کا مولیٰ ہو جائے گا کہ اس کا وارث ہو گا اور اس کی طرف سے عاقلہ ہو گا اسی طرح اگر زید نے اقرار کیا کہ میں عمرو بن خالد کا مولی الموالات ہوں اور عمرو نے اس کی تصدیق کی تو زید اس کے مولی الموالات میں سے ہو گا اگر زید کی بالغ اولاد ہوں اور انہوں نے زید کے اقرار کی تکذیب کی اور کہا کہ ہمارا باپ بکر بن شعیب کا مولیٰ ہے تو زید کے اقرار کی تصدیق اس کی ذات کے واسطے ہو گی اور اولاد بالغ کے اقرار کی تصدیق ان کی ذات کے واسطے ہو گی کیونکہ اولاد جب بالغ ہو تو باپ کو ان کی طرف سے عقد ولاء کا اختیار نہیں ہوتا ہے پس ان کے حق میں ولاء کا اقرار بھی نہیں کر سکتا ہے اور اسی سے یہ فرق ثابت ہوا کہ اگر اولاد نابالغ ہو تو باپ کو ان کی طرف سے عقد ولاء کا اختیار ہے پس ولاء کے اقرار کا بھی اختیار ہے اور اگر ایک شخص کی بیوی نے جس سے اولاد موجود ہے اقرار کیا کہ میں عمرو کی آزاد کی ہوئی ہوں اور اس شخص نے اقرار کیا کہ میں خالد کا آزاد کیا ہوا ہوں اور عمرو نے بیوی کی اور خالد نے شوہر کی تصدیق کی تو ہر ایک بیوی شوہر اپنے اپنے اقرار پر مصدق ہو گا اور اوالد کی ولاء باپ کے مولیٰ کو ملے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک عورت آزاد شدہ معروف ہے اور اس کا شوہر بھی کسی کا آزاد کردہ ہے اس عورت کے بچہ پیدا ہوا پھر عورت نے کہا کہ میں اپنی آزادی سے پانچ مہینہ کے بعد یہ بچہ جنی ہوں اور اس کی ولاء میرے مولیٰ کو چاہئے اور شوہر نے کہا کہ تو آزادی سے چھ مہینے پر جنی ہے اور اس کی ولاء میرے مولیٰ کو ملے گی تو شوہر کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک عورت نے کسی شخص سے موالات کی اور اس کے ایک بچہ پیدا ہوا کہ جس کا باپ معلوم نہیں تو اس عورت کی ولاء میں داخل ہو گا اسی طرح اگر ایک عورت نے اقرار کیا کہ میں عمرو کی مولاء ہوں اور اس کے پاس بچہ ہے جس کا باپ معلوم نہیں ہے تو اس عورت کا اقرار اس کے و بچہ دونوں کے حق میں صحیح ہے اور دونوں عمرو کے مولاؤں میں سے ہو جائیں گے اور یہ حکم امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں اولاد کی ولاء ماں کے مولیٰ کے واسطے ثابت نہ ہو گی یہ کافی میں ہے۔

اگر عرب کا ایک شخص ہو جس کی عورت معروف النسب نہیں ہے اس سے عربی اولاد ہوئی پھر عورت نے دعویٰ کیا کہ میں عمرو کی آزاد کردہ ہوں اور عمرو نے اس کی تصدیق کی تو عورت کے قول کی تصدیق اس کے حق میں ہو گی اور اولاد کے حق میں نہ ہو گی اور اگر عمرو نے آزاد کرنے میں اس کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ میری باندی ہے میں نے اس کو آزاد نہیں کیا ہے تو یہ عورت اسی کی باندی ہو جائے گی کیونکہ اس نے اپنی ذات پر رقیت کا اقرار کر کے پھر حریت کا دعویٰ کیا تو اس کے اقرار کی تصدیق[1] ہو گی اور اس کے دعویٰ کی

[1] تصدیق اقول یعنی گواہوں سے ثابت کر سکتی ہے۔

تصدیق نہ کی جائے گی اور جولڑکا وقت اقرار کے بطن میں موجود ہے اس کے حق میں بھی تصدیق نہ ہوگی اور جو اولاد اس کے بعد پیدا ہو اس کے حق میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے اقرار کی تصدیق ہوگی یعنی وہ اولاد رقیق پیدا ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک نہ ہوگی حتیٰ کہ اولاد آزاد پیدا ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک غلام نے اقرار کیا کہ میں زید و عمر کا غلام آزاد کردہ ہوں کہ دونوں نے مجھے آزاد کیا ہے پس زید نے اقرار کی تصدیق کی مگر عمرو نے تکذیب کی تو یہ غلام بمنزلہ ایسے غلام کے ہو جائے گا جو دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اس کو آزاد کر دیا ہو اور اگر غلام نے کہا کہ میں زید کا آزاد کردہ غلام ہوں پھر کہا کہ میں عمرو کا آزاد کردہ غلام ہوں اور زید و عمرو دونوں نے اس کا دعویٰ کیا تو وہ زید کا آزاد کردہ غلام قرار دیا جائے گا اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے زید و عمرو نے آزاد کیا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ فقط میں نے اس کو آزاد کیا ہے تو غلام پر کچھ نہیں لازم آئے گا پھر اگر اس کے بعد غلام نے دونوں میں سے کسی خاص کے واسطے اقرار کیا یا دونوں کے سوائے کسی غیر کے واسطے اقرار کیا تو متر لہ کا آزاد غلام قرار دیا جائے گا پس ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب میں مذکور ہے کہ اگر غلام نے اس کے بعد کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کیا تو اس کا مولیٰ ہو جائے گا یہ حکم صاحبینؒ کے قول کے موافق ہونا چاہئے اور امام اعظمؒ کے قول پر یہ حکم ہے کہ اس کا اقرار جائز نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں فلاں عورت کا آزاد کردہ ہوں اور عورت نے کہا کہ میں نے تجھے آزاد نہیں کیا بلکہ تو میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے اور تو نے مجھ سے موالات کر لی ہے تو وہ شخص اس کا مولی الموالات ہوگا پھر اگر اس شخص نے یہ چاہا کہ میں اس عورت کی ولاء سے اپنی ولاء دوسرے شخص کی طرف منتقل کروں تو امام اعظمؒ کے قیاس کے موافق ایسا نہیں کر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے قیاس کے موافق کر سکتا ہے اور اگر اس نے یہ اقرار کیا کہ میں اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے موالات کر لی ہے اور عورت نے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا ہے تو وہ شخص اس کا مولی الموالات قرار پائے گا اور اس کو اختیار ہے کہ عورت کی موالات سے دوسری کی طرف ولاء منتقل کر لے اور اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں زید کا آزاد کردہ ہوں اس نے مجھے آزاد کیا ہے اور زید نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تجھے آزاد نہیں کیا ہے اور نہ میں تجھے پہچانتا ہوں پھر اس مقر نے عمرو کے واسطے اقرار کیا کہ اس نے مجھے آزاد کیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا اقرار صحیح نہیں ہے اور عمرو کا مولیٰ نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اس کا مولیٰ ہو جائے گا بشرطیکہ عمرو اس کی تصدیق کرے اگر زید نے ایک میت کے فرزند پر بعد موت کے دعویٰ کیا کہ میں نے تیرے باپ کو آزاد کیا ہے اور فرزند نے اس کی تصدیق کی تو اس کی ولاء زید کے واسطے ثابت ہوگی اور اگر میت کی اولاد بالغ موجود ہوں اور بعضی اولاد نے اس کی تصدیق کی تو جنہوں نے تصدیق کی ہے وہی زید کے موالی ہوں گے اور اگر دو شخصوں نے یعنی زید و عمرو نے دعویٰ کیا اور بعضی اولاد نے زید کی اور بعضی نے عمرو کی تصدیق کی تو جس فریق نے جس کی تصدیق کی اس کے مولیٰ ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے زید پر دعویٰ کیا کہ میں اس کا غلام تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور زید نے کہا کہ میں نے تجھے آزاد نہیں کیا ہے تو جیسا[1] میرا غلام تھا ویسا ہی ہے تو مولیٰ کا قول قبول ہوگا پھر اگر غلام نے زید سے قسم لینی چاہی تو لے سکتا ہے اور اگر مدعا علیہ یعنی زید نے کہا کہ تو اصلی آزاد ہے کبھی میرا غلام نہ تھا اور نہ میں نے تجھے آزاد کیا ہے اور قسم لینی چاہی تو امام محمدؒ کے نزدیک قسم نہ لی جائے گی کیونکہ اختلاف یہاں ولاء میں واقع ہوا نہ عتق میں کہ عتق میں دونوں کا تصادق ہے اور ولاء میں امام کے نزدیک استحلاف[2] نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر زید نے آزاد

---

[1] قولہ جیسا یعنی غلام خود مقر ہے کہ میں اس کا غلام تھا پھر وہ گواہ لائے کہ اس نے مجھے آزاد کیا ہے۔ [2] استحلاف یعنی قسم لینا عائد نہیں ہوتا ہے۔

میت کے وارث پر جس نے ایک بیٹی و مال چھوڑا ہے دعویٰ کیا کہ میں نے میت کو آزاد کیا اور مجھے ولاء سے نصف میراث چاہئے ہے اور بیٹی نے کہا کہ میرا باپ آزاد اصلی تھا تو دختر سے ولاء پر قسم نہیں لی جائے گی مگر مال پر قسم یوں لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتی ہوں کہ میرے باپ کی میراث میں اس مدعی کا کچھ حق ہے اور اس باب میں ولاء موالات مثل ولاء العتاقہ کے ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک ولاء موالات پر قسم نہ لی جائے گی اور صاحبینؒ نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے اور اگر دختر نے بعد انکار کے پھر مدعی کے دعویٰ کا اقرار کیا تو یہ شخص مدعی اس میت کا مولیٰ قرار پائے گا اور دختر کے انکار سے ولاء کا نقض نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص نے موالی میں سے ایک عربی پر دعویٰ کیا کہ وہ میرا مولیٰ ہے اس نے مجھے آزاد کیا حالانکہ یہ عربی غائب ہے پھر مدعی کی رائے میں یوں آیا کہ اس نے کسی دوسرے پر ایسا دعویٰ کیا اور اس سے قسم طلب کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس سے قسم نہ لی جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک توقف کیا جائے گا پس اگر شخص عربی نے جو غائب تھا اگر اس مدعی کے دعویٰ کی تصدیق کی تو مدعی کی ولاء دوسرے مدعا علیہ سے ثابت نہ ہوگی اور اگر تکذیب کی تو دوسرے سے ثابت ہو جائے گی کذا فی المحیط۔

کتاب الاکراہ

قال المترجم اکراہ میں چار لفظ کا استعمال ایک مُکرِہ بصیغہ اسم فاعل یعنی مکراہ کرنے والا اس لفظ کو مترجم استعمال کرتا ہے اس معنی میں دوسرا مُکرَہ بصیغہ اسم مفعول یعنی جس شخص کو باکراہ مجبور کیا اور بجائے اس کے مترجم لفظ مجبور کردہ استعمال کرتا ہے اور تیسرا مکرہ علیہ جس کام پر قولاً یا فعلاً مجبور کیا چوتھا مکرہ بہٖ یعنی جس وعید سے ڈرایا کہ تیرے ساتھ یہ کروں گا اگر تو ایسا نہ کرے گا اور ان دونوں لفظوں کو مترجم استعمال کرتا ہے پس یاد رکھنا چاہئے اور اس میں چار ابواب ہیں۔

باب اوّل:

اکراہ کی تفسیر شرعی‘ انواع‘ شروط‘ حکم اور بعض مسائل کے بیان میں

اکراہ کی شرعی تفسیر ☆

اکراہ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ اکراہ ایسے فعل کا نام ہے جس کو آدمی غیر کے واسطے بلا اس کی رضامندی کے کرتا ہے کذا فی الکافی۔

انواعِ اکراہ ☆

اور اکراہ کی دراصل خود دو قسم ہیں ایک اکراہ بلجی دوسرا اکراہ غیر بلجی پس اکراہ بلجی اس کو کہتے ہیں کہ غیر شخص کو کسی کام کرنے پر یوں دھمکائے کہ اگر نہ کرے گا تو تیری جان ہلاک کروں گا یا کوئی عضو تلف کر دوں گا اور جو اکراہ غیر بلجی ہے وہ یہ ہے کہ قید کروں گا یا بیڑیاں ڈالوں گا اور شرط اکراہ کی امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اکراہ بادشاہ وقت کی طرف سے ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک جو صدمہ سلطان کی طرف سے پہنچتا ہے اگر وہی غیر کی طرف سے پہنچتا[1] نظر آئے تو یہ بھی اکراہ شرعی صحیح ہوگا کذا فی النہایہ اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اگر مکرہ یعنی اکراہ کرنے والا اس شخص کی نظر سے جس کو مجبور کرتا ہے غائب ہوا تو اکراہ جاتا رہا اور سلطان کی طرف سے فقط حکم دینا بدوں تہدید کے اکراہ ہوتا ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر مامور یہ جانتا ہے کہ اگر میں یہ کام جس کا حکم دیا ہے نہ کروں گا تو بادشاہ میرے ساتھ خوفناک امر کرے گا تو سلطان کا حکم ہے اکراہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور فتاویٰ آہو میں مذکور ہے کہ شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ سوائے سلطان کے دوسرے کی طرف سے اکراہ بالاجماع اسی وقت متحقق ہوگا کہ جب یہ شخص دوسرے سے استعانت نہیں لے سکتا ہے اور اگر لے سکتا ہو تو اختلاف ہے امام اعظمؒ کے نزدیک نہ متحقق ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک متحقق ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اکراہ میں چند معانی[2] کا اعتبار ہے ایک مکرہ میں دوسرے جس کو مجبور کیا ہے تیسرے جس امر پر مجبور کیا چوتھے جس بات پر

---

[1] قولہ پہنچتا یعنی غیر کو بھی بالفعل یہ قوت حاصل ہے کہ وہ قتل یا قید وغیرہ کر سکتا ہے اور یہ بمنزلہ سلطان ہے۔ [2] قولہ معانی یعنی جب یہ باتیں سب جمع ہوں تب اکراہ کا ثبوت ہوگا۔

ڈرایا ہے پس مکرہ میں یہ معتبر ہے کہ جس امر سے ڈرایا ہے وہ امر اس کے اختیار میں ہو کہ اس کا ایقاع کر سکتا ہو اور اگر ایسا نہ ہوگا یعنی جس سے ڈراتا ہے اس کو کر نہیں سکتا ہے تو ایسے شخص کا اکراہ اکراہ نہیں ہذیان ہے اور جس شخص کو ڈرایا ہے اور مجبور کیا ہے اس میں یہ اعتبار ہے کہ مکرہ کی طرف سے وہ شخص اپنی جان پر خوفناک ہو کہ جس امر سے ڈراتا ہے اس کو جلدی دفع کرے گا کیونکہ وہ شخص بالطبع بدوں اس کے مجبور نہیں ہوگا اور جس امر سے ڈراتا ہے اس میں یہ معتبر ہے کہ اس سے جان تلف ہو یا لنجہ ہو جائے یا کوئی عضو تلف ہو جائے یا ایسے امر سے ڈرائے جس سے یہ شخص راضی نہیں ہے اور جس کام پر اکراہ کیا ہے اس میں یہ معتبر ہے کہ قبل اکراہ کے وہ کام اس شخص سے ممتنع ہو خواہ اسی کے حق کی وجہ سے یا دوسرے آدمی کے حق کی وجہ سے یا شرعی حق کی وجہ سے اور ان احوال کے اختلاف کی وجہ سے حکم مختلف ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ رہا حکم اکراہ کا یعنی رخصت یا اباحت وغیرہ سو اکراہ کی شرط پائی جانے پر ثابت ہوگا اور اصل یہ ہے کہ مکرہ کے سب تصرفات قولی ہمارے نزدیک منعقد ہوتے ہیں لیکن ان میں تصرفات میں سے جو تصرفات محتمل فسخ ہیں جیسے بیع و اجارہ وغیرہ وہ فسخ ہو جائیں گے اور جو فسخ نہیں ہو سکتے ہیں جیسے طلاق و عتاق و نکاح و تدبیر[1] و استیلاد و نذر سو یہ تصرفات لازم رہیں گے یہ کافی میں ہے۔

جب تلف نفس یا عضو پر ڈرا کر کسی فعل کرنے پر اکراہ کیا تو وہ فعل مجبور کردہ سے منتقل کیا جائے گا مگر ان صورتوں میں منتقل کیا جائے گا کہ جن میں مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ ہو سکتا ہے پس ایسا ہو جائے گا کہ گویا خود ہی مکرہ نے یہ فعل کیا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کو دھمکایا کہ تجھے قتل کروں گا یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالوں گا اگر تو نے عمرو کو قتل نہ کیا یا اس کا مال تلف نہ کیا اور اگر تلف نفس یا عضو پر ڈرا کر کسی قول کہنے پر مجبور کیا پس اگر وہ قول ایسا ہو کہ جس کا جد[2] و ہزل یکساں ہے اور اس کا ثبوت متعلق بقول ہے جیسے طلاق و عتاق تو ایسے اکراہ کا حکم یہ ہے کہ حق اتلاف میں مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ قرار دیا جائے گا اور اتلاف اس سے منتقل ہو کر مکرہ پر پڑے گا کیونکہ مجبور کردہ حق اتلاف میں مکرہ کا آلہ ہو سکتا ہے مگر حق تلفظ میں جس میں مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ نہیں ہو سکتا ہے وہ مجبور کردہ ہی سے اعتبار کیا جائے گا اور اگر ایسا قول ہو کہ جس کا جد و ہزل یکساں نہ ہو جیسے بیع و اجارہ و اقرار تو ایسے اکراہ کا حکم یہ ہے کہ یہ قول فاسد قرار دیا جائے گا اسی طرح اگر ایسا قول ہو جس کا جد و ہزل یکساں ہے مگر اس کا ثبوت متعلق بقول نہیں ہے تو ایسے اکراہ کا حکم بھی اس قول کا فساد ہے حتیٰ کہ مجبور کردہ کی ردت یعنی مرتد ہونا صحیح نہیں ہے پس ردت ایسی چیز ہے کہ اس کا جد و ہزل یکساں ہے مگر ثبوت ردت متعلق بہ لفظ نہیں ہے پس اگر ایک شخص نے زید کو مجبور کیا کہ کفر کرے اس نے کفر قبول کرنے کا اقرار کیا تو کافر نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مکرہ نے قید و بند سے ڈرا کر کسی فعل پر مجبور کیا تو اس کا کچھ حکم نہیں ہے اور یوں قرار دیا جائے گا کہ اس شخص نے بلا اکراہ خود ہی اس فعل کو کیا ہے اور اگر قید بند سے ڈرا کر کسی قول پر مجبور کیا پس اگر ایسا قول ہے جس کا جد و ہزل یکساں نہیں ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ قول فاسد ہے اور اگر ایسا قول ہو جس کا جد و ہزل یکساں ہے تو اس کا کچھ حکم نہیں ہے اور یوں قرار دیا جائے گا کہ مجبور کردہ نے خود اپنے اختیار سے یہ لفظ کہا ہے کہ یہ نہایہ میں ہے۔

پس اگر کسی شخص کو قتل کیا یا ضرب شدید یا قید مدید سے ڈرا کر خرید یا فروخت یا اقرار یا اجارہ پر مجبور کیا تو مجبور کردہ کو خیار ہوگا چاہے بیع کو تمام کردے یا فسخ کردے بخلاف اس کے اگر ایک روز کی قید یا بند یا ایک کوڑا مارنے پر ڈرایا تو یہ حکم نہیں ہے لیکن اگر یہ شخص مجبور کردہ صاحب منصب ہو کہ اس کے حال سے معلوم ہو کہ یہ شخص ایسے فعل سے متضرر ہوگا تو یہ شخص مجبور کردہ قرار دیا جائے گا اور قید کی وہ مقدار جو اکراہ ہو سکتی ہے اس قدر ہے کہ جس سے کھلا ہوا غم لاحق ہو اور ضرب سے اس قدر ہے کہ جس سے درد شدید حاصل ہو اور

[1] قولہ تدبیر اپنے مملوک کے حق میں کہے کہ میرے مرنے پر آزاد ہے اور استیلاد اپنی فلانہ باندی کو اپنی بیوی بنائے۔ [2] یعنی وہ امر جو قول سے ثابت ہو اس میں جد و ہزل یکساں ہے یعنی خواہ جد سے کہے تو طلاق واقع ہوگی خواہ ہزل سے کہے تو طلاق واقع ہوتی ہے بقولہ علیہ السلام ثلث جدہن جد و ہزلہن جد الحدیث۔

اس کی کوئی ایسی حد مقرر نہیں ہے کہ جس سے کم وزیادہ نہ ہو سکے بلکہ یہ امام وقت کی رائے پر موقوف ہے اس واسطے کہ یہ باختلاف احوال مردم مختلف ہوتا ہے پس بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں جو بدوں ضرب شدید وقید مدید کے دردناک نہیں ہوتے ہیں اور بعضے شریف و صاحب منصب ہوتے ہیں کہ ادنیٰ توہین سے مثل ایک کوڑے یا گوشالی سے متضرر ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ یہ حرکت ان کے ساتھ مجمع عام میں یا سلطان کے روبرو کی جائے تو ایسے لوگوں کے حق میں اکراہ صرف اسی قدر سے ثابت ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو بیع کر کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا تو یہ بیع مکرہ ہوگی اور اگر اس نے فقط بیع پر مجبور کیا اور عمرو نے بیع کر کے بخوشی سپرد کیا تو یہ بیع مکرہ نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ بیع پر اکراہ کرنے سے سپرد کر دینے پر اکراہ نہیں ہوتا ہے پس سپرد کرنا برضامندی ہوا اور اس سے یہ حکم ہوگا کہ اس نے بیع کی اجازت دے دی اور اسی سے ہم نے کہا کہ جو شخص یوں دعویٰ کرے کہ میں بیع کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور اب چاہتا ہوں کہ مبیع مشتری سے واپس ملے تو اس دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی تاوقتیکہ یوں دعویٰ نہ کرے کہ میں بیع کر کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا گیا تھا اور جب اکراہ بیع کر کے سپرد کر دینے پر واقع ہو حتیٰ کہ بیع مکرہ ہو جائے اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو یہ ملک فاسد اس کا مالک ہوگا اور مشتری کے تصرفات اس میں نافذ ہوں گے اور بعد تصرف کے اگر مجبور کردہ نے اس سے خصومت کی پس اگر ایسا تصرف ہو جو بعد وقوع کے محتمل نقض ہو تو مجبور کردہ کو اختیار ہے کہ اس کا تصرف توڑ کر اپنے مال عین کو جہاں پائے واپس لے اور اگر ایسا تصرف ہو جو بعد وقوع کے محتمل نقض نہیں ہے جیسے عتق و تدبیر وغیرہ تو مجبور کردہ اس کو نہیں توڑ سکتا ہے مگر اس کو قیمت کی ضمان لینے کا اختیار ہے پس چاہے مکرہ سے مشتری کے سپرد کرنے کے روز کی قیمت لے یا مشتری سے یہ قیمت ڈانڈ لے۔

پس اگر اس نے مشتری سے ضمان لینا اختیار کیا تو چاہے مشتری کے قبضہ کرنے کے روز کی قیمت لے یا جس روز اس نے آزاد کیا ہے اس روز کی قیمت لے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو بیع پر مجبور کیا اور عمرو نے ثمن پر بطوع خود قبضہ کیا تو یہ اجازت ہے کیونکہ ثمن پر بطوع خود قبضہ کرنا رضامندی کی دلیل ہے اور یہی شرط تھی بخلاف اس کے اگر ہبہ پر اکراہ کیا سپرد کرنے پر اکراہ نہ کیا اور مجبور کردہ نے سپرد کیا تو یہ اجازت ہبہ نہیں ہے اگرچہ بطوع خود سپرد کیا اور اگر مجبور کردہ نے باکراہ اس کو قبول کیا تو یہ بیع کی اجازت نہیں ہے اور اس پر واجب ہوگا کہ ثمن واپس کرے اگر اس کے پاس موجود ہو کیونکہ بسبب اکراہ کے عقد فاسد ہے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو اس سے کچھ نہیں[1] لے سکتا ہے اور اگر مشتری کے ہاتھ میں مبیع تلف ہوئی حالانکہ مشتری مجبور کردہ نہ تھا مگر بائع مجبور کردہ تھا تو مشتری اس کی قیمت بائع کو ڈانڈ دے اور بائع کو اختیار ہے کہ مکرہ[2] سے ضمان لے پس اگر مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ مشتری سے قیمت واپس لے گا اور اگر مشتری سے ضمان لی تو مشتری کی ملک مبیع میں ثابت ہوگی اور مکرہ سے مشتری کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ علی ہذا القیاس ہاتھوں ہاتھ چند بار فروخت ہوئی تو سب بیع مشتری اول کے ضمان دینے سے نافذ ہو جائیں گی اور بائع اول کو اختیار ہے کہ جس مشتری سے چاہے ضمان لے اور جو مشتری ان مشتریوں میں سے ضمان ادا کرے گا وہ مالک ہو جائے گا اور جتنی بیوع اس کے بعد واقع ہوئی ہیں وہ سب جائز ہو جائیں گی مگر ماقبل کی بیوع باطل ہوں گی بخلاف اس کے اگر مجبور کردہ نے ان بیوع میں سے کسی بیع کی اجازت دی تو سب بیوع ماقبل و مابعد کی جائز ہو جائیں گی اور ثمن کو مشتری اول سے وصول کرے گا یہ تبیین میں ہے۔

---

[1] اس واسطے کہ امانتاً تلف ہوا ہے۔ [2] قولہ مکرہ جس نے اکراہ کیا اس واسطے کہ وہی باعث ہے اور مجبور کا فعل اسی کی طرف راجع ہے جیسا کہ اکراہ صحیح میں ہر جگہ ہوتا ہے۔

اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری نہ ہو اور مشتری نے قبل قبضہ کے اس کو آزاد کر دیا تو اس کا عتق باطل ہے ☆

اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری مجبور کردہ نہ ہو پس مشتری نے بعد قبضہ کے کہا کہ میں نے بیع توڑ دی تو اس کا توڑنا صحیح نہیں ہے اور اگر قبل قبضہ کے نقض کیا تو صحیح ہے اور اگر مشتری مجبور کردہ ہو بائع نہ ہو تو قبل قبضہ کے دونوں میں سے ہر ایک کو نقض بیع کا اختیار ہے مگر بعد قبضہ کے فقط مشتری کو فسخ کا اختیار رہوگا نہ بائع کو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مشتری مجبور کردہ ہو نہ بائع پھر مبیع مشتری کے پاس تلف ہوئی پس اگر بلا تعدی تلف ہوئی تو امانت کا مال گیا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر سلطان نے زید کو کسی چیز کے خریدنے و قبضہ کر کے ثمن دینے پر مجبور کیا اور بائع مجبور کردہ نہیں ہے پھر مشتری مجبور نے بعد خریدنے و قبضہ کرنے کے اس کو آزاد کر دیا یا مدبر بنایا یا باندی تھی اس سے وطی کی یا شہوت سے بوسہ لیا تو خرید نافذ ہو جائے گی اور اگر مشتری نے خریدا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا کہ بائع نے اس کو آزاد کیا تو عتق نافذ و بیع باطل ہو جائے گی اور اگر مشتری نے قبل قبضہ کے اس کو آزاد کیا تو استحساناً عتق نافذ ہوگا اور اگر قبل قبضہ کے دونوں نے معاً اس کو آزاد کیا تو بائع کا آزاد کرنا نافذ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری نہ ہو اور مشتری نے قبل قبضہ کے اس کو آزاد کر دیا تو اس کا عتق باطل ہے اور اگر مشتری کے آزاد کرنے کے وقت بائع نے اجازت دے دی تو بیع جائز ہو جائے گی کیونکہ ابھی تک معقود علیہ پر عقد کا حکم ہو سکتا ہے اور یہ عتق جو مشتری سے واقع ہوا جائز نہیں اور اگر دونوں نے اس کو آزاد کیا تو بائع کا اعتاق جائز ہے کیونکہ اس کی ملک پر واقع ہوا ہے اور اس سے بیع ٹوٹ گئی اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اس کو آزاد کیا تو غلام مشتری کی طرف سے آزاد ہوا اور اگر بائع و مشتری دونوں مجبور کردہ ہوں کہ عقد کر کے مبیع و ثمن پر باہمی قبضہ کریں اور دونوں کو ایسا ہی کرنا پڑا پھر ایک نے بعد اس کے کہا کہ میں نے بیع کی اجازت دے دی تو اس کی جانب سے بیع جائز ہو جائے گی اور دوسرا اپنے حال پر رہے گا پھر اگر دونوں نے بلا اکراہ اجازت دے دی تو بیع جائز ہے اور اگر دونوں نے اجازت نہ دی یہاں تک کہ مشتری نے غلام آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے پھر اگر اس کے بعد دوسرے نے اجازت دی تو اس کی اجازت پر التفات نہ کیا جائے گا کیونکہ تیسرے پر ضمان قیمت متقرر ہو چکی ہے اور محل عقد ابتداءً معدوم ہو گیا اور اگر دونوں نے باہمی قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ ایک نے بلا اکراہ بیع کی اجازت دے دی تو بیع بحالہ فاسد رہے گی کیونکہ ایک[1] کی طرف سے اکراہ پایا جانا فساد بیع کے واسطے کافی ہے۔

اگر معاً دونوں نے اس کو آزاد کیا حالانکہ ایک نے بیع کی اجازت دے دی ہے پس اگر وہ غلام مقبوض نہ ہو تو بائع کا اعتاق جائز ہے اور مشتری کا باطل ہے اور اگر ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے آزاد کیا پس اگر بائع نے بیع کی اجازت دے دی ہو اور مشتری نے بائع سے پہلے آزاد کیا تو یہ فعل دونوں کی طرف سے بیع کی اجازت تحقیق کرے گا اور ثمن بائع کا مشتری پر واجب ہوگا اور عتق مشتری کی طرف سے نافذ ہوگا کیونکہ اس کی ملک سابق ہو چکی ہے اور اگر بائع نے پہلے آزاد کیا تو اس نے اعتاق سے بیع توڑ دی اور اس کی طرف سے عتق نافذ ہو گیا پھر دونوں میں سے کسی کی اجازت نفاذ بیع کے واسطے کارآمد نہ ہوگی اور نہ مشتری کا اعتاق اس کے بعد نافذ ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے اولاً بیع کی اجازت دی ہو اور بائع نے اجازت نہ دی ہو تو بائع کا اعتاق نافذ ہوگا اور اس سے بیع ٹوٹ جائے گی خواہ مشتری سے پہلے آزاد کیا ہو یا اس کے بعد آزاد کیا ہو کیونکہ مشتری کی اجازت کے بعد بھی وہ غلام بائع کی ملک میں باقی ہے پس بائع کا اعتاق اس کی ملک پر واقع ہوا اس واسطے نافذ ہوگا اور بیع ٹوٹ جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید کو اس کی باندی فروخت کر دینے پر مجبور کیا اور کسی مشتری کا نام نہ لیا اس نے باندی کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دی تو یہ فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قولہ ایک یعنی جس نے اکراہ سے یہ معاملہ کیا ہے خواہ وہ مشتری ہو یا بائع ہو اس لئے کہ طرفین سے رضامندی نہ پائی گئی۔

گرفتاری پر ادائے مال کے طریقوں کا بیان ☆

اگر زید کو ظالموں نے گرفتار کیا کہ مال ادا کرے اور اس پر ادائے مال کے واسطے اکراہ کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اپنی باندی کو اس مال کے عوض فروخت کر کے ادا کرے مگر زید نے اپنی باندی اس لئے فروخت کی کہ یہ مال ادا کرے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ اس نے بطوع خود باندی فروخت کی ہے اس لئے کہ ادائے مال کا تحقیق بطریق استقراض[1] یا استیہاب ہوسکتا ہے کچھ باندی کی فروخت پر موقوف نہیں ہے اور یہ ظالموں کی عادت ہے کہ جب کسی شخص سے مصادرہ[2] چاہتے ہیں تو اس کو ادائے مال پر مجبور کرتے ہیں اور یہ نہیں کہتے ہیں کہ اپنی ملک کی کوئی چیز فروخت کرے حتیٰ کہ جب اس نے وہ چیز فروخت کر دی تو بیع اس کی نافذ ہو جاتی ہے تو ایسی بلا میں مبتلا ہونے کے وقت حیلہ یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے ادا کروں میرے پاس مال نہیں ہے پھر جب ظالم اس سے کہے کہ اپنی باندی فروخت کر کے ادا کر تو اب وہ شخص باندی فروخت کرنے پر مجبور قرار دیا جائے گا پس بیع نافذ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص دس ہزار درہم پر ایک باندی خریدنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ باندی کی قیمت ہزار درہم ہے اس نے دس ہزار سے زیادہ کو خریدی یا ایک شخص دس ہزار درہم کی قیمت کی باندی کو ہزار درہم پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اس نے ہزار سے کم پر فروخت کی تو ہمارے علماء کے قول پر استحساناً بیع جائز ہے اور اگر ہزار درہم پر ایک باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اس نے بعوض دیناروں کے جن کی قیمت ہزار درہم ہے فروخت کی تو ہمارے علماء کے قول پر بیع فاسد ہے اور اگر ہزار درہم پر باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اس نے بعوض کسی اسباب یا حیوان کے جس کی قیمت ہزار درہم ہے فروخت کی یا ہزار درہم کے اقرار پر مجبور کیا گیا اس نے سو دینار کا جس کی قیمت ہزار درہم ہے اقرار کیا تو ہمارے علماء کے قول پر یہ بیع و اقرار نافذ ہوگا اور اگر ہزار درہم پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اس نے دو ہزار درہم کو فروخت کی تو کل بیع جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر بیع پر مجبور کیا گیا اور مجبور نے مبیع ہبہ کر دی تو جائز ہے اسی طرح اگر ہزار درہم حق کا اقرار کرنے پر مجبور کیا گیا اس نے ہزار درہم ہبہ کر دیئے تو بھی جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص تلف نفس یا عضو کی دھمکی سے مجبور کیا گیا کہ اس نے غلام ہزار درہم قیمت کا دس ہزار درہم کو خریدا اور ثمن دے دیئے اور غلام پر قبضہ کر لینے پر بھی مجبور کیا گیا اور مشتری نے سابق میں قسم کھالی تھی کہ جس غلام کا میں آئندہ مالک ہوں وہ آزاد ہے یا خاص اسی غلام کی نسبت قسم کھائی تھی تو یہ غلام آزاد ہو جائے گا اور مکرہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر زید اپنے ذی رحم محرم کو قیمت سے زیادہ پر خریدنے اور اس پر قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا اور زید نے خرید کر قبضہ کیا تو آزاد ہو جائے گا اور قیمت دینی لازم آئے گی اور جو کچھ اس نے دیا ہے وہ مکرہ سے واپس لے گا اور اسی طرح اگر ایسی باندی خریدنے پر جو زید سے بنکاح بچہ جنی ہے اور اس کے قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا یا ایسی باندی خریدنے پر مجبور کیا گیا جس کی نسبت اس نے یوں قسم کھائی تھی کہ اگر میں اس کا مالک ہوں اور قابض ہوں تو یہ مدبرہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر سلطان نے زید کو تلف یا قید کی دھمکی سے اس پر مجبور کیا کہ میری متاع اس شخص کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کرے حالانکہ مشتری خرید پر مجبور نہیں کیا گیا اور شخص مجبور نے مشتری کے ہاتھ متاع فروخت کی تو بیع جائز ہے اور عہدہ[3] اس کا سلطان پر ہوگا نہ بائع پر اور اگر اس کے بعد مشتری سے بائع نے ثمن طلب کیا تو بیع کا عہدہ اس مشتری کی طرف راجع ہوگا اور اگر سلطان نے اس بات پر مجبور کیا کہ میرے واسطے فلاں شخص کا اسباب ہزار درہم میں خریدے اور زید نے خرید کیا تو خرید جائز ہے اور کل اسباب سلطان کا ہوگا اور مشتری پر کچھ

---

[1] قولہ استقراض قرض مانگنا استیہاب ہبہ مانگنا یعنی ان لوگوں نے مال ادا کرنے پر مجبور کیا ہے پھر اگر ادائے مال کا ایک ہی طریقہ ہوتا تو اسی طریقہ پر اکراہ ہو لیکن یہاں بہت طریقے ہیں مثلاً قرض لے کر کسی سے ہبہ مانگ کر ان ظالموں کو دے تو باندی فروخت کرنے پر اکراہ نہ ہوگا۔ [2] مصادرہ مال ادا کرنے پر زبردستی کرنا۔ [3] قولہ عہدہ یعنی اگر مشتری کو اس متاع میں کچھ خرخشہ پیش آئے تو سلطان ذمہ دار ہے کہ وہ مشتری کو دلائے یا دام پھیرے۔

عہدہ نہیں ہے حتیٰ کہ مشتری سے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائے گا اور اگر پھر مشتری نے بائع سے مبیع سپرد کرنے کا مطالبہ کیا تو عہدہ زید کے ذمہ رجوع ہوگا اور اس سے ثمن ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنا آدھا گھر غیر مقسوم عمرو کو ہبہ کر دے یا اس سے مقسوم[1] وغیرہ مقسوم کچھ بیان نہ کیا اور مجبور کیا گیا کہ سپرد بھی کر دے پس زید نے تمام گھر ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو یہ جائز ہے کیونکہ اس نے ایسا ہبہ کیا جس پر وہ مجبور نہیں کیا گیا تھا اور اگر اپنے آدھے گھر مقسوم کی بیع پر مجبور کیا گیا اور اس نے تمام گھر بیع کیا تو ہمارے نزدیک استحسانا بیع جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید کو مجبور کیا کہ عمرو کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کر لے اور زید نے بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور اگر بطور بیع جائز کے فروخت کرنے پر اور سپرد کرنے پر بھی مجبور کیا گیا اور اس نے بطور بیع فاسد کے فروخت کر کے دے دی اور مبیع مشتری کے پاس تلف ہوگئی تو بائع کو اختیار ہے کہ چاہے مکرہ سے ضمان لے یا مشتری سے کذافی المبسوط۔ اگر اس کو[2] بیع فاسد پر اکراہ کیا اس نے بیع کی تو جائز ہے اور برعکس میں اس کو اختیار ہے کہ مکرہ سے مبیع کی قیمت کی ضمان لے اور وہ مشتری سے مال ضمان واپس لے گا اور اگر مکرہ نے زید کو نصف دار مقسوم یا کسی بیت کے ہبہ پر مجبور کیا اس نے کل مکان ہبہ یا فروخت کیا تو جائز نہیں یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر زید کو مکرہ نے عمرو کو مکان ہبہ کر دینے پر مجبور کیا اس نے عمرو کو صدقہ میں دے دیا یا صدقہ دینے پر مجبور کیا تھا اس نے ہبہ کر دیا اور عمرو اس کا ذو رحم محرم ہے یا اجنبی ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ ہبہ اور ہے اور صدقہ اور ہے اور اگر مکرہ نے ہبہ کر کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض ہبہ کر کے باہمی قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر مکرہ نے بعوض ہبہ کرنے پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض فروخت کر دیا اور باہمی قبضہ کر لیا تو باطل ہے اسی طرح اگر بیع اور قبضہ باہمی پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض ہبہ کر کے باہمی قبضہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مکرہ نے ہبہ و قبضہ دے دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے ایسا ہی کیا پھر موہوب لہ نے اس کو کچھ عوض دیا اس نے قبول کیا تو یہ اجازت قرار پائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر مکرہ نے ہبہ کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے اس کو نحلہ[3] یا عمری میں دیا تو یہ باطل ہے خواہ موہوب لہ اس کا ذو رحم محرم ہو یا اجنبی ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکرہ نے خالد کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی باندی زید کو ہبہ کرے اس نے زید و عمرو دو شخصوں کو ہبہ کر دی تو حصہ عمرو کا ہبہ جائز اور حصہ زید کا باطل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اس مسئلہ میں بجائے باندی کے ہزار درہم ہوں تو سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق کل ہبہ باطل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر مکرہ نے زید کو مجبور کیا کہ عمرو کو ہبہ کرے اور قبضہ دلا دینے پر مجبور نہیں کیا پس زید نے ہبہ کر کے وہ چیز عمرو کو دے دی اور کہا کہ میں نے تجھے ہبہ کیا تو اس کو لے لے اور عمرو نے وہ چیز لے لی اور اس کے پاس تلف ہوگئی تو زید کو خیار ہوگا کہ چاہے مکرہ سے قیمت کی ضمان لے یا عمرو سے ضمان لے یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] قولہ مقسوم بٹوارہ کیا ہوا ذی رحم محرم وہ قرابتی شخص جس سے نکاح حلال نہیں ہے اگر طرفین سے کوئی عورت فرض کریں۔ [2] قولہ اگر اس کو ــــ اصل میں ہے کہ ولو اکرہہ بیع فاسد فباع جاز دبالعکس لہ ان یضمن ــــ اور برعکس کی صورت یہ کہ بیع صحیح کا اکراہ کیا اور اس نے بیع فاسد کی فتامل فیہ۔ [3] قولہ نحلہ وہ عطیہ جو منافع حاصل کرنے کو بدوں عین مال کے دیا جائے مثلاً گائے فقط دودھ پینے کو دے دی یا درخت فقط آم کھانے کو دیا یا عمری کسی کو آبادی و سکونت کے لئے گھر دے دیا اور اپنے موقع پر اس کا بیان مفصل آئے گا۔

دوسرا باب:

ان امور کے بیان میں جن کا کرنا شخص مجبور کردہ شدہ کو حلال ہے اور جن کا حلال نہیں

اس باب کے مسائل چار قسم پر ہیں اول وہ کہ جن کا کرنا اولیٰ ہے نہ کرنے سے اور ترک کرنے سے گنہگار ہوگا دوم وہ کہ جن کے نہ کرنے سے ثواب ہوگا حالانکہ اگر کرے تو گنہگار نہ ہو مگر ترک کرنا اولیٰ ہے سوم وہ کہ جن کے نہ کرنے سے ثواب پائے گا اور کرنے سے گنہگار ہوگا چہارم وہ کہ جن کا کرنا و نہ کرنا دونوں یکساں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ سلطان نے اگر ایک شخص کو گرفتار کیا اور کہا کہ یا تو یہ شراب پئے یا یہ مردار کھائے یا یہ سور کا گوشت کھائے ورنہ میں تجھے قتل کروں گا تو اس شخص کو اس کا پینا و کھانا جائز ہے بلکہ اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ درصورت نہ کھانے کے مقتول ہوں گا تو کھانا اس پر فرض ہے پس اگر اس نے نہ کھایا اور سلطان نے اس کو قتل کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق گنہگار ہوگا اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ گنہگار اور خودکشی کے جرم میں ماخوذ ہوگا لیکن اگر یہ نہ جانتا ہو کہ بوقت ضرورت یہ چیزیں مباح ہو جاتی ہیں اور حرام سمجھ کر اس نے کھائیں اور مقتول ہوا تو امید ہے کہ اس کے حق میں گنجائش ہو اور اگر مباح ہو جانے کو جان کر اس نے نہ کھائیں تو ماخوذ ہوگا ایسا ہی امام محمدؒ نے فرمایا ہے اور اگر اس شخص کے غالب گمان میں یہ امر ہے کہ سلطان مجھ سے دل لگی کرتا ہے اور قتل کرنے پر دھمکاتا ہے مگر نہ کھانے کی صورت میں قتل نہ کرے گا تو اس کو کھانا حلال نہیں ہے اور اس باب میں اس کی رائے حکم[۱] ہے اسی طرح اگر ظالموں نے اس کے عضو کے تلف کرنے پر دھمکایا مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹ ڈالنے پر ڈرایا اسی طرح اگر سو کوڑے وغیرہ مارنے پر دھمکایا کہ جس سے جان یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خوف ہے تو بھی مثل قتل کے اس کا حکم ہے اور امام محمدؒ نے اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی بلکہ ضرب کی مقدار مجبور کردہ کی رائے پر تفویض[۲] کی ہے اور یہی صحیح ہے اور فرمایا کہ اگر ایک یا دو کوڑے مارنے پر دھمکایا تو اس کو ان حرام چیزوں کا کھانا مباح نہیں ہے لیکن اگر ظالموں نے یوں ڈرایا کہ ایک یا دو کوڑے آنکھوں پر یا آلہ تناسل و فوطوں پر ماریں گے تو گنجائش ہے اور اگر اس کو حبس دوام یا بند دائمی پر دھمکایا تو اس کو کھانا مباح نہیں ہے بشرطیکہ اس قید و بند میں کھانا پانی بند نہ کیا جائے۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر شخص مجبور کردہ صاحب عیش و عشرت ہو کہ جس پر یہ قید و بند شاق گزرے اس طرح کہ اس کے دل میں یہ سمائے کہ درصورت عدم تناول کے میں قید و بند میں مر جاؤں گا یا میرا کوئی عضو جاتا رہے گا تو اس کو کھا لینا مباح ہے اور اسی طرح اگر کسی مکان تاریک میں قید کرنے پر دھمکایا جس کے اندر دیر تک رہنے سے بینائی جاتی رہنے کا خوف ہے تو بھی اس کو کھا لینا مباح ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ امام محمدؒ نے اس طرح کا حکم فقط اپنے[۳] زمانہ کی قید دیکھ کر فرمایا ہے اور اب اس زمانہ میں جو صورت قید کی موجود ہے اس سے کھا لینا مباح ہوتا ہے اور اگر ظالموں نے کہا کہ ہم تجھے بھوکا رکھیں گے ورنہ تو ان چیزوں کو تناول کر تو اس کو تناول کرنا مباح نہیں ہے تاوقتیکہ بھوک سے یہ نوبت نہ پہنچے جس سے خوف تلف ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر اس شرط پر مجبور کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے یا رسول اللہ ﷺ کو برا کہے اور دھمکایا گیا کہ درصورت نہ کہنے کے قتل کیا جائے گا یا عضو قطع کیا جائے گا تو کلمہ کفر اظہار کرنے میں اس کو رخصت دی گئی ہے پس اگر اس نے کلمہ کفر اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر اس نے صبر کیا یہاں تک کہ مقتول ہوا تو اس کو ثواب عظیم ملے گا اور اگر قید و بند یا ضرب سے دھمکایا گیا کہ کلمہ کفر کہے یا سب[۴] النبی ﷺ کرے تو یہ درحقیقت اکراہ نہیں ہے جب تک کہ ایسے امر سے نہ دھمکایا جائے جس سے تلف نفس یا عضو کا خوف ہے اور اگر کسی

---

۱ قولہ حکم یعنی رائے جو حکم کرے وہی معتبر ہے۔ ۲ تفویض یعنی کسی کے سپرد ہے۔ ۳ قولہ اپنے زمانہ یعنی اس وقت میں قید سخت تھی۔
۴ قولہ سب النبی یعنی آنحضرت ﷺ کو برا کہے۔

مسلمان کے مال تلف کرنے کے واسطے ایسے امر سے اکراہ کیا گیا جس سے تلف نفس یا عضو کا خوف ہے تو اس کو رخصت ہے اور اگر اس نے مکرہ کا کہنا نہ مانا اور صبر کیا یہاں تک کہ مقتول ہوا تو شہید ہوگا اور ثواب عظیم پائے گا۔

اگر فقط قید و بند سے دھمکایا گیا تو اس کو مال مسلم کے تلف کر دینے کی گنجائش نہیں ہے اور صاحب مال کو اختیار ہے کہ مکرہ سے ضمان لے یہ کافی میں ہے۔ اگر تلف نفس یا عضو پر ڈرایا گیا کہ زید کا مال لے لے یا عمرو کا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ دونوں میں سے ایک کا مال لے لے پھر یہ رہا کہ دونوں میں سے کس کا مال لینا اولی ہے تو اس مسئلہ کی آٹھ[1] صورتیں ہیں اول یہ کہ دونوں شخص تونگری میں یکساں ہوں مگر یہاں دو صورتیں ہیں کہ اگر دونوں مال مقدار میں بھی برابر ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے کسی کا مال لے لے اور اس کی ضمان مکرہ پر آئے گی اور اگر اس نے زیادہ مقدار کے مال کو تلف کیا تو ضامن ہوگا اور مکرہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہے اور دوم یہ کہ دونوں میں سے ایک بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہو اور یہاں بھی دو صورتیں ہیں کہ اگر دونوں مال مقدار میں برابر ہوں تو جو شخص زیادہ تونگر ہے اس کا مال تلف کرے اسی طرح اگر ایک مال زیادہ ہو تو بھی زیادہ تونگر کا مال تلف کرے سوم یہ کہ دونوں فقیر ہوں اور فقر میں برابر ہوں پس اگر دونوں مال مقدار میں برابر ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ جس کا مال چاہے تلف کر دے اور اگر ایک مال کم ہو تو کم کو تلف کرے اور اگر دونوں[2] میں سے ایک زیادہ فقیر ہو تو اس کا مال نہ لے ہر حال[3] میں دوسرے کا مال تلف کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر چور نے زید کو مجبور کیا کہ اپنا مال عمرو کو دے اور عمرو کو مجبور کیا کہ اس سے لے کر قبضہ کرے اور مجھے دے دے اور اکراہ بوعید تلف نفس یا عضو کیا اور اس کے پاس وہ مال تلف ہو گیا تو ضمان اس شخص پر لازم آئے گی جس نے دونوں پر اکراہ کیا ہے نہ قابض پر اسی طرح اگر چور نے قابض کو قبضہ کر کے چور کو دینے پر مجبور کیا اور وہ مال قابض کے پاس چور کو دینے سے پہلے تلف ہو گیا تو بھی قابض پر ضمان لازم نہ آئے گی بشرطیکہ یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس واسطے قبضہ بہ طوع خود نہیں کیا کہ اس کو دے دوں اور واللہ نہیں قبضہ کیا میں نے اس کو دینے کے واسطے مگر مجبوری یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید کو مجبور کیا کہ عمرو کو ہبہ کر دے اور عمرو کو مجبور کیا کہ قبول کرے اور قبضہ کر لے اور دونوں کو بوعید تلف مجبور کیا پس اگر قابض نے کہا کہ میں نے اس طور پر قبضہ کیا تھا کہ میرے پاس مثل ودیعت کے رہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے ہبہ کے طور پر قبضہ کیا تھا کہ میرے سپرد ہو جائے تو رب المال کو اختیار ہے کہ چاہے قابض سے ضمان لے یا مکرہ سے پس اگر مکرہ سے ضمان لی تو وہ بقدر تاوان کے موہوب لہ سے واپس لے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک چور نے ایک شخص کو قید سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا کہ یہ مال عمرو کے پاس ودیعت رکھے اور اس نے رکھ دیا اور وہ مستودع کے پاس تلف ہو گیا حالانکہ مستودع مجبور نہیں کیا گیا تھا تو مستودع یا مکرہ کچھ تاوان نہ دے گا اور اگر بوعید تلف ڈرا کر اس کام پر مجبور کیا ہو تو رب المال کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستودع اور چاہے مکرہ سے تاوان لے اور دونوں میں سے جس نے تاوان دیا وہ دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید کو اس کے غلام فروخت کرنے اور عمرو کو خریدنے پر اور دونوں کو باہمی قبضہ کرنے پر باکراہ مجبور کیا پھر ثمن و غلام تلف ہو گیا پھر خصومت پیش آئی تو مکرہ سے غلام کا تاوان بائع کو اور ثمن کی ضمان مشتری کو دلائی جائے گی کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک اس مکرہ کی طرف سے اپنا مال دوسرے کو دے دینے پر مجبور ہوا ہے پھر اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے تاوان لینا چاہا تو ہر ایک سے اس کے مقبوضہ کا حال کہ کس وجہ سے قبضہ کیا تھا دریافت کیا جائے گا پس اگر اس نے کہا کہ میں نے بوجہ اس بیع کے جس پر مجبور کیا گیا تھا قبضہ کیا تا کہ یہ شے میری ہو جائے اور دونوں نے یہی کہا تو بیع جائز ہے اور مکرہ پر اس اکراہ کی ضمان نہ آئے گی اور اگر یوں کہا کہ میں نے مجبوری قبضہ کیا تھا

---

[1] دراصل چار صورتیں ہیں اور ہر صورت کی دو شقیں ہیں یوں آٹھ وجہیں ہو گئیں۔ [2] قولہ اگر...... یہی چوتھی صورت ہے یعنی محتاجی میں دونوں مال والے متفاوت ہیں یعنی ایک سے دوسرا زیادہ محتاج ہے۔ [3] قولہ ہر حال...... خواہ ان کی مقدار مساوی ہو یا کم و بیش ہو۔

تاکہ جس کی چیز ہے اس کو واپس کردوں اور جو میں نے دیا ہے اس کو واپس لوں اور ہر ایک نے دوسرے کے واسطے یوں قسم کھالی تو دونوں میں سے کسی کی ضمان دوسرے پر نہ آئے گی۔

اگر ایک نے قسم کھالی مگر دوسرے نے نہ کھائی تو جس نے قسم کھالی اس پر تاوان نہیں ہے اور جس نے نہیں کھائی وہ مقبوضہ کی ضمان دے گا پس اگر قسم سے انکار کرنے والا وہی ہو جس نے غلام پر قبضہ کیا ہے تو بائع اپنے غلام کی قیمت جس سے چاہے ڈانڈ لے خواہ مشتری سے یا مکرہ سے پس اگر مکرہ سے لی تو وہ مشتری سے واپس لے گا اور اگر مشتری سے لی تو وہ مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور بائع سے ثمن بھی نہیں واپس لے سکتا ہے اور اگر مشتری قسم کھا گیا اور بائع نے انکار کیا تو غلام کی نسبت مشتری سے ضمان نہ لی جائے گی اور ثمن کی ضمان چاہے بائع سے لے یا مکرہ سے پس اگر بائع سے لی تو وہ مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر مکرہ سے لی تو وہ بائع سے واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید کسی شخص کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا تو زید کو اس کے قتل کرنے کی رخصت نہیں ہے اور اس فعل پر اقدام نہیں کر سکتا ہے بلکہ صبر کرے یہاں تک کہ خود قتل ہو جائے اور اگر زید نے اس کو قتل کیا تو گنہگار ہوگا اور اس کا قصاص مجبور کردہ پر عائد ہوگا اگر قتل عمد ہے یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر مامور مختلط العقل یا نابالغ ہو تو قصاص مکرہ پر واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اگر کوئی شخص صرف قید و بند سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ زید مسلم کو قتل کرے اس نے ایسا ہی کیا تو یہ اکراہ صحیح نہیں ہے اور قاتل پر باتفاق ائمہ قصاص واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر سلطان نے ایک شخص کو قتل پر ڈرایا کہ اپنا ہاتھ قطع کرے تو اس کو گنجائش ہے کہ ہاتھ قطع کر دے پھر اگر مکرہ سے اس مقدمہ میں خصومت کی تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور اگر اس امر پر اکراہ کیا کہ اپنے تئیں قتل کرے تو نہیں کر سکتا ہے اور اگر اپنے تئیں قتل کیا تو مکرہ پر کچھ واجب نہیں ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر سلطان نے کسی شخص سے کہا کہ اپنے تئیں اس آگ میں ڈال دے ورنہ تجھے قتل کروں گا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر ایسی آگ سے کبھی بچ جاتا ہے اور کبھی نہیں بچتا ہے تو اس کو آگ میں گر پڑنے کی گنجائش ہے پھر اگر اس نے آگ میں ڈالا اور مر گیا تو حکم دینے والے مکرہ پر امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور اگر آگ ایسی ہو کہ جس سے نجات ممکن نہیں ہے لیکن اس شخص کو اپنے تئیں آگ میں ڈالنے میں بہ نسبت اور عذاب کے تھوڑی راحت ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے تئیں آگ میں ڈال دے پس بعض نے کہا کہ یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے پس اگر اس نے اپنے تئیں آگ میں ڈالا اور مر گیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکرہ کے مال پر دیت واجب ہوگی قصاص نہ ہوگا اور ایسی میت کو غسل نہ دیا جائے گا اور اگر اس آگ میں ڈالنے سے جس سے نجات نہ ہوگی کچھ راحت بھی نہ ہو تو اس کو آگ میں گرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے آگ میں جان ڈال دی اور مر گیا تو اس کا خون ہدر[1] ہوگا یہ باتفاق ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر سلطان نے ایک شخص سے کہا کہ اپنے تئیں اس پانی میں ڈال دے ورنہ تجھے قتل کروں گا پس اگر وہ شخص جانتا ہے کہ میں پانی سے زندہ نہ بچوں گا تو اس کو ایسا کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر ایسا کیا تو اس کا خون ہدر ہوگا اور اگر اس میں کچھ راحت ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایسا کر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں کر سکتا ہے پس اگر اس نے ایسا کیا اور مر گیا تو اس کی دیت امام اعظمؒ کے نزدیک مکرہ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جیسا کہ خود مکرہ کے گرا دینے کی صورت میں یہی حکم تھا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کی دیت مکرہ کے مال سے دلائی جائے گی اور قصاص عائد نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں مثل قول امام محمدؒ کے مروی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قولہ ہدر یعنی رائیگاں ہوگا قصاص یا دیت کچھ بھی لازم نہ ہوگی۔

اگر مکرہ نے کہا کہ تو نے خود اپنا ہاتھ قطع کر دے ورنہ میں قطع کروں گا تو اس کو اپنے ہاتھ کے خود کاٹنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر خود کاٹا تو ہدر ہو جائے گا اور اگر مکرہ نے کہا کہ تو اپنے تیئں تلوار سے قتل کر دے ورنہ میں تجھے تلوار سے قتل کروں گا یا کوڑوں سے مار کر مار ڈالوں گا یا ایسا ہی کوئی عذاب جو بہ نسبت اس کے خود قتل کرنے کے سخت تر ہے بیان کیا تو اس کو خودکشی کی گنجائش ہے اور جب اس نے مکرہ کے اکراہ سے اپنے تیئں تلوار سے قتل کیا تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر سلطان نے ایک شخص سے کہا کہ تو اپنے تیئں پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دے ورنہ میں تجھے قتل کروں گا پس اگر اس کو گرا دینے میں کچھ راحت نہ ہو تو اس کو خود گرا دینے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس نے خود گرا دیا اور مر گیا تو اس کا خون ہدر ہوگا اور اگر اس میں کچھ راحت ہو تو امام اعظمؒ کے قیاس پر اس کو گرا دینے کی گنجائش ہے پس اگر اس نے گرا دیا اور مر گیا تو امام اعظمؒ کے قول پر اس کی دیت مکرہ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو یہ گنجائش نہیں ہے اور اگر اس نے گرا دیا تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور یہ مسئلہ قتل بالمثقل[1] کے مسئلہ کی فرع ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ایسا کرنا موجب قصاص نہیں ہوتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہوتا ہے اور مامور کا فعل مثل فعل حکم دہندہ کے قرار دیا جاتا ہے اور اگر حکم دہندہ نے اس کو گرا دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دیت واجب ہوگی قصاص واجب نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ مکرہ کے مال سے دیت دلائی جائے گی اور اگر ایسا ہو کہ اس فعل سے اس کو ہلاکت کا خوف اور کچھ نجات کی بھی امید ہو اور اس نے اپنے تیئں گرا دیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ حکم بالاتفاق ہے کیونکہ یہ مثل خطا سے قتل کرنے کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بھاری چیز سے جو دھار دار نہ ہو سے قتل کرنا ☆

اگر سلطان نے زید سے کہا کہ عمرو کا ہاتھ کاٹ دے ورنہ مین تجھے قتل کروں گا تو اس کو عمرو کے ہاتھ کاٹنے کی گنجائش ہے اور جب اس نے قطع کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قصاص مکرہ پر عائد ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر بوعید تلف اس امر کے واسطے ڈرایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کر یا اس شخص مسلمان کو قتل کر تو اس کو گنجائش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلمہ کفر نکالے درحالیکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو اور یہ گنجائش نہیں ہے کہ فلاں شخص مسلم کو قتل کرے اور اگر اس نے صبر کیا یہاں تک کہ خود قتل ہوا تو اس کو ثواب عظیم حاصل ہوگا اور اگر اس نے کفر سے انکار[2] کر کے فلاں شخص کو قتل کیا تو قیاساً اس کے عوض قتل کیا جائے اور استحساناً قتل نہ کیا جائے گا بشرطیکہ نہ جانتا ہو کہ اس صورت میں اس کو کفر کرنے کی گنجائش ہے لیکن یہ واجب ہوگا کہ اس کے مال سے تین سال میں دیت مقتول ادا کی جائے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس صورت میں اس کو کفر روا ہے اور باوجود اس کے اس نے مسلمان کو قتل کیا تو امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں یہ صورت ذکر نہیں فرمائی اور ہمارے اکثر مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ اس صورت میں قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید مجبور کیا جائے کہ تو اس مردار گوشت وغیرہ کو کھا لے یا اس مرد مسلمان کو قتل کر تو اس کو چاہئے کہ مردار کو کھائے مسلمان کو قتل نہ کرے اور اگر اس نے مردار نہ کھایا یہاں تک کہ مقتول ہوا تو گنہگار ہوگا بشرطیکہ جانتا ہو کہ ضرورت کے وقت مردار کھانا مباح ہے اور اگر اس نے مردار نہ کھایا بلکہ مسلمان کو قتل کیا تو اس پر قصاص واجب ہوگا اور امام محمدؒ نے مردار کے مسئلہ میں وجوب قصاص کے واسطے یہ شرط نہیں لگائی کہ اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ مردار کھانے کی گنجائش تھی اور عامہ مشائخ نے مسئلہ مردار میں فرمایا کہ اس پر قصاص واجب ہوگا ہر حال میں خواہ جانتا ہو کہ مردار کھانا مباح تھا یا نہ جانتا ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ مسلمان کو قتل کرے یا زنا کرے تو اس کو

[1] قولہ قتل بالمثقل مراد اس سے یہ ہے کہ بھاری چیز سے جو دھار دار نہ ہو اگر قتل کرے تو اس میں اختلاف ہے۔ [2] قولہ انکار یعنی کلمہ کفر زبان سے نکالنے کو منظور نہ کیا بلکہ اکراہ کے موافق فلاں مسلمان کو قتل کر ڈالا۔

کسی فعل کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت قتل مسلم و زنا دونوں میں سے کوئی مباح نہیں ہو جاتا ہے پس اگر اس نے زنا کیا تو قیاساً اس پر حد جاری ہوگی اور استحساناً جاری نہ ہوگی مگر اس پر واجب ہوگا کہ اس عورت کا مہر ادا کرے اور اگر اس نے مسلمان کو قتل کیا تو مکرہ قتل کیا جائے گا اور اگر ان مسائل میں اکراہ بوعید قید و بند یا ڈاڑھی منڈوانے پر ہو تو یہ اکراہ نہیں ہے پس اگر اس نے مسلمان کو قتل کیا تو مکرہ کو چھوڑ کر قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور مکرہ کو تعزیر دی جائے گی۔

اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ فلاں مسلم کو قتل کرے یا شخص غیر کا مال تلف کر دے تو اس کو چاہیے کہ مال غیر کو لے لے اور تلف نہ کرے خواہ یہ مال دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو کیونکہ مال غیر کا تلف کرنا رخصت ہے مباح نہیں ہے اور اگر اس نے مسلمان کو قتل کیا اور مال غیر تلف نہ کیا تو قاتل قصاصاً قتل کیا جائے گا کیونکہ مال غیر تلف کرنا رخصت تھا اور قتل مسلم رخصت نہ تھا اور اگر اس نے مال غیر کو تلف کر دیا تو مکرہ سے تاوان لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مجبور کردہ نے ان دونوں سے انکار کیا یہاں تک کہ قتل کیا گیا تو یہ افضل ہے اور اگر بوعید قتل ایک شخص مجبور کیا گیا کہ اپنے غلام کو قتل کرے یا اپنا یہ مال تلف کر دے اس نے کچھ نہ کیا یہاں تک کہ خود مقتول ہوا تو اس کو گنجائش ہے اور اگر اپنا مال تلف کر دیا اور غلام قتل نہ کیا تو بہتر ہے اور مال کی ضمان مکرہ پر واجب ہوگی اور اگر اس نے غلام قتل کیا مال تلف نہ کیا تو گنہگار ہوگا اور جس نے مجبور کیا ہے اس پر قصاص یا تاوان لازم نہ آئے گا کیونکہ یہ قتل بطوع خود ہے کیونکہ مجبور کردہ تلف مال سے خلاصی پا تا تھا اور تلف مال شرعاً مباح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص بوعید قتل مجبور کیا گیا کہ اپنے ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو قتل کرے اور ان میں سے ایک دوسرے سے کم قیمت ہے اس نے ایک کو عمداً قتل کیا تو اس کو بہ قصاص مکرہ کو قتل کرانے کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مجبور کیا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک کو عمداً قتل کرے تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو مجبور کیا کہ اپنے ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو سو کوڑے مارے اس نے ایک شخص کے ساتھ ایسا کیا اور وہ مر گیا تو مکرہ دونوں غلاموں کی قیمتوں سے کم قیمت[1] کا ضامن ہوگا اگرچہ جو غلام باقی رہا ہے وہی کم قیمت ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص کو مجبور کیا کہ یہ مال تلف کرے یا غلام کو سو کوڑے مارے تو مال تلف کر دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اس کی ضمان مکرہ پر واجب ہوگی خواہ یہ مال و غلام مجبور کردہ کا ہو یا غیر کا ہو اور اگر اس نے غلام کو مارا اور وہ مر گیا تو مکرہ پر تاوان قیمت واجب نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک پیچیدہ (مبہم) مسئلہ اور اس کی فقہی تفسیر ☆

اگر بوعید[2] قتل اس کو اس بات پر اکراہ کیا کہ اپنا یہ غلام قتل کرے یا یہ غلام قتل کرے اس مجبور کو یا اس کا بیٹا قتل کرے یا کہا کہ قتل کر اپنا یہ دوسرا غلام یا میں تیرا باپ قتل کروں گا تو اس کو گنجائش نہیں کہ اپنا وہ غلام قتل کرے جس کے قتل پر اکراہ کیا اور اگر اس نے اپنا غلام قتل کیا تو مکرہ پر سوائے ادب دیئے جانے کے کچھ واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اسی طرح اگر ظالموں نے مجبور کیا کہ اس شخص کا مال تلف کر دے یا یہ شخص تجھے قتل کرے اس نے مال تلف کر دیا تو ضامن ہوگا اور مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے لیکن اس تلف کرنے میں

---

[1] قولہ کم قیمت اس واسطے کہ دونوں میں سے ایک کو مارنے میں وہ مجبور ہے رہا بیش قیمت کو مارنا تو اس نے اپنے اختیار سے کیا ہے پس مکرہ بہرحال کم قیمت کا ضامن ہوگا۔ [2] قولہ بوعید...... یہ مسئلہ مضطرب ہے اور عبارت اصل یہ ہے کہ ولو اکراہ بوعید قتل علی ان یقتل عبدہ ہذا او یقتل العبدالذی اکرہہ او یقتل آبقہ او قال اقتل عبدک ہذا الآخر اقتل ایاک لم یسعہ ان یقتل عبدہ الذی اکرہ علی قتل

[3] ظاہر یہ کہ اس نے اکراہ میں اس طرح کہا کہ تو اس غلام کو قتل کر یا یہ کہ غلام تجھے قتل کرے یا کہا کہ اپنا یہ غلام قتل کر یا میں تیرا باپ قتل کر دوں گا لیکن قولہ ہذا الآخر کی تعدیل ہے شدید کاتب نے لاآخر اوپر کی سطر سے غلط کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

گنہگار نہ ہوگا اور اگر اس نے مال تلف نہ کیا یہاں تک کہ اس شخص نے اس کو قتل کیا تو اس پر انشاء اللہ تعالیٰ کچھ گناہ نہ ہوگا لیکن اگر مال قلیل ہو تو میں اچھا نہیں جانتا ہوں کہ اس کو تلف نہ کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ تو یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ تیرے اس فرزند کو یا تیرے باپ کو قتل کریں گے تو اس کو شراب پینا یا مردار کھانا روا نہیں ہے کیونکہ کوئی ضرورت مبیح پیش نہیں آئی اور اگر کہا کہ ہم تیرے بیٹے یا تیرے باپ کو قتل کریں گے ورنہ تو اپنے اس غلام کو ہزار درہم میں فروخت کر دے اس نے فروخت کیا تو بیع جائز ہے قیاساً لیکن استحساناً فرمایا کہ بیع باطل ہے اسی طرح ہر ذی رحم محرم کے قتل کے تہدید کرنے میں یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا گیا کہ ہم تجھے قید خانہ میں قید کریں گے ورنہ تو اپنا یہ غلام اس شخص کے ہاتھ ہزار درہم میں فروخت کر دے اس نے فروخت کیا تو قیاساً بیع جائز ہے اور یہی حکم ہر ذی رحم محرم میں بھی ہے اور استحساناً یہ سب صورتیں اکراہ ہیں اور ان تصرفات میں سے کوئی تصرف نافذ نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر یہ وعید قتل ایک شخص مجبور کیا گیا کہ اپنے غلام کو قتل کرے یا اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اس کو اس فعل کی گنجائش نہیں ہے اور اگر کیا تو گنہگار ہوگا اور مکرہ قتل کی صورت میں مقتول[1] ہوگا اور قطع کی صورت میں نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

دوفعلوں (اکراہ اور مابعد بلا اکراہ) سے کسی شخص کو مارنا ☆

اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ زید کا ہاتھ تیز دھار دار چیز سے قطع کرے اس نے قطع کیا پھر اس نے بلا اکراہ اس کا پاؤں بھی کاٹ ڈالا اور وہ مر گیا تو قاطع اور مکرہ دونوں پر قصاص واجب ہوگا کیونکہ وہ دوفعلوں سے مرا ہے ایک فعل تو مکرہ کی طرف سے منتقل ہوا اور دوسرا قاطع کے ذمہ رہا پس دونوں اس کے قاتل ہو گئے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں پر دونوں کے مال سے دیت لازم ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر ایک شخص کو مجبور کیا کہ روغن کی مشک بہائے تو مکرہ پر ضمان لازم آئے گی یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ زید کا ہاتھ کاٹ ڈالے اور زید نے کہا کہ میں نے تجھے ہاتھ کاٹنے کی اجازت دے دی تو کاٹ دے حالانکہ زید مجبور کردہ نہیں ہے تو اس شخص کو کاٹنا روا نہیں ہے اور اگر کاٹا تو گنہگار ہوگا اور قاطع یا مکرہ کسی پر ضمان لازم نہ آئے گی اور اگر قتل کرنے پر مجبور کیا گیا اور مجبور کردہ کو اس شخص نے قتل کی اجازت دے دی اور مجبور کردہ نے قتل کیا تو گنہگار ہوگا مگر اس پر دیت لازم نہ آئے گی اس کی دیت مکرہ کے مال پر واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر خلیفہ وقت نے کسی نواح میں کوئی عامل بھیجا اس نے ایک شخص سے کہا کہ تو اس مرد کو قتل کر ورنہ میں تجھے قتل کروں گا تو مامور مجبور کو قتل نہ کرنا چاہئے[2] اور باوجود اس کے اگر مامور نے اس کو قتل کیا تو قصاص مکرہ پر واجب ہوگا مگر یہ شخص مامور گنہگار و فاسق ہوگا اور اس کی گواہی رد کر دی جائے گی اور اس کا قتل مباح ہوگا اور مکرہ میراث سے محروم ہوگا نہ مامور مجبور یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر عامل نے اس سے کہا کہ تو اس مرد کا ہاتھ کاٹ دے ورنہ میں تجھے قتل کروں گا تو اس کو ایسا کرنا نہ چاہئے اسی طرح اگر ایک انگلی یا اس کے مثل قطع کرنے کو کہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر خلیفہ کی رائے میں یہ آیا کہ مامور مجبور کو تعزیر دے اور قید کرے تو اس کو اختیار ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر عامل نے اس شخص کو ایک کوڑا مارنے کا حکم کیا یا حکم دیا کہ اس مرد کی ڈاڑھی و سر مونڈے یا قید کرے اور در صورت نہ کرنے کے اس نامور کو قتل سے ڈرایا تو مجھے امید ہے کہ اگر اس کی فرمانبرداری کرے تو گنہگار نہ ہوگا اور ترک میں بھی گنہگار نہ ہوگا اور امید پر اس واسطے معلق کیا کہ شیخ کو اس باب میں کوئی صریح حکم نہیں ملا اور مظالم العباد میں رائے سے رخصت کا فتویٰ دینا جائز نہیں ہے

---

[1] قولہ مقتول یعنی اس سے قصاص لیا جائے گا اس واسطے کہ اس نے مجبور کو قتل سے ڈرا کر دوسرے کو قتل کرایا ہے۔ [2] قولہ نہ کرنا یعنی مجبور کو حلال نہیں کہ دوسرے کو قتل کرے باوجود اس کے اگر وہ قتل کرے تو قصاص مکرہ پر ہوگا۔

اس واسطے امید کے ساتھ بیان کیا اور اگر مکرہ نے مامور کو ایک کوڑا مارنے یا قید و بند یا سر و ڈاڑھی منڈوانے پر ڈرایا ہو تو مامور کو گنجائش نہیں ہے کہ اس مرد پر کسی طرح کا ظلم کرے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر زید کو یہ وعید تلف[1] ڈرایا کہ مسلمان پر افترا پردازی کرے تو مجھے امید ہے کہ اس کو اس فعل کی گنجائش ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید کو بوعید تلف ڈرایا کہ فلاں شخص کا مال لے کر مجھے دے دے تو مجھے امید ہے کہ اس کو لے کر دے دینا روا ہے اور تاوان مکرہ پر واجب ہوگا اور یہ فعل مامور کو اس وقت تک روا ہے جب تک کہ مکرہ کے پاس حاضر ہے اور اگر مکرہ نے اس کو بھیجا تا کہ ایسا کرے اور مامور کو خوف ہوا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو درصورت قابو پانے کے مجھے قتل کرے گا یا جس طور سے مجھے ڈرایا ہے وہی فعل کرے گا تو مامور کو اس کی فرمانبرداری پر اقدام حلال نہیں ہے لیکن اگر مکرہ کا ایلچی اس کے ساتھ ہو کہ اگر یہ شخص ایسا نہ کرے تو میرے پاس واپس لانا تو البتہ اقدام کر سکتا ہے اور اگر اس نے نہ کیا یہاں تک کہ مکرہ نے اس کو قتل کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو گنجائش[2] ہے اور اگر مکرہ نے اس کو قید و بند سے ڈرایا ہو تو مامور کو ایسے فعل کا اقدام حلال نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر طلاق یا عتاق پر ایک شخص مجبور کیا گیا تو طلاق و عتق واقع ہو جائے گا اور غلام کی قیمت مکرہ سے واپس لے گا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور غلام پر سعایت لازم نہ آئے گی اور دیگر اس غلام سے تاوان کا مال واپس نہیں لے سکتا ہے اسی طرح آدھا مہر مکرہ سے لے گا اگر یہ طلاق باکراہ قبل دخول کے واقع ہوئی ہو اور مقدار مہر عقد نکاح میں بیان کر دی گئی ہو اور اگر مسمیٰ نہ ہو تو جو کچھ اس پر متعہ واجب ہوا ہے لے لے گا اور اگر مجبور نے مسئلہ عتق میں یوں کہا کہ میرے دل میں زمانہ گزشتہ کی آزادی کی خبر دینا بطور کاذب[3] گزرا تھا اور میری یہی مراد تھی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور حکم قضا میں غلام آزاد ہو جائے گا اور درصورت سچ ہونے کے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ آزاد نہ ہوگا اور مکرہ اس کو کچھ تاوان نہ دے گا اور اگر یوں کہا کہ میرے دل میں یہ خطرہ گزرا تھا مگر میں نے اپنے کلام سے یہ مراد نہیں لی بلکہ میری مراد یہی تھی کہ فی الحال حریت حاصل ہو یا میں نے کچھ ارادہ نہیں کیا یا میرے دل میں کچھ خطرہ نہیں گزرا تو اس صورت میں قضاءً و دیانۃً دونوں طرح آزاد ہو جائے گا اور اس کی قیمت مکرہ سے تاوان لے گا اور طلاق میں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ تبیین میں ہے۔ اگر مکرہ نے مالک غلام سے کہا کہ تیرے دل میں زمانہ ماضی کے عتق کا اخبار بطور کاذب گزرا اور تیرا یہی ارادہ تھا تو نے آئندہ عتق کا ارادہ نہیں کیا پس تجھے مجھ سے ضمان لینا نہیں پہنچتا ہے اور مکرہ نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے از سر نو عتق مراد لیا ہے اور میں تجھ سے ضمان لے سکتا ہوں تو مالک غلام کا قول قبول ہوگا اور مکرہ کو اختیار ہے کہ اس سے اس کے دعویٰ پر قسم لے اور اسی طرح طلاق میں اگر مکرہ نے شوہر سے کہا کہ تو نے اخبار بطور کاذب زمانہ ماضی کا مراد لیا ہے نہ یہ کہ طلاق ایجاد ہو جائے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ یہی مراد تھی کہ ایجاد ہو جائے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کا طلاق یا اپنے غلام کا عتق اپنی عورت یا غلام کے ہاتھ میں دے دے یا کسی غیر کے ہاتھ میں دے دے پس جس کے اختیار میں دیا تھا اس نے طلاق دے دی اور آزاد کر دیا تو طلاق و عتاق واقع ہو جائے گی اور مجبور کردہ مکرہ سے طلاق قبل الدخول میں نصف مہر اور عتاق میں غلام کی قیمت تاوان لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر لص غالب نے زید کو بہ وعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت کو ایک طلاق دے دے حالانکہ زید نے اس کے ساتھ دخول

---

[1] تلف یعنی تیرے بدن سے کوئی جز تلف کروں گا۔ [2] قولہ گنجائش یعنی گنہگار نہ ہوگا بلکہ مکرہ گنہگار ہے جس نے اس کو مجبور کیا۔ [3] کاذب یعنی میری نیت تھی کہ جھوٹ کہوں کہ میں نے اس کو آزاد کیا یعنی زمانہ سابق میں ایسا کیا تھا حالانکہ یہ جھوٹ ہے پس قاضی اس کو قبول نہ کرے کیونکہ شرع ظاہر میں غلام کا حق متعلق ہو چکا ہے تو ظاہر کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

نہیں کیا تھا اس نے تین طلاق دے کر نصف مہر اس کو پھر دیا تو یہ نصف مہر مکرہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس کو تین طلاق پر مجبور کیا جائے تو یہ ایک طلاق کا اکراہ ہوتا ہے اور اگر نصف غلام آزاد کرنے پر بوعید تلف مجبو کیا گیا اس نے کل[1] غلام آزاد کر دیا تو بالاتفاق سب غلام آزاد ہو جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک مجبور کردہ مکرہ سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام کی قیمت کا تاوان لے سکتا ہے خواہ وہ خوشحال ہو یا تنگدست اور اگر کل غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے آزاد کیا تو یہ صورت اور صورت اول صاحبینؒ کے قیاس پر یکساں ہے کہ کل غلام آزاد ہو جائے گا اور مکرہ اس شخص کو غلام کی قیمت تاوان دے گا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو مگر امام اعظمؒ کے نزدیک نصف غلام آزاد اور نصف رقیق رہے گا اور جس قدر مکرہ کی وجہ سے آزاد ہوا ہے یعنی نصف اس کی ضمان مکرہ کو دینی ہوگی اور باقی نصف جو مکرہ کے عدم اکراہ سے نہیں آزاد ہوا ہے اس کا یہ حکم ہے کہ اگر مکرہ خوشحال ہو تو اس کا تاوان بھی ادا کرے گا اور نہ تنگدست ہونے کی صورت میں نہیں ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت ہی صاحب قدرت و سلطنت ہو اور اس نے اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ میں تیری جان یا عضو تلف کروں گی اگر تو نے مجھے طلاق نہ دی اس نے مجبور ہو کر ایسا کیا تو مہر کی بابت کیا حکم ہے؟

اگر ایک مریض نے اپنی عورت کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ مجھ سے ایک طلاق بائن کی درخواست کرے اس نے درخواست کی اور مریض نے ایک طلاق بائن دے دی اور ہنوز وہ عدت میں تھی کہ مریض مر گیا تو عورت اس کی وارث ہوگی اور اگر دو طلاق بائن کی درخواست کی اور مریض نے دے دی پھر اس کی عدت میں مر گیا تو عورت وارث نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنی بیوی کی ایک طلاق عمرو کے اختیار میں دے دی کہ چاہے ایک طلاق دے اور پھر زید مجبور کیا گیا کہ اس کو دوسری طلاق کا حکم دے حالانکہ وہ عورت زید کی مدخولہ نہیں ہے پس عمرو نے دو طلاق دیں تو مہر کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اسی طرح اگر اس نے وہی طلاق جس کا اختیار زید نے بلا اکراہ دیا تھا دے دی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط اور اگر عمرو نے وہ طلاق جس کے واسطے زید مجبور کیا گیا دے دی تو مکرہ نصف مہر کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر صورت اولیٰ کی دلیل میں فرماتے ہیں کہ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر زید نے اپنی بیوی سے جو مدخولہ نہیں ہے یوں کہا کہ تو طالق ہے جب تو چاہے پھر اس کے بعد یا اس سے پہلے زید مجبور کیا گیا کہ اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تو طالق ہے جب تو چاہے پس زید نے ایسا کہا اور عورت نے اپنے تئیں دونوں طلاق دے دیں تو شوہر اس کو نصف مہر تاوان دے گا اور مکرہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر عورت ہی صاحب قدرت و سلطنت ہو اور اس نے اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ میں تیری جان یا عضو تلف کروں گی اگر تو نے مجھے طلاق نہ دی اس نے مجبور ہو کر ایسا کیا تو زید پر کچھ[2] مہر واجب نہ ہوگا اور اگر اس نے صرف قید پر ڈرایا ہو تو ایسی صورت میں نصف مہر لے لے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر عورت اس امر پر مجبور کی گئی کہ اپنے شوہر سے ایک طلاق ہزار درہم پر قبول کرے اس نے قبول کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور عورت کے ذمہ مال لازم نہ ہوگا پھر اگر عورت نے اس کے بعد اس طلاق کی جس کے واسطے بعوض ہزار درہم کے مجبور کی گئی ہے اجازت دے دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی اجازت صحیح ہے اور مال اس کے ذمہ لازم ہوگا اور طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک طلاق رجعی ہوگی اور اجازت باطل اور امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت مثل قول امام محمدؒ کے اور ایک مثل امام ابو حنیفہؒ کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اصح روایت ہے کہ قول امام ابو یوسفؒ مثل قول امام اعظمؒ ہے اور اگر بجائے

---

[1] قولہ کل پس یہ دلیل ہے کہ اس نے خوشی سے آزاد کیا اس واسطے کہ کل پر وہ مجبور نہیں ہوا تھا تو یہ رغبت کی دلیل ہے۔ [2] قولہ کچھ یعنی نصف مہر بھی نہیں پڑ سکتی ہے۔

طلاق کے خلع بعوض ہزار درہم ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر کچھ مال واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر شوہر مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کو بعوض ہزار درہم کے طلاق دے اور عورت مجبور کی گئی کہ قبول کرے پس دونوں نے ایسا کیا تو طلاق بلا مال واقع ہوگی اسی طرح اگر قصاص سے صلح اور بمال عتق میں ایسا واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن عتق میں مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے بشرطیکہ مکرہ نے بوعید قتل اس کو مجبور کیا ہو اور اگر قید سے ڈرایا ہو تو کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک باندی جو آزاد کی گئی وہ قبل دخول کے مجبور کی گئی کہ اپنے نفس کو اختیار کر لے یعنی شوہر مملوک سے فرقت کرے تو شوہر پر اس کا یا اس کے مولیٰ کا کچھ مہر واجب نہ ہوگا اور مکرہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید بوعید تلف مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کو بعوض ہزار درہم کے ایک طلاق دے دے اس نے تین طلاق ہر طلاق بعوض ہزار درہم کے دی اور عورت نے یہ سب قبول کر لیں تو تین طلاق واقع ہوں گی اور شوہر کے عورت پر تین ہزار درہم واجب ہوں گے اور عورت کا نصف مہر شوہر پر واجب ہوگا اس وجہ سے کہ قبل دخول کے فرقت واقع ہوئی ہے اور سبب فرقت ایسا نہیں ہے کہ عورت کی طرف منسوب ہو اور مکرہ سے اس صورت میں کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے اگرچہ نصف مہر تین ہزار درہم سے زائد ہو کیونکہ طلاق میں جس قدر مرد نے اپنی طرف سے زائد کیا وہی اس پر نصف مہر ثابت ہونے کے واسطے کافی ہے اور اگر شوہر مجبور کیا گیا کہ اپنی بیوی کو ایک طلاق بعوض ہزار درہم کے دے دے اس نے ایسا کیا اور عورت نے قبول کیا تو عورت پر مرد کے ہزار درہم واجب ہوں گے پھر دیکھا جائے گا کہ نصف مہر کس قدر ہے پس اگر زائد ہو تو شوہر بقدر زیادتی کے عورت کو ادا کرے گا اور اسی قدر مکرہ سے واپس لے گا بشرطیکہ مکرہ نے اس کو بوعید تلف ڈرایا ہو اور یہ امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک شوہر کے ذمہ عورت کا کچھ مال واجب نہ ہوگا اور شوہر کے ہزار درہم عورت پر واجب ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنے غلام کو سو درہم پر آزاد کر دے اور غلام نے قبول کیا حالانکہ غلام کی قیمت ہزار درہم ہیں اور غلام مجبور کردہ نہیں ہے تو سو درہم پر عتق جائز ہے پھر مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ چاہے مکرہ سے غلام کی پوری قیمت تاوان لے پھر مکرہ غلام سے سو درہم واپس لے گا یا غلام سے سو درہم لے کر باقی نو سو درہم مکرہ سے تاوان لے اور اگر مکرہ نے زید کو مجبور کیا کہ اپنے غلام کو دو ہزار درہم پر بوعدہ ایک سال کے آزاد کر دے حالانکہ غلام کی قیمت ایک ہزار درہم ہیں تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے یا برس گزرنے پر غلام سے دو ہزار درہم کا مطالبہ کرے کیونکہ اس نے یہ امر بطوع خود اپنے ذمہ لازم کر لیا پس اگر مولیٰ نے مکرہ سے ضمان لینی اختیار کی تو مکرہ بجائے مولیٰ ہو گیا یعنی سال گزرنے پر مکرہ غلام سے دو ہزار درہم لے لے پس جب اس نے دو ہزار درہم وصول کئے تو اس میں سے ایک ہزار درہم جو اس نے ادا کئے ہیں لے کر باقی سب صدقہ کر دے گا کیونکہ یہ ہزار درہم اس کو خبیث طور پر حاصل ہوئے ہیں اور اگر مولیٰ نے غلام سے مطالبہ کرنا اختیار کیا تو پھر اس کا کچھ حق مکرہ کی طرف نہیں ہو سکتا ہے اور اگر دو ہزار درہم قسط وار ادا کرنے قرار پائے ہوں اور ایک قسط کا وقت آنے پر مولیٰ نے غلام سے بلا اکراہ مطالبہ کیا تو اس فعل سے یہ ثابت ہوا کہ اس نے غلام سے مطالبہ کرنا اختیار کیا ہے تو پھر اس کے بعد مکرہ سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام مشترک تھا اس کے آزاد کرنے کے واسطے زید مجبور کیا گیا یہاں تک کہ زید نے اس کو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے پھر امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے قول پر عتق متجزی[1] نہیں ہوتا ہے پس پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء معتق کو ملے گی اور مکرہ پر اگر خوشحال ہے تو پوری قیمت کی ضمان لازم آئے گی کہ دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہو اور اگر تنگدست ہے تو صرف زید کے حصہ کی ضمان

---

[1] قولہ متجزی یعنی آزادی ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کے ٹکڑے ہو سکیں بعض غلام آزاد ہو اور بعض مملوک رہے بلکہ کل آزاد ہو جائے گا۔

لازم آئے گی اور دوسرے شریک کے حصہ کے واسطے غلام سعی کرے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ مکرہ زید کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور عمرو کے حصہ کا اگر مکرہ خوشحال ہو تو عمرو کو تین طرح کا اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کردے یا غلام سے سعی کرائے یا مکرہ سے ضمان لے پس اگر اس نے مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ غلام کی طرف رجوع کرے گا اور بقدر ضمان کے غلام سے سعی کرا کر لے لے گا اور اس کی ولاء زید و مکرہ کے درمیان برابر تقسیم ہوگی اور اگر مکرہ تنگدست ہو تو عمرو کو اختیار ہے کہ چاہے اپنا حصہ آزاد کرے یا غلام سے سعی کرائے اور اس کی ولاء اس کے اور زید کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر زید کے غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور زید اس کے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس نے یہ جنایت کی ہے تو مکرہ اس کی قیمت تاوان دے گا جس کو مولیٰ لے کر ولی جنایت کو دے دے گا اور اگر اکراہ بوعید قید و بند واقع ہوئی ہو تو مولیٰ ولی مقتول کو اس کی قیمت دے گا نہ دیت اور مکرہ اس کو کچھ تاوان نہ دے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک شخص کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے غلام کو جو ہزار درہم کا ہوتا ہے عمرو کی طرف سے ہزار درہم پر آزاد کردے اس نے ایسا ہی کیا اور عمرو نے بہ طوع خود قبول کیا تو غلام عمرو کی طرف سے آزاد ہو گیا پھر مالک غلام مختار ہے چاہے عمرو سے غلام کی قیمت لے یا مکرہ سے قیمت تاوان لے پھر مکرہ اس کو عمرو سے وصول کرے گا اور ولاء عمرو کے واسطے ثابت ہوگی اور اگر اس نے عمرو سے ضمان لے لی تو وہ مکرہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر مکرہ نے اس کو صرف بقید و بند ڈرایا ہو تو استحقاق قیمت صرف عمرو سے ہوگا نہ مکرہ سے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید یعنی مالک غلام اور عمرو یعنی جس کی طرف سے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہے دونوں بہ وعید تلف مجبور کئے گئے حتیٰ کہ دونوں نے ایسا کیا تو عمرو کی طرف سے غلام آزاد ہو گا اور ولاء اسی کے واسطے ثابت ہوگی اور زید کا مال تاوان خاصۃً مکرہ پر واجب ہوگا شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہے کہ مکرہ نے ایک شخص زید کو مجبور کیا کہ اپنا غلام عمرو کے ہاتھ ہزار درہم میں فروخت کر کے سپرد کرے اور عمرو کو مجبور کیا کہ اس کو خرید کر قبضہ کر کے آزاد کردے اور اکراہ بوعید تلف[1] واقع ہوئی پس دونوں نے ایسا کیا تو اس میں تاوان خاصۃً مکرہ پر لازم آتا ہے پس ایسا ہی مسئلہ سابقہ میں ہے۔ اگر دونوں کو بوعید قید مجبور کیا ہو اور دونوں نے ایسا کیا تو عمرو اس کی قیمت زید کو تاوان دے گا اور اس صورت میں مکرہ پر ضمان نہیں آتی ہے اور اگر زید کو بوعید قید اور عمرو کو بوعید تلف مجبور کیا تو غلام عمرو کی طرف سے آزاد ہوگا پھر عمرو اپنے مکرہ سے قیمت غلام تاوان لے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور اکراہ بقید و بند واقع ہوا ہو اور مجبور نے ایک فعل کیا تو مکرہ اسکو کچھ تاوان نہ دیگا ☆

اگر غلام کو مجبور کیا کہ مال کے عوض عتق قبول کرے تو غلام پر کچھ لازم نہ آئے گا بلکہ مکرہ ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر لص غالب نے ایک شخص سے کہا کہ میں تجھے قتل کروں گا ورنہ تو اپنے غلام کو آزاد کر یا اپنی اس عورت کو طلاق دے دے دونوں میں جو تجھے پسند ہو پس مجبور کردہ نے ناچار ایک فعل کیا اور عورت سے دخول نہیں کیا تھا تو جو فعل اس نے کیا وہ نافذ ہوگا اور نصف مہر اور غلام کی قیمت میں سے جو مقدار کم ہو اس قدر مکرہ تاوان دے گا اور اگر مجبور کردہ نے اپنی عورت سے دخول کر لیا تو مکرہ کچھ ضمان نہ دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور تجرید میں لکھا ہے کہ اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور اکراہ بقید و بند واقع ہوا ہو اور مجبور نے ایک فعل کیا تو مکرہ اس کو کچھ تاوان نہ دے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ یوں کہے کہ جس مملوک کا میں زمانہ آئندہ میں مالک ہوں وہ آزاد ہے اس نے مجبوری کہا پھر ایک غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر ایسی صورت میں وہ شخص کسی غلام کا وارث ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا مگر مکرہ سے استحساناً غلام کی قیمت تاوان لے گا اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ

[1] قولہ کسی عضو کے تلف پر وعید کی۔

غلام سے یوں کہے کہ اگر تو چاہے تو آزاد ہے یا اگر تو گھر میں داخل ہو تو آزاد ہے پھر غلام نے چاہا یا گھر میں داخل ہوا تو آزاد ہو جائے گا اور مالک مکرہ سے غلام کی قیمت تاوان لے گا اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے غلام کا عتق اپنے فعل پر معلق کرے حالانکہ یہ فعل ایسا ہے کہ اس کا کرنا ضروری ہے جیسے نماز فرائض وغیرہ یا ایسا فعل ہے کہ اس کے نہ کرنے میں جان کا خوف ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ پس مکرہ نے مجبوری اس کا کہنا کیا اور یہ فعل کیا تو غلام آزاد اور مکرہ سے اس کی قیمت تاوان لے گا اور اگر ایسے فعل پر معلق کرنے پر مجبور کیا جس کے نہ کرنے کی کوئی راہ نکل سکتی ہے جیسے تقاضائے قرض وغیرہ تو اس صورت میں مکرہ سے تاوان نہیں لے سکتا ہے اور یہ اکراہ بمنزلہ اکراہ بوعید قید و بند ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید کو بوعید تلف اس بات پر مجبور کیا کہ مجھے اپنے غلام آزاد کرنے کی اجازت دے دے اور زید نے مجبوری اجازت دی اور مکرہ نے آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء زید کو ملے گی اور مکرہ اس کی قیمت تاوان دے گا نہ اس اعتبار سے کہ اس نے آزاد کیا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس نے زید کو عتق کی اجازت دینے پر مجبور کیا اسی لئے اگر فقط بوعید قید و بند ڈرایا ہو اور زید نے اجازت دے دی ہو تو کچھ بھی تاوان نہ دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص کو بوعید قتل یا قید و بند یا ضرب شدید اس امر پر مجبور کیا کہ اس عورت سے دس ہزار درہم پر نکاح کرے حالانکہ اس کا مہر مثل ہزار درہم تھا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو دس ہزار درہم سے فقط مہر مثل ہزار درہم ملیں گے اور باقی جو زیادہ ہے وہ باطل ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اسی مسئلہ میں شوہر مکرہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ پھر اس مسئلہ میں اگر یہ صورت ہو کہ عورت ہی مجبور کی گئی یہاں تک کہ شوہر نے اس کو ہزار درہم پر اپنے نکاح میں لیا حالانکہ مہر مثل اس کا دس ہزار درہم ہے اور اس کو اس کے والیوں نے باکرہ بیاہ دیا ہے تو نکاح جائز ہے اور مکرہ پر تاوان واجب نہیں آتا ہے پھر آیا عورت والیوں کو ایسے نکاح پر اعتراض کا حق ہے یا نہیں سو اگر وہ شوہر عورت کا کفو ہو اور عورت مہر مسمّی پر راضی ہوگئی ہو تو فقط امام اعظمؒ کے نزدیک والیوں کو حق اعتراض حاصل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بالکل اعتراض کا حق نہیں ہے اور اگر ابتداءً عورت نے کسی اپنے کفو کے ساتھ خود ہی مہر مثل سے کمتر پر نکاح کر لیا تو بھی مسئلہ میں ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر شوہر غیر کفو ہو تو بالاتفاق والیوں کو حق اعتراض حاصل ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ عورت مہر مسمّی پر راضی ہوگئی ہو اور شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور اگر مہر مسمّیٰ پر راضی نہ ہوئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر شوہر اس کا کفو ہے تو عورت کو اس نکاح پر حق اعتراض ہوگا بسبب اس کے کہ مہر ناقص ہے اور یہ حکم بالاتفاق ہے پھر جب مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تو اس کے شوہر کو قاضی اختیار دے گا کہ یا تو اس کا مہر پورا کر دے ورنہ میں تم دونوں میں فرقت کر دوں گا پس اگر اس نے پورا کر دیا تو نکاح نافذ ہوگا اور اگر انکار کیا تو تفریق کر دی جائے گی اور اس کو کچھ مہر نہ دلایا جائے گا۔

اگر شوہر اس کا کفو نہ ہو تو عورت اور اولیاء دونوں کو حق اعتراض ہوگا یہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے کیونکہ کفو ہونا معدوم اور مہر ناقص ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت کو ان دونوں وجہوں سے البتہ حق اعتراض ہے مگر اولیاء کو صرف عدم کفو کی وجہ سے حق اعتراض ہے اور کوئی وجہ اعتراض کی ان کو حاصل نہیں ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور اگر اس کے ساتھ دخول کیا حالانکہ وہ عورت مجبور کردہ ہے پس اگر شوہر اس کا کفو ہو تو کسی کو اس نکاح پر اعتراض کا استحقاق نہیں ہے اور کفو نہ ہو تو اولیاء اور عورت دونوں کو بسبب عدم کفو ہونے کے حق اعتراض حاصل ہے اور اگر اس کے ساتھ دخول کیا حالانکہ وہ طائعہ تھی یعنی مجبور کردہ نہ تھی تو وہ مہر مسمّی پر دلالۃً راضی ہوگئی پس ایسا ہوگا کہ گویا صریحاً راضی ہوئی اور اگر وہ عورت صریحاً راضی ہوئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے اور اگر شوہر کفو نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اولیاء کو عدم کفو ہونے اور نقصان مہر ہونے دونوں

صورتوں سے حق اعتراض ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط کفو نہ ہونے کی وجہ سے حق اعتراض ہے یہ اس بیان کا خلاصہ ہے جو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عمرو کو اپنی عورت کے طلاق دینے کے واسطے جس کے ساتھ اس نے دخول نہیں کیا ہے یا اپنے غلام کے عتق کے واسطے وکیل کرے اس نے وکیل کیا تو توکیل استحساناً جائز ہے اور قیاس سے باوجود اکراہ کے وکالت صحیح نہ ہونی چاہئے پھر استحساناً یہ حکم ہے کہ زید اپنے مکرہ سے نصف مہر اور غلام کی قیمت لے لے گا اور قیاساً نہیں لے سکتا ہے اور استحسان کی وجہ سے یہ ہے کہ مکرہ کی غرض مالک کی ملک کا زوال ہے جبکہ وکیل مباشر فعل ہو اور زوال ہی اس کا مقصد تھا اس وجہ سے ضامن ہوگا اور وکیل پر ضمان نہیں آتی ہے کیونکہ اس کی طرف سے اکراہ نہیں پایا گیا کذا فی الکافی اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مکرہ پر بھی ضمان نہ آئے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مولیٰ و وکیل و مشتری سب بوعید قتل مجبور کرئے گئے ☆

اگر زید کو بوعید قتل اس امر پر مجبور کیا کہ عمرو کو اپنا غلام ہزار درہم میں فروخت کرنے پر وکیل کرے اور مجبور کیا کہ اس کو غلام فروخت کے واسطے دے دے اس نے دیا پھر عمرو نے غلام بیچ کر دام وصول کر لئے اور غلام مشتری کو دے دیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا اور وکیل اور مشتری دونوں طائع ہیں یعنی مجبور کردہ نہیں ہیں تو غلام کا مالک مختار ہے چاہے مکرہ سے غلام کی قیمت تاوان لے یا وکیل سے ضمان لے یا مشتری سے ڈانڈ لے پس اگر اس نے مشتری سے ڈانڈ لیا تو مشتری کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ ضمان کی قیمت میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے مگر مشتری وکیل سے ثمن واپس لے گا اور اگر اس نے وکیل سے ضمان لینا اختیار کیا تو وکیل مشتری سے قیمت لے گا مکرہ سے ثمن نہیں لے سکتا ہے پھر دونوں بقدر مساوات کے باہم بدلا کر کے جو بڑھتی[1] ہوگی وہ دے دیں گے اور اگر اس نے مکرہ سے تاوان لیا تو مکرہ کو اختیار ہے کہ بقدر تاوان خواہ مشتری سے وصول کر لے یا وکیل سے اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مکرہ کچھ ضامن نہ ہوگا پھر جب مکرہ درمیان سے نکل گیا تو پھر مذکور ہے کہ مولیٰ کو اختیار ہے چاہے وکیل سے غلام کی قیمت ڈانڈ لے اور وکیل بقدر ضمان مشتری سے لے لے گا اور قیمت و ثمن میں دونوں باہم بدلا کر کے بڑھتی سمجھ لیں گے اور چاہے مشتری سے ضمان لے اور مشتری کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مولیٰ اور وکیل دونوں باکراہ قتل مجبور کئے گئے ہوں تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے مشتری سے غلام کی قیمت کی ضمان لے یا مکرہ سے بسبب اس کے کہ اس نے بوعید تلف اکراہ کر کے اس کو سپرد کرنے پر مجبور کیا ہے پھر مکرہ بقدر تاوان مشتری سے لے لے گا اور یہاں وکیل پر ضمان نہیں آتی ہے اور اگر مولیٰ و وکیل و مشتری سب بوعید قتل مجبور کئے گئے ہوں تو تاوان خاصۃً مکرہ پر آئے گا کیونکہ اتلاف اسی کی طرف منسوب رہا اور مکرہ ان میں سے کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے کیونکہ یہ سب لوگ مثل آلہ کے ہو گئے ہیں اور اگر ان سب کو بوعید قید و بند مجبور کیا ہو تو مکرہ پر تاوان نہیں آتا ہے اور مولیٰ کو اختیار ہے کہ مشتری سے غلام کی قیمت کی ضمان لے اور اگر وکیل سے تاوان لیا تو وکیل مشتری سے لے لے گا اور اگر مشتری سے ضمان لینا اختیار کیا تو وہی والی خصومت ہے نہ وکیل کیونکہ وکیل بوعید قید بیع و تسلیم پر مجبور کیا گیا تھا اور اس سے اس کا التزام عہدہ عقد منتفی ہو گیا۔

اگر مولیٰ کو بوعید قتل اور وکیل اور مشتری کو بوعید قید مجبور کیا تو مولیٰ کو اختیار ہے کہ قیمت کی ضمان ان میں سے جس سے چاہے لے لے پس اگر مشتری سے تاوان لیا تو مشتری مال ضمان کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ مشتری سے واپس لے سکتا ہے مگر مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر مکرہ سے تاوان لیا تو وہ مشتری سے بقدر قیمت ضمان واپس لے گا وکیل سے کچھ نہیں

---

[1] قولہ جو بڑھتی یعنی برابر کا کر لیں اس کے بعد جس کسی کا جس قدر زائد ہو وہ سمجھ لیں۔

لے سکتا ہے اور اگر مولیٰ و وکیل بوعید قتل مجبور کئے گئے اور مشتری باکراہ قید کیا گیا تو وکیل پر ضمان نہ آئے گی اور مولیٰ کو اختیار ہے چاہے مکرہ سے قیمت کی ضمان لے اور مکرہ بقدر ضمان مشتری سے واپس لے گا یا چاہے مشتری سے تاوان لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مولیٰ اور وکیل بوعید قید مجبور کئے گئے اور مشتری بوعید قتل مجبور کیا گیا تو فقط وکیل ضامن ہوگا یہ اس وقت ہے کہ مشتری بوعید قتل فقط خرید پر مجبور کیا گیا ہو نہ قبضہ پر تو ضامن ہوگا اس واسطے کہ اس کا قبضہ کر لینا مکرہ کی طرف منسوب نہ ہوگا اور اگر مشتری خرید و قبضہ دونوں پر مجبور کیا گیا ہو تو مولیٰ کو اختیار ہے کہ مکرہ سے ضمان لے اور اگر مالک و مشتری دونوں بوعید قتل مجبور کئے گئے ہوں اور وکیل بقید تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے وکیل سے ضمان لے اور وکیل مال ضمان کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے یا چاہے مکرہ سے ضمان لے اور وہ وکیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر بوعید قتل زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ عمرو کو وکیل کرے تا کہ اس کا یہ غلام اس شخص خالد کو ہبہ کر دے اور زید نے وکیل کیا اور عمرو وکیل نے قبضہ کر کے خالد کو دے دیا وہ خالد کے پاس مر گیا اور عمرو و خالد دونوں مجبور کردہ نہیں ہیں تو زید کو اختیار ہے کہ ان سب میں سے جس سے چاہے قیمت ضمان لے پس اگر خالد سے ضمان لی تو وہ بقدر ضمان کسی شخص سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ موہوب لہ یعنی خالد سے واپس لے گا اور اگر مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ مال ضمان چاہے موہوب لہ سے واپس لے یا وکیل سے واپس لے اور وکیل پھر موہوب لہ سے واپس لے اور اگر اکراہ بوعید قید ہو تو مکرہ ضامن نہ ہوگا اور مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ چاہے وکیل سے ضمان لے یا موہوب لہ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ موہوب لہ سے واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص کو باکراہ مجبور کیا کہ میرا مال فروخت کرے یا میرے مال سے خرید کرے اور مجبور نے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا تو وکالت صحیح ہے اور عہدہ[1] اسی کے ذمہ عائد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور نذر میں اکراہ عمل نہیں کرتا ہے یعنی اس میں اکراہ کا اثر ثابت نہیں کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر بوعید تلف ایک شخص کو مجبور کیا کہ اپنے اوپر صدقہ یا روزہ یا حج یا ایسی چیز جو باعث تقرب الی اللہ ہوتی ہے واجب کرے اور اس نے اپنے اوپر نذر کر لی تو اس کے ذمہ لازم ہو جائے گی اسی طرح اگر ان کاموں وغیرہ میں سے کسی کام کرنے پر قسم کھلائی تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ نذر ایسی چیز ہے کہ فسخ نہیں ہو سکتی ہے اور جس چیز میں بعد وقوع کے فسخ موثر نہیں ہوتا ہے اس میں اکراہ بھی موثر نہیں ہوتا ہے اور اگر مجبور کو ان امور میں کچھ صرف وغیرہ پیش آیا تو اس کو مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت سے مظاہرہ کرے تو مظاہر ہو جائے گا اس کو اپنی عورت سے قربت روا نہیں ہے تاوقتیکہ کفارہ ظہار ادا نہ کرے اور یہی رجعت کا حکم ہے اور ایسے ہی فئی[2] اور خلع شوہر کی طرف سے طلاق ہے یا قسم پس اس میں اکراہ موثر نہ ہوگا اور اگر شوہر خلع پر مجبور کیا جائے اور اس کی عورت مجبور نہ کی جائے تو عورت کے ذمہ بدل خلع لازم ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت مدخولہ سے ہزار درہم پر خلع کرے حالانکہ اس کا مہر چار ہزار درہم ہے اور عورت خلع کرانے پر مجبور نہیں کی گئی ہے تو ہزار درہم پر خلع جائز ہوگا اور شوہر مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص پر کفارہ ظہار واجب ہو اور سلطان نے اس کو مجبور کیا کہ غلام آزاد کرے اس نے آزاد کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اگر سلطان نے غلام غیر معین آزاد کرنے پر مجبور کیا تو مکرہ پر ضمان نہیں ہے کیونکہ اس نے ایسی چیز پر اکراہ کیا جو اس پر واجب تھی اور اگر اس کو غلام معین آزاد کرنے پر مجبور کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے مطلقاً اپنی شرح میں بلاتفصیل یہ حکم ذکر کیا ہے کہ مکرہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور مظاہر کا کفارہ ظہار ادا نہ ہوگا کیونکہ یہ اعتاق فی المعنی اعتاق بعوض ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح

---

[1] عہدہ یعنی اس کے درک وغیرہ کا ضامن ہے۔ [2] فئی سے مراد یہ کہ ایلاء کی قسم میں انکار سے رجوع کرتا اور عورت سے وطی کرنا۔

میں تفصیل ذکر فرمائی کہ اگر ایہ غلام جس کے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہے غلاموں میں سے نہایت خسیس و نہایت کم قیمت ہو کہ اس سے زیادہ و کم قیمت دوسرا نہ ہو تو مکرہ پر تاوان نہ آئے گا اور اگر دوسرا کوئی غلام اس سے زیادہ خسیس و کم قیمت ہو تو مکرہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارہ ظہار ادا نہ ہوگا پس اگر مجبور نے یوں کہا کہ میں مکرہ کو ضمان قیمت سے بری کرتا ہوں تا کہ کفارہ ظہار میرا ادا ہو جائے تو کفارہ ادا نہ ہوگا جیسے اگر ایک شخص نے مال پر اپنا غلام بسبب وجوب کفارہ کے آزاد کیا پھر اس کو مال سے بری کر دیا تو کفارہ ادا نہیں ہوتا ہے اور اگر مظاہر نے وقت آزاد کرنے کے یوں کہا کہ میں اس کو کفارہ ظہار ادا ہونے کے واسطے آزاد کرتا ہوں دفع اکراہ کی وجہ سے آزاد نہیں کرتا ہوں تو کفارہ ادا ہو جائے گا اور مکرہ پر تاوان واجب نہ ہوگا مگر عورت کو شرعی گنجائش نہیں ہے کہ مرد کو اپنے ساتھ قربت کرنے کا قابو دے یہ محیط میں ہے۔ اگر مجبور کردہ نے کہا کہ جس طور سے مکرہ نے مجھے میرے کفارہ ظہار سے آزاد کرنے کا حکم دیا تھا وہی میں نے ارادہ کیا یعنی یہی نیت کی اور سوائے اس کے کچھ میری نیت میں[1] خیال نہیں آیا تو کفارہ ظہار ادا نہ ہوگا اور قیمت مکرہ پر واجب ہوگی اور اگر مجبور کردہ کو بوعید و بند مجبور کیا ہو تو کفارہ ظہار ادا ہو جائے گا اور مکرہ سے کچھ ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت سے ایلاء کرے تو یہ شخص مولی ہو جائے گا پھر اگر عورت کو چار مہینہ تک چھوڑ دیا اس سے قربت نہ کی اور عورت بائنہ ہو گئی اور مدخولہ نہ تھی تو شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور اس کو مکرہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس شخص کو اختیار تھا کہ مدت کے اندر عورت سے قربت کرے اور جب اس نے خود نہ کی تو گویا نصف مہر دینے پر خود ہی راضی ہوا اور اگر عورت سے قربت کی تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور جو خرچ کفارہ میں پڑے اس کو مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر اس امر پر مجبور کیا کہ یوں کہے کہ اگر میں اپنی عورت سے قربت کروں تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر اگر قربت کی تو غلام آزاد ہو جائے گا اور مکرہ سے ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس نے اکراہ کے موافق عمل نہیں کیا اور اگر عورت سے قربت نہ کی اور قبل دخول کے بسبب ایلاء کے وہ عورت بائنہ ہو گئی تو نصف مہر تاوان دے گا اور مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر وہ مملوک جس کے آزاد ہو جانے پر قسم کھائی ہے مدبر یا ام ولد ہو اور مجبور کردہ نے اپنی عورت سے قربت کی تو مکرہ کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر قربت نہ کی یہاں تک کہ مدت گزر گئی اور وہ عورت مدخولہ نہ تھی تو شوہر نصف مہر کا ضامن ہوگا اور اس کو مکرہ سے واپس لے گا اور درصورت آزادی کے جس کے آزاد ہونے پر حلف واقع ہوا ہے اس کی قیمت اور نصف مہر میں سے جو کم ہو اس قدر مکرہ سے لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر یہ بات کہنے پر مجبور کیا گیا کہ اگر میں اپنی عورت سے قربت کروں تو میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے پس چار مہینہ تک اس سے قربت نہ کی یہاں تک کہ وہ بائنہ ہو گئی حالانکہ مدخولہ نہ تھی یا چار مہینہ کے اندر اس سے قربت کر لی اور مال اس کو صدقہ کرنا لازم آیا تو مکرہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہ صورت فی المعنی نظیر اس صورت کی ہے کہ نذر کرنے پر مجبور کیا کہ یوں نذر کرے کہ اگر عورت سے قربت کروں تو تمام میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید کو کفارہ قسم ادا کرنے پر جس کو وہ توڑ چکا ہے مجبور کیا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مطلقاً کفارہ قسم ادا کرنے پر مجبور کیا کہ قسم کے کفارات میں سے کسی نوع کو معین نہ کیا پس مجبور کردہ نے کسی نوع کا کفارہ ان کفارات میں سے جو اللہ تعالیٰ نے کفارہ قسم میں فرض کئے ہیں ادا کیا تو جائز ہے اور مکرہ ضامن نہ ہوگا اور اگر مجبور کردہ کو کفارہ قسم میں کسی معین یا غیر معین غلام کے آزاد کرنے پر مجبور کیا پس اگر خسیس تر غلام کی قیمت اسی قدر ہو جو کم سے کم صدقہ اور لباس میں صرف ہوتا ہے تو جائز ہے اور مکرہ ضامن نہ ہوگا اور اگر خسیس تر غلام کی قیمت کم سے کم خرچ طعام و لباس سے زیادہ تر پڑتی ہو تو مکرہ غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارہ قسم ادا نہ ہوگا اور

---

[1] یعنی یہ خیال نہ تھا کہ میں دفع اکراہ کی وجہ سے آزاد نہیں کرتا ہوں۔

اگر اس صورت میں اکراہ بوعید حبس واقع ہوا تو مکرہ پر ضمان نہ آئے گی اور غلام آزاد کرنے سے کفارہ قسم ادا ہو جائے گا اور اگر طعام صدقہ کرنے پر بوعید قتل مجبور کیا پس اگر وہ اناج جس کے صدقہ کرنے پر مجبور کیا ہے بہ نسبت لباس یا بردہ کے کہ یہ بھی کفارہ قسم میں جائز ہیں قیمت میں کم ہو تو مکرہ ضامن نہ ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر لباس و بردہ میں سے کم سے کم جس سے کفارہ قسم ادا ہو جائے اس سے قیمت میں زیادہ ہو تو مکرہ ضامن ہوگا اور کفارہ ادا نہ ہوگا پس اگر مجبور کردہ اس شخص پر جس نے وقت اکراہ مکرہ سے مجبور کردہ سے وہ اناج لیا ہے قادر ہو تو اس سے واپس لے اور اگر اس صورت میں اکراہ بوعید قید و بند واقع ہو تو مکرہ پر ضمان نہیں آتی ہے لیکن مجبور کردہ اس شخص سے جس نے اس سے لیا ہے واپس لے سکتا ہے کیونکہ مجبور کردہ قید و بند کے ساتھ اس کے دینے پر راضی نہ تھا اور اگر اس کے بعد مجبور کردہ نے اجازت دے دی پس اگر مال وقت اجازت کے قائم ہو تو اس کی اجازت کارآمد[2] ہوگی اور اگر تلف ہو گیا ہو تو کارآمد نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

فرمایا کہ جو چیز بحق اللہ تعالیٰ اس پر واجب ہو جیسے بدنہ یا ہدی یا حج یا صدقہ اور مکرہ نے اس کو مجبور کیا کہ اس کو ادا کرے اور مجبور نے ادا کیا حالانکہ مکرہ نے اس کو بعینہٖ کسی چیز کے ادا کا حکم نہیں کیا تو مکرہ پر ضمان واجب نہ ہوگی اور جو مجبور نے ادا کیا وہ ادا ہو جائے گا اور اگر مجبور نے کوئی شے معین اپنے اوپر واجب کی مثلاً صدقہ مساکین اور مکرہ نے اس کو بوعید قید یا قتل مجبور کیا کہ صدقہ کرے تو جو کچھ مجبور نے کیا وہ جائز ہے اور مکرہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے نذر کرتا ہوں کہ ایک ہدی بیت اللہ تعالیٰ میں بھیجوں گا پھر مکرہ نے بوعید قتل مجبور کیا کہ بعیر[3] یا بدنہ بھیجے کہ قربانی کر کے صدقہ کیا جائے اس نے ایسا ہی کیا تو مکرہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کی نذر ادا نہ ہوگی اور اگر مکرہ نے اس کو کم سے کم قیمت وغیرہ کی ہدی بھیجنے پر مجبور کیا تو مکرہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ مکرہ نے اس چیز پر جو اس پر شرعاً واجب تھی کچھ زیادتی نہیں کی اور اگر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک بردہ آزاد کروں گا اور مکرہ نے اس کو کسی خاص غلام کے آزاد کرنے پر مجبور کیا اور قتل سے ڈرایا اس نے آزاد کیا تو مکرہ اسی کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس کی نذر ادا نہ ہوگی اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ جس غلام کے آزاد کرنے پر مکرہ نے مجبور کیا ہے وہ کم سے کم ہے یعنی جس سے نذر ادا ہو سکتی ہے ان میں سے قیمت میں کمتر ہے تو مکرہ ضامن نہ ہوگا اور اس کی نذر ادا ہو جائے گی کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس قدر اس پر واجب تھا اور اگر یوں نذر کی کہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک ہروی یا مروی کپڑا خاص معین صدقہ کروں گا اور مکرہ نے اس کو کسی کپڑے کے صدقہ پر مجبور کیا اور اس نے صدقہ کیا تو جو کپڑا صدقہ کیا ہے اس کو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس جنس میں قیمت وغیرہ میں کم سے کم ہو تو نذر ادا ہو جائے گی اور مکرہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس سے کم قیمت میں دوسرا کپڑا موجود ہو تو دونوں قیمتوں کا فرق دیکھا جائے پس جس قدر فرق ہے اسی قدر مکرہ ضامن ہوگا اور کم سے کم مقدار جو ادا ہوئی ہے وہ اس کی ادائے نذر کے واسطے کافی ہوگی اور اگر یوں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے دس قفیز گیہوں مسکینوں پر صدقہ کرنا نذر کرتا ہوں پھر مکرہ نے اس کو اس امر پر مجبور کیا کہ پانچ قفیز کھرے گیہوں جو دس قفیز ردی گیہوں کے برابر ہیں صدقہ کرے اور قتل سے ڈرایا تو مکرہ اس کے مثل گیہوں کا ضامن ہوگا کیونکہ جس قدر اس نے ادا کیا ہے اس سے تمام نذر ادا نہ ہوگی کیونکہ جو مال ایسے ہیں کہ جن میں ربوا جاری ہوتا ہے ان میں بالمقابلہ صفت کا اعتبار نہیں ہے اور پانچ قفیز جید گیہوں سے تجویز ممکن نہیں ہے کیونکہ اس میں نذر کرنے والے کا ضرر ہے اور نذر کرنے والے کو اختیار ہے کہ ردی دس قفیز گیہوں صدقہ کر دے۔

---

[1] قولہ نوع دس مساکین کو کھانا دینا یا کپڑا دینا یا بردہ آزاد کرنا یا روزے رکھنا۔ [2] یعنی کفارہ قسم اتر جائے گا۔ [3] قولہ بعیر اونٹ اور یہی بدنہ ہے لیکن گائے کو بھی بدنہ بولتے ہیں لیکن ہدی کم سے کم بکری بھی ہوتی ہے۔

اگر ایک شخص کے پاس پچیس بنت مخاض ہوں اور اس پر ایک سال گزر گیا اور زکوٰۃ میں ایک نیت مخاص وسط واجب ہوئی مگر مکرہ نے اس کو جید بنت مخاص صدقہ دینے پر بوعید قتل مجبور کیا تو وسط یعنی درمیانی بنت مخاص سے جس قدر جید یعنی اعلیٰ بنت مخاص کی قیمت زائد ہو اس قدر مکرہ تاوان دے گا کیونکہ اسی قدر زیادتی دلوانے میں اس نے ظلم کیا ہے اور بقدر وسط کے اس شخص سے صدقہ ادا ہو گیا پس بقدر وسط کے مکرہ ضامن نہ ہوگا اور بنت مخاص میں یہ حکم اس واسطے ہے کہ یہ اموال ربوا میں سے نہیں ہے پس کل واجب سے بعض کا مقابلہ کرنا روا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید بوعید قتل ہندہ سے زنا کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے زنا کیا تو امام اعظمؒ کا اول قول یہ تھا کہ زید پر حد ماری جائے گی پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ حد نہیں جاری ہوگی اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور زید پر مہر واجب ہوگا خواہ ہندہ زنا کرانے پر مجبور کی گئی ہو یا طائعہ ہو اور مال ماوان مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ زنا کا نفع زانی کو حاصل ہوا ہے اور ایسا ہو گیا کہ جیسے ایک شخص کو اسی کے کھانا کھانے کے واسطے مجبور کیا کہ اس عورت میں اگر وہ شخص بھوکا تھا تو مکرہ ضامن نہ ہوگا اور اگر آسودہ تھا تو مکرہ سے کھانے کی قیمت لے لے گا اور عورت جب زنا پر مجبور کی جائے تو اس پر حد جاری نہیں ہوتی ہے اور اگر مرد نے زنا پر اقدام کیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ زنا بد گناہوں میں سے ہے اور عورت اگر زنا پر مجبور کی جائے تو آیا گنہگار ہوتی ہے یا نہیں سو شیخ الاسلام نے اپنی شرح کے باب الاکراہ علی الزنا میں بیان کیا ہے کہ اگر عورت اس طور پر مجبور کی گئی کہ اپنے اوپر زنا کرنے کا قابو دے اور اس نے قابو دیا تو گنہگار ہوگی اور اگر اس نے خود قابو نہ دیا مگر اس سے زنا کیا گیا تو وہ گنہگار نہ ہوگی اور بھی باب الاکراہ میں ذکر کیا کہ اگر عورت زنا پر مجبور کی گئی اور اس نے اپنے اوپر زنا کرنے کا قابو دیا اس پر گناہ نہیں[1] ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ اکراہ بوعید تلف واقع ہوا اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مرد پر بلا خلاف حد جاری ہوگی رہی عورت سو اس پر حد نہیں جاری ہو گی مگر وہ گنہگار ہوگی اور اگر اکراہ بوعید قتل کی صورت میں مرد نے زنا سے انکار کیا یہاں تک کہ مقتول ہوا تو اس کو ثواب حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر حربی نے ایک مسلمان سے یوں کہا کہ اگر تو مجھے یہ باندی اس غرض سے دے دے کہ میں اس سے زنا کروں تو میں مسلمان قیدیوں میں سے جو میرے پاس ہیں ایک قیدی چھوڑ دوں تو اس مسلمان کو یہ روا نہیں ہے کہ باندی اس کو دے دے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا تو اس کی عورت اس سے بائنہ نہ ہوگی اور اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ میں تجھ سے بائنہ ہوگئی ہوں اور مرد نے کہا کہ میں نے کلمہ کفر صرف زبان سے اظہار کیا حالانکہ دل میرا ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو استحساناً مرد کا قول قبول ہوگا کیونکہ شوہر فرقت سے انکار کرتا ہے اور اگر اس شخص نے جس کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا تھا یوں کہا کہ کفرت باللہ کہتے ہیں میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں زمانہ گزشتہ کی جھوٹ خبر بیان کرتا ہوں حالانکہ میں نے کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر نہیں کیا ہے تو حکم قضا میں اس کی عورت بائنہ ہو جائے گی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ بائن نہ ہوگی اور اگر ایک شخص نے بطوع خود زمانہ گزشتہ میں اپنے کفر کا اقرار کیا پھر کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ دروغ کہتا ہوں تو قاضی اس کے قول کی تصدیق نہ کرے گا اور اگر سچ کہتا ہے تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق ہوگی اور اگر کہا کہ میرے دل میں زمانہ گزشتہ کے اخبار کا خیال آیا مگر میں خبر مراد نہیں لی بلکہ انشاء مراد لی جیسا کہ مجھ سے مکرہ نے چاہا تھا تو اس صورت میں اس شخص نے حقیقۃً کفر کا اقرار کیا تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ و حکم قضا دونوں طرح اس کی عورت بائن ہو جائے گی اور اگر کہا کہ میرے دل میں کچھ خطرہ نہیں آیا مگر میں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ آئندہ کفر کا اقرار کیا حالانکہ میرا دل ایمان سے مطمئن تھا تو اس کی عورت بائن نہ ہوگی اور اسی طرح اگر زید کو صلیب کے واسطے نماز پڑھنے یا سجدہ کرنے پر یا رسول اللہ ﷺ کو بد

---

[1] قولہ اس پر یوں ہی اصل میں ہے اور شاید مراد یہ کہ شیخ الاسلام نے اسی باب میں دونوں قول مختلف ذکر کیے ہیں واللہ اعلم۔

کہنے پر مجبور کیا اور مجبور نے ایسا کیا اور کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز مراد لی تھی یا کسی دوسرے شخص کو بد کہنا مراد لیا تھا اور یہی میری نیت تھی تو اس کی منکوحہ حکم قاضی میں بائن ہوگی اور مابینہ و بین اللہ تعالیٰ بائن نہ ہوگی۔

اگر ایک شخص اسلام پر مجبور کئے جانے سے مسلمان ہوا تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا اور اگر اسلام پر مجبور کیا گیا اور مسلمان ہوا پھر اسلام سے پھر گیا تو قتل نہ کیا جائے گا ☆

اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز کا اور سوائے حضرت رسول اللہ ﷺ کے دوسرے کے بد کہنے کا خیال تھا پھر اس نے صلیب کے واسطے سجدہ کیا یا نماز پڑھی اور رسول اللہ ﷺ کو بد کہا تو قضاءً و دیانۃً اس کی عورت بائن ہوگئی اور اگر اس کے دل میں کچھ خیال نہ گزرا اور اس نے صلیب کے واسطے نماز پڑھی یا رسول مقبول ﷺ کو بد کہا حالانکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اس کی منکوحہ قضاءً و دیانۃً کسی طرح بائن نہ ہوگی بشرطیکہ اس کے دل میں کچھ خطرہ نہ آیا ہو اور اس کے مکرہ علیہ[1] کو کہا اور اس کو دفع نہ کر سکا کذا فی الکافی۔ اگر ایک شخص اسلام پر مجبور کئے جانے سے مسلمان ہوا تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا اور اگر اسلام پر مجبور کیا گیا اور مسلمان ہوا پھر اسلام سے پھر گیا تو قتل نہ کیا جائے گا کذا فی التبیین اور علی ہذا اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو نے نماز پڑھی تو میں تجھے قتل کروں گا اس نے وقت چلے جانے کا خوف کر کے اٹھ کر نماز پڑھی حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے اس وقت نماز ترک کرنے کی شرعاً گنجائش ہے پھر جب نماز پڑھی تو مقتول ہوا تو وہ شخص ایسا کرنے میں اپنا قاتل اور گنہگار نہ ہوگا کیونکہ اس نے عزیمت کو اختیار کیا ہے اسی طرح صوم رمضان کی نسبت اگر ایک شخص مقیم سے کہا گیا کہ اگر تو روزہ افطار نہ کرے گا تو ہم تجھے قتل کریں گے اور اس نے افطار سے انکار کیا یہاں تک کہ قتل کیا گیا حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے افطار کی گنجائش ہے تو اس کو ثواب ملے گا اور اس نے عزیمت کو اختیار کیا ہے اور اگر اس نے افطار کر لیا تو رخصت ہے گنہگار نہ ہوگا لیکن[2] اگر ایسا مریض ہو کہ نہ کھانے پینے سے اس کی جان کا خوف ہو اور اس نے افطار نہ کیا حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے افطار کی گنجائش ہے تو وہ گنہگار ہوگا اسی طرح اگر رمضان میں مسافر ہو اور اس سے کہا گیا تو افطار کر ورنہ ہم تجھے قتل کریں گے اس نے افطار سے انکار کیا اور قتل کیا گیا تو گنہگار ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر محرم کو فقط قید پر ڈرایا ہو حالانکہ دونوں محرم ہیں تو قیاساً فقط قاتل پر کفارہ واجب ہوگا ☆

ابن شجاعؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اہل حرب نے کسی نبی کو گرفتار کر کے اس سے کہا کہ اگر تو یوں کہے کہ میں نبی نہیں ہوں تو ہم تجھے چھوڑ دیں گے اور اگر تو نے اپنے تئیں نبی کہا تو ہم تجھے قتل کریں گے تو اس کو روا نہیں ہے کہ اپنے تئیں سوائے نبی اللہ و رسول اللہ کے اور کچھ کہے اور اگر سوائے نبی کے کسی غیر شخص سے یوں کہا کہ اگر تو یوں کہے کہ یہ شخص نبی نہیں ہے تو ہم تیرے نبی کو چھوڑتے ہیں اور اگر تو نے کہا کہ یہ نبی ہے تو ہم تیرے نبی کو قتل کریں گے تو اس کو اختیار ہے کہ یوں کہہ دے کہ یہ نبی نہیں ہے تاکہ نبی کے قتل سے دور ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی محرم سے کہا گیا کہ تو اس شکار کو قتل کر ورنہ ہم تجھے قتل کریں گے اس نے انکار کیا اور خود قتل کیا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ ثواب پائے گا اور اگر اس نے شکار کو قتل کیا تو قیاساً اس پر کچھ عائد نہ ہوگا اور نہ اس پر جس نے اس کو مجبور کیا ہے مگر استحساناً قاتل پر کفارہ واجب ہوگا اور مکرہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مجبور کردہ اور مجبور کنندہ دونوں محرم ہوں تو دونوں میں

[1] قولہ مکرہ علی یعنی وہ کلمہ کہا جس پر مجبور کیا گیا تھا۔ [2] قولہ لیکن یعنی خوف جان سے مریض پر افطار لازم ہوا تو اول اس صورت میں بغیر اکراہ کے بھی افطار لازم تھا فافہم۔

سے ہر ایک پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر محرم کو فقط قید پر ڈرایا ہو حالانکہ دونوں محرم ہیں تو قیاساً فقط قاتل پر کفارہ واجب ہوگا نہ مکرہ پر کیونکہ قتل صید ایک فعل ہے اور اکراہ بقید کا افعال میں کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور استحساناً دونوں میں سے ہر ایک پر جرمانہ واجب ہوگا اور اگر دونوں حلال ہوں کہ حرم میں موجود ہوں اور ایک نے دوسرے کو بوعید قتل اس امر پر مجبور کیا کہ صید کو قتل کر لے تو مکرہ پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر بوعید قید مجبور کیا تو خاصۃً مجبور پر کفارہ واجب ہوگا بمنزلہ ضمان مال کے و بمنزلہ کفارہ قتل آدمی کی خطا سے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ رمضان میں دن میں اپنی عورت سے جماع کرے یا کھائے یا پئے اور اس نے ایسا ہی کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اور قضا واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر بوعید قتل زنا کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس کو کرنا روا نہیں ہے اور اگر اس نے کیا اور محرم تھا تو احرام فاسد ہو جائے گا اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا نہ اس پر جس نے مجبور کیا ہے اور اگر بوعید قتل ایک عورت محرمہ[1] زنا کرنے پر مجبور کی گئی تو اس کو روا ہے کہ اپنے اوپر زنا کا قابو دے دے اور اس کا احرام فاسد ہو جائے گا اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا نہ مکرہ پر اور اگر عورت نے نہ مانا یہاں تک کہ قتل کی گئی تو اس کو گنجائش ہے پھر ان مقامات میں جہاں ہم نے مجبور کردہ پر کفارہ واجب کیا ہے اس کفارہ کو مجبور کردہ مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر لے لیا تو اس پر مکرہ کے نام کی ڈگری بقدر کفارہ کی جائے گی اور یہ روا نہیں ہے کہ جس قدر اس نے مجبور کے ذمہ ڈالا ہے اس سے زیادہ مجبور اس سے لے لے یہ مبسوط میں ہے فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ اگر سلطان نے وصی یتیم کو بوعید قتل یا اتلاف عضو ڈرایا کہ مجھے یتیم کا مال دے دے اس نے دے دیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بوعید قید و بند ڈرایا ہو تو وصی ضامن ہوگا اور اگر خود اس کے مال چھین لینے پر ڈرایا ہو کہ اگر یتیم کا مال نہ دے دیا تو تیرا مال لے لوں گا پس اگر وصی جانتا ہے کہ کچھ لے لے گا اور کچھ بقدر کفایت چھوڑ دے گا تو اس کو روا نہیں ہے کہ یتیم کا مال دے دے اگر دے دیا تو اس کے مثل تاوان دے گا اور اگر خوف ہوا کہ میرا سب مال لے لے گا تو وصی معذور ہوگا اور اگر اس نے یتیم کا مال دے دیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر سلطان نے یتیم کا مال خود لے لیا تو وصی پر سب صورتوں میں سے کسی طرح ضمان نہیں آتی ہے یہ ینابیع میں ہے اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ ہمیں اپنا مال بتلا کہ کہاں ہے اور لے چل ورنہ ہم تجھے قتل کریں گے اس نے ایسا نہ کیا یہاں تک کہ قتل کیا گیا تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر اس نے راہ بتائی یہاں تک کہ انہوں نے مال لے لیا تو ظالم لوگ ضامن ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

باب تیسرا:

عقود تلجیہ کے مسائل کے بیان میں

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنا یہ غلام ایک بات کے خوف سے تیرے ہاتھ بطور تلجیہ کے فروخت کروں اور عمرو نے کہا کہ اچھا اور اس گفتگو پر چند لوگ شاہد تھے پھر دونوں بازار میں آئے اور باہم خرید و فروخت چند گواہوں کے سامنے کر لی پھر

---

[1] قولہ محرمہ یہ قید فقط حکم احرام بیان کرنے کے لئے ہے ورنہ اکراہ سے تعلق نہیں ہے اور مرد و عورت میں فرق ہے عورت کو زنا کی مطاوعت کرنی جائز ہے اور نہ کرے تو گنجائش ہے یعنی قتل ہو جائے تو گنہگار نہ ہوگی۔

اس بیع کے بعد اگر دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم نے اس قرارداد پر جو مذکور ہوا یعنی تلجیہ[1] کے طور پر بیع ٹھہرائی ہے تو بلاخلاف یہ بیع فاسد ہے اور اگر دونوں نے ایک دورے کی تصدیق کی کہ ہم نے وقوع بیع سے پہلے قرارداد تلجیہ سے اعراض کر کے پھر بیع قرار دی ہے تو بلاخلاف بیع جائز ہے اور اگر دونوں نے تلجیہ کی گفتگو واقع ہونے پر ایک دوسرے کی تصدیق کی مگر ایک نے دعویٰ کیا کہ اسی قرارداد تلجیہ پر بیع واقع ہوئی اور عمرو نے دعویٰ کیا کہ اس قرارداد تلجیہ سے اعراض کر کے بطور صحیح بیع واقع ہوئی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور جو شخص تلجیہ سے اعراض کرنے کا مدعی ہے اسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ جواز عقد کا مدعی ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور جو شخص قرارداد تلجیہ پر وقوع بیع کا مدعی ہے اسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ ایسے امر کا مدعی ہے جو دونوں کے اتفاق سے ثابت ہے اور علیٰ ہٰذا اگر دونوں نے تلجیہ کی گفتگو پر اتفاق کیا پھر دونوں نے کہا کہ وقت وقوع بیع کے ہمارے دل میں کچھ خیال نہیں تھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد ہے اور اگر ایک نے تلجیہ کے قرارداد کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اس قرارداد سے انکار کیا تو قرارداد سے منکر کا قول قبول ہوگا پھر اگر قرارداد کے مدعی نے تلجیہ کی قرارداد پر گواہ پیش کئے اور کہا کہ ہم نے ہی قرارداد پر اس بیع کو قائم کیا ہے پس اگر دوسرے نے اس بنا پر وقوع بیع کی تصدیق کی تو بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ ہم نے اس قرارداد سے اعراض کر کے بیع قائم کی ہے تو مسئلہ میں اختلاف ہوگا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع فاسد ہوگی اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ بیع ہم دونوں میں تلجیۃً واقع ہوئی پھر ایک نے اجازت دے دی تو جائز نہیں تاوقتیکہ دونوں اجازت نہ دیں اور اگر بیع بطور تلجیہ واقع ہونے پر دونوں نے اتفاق کیا اور بنابریں[2] مشتری نے بائع سے غلام لے کر قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو عتق باطل ہے اور دونوں مسئلوں میں بائع کو خیار ثابت ہوگا۔

سری و جہری بیع کا بیان ☆

اگر دونوں نے یہ قرارداد کیا کہ دونوں یہ خبر دیں کہ کل کے روز ہم نے یہ غلام ہزار درہم کو باہم خرید و فروخت کیا ہے حالانکہ دونوں کے درمیان بیع واقع نہیں ہوئی پھر اس کا اقرار کیا تو بیع نہیں ہے اور اگر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ اقرار ہزل[3] ہے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ جد ہے تو مدعی جد کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ جواز کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرے پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم نے اس بیع کی جس کی خبر دی ہے اجازت دے دی ہے تو جائز نہ ہوگی یہ سب اس صورت میں ہے کہ نفس بیع میں تلجیہ واقع ہو اور اگر بدل بیع میں تلجیہ واقع ہو مثلاً پوشیدہ یوں قرارداد کی کہ ثمن ایک ہزار درہم ہے مگر ہم علانیہ دو ہزار درہم پر فروخت کریں گے ایک ہزار درہم لوگوں کو سنانے کو بڑھائیں گے پھر اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ ہم نے اعراض کر کے بیع قرار دی ہے تو دو ہزار درہم پر بیع جائز ہوگی اور اگر اسی قرارداد پر وقوع بیع پر اتفاق کیا تو صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار درہم پر بیع جائز ہے اور ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی یہی ہے اور دوسری روایت میں امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فاسد ہے ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ وقت بیع کے ہمارے دل میں کچھ خیال نہ تھا تو صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار درہم پر بیع واقع ہوگی اور شمس

---

[1] تلجیہ کسی ضرورت سے کوئی معاملہ ظاہر کرنا جو حقیقت میں ندارد ہے یا حقیقت باطن میں اس صفت پر نہیں ہے جیسا ظاہر کیا۔ [2] بنابریں یعنی اسی اتفاق بیع پر مشتری نے۔ [3] ہزل سے یہ مراد کہ حقیقت میں یہ کام کرنا مقصود نہیں ہے اور جد اس کے خلاف ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ طلاق و عتق وغیرہ جن میں فقط لفظ کا قصد کرنے سے حکم ثابت ہوتا ہے وہاں ہزل سے حکم ثابت ہو جائے گا۔

الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ امام اعظمؒ سے بھی ایک روایت میں یوں ہی آیا ہے اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ بیع دو ہزار درہم پر واقع ہوگی اور یہی روایت کتاب الاقرار میں مذکور ہے اور شمس الائمہ نے کہا کہ یہی روایت اصح ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں یہ تفصیل ذکر نہیں فرمائی اور اگر پوشیدہ یوں قرارداد کی کہ ثمن سو دینار ہیں اور علانیہ دس ہزار درہم پر بیع قرار دی تو دس ہزار درہم پر بیع واقع ہوگی اور استحساناً ہے اور قیاساً جائز نہ ہونی[1] چاہئے اور اگر دونوں نے پوشیدہ کسی ثمن پر بیع قرار دی پھر علانیہ دوسرے ثمن پر قرار دی پس اگر ثمن علانیہ جنس ثمن سریہ سے ہو مگر فرق یہ ہو کہ سریہ ثمن سے زائد ہو مثلاً خفیہ ہزار درہم پر بیع کی پھر علانیہ دو ہزار درہم پر قرار دی پس اگر اس امر کے گواہ کر لئے کہ علانیہ بیع ہزل و سمعۃ ہے تو عقد وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہے اور اگر اس امر کے گواہ نہ کئے تو عقد یہی عقد علانیہ ہوگا اسی طرح اگر علانیہ دوسری جنس کے ثمن پر بیع قرار دی تو بھی حکم اسی تفصیل سے ہے۔

اگر علانیہ عقد کے ہزل و سمعہ ہونے پر گواہ کر لئے تو عقد سریہ صحیح ہے ورنہ عقد علانیہ صحیح ہے اور اگر پوشیدہ دونوں نے یہ کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ علانیہ بیع ظاہر کریں حالانکہ یہ تلجیہ باطل ہوگا اور اس امر پر اتفاق کیا پھر علانیہ ایک نے کہا کہ ہم نے خفیہ یوں قرارداد کی تھی اور اب میری رائے میں آیا کہ اس کو بیع صحیح کر دوں اور دوسرا شخص حاضر تھا اور اس کو سنتا تھا اس نے کچھ نہ کہا یہاں تک کہ دونوں نے باہم بیع کی تو بیع جائز ہے اور اگر دوسرے نے نہ سنا اور بیع قرار دی تو بیع فاسد[2] ہے اگر چہ مشتری غلام پر قبضہ کر کے اس کو آزاد کر دے پس اگر یہ قول بائع نے کہا ہو تو عتق جائز ہے اور بائع پر واجب ہوگا کہ ثمن واپس کرے اور اگر مشتری نے کہا تو عتق باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے ہندہ سے کہا کہ میں تیرے ساتھ بطور ہزل نکاح کروں گا ہندہ نے کہا کہ بہت اچھا اور ہندہ کے ولی نے دونوں کے ساتھ اتفاق کیا پھر زید نے نکاح کیا تو یہ نکاح حکم قضا میں بھی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ بھی جائز ہے اور اگر زید نے ہندہ اور اس کے ولی سے یا فقط ولی سے کہا کہ میں ہندہ سے ہزار درہم پر نکاح کرنا چاہتا ہوں اور سنانے کو دو ہزار پر علانیہ نکاح ہوگا حالانکہ مہر ہزار درہم ہے پس ولی نے کہا کہ اچھا میں ایسا کروں گا پس زید نے ہندہ سے علانیہ دو ہزار پر نکاح کیا تو نکاح جائز ہے اور مہر ہزار درہم ہوگا بشرطیکہ دونوں اس قول پر جو انہوں نے خفیہ قرار دیا ہے اتفاق کریں یا گواہ قائم ہوں اور اگر کہا کہ سو دینار مہر ہے لیکن سنانے کو دس ہزار درہم قرار دیں گے اور اس پر گواہ کر لئے پھر ہندہ نے دس ہزار درہم پر علانیہ نکاح کیا تو یہ نکاح ہندیہ کے مہر المثل پر جائز ہوگا اسی طرح اگر پوشیدہ سو دینار مہر قرار دیا اور ظاہر میں اس کا کچھ مہر معین نہ کیا تو بھی اس کو مہر المثل ملے گا اور اگر وقت عقد کے یوں بیان کیا کہ ہم نے اس قدر مہر پر عقد کیا جس پر ہم راضی ہو چکے ہیں تو یہ نکاح سو دینار پر جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر پوشیدہ ہزار درہم پر عقد نکاح قرار دیا پھر علانیہ دو ہزار درہم پر عقد نکاح قرار دیا پس اگر اس امر کے گواہ کر لئے کہ ظاہر میں جو مہر قرار دیتے ہیں یہ ہزل اور سنانے کو ہے تو مہر وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہے اور اگر اس امر کے گواہ نہ کئے کہ جو ظاہر کرتے ہیں وہ سنانے کو ہزل ہے تو جو مہر علانیہ ٹھہرایا ہے وہی مہر قرار دیا جائے گا اسی طرح اگر ظاہر میں خلاف جنس اول مہر قرار دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے علانیہ کا دعویٰ کر کے اس پر گواہ قائم کئے اور دوسرے نے پوشیدہ کا دعویٰ کر کے گواہ قائم کئے تو علانیہ گواہوں کی سماعت ہوگی لیکن اگر گواہوں نے یوں گواہی دی کہ انہوں نے یوں کہا تھا کہ سنانے کو ہم ظاہر مہر پر ظاہر میں گواہ کر لیں گے تو اس صورت میں

---

[1] قولہ نہ ہونی کیونکہ دس ہزار درہم پر ان کی رضامندی ظاہر نہیں ہے۔ [2] بیع فاسد سے بظاہر مراد باطل ہے واللہ اعلم۔

پوشیدہ دعویٰ کے گواہوں کی سماعت کروں گا اور ظاہر کے گواہوں کو باطل کروں گا اور اگر بطور ہزل کے اپنی عورت کو یا اپنے غلام کو مال پر طلاق دیا یا آزاد کیا اور عورت یا غلام نے قبول کیا یا دونوں نے پوشیدہ یہ قرارداد کی کہ جو ہم ظاہر کریں وہ ہزل ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال عورت پر واجب ہوگا ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور یہ تفصیل ذکر نہیں فرمائی کہ ہزل آیا شوہر یا مولیٰ کی طرف سے تھا یا عورت وغلام کی طرف سے یا دونوں طرف سے تھا پس اگر ہزل شوہر یا مولیٰ کی طرف سے ہو تو درصورت عورت یا غلام کے قبول کرنے کے بلاشک عورت وغلام پر مال واجب ہوگا اور اگر عورت وغلام کی طرف سے ہو یا دونوں طرف سے ہو تو مسئلہ میں اختلاف واجب ہے یعنی امام اعظمؒ کے قول پر جب تک عورت وغلام کی طرف سے اجازت نہ پائی جائے تب تک مال واجب نہ ہونا چاہئے اور صاحبینؒ کے قول پر مال واجب ہوگا اور شرط ہزل صحیح نہ ہوگی ایسا ہی فقیہ ابوجعفر ہندوانیؒ نے ذکر فرمایا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت کو طلاق دی یا غلام کو آزاد کیا یا قتل عمد سے صلح کسی قدر مال پر خفیہ قرار دی پھر طلاق یا عتاق یا صلح دوبارہ کسی قدر مال پر ظاہر میں قرار دی پس اگر مال ثانی جنس اول سے ہو مگر فرق یہ ہو کہ مال ثانی زیادہ ہو پس اگر اس امر کے گواہ کر لئے کہ جو مال علانیہ بیان کرتے ہیں یہ ریا وسمعۃ ہے تو مال بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہے اور اگر اس امر پر گواہ نہ کر لئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک بدل وہی ہے جو خفیہ ٹھہرایا ہے اور صاحبینؒ کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ ٹھہرایا ہے اور بعضوں نے کہا کہ بدل وہی ہے جو علانیہ قرار دیا ہے اور جو کچھ بدل اول سے ثانی میں زیادہ ہے وہ اس پر زیادتی کر دی جائے گی اور اس اختلاف کا حاصل یہ ٹھہرتا ہے کہ بدل طلاق وعتاق وصلح قتل عمد میں زیادتی صحیح ہے یا نہیں سو بعض مشائخ کے نزدیک نہیں صحیح ہے اور یہی اصح ہے اور اگر بدل ثانی خلاف جنس اول ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ اگر علانیہ بدل کے ریاءً وسمعۃً ہونے پر گواہ کر لئے تو بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر عورت ومرد نے پوشیدہ قرارداد کر لی کہ مہر دینار ہیں اور علانیہ اس طور سے نکاح کیا کہ عورت کا کچھ مہر نہیں ہے تو عورت کا مہر ان دیناروں سے ہوگا جس پر خفیہ قرارداد کر لی اور اگر ظاہر میں اس طور سے نکاح کیا کہ عورت کا مہر دنانیر ہیں یا علانیہ نکاح کیا اور مہر سے سکوت کیا تو دونوں صورتوں میں مہر المثل پر انعقاد نکاح ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تجھے ہزار درہم پر طلاق دوں گا لیکن لوگوں کے سنانے کو سو دینار کہوں گا پھر اس کو سو دینار پر طلاق دے دی تو سو دینار پر طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونوں نے یہ قرارداد کر لی ہو کہ ہم دینار کا بیان لوگوں کے سنانے کے واسطے کریں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

باب چہارم:

متفرقات کے بیان میں

اگر زید کو بوعید تلف یا قید وبند اس امر پر مجبور کیا کہ اقرار[1] کرے اس نے اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں ہے اور اگر ایک روز کی قید وبند یا ایک کوڑا مارنے پر ڈرا کے ہزار درہم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے اقرار کیا کہ مجھ پر اس کے ہزار درہم ہیں تو جائز ہے اور اگر اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اس قدر قید وبند باعث غم ہے تو اقرار باطل ہوگا اور یہ حکم جو مذکور ہوا ہے اس صورت میں ہے کہ وہ شخص درمیانی لوگوں میں سے ہو اور اگر اشراف لوگوں میں سے ہو کہ اس کو مجمع میں ایک کوڑا لگنے سے عار ہو یا ایک روز کی قید وبند یا مجلس سلطان میں گوشمالی اس کے حق میں عار ہو تو ایسا شخص مجبور کردہ[2] شمار ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید کو ہزار درہم کے اقرار پر

---

[1] قولہ اقرار یعنی جو کچھ مکرہ کو منظور ہے وہ اقرار کرے اس واسطے کہ اگر مطلقاً کچھ اقرار پر مجبور کیا ہو تو کم سے کم مقدار حقیر مال کا مکرہ ضامن ہوگا اور زائد میں یہ شخص خود مختار ہے فافہم۔ [2] مجبور کردہ یعنی ایسے اقرار کے حق میں وہ مجبور ہے اگرچہ قتل وغیرہ کا اکراہ نہ تھا۔

مجبور کیا اس نے سو دینار کا جس کی قیمت ہزار درہم ہے اقرار کیا تو اقرار نافذ ہوگا اور اگر زید کو عمرو کے واسطے ہزار درہم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے پانچ سو درہم کا اقرار کیا تو استحساناً صحیح نہیں ہے اور زید کے ذمہ مال لازم نہ ہوگا اور اگر زید نے ہزار سے زیادہ ڈیڑھ ہزار درہم یا دو ہزار درہم کا اقرار کیا تو ہزار سے جس قدر زیادہ ہے وہ زید کے ذمہ لازم ہوگا اور جس قدر مال پر مجبور کیا گیا تھا وہ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید کو عمرو کے واسطے ہزار درہم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے سوائے درہم کے کسی کیلی یا وزنی چیز کا عمرو کے واسطے اقرار کیا تو یہ اقرار بطوع[1] خود صحیح ہے اور اگر عمرو کے واسطے ہزار درہم کے اقرار پر مجبور کیا اس نے عمرو و خالد غائب کے واسطے ہزار کا اقرار کیا تو امام ابو یوسفؒ و امام اعظمؒ کے نزدیک سب اقرار باطل ہے خواہ زید نے خالد کے شریک ہونے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر خالد نے اس کے اقرار کی تصدیق کی تو سب اقرار باطل ہو گیا اور اگر یوں کہا کہ میرا زید پر اس مال کا نصف چاہئے ہے اور میرے اور عمرو کے درمیان کچھ شرکت نہیں ہے تو خالد کے واسطے نصف مال کا اقرار جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور فرمایا کہ اگر زید بوعید تلف یا غیر تلف اس امر پر مجبور کیا گیا کہ گزشتہ عتق یا طلاق یا نکاح کا اقرار کرے حالانکہ وہ کہتا ہے کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا ہے تو اقرار باطل ہے اور غلام اس کا غلام رہے گا جیسا تھا اور عورت اس کی بیوی رہے گی جیسی تھی اور اس حکم میں اکراہ بوعید قتل و اکراہ بوعید قید و بند یکساں ہے اسی طرح اقرار برجعت یا رجعت ایلاء و عفو از قبل عمد کا بھی یہی حکم ہے اسی طرح اپنے غلام کی نسبت یہ اقرار کرانا کہ میرا بیٹا ہے یا باندی کی نسبت کہ یہ میری ام ولد ہے یہی حکم رکھتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

تجرید میں لکھا ہے کہ اگر ضرب وقید سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ اپنے اوپر کسی حد یا قصاص کا اقرار کرے تو یہ باطل ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیا اور پھر اس کے بعد پکڑا گیا اور از سر نو اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اس کو نہ چھوڑا مگر یہ کہا کہ ہم تجھے اقرار پر ماخوذ نہیں کرتے ہیں تیرا جی چاہے اقرار کر دے یا چاہے نہ اقرار کر حالانکہ مجبور کردہ اس کے ہاتھ میں بحالہ گرفتار ہے تو اقرار جائز نہ ہوگا اور اگر اس کو چھوڑ دیا اور ہنوز مکرہ کی نظر سے پوشیدہ نہ ہوا تھا کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے واپس لانے کو بھیجا اس نے گرفتار ہو کر بدوں ڈرانے کے ابتداءً اقرار کر دیا تو یہ کچھ نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید کو مجبور کیا کہ اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کرے اس نے اقرار کیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر اس کے اسی اقرار پر اس پر حد یا قصاص جاری کیا گیا حالانکہ زید اس بات میں جس اقرار کیا ہے مشہور ہے لیکن اس پر کوئی گواہی نہیں ہے تو استحساناً مکرہ سے قصاص نہ لیا جائے گا مگر اس کے مال سے سب ضمان دلائی جائے گی اور اگر مشہور نہ ہو تو قصاص کی صورت میں مکرہ سے قصاص لیا جائے گا اور مال کی صورت میں مکرہ سے مال تاوان لیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ غصب یا اتلاف ودیعت کا اقرار کرے اس نے اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ یوں اقرار کرے کہ میں زمانہ ماضی میں مسلمان ہو گیا ہوں تو اقرار باطل ہے اور اگر بوعید تلف یا غیر تلف اس اقرار پر مجبور کیا کہ میرا عمرو کی طرف کچھ حق قصاص نہیں ہے اور نہ میرے پاس اس کے گواہ ہیں تو یہ اقرار باطل ہے اور بعد اس کے اگر زید نے دعویٰ کیا اور عمرو پر اپنے حق قصاص ہونے کے گواہ پیش کئے تو اس کے نام عمرو پر قصاص کی ڈگری کی جائے گی کیونکہ جو اس نے سابق میں نسبت قصاص کے اقرار کیا ہے وہ باطل ہے پس اس کا وجود و عدم یکساں ہے اسی طرح اگر زید کو مجبور کیا کہ یوں اقرار کرے کہ میں نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا ہے اور نہ میرے پاس عورت پر اس امر کے گواہ ہیں یا یوں اقرار کرے کہ یہ شخص میرا غلام نہیں ہے اور اصلی آزاد ہے تو ایسا اقرار باطل ہے کیونکہ اکراہ اس امر کی دلیل ہے کہ جو کچھ اقرار کرتا ہے وہ جھوٹ ہے پس اگر اس کے بعد زید اس عورت سے نکاح کر لے یا غلام کی رقیت پر گواہ قائم کرے تو وہ اقرار باکراہ مانع[2] قبول نہ ہوگا یہ

---

[1] بطوع بخوشی و رضا خود سے۔ [2] مانع یعنی گواہی قبول ہونے سے مجبوری والا اقرار مانع نہ ہوگا۔

مبسوط میں ہے۔

اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ کفیل بالنفس یا بالمال کو کفالت سے خارج کر دے تو یہ صحیح نہیں ہے اور اگر شفیع مجبور کیا کہ طلب شفعہ سے خاموش رہے تو اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر شفیع نے شفعہ طلب کیا پھر اس کو مجبور کیا کہ شفعہ سپرد کر دے تو اس کا سپرد کرنا باطل ہے اور اگر ایسا ہوا کہ جس وقت شفیع کو معلوم ہوا اس نے شفعہ طلب کرنا چاہا اور مکرہ نے اس کو مجبور کیا کہ ایک روز یا زیادہ شفعہ طلب کرنے سے خاموش رہے تو اس کا حق شفعہ باقی رہے گا پس بروقت رہائی کے اگر اس نے شفعہ طلب کیا تو خیر ورنہ شفعہ باطل ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر زنا کی تہمت لگانے کا جس کو قذف کہتے ہیں دعویٰ کیا اور شوہر نے انکار کیا اور شوہر پر گواہ قائم ہوئے کہ اس نے تہمت لگائی ہے اور گواہوں کی پوشیدہ و ظاہر دونوں طرح تعدیل ہو گئی اور قاضی نے شوہر کو حکم دیا کہ عورت کے ساتھ لعان کرے اس نے لعان کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تہمت نہیں لگائی ہے اور ان گواہوں نے مجھ پر جھوٹی گواہی دی ہے تو قاضی اس کو لعان کرانے پر مجبور کرے گا اور قید کرے گا یہاں تک کہ لعان کرے پس اگر قاضی نے اس کو قید کیا یہاں تک کہ اس نے مجبور ہو کر لعان کیا یا قید سے ڈرایا حتیٰ کہ اس نے لعان کیا اور کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے اس کو تہمت لگائی ہے یعنی زنا کی اس میں میں سچا ہوں اور عورت نے بھی لعان کر لیا اور قاضی نے دونوں میں تفریق کرا دی پھر یہ ظاہر ہوا کہ یہ گواہ لوگ غلام ہیں یا حد قذف میں محدود ہو چکے ہیں یا اور کسی وجہ سے ان کی گواہی باطل ہو گئی تو قاضی اس لعان کو جو دونوں کے درمیان واقع ہوا اور فرقت کو باطل کر کے عورت کو اس کے شوہر کے پاس واپس کر دے گا اور اگر قاضی نے اس کو لعان کے واسطے قید نہ کیا ہو اور نہ قید سے ڈرایا ہو بلکہ فقط یہ کہا ہو کہ گواہوں نے تجھ پر قذف کی گواہی دی اور میں نے تجھ پر لعان کرنے کا حکم جاری کر دیا ہے پس تو لعان کر اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس شوہر نے لعان کیا اور عورت نے بھی لعان کیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور قاضی نے تفریق کر دی پھر معلوم ہوا کہ گواہ لوگ غلام ہیں اور گواہی باطل ہو گئی تو قاضی اس لعان کو جو عورت و شوہر کے درمیان واقع ہوا ہے پورا کرے گا اور تفریق کو باقی رکھے گا اور عورت کو بائنہ قرار دے گا یہ مبسوط میں ہے۔

خزانہ میں لکھا ہے کہ اگر قاتل کو قتل عمد سے مال پر صلح کرنے پر مجبور کیا اس نے مجبوری قبول کیا تو مال اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا اور قصاص باطل ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر قصاص سے عفو کرنے پر مجبور کیا اس نے عفو کیا تو عفو جائز ہے اور ولی قصاص کو مکرہ کچھ ضمان نہ دے گا اور اگر زید کو اس کے قرض دار کے بری کر دینے پر مجبور کیا اس نے بری کیا تو ابراء باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ہندہ کا ولی اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عورت کو کسی قدر مہر پر جس میں غبن فاحش[1] ہے نکاح کر دے پھر اکراہ دور ہو گیا اور بعد اس کے ہندہ راضی ہو گئی مگر ولی اس کا راضی نہ ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ولی کو اختیار ہے کہ تفریق کی درخواست کرے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ نہیں اختیار ہے یہ کافی میں ہے اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ مہر سے کچھ مال پر صلح کر لے یا شوہر کو بری کر دے تو یہ اکراہ ہے اور عورت کی صلح یا ابراء کچھ صحیح نہیں ہے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر شوہر نے اپنی عورت کو مجبور کیا اور مجبور اس طرح کیا کہ اس کو طلاق سے ڈرایا یا کہا کہ تیرے اوپر دوسری عورت سے نکاح کرلاؤں گا یا کوئی باندی بٹھاؤں گا تو یہ اکراہ نہیں ہے وہ عورت مجبور شمار نہ ہوگی اور اگر کوئی عورت کسی صغیر بچہ کے دودھ پلانے پر مجبور کی گئی یا کوئی مرد اس امر پر کہ اپنی عورت سے اس صغیر بچہ کو دودھ پلوائے مجبور کیا گیا اور ایسا واقع ہوا تو احکام رضاع سب ثابت ہو جائیں گے اور اگر زید مجبور کیا گیا کہ یوں قسم

---

[1] غبن فاحش جس میں کھلا ہوا خسارہ ہے کہ کوئی اندازہ نہیں کرتا۔

کھائے کہ میں عمرو کے گھر نہ جاؤں گا تو قسم منعقد ہو جائے گی حتیٰ کہ اگر عمرو کے گھر گیا تو حانث ہوگا اسی طور اگر زید نے قسم کھائی ہو کہ میں عمرو کے گھر نہ جاؤں گا یا عمرو سے کلام نہ کروں گا اور اس کو مکرہ نے مجبور کیا کہ عمرو کے گھر جائے یا اس سے کلام کرے یعنی جو شرط تھی اس کو خواہ مخواہ کرے تو بھی حانث ہوگا اور اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ہنوز اس کے ساتھ دخول نہیں کیا پھر دخول پر مجبور کیا گیا تو جو احکام دخول سے متعلق ہیں جیسے مہر کا موکد ہونا اور وجوب عدت و اس کی بیٹی سے حرمت نکاح وغیرہ سب ثابت ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شیخ ابوبکرؒ نے فرمایا کہ اگر زید کے پاس عمرو کا مال ہو اور زید سے سلطان نے کہا کہ اگر تو نے مجھے عمرو کا مال نہ دیا تو میں تجھے ایک مہینہ قید کروں گا یا ایک کوڑا ماروں گا یا تجھے شہر بشہر پھراؤں گا تو زید کو دینا جائز نہیں ہے اور اگر دیا تو ضامن ہوگا اور اگر سلطان نے کہا کہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالوں گا یا پچاس کوڑے ماروں گا تو دینا جائز ہے ضامن نہ ہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ اگر مکرہ نے زید کو کھانا کھا لینے یا کپڑا پہن لینے پر مجبور کیا اور کپڑا پھٹ گیا تو مکرہ ضامن نہ ہوگا یہ تہذیب میں ہے۔ اگر ایک شوہر دار باندی جس سے شوہر نے دخول نہیں کیا تھا آزاد کی گئی اور بوعید تلف یا قید اس امر پر مجبور کی گئی کہ اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر کی تبعیت چھوڑ کر فسخ نکاح کرے تو شوہر کے ذمہ سے سب مہر ساقط ہو جائے گا اور اس میں مکرہ پر کچھ تاوان نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے اپنے باپ کی بیوی کو یعنی سوائے اپنی ماں کے دوسری عورت کو مجبور کر کے اس کے ساتھ زنا کیا اور اس سے مراد اس کی یہ تھی کہ اپنے باپ کے حق میں فساد کرے حالانکہ ہنوز اس کے باپ نے اس عورت سے دخول نہیں کیا تھا تو اس عورت کا اپنے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور یہ نصف مہر زید کا باپ زید سے واپس لے گا اور اگر باپ نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو تو زید سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ مراد اس کی فساد تھی اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے باپ کے ساتھ نکاح کو فاسد کرنا چاہا ورنہ زنا تو ہر حال میں فساد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنا غلام عمرو کو ہبہ کرے اس نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر عمرو کہیں ایسا غائب ہو گیا کہ اس پر قابو نہیں چل سکتا ہے تو زید کو اختیار ہے کہ مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے اور یہی حکم صدقہ پر اکراہ کرنے کی صورت میں ہے اسی طرح اگر غلام کے بیع کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے بیع مکر کے مشتری کو سپرد کیا اور مشتری ایسا غائب ہوا کہ اس پر قابو نہیں چل سکتا ہے تو بھی مکرہ سے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عمرو کے واسطے مال کا اقرار کرے اس نے اقرار کیا اور عمرو نے اس سے وہ مال لے لیا پھر کہیں ایسا غائب ہوا کہ اس پر قابو نہیں چل سکتا ہے یا مفلس مر گیا تو زید کو اختیار ہے کہ اپنا مال مکرہ سے واپس لے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر زید اپنے غلام کو مدبر کرنے پر مجبور کیا گیا اس نے مدبر کیا تو تدبیر صحیح ہے اور مدبر کرنے سے جو نقصان آیا وہ مکرہ سے فی الحال واپس لے گا اور اگر مولیٰ مر گیا تو مدبر آزاد ہو جائے گا اور اس کے وارث بھی مکرہ سے غلام کی دو تہائی قیمت مدبر ہونے کے حساب سے لیں گے اور اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنا مال عمرو کے پاس ودیعت رکھے اور عمرو ودیعت لینے پر مجبور کیا گیا تو ایداع صحیح ہے اور عمرو کے پاس یہ مال امانت ہوگا اور اگر قابض اس امر پر مجبور کیا گیا کہ قبضہ کر کے مکرہ کو دے دے پس قابض نے قبضہ کیا اور ہنوز مکرہ کو نہ دیا تھا کہ اس کے پاس ضائع ہو گیا پس اگر قابض نے کہا کہ میں نے اس واسطے قبضہ کیا تھا کہ قبضہ کر کے موافق حکم مکرہ کے مکرہ کو دے دوں تو قابض بھی ضامن ہونے میں داخل ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اس واسطے قبضہ کیا تھا کہ مالک کو واپس دوں تو مال اس کے پاس امانت

ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا اور اس باب میں قول اسی کا لیا جائے گا اور ایسے ہبہ میں بھی موہوب لہ قابض کا قول قبول ہوگا یعنی اگر زید کو ہبہ کرنے اور عمرو کو قبول و قبضہ کرنے پر مجبور کیا اور عمرو کے پاس وہ ہبہ تلف ہوگیا تو عمرو کا قول قبول ہوگا کہ میں نے مالک کو واپس دینے کے واسطے قبضہ کیا تھا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید کا غلام زید سے بعوض مال کے مدبر ہونا قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اس نے ایسا ہی کیا تو یہ غلام مکرہ کا مدبر ہوگا اور مکرہ اس کی قیمت زید کو ادا کرے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ واضح ہو کہ اگر مکرہ کوئی لڑکا نابالغ معتوہ ہو تو ان دونوں کا حکم حق اکراہ میں مثل بالغ عاقل کے ہے اور اگر مکرہ کوئی غلام یا معتوہ ہو مگر اس کو تسلط حاصل ہو اور اس نے قتل پر اکراہ کیا تو قاتل بھی مکرہ شمار ہوگا نہ وہ شخص جس نے اس کے اکراہ پر قتل کیا ہے پس دیت اسی مکرہ کی مددگار برادری پر تین برس کے اندر ادا کرنی واجب ہوگی اور اگر بعوض[1] ہبہ قبول کرنے پر اکراہ کیا تو مکرہ سے تاوان نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر بعوض مساوی ہبہ کرنا قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے ہبہ کیا اور عوض پر قبضہ کر لیا تو مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید اپنے کسی مورث کے قتل کرنے پر بوعید قتل مجبور کیا گیا اور زید نے قتل کیا تو قاتل میراث سے محروم نہ ہوگا اور اس کو اختیار ہوگا کہ مکرہ کو قصاص مورث میں قتل کرائے یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر بوعید قید زید کو ڈرایا کہ اپنا مال عمرو کو ہبہ کرے اور سپرد کرنے اور عمرو کو بوعید قید اس کے قبول کرنے اور قبضہ کرنے پر مجبور کیا اور وہ مال تلف ہوگیا تو قابض ضامن ہوگا اور اگر قابض کو اس صورت میں بوعید تلف مجبور کیا ہو تو قابض ضامن نہ ہوگا اور نہ مکرہ تاوان دے گا اور اگر واہب کو بوعید تلف اور موہوب لہ کو بوعید قید مجبور کیا ہو تو مالک کو اختیار ہے چاہے قابض سے تاوان لے لے یا مکرہ سے ضمان لے پھر اگر مکرہ سے تاوان لیا تو وہ موہوب لہ سے واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کر کے اس کے ساتھ دخول کر لیا پھر اس کی طلاق پر مجبور کیا گیا اور طلاق دی تو مہر زید پر واجب ہوگا اور مکرہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے پس اگر نکاح مہر مثل سے زیادہ پر ہو تو زیادتی اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ اگر میں اس دار میں جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے پھر مکرہ نے زید کو اس دار میں جانے پر بوعید تلف مجبور کیا اور زید خود چلا گیا تو غلام آزاد ہو جائے گا بخلاف اس کے اگر زید کو اٹھا کر اس مکان میں داخل کر دیا ہو تو ایسا نہیں ہے لیکن اگر زید نے یوں قسم کھائی کہ اگر میں اس مکان میں کسی طور سے جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے اور مکرہ نے اس کو اٹھا کر مکان میں کر دیا زید اپنی ذات سے کچھ اختیار نہیں رکھتا ہے تو شرط پائی جانے سے غلام آزاد ہو جائے گا اور دونوں صورتوں میں مکرہ ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

عورت اگر نکاح پر مجبور کی گئی اور اس نے ایسا ہی کیا تو نکاح صحیح ہے اور مکرہ سے کچھ تاوان نہیں لے سکتی ہے اسی طرح اگر زید اپنے غلام کے مثل قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اور زید نے بیچا تو مکرہ سے تاوان نہیں لے سکتا' یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید مجبور کیا گیا یہاں تک کہ اس نے کہا کہ اگر میں اس اپنی منکوحہ سے قربت کروں تو اسکو تین طلاق ہیں اور ہنوز اس سے دخول نہیں کیا ہے پھر قربت کی تو مطلقہ ہو جائے گی اور زید پر اسکا مہر واجب ہوگا اور مکرہ سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس سے قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینہ گزرنے سے بائن ہوگئی تو زید پر نصف مہر واجب ہوگا اور اس کو مکرہ سے واپس نہیں لے سکتا' یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ مطلقہ ہے پھر مجبور کیا گیا کہ اس عورت سے مہر مثل پر نکاح کرے تو نکاح جائز ہے اور مطلقہ ہو جائیگی اور اس پر نصف مہر واجب ہوگا اور مکرہ سے واپس نہیں لے سکتا' یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر خوارج متاولین[2]

---

[1] بعوض ہبہ یعنی ہبہ بشرط عوض۔ [2] متاولین یعنی مسلمانوں کے امام کی فرمانبرداری سے نکلے مگر اپنے نزدیک کوئی شرعی دلیل بھی اگرچہ وہ فی الواقع ان کی سمجھ کا قصور ہو۔

میں سے کچھ لوگ کسی ملک ہر قابض ہوئے اور ان کا حکم اس میں جاری ہوا پھر انہوں نے ایک شخص کو کسی امر پر مجبور کیا یا مشرک لوگوں نے ایک شخص کو کسی امر پر مجبور کیا تو یہ صورت حکم میں مجبور کردہ کے حق میں ہر امر میں جن پر مجبور کو اقدام روا ہے یا نہیں روا ہے بمنزلہ اکراہ نصوص کے ہے مگر ان سب چیزوں میں جن سے لصوص پر قصاص آتا ہے یا ضمان مال لازم آتی ہے سو خوارج متاولین (امام کی فرمانبرداری سے نکلنے والا) یا اہل حرب پر کچھ لازم نہ آئے گا جیسا کہ اگر انہوں نے اتلاف اپنے ہاتھوں سے کیا تو یہی حکم ہے۔ کذا فی المبسوط۔

کتاب الحجر

اس میں تین ابواب ہیں

باب اوّل:

حجر کی تفسیر واسباب ومسائل متفق علیہا کے بیان میں

حجر کی تفسیر شرعی ☆

حجر کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ کسی شخص خاص کو تصرف قولی سے زبانی منع کرنا اور وہ شخص مخصوص وہ ہے جو مستحق حجر ہو خواہ کسی سبب سے مستحق ہوا ہو۔

اسبابِ حجر ☆

امام قدوری نے فرمایا کہ حجر کے اسباب موجبہ میں صغر[1] و جنون ورق ہے اور اس پر اجماع ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ قاضی کسی آزاد عاقل بالغ کو مجور نہ کرے مگر اس شخص کو مجور کرے جس کا ضرر عوام کو پہنچتا ہو اور وہ تین گروہ ہیں ایک طبیب جاہل کہ لوگوں کو مضر اور مہلک دوائیں پلاتا ہے حالانکہ اس کے نزدیک وہ دوا شفاء ہوتی ہے اور دوسرے مفتی ماجن یعنی وہ شخص جو لوگوں کو حیلہ سکھلاتا ہے یا جہالت سے فتویٰ دیتا ہے اور تیسرے مکاری مفلس اور صاحبینؒ کے نزدیک ان سب کے سوائے اور بھی تین سبب موجب حجر ہیں یعنی قرض وسفہ[2] وغفلت کذا فی فتاویٰ قاضی خان ومکاری مفلس وہ ہے کہ لوگوں سے اونٹ کرایہ پر دینے کا معاملہ کرے حالانکہ اس کے پاس نہ اونٹ ہے اور نہ کوئی سواری ہے کہ اس پر سوار کردے اور نہ مال ہے کہ خرید کردے مگر لوگ اس پر اعتماد کر کے اس کو کرایہ دیتے ہیں اور وہ اپنی ضرورت میں صرف کرتا ہے پھر جب روانگی کا وقت آتا ہے تو اپنے تئیں ان لوگوں سے چھپا دیتا ہے پس اس حیلہ سازی سے مسلمانوں کا مال کھا جاتا ہے اور اکثر اس کی اس حرکت سے وہ لوگ حج یا جہاد میں جانے سے باز رہتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ پس نابالغ کا تصرف بدوں ولی کی اجازت کے ناجائز ہے اور غلام کا تصرف مالک کی بلا اجازت جائز نہیں ہے یہ مالک کے حقوق کی رعایت ہے تاکہ اس کے مملوک کے منافع بیکار نہ ہو جائیں اور مملوک کی گردن قرضہ میں پھنس جائے کیونکہ اس کی گردن مالک کی مملوک ہے لیکن اگر مولیٰ نے خود ہی اجازت دے دی تو جائز ہے کہ وہ خود اپنے حقوق کے ضائع ہونے پر راضی ہو گیا کذا فی الکافی۔

مجنون مغلوب العقل کا تصرف اصلاً نہیں جائز ہے اگرچہ اس کا ولی اجازت دے دے اور اگر مجنون کو کبھی جنون اور کبھی افاقہ رہتا ہو تو حالت افاقہ میں مثل عاقل کے ہے اور معتوہ مثل نابالغ عاقل کے یعنی حق تصرفات اور رفع[3] تکلیف میں اس کے مثل ہے اور

---

[1] نابالغی جنون معروف ہے رق مملوک ہونا۔ [2] قولہ سفہ یعنی حماقت غفلت بھگا نادان قرض سے یہ مراد کہ اس پر قرضہ بہت چڑھ گیا جیسے آج کل علاقہ کورٹ ہوتا ہے۔ [3] رفع تکلیف یعنی شرعی احکام کا مکلف نہیں ہے۔

معتوہ کی تفسیر میں اختلاف کثیر ہے اور سب تفاسیر میں بہتر یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو کہ نہ مارے اور نہ گالی دے جیسا مجنون کیا کرتا ہے یہ تبیین میں ہے اور ماذون شرح طحاوی میں ہے کہ نابالغ کو تجارت کے واسطے باپ و دادا اور ان دونوں کے وصی اور قاضی اور قاضی کے وصی کی اجازت جائز ہے یا صغیر کے غلام کو اگر یہ لوگ اجازت دیں تو جائز ہے اور ماں یا بھائی یا چچا یا ماموں کی اجازت جائز نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے جو نابالغ بیع و شراء کو نہیں سمجھتا ہے اگر اس نے خریداری کی اور ولی نے اجازت دی تو صحیح نہیں ہے اور اگر خرید و فروخت کو سمجھتا ہے یعنی یہ جانتا ہے کہ فروخت کر دینے سے ملکیت جاتی رہتی ہے اور خرید سے آ جاتی ہے اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ خسارہ بہت ہے اور یہ تھوڑا ہے اگر ایسے نابالغ نے کچھ تصرف کیا اور ولی نے مصلحت سمجھ کر اجازت دی تو جائز ہے اور اگر ایسے نابالغ کو تصرف کی اجازت دے دی تو اس کا تصرف نافذ ہوگا خواہ اس میں نقصان ہو یا نہ ہو اور اگر قاضی نے نابالغ کو تصرف کی اجازت دی اور باپ انکار کرتا ہے تو تصرف صحیح ہوگا اور اگر نابالغ عاقل نے تصرف کیا پھر ولی نے اس کو تصرف کی اجازت دے دی پس نابالغ نے اس تصرف کو جائز کیا تو نافذ ہو جائے گا یہ سراجیہ میں ہے اور اسباب ثلاثہ یعنی صغر و جنون و رق ان اقوال میں جو نفع و نقصان کے درمیان دائر ہیں جیسے خرید و فروخت وغیرہ موجب حجر ہوتے ہیں مگر وہ اقوال جن میں محض نفع ہے اس میں نابالغ مثل بالغ کے ہے اسی وجہ سے نابالغ کی طرف سے قبول ہبہ یا اسلام اگر متحقق ہو تو صحیح ہے ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے ہی غلام و معتوہ کا حال ہے اور جس میں محض ضرر ہے جیسے طلاق و عتاق وغیرہ تو حق صغیر و مجنون میں موجب[1] عدم اصلی ہیں نہ حق غلام میں اور واضح ہو کہ یہ اسباب ثلاثہ موجب حجر افعال نہیں ہیں حتیٰ کہ اگر ایک روز[2] کے بچہ نے کسی شخص کا شیشہ توڑ دیا تو فی الحال اس پر تاوان واجب ہوگا اسی طرح اگر غلام و مجنون نے کچھ تلف کیا تو دونوں پر فی الحال ضمان لازم آئے گی اور اگر یہ فعل ایسا ہو کہ جس سے حکم ایسا متعلق ہوتا ہے جو شبہہ سے دور کر دیا جاتا ہے جیسے حدود و قصاص وغیرہ تو ایسے فعل میں عدم قصد نابالغ و مجنون کے حق میں شبہہ[3] قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ دونوں پر زنا و سرقہ و شراب خواری و قطع طریق و قتل میں حدود و قصاص جاری نہ ہوں گے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اور غلام کا اقرار اس کے حق میں نافذ ہوگا پس اگر اس نے مال کا اقرار کیا تو بعد عتق کے ماخوذ ہوگا کیونکہ فی الحال وہ عاجز ہے اور مثل تنگدست کے اس کا حکم ہو گیا اور اگر اس نے حد و قصاص و طلاق کا اقرار کیا تو فی الحال لازم ہوگا یہ اختیار میں ہے۔

باب دوم:

حجر الفساد کے بیان میں

اور اس میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اوّل:

مسائل مختلف کے بیان میں

حر عاقل بالغ کا مجبور کرنا بسبب سفاہت یا قرضہ یا فسق یا غفلت کے امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فسق کے سوائے میں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بھی حجر صرف ان تصرفات میں جائز ہے جو بہ ہزل و اکراہ صحیح نہیں ہوتے

[1] موجب...... یعنی صغیر و مجنون کو اگر عتاق وغیرہ نے محض ضرر کیا تو اصل سے منعقد نہ ہوا اور غلام مجور مانع انعقاد ہے مگر نفاذ نہ ہوگا اور اپنی زوجہ کی طلاق جائز ہے۔ [2] مثلاً شیشہ پر گر پڑا۔ [3] شبہہ یعنی شاید ان کا قصد نہ ہو۔

ہیں جیسے بیع و اجارہ و ہبہ و صدقہ و جو محتمل فسخ ہیں اور جو ایسا تصرف ہے کہ محتمل فسخ نہیں ہے جیسے طلاق و عتاق و نکاح تو اس میں بالاجماع حجر نہیں جائز ہے اسی طرح جو اسباب عقوبت ہیں جیسے حدود و قصاص ان کا بھی یہی حکم ہے اور سفہ اس کام کو کہتے ہیں جو موجب شرع کے خلاف و با تباع ہوا اور ہوس ہو اور سفیہ وہ شخص ہے کہ جس کی عادت میں تبذیر و اسراف ہو نفقات میں یا ایسے تصرفات اس سے سرزد ہوں کہ ان کی کچھ غرض نہ ہو یا ایسی غرض ہو کہ اس کو عقلاء اہل دیانت غرض شمار نہ کریں جیسے گانے والوں اور لعابین کو دینا اور گراں قیمت سے اڑان کے کبوتر خریدنا اور تجارات میں ایسے بے موقع نقصان اٹھانا کہ اس میں کچھ بھلائی نہ گنی جائے یہ کافی میں ہے اور تبذیر مال جیسا برے کاموں میں ہوتا ہے مثلاً شراب خواروں و فساق کو اپنے مکان میں جمع کیا اور ان کے شراب و کباب و کھانے پینے میں مال خرچ کیا اور ان کے واسطے انعام و اکرام داد و دہش کا دروازہ کھول دیا ایسے ہی نیک کاموں میں بھی ہوتا ہے جیسے اپنا تمام مال عمارت مسجد میں خرچ کر دیا یا ایسے ہی اور نیک کام میں تو صاحبینؒ کے نزدیک قاضی ایسے شخص کو بھی مجور کر دے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر صاحبینؒ کا اتفاق ہے کہ حجر بسبب قرضہ کے بدوں حکم قاضی ثابت نہیں ہوتی ہے اور جو حجر بسبب فساد و سفہ ہو اس میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ بھی بدوں حکم قاضی ثابت نہیں ہوتا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک فقط سفہ سے ثابت ہو جاتا ہے حکم قاضی پر موقوف نہیں ہے اور جو شخص بسبب سفاہت کے مجور ہے اگر اس نے کوئی غلام آزاد کیا تو غلام پر سعایت واجب ہوگی اور مال ادا کرے گا اور جو کچھ ادا کرے گا وہ بعد زوال حجر کے مولیٰ سے نہیں لے سکتا ہے اور جس پر افلاس کا حکم جاری ہوا ہے اگر اس نے کوئی غلام اپنے قبضہ میں آزاد کیا اور غلام نے سعی کر کے مال ادا کیا تو یہ غلام بعد زوال حجر کے وہ مال جو اس نے سعایت ادا کیا ہے اپنے مولیٰ سے لے لے گا۔

جو شخص[1] مجور بالدین ہوا گر اس نے اقرار کیا تو حالت حجر کے موجودہ مال میں زوال حجر کے بعد نافذ ہوگا اور جو مال حالت حجر کے اندر پیدا ہوا ہو اس میں بھی اقرار سابق نافذ ہوگا اور جو شخص مجور بالسفہ ہو اس کا اقرار سابق حالت حجر کے مال موجود میں بعد زوال حجر کے نافذ ہوگا اور نہ حالت حجر کے اندر جو مال پیدا ہوا ہے اس میں نافذ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک قاضی نے کسی خانہ برانداز کو جو مستحق حجر ہے مجور کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اس نے حجر کو توڑ کر اس کو خود مختار کر دیا اور اجازت دے دی کہ جو تصرف چاہے کرے تو دوسرے قاضی کا مطلق العنان کرنا جائز ہے کیونکہ یہ قضاء بوجود مقضی لہٗ[2] و مقضی علیہ ہے پس دوسرے کا حکم قضا نافذ ہوگا پھر اس کے بعد تیسرے قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ پہلے قاضی کا حکم حجر نافذ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پھر اس کے بعد اگر تیسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ قاضی ثانی کا حکم نافذ کرے گا کیونکہ اس نے صورت مجتہد فیہ میں حکم دیا ہے پس بالاجماع اس کا حکم نافذ ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ دوسرے قاضی نے اس کے تصرف کو نافذ کیا ہو اور اگر باطل کیا ہو اور پھر تیسرے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا اس نے اجازت دے دی پھر چوتھے کے پاس پیش ہوا تو چوتھا قاضی دوسرے کا حکم یعنی ابطال تصرفات و حجر کو نافذ کرے گا پس اس کے بعد تیسرے قاضی کا حکم یعنی اجازت دینا باطل ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مجور کے کچھ تبرعات[3] اس قاضی کے سامنے جس نے اس کو مجور کیا ہے قبل اجازت قاضی ثانی کے پیش ہوئے اس نے باطل کر کے حجر کو برقرار رکھا پھر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو دوسرا قاضی پہلے قاضی کے حکم حجر کو نافذ کرے گا پس اگر دوسرے نے حکم اول کو نافذ نہ کیا بلکہ مجور کے فعل کی اجازت دے دی پھر تیسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو تیسرا قاضی پہلے قاضی کے حکم حجر کو نافذ کرے گا اور دوسرے قاضی نے

---

[1] قال المترجم ترجمہ لطیف یوں بھی ہو سکتا ہے اور مجور بالدین نے جو اقرار کیا وہ حالت حجر کی مال موجودہ میں بعد زوال حجر کے نافذ ہوگا اور حالت حجر میں جو مال پیدا ہوا اور اس میں نافذ ہوگا فافہم۔ [2] مقضی لہٗ و مقضی علیہ یعنی بغیر تصرف کے کوئی مدعی و مدعا علیہ نہیں تھا جب اول قاضی نے مجور کیا۔

[3] تبرعات مانند ہبہ و صدقہ وغیرہ کے۔

جو حجر توڑ دیا ہے اس کو رد کر دے گا کیونکہ پہلے قاضی نے وقت مرافعہ کے جو حکم دیا ہے وہ بوجود مقضی لہ ومقضی علیہ ہے پس یہ قضاء نافذ ہوگی اور دوسرے قاضی کا ابطال حجر نافذ نہ ہوگا اور شیخ ابو بکر بلخیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مجور نے اپنی زمین اپنے اوپر وقف کی تو فرمایا کہ وقف صحیح نہیں ہے لیکن اگر قاضی اجازت دے دے تو صحیح ہے اور شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اس کا وقف صحیح نہیں ہے اگرچہ قاضی اجازت دے دے پس ان دو شیخوں نے حر بالغ پر حجر کو موافق مذہب امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے جائز رکھا ہے اور یہی فتویٰ دیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کوئی سفیہ خانہ برانداز بعد مجور ہونے کے مصلح اور اچھی روش پر ہو گیا تو کیا اس کا حجر بدوں قضاء قاضی کے زائل ہو جائے گا یا نہیں تو مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدوں حکم قاضی کے زائل نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کے تصرفات قبل حکم واجازت قاضی کے نافذ نہ ہوں گے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جس طرح اس کا حجر بسبب سفاہت کے بدوں حکم قاضی ثابت ہوا تھا اسی طرح اچھی چال پر ہو جانے سے بلا حکم قاضی زائل بھی ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ حجر بسبب سفاہت کے بدوں حکم قاضی ثابت نہیں ہوتا ہے اسی واسطے بسبب مصلح ہونے کے بدوں حکم قاضی زائل بھی نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی یتیم بالغ ہوا اور وہ راہ راست پر ہے اور اس کا مال وصی یا ولی کے پاس ہے تو وہ اس کا مال اس کو دے دے اور اگر بالغ ہو کر راہ راست پر نہ ہو تو نہ دے یہاں تک کہ پچیس برس کا ہو جائے اور جب پچیس برس کا ہو جائے تو دے دے اس کو اختیار ہے کہ اپنے مال میں جو تصرف چاہے کرے مگر یہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ دے اگرچہ ستر یا نوے برس کا ہو جائے تاوقتیکہ اس سے راست روی ظاہر نہ ہو ہرگز نہ دے اور اگر کوئی یتیم حالت بلوغ تک سفیہ رہا اور سفیہ ہی بالغ ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے تصرفات نافذ ہوں گے کیونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک حر بالغ پر حجر جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جب قاضی نے اس کو مجور کیا تو اس کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے لیکن قاضی اس کے تصرفات میں سے جو کچھ چاہے اور مجور کے حق میں بہتر جانے نافذ کرے مثلاً اس نے فروخت کرنے میں نفع اٹھایا اور ثمن اس کے موجود ہے یا خرید میں نفع اٹھایا تو قاضی نافذ کر سکتا ہے اور اگر کوئی یتیم راست روی پر بالغ ہوا اور اپنے مال سے تجارت کی اور قرضوں کا اقرار کیا اور ہبہ اور صدقہ کیا یا اور ایسے ہی تصرفات کئے پھر خانہ برانداز اور مفسد مال ہو گیا اور ایسا ہو گیا کہ جیسا مستحق حجر ہوتا ہے تو جو تصرفات اس سے قبل مفسد ہونے کے سرزد ہوئے ہیں وہ سب نافذ ہوں گے اور جو بعد مفسد ہونے کے سرزد ہوئے ہیں وہ باطل ہوں گے یہ امام محمدؒ کا مذہب ہے حتیٰ کہ اگر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو جو تصرفات اس نے قبل فساد کئے ہیں وہ نافذ کرے گا اور جو بعد خانہ برانداز ہونے کے کئے ہیں ان کو باطل کر دے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف مفسد ہو جانے سے جب تک قاضی حکم نہ کرے اور مجور نہ کرے وہ شخص مجور نہ ہوگا۔

پس اگر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو جو تصرفات اس نے قبل مجور ہونے کے کئے ہیں سب نافذ کرے گا اور بعد مرافعہ کے اس کو مجور کر دے گا اور سفاہت کا حجر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مثل قرضہ کے حجر کے ہے یعنی بدوں حکم قاضی مجور نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مجور بمنزلہ نابالغ کے ہے مگر چار باتوں میں ویسا نہیں ہے اول یہ کہ مال یتیم میں وصی کا تصرف جائز ہے مال مجور میں نہیں جائز ہے اور دوم یہ کہ مجور کا اعتاق وتدبیر وتطلیق ونکاح جائز ہے اور لڑکے کا نہیں جائز ہے اور اگر مجور نے اپنی بیٹی یا بہن نابالغہ کا نکاح کر دیا تو جائز نہیں ہے اور سوم یہ کہ مجور نے اگر کچھ وصیت کی تو تہائی مال سے اس کی وصیت جائز ہے اور لڑکے کی وصیت نہیں جائز ہے اور چہارم یہ کہ اگر مجور کی باندی کے بچہ ہوا اور مجور نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہوگا اور اگر نابالغ نے دعویٰ کیا تو ثابت نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کوئی یتیم بالغ ہوا مگر سفیہ رہا راست روی نہ آئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب تک اس کو قاضی مجور نہ کرے تب تک مجور نہ ہوگا اور اس کے تصرفات نافذ ہوتے رہیں گے اور امام محمدؒ کے نزدیک بدوں قاضی

کے مجور کرنے سے مجور ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ حجر کی صحت کے واسطے اس شخص کا حاضر ہونا جس کو مجور کیا ہے شرط نہیں ہے بلکہ حجر صحیح ہوگا خواہ وہ شخص حاضر ہو یا غائب ہو مگر فرق اس قدر ہے کہ غائب کو جب تک یہ خبر نہ پہنچے کہ قاضی نے مجھے مجور کیا ہے تب تک مجور نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر قاضی کے مجور کرنے سے پہلے اس نے فروخت کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے کذافی الکافی اور فرمایا کہ اگر مستحق حجر نے کچھ خریدا یا فروخت کیا تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ تصرف اس کا نافذ نہ ہوگا پھر اگر قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو ضروری ہے کہ یا یہ بیع رغبت ہوگی اور اس میں مجور کے حق میں منفعت ہوگی یا نہ ہوگی پس اگر بیع رغبت ہو اور ہنوز مجور نے ثمن پر قبضہ نہ کیا ہو تو قاضی اس بیع کو جائز رکھے گا مگر قاضی کو چاہئے کہ مشتری کو منع کر دے کہ مجور کو ثمن نہ دے پس اگر قاضی نے بیع کی اجازت دی اور مشتری کو منع کر دیا کہ مجور کو ثمن نہ دے پھر مشتری نے اس کو دے دیا اور وہ مجور کے پاس تلف ہوا تو مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا اور دوبارہ ثمن اس کو دینے پر مجبور کیا جائے گا اور مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بیع توڑ دے اور نہ اس کو خیار حاصل ہوگا اور اگر قاضی مطلقاً بیع کی اجازت دے دی اور مشتری کو منع نہ کیا کہ مجور کو ثمن نہ دے اور مشتری نے دے دیا تو جائز ہے اور مشتری ثمن سے بری ہو جائے گا اور اگر قاضی نے مطلقاً بیع کی اجازت دے دی پھر اس کے بعد کہا کہ میں مشتری کو منع کرتا ہوں کہ مجور کو ثمن نہ دے تو یہ ممانعت باطل ہے حتیٰ کہ اگر مشتری نے اس کو دام دے دیئے تو جائز اور بری ہو جائے گا اور اگر مشتری کو اس وقت خبر پہنچ گئی کہ قاضی نے مجھے منع کیا ہے تو مشتری کو جائز نہیں ہے کہ مجور کو ثمن دے دیئے اور صرف ایک شخص کی خبر سے مشتری کے حق میں ممانعت کا حکم ثابت ہو جائے گا خواہ یہ شخص مخبر عادل ہو یا نہ ہو مگر یہ صاحبینؒ کا مذہب ہے اور امام اعظمؒ کے قول پر جب تک دو شخص خبر نہ دیں یا ایک شخص عادل مخبر نہ ہو تب تک مشتری کے حق میں ممانعت کا حکم ثابت نہ ہوگا اور اگر مستحق حجر نے ثمن وصول کر لیا ہو اور وہ اس کے پاس موجود ہو اور قاضی کی رائے میں یہ عقد بیع مجور کے حق میں بہتر ہو تو قاضی اس بیع کی اجازت دے کر تمام کر دے گا اور یہ حکم مثل تصرف نابالغ کے ہے کہ جب نابالغ کے قاضی کو خبر ہو جائے تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا پھر قاضی اس مستحق حجر سے وہ ثمن لے کر اپنی حفاظت میں رکھے گا یہاں تک کہ اس کی راست روی ظاہر ہو جیسا کہ اس کے باقی تمام اموال کی نسبت حکم ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ یہ بیع مقید ہو اور اگر مقید برغبت نہ ہو مثلاً بیع میں محاباۃ[2] واقع ہوئی ہو تو قاضی اس عقد کو جائز نہ رکھے گا بلکہ باطل کر دے گا پس اگر مجور نے ثمن وصول نہ کیا ہو تو مشتری ثمن سے بری ہو گیا اور مبیع اس کے پاس سے واپس لی جائے اور اگر مجور نے ثمن وصول کر لیا ہو اور بعینہٖ قائم ہو تو مشتری کو واپس دیا جائے گا۔

ایسی صورت کا بیان جس میں کہ اگر مجور نے غیر ضرورت چیزوں میں ثمن تلف کیا ہو جیسے غنا وغیرہ میں جو بدکام ہیں اڑایا ہو تو بلاشک قاضی اس بیع کو باطل کر دے گا ☆

اگر مجور کے ثمن وصول کرنے کے بعد اس کے پاس تلف ہوا تو قاضی اس عقد کو جائز نہ رکھے گا بلکہ رد کر دے گا اور مجور اپنے مشتری کو کچھ ضمان نہ دے گا اور اگر مجور نے ثمن تلف کر دیا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر بیع میں محاباۃ واقع ہوتی ہے تو قاضی اس عقد کو باطل کر دے گا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر ضروری کام میں ثمن تلف کیا ہے مثلاً اپنے نفقہ میں خرچ کیا یا حج ادا کیا یا اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی تو قاضی مشتری دہندہ کو مجور کے مال سے اس کے مثل دے دے گا اور اس میں کچھ تفاوت نہیں ہے کہ خواہ اپنے مال سے صرف کیا ہو یا مال غیر سے پھر اپنے مال سے غیر کو اس کے مثل دے دیا ہو اور اگر بیع مقید برغبت ہو تو قاضی اس بیع کو جائز رکھے گا اور اگر مجور نے غیر

[1] ظاہر یہ کہ یتیم غیر رشید جو بالغ ہوا اس کی طرف ضمیر راجع ہے یا ہر ایسے مجور کی طرف راجع ہے جو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قبل حجر قاضی مجور نہیں ہوتا اور امام محمدؒ کے نزدیک ہو جاتا ہے فافہم واللہ اعلم۔ [2] محاباۃ یعنی قیمت سے خسارہ ظاہر ہے تو ایسا تصرف باطل کرنا ضروری ہے۔

ضرورت چیزوں میں ثمن تلف کیا ہو جیسے غنا وغیرہ میں جو بدکام ہیں اڑایا ہو تو بلاشک قاضی اس بیع کو باطل کر دے گا خواہ بیع برغبت ہو یا بحابات پھر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مجور اس کے مثل مشتری کو تاوان دے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہ دے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید پہلے صالح تھا پھر مفسد ہو گیا اور قاضی نے اس کو مجور کر دیا اور عمرو نے زید سے پہلے کوئی چیز خریدی تھی پھر مجور و مشتری نے باہم اختلاف کیا پس عمرو نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ چیز حالت صلاح میں خریدی تھی اور زید نے کہا کہ حالت حجر میں خریدی تھی تو مجور کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو عمرو کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر قاضی نے زید کا حجر توڑ دیا اور مطلق العنان کر دیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھ سے بعد مطلق العنان ہونے کے خریدی ہے اور مجور نے کہا کہ حالت حجر میں خریدی ہے تو مشتری کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر ایک لڑکا بالغ ہوا حالانکہ وہ اپنے مال کی اصلاح کرتا ہے اور راست روی پر ہے پھر اس کے وصی یا قاضی نے اس کو اس کا مال دے دیا اور اس نے اپنے غلاموں میں سے کوئی غلام فروخت کیا اور ہنوز غلام نہ دیا اور نہ ثمن پر قبضہ کیا تھا کہ مفسد اور مستحق حجر ہو گیا پھر مشتری نے اس کو ثمن دے دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک یہ باطل ہے اور مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بری ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر زید عمرو کے غلام فروخت کرتا ہے حالانکہ مرد صالح ہے اور زید نے اس کا غلام فروخت کیا پھر بائع مفسد مستحق حجر ہو گیا پھر اس کے بعد ثمن وصول کیا تو مشتری بری نہ ہوگا لیکن اگر زید نے یہ ثمن عمرو کو پہنچا دیا تو مشتری بری ہو جائے گا اور اگر نہ پہنچایا یہاں تک کہ بائع کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری کا مال گیا اور بائع ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر نابالغ کو اس کے ولی نے تجارت کی اجازت دے دی اور اس نے ایک غلام فروخت کیا پھر مولیٰ نے اس کو مجور کر دیا اور ہنوز اس نے ثمن وصول نہیں کیا تھا پھر مشتری نے اس کو ثمن دیا تو بری نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو اپنے غلام فروخت کرنے کا حکم کیا حالانکہ عمرو مفسد ہے مصلح نہیں ہے مستحق حجر ہے اس نے فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کیا اور عمرو اس کے مفسد ہونے کو جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے تو اس کا فروخت کرنا اور ثمن پر قبضہ کرنا جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر قاضی نے کسی سفیہ کو مجور کیا پھر اس کو اس کے مال سے کوئی چیز خرید یا فروخت کرنے کی اجازت دی اس نے کیا تو جائز ہے اور قاضی کا اجازت دینا اس کے حق میں حجر سے نکالنا شمار ہوگا لیکن اگر اس نے ہبہ یا صدقہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر قاضی نے اس کو کسی چیز خاص کی خرید یا فروخت کی اجازت دی تو یہ اجازت اس کے حق میں حجر سے نکالنا شمار نہ ہوگی اور اگر اس کو خاصتہً گیہوں خریدنے کی اجازت دی تو یہ اجازت اس کے حق میں حجر سے نکالنا شمار ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک یتیم جب بالغ ہوا تب مفسد بالغ ہوا اور قاضی نے اس کو مجور کیا یا نہ کیا اور اس نے اپنے وصی سے اپنا مال مانگا اور وصی نے دے دیا وہ اس کے پاس تلف ہوا یا اس نے تلف کیا تو وصی ضامن ہوگا اسی طرح اگر وصی نے اس کے پاس ودیعت رکھا ہو تو بھی یہی حکم یہ مبسوط میں ہے۔ قال المترجم[1] ینبغی ان یکون هذا علی قول محمد فانه لاتیاتی علی قول ابی یوسف قبل حجر القاضی علیه ولا علی قول ابی حنیفة حیث لم یجوز الاعظم الحجر علی الحرا لبالغ کمامر فتامل اگر کوئی نابالغ جب بالغ ہوا تو مفسد غیر مصلح بالغ ہوا اور قاضی نے اس کو مجور کیا یا نہ کیا مگر اجازت دی کہ اپنے مال سے خرید و فروخت کرے تو اجازت صحیح ہے حتیٰ کہ اگر اس نے خرید یا فروخت کی اور ثمن پر قبضہ کیا تو بلا خلاف جائز ہے بخلاف باپ و وصی کے اگر ان دونوں میں سے کسی نے اجازت دی ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر ایسے بالغ شدہ نے ہبہ

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم بنابر قول امام محمدؒ ہونا چاہئے کیونکہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر یہ صورت ممکن نہیں جب تک قاضی اس کو مجور نہ کرے اور امام اعظمؒ کے قول پر سرے سے ناممکن ہے کیونکہ وہ بالغ پر حجر تجویز نہیں کرتے ہیں چنانچہ یہ بیان ہوا۔

یا صدقہ کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر غلام آزاد کیا تو جائز ہے مگر غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کرے گا جیسا کہ قبل اجازت کے حکم تھا اور اگر اس نے خرید و فروخت اس قدر ثمن پر کی جس میں لوگ خسارہ شمار کرتے ہیں مگر اس قدر خسارہ برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس قدر خسارہ ہو کہ لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی خاص غلام کی خرید یا فروخت کے واسطے اجازت دی ہو تو جائز ہے مگر یہ اجازت تمام چیزوں کے واسطے کافی نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر اس نے اپنے غلام کو مدبر کیا تو جائز ہے پھر اگر مولیٰ مر گیا اور اس سے کوئی طریقہ رشد کا نہ پایا گیا تو وہ غلام اپنی قیمت کے واسطے بجائے مدبر ہونے کے سعی کرے گا کذافی التبیین اور اگر اس کی باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اس نے نسب کا دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور نسب ثابت ہوگا اور بچہ بلا سعایت آزاد ہوگا اور اس کی ماں مولیٰ کے مرنے کے بعد بلا سعایت آزاد ہو جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ بچہ کا علوق اس کی ملک میں ہوا ہو اور اگر اس کی ملک میں نہ ہوا ہو اور اس نے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہوگا لیکن اس کا بچہ سعایت کر کے قیمت ادا کر کے آزاد ہوگا اور اس کی ماں مولیٰ کے مرنے پر سعایت کر کے آزاد ہوگی اور اگر اس باندی کا کوئی بچہ معلوم نہ ہوتا اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ام ولد ہے تو بمنزلہ ام ولد کے قرار دی جائے گی کہ اس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر آزاد ہوئی تو تمام قیمت کے واسطے سعی کرے گی یہ محیط میں ہے اور اگر اس کا کوئی غلام ہو کہ اس کی ملک میں نہ پیدا ہوا ہو اور اس نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے حالانکہ ایسا شخص اس مدعی سے پیدا ہو سکتا[1] ہے تو وہ اس کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور آزاد ہو جائے گا اور اپنی تمام قیمت کے واسطے سعی کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ فرمایا کہ اگر ایسا شخص ہو کہ اس سے کوئی راہ ہدایت کی پائی نہیں جاتی ہے اور اس نے اپنے باپ کو خریدا اور مشہور ہے کہ یہ اس کا باپ ہے اور قبضہ کیا تو خرید جائز ہے اور وہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا پھر مذکور ہے کہ مشتری اپنے بائع کو اس کی قیمت کی ضمان نہ دے گا بلکہ وہی غلام اپنی قیمت سعایت کر کے ادا کرے گا اور اگر اپنے بیٹے کو خریدا اور معروف ہے کہ یہ اس کا بیٹا ہے اور قبضہ کر لیا تو خرید فاسد ہے مگر وقت قبضہ کے وہ بیٹا آزاد ہو جائے گا پھر اپنی قیمت سعی کر کے بائع کو ادا کرے گا اور بائع مال مشتری میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مجور کو اس کا معروف بیٹا یا کوئی غلام ہبہ کیا گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کو اپنی قیمت کی سعایت لازم ہوگی جیسا کہ خود آزاد کرنے کی صورت میں حکم تھا اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہے اور دیکھا جائے گا کہ اس کا مہر المثل کیا ہے اور جو اس نے مہر مقرر کیا ہے وہ کیا ہے پس جو مقدار دونوں میں سے کم ہو وہ اس کے ذمہ لازم ہوگی اور قمدار مسمیٰ میں سے جس قدر مہر مثل سے زیادہ ہے کم کیا جائے گا اور اگر اس کو قبل دخول کے طلاق دی تو اس کے مال سے نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ تسمیہ مقدار مہر المثل میں اور تنصیف مہر مقررہ کی طلاق قبل دخول کے دینا حکم نصی یعنی ثابت بالنص[2] ہے اسی طرح اگر چار عورتوں سے نکاح کیا یا ہر روز ایک عورت سے نکاح کیا اور طلاق دی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور عورت مجورہ مثل مرد مجور کے ہے پس اگر عورت مجورہ نے اپنا نکاح اپنے کفو میں سے مرد سے کیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کوئی عورت بسبب اپنا مال برباد کرنے کے مجورہ[3] بالغ ہوئی اور اس نے کسی مرد سے اپنے مہر مثل پر یا کم یا زیادہ پر نکاح کیا اور اس کا کوئی ولی نہیں ہے پھر قاضی کے پاس اس کا مرافعہ ہوا پس اگر مرد نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو حالانکہ اس کا کفو ہو اور عورت نے اس کے ساتھ مہر مثل یا زیادہ پر یا ایسی کمی پر جیسے لوگ برداشت کر لیتے ہیں نکاح کیا ہو تو نکاح جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب میں مذکور ہے امام

---

[1] مثلاً غلام بیس برس کا اور قائل چالیس برس کا ہو۔ [2] بالنص یعنی آیت سے صریح ثابت ہے کہ نصف مہر مقررہ دیا جائے اور مہر مثل بعد بیان کے مقرر ہو چکا۔ [3] مجورہ یعنی اس بربادی کی وجہ سے وہ مستحق حجر ٹھہری ہے اور اسی حالت میں بالغ ہوئی۔

اعظمؒ اور آخر قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ بالاتفاق سب کا قول ہے اور یہی ظاہر ہے پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول کی طرف کہ نکاح بدوں ولی کے جائز ہے رجوع کیا ہے۔ اگر اس عورت نے کفو سے مہر مثل سے اس قدر کم پر کہ جیسی کمی لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں نکاح کیا تو نکاح جائز ہے مگر شوہر سے کہا جائے گا کہ تیرا جی چاہے تو تو اس کا مہر مثل پورا کر دے ورنہ انکار کر پس اگر اس نے انکار کیا تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظمؒ کے قول پر ہے کہ ان کے نزدیک یہ اصول ہے کہ اگر عورت نے مہر مثل سے اس قدر کمی پر جو لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں نکاح کیا تو اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا اور شوہر کو اختیار دیا جائے گا کہ یا تو اس کا مہر مثل پورا کرے ورنہ انکار کرے کہ قاضی دونوں میں تفریق کر دے اور صاحبینؒ کے نزدیک کمی مہر اس طرح بھی عورت کی طرف سے صحیح ہے اور اولیاء کو حق اعتراض نہیں پہنچتا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔

اگر شوہر نے فسخ کرنا اختیار کیا تو اس پر مہر کچھ قلیل یا کثیر لازم نہ ہوگا اگرچہ تفریق شوہر کی طرف سے پیدا ہوئی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر اس عورت نے غیر کفو سے مہر مثل پر نکاح کیا تو قاضی کو دونوں میں تفریق کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اس عورت سفیہ نے شوہر سے کسی قدر مال پر خلع کیا تو جائز ہے اور اس پر مال واجب نہ ہوگا نہ فی الحال اور نہ ثانی الحال پھر اگر طلاق ایسے الفاظ سے واقع ہوئی ہو جو باب طلاق میں صریح ہیں تو یہ طلاق بائن نہیں بلکہ رجعی ہوگی کہ مرد کو اس سے رجعت کا اختیار ہوگا اگر اس کے ساتھ دخول کر چکا ہے اور اگر بلفظ خلع طلاق دیا تو بائن واقع ہوگی اور یہ حکم بخلاف امتہ[1] بالغہ مصلحہ کے ہے کہ اگر ایسی باندی نے اپنے شوہر سے خلع کیا تو طلاق بائن واقع ہوگی خواہ بلفظ صریح ہو یا بلفظ خلع ہو کیونکہ عوض اگر فی الحال واجب نہ ہوا تو ثانی الحال واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایسی باندی نے باجازت مولیٰ خلع کیا ہو تو مال فی الحال واجب ہوگا اور اگر بلا اجازت مولیٰ ہو تو اس پر بعد عتق کے ادائے مال واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور سفیہ کی زکوٰۃ سفیہ کے مال سے نکال کر اس کے بیٹے و زوجہ اور اس کے ذوی الارحام پر جن کا نفقہ اس پر واجب ہے خرچ کرے گا اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ جو مال سفیہ پر بایجاب اللہ تعالیٰ واجب ہوا جیسے حج و زکوٰۃ یا حق العباد واجب ہوا تو اس میں سفیہ اور مصلح[2] دونوں یکساں ہیں کیونکہ سفیہ بھی مخاطب بخطاب تکلیفی ہے مگر قاضی بقدر زکوٰۃ کے سفیہ کو دے دے گا تا کہ زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کرے لیکن اس کے ساتھ ایک شخص امین روانہ کرے گا تا کہ اور کسی مصرف میں سوائے مصرف زکوٰۃ کے خرچ نہ کرے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

اگر اس نے قاضی سے کچھ مال طلب کیا تا کہ اپنے اہل قرابت کو جن کا نفقہ اس پر واجب ہے بطور صلہ رحم کے دے تو قاضی اس کی درخواست منظور کرے گا مگر مال اس کے ہاتھ میں نہ دے گا بلکہ خود اس کے ذی رحم محرم کو دے دے گا اور اس باب میں قاضی اس کا قول قبول نہ کرے گا بلکہ جب گواہ اس کی قرابت پر اور قرابتی کی تنگدستی پر قائم نہ ہوں تب تک ایسا نہ کرے یہ مبسوط میں ہے اور فرمایا کہ سفیہ مرد کے قول کی اقرار بالنسب میں تصدیق نہ ہوگی مگر چار صورت میں ایک باپ دوسرا بیٹا تیسری زوجہ چوتھا مولی العتاقہ اور ان کے ماسوائے میں تصدیق نہ ہوگی اور اگر عورت سفیہ ہو تو تین صورتوں میں بیٹا و شوہر و مولی العتاقہ اور والد کے اقرار نسب کی تصدیق نہ ہوگی پھر اگر ان لوگوں کے حق میں اس کے اقرار کی تصدیق ہوئی اور ماسوائے ان کے اور لوگ بھی گواہوں سے ثابت ہوئے تو ان کا نفقہ بھی سفیہ کے مال سے واجب ہوگا اور اگر اور لوگ گواہوں سے ثابت نہ ہوئے بلکہ فقط سفیہ نے اقرار کیا تو نفقہ واجب نہ ہوگا ایسے ہی اگر سفیہ نے اپنی عورت کے گزشتہ ایام کے نفقہ واجبہ کا اپنے اوپر اقرار کیا تو بدوں گواہوں کے اس کی تصدیق نہ

---

۱ امتہ یعنی باندی بالغہ جس کا چال چلن درست ہو۔ ۲ مصلح جو ڈھنگ سے چلتا ہو برخلاف سفیہ کے جو بے ڈھنگ بیوقوف ہوتا ہے۔

ہو گی یہ محیط میں ہے۔ اگر سفیہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی یا ہدی یا صدقہ نذر مانا یا اس نے اپنی عورت سے مظاہرت کی اس کے ذمہ مال لازم نہ ہوگا بلکہ اپنی قسم وظہار کا کفارہ روزہ رکھ کر ادا کرے یہ کافی میں ہے۔

اگر اپنی عورت سے مظاہرت کی اور کفارہ میں غلام آزاد کیا تو یہ غلام اس کے کفارہ ظہار کی ادا کے واسطے کافی نہ ہوگا بلکہ غلام اپنی قیمت سعی کر کے ادا کرے گا اور سفیہ پر واجب ہوگا کہ پیاپے دو مہینہ تک روزے رکھے اور اگر اس مجور نے کسی کو خطا سے قتل کیا تو دیت اس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اسی طرح لاٹھی سے اگر کسی کو قتل کیا تو دیت اس کی مددگار برادری پر بطور تغلیظ واجب ہوگی پھر وہ بردہ آزاد کر کے کفارہ نہیں ادا کر سکتا ہے بلکہ پیاپے دو مہینہ تک روزے رکھے اور اگر کفارہ میں غلام آزاد کیا تو مثل ظہار کے کفارہ ادا نہ ہوگا اور غلام پر واجب ہوگا کہ سعی کر کے اپنی قیمت ادا کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر مفسد نے ایک مہینہ تک روزے رکھے پھر مصلح ہو گیا تو پھر اس کے کفارہ سے سوائے عتق کے اور کچھ روا نہیں ہے جیسا کہ تنگدست کے غنی ہو جانے میں حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر سفیہ نے حج الاسلام کا قصد کیا تو منع نہ کیا جائے گا مگر قاضی حج کا خرچہ اس کو نہ دے گا اس خوف سے کہ راہ میں اسراف کے ساتھ خرچ نہ کرے بلکہ کسی شخص حاجی ثقہ کو دے دے گا کہ بطور معروف راہ میں اس پر خرچ کرے اور اگر ایک عمرہ کا قصد کیا تو استحساناً منع نہ کیا جائے گا اور قیاساً منع کیا جائے گا اور قرآن سے منع نہ کیا جائے گا اور نہ سوق بدنہ[1] سے منع کیا جائے گا یہ تبیین میں ہے۔ پھر قارن پر ہدے لازم ہے اور ہمارے نزدیک اس کو بکری کی قیمت کافی ہے لیکن بدنہ افضل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اس نے اپنے احرام میں کوئی جنایت کی تو دیکھنا چاہئے کہ اگر ایسی جنایت ہے جس میں کفارہ روزہ سے روا ہوتا ہے جیسے قتل صید اور بعذر حلق سر وغیرہ تو اس کو مال سے کفارہ دینے کی قدرت نہ دی جائے گی بلکہ روزے رکھ کر ادا کرے اور اگر ایسی جنایت ہو جس میں روزے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا ہے جیسے بلا عذر وضرورت سر منڈوانا اور خوشبو لگانا اور واجبات کا ترک کرنا تو اس پر دم یعنی قربانی واجب ہوگی مگر مجور کو فی الحال قربانی کرنے کا قابو نہ دیا جائے گا بلکہ تاخیر کی جائے گی یہاں تک کہ مصلح ہو جائے وہ بمنزلہ ایسے فقیر کے جو مال نہیں رکھتا ہے یا غلام ماذون کے ہوگا درحالیکہ اس نے احرام میں جرم کیا ہو یہ تبیین میں ہے۔

اگر وقوف عرفہ کے بعد اس نے اپنی عورت سے جماع کیا تو اس پر بدنہ واجب ہوگا اور تاخیر دی جائے گی یہاں تک کہ مصلح ہو جائے اور اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو اپنے احرام کے اتمام کے نفقہ سے اور سال آئندہ میں قضا کے واسطے عود کرنے کے نفقہ سے منع نہ کیا جائے گا مگر کفارہ سے ممنوع کیا جائے گا اور عمرہ اس حکم میں مثل حج کے ہے یعنی حق مجور میں اور اگر اس مجور نے سوائے طواف زیارت کے سب حج اسلام ادا کیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا اور طواف صدر ادا نہ کیا تو طواف کے واسطے واپس جانے کے نفقہ کی اجازت دی جائے گی اور واپسی میں وہی افعال ادا کرے جو اس نے ابتدائے حج میں ادا کئے ہیں مگر جو شخص متولی نفقہ ہوا ہے اس کو حکم دیا جائے گا کہ واپسی میں اس کو نفقہ نہ دے پھر یہ شخص مجور اس کے سامنے طواف ادا کرے گا اور اگر حالت جنایت میں طواف کر کے اپنے اہل کی طرف واپس آیا تو اس کے طواف کے واسطے نفقہ واپسی کی اجازت نہ دی جائے گی مگر اس پر طواف زیارت کے لئے ایک بدنہ اور طواف صدر کے لئے ایک بکری واجب ہوگی کہ مصلح ہو جانے کے بعد دونوں ادا کرے اور اگر حج میں وہ محصور ہوا تو منفق متولی کو چاہئے کہ ایک ہدی بھیجے کہ اس سے وہ حلال ہو جائے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر حج تطوع یا عمرہ تطوع کا احرام باندھا تو قاضی اس کو نفقہ بمقدار کفایت دے دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اس مجور نے حج تطوع کا احرام باندھا تو اس کی قضا کے

---

[1] سوق ...... یعنی اپنے ساتھ قربانی کا بدنہ اونٹ یا گائے ہانک لے چلا تو روا ہے پھر وہ احرام سے باہر نہ ہوگا جب تک کہ دسویں ذی الحجہ کو قربانی نہ ہو جائے اور عمرہ اس سے پہلے بطور قران کے ادا کرے۔

واسطے نفقہ سفر اس کو نہ دیا جائے گا مگر جس قدر نفقہ اس کو اس کے گھر میں کفایت کرے وہ مقرر کیا جائے گا اور سوائے اس کے جو کچھ سفر میں زیادہ نفقہ وسواری کی ضرورت ہوتی ہے وہ بڑھایا نہ جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا کہ تیرا جی چاہے تو پیدل حج کو جا اگر چہ یہ مجور بہت خوشحال کثیر المال ہو اور قاضی اس کو اس کے گھر میں فراخی کے ساتھ نفقہ دیتا ہو اور جو دیتا ہے اس میں نفقہ میں خرچ کرنے کے بعد کچھ بچتا ہو پس اس نے کہا کہ میں اس میں سے کرایہ کروں گا اور اپنے خرچ میں بطور معروف خرچ کروں گا تو اس کو اجازت دی جائے گی بدوں اس کے کہ اس کے ہاتھ میں خرچہ دیا جائے بلکہ ایک شخص ثقہ کو دیا جائے گا کہ جیسا یہ چاہتا ہے یعنی بطور معروف اس پر خرچ کرے۔

اگر مجور نے کچھ وصیت کی پس اگر یہ وصیت اہل خیر وصلاح کی وصیتوں کے موافق ہو تو جائز ہے ☆

اگر مجور پیدل چلنے پر قادر نہ ہوا اور احرام میں پڑا رہا اور بہت دن گزر گئے یہاں تک کہ اس کو اس احرام میں ایسی کچھ ضرورت پیش آئی کہ جس سے اس کے حق میں مرض وغیرہ کا خوف ہو تو ایسی حالت میں یعنی بوقت ضرورت کچھ ڈر نہیں ہے کہ اس کے مال سے اس کو اس قدر دیا جائے کہ اپنا احرام تمام کر کے احرام سے خارج ہو کر واپس آئے اسی طرح اگر احرام تطوع میں محصور ہوا تو اس کی طرف سے ہدی ارسال نہ ہو گی ہاں اگر چاہے کہ میرے نفقہ میں سے خرید کر کے بھیجی جائے تو ہو سکتا ہے اور جب اس نے ایسا چاہا تو منع نہیں کی جائے گا اور اگر اس کے نفقہ میں ہدے خرید کر بھیجنے کی گنجائش نہ ہو تو یوں ہی احرام میں چھوڑ دیا جائے گا یہاں تک کہ ویسی ہی ضرورت پیش آئے جو ہم نے بیان کر دی ہے پھر بوقت ضرورت البتہ اس کے مال سے ہدے خرید کر کے روانہ کی جائے گی تاکہ وہ اپنے احرام سے باہر ہو اور ایسے امور میں صرف اس بات کا لحاظ کیا جائے گا کہ اس کی اور اس کے مال کی اصلاح ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مجور نے کچھ وصیت کی پس اگر یہ وصیت اہل خیر وصلاح کی وصیتوں کے موافق ہو جیسے حج یا مساکین کو دینے وغیرہ کی جن سے تقرب الی اللہ ہوتا ہے تو استحسانا جائز ہے اور اس کے تہائی مال سے نفاذ ہو گا اور اگر اس کی وصیت اہل خیر وصلاح کی وصیت کے مخالف ہو تو اس کا نفاذ واجب نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ اگر وصی نے وارث کو وقت بلوغ کے اس کا مال دے دیا حالانکہ وہ مفسد مستحق حجر بالغ ہوا ہے تو دینا جائز ہے اور وصی ضمان سے بری ہو گا یہ محیط میں ہے قال المترجم الظاهر انه علی قول الشیخین[1] امام عندالاعظم فلانه لا یری الحجر فیما نحن فیه مطلقا واما عند ابی یوسف فلانه لا حجر عنده قبل القضاء و ینبغی ان یکون فیه خلاف محمد[2] والله اعلم

اب رہا بیان حجر بسبب فسق کے سو واضح ہو کہ ہمارے نزدیک فاسق مجور نہیں کیا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے مال کا مصلح ہو اور فسق اصلی اور طاری دونوں برابر ہیں اور رہا حجر بسبب غفلت کے اور غافل وہ ہے کہ مفسد مال نہ ہو لیکن بسبب غفلت کے اور سلیم القلب نہ ہونے کے نافع تصرفات کو نہ سمجھے اور تجارات میں نقصان اٹھائے اور باز نہ رہے تو صاحبینؒ کے نزدیک قاضی ایسے غافل کو مجور کرے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر نابالغ مجور نے کچھ مال اپنی عورت کے مہر ادا کرنے کے واسطے قرض لیا تو صحیح ہے پھر اگر اس نے عورت کو نہ دیا اور اپنی بعض ضرورتوں میں خرچ کر دیا تو ماخوذ نہ ہو گا نہ اب اور نہ بعد بلوغ کے اور غلام مجور نے اگر مال قرض لیا اور تلف کر دیا تو فی الحال اس میں ماخوذ نہ ہو گا اور نہ بعد عتق[2] کے ماخوذ ہو گا اور اگر کسی شخص نے غلام مجور کو مال ودیعت دیا اس نے اقرار کیا کہ میں نے تلف کر دیا تو تصدیق نہ کیا جائے گا اور اگر اس کے بعد مصلح ہو گیا تو اس سے اس کے اقرار کا حال دریافت کیا جائے گا پس اگر اس نے کہا کہ میں

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ بظاہر یہ حکم بقول امام ابی حنیفہؒ وابی یوسفؒ ہے کیونکہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہاں مطلقاً حجر نہیں ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حکم قاضی سے پہلے حجر نہیں ہے ہاں اس میں امام محمدؒ کا اختلاف ہونا چاہئے واللہ اعلم۔ [2] نہ بعد عتق نسخہ میں اسی طرح ہے فافہم فتامل۔

نے جو اقرار کیا تھا وہ حق تھا تو فی الحال اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور اگر کہا کہ باطل تھا تو ماخوذ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔
اگر سفیہ مجور کو کسی شخص نے مال ودیعت دیا اس نے اقرار کیا کہ میں نے تلف کر دیا تو اس کے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی پھر اگر اس کے بعد صالح ہو گیا تو اس کے افراد کا حال دریافت کیا جائے گا پس اگر اس نے اقرار کیا کہ میں نے حالت فساد میں تلف کیا ہے تو کچھ ضامن نہ ہوگا امام اعظمؒ کے قول میں اگر امامؒ کے نزدیک سفیہ مجور ہوتا[1] ہو اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور اگر یہ اقرار کیا کہ میں نے حالت صلاح میں تلف کیا ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔
اگر مجور نے کچھ مال قرض لیا اور اپنی ذات پر خرچ کیا اور جس قدر ایسے لوگوں کا نفقہ ہوتا ہے اسی حساب سے خرچ کیا اور قاضی نے اس مدت تک اس کو نفقہ نہیں دیا تھا تو یہ قرضہ اس کے مال سے ادا کرے گا اور اگر اس نے باسراف خرچ کیا ہو تو قاضی مقرض کو اس میں سے بقدر نفقہ معروف کے یعنی جس قدر ایسے لوگوں کا خرچہ ہوتا ہے اس قدر دے دے گا اور زیادتی باطل کر دے گا کذافی المبسوط و فی بعض النسخ الذخیرہ اور اگر زید نے اس سفیہ مجور کو مال ودیعت دیا اور مجور نے گواہوں کے سامنے اس کو تلف کر دیا تو ضامن نہ ہوگا نہ فی الحال اور نہ مصلح ہو جانے کے بعد یہ قیاس قول امام اعظمؒ ہے اگر امام اعظمؒ کے مذہب میں یہ ہو کہ سفیہ مجور ہوتا ہے اور امام محمدؒ کا یہی قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور جو حکم یہاں مذکور ہے وہی نابالغ مجور میں ہے کہ اگر نابالغ کے پاس مال ودیعت ہو اور اس نے گواہوں کے سامنے تلف کر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک غیر ضامن اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مال ودیعت سوائے غلام و باندی کے ہو اور اگر غلام و باندی ہو اور مجور نے اس کو خطا سے قتل کیا تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کی قیمت مجور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر مجور نے ایسا اقرار کیا تو جب تک مجور ہے تب تک وہ ماخوذ نہ ہوگا پھر اگر صالح ہو گیا تو حالت صلاح میں اس سے اس کے اقرار کا حال دریافت کیا جائے گا پس بعد اقرار کے جس دن سے اس پر حکم ہوا اس دن سے تین برس کے اندر اس کی قیمت اس کے مال سے لی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مجور نے کسی دوسرے شخص زید کا مال بدوں اس کی اجازت کے لے کر تلف کر دینے کا اقرار کیا اور زید نے تصدیق کی اور قاضی کے پاس لایا اور مجور نے یہاں بھی اقرار کیا تو قاضی مجور کے قول کی تصدیق نہ کرے گا پھر اس کے بعد اگر صالح ہو گیا تو اس اقرار پر ماخوذ ہوگا مگر اس سے دریافت کیا جائے گا پس اگر اس نے اقرار کیا کہ میں نے تلف کر دیا ہے اور سچا اقرار کیا تھا تو ماخوذ ہوگا اور مال اقراری اس کے مال میں قرضہ قرار دیا جائے گا اور اگر تلف کر دینا ثابت نہ ہو اور اقرار میں مبطل ہو تو ماخوذ نہ ہوگا اور واجب ہے کہ نابالغ بھی مجور کے حکم میں ہو یعنی اگر نابالغ نے زید کا مال بلا اجازت تلف کرنے کا اقرار کیا پھر بالغ ہوا اور کہا کہ جو میں نے اقرار کیا ہے وہ حق تھا تو ماخوذ ہوگا اور اگر کہا کہ حق نہ تھا تو ماخوذ نہ ہوگا اور اگر رب المال نے کہا کہ تو اپنے اقرار میں حق یعنی حق پر تھا اور مجور نے کہا کہ مبطل یعنی ناحق پر تھا تو مجور کا قول قبول ہوگا اور رب المال کو چاہئے کہ گواہ پیش کرے کہ اس نے حالت سفہ میں تلف کیا ہے اور جب مجور نے کہا کہ میں اپنے اقرار میں مبطل تھا اور رب المال نے محق ہونے کا دعویٰ کیا تو اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر مجور یعنی نے بالغ ہو کر کہا کہ تو نے مجھے اس زمانہ میں قرض دیا تھا جبکہ میں نابالغ مجور تھا یا ودیعت دیا تھا اور میں نے تلف کر دیا اور صاحب مال نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے قرض یا ودیعت دیا تھا اور حالیکہ تو ماذون و بالغ تھا تو رب[2] المال کا قول قبول ہوگا اور لڑکے پر واجب ہے کہ اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے یہ محیط میں ہے۔
اگر زید نے مجور کو قرض دیا یا ودیعت دی پھر وہ مصلح ہو گیا پھر صاحب المال سے کہا کہ مجھے تو نے حالت فساد میں قرض دیا تھا

---

[1] ہوتا ہو یعنی وہ قائل نہیں ہیں اور اگر قائل ہوتے تو یہ حکم ہوتا۔ [2] رب المال ــــ اس واسطے کہ اس حالت میں وہ بالغ مقر ہے کہ تلف کیا لیکن دعویٰ کرتا ہے کہ ضمان نہیں تو گواہ لائے۔

یا ودیعت دی تھی اور میں نے اس کو خرچ کر دیا اور صاحب المال نے کہا کہ تیری صلاحیت کی حالت میں دیا ہے تو صاحب مال کا قول قبول ہوگا اور مجور ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر صاحب مال نے کہا کہ میں نے تجھے حالت حجر میں قرض یا ودیعت دی تھی مگر تو نے حالت صلاح میں اس کو تلف کر دیا ہے اور مجھے تاوان چاہئے اور مجور نے کہا کہ نہیں بلکہ حالت فساد میں تلف کیا ہے اور تاوان نہیں چاہئے ہے تو مجور کا قول قبول ہوگا اور رب المال پر گواہ لانے واجب ہیں کہ صالح ہونے کے بعد اس کے پاس وہ مال قائم تھا یہ محیط میں ہے۔

فصل دوم:

حد بلوغ کی پہچان کے بیان میں

لڑکا جب بالغ ہوتا ہے جب احتلام یا احبال یا انزال ہو اور لڑکی احتلام وحیض وحبل[1] سے بالغہ معلوم ہوتی ہے کذا فی المختارا اور جس سن تک پہنچنے سے لڑکے اور لڑکی کے بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے وہ سن پندرہ سال کا ہے یہ صاحبینؒ کا مذہب ہے اور یہی ایک روایت امام اعظمؒ سے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مشہور روایت امام اعظمؒ سے یہ ہے کہ اٹھارہ برس کا لڑکا بالغ اور سترہ برس کی لڑکی بالغ ہوتی ہے کذا فی الکافی اور احتلام وغیرہ سے بالغ ہونے کی ادنیٰ مدت طفل کے حق میں بارہ برس اور لڑکی کے حق میں نو برس ہیں اور اگر لڑکا بارہ برس سے کم اور لڑکی نو برس سے کم ہو اور بلوغ کا دعویٰ کیا تو بلوغ کا حکم نہ دیا جائے گا یہ معدن میں ہے اور اگر لڑکا اور لڑکی اپنے بلوغ کے مخبر ہوئے یعنی دونوں نے اپنے بالغ ہونے کی خبر دی اور ان کا ظاہر حال ان کے قول کے خلاف وکذب[2] نہیں ہے تو ان کا قول قبول کیا جائے گا جیسے عورت کا قول حیض کے باب میں مقبول ہوتا ہے اور جب ہم نے دونوں کا قول قبول کیا تو ان کے احکام مثل احکام بالغین کے قرار پائیں گے یہ اقطع کی شرح قدوری میں ہے۔ اگر لڑکی کو حیض آیا یا لڑکا محتلم ہوا یا ایسا ہونے میں تاخیر ہوئی یہاں تک کہ لڑکا پورے سن بلوغ انیس برس تک اور لڑکی سترہ برس تک پہنچ گئی اور دونوں کے آثار سے نیک چلن ظاہر ہوئے اور اپنے اپنے مال کی حفاظت کرنے میں دونوں امتحان کر لئے گئے اور دینداری میں ثابت پائے گئے تو ان کا مال ان کو دیا جائے گا اور اگر ان کے آثار سے نیک چلن ظاہر نہ ہوا تو کچھ نہ دیا جائے گا اور صاحبینؒ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے مگر اختلاف اس قدر کیا کہ تاخیر علامات کی صورت میں ان کے نزدیک بلوغ پندرہ برس کے سن میں ہے اور جب سن بلوغ پر پہنچ جانے سے یا حیض واحتلام پائے جانے سے بلوغ کا حکم دیا گیا اگر نیک چلن اور مصلح ہو تو اس کا مال اس کو دیا جائے گا اور اگر ایسی صفت نہ پائی جائے بلکہ مفسد ہو تو اس کے وصی اور قاضی کو بالاجماع یہ اختیار ہے کہ اس کا مال اس کو نہ دے یہ محیط میں ہے۔ جب لڑکا یا لڑکی مراہق[3] ہوئے اور یہ پہچان دشوار ہوئی کہ یہ بالغ ہیں یا نہیں ہیں اور اس نے کہا کہ میں بالغ ہوں تو اس کا قول قبول ہوگا اور اس کے احکام مثل بالغین کے قرار دیئے جائیں گے یہ کافی میں ہے۔ اگر لڑکا اپنی عورت سے ہم صحبت ہوا حالانکہ ایسے سن تک پہنچ چکا ہے کہ اس کے جماع سے عورت کا حاملہ ہونا متصور ہوسکتا ہے اور اس کی عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اس شخص کے بالغ ہونے کا حکم دیا جائے گا اس لئے کہ ثبوت النسب میں ضرورت ظاہر ہے یہ ینابیع میں ہے۔

---

[1] حبل یعنی ان چیزوں میں سے کوئی بات پائی جائے۔ [2] مکذب یعنی ظاہری حالت سے بھی جھوٹ بولنا معلوم نہیں ہوتا۔ [3] مراہق یعنی جوانی کے قریب پہنچے۔

تیسرا باب:

بسبب قرضہ کے حجر واقع ہونے کے بیان میں

بسبب قرضہ کے مجور ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص پر اس قدر قرضہ ہو جائے کہ اس کے تمام مال کو گھیر لے یا اس کے مال سے زیادہ ہو جائے اور قرض خواہوں نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کو مجور کر دیجئے تا کہ اپنا مال ہبہ یا صدقہ نہ کرے اور نہ کسی دوسرے قرض دار کے واسطے اقرار کر دے تو صاحبینؒ کے نزدیک قاضی اس کو مجور کر دے گا اور یہ حجر کارآمد ہوگا کہ پھر اس کے بعد اس کا ہبہ کرنا یا صدقہ کرنا صحیح نہ ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی اس کو مجور نہ کرے گا اور اس کا حجر کارآمد نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کے ایسے تصرفات سب صحیح ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر مقرض مجور نے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہے پس اگر اس کے مہر مثل سے مہر زیادہ کیا تو بقدر مہر مثل کے اس قرض خواہ کے حق میں ظاہر ہوگا جس کی وجہ سے مجور ہوا ہے پس وہ قرض خواہ مہر مثل میں اپنا حصہ لے لے گا اور بس قدر مہر مثل سے زیادہ ہے وہ قرض خواہ کے حق میں ظاہر[1] نہ ہوگا بلکہ اس مال میں رکھا جائے گا جو اس کے بعد وہ شخص مجور پیدا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک مدیون کا مال قاضی فروخت نہ کرے گا خواہ عروض ہو یا عقار ہو لیکن اس قرض دار کو برابر قید رکھے گا یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنے قرضہ کے ادا کے واسطے اپنا مال فروخت کرے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر مدیون نے خود فروخت کرنے سے انکار کیا تو قاضی[2] فروخت کر کے اس کا ثمن قرض خواہوں کے درمیان موافق حصہ کے تقسیم کرے گا یہ کافی میں ہے اور قاضی کو جائز نہیں ہے کہ مدیون مال بدوں اس کی رضامندی کے فروخت کر دے مگر برضامندی جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور یہ قول صاحبینؒ کا مدیون حاضر میں سب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق[3] ہے مگر مدیون غائب میں مشائخ نے صاحبینؒ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ مدیون غائب کا مال قاضی اس کے حق میں نفاذ بیع کے طور پر فروخت نہ کرے اگر شوہر غائب ہو اور عورت نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کا مال میرے نفقہ میں فروخت کر دے تو امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی فروخت نہ کرے گا اور ایسا ہی صاحبینؒ کا قول بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور اگر غائب کا مال ایسی چیز ہو جس کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو بالاجماع فروخت کر دے اسی طرح اگر غائب کا مال کوئی غلام ہو اور قاضی کو خوف ہوا کہ اس کے نفقہ کا خرچہ اس کی تمام قیمت کو گھیر لے گا تو بالاجماع قاضی اس کو فروخت کر دے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

گواہ کر لینا صحتِ حجر کی شرط نہیں ☆

صاحبینؒ کے نزدیک ایسا حجر اگر چہ مدیون مجور غائب ہو تو بھی جائز ہے مگر بعد حجر کے مجور کا علم شرط ہے حتیٰ کہ بعد مجور ہونے کے قبل علم کے جو تصرف اس سے سرزد ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہوگا اور یہ حجر بہ قیاس حجر غلام ماذون ہے کہ اس میں بھی حجر کارآمد نہیں ہوتا جب تک غلام ماذون کو خبر نہ ہو اور ایسے ہی یہ حجر قبل قید اور بعد قید کے دونوں طرح صحیح ہے اور جو تصرف ایسا ہو کہ قرض خواہوں کا حق باطل کرتا ہو اس میں یہ حجر موثر ہوگا جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ اور رہی بیع سو اگر برابر قیمت پر بیع کی تو ایسے مجور کی ایسی بیع صحیح

۱؎ قولہ ظاہر نہ ہوگا مراد یہ ہے کہ بقدر مہر المثل کے عورت کو ایسے طور پر ملے گا کہ اس میں دوسرے قرض خواہ ساجھی ہیں کیونکہ اس سے کم غیر ممکن ہے زیادہ تو وہ قرضدار پر قرضہ ہے لیکن قرض خواہوں کو اس میں حق نہیں پہنچتا۔ ۲؎ قولہ قاضی...... مراد یہ ہے کہ قاضی اس طرح فروخت کرے گا کہ نفاذ بیع مدیون پر ہو گا۔ ۳؎ بالاتفاق...... یعنی سب مشائخ متفق ہیں کہ جب مدیون حاضر ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک قاضی اس کے مال کو ادائے قرضہ کے لئے اس پر فروخت کرے اور جب مدیون غائب ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک کیا حکم ہے اس میں مشائخ نے اختلاف کیا۔

ہے اور اگر اس نے نقصان سے بیع کی تو نہیں صحیح ہے خواہ نقصان کم ہو یا زیادہ ہو اور مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے ثمن پورا کر دے یا فسخ کر لے اور اگر اس نے اپنا مال اپنے قرض خواہ کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن کو قرضہ میں بدلا کر دیا پس اگر قرض خواہ ایک ہی شخص ہو تو یہ جائز ہے اور اگر قرض خواہ دو شخص ہوں تو مثل قیمت پر ایک کے ہاتھ بیچنا جائز ہے مگر بدلا کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر اس نے بعضے قرض خواہوں کا قرضہ ادا کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر قاضی نے اس کو بسبب قرضہ کے مجور کیا تو گواہ کر لے کہ یہ شخص اپنے مال کے تصرف سے مجور کیا گیا اور گواہ کر لینا صحت حجر کی شرط نہیں ہے صرف اس واسطے احتیاج ہوئی کہ اس حجر کے ساتھ احکام متعلق ہوتے ہیں اور اکثر انکار پیش آتا ہے پس اثبات کی ضرورت ہوتی ہے اس واسطے گواہ کر لے تاکہ انکار سے امن ہو جائے اور سبب حجر بیان کر دے کہ میں نے اس شخص کو فلاں بن فلاں کے قرضہ کے سبب سے مجور کیا ہے کیونکہ جو شخص حجر کو جائز رکھتا ہے اس کے نزدیک اس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں اور وہ اپنے سبب کے اختلاف سے فی نفسہ مختلف ہو جاتا ہے چنانچہ حجر بسبب سفاہت کے تمام اموال کے تصرف سے مجور کرتا ہے خواہ بالفعل موجود ہوں یا آئندہ پیدا ہوں اور حجر بسبب قرضہ کے صرف اموال موجودہ کو شامل ہے اور جو مال آئندہ کمائی وغیرہ سے پیدا ہو اس میں یہ حجر موثر نہیں ہوتا ہے اور مجور اس کے حق میں مجور نہیں ہوتا بلکہ اس میں اس کا تصرف نافذ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص پر قرضہ ہے کہ اس کے اقرار سے یا گواہوں سے قاضی کے نزدیک ثابت ہوا پھر مطلوب حکم ہونے سے پہلے غائب ہو گیا اور حاضری سے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قاضی اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کرے گا اور اس وکیل پر مال کی ڈگری کرے گا بشرطیکہ خصم اس امر کی درخواست کرے اور اگر خصم نے مدعا علیہ کے مجور کرنے کی درخواست کی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس پر حکم نہ دے گا اور غائب کو مجور نہ کرے گا جب تک حاضر نہ ہوئے پھر جب حاضر ہو تو اس پر حکم جاری کرے گا پھر امام محمدؒ کے نزدیک اس کو مجور کرے گا کیونکہ حجر بعد حکم کے ہوگا نہ قبل حکم کے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر خصم کا قرضہ درہم ہوں اور اور مال مدعا علیہ درہم ہوں تو قاضی اس کی بلا اجازت بالا جماع ڈگری کر دے گا اور اگر اس کا قرضہ درہم ہوں اور مال دینار ہوں یا اس کے برعکس ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی مال مدعا علیہ کو خصم کے قرضہ میں استحساناً فروخت کرے گا اور قیاساً یہ ہے کہ قاضی کو ایسی بیع الصرف کا اختیار نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور عروض[1] و عقار کو فروخت نہ کرے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ فروخت کر سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ قرضہ میں پہلے نقود فروخت کرے پھر عروض پھر عقار یعنی آسان سے پہلے شروع کرے اور مقروض کے واسطے ایک دستہ کپڑا پہننے کا چھوڑ دے اور باقی فروخت کر دے اور بعض نے کہا کہ دو دستہ چھوڑ دے کذا فی الہدایہ۔ اگر مقروض کے پاس پہننے کے کپڑے ایسے ہوں کہ ان سے گھٹ کر بھی اپنا لباس رکھ سکتا ہے تو قاضی ایسے کپڑے فروخت کر کے اس کے ثمن میں سے قرضہ ادا کر کے باقی سے اس کے واسطے لباس خرید دے اور علی ہذا القیاس۔ اگر اس کا مسکن ایسا ہو کہ اس سے کم پر بھی بسر کر سکتا ہے تو قاضی اس مسکن کو فروخت کر کے اس کے ثمن میں سے قرضدار کو دے کر باقی سے اس کے واسطے دوسرا مسکن خرید دے گا اور اسی سے ہمارے مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ قاضی اس کی وہ چیز جس کا فی الحال محتاج نہیں ہے فروخت کر دے گا حتیٰ کہ اس کا لبادہ گرمیوں میں اور نطع[2] جاڑوں میں فروخت کر دے گا اور جب قاضی یا امین قاضی نے موافق مذہب صاحبینؒ کے مال مدیون اس کے قرضہ ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا تو اس بیع کا عہدہ مطلوب کے ذمہ ہوگا قاضی اور اس کے امین کے ذمہ نہ ہوگا اور مراد عہدہ سے یہ ہے کہ اگر مبیع استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری اپنا ثمن مطلوب سے واپس لے گا نہ قاضی اور اس کے امین سے کذا فی النہایہ۔ اگر اس کے پاس لوہے

[1] عروض متاع و اسباب عقار زمین و کھیت وغیرہ غیر منقولہ۔ [2] نطع بچھونا یا چمڑے کا بستر۔

کی انگیٹھی ہوتو فروخت کر کے مٹی کی خرید دے گا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

ہشام نے اپنے نوادر میں لکھا ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص پر قرضہ ہوگیا اور اس نے روپوشی اختیار کی اور اپنے مال کے الجاء[1] سے خوف کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر قرض خواہوں نے میرے نزدیک اپنا قرضہ ثابت کر دیا تو میں اس کو مجور کردوں گا اور اگر ثابت نہ کیا تو مجور نہ کروں گا اور اگر غائب ہوگیا اور کسی قاضی نے اس کا مال فروخت کر دیا تو اس کی بیع بطور اس کے کہ غائب پر اس بیع کا نفاذ ہو جائز رکھوں گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ لیکن میں اس کے عہدہ پر اس کا مال فروخت نہ کروں گا اور کہا کہ میں نے یہ مسئلہ بھی دریافت کیا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو اپنا مال اس مجور کے ہاتھ فروخت کر دے اور میں اس کے ثمن کا ضامن ہوں اس نے مال فروخت کیا تو امام محمدؒ نے مال مبیعہ کا حال پوچھا میں نے عرض کی کہ اس کو مجور نے اپنے قبضہ میں لے کر تلف کر دیا تو فرمایا کہ زید کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ ایک سے دو درہم تک جو کچھ تو فروخت کرے میں اس کا ضامن ہوں پس عمرو نے پچاس درہم کا کپڑا اسو درہم میں مجور کے ہاتھ فروخت کیا اس نے قبضہ کر کے تلف کیا تو فرمایا کہ زید اس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے حالت حجر میں کسی کے واسطے کچھ اقرار کیا تو بعد ادائے قرض کے یہ اقرار اس کے ذمہ واجب ہوگا اور یہ صاحبینؒ کے قول کے موافق ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جو مال موجود ہے اس کے ساتھ پہلے قرض خواہوں کا حق متعلق ہو چکا ہے پس دوسرے کے واسطے اقرار کر کے ان لوگوں کا حق باطل نہیں کر سکتا ہے بخلاف اس کے اگر مجور نے ادائے قرض سے پہلے کسی شخص کا مال[2] لے کر تلف کر دیا تو ایسا حکم نہیں ہے بلکہ بلا خلاف یہ شخص پہلے قرض خواہوں کے ساتھ برابر شمار کیا جائے گا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اگر مجور کو بعد ادائے قرض کے کچھ مال ملا تو اس مال میں اس کا وہ اقرار نافذ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر مجور نے گواہوں کے سامنے کسی شخص کا مال تلف کر دیا تو اس کے واسطے ضامن ہوگا ☆

اگر وجوب قرض کا سبب قاضی کے نزدیک کسی علت سے یا گواہوں کی گواہی سے جنہوں نے قرض لینے یا مثل قیمت پر خرید کرنے کی گواہی دی ہے ثابت ہو تو ایسے قرض خواہوں کے ساتھ وہ قرض خواہ جس کا قرضہ مجور ہونے سے پہلے کا ہے شریک ہوگا یہ محیط میں ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر قاضی نے ایک شخص کو کسی قوم کے قرضہ کی وجہ سے جن کے قرضے مختلف ہوں مجور کیا اور مجور نے بعض قرض خواہوں کا قرضہ ادا کیا تو باقی قرض خواہ قابض کے مقبوضہ میں شریک ہوں گے پس قابض بقدر اپنے حصہ رسد کے لے کر باقی ان قرض خواہان کو دے دے گا اور اگر مجور نے اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے اسی طرح اگر غلام آزاد یا مدبر کیا تو عتق و تدبیر صحیح ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو تصرف ایسا ہے کہ جس کا جد و ہزل یکساں ہوتا ہے وہ تصرف مجور کی طرف سے نافذ ہوگا اور جو ہزل[3] کرنے والے سے نافذ نہیں ہوتا ہے وہ مجور سے بھی نافذ نہ ہوگا مگر اس صورت میں نافذ ہو سکتا ہے کہ جب قاضی اجازت دے دے اور اگر مجور نے گواہوں کے سامنے کسی شخص کا مال تلف کر دیا تو اس کے واسطے ضامن ہوگا اور صاحب ضمان اس قرض خواہ کا جس کے واسطے مجور ہوا ہے مجور کے مال میں شریک ہوگا اور اگر مجور نے کوئی باندی گواہوں کے سامنے اس کی قیمت سے بڑھ کر خریدی پس اگر وہ باندی فروخت کی تو اس کی قیمت کے قدر وہ قرض خواہ جس کے واسطے مجور ہوا ہے حصہ دار ہوگا اور جو قیمت سے زیادہ ہے وہ بائع کو اس مال سے ملے گا جو مجور کے پاس حجر کے پیدا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مدیون مجور کا نفقہ اور اس کی زوجہ اور نابالغ اولاد اور اس کے ذوی الارحام کا نفقہ صاحبینؒ کے نزدیک اس کے مال سے دیا

---

[1] الجاء یعنی بادشاہی پیادے اس کے مال ظاہر ہونے پر سازش کر کے کم داموں سے فروخت کر لیں گے جیسے اکثر نیلام میں ہوا کرتا ہے۔ [2] لے کر یعنی غصب کر کے۔ [3] ہزل یعنی زبان سے کہا لیکن قصد نہیں ہے تو بھی پورا ہو جائے جیسے جد یعنی قصد میں ہوتا ہے مانند طلاق و عتاق وغیرہ۔

جائے گا اور اگر مفلس کا کچھ مال معلوم نہ ہوتا ہو اور قرض خواہوں نے اس کے قید کرنے کی درخواست کی حالانکہ وہ کہتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں ہے تو حاکم اس کو ہر ایسے قرضہ کے واسطے جس کو اس نے اپنے اوپر کسی عقد سے واجب کیا ہے قید کرے گا جیسے مہر و کفالت وغیرہ اور اگر مدیون مفلس نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ میرے پاس کچھ مال نہیں ہے تو رہا کر دیا جائے گا کیونکہ فراخدستی حاصل ہونے تک مہلت دینا نص قرآنی سے ثابت ہے کذا فی الکافی۔ اگر تنگدست پایا گیا تو واجب یہ ہے کہ فراخدستی تک اس کو مہلت دی جائے اور بعد قید کرنے کے اس کے تنگدست ہونے کے گواہ بالاتفاق مقبول ہوں گے پس گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی اس کو رہا کر دے گا اور اگر قید سے پہلے گواہ قائم ہوں تو ایک روایت میں جب تک مقید نہ ہو مقبول نہ ہوں گے اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہے اور یہی شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی میں اختیار کیا ہے اور یہی اصح ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اور جب حاکم نے اس کو دو یا تین مہینہ قید کیا تو پھر اس کا حال دریافت کرے گا پس اگر اس کا کچھ مال دریافت نہ ہوا تو رہا کر دے گا یہ اقطع کی شرح قدوری میں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قید میں اہل حرفہ کو اپنے حرفہ کا کام کرنے کا قابو نہ دیا جائے گا تا کہ اس کا دل پریشان ہو اور قرضہ ادا کر دے بخلاف اس کے اگر اس کی کوئی باندی ہو اور قید خانہ میں کوئی ایسی جگہ ہو جہاں وطی کر سکتا ہے تو منع نہ کیا جائے گا یہ کافی میں ہے اور واقعات میں لکھا ہے کہ قیدی اگر قید خانہ میں بیمار ہوا اور وہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی تیمارداری کرے تو کفیل لے کر قید خانہ سے نکالا جائے گا اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب ایسی حالت میں اس کے حق میں مر جانے کا خوف ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر کفیل نہ پایا جائے تو رہا نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے کفالت کی اور قاضی نے رہا کیا تو خصم کا حاضر ہونا اس وقت شرط نہیں ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اگر اس نے اپنے یا اہل و عیال کے واسطے اناج خریدا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جو شخص قرضہ کی وجہ سے مقید ہے اگر وہ اپنا روزینہ خریدنے میں اسراف کرتا ہو تو قاضی اس کو منع کر دے گا اور اس کے حق میں کفاف معروف مقرر کر دے گا اور ایسے ہی کپڑے میں درمیانی چال چلے اور اس کو درمیانی چال چلنے کا حکم کرے گا مگر اس پر اس کے خورد و نوش و لباس میں تنگی نہ کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کفالۃ الاصل میں لکھا ہے کہ محبوس پیٹا نہ جائے گا اور نہ اس کے بیڑیاں ڈالی جائیں گی اور نہ طوق پہنایا جائے گا اور نہ ڈرایا جائے گا اور نہ مخوف[1] کیا جائے گا اور نہ ننگا کیا جائے اور نہ بدعی حقدار کے سامنے اہانت کے واسطے کھڑا کیا جائے اور نہ اجارہ پر دیا جائے اور منتقیٰ میں ہے کہ قرض دار قیدی کے بیڑیاں ڈالی جائیں اور دن میں اگر بھاگ جانے کا خوف ہو تو مقفل کر دیا جائے اور قرض دار قیدی جمعہ و عید و حج و نماز فرض و نماز جنازہ و عیادت مریض کے واسطے باہر نہ نکالا جائے گا اور وحشت ناک جگہ قید کیا جائے گا اور اس کے واسطے کوئی بچھونا و فرش نہ بچھایا جائے اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص نہ جانے پائے گا جس سے اس کی وحشت رفع ہو اس کو امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور بعد اخراج کے امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے درمیان کچھ روک نہ کی جائے گی مگر وہ لوگ اس کو حالت ملازمت میں یعنی جب اس کے ساتھ ساتھ رہیں تو تصرفات و سفر سے منع نہیں کر سکتے ہیں اور نہ اس کو ایک جگہ بٹھلا سکتے ہیں کیونکہ یہ تو قید ہے بلکہ جہاں اس کا جی چاہے جائے اور یہ لوگ اس کے ساتھ پھرتے رہیں گے یہ تبیین میں ہے اور جو کچھ اس کی کمائی حوائج ضروریہ سے بڑھے وہ اپنے قرض خواہوں کے درمیان حصہ رسد تقسیم کرے گا اور وہ لوگ لے لیں گے اور یہ اس وقت ہے کہ اس کی بڑھتی کمائی قرض خواہوں سے بدوں اس کے اختیار کے لی ہو یا قاضی نے لے کر بدوں اس کے اختیار کے قرض خواہوں کو تقسیم کی ہو اور اگر مدیون نے اپنی صحت میں اپنے اختیار سے قرضہ ادا کرنے

---

[1] مخوف: خوف ناک کرنا مثلاً تیرا گھر منہدم کریں گے۔ (ع۔ صف | خوف دلانے والا ڈرانے والا۔ حافظ

میں کسی حقدار کو بہ مقابلہ دوسروں کے چھانٹ لیا تو اس کو اختیار ہے اس کو فتاویٰ نسفی میں صریح بیان کیا ہے کہ یوں فرمایا کہ اگر زید پر تین آدمیوں کے ہزار درہم اس تفصیل سے قرضہ ہوں کہ بکر کے پانچ سو درہم اور عمر کے تین سو درہم اور خالد کے دو سو درہم ہوں اور زید کے پاس کل پانچ سو درہم ہیں پس قرض خواہوں نے جمع ہو کر زید کو مجلس قضا میں قید کرایا تو مال کیونکہ تقسیم ہوگا فرمایا کہ اگر قرض دار حاضر ہو تو وہ ان کا قرضہ خود ہی تقسیم کرے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ ادا کرنے میں چاہے بعض کو بعض پر مقدم کرے یا بعض کو چھانٹ لے اور اگر مدیون غائب ہو اور قاضی کے نزدیک قرضے ثابت ہوں تو قاضی تمام مال قرض خواہوں کو حصہ رسد تقسیم کر دے گا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

اگر مدیون نے اپنے افلاس کے گواہ دیئے اور طالب نے اس کی خوشحالی کے گواہ دیئے تو طالب کے گواہ قبول ہوں گے اور جس سے فراخدستی[1] ثابت ہو اس کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور افلاس کی گواہی میں مدعی کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اور گواہوں کو یوں کہنا چاہئے کہ یہ شخص فقیر ہے ہم اس کا کچھ یا کوئی عرض عروض میں ایسا نہیں جانتے ہیں جس سے حالت فقر سے نکلے اور ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ گواہوں کو یوں کہنا چاہئے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص مفلس معدم ہے ہم اس کا کوئی مال سوائے اس کے تن کہ کپڑوں اور اس کے لباس شب خوابی کے نہیں جانتے ہیں کذا فی العینی شرح الہدایہ اور اگر مدیون مفلس اپنے گھر میں کسی ضرورت سے گیا تو ہدایہ میں مذکور ہے کہ اس کے پیچھے نہ جائے بلکہ اس کے دروازے پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ وہ باہر آئے اور زیادات میں فرمایا کہ جب مدیون نے اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دی تو اس کے دروازے پر بیٹھا رہے اور اس کو اندر جانے سے منع کرے تاکہ روپوش نہ ہو جائے یا دوسرے دروازے سے نہ نکل جائے پس ساتھ ساتھ رہنے سے جو مقصود ہے وہ فوت ہو جائے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ صاحب حق کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ملزوم مطلوب کو پیخانہ یا کھانے کے واسطے مکان کے اندر جانے سے منع کرے لیکن اگر اس کو غذا دے دی یا پیخانہ پھرنے کے واسطے کوئی مقام مقرر کر دیا تو اس وقت البتہ اس کو اختیار ہے کہ گھر میں اس کو نہ جانے دے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ملزم بھاگ جائے اور اسی نہایہ میں لکھا ہے کہ اگر مطلوب ملزوم مثل سقائی وغیرہ کے کام کیا کرتا ہو تو طالب کو اس کام سے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن اپنے نائب اور اجیر و غلام کو اس کے ساتھ ساتھ رکھ سکتا ہے لیکن اگر مطلوب کو اس کا اور اس کے عیال کا نفقہ دیا تو اس صورت میں اس کو اس کام سے منع کر سکتا ہے یہ تبیین میں ہے۔

واقعات میں لکھا ہے کہ ایک شخص پر دوسرے کے حق کی ڈگری ہوئی ڈگری دار نے اپنے غلام کو قرض دار کے ساتھ ساتھ رہنے کا حکم دیا پس جس پر ڈگری ہوئی ہے اس نے کہا کہ میں مدعی کے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں غلام کے ساتھ نہ بیٹھوں گا تو اس کو یہ اختیار ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اگر مطلوب نے قید ہونا اور طالب نے ملازمت[2] اختیار کی تو طالب کو اختیار ہے لیکن اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ طالب اس پر ساتھ ساتھ رہنے میں تعدی کرے گا مثلاً گھر میں جانے سے منع کرے گا یا اس کے ساتھ اندر چلا جائے گا تو ایسی صورت میں مطلوب سے ضرر دفع کرنے کے واسطے اس کو قید کرے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی مرد کا عورت پر قرضہ ہو تو اس کے ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتا ہے کیونکہ اس میں اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی ہوگی لیکن قرض خواہ اس کے پاس ایک امین عورت اپنی طرف سے بھیج دے گا جو اس کے ساتھ ساتھ رہے کذا فی الہدایہ۔ اگر زید مفلس ہو گیا اور اس کے پاس عمرو کا کچھ مال معین ہے جس کو اس نے عمرو سے خریدا تھا تو عمرو باقی قرض خواہوں کے ساتھ برابر کر دیا جائے گا اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک خاص غلام خریدا اور قبضہ

---

[1] فراخدستی یعنی اس قدر میسر ہو کہ ضروریات کے بعد کچھ ادا کر سکے عروض متاع و اسباب۔ [2] ملازمت یعنی قرض دار قید ہونا منظور کرتا ہے اور قرض خواہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ میں اس کے ساتھ رہوں گا تو قرض خواہ کو اختیار دیا جائے گا۔

کرلیا اور ہنوز دام نہیں دیئے تھے کہ مفلس ہو گیا اور اس کے پاس سوائے اس کے اور کچھ مال نہیں ہے پس عمرو نے دعویٰ کیا کہ میں بہ نسبت دوسروں کے اس غلام کا مستحق ہوں اور دوسرے قرض خواہوں نے مساوات[1] کا دعویٰ کیا تو یہ غلام فروخت کر کے اس کے دام سب کو حصہ رسد تقسیم ہوں گے بشرطیکہ سب قرضے ایسے ہوں کہ ان کے ادا کا وقت آ گیا ہو اور اگر بعض کا وقت آیا ہو اور بعض کا نہ آیا ہو تو ان قرض خواہوں کو جن کے ادا کا وقت آیا ہے تقسیم کر کے دے دیا جائے گا پھر باقی قرض خواہ وقت آنے پر ان لوگوں سے جنھوں نے وصول کیا ہے بقدر اپنے حصہ رسد کے واپس لیں گے اور اگر زید نے غلام پر قبضہ نہ کیا ہو یہاں تک کہ مفلس ہو گیا تو عمرو باقی قرض خواہوں کے بہ نسبت غلام کا حقدار ہو گا یہ ینابیع میں ہے۔ ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک سفیہ مجور نے اپنی نابالغ لڑکی یا بہن کو کسی کے ساتھ بیاہ دیا تو جائز نہیں ہے اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایسا ہے کہ اس سے راست روی کے آثار ظاہر نہ ہوئے اور ہنوز وہ مجور بھی نہ کیا گیا اور اس کا مال اس کے پاس ہے اس نے فروخت کیا تو امام محمدؒ نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہے کہ بیع باطل ہے اور ایسا ہی امام محمدؒ کا قول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] مساوات یعنی تجھ کو ہمارے ساتھ برابری کا حق ہے کچھ استحقاق زائد نہیں ہے۔